سُنّی فضائلِ اعمال
عالم فقری
شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے فضائل کا مجموعہ

سُنّی فضائلِ اعمال

۱۔ کلمہ	۲۔ نماز	۳۔ روزہ
۴۔ زکوٰۃ	۵۔ حج	۶۔ اتباعِ سنت
۷۔ ذکر	۸۔ درود شریف	۹۔ حقوق العباد
۱۰۔ کسبِ حلال	۱۱۔ اخلاص	۱۲۔ ایثار
	۱۳۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	

علّامہ عالم فقری

شبیر برادرز ۴۰۔ بی اردو بازار لاہور

نام کتاب ———— سُنی فضائل اعمال
مصنف ———— علامہ عالم فقری
زیرِ اہتمام ———— حاجی انور اختر
مشاورت و پروف ریڈنگ ———— سید سعید علی شاہ زنجانی
سالِ طباعت ———— ۱۹۸۷ء
تعداد ———— ۱۱۰۰
ناشر ———— شبیر حسین
مطبع ———— منظور اعجاز پرنٹرز، لاہور
قیمت ———— -/۹۵ روپے

فہرست

حصہ اول

فضائل کلمہ طیبّہ

باب ۱

کلمہ طیبّہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے ان میں سب سے بڑا اور پہلا رکن کلمہ طیبہ ہے یہی وہ کلمہ ہے جسے انسان پڑھ کر صاحب ایمان بنتا ہے یہ کلمہ بندے کی طرف سے توحید اور رسالت کو دل سے قبول کرنے اور زبان سے اظہار کرنے کا اقرار ہے اسی کلمے کے اقرار کے لیے خدا نے یہ کائنات تخلیق کی۔ یہی وہ کلمہ ہے جسے اس نے عرش معلی پر لکھ دیا۔ کلمہ حسن ازل کی نمود ہے۔ کلمہ تیری قوت لازوال کا آئینہ ہے۔

زمین و آسمان تیرے مدح سرا ہیں چاند سورج اور ستارے تیرے کلمے کا گیت گا رہے ہیں، ہوائیں تیری تلاش میں سرگرداں ہیں دن رات تیرے ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں بادلوں کی گرج اور چمک تیرے کلمے کے جلال و جمال کا اظہار کر رہی ہے پانی پہ تیرنے والی کشتیاں اور جہاز اسی کلمے کے بھروسے پر رواں دواں ہیں۔ بحر بیکراں میں پانی کے جانور شب و روز تیرے کلمہ توحید میں لگے ہوئے ہیں۔ پرندے اپنے بولیوں میں اسی کلمے کے راگ میں گم ہیں۔ درختوں کے پتے بھی تیری مدح سرائی میں محو ہیں۔ گویا کہ ہر چیز تیری حمد و ثنا میں معروف ہے پھر اے حضرت انسان تو بھی من اور تن سے اس کلمے پر عمل پیرا ہو جا۔

کلمہ طیبہ کے دو جزو ہیں پہلا جزو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو اس کا دوسرا جزو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے یعنی توحید کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنا اور شہادت دینا ہے ان دونوں جزوں کو دل و جان سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے شمع رسالت کی ضو فشانی سے پہلے اے انسان تُو اس کلمے سے دور ہو چکا تھا تیری عقل پر بتان وہم گمان کا تصور چھایا ہوا تھا تو ظلمت کی وادیوں میں ششدر و حیران تھا اپنے اسی خالق اور مالک کو بھولا ہوا تھا جس نے تجھے پیدا کیا اور پھر تیری زندگی کو رواں دواں رکھنے کے لیے ہر طرح کے وسائل مہیا کیے تو جہان رنگ و بو کی لذتوں میں مدہوش تھا اس کلمے کا پاسبان نہ تھا جس کی خاطر تجھے پیدا کیا گیا تھا۔ اس تاریک اور مہیب خطرات سے گھرے ہوئے انسان کی قسمت نے جب کروٹ بدلی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے کلمہ طیبہ کے پرچار کا علم بلند کیا اور اس بھولے ہوئے انسان کو کلمہ طیبہ کا راہ بتلایا کہ ان بتوں اور مظاہر پرستوں کو چھوڑ کر ایک خدا کو مان اور اسی کی پوجا کر کیوں وہی پوجا کے لائق ہے جنہوں نے اس کلمہ کی آواز پر لبیک کہا ان کی تقدیر بدل گئی اور وہ اللہ کے محبوب بندے بن گئے لہٰذا اے مسلم تو اس کلمے پر کاربند ہو جا اور اس زندگی کو اپنا لے جس کی راہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کی ہے۔

انسانوں میں کلمہ کی تصدیق اور اقرار کا سلسلہ عالم ارواح ہی سے شروع ہوا اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا

اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنا کر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا ہاں ہم اس پر گواہ ہوئے یہ اس لیے کیا کہ کہیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ — قیامت کے روز یہ نہ کہہ دیں کہ ہمیں اس بات کی خبر نہ تھی۔

(پ ۹ الاعراف ۱۷۲)

یہ ہے وہ اقرار جو ہر روح نے عالم ارواح میں اللہ سے کیا تھا کہ اے اللہ تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں یعنی تو ہی پالنے والا ہے پیدائش سے لے کر موت تک زندگی کی بقا کا سامان مہیا کرنے والا ہے تو ہی ہمیں روزی دینے والا ہے تو ہی ہماری حفاظت کرنے والا ہے تو ہی ہماری ضروریات پوری کرنے والا ہے تو ہی ہمارے دکھ درد اور رنج و غم دور کرنے والا ہے پس جب انسان کی بقا کے لیے اللہ کی رحمت درکار ہے تو پھر ہر قسم کی حمد و ثنا اور عبادت کا مستحق بھی اللہ ہی ہے اس کے سوا کسی اور کو معبود نہ مانا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے سب سے پہلے کلمے ہی کا اقرار لیا۔

مسند احمد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اس طرح مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والی روحیں نکل آئیں تو ان کی الگ الگ جماعتیں مقرر فرما دیں نبیوں کی الگ، ولیوں کی الگ، مسلمانوں کی الگ، کافروں کی الگ، نیکوں کی الگ اور بدوں کی الگ الگ جماعتیں مقرر کر کے ہر ایک کی ویسی ہی صورتیں بنائیں، جیسی کہ دنیا میں بنانا تھیں، پھر ہر ایک کو بولنے کی قوت اور طاقت دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ.. کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب و مالک و مختار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ساتوں آسمانوں اور زمینوں اور تمہارے باپ آدم کو تم پر گواہ بناتا ہوں، کہ تم نے میری ربوبیت کا اقرار کر لیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہنے لگو ہمیں خبر نہیں تھی، کہ ہم اس سے ناواقف تھے یَعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَیْرِیْ یقیناً تم جان لو کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اور نہ میرے علاوہ کوئی رب ہے۔ میرے ساتھ کبھی کو بھی شریک نہ کرنا اس قول و قرار کے یاد دلانے کے لیے نبیوں اور رسولوں کو بھیجوں

گا۔ اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔ اس پر تمام انسانوں کی روحوں نے کہا ہم سب نے اقرار کیا اور کہا۔ لَآ اِلٰهَ لَنَا غَیْرُكَ تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں۔ یہ تھا وہ وعدہ جو انسانی روحوں نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے کیا۔

ہر نبی کی تعلیم یہی کلمہ تھا نسل آدم جوں جوں دنیا کے دھندوں میں مگن ہوئی تو وہ اس کلمہ سے دور ہونا شروع ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے اسی کلمہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ترویج اور اشاعت کے لیے اپنے پیغمبروں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا۔ اور ہر ایک نے اسی کلمہ کی یاد دہانی کرائی۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○	اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔

(پ ۱۷۔ الانبیاء ۲۵)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو اسی کلمے کی دعوت دی۔ قرآن پاک میں ان کی دعوت حق کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○	بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

(پ ۸۔ الاعراف ۵۹)

قوم عاد کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے بھی اپنی قوم سے کہا کہ ایک خدا کو مانو اور اسی کی عبادت کرو ان کے متعلق اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ	اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ھود کو کہا

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝

اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو نرے مفتری ہو۔ (پ ۱۲، ہود ۵۰)

قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے انہوں نے بھی اپنی قوم کو کلمہ حق کی دعوت دی اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کی پوجا کرو کیوں کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔ (پ ۸، الاعراف ۷۳)

مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام اللہ کے پیغمبر مبعوث ہوئے انہوں نے بھی اپنی قوم کو اسی کلمہ کی تبلیغ کی ہے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝

اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

(پ ۱۲، ہود ۸۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اپنی قوم کو دعوتِ دین دی۔

وَاِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۚ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو بیشک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

(پ ۲۰۔ العنکبوت۔ ۱۶-۱۷)

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں کو ایک خدا کی عبادت کی تلقین فرمائی۔ قرآن پاک میں آپ کی اس دعوت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو کیا جدا جدا رب اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری حکم نہیں مگر اللہ کا اس نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو یہ سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(پ ۱۲۔ یوسف ۳۹-۴۰)

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو ایک خدا کو معبود بنانے کا

دعوت دی ان کی دعوت حق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(پ ۶۔ المائدہ ۷۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دارِ فانی میں تشریف لائے تو انہوں نے بھی کلمہ طیبہ کی دعوت دی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے

(پ ۱۶۔ الکہف ۱۱۰)

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔ (پ ۷۔ الانعام ۱۹)

ان تمام آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نبیوں اور رسولوں نے اہل دنیا کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی دعوت دی صرف فرق اتنا ہے کہ ہر نبی کی رسالت اس کے اپنے زمانے تک تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تا قیامت جاری رہے گی۔ کلمے کا پہلا جزو ہر نبی کی دعوت

یہاں وہی ہے جو اللہ نے کہا ہے کلمے کے دوسرے جز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہے اب جو شخص اس کلمے کو مانے وہی مسلمان ہے۔ موجودہ دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے کلمے کے علاوہ کسی سابقہ نبی کا کلمہ پڑھنا باعث نجات نہیں۔

کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی سی ہے

کلمہ طیبہ کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں شجرہ طیبہ کا نام بھی دیا ہے۔ جس کا مطلب پاکیزہ درخت ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝

(اے محمدؐ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی کہ پاکیزہ کلمہ اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ قائم ہو اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہو اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ یاد رکھیں اور گندی بات کی مثال اس گندے درخت کی طرح ہے کہ جسے زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں۔ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ رہنے دیتا ہے اور جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

(ابراہیم ۲۴ تا ۲۷)

کلمہ طیبہ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے

اور کلمہ خبیثہ سے مراد اس کلمے کا انکار یعنی کفر ہے۔ ایمان اور کفر کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے پاکیزہ اور عمدہ درخت کی یہ صفات ہوتی ہیں کہ اس کی جڑیں کافی گہری ہوتی ہے جس وجہ سے تیز آندھی اور طوفان اسے جڑوں سے اکھاڑ نہیں سکتا۔ اس کی شاخیں خوب پھیلی ہوئی اور اونچی ہوں کیوں کہ شاخوں کے پھیلے ہونے سے اس کا سایہ خوب گھنا ہوتا ہے اور اس پر پھل بھی زیادہ لگتا ہے اور اس کا پھل ذائقہ میں لذیذ ہوتا ہے یعنی کلمہ حق میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اس کی جڑیں دل کی گہرائیوں میں ہوتی ہیں، مصائب اور مشکلات کا طوفان ایمان کو ہلا نہیں سکتا۔ شاخوں کی بلندی سے مراد کلمہ قبول کرنے والوں کی اخلاقی عظمت ہے۔ پھل سے مراد اللہ کی عبادت اور اس کا اجر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں۔ کلمہ طیبہ سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں لا الہ الا اللہ جما ہوا ہے۔ اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور صلعم مال دار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچنے کی ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کیا فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد اللہ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو۔ جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔

ایمان کے برعکس کفر ایک خبیث درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں نہیں ہوتیں ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اسے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا ایسے درخت کی شاخیں کہاں ہوں گی اور وہ پھل کیا دے گا یعنی کفر کا اس دنیا میں نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت میں بلکہ الٹا کفر کی بنا پر آخرت میں عذاب کا مزا چکھنا پڑے گا۔

باب ۲

آیات کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ کے بارے میں قرآن پاک میں بہت سی آیات بیان ہوئی ہیں اگرچہ یہ آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئیں لیکن ان کے نزول کا مقصد صرف اللہ کی توحید ہے۔ جس سے کلمہ طیبہ کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے وہ آیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان ہے۔ (پ ۲، البقرہ ۱۶۳)

وہ خدائی میں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس جیسا کوئی اور ہے وہ واحد ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ معبود ہونے کے ساتھ رحمان اور رحیم بھی ہے۔ یعنی یہی وہ کلمے کا مقصد ہے جسے تسلیم کرنا ضروری ہے۔

(۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ خود زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے (پ ۳، البقرہ ۲۵۵)

اس آیت میں اللہ کی وحدانیت کا بیان ہے کہ ساری مخلوق کا رب اللہ ہے اور اس کے معبود ہونے کی برتری اور عظمت اس میں ہے کہ وہ خود زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ پس تمام دنیا اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے اس لیے ان اوصاف کی بنا پر صرف اسے ہی عبادت کے لائق ماننا چاہیے۔

(۳) الٓمّٓ ۝ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ — اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ زندہ اور قائم ہے۔

(پ ۳ ۔ آل عمران ۲)

یہ سورت آل عمران کی پہلی اور دوسری آیت ہے یعنی اس سورت کا آغاز کلمہ کی تصدیق سے ہوتا ہے وہ اللہ جس نے قرآن پاک نازل کیا وہی اصل میں معبود صادق ہے اس لیے صرف اس کی پوجا کی جائے۔ یعنی اس آیت میں بھی صفتِ حی القیوم کی بنا پر یہ دعوت دی گئی ہے کہ کلمہ توحید پر ایمان لاؤ اور صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔

(۴) شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ — اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور ملائکہ اور اہل علم کی بھی انصاف قائم کرنے کے لیے یہی گواہی ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے۔

(پ ۳ ۔ آل عمران ۱۸)

کلمہ کی صداقت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی ہے کہ میری ذات کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور اپنی گواہی کے ساتھ ملائکہ اور علما کی گواہی کو بھی شامل کیا ہے کہ الوہیت میں اللہ یکتا اور لاشریک ہے۔

(۵) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ ۚ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔

(پ ۳ ۔ آل عمران ۶۲)

اللہ تعالیٰ کا کلمہ اس لیے پڑھا جاتا ہے کہ وہ غالب حکمت والا ہے یعنی اللہ کو معبود تسلیم کرنے کی ایک وجہ جواز اس کا غلبہ اور حکمت ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ اللہ کے سوا اور کوئی غالب قوت نہیں رکھتا تو پھر اس کی صفتِ غلبہ کی بنا پر اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

(۶) قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی — اے محبوب فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب

كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنالے پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(پ ۳۔ آل عمران ۶۴)

یہودیوں اور نصرانیوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس کلمہ کی طرف آؤ یعنی اس مقصد کی طرف آؤ جس کے لیے مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے اور یہی دعوت جو تمام انبیا نے دی ہے۔

(۷) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ فرود تمہیں قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے

(پ ۵۔ النساء ۸۷)

کلمے کا دعویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا معبود ہونا بالکل حق اور سچ ہے کیوں کہ اس کے دعوے کی حقیقت قیامت کے روز معلوم ہوگی کہ جس دن انصاف سے جزا یا سزا دی جائے گی مزید یہ کہ اللہ کی ذات بابرکات سب سے بڑھ کر حق اور سچ ہے۔ اس لیے اس کا کلمہ بھی برحق ہے۔

(۸) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

بے شک وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے مگر ایک معبود کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے۔

(پ ۶۔ المائدہ ۷۳)

اس آیت میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے، جو تین خداؤں کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کو ان خداؤں میں سے تیسرا تصور کرتے تھے۔ تو ان کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ وہ بھی کافر تھے کیوں کہ اللہ تو واحد ہے اور اس کے سوا اور معبود یعنی خدا نہیں مطلب یہ کہ ہر قسم کے گمراہ لوگوں کو ایک ہی کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی بھی دعوت دی گئی ہے۔

(۹) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ۔

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں چیزیں لا دے۔

(پ ۷، الانعام ۴۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ جھوٹے لوگوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت کو سلب کر لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو پھر اس کے علاوہ کون ہوگا جو تمہاری سماعت اور بصارت کو واپس لوٹائے اور تمہارے دلوں کی مہر ختم کرے لا محالہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تو پھر ایک خدا کو ماننے والے بن جاؤ۔

(۱۰) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اس کی عبادت کرو اور وہ چیز کا کارساز ہے۔

(پ ۷، الانعام ۱۰۲)

وہی اللہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں پس اس کی عبادت کرو مقصد یہ ہوا کہ کلمہ کو تسلیم کرنا اس لیے ضروری ٹھہرتا ہے کہ جب اللہ ہی انسانی زندگی کا ہر لحاظ سے کارساز ہے تو پھر اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ

پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ فرما دیجئے

اس آیت میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے۔ جو تین خداؤں کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کو ان خداؤں میں سے تیسرا تصور کرتے تھے۔ تو ان کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ وہ بھی کافر تھے کیوں کہ اللہ تو واحد ہے اور اس کے سوا اور معبود یعنی خدا نہیں مطلب یہ کہ ہر قسم کے گمراہ لوگوں کو ایک ہی کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی بھی دعوت دی گئی ہے۔

(۹) قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ۔

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں چیزیں لادے۔

(پ ۷۔ الانعام ۴۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ جھوٹے لوگوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت کو سلب کر لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو پھر اس کے علاوہ کون ہوگا جو تمہاری سماعت اور بصارت کو واپس لوٹائے اور تمہارے دلوں کی مہر ختم کرے لا محالہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تو پھر ایک خدا کو ماننے والے بن جاؤ۔

(۱۰) ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ○

اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

(پ ۷۔ الانعام ۱۰۲)

وہی اللہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں پس اس کی عبادت کرو مقصد یہ ہوا کہ کلمہ کو تسلیم کرنا اس لیے ضروری ٹھہرتا ہے کہ جب اللہ ہی انسانی زندگی کا ہر لحاظ سے کارساز ہے تو پھر اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ فرما دیجئے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○

کہ اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

(پ۔ ۱۱۔ التوبہ ۱۲۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے تسلی دی ہے کہ اے میرے حبیب اگر یہ آپ کی دعوت سے منہ پھیر لیں۔ تو آپ انہیں کہہ دیں کہ میرے لیے میرا اللہ کافی ہے جس کے علاوہ کوئی اور بندگی کے لائق نہیں۔ میں اسی پر بھروسہ کیا اور بڑے عرش کا مالک ہے۔

(۱۱) وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا عداوت اور سرکشی سے پیچھا کیا یہاں تک کہ جب ڈوبنے سے غرق ہونے لگا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں

(پ ۱۱۔ یونس ۹۰)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ فرعون اور اس کا لشکر جب دریا میں غرق ہونے لگا تو اس نے کہا کہ اے اللہ میں کلمہ پڑھ کر تجھ پر ایمان لاتا ہوں جس طرح کہ دوسرے بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں تو اس پر اللہ تعالٰی نے واضح کیا کہ مرتے وقت کا کلمہ پڑھنا قبول نہیں اس لیے یہ غیر مسلموں کے لیے دعوت ہے کہ موت آنے سے پہلے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ۔

(۱۲) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

تو اے مسلمانو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے

مُّسْلِمُوْنَ ۝ | سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے

(پ ۱۲ - ہود ۱۴)

کفار نے قرآن مجید پر اعتراض کیا کہ یہ قرآن مجید اپنی طرف سے بنا لیا گیا ہے تو اس کا اللہ تعالٰے نے یوں جواب دیا کہ اگر یہ بنایا گیا ہے تو اس کے مقابلے میں تم بھی بنا کر دکھاؤ تو مسلمانوں کی اس بات کا جواب ان کے پاس نہ ہو گا تو پھر یقین کر لینا چاہیے کہ یہ اللہ ہی کا اتارا ہوا کلام ہے کیوں کہ وہی سچا معبود ہے لہذا اسی کا کلمہ پڑھو جس نے قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔

(۱۳) قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ | آپ فرما دیجیے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے۔

(پارہ ۱۳ - الرعد ۳۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جس طرح اللہ نے پہلی قوموں کی طرف اپنے رسول بھیجے تھے تو نبی مبعوث ہونے پر آپ نے قوم کو اللہ تعالٰی کے کلام کی دعوت دی مگر کافروں نے اس سے انکار کیا تو اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کی کہ آپ انہیں کہہ دیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس لیے اسی پر بھروسہ کر کے اسی کی طرف رجوع رکھو۔

(۱۴) اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ | آپ خود اس پر چلتے رہیے جس کی رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

(پ ۷ - الانعام ۱۰۷)

اللہ تعالٰی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے جو کلمہ اترا ہے اس کی اتباع کرتے رہو کیوں کہ وہی حق ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیوں کہ اس میں کوئی آمیزش نہیں اور مشرکین سے اعراض کرو اور

ان سے درگزر کرو اور ان کے ایذا رسانی کو برداشت کرلو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمادے۔

(۱۵) قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی۔ (پ ۹، الاعراف ۱۴۰)

قوم موسیٰ کو جب فرعون سے نجات ملی اور وہ صحرائے سینا میں آئی تو وہاں انہوں نے ایک بت پرست قوم کو دیکھا جو بت بنا کر پوجتی تھی تو اس پر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے بھی ایک خدا بنا دو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ کیا میں اللہ کے علاوہ تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں یعنی اللہ کے سوا اور کوئی سچا معبود نہیں۔ اور میں اللہ کی واحدنیت کو سربلند کرنے کے لیے آیا ہوں اس لیے اسی توحید پر قائم رہو جس پر اللہ نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

(۱۶) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ص

آپ فرمایئے اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ (پ ۹، الاعراف ۱۵۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام انسانوں کے لیے ہے کیونکہ آپ ہر خاص و عام ہر فقیر و امیر ہر عربی اور عجمی کے رہبر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اے محبوب لوگوں میں اعلان کردے تم سب کے لیے زمین و آسمان کے مالک اور خالق کی طرف سے کلمے کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اس لیے اللہ کو معبود مانتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔

(۱۷) وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط

اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں (پ ۱۰۔ التوبہ ۳۱)

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کلمہ کو بگاڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اس کے علاوہ انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو بھی خدا کا شریک ٹھہرا دیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تاکید کی کہ تمہیں ایسا کرنے کو تو نہیں کہا گیا تھا۔ بلکہ تمہارے لیے تو یہ حکم تھا کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہ بناؤ مقصد یہ ہوا کہ کلمہ نے جس امر کا تم سے تقاضا کیا تھا اس پر قائم رہتے ہوئے ایک خدا کی عبادت کرو۔

(۱۸) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ — اللہ تمہارا رب ہے پس اس کی بندگی کرو تو کیا تم غور نہیں کرتے۔

(پ ۱۱ یونس ۳)

کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ ہی چلا رہا ہے اور یہ ہے اصل معبود کی نشانی کہ جس نے اسے تخلیق کیا وہی اس کا کارساز ہے اور جو حقیقی کارساز ہو تو صرف اسے حق حاصل ہے کہ اسے معبود تسلیم کر کے اس کی عبادت کی جائے۔

(۱۹) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ — ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لے کر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو۔ (پ ۱۴ النحل ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو توحید اور رسالت کا پیغام دیا تو کفار مکہ نے آپ پر طرح طرح کے سوالات کیے اور بے شمار تکالیف میں مبتلا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ بندوں میں سے جس بندے کو میں پسند کروں اس پر وحی اتارتا ہوں۔ اور حضور کو فرمایا کہ لوگوں میں کلمہ توحید کا پرچار کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کرو۔

(۲۰) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ — اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ٥ اسی کے ہیں سب اچھے نام۔

(پ ۱۶۔ طٰہٰ ۸)

اس آیت سے پہلے یہ بیان ہوا ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو زمین کے اندر ہے وہ سب اللہ کا ہے اور جو باتیں انسانوں کے دلوں میں ہیں اللہ ان سب کو اچھی طرح جانتا ہے اس دلیل کی بنا پر یہ کہا گیا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب اچھے نام اسی کے ہیں اس لیے کلمہ توحید پر کاربند ہو جاؤ۔

(۲۱) اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ٥

بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

(پ ۱۶۔ طٰہٰ ۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طویٰ کی مقدس وادی میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے موسیٰ یہاں جوتے اتار کر آؤ کیوں کہ میں نے تمہیں پسند کر لیا ہے یعنی اپنا رسول بنا دیا ہے اور اس حقیقت پر خوب یقین کر لو کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس میری عبادت کرو اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کرو۔

(۲۲) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ۖ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥

اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیریوں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

(پ ۱۷۔ الانبیاء ۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے جہاں بڑی تکلیف

اور اندھیرا تھا تو اس وقت آپ نے کلمہ طیبہ کے الفاظ سے اللہ کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما کر آپ کو مچھلی کے پیٹ میں سے نجات دی۔ یہ کلمہ کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ تنگی میں جو شخص اسے پکارتا ہے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔

(۲۳) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ — تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے

(پ ۱۸۔ المومنون ۱۱۶)

وہ لوگ جو زندگی کو بے مقصد خیال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی اس سوچ کا جواب دیا ہے کہ زندگی بے مقصد نہیں ہے بلکہ زندگی کا مقصد کلمہ کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہونا ہے تو اللہ نے اس طرح کے لوگوں کو تنبیہ کی کہ زندگی کو بے مقصد خیال نہ کرو اور جو زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کرے گا وہ آخرت میں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جائے گا جہاں اسے کلمہ تسلیم نہ کرنے کی سزا دی جائے گی۔

(۲۴) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ — اور وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (پ ۲۰۔ القصص ۷۰)

دنیا اور آخرت میں اللہ ہی کا نام ہے اور اسی کا حکم دنیا میں چل رہا ہے اور پھر مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس لیے وہی بندگی کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں مقصد یہ ہوا کہ موت کے بعد جب ہر طرح سے خدا ہی کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر اس دنیا میں بھی اسی کا کلمہ پڑھو اور اسی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ — اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔

نہ پکارو اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز اس کی ذات کے سوا فانی ہے۔

(پ ۲۰۔ القصص ۸۸)

ہر انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو خدا بنا کر مت پکارو اسی وحدہ لاشریک کی عبادت اور یاد میں زندگی گزار دو کیوں کہ دنیا میں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے صرف ایک اللہ کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی اس لیے اسی کی رضا کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

(۲۶) هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۝

کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی زمین و آسمان کا خالق ہے جو تمہیں رزق عطا کرے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں لوٹ کر جا رہے ہو۔ (پ ۲۲ فاطر ۳)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے یعنی پیدائش سے آخری دم تک اس کے لیے ہر چیز مہیا کی ہے ان نعمتوں کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری عبادت کرو اور میرا ہی کلمہ پڑھو۔

(۲۷) اِنَّهُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝

کفار کا یہ حال ہے کہ بے شک جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔

(پ ۲۳۔ الصّٰفّٰت ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کی عادت بیان کی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ شرک چھوڑ کر کلمہ پڑھ لو تو وہ اس دعوت حق کو تسلیم کرنے کی بجائے اکڑنے لگتے ہیں یہ عادت بہت بری ہے مقصد یہ ہوا کہ ایک تو کلمہ کی دعوت کو قبول نہ کرنا جرم ہوا اور پھر اس غلطی پہ تکبر کرنا مزید بڑا جرم ہے لہٰذا کلمہ حق نہ تسلیم کرنے والوں کے لیے یہ بات نقصان دہ ہے۔

(۲۸) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

(پارہ ۲۳ - الزمر ۶)

اللہ تعالیٰ انسان کا پروردگار ہے بڑی شان والا ہے عظیم قدرتوں والا ہے بلندی و پستی، بحر و بر، کوہ و دامن گویا کہ زمین و آسمان ہر جگہ پر اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور نہ ہی کوئی اور عبادت کے لائق ہے اے لوگو پھر اللہ سے منہ موڑ کر کہاں جاؤ گے اگر کفر و شرک کی راہ نہیں چھوڑو گے تو پھر عبرتناک انجام ہوگا۔

(۲۹) حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

(پ ۲۴ - المومن ۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات کا ذکر کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی دعوت دی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ غالب علم والا ہے گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے سخت عذاب دینے والا ہے بڑے فضل و کرم والا ہے۔ ان صفات کی بنا پر اللہ ہی کو معبود مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

(۳۰) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔ (پ ۲۴ - المومن ۶۲)

اللہ بڑی شان اور قدرت والا ہے اس کی وحدانیت پر کائنات کا ذرہ ذرہ شہادت دے رہا ہے کیوں کہ ہر چیز کو بنانے والا وہی ہے اس لیے وہی عبادت کے لائق ہے اس لیے اللہ کو چھوڑ کر سارے انسان کدھر جا رہا ہے یعنی انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ ایمان پر قائم رہو۔

(۳۱) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اخلاص کے ساتھ اس کے دین پر کاربند ہو جاؤ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

(پ ۲۴ ۔ المومن ۶۵)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار کر کے اسی بات کی تاکید کی گئی ہے اس کی بندگی میں رہو۔ اور اسی کا کلمہ پڑھو کیوں کہ ہمیشہ قائم رہنے والا سب خوبیوں والا اور دنیا کو پالنے والا وہی ہے۔

(۳۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرے اور وہی مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

(پ ۲۵ ۔ الدخان ۸)

زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے موجودہ لوگوں کا مالک اور خالق وہی ہے اور اس سے پہلے لوگوں یعنی تمہارے آباؤ اجداد کا بھی وہی پروردگار ہے ایسی باکمال اور ذوالجلال والاکرام ذات پر ایمان نہ لانا نادانی ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

(۳۳) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

اَلَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝	ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا کبریائی والا اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے (پ ۲۸ ۔ الحشر ۲۳)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان خداوندی بیان ہوئی ہے جس کی بنا پر اسے معبود ماننا ضروری ہے اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ تمام کائنات کا علم رکھنے والا ہے جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں ان سب کو وہ جانتا ہے خواہ وہ بڑی ہوں یا چھوٹی حتیٰ کہ اندھیروں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں وہ بڑی وسیع رحمت والا ہے اس کی رحمت تمام مخلوق پر ہے وہ دنیا اور آخرت میں رحمان اور رحیم ہے تمام چیزوں کا مالک وہی ہے ہر چیز اس کے قبضے میں ہے دونوں جہان کا وہی بادشاہ ہے وہ قدوس ہے یعنی ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پاک ہے تمام اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہے۔ اس نے تمام دنیا کو امن دے رکھا ہے اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے وہ مہیمن ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے اعمال کا ہر وقت یکساں شاہد ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی ہر چیز اس کے تابع ہے۔ تمام مخلوق پر وہ غالب ہے وہ جبار اور متکبر ہے ان صفات کی بنا پر اسے حق حاصل ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے بلکہ اسے معبود حقیقی مان کر صرف اس کی اطاعت کی جائے۔

(۳۶) فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَمَثْوٰىکُمْ ۝	پس جان رکھو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور خدا تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھیرنے سے واقف ہے۔ (پ ۲۶ ۔ محمد ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو روز الست ہی میں توحید کی معرفت عطا فرما دی تھی اور یہاں ظاہری تاکید فرمائی ہے کہ دنیا والوں کو بتانے کے لیے جان رکھو کہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے اور اسی کا پرچار کرو۔

(۳۵) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

خدا (جو معبود برحق ہے اس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو مومنوں کو چاہیے کہ خدا ہی پر بھروسا رکھیں۔

(۲۸۔ التغابن ۱۳)

مومن کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور توکل کے ساتھ اسے معبود حقیقی ماننا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کیے بغیر نجات نہ ہوگی۔

(۳۶) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○

(وہی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔ (پ ۲۹۔ المزمل ۹)

اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کا مالک ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس لیے ہر کام میں اس کو اپنا کارساز بنا لینا ہی اصل توحید ہے۔

باب ۳

فضائلِ کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ کے فضائل اور فوائد کے بارے میں احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کلمہ حضور کی بعثت کا آئینہ دار ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد توحید الٰہی عام کرنا ہے تاکہ لوگ تا قیامت اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر کاربند رہیں اور ایک خدا کی پوجا کریں کلمہ طیبہ اسی توحید الٰہی کا آئینہ ہے اور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا مقصد ہی کلمہ طیبہ کا پرچار ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ النَّحَّامُ ابْنُ زَيْدٍ وَقَرْدُ بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالُوا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلَى ذٰلِكَ اَدْعُوْا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً - الاية

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں مانتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً۔

(در منثور)

حضور کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ طیبہ کی دعوت کے لیے ... مبعوث ہوئے اور ان کی اس دعوت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے گویا کہ کلمہ مسلمانی کی ... بنیاد ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ... فرمایا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور ان معبودوں کا انکار کردیا جن کی خدا کے سوا پوجا یعنی عبادت ... کی جاتی ہے اس نے اپنے مال وجان کو مجھ سے بچا لیا اور اس کے اقرار کی حقیقت کا حساب

لینا خدا پر ہے ۔ صحیح مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہ کہیں۔ لیکن جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا مگر کسی شرعی حق کے بارے میں قصاص (یعنی بدلہ دینا) ہوگا اور ایسے شخص کا حساب اللہ کے ذمہ ہے وہی اس کا حساب لے گا۔ بخاری شریف

حضرت مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ مجھے بتلائیے اگر میں کسی کافر سے لڑوں اور ہم خوب لڑیں اور وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے اڑا دے پھر مجھ سے ڈر کر ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں خدا پر (ایمان اور اسلام لے آیا) اس کو اس اقرار کے بعد ماروں (یا نہیں) آپ نے فرمایا اس کو مت مارو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے پھر کاٹنے کے بعد یہ کلمہ کہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ہرگز نہ مارو، اگر تو نے اسے مار دیا تو وہ تیری جگہ شمار ہوگا جیسا کہ تو اس کے مارنے سے پہلے تھا اور تو اس کی جگہ شمار کیا جائے گا جیسے وہ اس کلمہ کے کہنے سے پہلے تھا۔ بخاری شریف

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا ہم (روانہ) ہو کر صبح ہی صبح قبیلہ جہینہ کی آبادیوں کے قریب پہنچ گئے میں نے ایک شخص کو جا پکڑا اس نے فوراً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیا میں نے اس کو نیزہ مارا اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد میرے دل میں افسوس پیدا ہوا کہ تو نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ واپس پہنچ کر میں نے اس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کے بعد بھی تم نے اس کو مار ڈالا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم اس نے ہتھیاروں کے خوف سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا تھا یا ہتھیاروں کے خوف سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار میرے سامنے یہ الفاظ دہراتے رہے میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ بخاری و مسلم

یں اتنا اور زیادہ ہے کہ قیامت کے دن اے اسامہ تم اس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کیا جواب دو گے۔

حکایت ہندوستان میں ایک ہندو رہتا تھا۔ جو سال ہا سال سے بتوں کی پوجا کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ زمانے کی ستم ظریفیوں نے اسے ایک مشکل میں الجھا دیا۔

اس نے مشکل حل کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سال ہا سال جس بت کی پرستش کی ہے۔ اس سے اپنی مراد مانگوں۔ اس نے بُت کے سامنے اپنی مشکل بیان کی۔ اور سر او مانگی مگر بُت نے اس کی ایک نہ سُنی۔ سُن بھی کیسے سکتا تھا جب کہ خود تراشیدہ پتھر تھا۔ وہ شخص بت سے ناامید ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں میں بھی اس سے رجوع کر کے دیکھوں۔ چنانچہ اس نے نگاہِ شرمسار آسمان کی جانب اٹھائی اور بلند آواز سے کہا یا صمد۔ فضا میں کڑکا ہوا۔ بجلی چمکی نور کا ہالہ فلک پر چھایا اور ندا آئی لبیک یا عبدی اے میرے بندے میں موجود ہوں۔ مانگ جو مانگنا ہے۔ تیری ہر حاجت پوری کی جائے گی۔ فرشتوں نے خدائے واحد کی اتنی نظر شفقت دیکھی تو پوچھا وہ شخص مدت ہائے مدت سے بُت کی پوجا کرتا رہا۔ مگر اس نے کوئی بات نہ سنی۔ جب کہ تجھے ایک مرتبہ پکارا ہے تو تو نے جواب دے دیا خداوند نے فرمایا۔ اگر میں بھی اس بُت کی طرح جواب نہ دوں تو پھر جھوٹے اور سچے خدا میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ اس شخص نے جب یہ ماجرا دیکھا تو فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (نزہۃ المجالس)

۲۔ کلمہ سب سے افضل ہے

کلمہ میں ذاتِ الٰہی کے معبود ہونے کا اقرار ہے چوں کہ ذاتِ الٰہی ہر چیز سے افضل اور برتر ہے اس لئے اس کلمہ کا مقام ہر چیز سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس کے متعلق فرمانِ نبوی یہ ہے۔

عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمام اذکار سے افضل ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام دعاؤں سے افضل ہے (ترمذی شریف)

کلمہ طیبہ کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے یہ دین اسلام کی بنیاد ہے اور سارے دین کا دارومدار اسی پر ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سب سے پہلے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ لوح محفوظ ہے اس کے بعد قلم کو پیدا کیا اور اُس کو حکم دیا کہ لکھ قلم نے پوچھا کہ اے پروردگار کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُن سب کو لکھ پھر دوسری مرتبہ حکم دیا گیا کہ لے قلم لکھ قلم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لکھ لا الٰہ الا اللّٰہ قلم نے اس کلمے کو ستر ہزار سال میں لکھ کر تمام کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے قلم! لکھ قلم نے عرض کی کہ اے پروردگار اب کیا لکھوں فرمایا لکھ محمد رسول اللّٰہ جب قلم نے لکھنا شروع کیا اور محمد رسول اللّٰہ کے نام پاک پر پہنچا تو اس نام کی ہیبت سے شق ہو گیا اور سات ہزار برس تک بیہوش پڑا رہا۔ پھر جب ہوش آباد تو سات ہزار برس تک تھر تھراتا رہا۔ پھر سجدے میں گرا اور سات ہزار برس کے بعد سجدے سے سر اُٹھایا جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے قلم لکھ محمد رسول اللّٰہ قلم نے عرض کی کہ لے پروردگار کیا تیرے نام پاک کے سوا کوئی دوسرا نام بھی ہے جو اسی درجے کا عظیم الشان اور بزرگ و برتر ہو؟ حکم ہوا کہ اے قلم! ادب اختیار کر کیونکہ اگر محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین عرش و کرسی لوح و قلم کچھ بھی نہ پیدا کرتا بلکہ اپنی ربوبیت کو بالکل ظاہر نہ کرتا میں نے یہ تمام مخلوقات اُس کے طفیل اور اُسی کے نور سے پیدا کیے ہیں۔ پس قلم نے ستر ہزار برس میں یہ کلمہ لکھا۔ اس طور سے گویا قلم نے لوح محفوظ پر ایک لاکھ چوبیس ہزار برس میں پورا کلمہ طیبہ تحریر کیا اور کمال ہیبت سے قلم شق ہو گیا تھا اس شگاف پر اللہ تعالیٰ نے استبرق کی ستر ہزار پٹیاں باندھیں ہر پٹی کے درمیان ستر ہزار برس کی راہ کا فاصلہ تھا۔ جب قلم یہ کلمہ لکھ چکا تو حکم الٰہی پہنچا کہ اب لکھ السلام علیک یا نبی اللّٰہ ابھی قلم نے یہ کلمہ لکھا بھی نہ تھا کہ روح پاک محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا وعلیک السلام جناب باری عز اسمہ نے غلبہ محبت کے ساتھ فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ حضور نبی علیہ السلام کی روح مبارک سے آواز آئی السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ التحیۃ والتسلیم کو جو اللہ تعالیٰ نے سلام و برکات کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا آپ نے اُس

روحانی عالم میں بھی اپنی اُمت کو فراموش نہیں فرمایا بلکہ اس انعام الٰہی اور رحمت و شفقت میں تمام مومنین امت کو شامل فرما لیا۔ اسی مقام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لوگوں پر ایک دوسرے پر سلام کہنا سنت ہوا۔ الغرض قلم کی ضخامت بہت بڑی ہے یہاں تک کہ اگر بالفرض آسمان و زمین کو چھیل کر باریک کاغذ کی طرح پھیلایا جائے اور پھر وہ کاغذ قلم پر رکھا جائے تو قلم کے مقابلہ میں وہ کاغذ ایسا ہوگا جیسے ایک انار کا دانہ جنگل میں یا کوئی رائی کا دانہ کسی میدان میں پڑا ہو۔ اُس وقت قلم نے عرض کی کہ اے پروردگار تو نے مجھے نہایت عظیم الشان مخلوق بنایا ہے اور اپنی رحمت سے یہ عزت بخشی کہ اس کلمۂ پاک کے لکھنے کا حکم دیا، اور میں نے تیرے حکم سے دو کلمے ایک عرصہ دراز میں جس کی مدت ایک لاکھ چالیس ہزار برس ہوتی ہے تحریر کیے اور وہ دو کلمے یہ ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس تیرے بندوں میں سے کون سا بندہ اس قدر مدت دراز تک زندہ رہے گا جو اس کلمۂ پاک کو پورا کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے قلم! میں آخری زمانے میں اپنا ایک حبیب پاک پیدا کروں گا جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ میں نے اس کو اس کی امت والوں کو نہایت عزت اور عظمت دی ہے لیکن اُن کی عمریں بمقابلے ان سے پہلی اُمتوں کے بہت کم رکھی ہیں۔ میں نے اُس امت والوں کو اس قدر شرف بخشا ہے کہ ایک دن میں ستر ہزار بار کلمہ پاک زبان پر لا سکیں گے۔

حکایت

حضرت جنید بغدادیؒ کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ فریضہ حج ادا کرنے کے لیے میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور اپنی سواری کو رُخ قبلہ دوڑانا شروع کیا۔ مگر میری سواری ولایت روم کے ایک شہر قسطنطنیہ کی جانب چل پڑی۔ میں نے اُسے کعبہ معظمہ کی جانب لے جانے کی بڑی کوشش کی۔ مگر وہ قسطنطنیہ کی جانب بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ میں قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ وہاں لوگوں کے ایک جم غفیر پر نظر پڑی۔ جو ایک دوسرے سے محو کلام تھے۔ میں نے بعض لوگوں سے صورت حال معلوم کی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ کی لڑکی پر دیوانگی کا دورہ پڑا ہے۔ اور کسی طبیب کی تلاش کی جا رہی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس لڑکی کا علاج کروں گا۔ وہ لوگ مجھے شاہی محل میں لے گئے۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو اندر سے آواز آئی۔ اے جنیدؒ! تو اپنی سواری کو کب تک ہماری طرف آنے سے روکتا رہے گا۔ جب کہ وہ

آپ کو جاری طرف بلا رہی ہے۔ جب میں نے اندر قدم رکھا تو ایک حسینہ وجمیلہ عورت کے سراپا پر نظر پڑی جو کہ پابہ زنجیر تھی۔ اس عورت نے مجھ سے کہا۔ حضرت میرے واسطے کوئی دوا تجویز فرمائیں جس سے میں صحت یاب ہو جاؤں اور میری دیوانگی جاتی رہے میں نے اس سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے کو کہا۔ اس نے با آواز بلند کلمہ شریف پڑھا۔ پڑھتے ہی زنجیر ٹوٹ کر گر پڑی۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔ واللہ۔ کتنا پیارا اور کامیاب حکیم ہے کہ ایک پل میں میری لڑکی کی بیماری دور کر کے اسے اچھا کر دیا میں نے بادشاہ سے کہا کہ تم بھی کلمہ شریف پڑھو تمہارے دل سے کفر کی بیماری ختم ہو جائے گی اس نے کلمہ شریف پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ کلمہ شریف کا یہ کمال دیکھ کر بہت سے لوگ کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (نزہۃ المجالس)

کلمہ طیبہ کے افضل ہونے کی ایک وجہ دلیل یہ ہے کہ کلمہ کی پکار براہ راست اللہ تک پہنچتی ہے اور راستے میں کوئی حجاب نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ اِلَّا قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَدُعَاءَ الْوَالِدِ۔ (جامع صغیر)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لیے اللہ کے یہاں پہنچنے کے لیے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور باپ کی دعا بیٹے کے لیے ان دونوں کے لیے کوئی حجاب نہیں۔

۳۔ کلمہ زمین و آسمان کی ہر چیز پر غالب ہے

اللہ چونکہ ہر چیز پر غالب ہے اس لیے اس کا نام بھی زمین و آسمان کی ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے اس لیے نام کے برابر کوئی چیز نہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو اس کلمہ کا ذکر کرے وہ زمین و آسمان کی ہر چیز پر غالب ہو جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ جِیْءَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَا بَیْنَھُنَّ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے اور جو ان

وَمَا تَحْتَهُنَّ فَوُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ شَہَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔ طبرانی

کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کے نیچے ہے اگر وہ تمام ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمہ دوسرے پلڑے میں تو پھر بھی وہ وزن میں بڑھ جائے گا۔

اس حدیث میں کلمہ کی اہمیت کی اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ کلمہ کے مقابلے میں باقی ہر چیز ہیچ ہے۔

۴۔ کلمہ سے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں

یہ کلمہ کا ایک اعجاز ہے کہ اس کے پڑھنے والے کی عزت اور تکریم کے لیے آسمانوں کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اس کے متعلق فرمان نبوی یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْکَبَآئِرَ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ وہ کلمہ پڑھے تو اس کے لیے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں حتیٰ کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچا ہو۔ (ترمذی)

یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ کلمہ پڑھنے والے کی آواز براہ راست اللہ تک عرش معلیٰ پر پہنچ جاتی ہے بعض اولیاء جن کی روح سے باطن کے حجابات اٹھ جاتے ہیں نے دیکھا ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی آواز چشم زدن میں اللہ تک پہنچ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں " فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ کہنا بھرتا ہے ترازو کے آدھے پلڑے کو (یعنی نامۂ اعمال کے ترازو کے پلڑے کو) اور الحمد للہ کہنا بھرتا ہے ساری ترازو کو اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے کے لیے خدا تک پہنچنے کے لیے کوئی پردہ حائل نہیں ہے، وہ سیدھا خدا تک پہنچتا ہے۔

(ترمذی)

۵۔ کلمہ اعمال نامہ کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے

کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے نامہ اعمال سے برائیوں کے مٹ جانے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ سَاعَۃٍ مِّنْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ اِلَّا طُمِسَتْ مَا فِی الصَّحِیْفَۃِ مِنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی تَسْکُنَ اِلٰی مِثْلِھَا مِنَ الْحَسَنَاتِ۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دن رات کے کسی حصے میں کلمہ پڑھے تو اس کے اعمال نامے سے برائیاں ختم کر دی جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں کر دی جاتی ہیں (ترغیب)

ذکر الٰہی نیک اعمال سے ہے۔ اس لیے جو شخص کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا شروع کر دیتا ہے اس کی نیکیاں بڑھتی چلی ہیں حتیٰ کہ جب اس کی نیکیاں اس مقدار کے برابر ہو جاتی ہیں جتنے کہ گناہ تھے تو ان کے بدلے میں اس کے گناہ ختم کر دیئے جاتے ہیں تو پھر جب وہ مزید ذکر کرتا رہتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔

۶۔ کلمہ طیبہ میں اسم اعظم ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اسم اعظم کے ساتھ دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ خدا کا اسم اعظم یعنی بڑا نام ان دونوں آیتوں میں ہے، ایک آیت یہ ہے۔

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

تمہارا اللہ صرف ایک اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

اور دوسری آیت سورۃ آل عمران کے شروع میں ہے۔

الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔

الم نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک اللہ جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور تمام مخلوق کی ہستی کو قائم رکھنے والا ہے۔

(احمد، ابو داؤد، ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا، تو فرمایا، کہ اس نے اللہ کا وہ نام لے کر پکارا، کہ جب اس نام کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے، تو ضرور دیتا ہے، اور اس کی طفیل دعا کی جائے، تو ضرور قبول فرماتا ہے، دعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَشْھَدُ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔	اے اللہ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس ذریعہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں، کہ تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو ہی ایک، یکتا اور بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا، اور نہ کوئی تیرا جوڑ و ہمسر ہے۔
(ابو داؤد، ترمذی)	

۷۔ کلمہ طیبہ مشکل کشا اور قاضی الحاجات ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ حضرت ذوالنون یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو یوں پکارا تھا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝	اے اللہ تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے، میں بے شک ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جو مسلمان اس آیت کریمہ کو پڑھ کر دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے اس کلمہ طیبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر دعا قبول کرتا ہے۔

۸۔ کلمہ طیبہ سے ایمان تازہ رہتا ہے

ایمان کی تروتازگی سے مراد اللہ کی طرف رجوع رہنا ہے یعنی ایمان کا تقاضا ہے کہ دل میں حُبِّ الٰہی اور خوفِ الٰہی رہے گا کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور یہ بات اس وقت پیدا ہوگی جب انسان بار بار کلمہ پڑھے گا۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ کلمہ کثرت سے پڑھا کرو تاکہ ایمان میں تروتازگی پیدا ہوتی رہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ — حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے ایمان تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو (احمد طبرانی)

گناہوں سے نور ایمان میں کمی ہو جاتی ہے اور ایمانی قوت کا جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے اس لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ کثرت سے کلمہ طیبہ کا ورد کرو تاکہ قوت ایمانی برقرار رہے اور گناہ ختم ہو جائیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پہ ایک کالا نشان پڑ جاتا ہے اگر وہ اللہ کا ذکر کر کے توبہ کرے تو وہ نشان ختم ہو جاتا ہے ورنہ وہ نشان کالا ہی رہتا ہے پھر جب وہ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا کالا نشان اور پڑ جاتا ہے اسی طرح مزید گناہوں سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کالے دل پر حق بات بھی اثر نہیں کرتی لہٰذا اس اثر کو ختم کرنے کے لیے کلمہ طیبہ کا کثرت سے ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ گناہ ختم ہو کر تازہ ہوتا رہے۔ کیوں کہ مثل مشہور ہے کہ جڑ تازہ رہے تو شاخیں خود بخود سرسبز رہتی ہیں۔ ایمان کی تازگی سے دیگر بدنی اور مالی عبادتیں بھی تر و تازہ رہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ (بخاری)

ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے بہتر کلمہ لا الہ الا اللہ ہے، اور سب سے چھوٹی شاخ تکلیف دہ چیزوں کو لوگوں کے راستہ سے دور کر دینا ہے، اور شرم ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

ایک حدیث میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے پہاڑ پر چڑھے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے دوگانہ نماز پڑھی اور قبلہ کی طرف منہ کر کے لا الہ الا اللہ پڑھنا شروع کیا اور آپ کی دونوں چشم مبارک سے

آنسو بہتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کی ڈاڑھی مبارک سے آنسو بہ گئے اور سینہ اور زانو سے بہہ کے زمین پر ٹپکتے تھے۔ آپ کے رونے سے میں بھی روتا تھا۔ ایک گھڑی کے بعد آپؐ خاموش ہوئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا اے یونس میں تیری آنکھیں تر دیکھتا ہوں اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ! آپؐ کو روتے دیکھ کر میں رونے لگا۔ فرمایا کہ خوشخبری اس شخص کے لیے کہ جس کی زبان اللہ کے کلمہ کے ذکر میں تر رہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہیں۔ (کیونکہ اس طرح ایمان دلوں میں تازہ رہتا ہے)

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک کافر بادشاہ سخت دشمنِ اسلام تھا اور مسلمانوں کو بہت قتل کرتا تھا ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لشکرِ اسلام اس کافر کے لشکر پر غالب آیا اور اس کافر بادشاہ کو زندہ پکڑ لیا تمام مسلمان اس سے سخت ناراض تھے۔ بالاتفاق سب کی رائے ہوئی کہ اس کو تانبے کی دیگ میں بند کیا جائے اور دیگ کا منہ ڈھک کر نیچے آگ روشن کی گئی جب دیگ گرم ہونے لگی اور اس کافر بادشاہ کو سخت تکلیف پہنچی تو اس نے اپنے سارے جھوٹے معبودوں کو اپنی مدد کے لیے پکارنا شروع کیا وہاں بھلا کون آتا اور مدد کر سکتا تھا وہ بادشاہ اپنے بتوں سے کہتا کہ میں نے تمہارے لیے ہزاروں مسلمانوں کی جانیں ہلاک کیں۔ کیا آج تم مجھے اپنے اور میرے دشمنوں کے پنجے سے چھڑاؤ گے؟ وہاں تو پتھر تھے۔ پتھر کیا کر سکتا ہے جب کوئی بھی کام نہ آیا تو وہی خالق مخلوق ربِ معبود کا کام آیا توفیق الٰہی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دل میں توحید الٰہی پیدا ہوئی۔ زبان سے لا الٰہ الا اللہ جاری ہوا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کلمہ طیبہ پڑھا۔ وہاں کیا دیر تھی اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ الخ اللہ کے سوا وہ کون ہے جو بے قرار کی آہ و زاری سنے اور ہر قسم کی تکلیف سے اسے بچائے۔ سوائے مولیٰ کے اور کوئی نہیں۔

حضرت یوسفؑ نے اندھیرے کنوئیں میں اُسے پکارا وہاں وہ موجود تھا۔ یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں اُسے پکارا وہاں موجود تھا۔ ایوبؑ نے صدہا زخموں میں پکارا وہیں موجود تھا۔ موسیٰؑ نے کوہِ طور پر پکارا وہاں موجود تھا سیارہ افلاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نے ساتوں آسمان پر پکارا وہیں موجود تھا۔ ادھر اس کافر نے لا الٰہ الا اللہ منہ سے نکالا تھا کہ پہاڑ

کی جانب سے آندھی اور ابر نمودار ہوا پہلے بہت زور سے مینہ برسا پھر دیگ کو ہوا نے معلق اٹھا لیا۔ اس کلمہ گو کو مع اس کے قیدخانہ کے اڑا کے لے چلی اور ایک ایسے کفرستان میں جہاں کوئی فرد بشر اللہ اللہ کہنا نہ جانتا تھا لے جاکر ڈال دیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ بڑی مشکل سے اس دیگ کو کھولا۔ اندر سے بادشاہ صحیح سلامت نکلا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے! اور تم کون ہو! اور کس طرح سے اس دیگ میں قید ہوئے اور یہاں کیونکر آگئے! اس بادشاہ نے اپنی سرگزشت بیان کی کہ میں پہلے کافر تھا اور اہل اسلام کو قتل کرنا بڑی عبادت جانتا تھا۔ اتفاقاً ایک سرتبہ مسلمان لوگ مجھ پر غالب آئے اس عذاب و تکلیف سے مجھ کو قتل کرنا چاہا کہ دیگ میں بند کرکے نیچے آگ روشن کی مجھے گرمی و تکلیف زیادہ معلوم ہوئی تو میں نے اپنے طرف دار و مددگار بتوں کو پکارنا شروع کیا لیکن کوئی میرے کام نہ آیا۔ لاچار میں نے مسلمانوں کے خدا کو پکارا اس نے میری مدد کی اور ایک ابر اور آندھی بھیج کر دیگ کو ٹھنڈا کیا اور مجھ کو ان کے ہاتھ سے بچا کر یہاں پہنچایا سب نے اس واقعہ کو بڑے تعجب سے سنا اور جو سنتا گیا وہ کلمہ طیبہ پڑھتا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ قصبہ مسلمان ہوگیا اور اس بادشاہ کو کلمہ طیبہ نے موت سے بچایا اور اس کے عنایت سے بستی والوں کو بہشت کا مستحق کر دیا۔

۹۔ رنج و غم اور وحشت سے نجات

وحشت کا مطلب بے چینی اور بے قراری ہے جو کسی خوفناک انجام کی وجہ سے ہوتی ہے کلمہ ہر طرح کی وحشت سے نجات دلاتا ہے اس کے متعلق فرمان نبوی یہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَلَا مَنْشَرِهِمْ وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ يَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُءُوْسِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں اور نہ یوم حشر وحشت ہوگی گویا لا الٰہ الا اللہ والوں کا منظر میرے سامنے ہے اور جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔

الْحَزَنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔

جس نے ہم سے ہمیشہ کے لیے رنج وغم دور کردیا ایک اور روایت میں ہے کہ لآ الٰہ الا اللہ والوں پر نہ موت کے وقت اور نہ قبر میں وحشت ہوگی (بیہقی)

انسان جب اس دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی پہلی منزل قبر میں جاتا ہے تو اس وقت اور یوم قیامت کو جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ ہوں گے تو ان کے چہروں پر گھبراہٹ اور اور وحشت ہوگی۔ کیوں کہ آخرت کی منزل سے ہر کوئی اللہ کو حساب دینے سے گھبرائے گا مگر جن لوگوں نے زندگی میں کلمہ پڑھا ہوگا انہیں اس روز غم وفکر نہ ہوگا۔ کیونکہ کلمہ کی برکت سے وہ لوگ ہر طرح کی وحشت سے محفوظ رہیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ہر نماز کے بعد دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے گا خدائے تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں بیس ہزار نیکیاں لکھے گا اور جو کوئی ہر نماز کے بعد سو بار لا الٰہ الا اللہ پڑھے گا اس کے اور بہشت کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا اور مرتے ہی سیدھا بہشت میں جائے گا اور فرمایا کہ جو کوئی دو سو مرتبہ رات اور دو سو مرتبہ دن کو یہ کلمہ پڑھے گا اس کو حق تعالیٰ تمام فرشتوں اور ساتوں طبق آسمانوں و زمین کے برابر ثواب عنایت فرمائے گا اور فرمایا کہ جو کوئی سوتے میں جاگ اٹھے اور یہ کلمہ پڑھے اس کے نامۂ اعمال میں چوبیس ہزار نیکیاں تحریر فرماتا ہے اور جو کوئی پکار کر کہے کہ اور لوگ بھی سن کر کلمہ پڑھیں تو ساٹھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اس طرح جب انسان کے اعمال نامہ میں نیکیاں ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں تو وہ ہر طرح کے خوف اور رنج وغم سے نجات پا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے حالانکہ حق تعالیٰ شانہ، دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام و اعزاز

اور اظہار شرافت کے واسطے اس قسم کے سوال کرتے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل مجھے اپنی اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلۂ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبریلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حضرت جبریلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا تو چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بد صورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس، ہائے شرمندگی ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبریل نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اسی حالت پر اٹھیں گے۔

۱۰۔ کلمہ شیطان کے فریبوں سے بچنے کا ذریعہ ہے

شیطان انسانوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے کے لئے اس کے چاروں طرف فریبوں کے جال بچھا رکھے ہیں اور اس کے فریبوں سے بچنے کے لئے کلمہ بہت اکسیر ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رض عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْھُمَا فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَھْلَکُوْنِیْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَآءِ

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان کو ہوائے نفس سے ہلاک کیا کہ وہ اپنے کو

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ ہدایت پر سمجھتے رہے ، (جامع الصغیر)

شیطان کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی ہے کہ انسان کسی نہ کسی طرح گناہوں میں مبتلا ہو جائے اور جو شخص گناہوں میں مبتلا ہو گیا گویا اس کی ہلاکت کا سبب پیدا ہو گیا اس کے برعکس اگر وہی شخص اللہ کے حضور سچی توبہ کر لے اور استغفار کثرت سے پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا تو بندوں کی بخشش سے شیطان کو بڑا دکھ ہوتا ہے جو اس کی ہلاکت کے مترادف ہے اس لیے شیطان کے وسوسوں سے اور مکر و فریب سے بچنے کے لیے کلمہ پاک کا ورد کثرت سے کرنا چاہیے۔

حکایت

شیطان کے وسوسے سے انسان کا انجام بہت بُرا ہو جاتا ہے اس کے بارے میں ایک حکایت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک زاہد کو شیطان نے راہِ راست سے ہٹانے کے لئے یہ چال چلی کہ ایک لڑکی کو پیٹ کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور اس کے گھر والوں کے دلوں میں خیال ڈال دیا کہ اس بیماری کا علاج زاہد کے سوا کہیں بھی ممکن نہیں ہے چنانچہ وہ لوگ زاہد کے پاس آئے مگر اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا لیکن ان کی بار بار کی گذارشات پر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے لڑکی کو علاج کے لیے اپنے پاس ٹھہرا لیا، جب بھی وہ لڑکی زاہد کے پاس جاتی، شیطان اسے انتہائی خوش نما انداز میں پیش کرتا یہاں تک کہ زاہد کے قدم ڈگمگا گئے اور اس نے لڑکی سے مباشرت کی جس سے لڑکی کو حمل ہو گیا۔ اب شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ یہ تو بہت بُری بات ہوئی، میرے زہد و تقار پر حرف آگیا لہٰذا اسے قتل کر کے دفن کر دینا چاہیے، جب اس کے گھر والے پوچھنے کو آئیں گے تو کہہ دوں گا۔ وہ مر گئی ہے چنانچہ شیطان کے بہکاوے میں آکر زاہد نے اس لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا، ادھر لڑکی کے گھر والوں کے دلوں میں شیطان نے یہ خیال ڈال دیا کہ اسے زاہد نے قتل کر کے دفن کر دیا لہٰذا وہ زاہد کے پاس آئے اور لڑکی کے متعلق پوچھ گچھ کی، زاہد نے کہا وہ مر گئی ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے وسوسے کے مطابق زاہد پر سختی کی اور اس سے اقرار کرا لیا کہ اس نے لڑکی کو قتل کیا ہے، انہوں اسے پکڑ لیا اور قصاص میں قتل کرنے لگے۔ تب شیطان ظاہر ہوا اور زاہد سے بولا میں نے اسے پیٹ کی بیماری میں مبتلا کیا تھا اور میں نے ہی اس کے گھر والوں کے دلوں میں تیرے جرم کا خیال ڈالا تھا، اب تو میرا کہنا مان لے، میں تجھے بچا لوں گا۔ زاہد نے پوچھا کیا کروں؟ شیطان بولا مجھے دو سجدے

کرے، چنانچہ زاہد نے جان بچانے کے لیے شیطان کو سجدہ کر دیا، اب شیطان یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا کہ میں تیرے اس فعل سے بری ہوں۔

۱۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کو کلمہ طیبہ کے وسیلے سے معافی ملی

حضرت آدم علیہ السلام نوع انسانی کے سب سے پہلے پیغمبر تھے آپ کو کلمہ طیبہ کے سبب اللہ تعالیٰ سے معافی میسر آئی۔ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے۔

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَہٗ رَفَعَ رَأْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ مَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَکَ اسْمُکَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلٰی عَرْشِکَ فَاِذَا فِیْہِ مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ عِنْدَکَ قَدْرًا مِمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَہٗ مَعَ اسْمِکَ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَا اٰدَمُ اِنَّہٗ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَلَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا ہو گئی تو انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے معافی مانگتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں تو حضرت آدم نے کہا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دیکھا تھا تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم ہستی ہے جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے وحی نازل ہوئی کہ اے آدم بے شک وہ تمہاری اولاد میں سے خاتم النبیین ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو کوئی بھی پیدا نہ کیا جاتا۔

(طبرانی)

حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہونے کے بعد جنت میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے جب آپ سے حکم عدولی کروادی تو آپ کو زمین پر اتار دیا گیا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے پر معافی مانگنے لگے عرصہ دراز تک اللہ کے حضور روتے رہے اور در در کی خاک چھانتے رہے۔

مگر معافی نہ ہوئی آخر انہوں نے وہ کلمہ پڑھا جو عرش معلیٰ پر لکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ جب بھی کوئی کلمہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے گا۔ تو اسے معافی مل جائے گی۔ شب معراج والی حدیث میں حضور نے فرمایا ہے کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا دوسری سطر میں مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَّفْنَا خَسِرْنَا تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا اُمَّۃٌ مُّذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (امت گناہ گار اور مالک بخشنے والا)

۱۲۔ کلمہ خصوصی عطیہ ہے

کلمہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہے اور نہایت ہی قیمتی چیز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے جب کسی خاص بندے نے اللہ سے کسی تحفے کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کی تعلیم فرمائی کیونکہ توحید سے بڑھ اور کیا قیمتی چیز ہو سکتی ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس خصوصی عطیہ کو ہر کوئی پڑھ کر فیض اٹھا سکتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ وَاَدْعُوْکَ بِہٖ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ یَا رَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور عرض کی اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دے کہ جس کے ذریعے میں تجھے پکاروں تو اللہ نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو انہوں نے کہا یہ تو ہر بندہ پڑھتا ہے تو اللہ نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار کسی خاص تحفے کا سوال ہے تو اللہ نے فرمایا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے

السَّبْعَ فِیْ کَفَّۃٍ وَّلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کَفَّۃٍ مَّالَتْ بِہِمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

رکھ دی جائیں اور دوسرے میں کلمہ رکھ دیا جائے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جھک جائے گا (نسائی شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خاص تحفے کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کی تاکید فرما کر اس کی اہمیت کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ جو مخصوص عطیہ آپ کو عنایت کیا گیا ہے وہ وزنی اور قابل قدر ہے کہ ساتوں زمین و آسمان اور اس کی اشیا (ترازو) کے ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف کلمہ رکھا جائے تو پھر بھی کلمہ ہی وزنی ہوگا یعنی زمین و آسمان کلمے کے مقابلے ہلکے ہیں۔ کلمے کا وزنی ہونا دراصل اس کا اخلاص ہے اور اخلاص پیدا کرنے کے لئے اسے کثرت سے پڑھنا چاہیے۔

۱۳۔ کلمہ پر قائم رہنا ہی زندگی کا مقصد ہے

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پیدائش تا دم آخر کلمے پر قائم رہے کیونکہ اسی میں نجات ہے کلمے کے علاوہ نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں اور جو شخص اس کلمے کو چھوڑ دے گا یعنی اس پر عمل پیرا نہیں ہوگا اس کا دنیا و آخرت میں کوئی ٹھکانا نہیں اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حسب ذیل ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ حَزِنُوْا عَلَیْہِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُھُمْ یُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ رضؓ وَکُنْتُ مِنْھُمْ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ رضؓ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِہٖ فَاشْتَکٰی عُمَرُ رضؓ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رضؓ ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰی سَلَّمَا عَلَیَّ جَمِیْعًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ رضؓ مَا

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بعض صحابہ کرامؓ کے دل میں مختلف خیالات پیدا ہوئے حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی اس کے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے

حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ لَا تَرُدَّ عَلٰى اَخِيْكَ
عُمَرَ رضؓ سَلَامَهٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ
فَقَالَ عُمَرُ رضؓ بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ
قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ اَنَّكَ
مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ
صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ شَغَلَكَ عَنْ
ذَالِكَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ
مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَهٗ عَنْ
نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ
قَدْ سَاَلْتُهٗ عَنْ ذَالِكَ فَقُمْتُ
اِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ
وَاُمِّيْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ
اَبُوْبَكْرٍ رضؓ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّى الْكَلِمَةَ
الَّتِىْ عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّىْ فَرَدَّهَا
فَهِىَ لَهٗ نَجَاةٌ۔

(احمد)

اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت
فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی
جواب نہ دیا کیا بات ہے؟ میں نے عرض
کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے
فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو
آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے
نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے
ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہو
گے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ
میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا کیا تھا
میں نے عرض کیا حضور کا وصال ہو گیا ہے اور
ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات
کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں
اٹھا اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ
قربان واقعی تم ہی یہ دریافت کرنے کے زیادہ
مستحق تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
میں نے حضور سے دریافت کیا تھا کہ اس کام
کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص
اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے
چچا ابوطالب کو پیش کیا تھا اور انھوں نے
رد کر دیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام کو بہت صدمہ ہوا اور اکثر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم جن کی نظر کرم سے جی رہے تھے وہ تو اس دار فانی سے تشریف لے گئے اب ہم جی کر کیا کریں گے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ سے کہا کہ رسول پاک کلمہ حق بلند کرنے آئے تھے اور آپ حضرات کو اس پر کاربند کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے لہذا اب آپ اس مقصد کو زندہ رکھیں جس کے لیے آپ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ لہذا آپ کے لائے ہوئے کلمہ کو مضبوطی تھامے رہو کیوں کہ اسی میں نجات ہے۔

۱۴۔ کلمہ پر ایمان تمام اعمال سے وزنی ہے

کلمہ طیبہ پر ایمان لانا دوسرے تمام اعمال کے مقابلے میں زیادہ اجر کا موجب ہے۔ بلکہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہی کلمہ کے اقرار اور تصدیق پر مبنی ہے اس بات کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح سمجھایا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ أَفَلَكَ عُذْرٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو چن کر الگ کر دے گا اور اس پر ننانوے دفتر گناہوں کے کھول دے گا ہر دفتر اتنی اتنی دور تک ہوگا جتنی دور تک نگاہ جاتی ہوگی۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا کیا ان میں سے تجھے کسی گناہ سے انکار ہے۔ یہ تیرے سامنے تیرے نامہ اعمال ہیں ان کو دیکھ لے کیا میرے لکھنے والے محافظوں یعنی کراماً کاتبین

فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ فَاِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَيْءٌ۔

نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے۔ وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار (جو کچھ لکھا ہے بالکل ٹھیک لکھا ہے) پھر ارشاد ہوگا اچھا تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار (میرا کوئی عذر نہیں) پھر فرمان الٰہی ہوگا میرے پاس تیری ایک نیکی ہے اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اتنے میں ایک کپڑے میں لپٹا ہوا ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اپنی میزان کے پاس حاضر ہو۔ وہ عرض کرے گا الٰہی! بھلا ان دفتروں کے مقابلے میں اس پرچے کی کیا حقیقت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں آج تجھ پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے تمام دفتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا اور رکھتے ہی دفتروں والا پلڑا اونچا ہو جائے گا اور پرچہ والا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھی بھاری نہیں ہوتی (ترمذی شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس بات کی وصیت کروں جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کی تھی صحابہ کرام نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ تو اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اپنے بیٹے کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی وصیت کی تھی کیوں کہ یہ کلمہ وہ ہے جو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور اس کے مقابل دوسرے پلڑے میں زمین و آسمان کی ہر شے کو رکھ دیا جائے۔ تو یہی کلمہ بھاری ہوگا۔

۱۵۔ کلمہ حضور کی شفاعت کا ذریعہ ہے

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حکم سے انبیاء کرام اولیاء اور شہداء عام مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اللہ ان کی شفاعت سے بے شمار گنہگاروں کو بخش دے گا۔ شفاعت کا اولین اور اعلیٰ حق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو گا۔ اور جس شخص نے کلمہ پڑھا ہو گا حضور اس کی ضرور شفاعت کریں گے۔ اس کے متعلق آپ کا فرمان حسب ذیل ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَّا یَسْئَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا کون حقدار ہو گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ مجھے احادیث پر تمہاری خواہش دیکھ کر یہی گمان ہوا تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا نہ پوچھے گا۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری شفاعت کی سعادت مندی اسے حاصل ہوگی جو اپنے دل اور جی کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ (بخاری)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ خلوص دل سے کلمہ پاک کا ورد کرتے ہیں انہیں آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی اور جس سے شفاعت ہوگی وہ سعادت مند ہو گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! قیامت کے دن میری شفاعت فرمانا۔ آپ نے فرمایا میں تیری شفاعت کروں گا عرض کی یا نبی اللہ! میں آپ کو وہاں اس دن کہاں تلاش کروں گا، حضور نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن ان تین جگہوں پر مجھے ملوں گا۔ ۱۔ پل صراط کے پاس، ۲۔ میزان کے پاس، ۳۔ اور

دامنِ کوثر پر؛ (ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھے یہ اختیار دیا کہ میں یا تو اپنی آدھی امت جنت میں داخل کروا لوں یا شفاعت پسند کروں تو میں نے شفاعت پسند کی اور یہ ہر اس شخص کے لیے ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے مرا یعنی مومن مرا زاذان نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص باوضو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بارہ مقامات عطا فرمائے گا (۱) اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھایا جائے گا (۲) جانکنی کی سختی اس پر آسان ہو گی (۳) اس کی قبر روشن ہو گی (۴) منکر نکیر اس کے سامنے اچھی صورت میں آئیں گے (۵) قیامت کے دن شہدا کی جماعت کے ساتھ اس کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا (۶) میزان عمل میں اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گا (۷) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۸) اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا (۹) شراب طہور سے وہ سیراب کیا جائے گا (۱۰) بہشت میں ستر حوریں اس کی بیبیاں ہوں گی (۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اس کو قبول ہو گی (۱۲) اللہ تعالیٰ کا دیدار اس کو حاصل ہو گا۔

۴۲۔ موت کے وقت کلمہ کی برکات

موت کے وقت عالم سکرات میں کلمہ طیبہ کا پڑھنا موت کی سختیوں کو دور کرتا ہے۔ کلمہ پڑھنے سے خاتمہ بالایمان ہوتا ہے۔ جان آسانی سے نکل جاتی ہے۔ عالم سکرات کے متعلق احادیث حسب ذیل ہے۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ رُؤِيَ طَلْحَةُ حَزِيْنًا فَقِيْلَ لَهٗ مَا لَكَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا

حضرت یحییٰ بن طلحہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ کو افسردہ حالت میں دیکھ کر لوگوں نے کہا کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے جو شخص اسے موت کے وقت پڑھے تو

نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهُ وَاَشْرَقَ لَوْنُهُ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهُ وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهُ عَنْهَا اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَهِيَ وَاللّٰهِ هِيَ

اس سے موت کی تکلیف رفع ہو جائے گی۔ چہرے کا رنگ چمکنے لگے اور آسانی دیکھے مگر مجھے وہ کلمہ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بے شک مجھے معلوم ہے تو انہوں نے پوچھا کیا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑا نہیں جو حضورؐ نے اپنے چچا کو پیش کیا تھا وہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو کہا یہی ہے واللہ یہی ہے (بیہقی)

موت کے وقت عالم نزع میں مرنے والے پر اتنی شدت کی تکلیف ہوتی ہے جس کے ساتھ گزر رہی ہوتی ہے وہی جانتا ہے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کی شدت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جیسے کپڑے کو کانٹے دار جھاڑی پہ ڈال کر اسے کھینچ کر جدا کیا جائے اسی طرح روح جسم سے جدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کے پاس تشریف لے گئے اس کی جان کنی کا عالم دیکھ کر فرمایا جانتے ہو اسے کیوں تکلیف ہو رہی ہے یہ سبب موت کی شدت ہے لہٰذا موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے سے موت کی شدت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم مرنے والے کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھو تاکہ وہ اس کلمہ کو سن کر خود بھی کلمہ پڑھنے لگے اگر وہ موت کے وقت پڑھتا ہوا مر گیا تو جنتی ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی تندرستی کی حالت میں پڑھتا ہے تو کیسا ہے تو آپ نے فرمایا پھر تو سب سے بہتر ہے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ فلاں آپ کا صحابی نزع میں ہے۔ آپ تشریف لائے اور اس کو تلقین کرتے تھے مگر ان کی زبان کی قوت گویائی ساتھ نہ دیتی تھی، ناچار کلمہ کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائی اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا اسی وقت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ صحابیوں نے عرض کیا کہ فدا ہوں ہمارے ماں باپ۔

اس وقت حضور ہنسے کیوں؟ فرمایا کہ حبیب میں نے اس بیمار کو کلمہ شہادت پڑھنے کے لیے کہا اور اپنی زبان سے پڑھ نہ سکا تو اس نے اشارہ آسمان کی طرف کیا تو ادھر ارحم الراحمین کی سرکار سے ملائکہ کو ندا ہوئی کہ میرے بندے کی زبان بند ہوئی اور کسی کو اپنے کلمہ کا گواہ نہ بنا سکا۔ تب اس نے ہماری طرف رجوع کیا کیونکہ ہم سینوں کے راز سے واقف ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنے کلمہ کا گواہ بنایا ہے۔ ہم نے اس بندے کو بخشا وہ ہمارا بندہ اور ہم اس کے خدا ہیں۔ کبھی مرتے وقت زبان بند ہو جاتی ہے۔ منہ سے کلمہ نہیں نکلتا لیکن دل میں اس کا اعتقاد صحیح موجود ہے تو امید نجات کی قائم ہے۔

حکایت حضرت امام حسن بصریؒ کی خدمت اقدس میں ایک عراقی شخص حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ متواتر سہ روزہ تک وہ خدمت والا میں حاضر نہ ہوا آپ نے لوگوں سے اس کے متعلق استفسار فرمایا۔ پتہ چلا کہ وہ حالت نزع میں ہے۔ امام بصریؒ اس کے غریب خانہ میں رونق افروز ہوئے۔ اور پوچھا۔ کیف انت! کیا حال ہے! عرض کرنے لگا۔ کیا عرض کروں! عجیب حال ہے۔ موت سر پر ہے۔ قبر خون منجمد کر دینے والے قشنگ اژدھے کے روپ میں منہ کھولے کھڑی ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں۔ آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ پل صراط سے گزرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ آج حشر کا میدان قائم، مگر میرا دامن نیکی سے تہی ہے۔ رب کریم غفور ہے۔ مگر میرے پاس کوئی حجت اور دلیل اور عذر نہیں۔ نگاہوں کے سامنے جنت نظر آرہی ہے۔ مگر اس کو کھولنے کی کلید میرے پاس نہیں ہے۔ یہ سارا قصہ غم سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا۔ مت گھبراؤ یعنی تمہارے پاس جنت کی کنجی آنے والی ہے۔ یہ فرما کر آپ واپس تشریف لانے لگے تو عراقی نے عرض کی۔ حضرت آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ حالانکہ جنت کی کنجی میرے پاس آگئی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھا۔ اور جاں بحق ہو گیا۔ حضرت امام حسن بصری نے خواب میں اس شخص کو دیکھا اور حال دریافت فرمایا۔ عرض کرنے لگا کہ کلمہ شریف کی برکت سے خدا نے مجھے اعلیٰ جنت میں جگہ عطا فرمائی۔ سبحان اللہ! کلمہ شریف کی کیا شان ہے

کہ اس کے پڑھنے سے نصرانی شخص بھی اہل جنت کا حق دار بن گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا ہے جس وقت ملک الموت مومن کی جان قبض کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں اور مسلمان ملک الموت کی صورت دیکھتا ہے تو سب سے پہلے ملک الموت کے ماتھے پر جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ لکھا ہے اس پر نگاہ پڑتی ہے اور اسے پڑھنے لگتا ہے ادھر اس نے ملک الموت کی پیشانی کا لکھا ہوا کلمہ پڑھا۔ ادھر حکم ہوا کہ بندہ ہمارا ادھر کلمہ ختم کرنے نہ پائے عین کلمہ پڑھنے کی حالت میں اس کی جان قبض کی جائے۔ بموجب حکم الٰہی ملک الموت لفظ الشہید مومن کی روح قبض کرتے ہیں۔ اور سیدھی روح کو جنت کی طرف لے جاتے ہیں کیونکہ خدا نے اپنے نبی کی زبانی فیصلہ کر دیا ہے من کان اخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ جس کا آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو وہ مسلمان جنت میں ہوگا۔

کلمہ پڑھنے والے کے حق میں نور کے ستون کی سفارش

کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں دیگر چیزیں بھی مغفرت کی سفارش کرتی ہیں یہ کتنا بڑا اعزاز ہے جو کلمہ گو کو حاصل ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے جس میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَمُوْدًا مِّنْ نُّوْرٍ بَیْنَ یَدَیِ الْعَرْشِ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اهْتَزَّ ذٰلِكَ الْعَمُوْدُ فَیَقُوْلُ کَیْفَ اَسْکُنُ وَلَمْ یُغْفَرْ لِقَائِلِهَا فَیَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ فَیَسْکُنُ عِنْدَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک عرش معلیٰ کے سامنے ایک نور کا ستون ہے۔ جب کوئی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رک جا تو وہ کہتا ہے کیسے رُک جاؤں کیوں کہ کلمہ پڑھنے والے ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی تو پھر حکم الٰہی ہوتا ہے

کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ
ستون رک جاتا ہے۔ (بزاز)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرش معلی کے سامنے ایک نور کا ستون ہے۔ جو کلمہ پڑھنے والوں کی طرف داری میں حرکت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی اس کی حرکت کا مطلب بارگاہ رب العزت سے کلمہ پڑھنے والے کی مغفرت کا سوال ہوتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کلمہ پڑھنے والے کی مغفرت کا اعلان فرما دیتا ہے تو وہ ہلنا بند کر دیتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کلمہ پڑھنے کی بہت اہمیت دی گئی ہے۔

۱۸۔ کلمہ باعث مغفرت ہے

کلمہ طیبہ کا پڑھنا باعث مغفرت ہے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو کلمے کے عوض مغفرت کی خوشخبری دی ہے لہٰذا اب بھی امت مسلمہ سے جو اخلاص نیت سے کلمہ پڑھے اور اس تقاضوں کے مطابق عمل کرے وہ بخشا جائے گا۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ يُصَدِّقُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ غَرِيْبٌ يَعْنِيْ أَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَأَمَرَ بِغَلْقِ الْأَبْوَابِ وَقَالَ ارْفَعُوْا أَيْدِيَكُمْ وَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَرَفَعْنَا أَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ بَعَثْتَنِيْ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَوَعَدْتَنِيْ عَلَيْهَا

حضرت یعلیٰ بن شداد کا کہنا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت نے اس کی تصدیق کی کہ ایک مرتبہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپؐ نے پوچھا کہ تم میں اہل کتاب کا آدمی تو نہیں، ہم نے کہا یا رسول اللہ نہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو اور اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو لا الٰہ الا اللہ پس ہم نے کچھ وقت کے لیے اپنے ہاتھ بلند رکھے پھر آپ نے فرمایا الحمد للہ اے اللہ تو نے مجھے اس کلمے کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس پر جنت کا وعدہ فرمایا اور تیرا وعدہ پورا ہوتا ہے، اس کے بعد

الْجَنَّةَ وَأَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ثُمَّ قَالَ أَبْشِرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خوشخبری دی کہ بے شک اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (مسند امام احمد)

اس حدیث کا واقعہ اگرچہ خاص صحابہ کرامؓ کی مغفرت پر دلالت کرتا ہے لیکن اس حکم کا اطلاق عام ہے ہر مسلمان کو کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے تاکہ اس کی مغفرت ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ ایک بار کہے گا اس کے گناہ ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہیں گے نیز جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صدق دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا ہے تو اس کے منہ سے ایک سبز رنگ کا پرندہ نکلتا ہے جس کے دونوں بازو سفید موتی اور یاقوت کے ساتھ جڑاؤ کئے ہوتے ہیں اور اس پرندے کے دس ہزار سر ہوتے ہیں، ہر سر میں دس ہزار منہ، ہر منہ میں دس ہزار زبانیں اور ہر زبان پر دس ہزار لغت جاری ہوتے ہیں ان لغات میں خدا کی تسبیح اور کلمہ پڑھنے والے کے لیے استغفار کرتا ہوا وہ پرندہ آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے اور عرش الٰہی کے نیچے پہنچ کر تسبیح اور استغفار میں مشغول ہو جاتا ہے اس پرندے کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ جنت میں بسیرا لے وہ عرض کرتا ہے کہ خداوندا میں بہشت کی طرف نہ جاؤں گا، جب تک تو اس شخص کو نہ بخش دے گا جس کے منہ سے میں نکلا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے کلمہ طیبہ سن کر اس نیک بندے کی زبان جو تو پورے طور سے ابھی جاری بھی نہ ہوا تھا کہ میں اس کے تمام گناہ بخش چکا۔ پھر اس پرندے کو ستر ہزار زبانیں عطا کی جاتی ہیں کہ وہ ہر زبان سے اس کلمہ پڑھنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے، جب قیامت کا دن آئے گا تو یہ پرندہ اس نیک بندے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اس کو جنت میں لے جائیگا

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے سنا حضرت جبرئیلؑ سے کہ وہ خبر دیتے ہیں خدائے عزوجل سے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں نازل کیا میں نے کوئی کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے بڑا

روئے زمین پر اس کی برکت سے قائم ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور پہاڑ اور جنگل اور درخت اور دریا، آگاہ ہو یہی کلمۂ اخلاص ہے۔ یہی کلمۂ شہادت ہے یہی کلمہ برتر ہے اور یہی کلمۂ مغفرت ہے، یہی کلمۂ بزرگ ہے، یہی کلمۂ مبارک ہے اگر ایک پلہ میں زمین و آسمان رکھے جائیں اور دوسرے میں یہ کلمہ، تو یہ زمین و آسمان سے بھاری ہوگا۔ جس نے اس کلمہ کو ایک بار کہا، اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگرچہ اس کے گناہ مثلِ کفِ دریا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی حاضر ہوا، اور عرض کی یا رسول اللہ! میں گنہگار اور گناہ بھی بہت رکھتا ہوں، آپؐ نے بیٹھنے کے لیے فرمایا۔ جب آپؐ کو وعظ سے فراغت ہوئی تو آپؐ نے اس اعرابی کو یاد فرمایا وہ حاضر ہوا اور عرض حال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تیرے گناہ ستاروں سے بھی زیادہ ہیں، اس نے کہا، ہاں، پھر آپؐ نے فرمایا کیا تیرے گناہ صحرا کی ریت سے بھی زیادہ ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا، کیا تیرے گناہ بارش کے قطروں سے بھی زیادہ ہیں اس نے کہا ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تیرے گناہ درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہیں اس نے کہا ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تیرے گناہ خدا کی رحمتوں سے بھی زیادہ ہیں۔ وہ شخص اس کے جواب میں چپ ہو رہا اور رونے لگا آپؐ نے فرمایا کہ کچھ غم نہ کھا، یہ کلمہ پڑھ لا الٰہ الا اللہ، خدا تعالیٰ تیرے سب گناہ بخش دے گا۔ اگرچہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور فرمایا جو کوئی رات دن میں یہ کلمہ پڑھتا ہے اور لا کی مد کو کھینچتا ہے حق تعالیٰ اس کے چار ہزار گناہ معاف کر دیتا ہے اور فرمایا جب بندہ یہ کلمہ پڑھتا ہے عرش کو جنبش ہوتی حکم ہوتا ہے اے عرش! سکون اختیار کر وہ عرش عرض کرتا ہے خداوندا کلمہ پڑھنے والے کو بخش دے تاکہ میں حالت سکون میں رہوں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میں نے بخش دیا۔

مجالس سنیہ میں ہے کہ جب بندہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ اس کلمہ کو آسمان پر لے جاتا ہے۔ جب پہلے آسمان پر پہنچتا ہے تو دوسرا فرشتہ آسمان سے

اترتا ہوا ملتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ کہاں جاتے ہو؟ دنیا سے جانے والا فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بندے کا کلمہ لے کر عرش الٰہی تک جاؤں گا۔ تم کہاں جاتے ہو؟ تو آسمان سے آنے والا فرشتہ کہتا ہے کہ جس بندہ کا کلمہ لے کر آسمان پر جا رہے ہو میں اس کی مغفرت لے کر عرش الٰہی سے آیا ہوں اور دنیا میں جاتا ہوں۔

۱۹۔ کلمہ اللہ کا قلعہ ہے

باہر کے خطرات سے محفوظ ہونے کے لیے قلعہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے وہ باہر کے مصائب اور خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بھی ایک قلعہ کی مانند ہے جو اسے خلوص دل سے اپنا لے وہ ہر طرح کے عذابوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس کے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِيْ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِيْ حِصْنِيْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اَمِنَ عَذَابِيْ۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں لہٰذا میری عبادت کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آئے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگا۔ وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (جامع الصغیر)

اس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ عذاب الٰہی سے بچنے کا واحد ذریعہ کلمہ والی زندگی ہے اور وہ اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحیہ کلبیؓ کے لیے اکثر اوقات دعا کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کے ایمان لانے پر سات سو کافروں کا ایمان لانا موقوف تھا۔ ایک دن آپ کی دعا قبول ہوئی کہ وہ خود بخود اسلام کی محبت اور صداقت دل میں آئی اور ایمان لانے کے لئے چلے۔ ادھر جبرئیلؑ نے آکر بشارت دی کہ عنقریب وحیہ ایمان

لانے کے لئے حاضر ہو رہا ہے۔ پس وہ حاضر ہوا۔ آپؐ نے اپنی چادر زمین پر بچھا دی، اس نے اٹھا کر بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگا کر سر پر رکھ لیا اور نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا دیجئے اور اسلام کی شرائط بتا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا پہلا کلمہ طیبہ پڑھو۔ دحیہ کلبی نے کلمہ پڑھا اور زار زار رونا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا! دحیہ روتے کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا۔ میں نے بہت بڑے گناہ کئے ہیں۔ آپؐ اللہ کے حضور عرض کریں الٰہی! دحیہ کے گناہوں کا کیا کفارہ ہے اگر مجھے قتل بھی کریں تو بھی مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ اگر میرا سارا گھر راہ خدا میں لٹا دیں تجھے منظور ہے کس طرح میرے گناہ معاف ہو جاویں۔ فرمایا کہ دحیہ ایسے کیا گناہ ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ میں نے ستر معصوم لڑکیاں اپنے گھر کی زندہ قتل کیں بھلا میرا یہ گناہ کس طرح معاف ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام سن کر حیرت میں رہ گئے اور دحیہ کے ظلم پر تعجب کرنے لگے اور دل میں خیال گزرا کہ یہ گناہ کبیرہ کس طرح معاف ہو سکتا ہے ادھر دحیہ خاموش کھڑے روتے تھے۔ ادھر سید الشاقین خاموش حیرت سے انگشت بدنداں تھے کہ حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا محمدؐ! حضرت رب العالمین نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ آپ دحیہ کلبی سے فرما دیں حق تعالیٰ نے ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے ساٹھ برس کا نیز اکفر اور بت پرستی اور ساٹھ برس کے تیرے سارے گناہ اور بچیوں کا ذبح کرنا یعنی تمام گناہ بخش دیئے۔ اسلام لانے سے پہلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ حکم سنتے ہی جناب رسول مقبول علیہ السلام رونے لگے اور آپ کے ساتھ سارا مجمع بھی روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ اسی حالت میں آپؐ کے منہ سے نکلا الٰہی ایک دفعہ یہ کلمہ ایک کافر نے پڑھا ساری عمر کی بت پرستی اور قتل سب گناہ معاف ہوئے بھلا اگر میری امت کا متقی مسلمان جو ساری عمر اس کلمہ کو پڑھتے ہی مر جائے گا وہ کس طرح نہ بخشا جائے گا وہ ضرور بالضرور بخشدیا جائے گا اور عذاب سے محفوظ رہے گا۔

۲۰۔ عذاب جہنم سے نجات

جہنم وہ مقام ہے جہاں آخرت میں کافروں مشرکوں اور نافرمانوں کو سزا دی جائے گی۔ یہ بہت برا ٹھکانہ

ہے اور اس سے بچنے کا واحد ذریعہ کلمہ پڑھ کر صاحب ایمان ہونا ہے۔

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِہٖ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو کوئی اسے دل سے حق سمجھ کر پڑھ لے اور اسی حال میں فوت ہو جائے تو وہ آگ سے بچ جائے گا وہ ہے لا الٰہ الا اللہ (الحاکم)

عَنْ عُتْبَانَ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّوَافِیَ عَبْدٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ

حضرت عتبان بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے پیش نظر کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہوا قیامت کے روز آئے گا، اس پر جہنم حرام ہوگی۔ (بخاری شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کا یہ اعجاز ہے کہ اسے پڑھنے والا جہنم سے بچ جائے گا۔ قیامت کے روز سب سے اوّل نمبر پر وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کلمہ پڑھا اور اس کے مطابق صالح اعمال کیے اور اللہ ان سے راضی ہوا ایسے لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ دوسرے نمبر پر وہ مسلمان ہوں گے جن کے گناہ کم اور نیکیاں زیادہ ہوں گی۔ انہیں حساب و کتاب کے بعد جنت میں جانے کا حکم مل جائے تیسرے نمبر پر ایسے لوگ ہوں گے، جن کی نیکیاں بہت کم اور گناہ زیادہ ہوں گے تو ایسے لوگوں کو اللہ چاہے تو کچھ سزا دے کر جنت میں بھیج دے یا اپنی رحمت کی بنا پر انہیں بالکل معاف فرما دے۔ بہر کیف اللہ ایسے ہر شخص کو بالآخر جہنم سے آزاد کر دے گا جس نے کلمہ پڑھا ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ پکارنے والا عرش کے نیچے جہنم سے پکار کر پوچھتا ہے کہ اے جہنم اور اے جہنم کے عذاب تم کس شخص کے لیے پیدا کیے گئے ہو، دوزخ جواب میں کہتی ہے جو لا الٰہ الا اللہ کہے میں اس پر حرام ہوں، جہنم کے سات دروازے ہیں

اور سات ہی طبقے ہیں جس نے دل سے کلمہ شریف کہا وہ ساتوں دروازوں اور ساتوں طبقوں سے محفوظ رہے گا۔

قصص الانبیاء میں ہے کہ دوزخ کے انیسوں فرشتوں کو حکم ہوا کہ تم سب دوزخ میں جاؤ، انہوں نے عرض کیا کہ اے خدا ہم دوزخ میں آگ کے خوف سے نہیں جا سکتے رب العالمین کا حکم پہنچا حضرت جبرئیلؑ کو جنت سے ایک انگشتری لاکر ان کی پیشانی پر مہر کر دے تاکہ دوزخ کی آگ ان پر اثر نہ کرے۔ اور اس انگشتری پر یہ کلمہ لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپؐ نے فرمایا اے معاذ! انہوں نے عرض کیا کہ لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری مرتبہ (ایسا ہی کہا پھر) آپؐ نے فرمایا اے معاذ! جو کوئی اپنے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ سوائے خدا کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر (جہنم) کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں؟ تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت (جبکہ تم خبر کرو گے) تو لوگ اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور شریعت پر عمل نہیں کریں گے) معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اپنی موت کے وقت بخوفِ گناہ بیان کر دی (کیونکہ حدیث کو چھپانا بھی گناہ ہے) بخاری شریف

شیخ ابو یزید قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت

میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے۔ اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی۔ مگر وہ نوجوان فوراً فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

۲۱۔ کلمہ طیبہ جنت کی کنجی ہے

کلمہ طیبہ کی حیثیت جنت کی کنجی جیسی ہے جس کے پاس یہ کنجی ہوگی وہ جنت کا دروازہ کھول کر جنت میں داخل ہو جائے اس کے متعلق حدیث پاک یہ ہے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔ احمد

اس حدیث پاک میں تمثیلاً اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ پر ایمان لانا ہی دراصل وہ عمل ہے جو انسان کو جنت میں لے جائے گا اس کو قبول کیے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکے گا اس لحاظ سے یہ جنت کی کنجی کی حیثیت رکھتا ہے

حکایت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم واسطی میدان عرفات میں تھے کہ انہوں نے ہاتھ میں سات پتھر لے کر کہا اے پتھرو گواہ ہو جاؤ کہ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس رات جب حضرت ابراہیم واسطی سو گئے تو انہوں نے دیکھا کہ قیامت قائم

ہوگئی ہے۔ حساب کتاب لیا جارہا ہے۔ کچھ کے بعد ان کی باری بھی آئی ان کا حساب لیا گیا۔ فیل ہونے کی بنا پر وہ نار جہنم کا مستحق قرار پائے۔ فرشتے ان کو گرفتار کر کے جہنم کی طرف روانہ ہوگئے اور جہنم کے ایک دروازہ پر آگئے تو ان سات پتھروں میں سے ایک پتھر اس دروازہ پر گر پڑتا ہے اور راستہ مسدود ہو جاتا۔ عذاب کے فرشتے اس پتھر کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ ذرا بھی نہیں ہٹتا۔ دوسرے اور تیسرے حتیٰ کہ ساتوں دروازوں پر یہ واقعہ پیش آیا۔ آخر کار فرشتے ان کو عرش معلی کے پاس لے آئے تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے بندے تو نے ان پتھروں کو گواہ بنایا تھا۔ پتھروں نے تیرا حق ضائع نہیں کیا۔ اے میرے بندے! میں خود تیرے اقرار توحید اور رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور صلہ میں تجھے جنت کا حقدار قرار دیتا ہوں۔ جب وہ شخص جنت کے دروازوں پر پہنچا تو جنت کے دروازے بند تھے۔ اتنے میں لا الٰہ الا اللہ کی صدا آئی اور جنت کے در کھل گئے اور وہ شخص جنت میں داخل ہوگیا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَهٗ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ

حضرت زیدؓ بن ارقم سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔ (طبرانی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اس اعتقاد پر وفات پائی کہ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں ہے۔ (یعنی مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہا تو) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم شریف)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ داخل جنت ہوگا۔ ابوداؤد

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گذر ساتویں آسمان پر ہوا اور میں نے بہشت اور دوزخ کو دیکھا اور میں نے بہشت کے پھاٹکوں کو دیکھا کہ ہر پھاٹک پر چار باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ پہلے پھاٹک پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے کہ ہر شے کے لیے ایک حیلہ ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کا حیلہ یہ چار عادتیں ہیں۔ (۱) قناعت (۲) ترک عداوت (۳) ترک حسد (۴) نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا اور نیک لوگ صلحا اور فقراء اور مسکین ہیں۔ دوسرے پھاٹک پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے نیچے یہ عبارت تحریر ہے کہ ہر شے کا ایک حیلہ ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت کی خوشی کا حیلہ یہ چار خصلتیں ہیں (۱) یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا (۲) بیوہ عورتوں کے ساتھ سلوک کرنا (۳) مسلمانوں کی حاجت برآری میں کوشش کرنا (۴) فقرا اور مساکین کی صحبت میں رہنا۔ تیسرے پھاٹک پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک حیلہ ہوتا ہے اور تندرستی کے حیلہ کی یہ چار خصلتیں ہیں۔ غذا میں کمی کرنا (۲) گفتگو کم کرنا (۳) عورت کے ساتھ جماع میں کمی کرنا۔ کم سونا۔ چوتھے پھاٹک پر لکھا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کلمے کے نیچے چار نصیحتیں لکھی ہے (۱) جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس کو اپنے والدین کی تعظیم کرنا چاہیے ۲۔ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اس کو اپنے ہمسایہ کی تعظیم کرنی چاہیے۔ (۳) جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اس کو اپنے مہمان کی تعظیم کرنی چاہیے (۴) جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا ہو اس کو اچھی باتیں کرنی چاہئیں ورنہ خاموش رہنا چاہیے پانچویں پھاٹک پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے نیچے یہ چار چیزیں لکھی ہوئی ہیں (۱) جو شخص کسی دوسرے پر ظلم نہ کرے گا۔ (۲) جو شخص کسی کو گالیاں نہ دے گا اس پر بھی گالیاں نہ دی جائیں گی۔ (۳) جو شخص کسی دوسرے کی تحقیر نہ کرے گا اس کی بھی تحقیر نہ کی جائے گی

(۴) جو شخص دنیا اور آخرت میں اپنی سلامتی چاہتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کا وظیفہ اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے اور چھٹے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو شخص چاہتا ہے کہ جان کنی عمدہ طور سے ہو اس کو عمدہ گفتگو کرنی چاہیے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی قبر پاک و صاف رہے اور اس کے جسم کو کیڑے مکوڑے نہ کھائیں اس کو مسجد میں جھاڑو دینا چاہیے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ زمین کے نیچے تروتازہ رہے اور اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو اس کو مسجدوں کے لیے فرش خرید دینا چاہیے جو شخص مظالم قبر سے اور سانپ بچھوؤں کی نیش زنی سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مسجدوں کو چراغوں سے روشن رکھے اور ساتویں پھاٹک پر لکھا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کے نیچے لکھا ہے کہ چار خصلتوں کے سبب سے دل منور رہتا ہے (۱) بیماروں کی عیادت کرنی (۲) جنازے کی نماز پڑھنی (۳) میت کے لیے کفن خرید کرنا (۴) دنیاوی شہوات سے نفس کو روکنا۔ آٹھویں پھاٹک پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نیچے لکھا ہے کہ جو شخص اس گھر میں داخل ہونا چاہے اسے عادتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ (۱) سچ بولنا۔ (۲) سخاوت کرنا (۳) خوش خلقی سے پیش آنا (۴)۔ لوگوں سے معصیت کو دور کرنا۔ فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا۔

حکایت ایک مرتبہ ایک بزرگ لڑائی میں تشریف لے گئے۔ مگر چلتے چلتے راستہ بھول گئے اور ایک پہاڑ پر جا نکلے۔ پہاڑ پر نصرانیوں کا جم غفیر دیکھا جن کے درمیان ایک کرسی خالی پڑی تھی۔ بزرگ نے نصرانیوں سے کرسی خالی ہونے کا مطلب پوچھا۔ نصرانیوں نے جواب دیا کہ ہمارا پادری ہے جو سارے سال میں ایک مرتبہ اس جگہ تشریف لاتا ہے اور ہمیں وعظ سناتا ہے۔ یہ کرسی اسی کے لیے خالی پڑی ہے۔ بزرگ بھی نصرانیوں کے درمیان تشریف فرما ہو گئے۔ اتنے میں پادری بھی آگیا۔ اور کرسی پر بیٹھ کر لوگوں سے مخاطب ہوا۔ آج میں تم کو وعظ نہیں سناؤں گا کیونکہ تمہارے درمیان امت محمدیہ کا ایک بزرگ موجود ہے۔ پادری نے کہا۔ اے

بزرگ تجھے اپنے رب کی قسم ! کہ کھڑا ہو جا تاکہ تیرا دیدار کرسکیں۔ محمدی بزرگ کھڑے ہو گئے پادری نے کہا میں آپ سے چند ایک سوالات کرنا چاہتا ہوں براہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔ محمدی بزرگ نے جواب دیا بسر وچشم۔ پادری کہنے لگا۔ اللہ نے جنت کو پھلوں سے مزین کیا ہے۔ کیا ان پھلوں جیسے پھل دنیا میں پیدا فرمائے ہیں۔ بزرگ نے جواب دیا۔ دنیا میں جنت کی مثل پھل موجود ہیں مگر صرف نام اور شکل کی حد تک۔ ذائقہ اور لذت الگ ہیں پادری نے کہا۔ جنت کے تمام محلات میں درخت طوبیٰ کی شاخ ہے کیا دنیا میں اس کی مثل ہے فرمایا ہاں جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو کوئی محل اور مکان ایسا نہیں رہتا جس پر سورج کی کرن نہ پڑتی ہو۔ پادری نے کہا۔ جنت میں چار نہریں ہیں جو ذائقے اور لذت میں مختلف ہیں۔ کیا دنیا میں اس کی تمثیل ہے۔ بزرگ نے فرمایا ہاں کہ کان سے پانی نکلتا ہے مگر غلیظ اور کڑوا آنکھ سے پانی نکلتا ہے مگر نمکین، ناک سے بھی پانی نکلتا ہے مگر بدبودار، اور دہن یعنی منہ سے بھی پانی نکلتا ہے مگر شیریں ان چاروں کی اصل ایک ہے یعنی سر، پادری نے پھر سوال کیا کہ جنت میں ایک تخت ہے جس کی مسافت ۵۰۰ سال کی مسافت کے برابر ہے۔ جنتی جب اس پر چڑھنے کا ارادہ کرے گا تو وہ تخت نیچا ہو جائے گا۔ اور جب جنتی اس پر چڑھ جائے گا تو وہ تخت بلند ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے مماثل کیا شے ہے۔ بزرگ نے جواب دیا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ یعنی وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیا عجب نمونے سے پیدا کیا گیا ہے کہ جب آدمی اس پر سوار ہونا چاہے تو یہ بیٹھ جاتا ہے سوار ہو کر پھر بلند ہو جاتا ہے۔ پادری نے پانچواں سوال کیا کہ اہل جنت کھائیں گے پئیں گے مگر پیشاب پاخانہ نہیں کریں گے۔ اس کے مماثل دنیا میں کیا ہے بزرگ نے جواب دیا کہ بچہ ماں کے شکم میں زندہ رہتا ہے۔ کھاتا ہے پیتا ہے۔ ماں کا خون حیض اس کی غذا بنتی ہے۔ اس کے باوجود وہ نہ پیشاب کرتا ہے اور نہ ہی پاخانہ، بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے پادری سے سوال کیا کہ میں نے تیرے اتنے سارے سوالوں کے جوابات دیے اب تو بھی میرے ایک سوال کا جواب دے کہ جنت کی کنجی کیا ہے، پادری

نے قوم سے خطاب کر کے کہا کہ اس مجوسی نے مجھ سے جنت کی کنجی کے بارے میں پوچھا ہے تو مجھے بتلانا پڑے گا۔ کہنے لگا میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ جنت کی کنجی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ یہ کہہ کر پادری مسلمان ہو گیا۔ قوم کو جب یہ معلوم ہوا کہ جنت کی کنجی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے تو وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

حصہ دوم

باب ۱

فضائل نماز

اہل ایمان کے لئے سب سے اہم ترین فریضہ پنجگانہ نماز ہے یہ دین اسلام کا دوسرا رکن ہے اور اسلامی عبادات میں سب سے اہم اور افضل عبادت ہے۔ اور یہ اللہ کو بہت پسند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نمازیوں کو اپنی خاص نعمتوں اور رحمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے بلکہ نماز وہ خزانہ ہے۔ جس سے دین و دنیا میں ہر وہ چیز مل سکتی ہے جو خدا نے اپنے بندوں کی بہتری کے لیے بنائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ فضائل فضیلت کی جمع ہے جس کا مطلب مہربانی رحمت مغفرت برتری اور فیوض و برکات کا حصول ہے۔ کیوں کہ نماز پڑھنے سے یہ سب چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے نماز کے فضائل بے شمار ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نماز اور حصول آخرت

انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کی آخرت بہتر ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس راستے پر گامزن ہو جسے پروردگار نے راہ ہدایت قرار دیا ہے پھر اس راستے پر چلنے سے اسے فلاح یعنی کامیابی حاصل ہوگی اور کامیابی یہ ہے کہ روز حشر اسے اپنی رحمت خاص میں جگہ عنایت کر دے یعنی جنت میں داخل کر دے لہذا یہ تمام مراحل حصول آخرت کے زمرے میں شامل ہیں اور یہ نماز ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان مراحل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ نمازیوں کے لئے فلاح نماز پڑھنے والوں کے لئے فلاح ہے فلاح کا مطلب کامیابی ہے کامیابی خواہ دنیوی ہو یا اخروی ہو اس کے لئے فلاح کا لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن قرآن میں فلاح کا لفظ زیادہ تر ان لوگوں کے لئے استعمال ہوا ہے جو آخرت میں کامیابی پائیں گے اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر جہاں یہ لفظ آیا ہے جن کے لئے آخرت میں

فلاح ہے ان کی کچھ خصوصیات بھی بیان ہوئی ہیں۔ ان خصوصیات میں ایک خصوصیت نماز پڑھنا بھی ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یہ کتاب ہے اس میں شک نہیں ہے ہدایت ہے متقیوں کے لئے جو بن دیکھے ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور اس مال میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے خرچ کرتے ہیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ (البقرہ ۱-۴)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ متقین کو آخرت میں فلاح یعنی کامیابی حاصل ہوگی اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ متقین وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز ہی فلاح کا راستہ ہے۔ فلاح کا لغوی مطلب چیرنا، کھنا اور قطع کرنا ہے۔ مگر اصطلاحاً کامیابی کو فلاح کہا جاتا ہے کیوں کہ کامیابی بھی مشکلات کے پردوں کو چیر کر حاصل ہوتی ہے اس لئے اسے فلاح کہا جاتا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز انسان کو زندگی کی ایک ایسی راہ پر گامزن کرتی ہے کہ جس سے انسان دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔

۲۔ نماز ذریعہ ہدایت

نماز ہدایت کی علامت ہے اور ہدایت کا مطلب سیدھی راہ پر چلنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے جس سے مراد وہ فطری راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بقائے حیات کے لئے ضروری قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش آیات آفاقیہ پیغمبران حق اور صحف سماوی کے ذریعے انسان کو ہدایت عطا کی ہے اور یہ ہدایت دین اسلام کی صورت میں ہمارے سامنے ہے جو شخص اس پر عمل پیرا ہوگا وہی ہدایت یافتہ کہلائے گا

قرآن مجید میں ان تمام عقائد اعمال اور معاملات کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے جن پر عمل پیرا ہونا ہدایت

کی نشانی ہے انہی اعمال میں ایک عبادت کامل نماز ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ نماز پڑھنے والے ہدایت پانے والوں میں سے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝

اللہ کی مسجدوں کو تو بس وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتا رہا سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرا تو امید ہے تو ایسے ہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہوں۔ (پ ۱۰ التوبہ ۱۸)

ظاہر ہے کہ جو لوگ نماز پڑھیں گے وہی مساجد کو آباد کریں گے اور اس فعل کو علامت ہدایت قرار دیا گیا ہے مسند احمد کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ اللہ کی مساجد کو آباد کرنے والے نمازی ہی اللہ کے خصوصی بندے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کو دیکھ کر پوری قوم سے عذاب کو ہٹا دیتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ جب میں بڑے لوگوں کی وجہ سے زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں تو لوگوں کا گھروں کو یاد الٰہی سے آباد کرنا اور میرے لئے آپس میں محبت کرنا اور سحری کے وقت گڑگڑا کر استغفار کرنا دیکھ کر اپنا عذاب ہٹا لیتا ہوں۔

ایک صحابی کا قول ہے کہ مسجدیں اس زمین پر خدا کا گھر ہیں اور جو یہاں آئے اس کی عزت کرو۔ لہٰذا اصحاب ایمان ہونے کے ساتھ ہی سب سے پہلا فریضہ نماز ہے اور جو نماز قائم کر لیتا ہے وہی ہدایت یافتہ اور کامیاب ہے ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے کہ نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور آخرت پر یقین رکھنے والے ہی ہدایت یافتہ مومن ہیں۔

طٰسٓ تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝

یہ قرآن اور کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (پ ۱۹ النمل ۱-۳)

۲۔ نمازیوں کو بشارت

نمازیوں کے لئے اللہ کی طرف سے نیک انجام کی بشارت ہے۔ یہ بشارت موت کے بعد راحت پانے کی صورت میں ہوگی۔ کیونکہ جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ اس کی بدولت روز آخرت کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تو اس کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر خوشخبری دی کہ نماز پڑھنے والو گھبراؤ نہیں تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ جس آیات میں اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کو خوشخبری دی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥

پ ۱۷ الحج ۳۴-۳۵

اور عاجزی کرنے والوں کے لئے بشارت ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور (نیز) ان تکلیفوں میں صبر کرنے والوں کو اور نماز کے قائم رکھنے والوں کو ان کو جو اس مال میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ ٥ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۔

ایسے مرد کہ انہیں اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ بیع وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی تاکہ اللہ ان کو ان کے اچھے عملوں کا بدلہ دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے۔ (پارہ ۱۸ النور آیت ۳۷-۳۸)

۳۔ إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ إِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ٥

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے رہتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم رکھا اور اس مال میں سے جو ہم نے ان کو دیا چھپا کر اور علانیہ طور پر خرچ کیا اور ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہے تاکہ اللہ ان کو پورے اجر دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے بے شک وہ بخشنے والا قدردان ہے (پ ۲۲ فاطر ۲۹-۳۰)

۴۔ نمازیوں کے لئے اجر عظیم

نمازیوں کے آخرت میں اجر عظیم ہے اجر کے معنی اچھی جزا کے ہیں خواہ وہ جزا دنیاوی نعمتوں کی صورت میں ہو یا آخرت میں دخول جنت کی صورت میں ہو۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ کے اجر کی عنایت بہت بہتر صورت میں ہوتی ہے۔ لیکن اس اجر عظیم کے لئے ایمان اور عمل صالح بنیاد ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النساء-۱۶۲) پ۶

لیکن ان میں سے جو لوگ علم میں پکے ہیں اور مومن اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا ہے اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا ہے اور نمازیں پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہی ہیں جن کو ہم عنقریب ہی بڑا ثواب دیں گے۔

اس آیات میں دونوں باتوں کی وضاحت کی گئی ہے جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ پہلی بات تو ایمان ہے اور دوسری بات نیک اعمال ہیں اور ان اعمال میں سے ایک نیک عمل نماز بھی ہے۔ لہٰذا جو لوگ نماز قائم کریں گے انہیں ضرور اجر عظیم ملے گا۔

۵۔ نمازی کے لئے خوف و غم نہیں

خوف دو طرح کا ہے ایک خوف خدا ہے یعنی اللہ کی جلالیت سے ڈرنا یہ خوف باعث رحمت ہے دوسرا خوف دنیا کا خوف ہے ہر مصیبت اور نقصان وہ چیز سے خوف پیدا ہوتا ہے ایسا خوف باعث تکلیف اور دکھ ہے پریشانیوں اور دکھوں کے باعث ہی انسان غمگین ہوتا ہے نماز ایسے خوف اور غم سے نجات دلاتی ہے لہٰذا وہ لوگ جو ایمان لا کر نیک اعمال یعنی نماز اور زکوۃ دینے پر عمل پیرا ہو جائیں اور انہیں بہتر اجر سے نوازے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور نماز کو قائم رکھا اور زکوۃ دیتے رہے ان کے لئے ان کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں

عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ (پ ۳ بقرہ ۲۷۷)

موجود ہے اور ان پر خوف ہے اور نہ ہی وہ گمگین ہوں گے۔

موت کے بعد انسان میں بُرے اعمال کی بنا پر مختلف منزلوں کا غم اور خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ جیسا کہ موت کے بعد عذاب قبر کا ڈر روز قیامت کا غم ہے پھر روز محشر میں حساب و کتاب میں ناکامی کا خطرہ پھر سزا ملنے کی صورت میں عذاب جہنم کا خوف اگر ان تمام مراحل میں کامیاب ہونے کی امید ہو تو خوف دور غم ختم ہو جاتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ صاحب ایمان ہونے کے ساتھ نیک اعمال جن میں نماز بھی شامل ہے پر کار بند ہوں گے تو وہ آخرت تو پانہیں بالکل کامیاب و کامران کرے گا جس وجہ سے آخرت میں ان پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔

۶۔ نماز سے روکنے والا آگ میں جائے گا

کسی کو نماز سے روکنا بہت بڑا گناہ ہے کیوں کہ جو لوگ خدائی کاموں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں وہ اللہ کے ہاں بہت برے ہیں بلکہ ان کا ایسا طرز عمل شیاطین کے اعمال سے ہے شیطان ہی اچھے کاموں میں رکاوٹ ڈالتا ہے کیونکہ وہ طاعت الٰہی کا ازلی دشمن ہے اور نماز اطاعت الٰہی کی سب سے اچھی صورت ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

۔ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا۔ (مسلم شریف)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا کافروں نے ہم کو درمیانی نماز جو عصر کی نماز ہے سے روکے رکھا اللہ ان کے گھروں کو اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

۷۔ نمازیوں کے لئے فرشتوں کا خیر مقدم

فرشتے اللہ کے مقرب ہیں اور مختلف کاموں کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ کچھ ایسے فرشتے ہیں جو انسان کا نامہ اعمال مرتب کرتے ہیں۔ ان میں رات اور دن کا اعمال نامہ لکھنے والے الگ

الگ فرشتے ہیں وہ فرشتے جو نماز فجر کے وقت آتے ہیں وہ دن کے فرشتے ہیں اور جو عصر کے وقت آتے ہیں وہ رات کا اعمال نامہ لکھنے والے ہیں جب انسان فجر کی نماز ادا کرتا ہے تو اس وقت دن کے فرشتے آتے ہیں اور رات والے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے کر چلے جاتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے وقت دن والے چلے جاتے ہیں اور رات والے آجاتے ہیں۔ اور جو شخص ان دونوں اوقات یعنی ان کے آنے اور جانے پر نماز میں مصروف ہوتا ہے تو وہ بڑا اچھا تاثر قائم کرکے جب بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلٰٓئِکَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلٰٓئِکَةٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں رات اور دن کو فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر چڑھتے ہیں وہ فرشتے جنہوں نے تم میں رات گزاری ہوتی ہے۔ ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہے کس طرح چھوڑا ہے تم نے میرے بندوں کو وہ کہتے ہیں ہم نے ان کو چھوڑا اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ہم ان کے پاس گئے جب کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔

۸۔ آسانی موت

موت اور حالت نزع کی سختی ایسی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے کہ مجھ پر موت اور نزع کی سختی آسان فرما۔ ہم موت کی سختی اور شدت کا حال نہیں جانتے بلکہ موت کا حال تو وہ جانتا ہے جس پر وہ حالت گزرتی ہے مرنے والے کو دیکھ کر انسان صرف تھوڑا سا قیاس کر سکتا ہے مگر حقیقت نہیں جان سکتا۔

جسم اور روح کا آپس میں گہرا تعلق ہے مردہ جسم جس میں روح نہیں ہوتی اگر کوئی تکلیف بھی پہنچے تو اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔ مگر جس جسم میں روح موجود ہو تو اسے ذراسی تکلیف بھی پہنچے تو روح چونک

اٹھتی ہے۔ چونکہ روح سارے جسم میں پھیلی ہوئی ہے تو جب اسے جسم سے نکالا جاتا ہے تو انسان کو انتہائی شدت کی تکلیف ہوتی ہے مگر نمازی لوگوں کی موت آسانی سے ہوتی ہے۔

موت کے بارے میں ارشاد باری ہے کہ کبھی تو دیکھے جس وقت گنہگار موت کی بے ہوشی میں ہوں اور فرشتے ہاتھ کھولے ہوں کہ نکالو اپنی روحوں کو آج تم کو اس پر ذلت کی سزا ملے گی تم خدا کی شان میں جھوٹ باتیں کہتے تھے۔ (سورۃ انعام رکوع ۱۱)

ایک اور جگہ پر ہے کہ پھر کیوں نہیں جس وقت روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اس سے تمہاری نسبت زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو دکھائی نہیں دیتا تو اگر تم کسی اور کے حکم کے نیچے نہیں ہو تو کیوں نہیں اس روح کو پھر پلٹا دیتے اگر تم اپنے کفر میں سچے ہو۔ (سورت واقعہ رکوع ۳)

گنہگاروں کی روح کو قبض کرنے کے لئے جب فرشتے آتے ہیں تو وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضرب لگاتے ہیں اسی کو سورت محمد میں بیان کیا گیا ہے کہ پھر کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کو وفات دیں گے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوئے یہ اس لئے کہ انہوں نے اس کی پیروی کی جس نے خدا کو ان سے ناخوش کر دیا اور جنہوں نے خدا کی خوشنودی کو پسند نہ کیا تو خدا نے ان کے کاموں کو بے نتیجہ کر دیا۔

ایک اور جگہ پر یوں فرمایا گیا ہے کہ اگر تو دیکھے جب گناہ گار موت کی سکرات میں ہوں اور فرشتے ہاتھ بڑھائے ہوں کہ نکالو اپنی روحوں کو آج تم کو ذلت کی سزا ملے گی۔

قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کا وقت کتنا شدید ہوتا ہے مگر جو شخص پانچ وقت کی باقاعدگی سے نماز پڑھے اور نیک کام کرے تو فرشتے ان نیک روحوں کو بڑی آسانی و عزت و احترام سے نکالتے ہیں اور عالم سکرات کے وقت نماز ہی ایک چیز ہے جو انسان کو سختی سے بچاتی ہے مگر یہ نادان انسان پھر بھی نماز کی طرف توجہ نہیں دیتا۔

۲۔ برکات نماز

نماز کی بے شمار برکات ہیں جو خلوص دل سے نماز قائم کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ جو

حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عنایات خداوندی کا حصول انسان کی نماز سے جب اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتے ہیں تو مندرجہ ذیل عنایات سے نوازتے ہیں۔ اور یہ اللہ کی نوازشات نماز ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

انسان جب ہر روز اللہ کی ثناء بیان کرتا ہے اور اللہ کی یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس اپنے بندے کا ذکر فرشتوں میں کرتے ہیں کہ یہ میرا بندہ کتنا معزز ہے اور میری حمد و ثناء کرتا ہے اور جس بندے کو اللہ یاد کرے کیا یہ اس کی سعادت کچھ کم ہے۔

نمازی سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں کیونکہ نمازی دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ ہی سے محبت کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت اور تعظیم کا احساس ڈال دیتے ہیں جس سے نمازی کی لوگ بھی بے پناہ عزت کرتے ہیں۔

نماز اللہ تعالیٰ پر رضا کا درس دیتی ہے جس سے انسان اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اللہ سے مدد مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے معاملات اور امور کی تدبیر کرتے ہیں۔

نمازی میں صبر اور توکل کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں اور اس کے رزق کی کفالت اللہ کے ذمہ ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص نمازیوں کو رزق کے حصول سے بے فکر اور آزاد کر دیتا ہے اور ہر حال میں آسانی سے رزق مہیا کرتا ہے۔

نماز انسان میں ہمت پیدا کرتی ہے اور اس کی توجہ کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے جس سے وہ دنیا کی طرف توجہ بہت کم دیتا ہے جس سے وہ دنیا کے کھیل تماشوں اور خرافات سے بچ جاتا ہے۔

نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ نمازی کے دل کو غنی کر دیتے ہیں وہ دنیا کے غنیوں سے بہت زیادہ غنی ہوتا ہے اور فراخ دل ہوتا ہے دنیاوی اشیاء کے کھونے سے اس کے دل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

نماز کی بدولت اس میں مصائب کو برداشت کرنے کی اتنی ہمت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی عیاریوں اور دھوکوں سے بالکل نہیں گھبراتا۔

نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر کے لوگوں سے احترام کرواتا ہے۔

اس کے رعب اور دبدبے کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیتا ہے جس سے بے اختیار لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

نماز کی وجہ سے انسان کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دیتا ہے۔ رزق میں برکت، مال میں برکت گویا کہ کسی چیز کی کمی اللہ تعالیٰ رہنے ہی نہیں دیتے۔

نمازی کی دعا بارگاہ رب العزت منظور و قبول فرماتے ہیں وہ اللہ سے جو مانگنا چاہے مانگ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول کرتے ہیں۔

جن نمازیوں پر اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ خوش ہو جاتے ہیں اللہ کے حکم سے دنیا پر ان کو تسخیر حاصل ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جو وہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

۲۔ شیطان سے پناہ

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور اس وقت تک دشمنی کرتا رہیگا۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور وہ ایسا دشمن ہے کہ جس سے مفاہمت نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا منشاء انسان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے سو ہر وقت اپنی شیطانیت کے زور پر انسان سے ایسے کام کروانا چاہتا ہے جو اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہوں اور اس نافرمانی کے نتیجہ میں انسان بھی اللہ کی رحمت سے ایسے ہی لعین اور مردود ہو جائے جس طرح وہ خود ہے اور اس طرح سے اسے عداوت کا انتقام مل سکے گا۔ پھر شیطان ہر انسان کی مخالفت کرتا ہے خواہ وہ اس کے ساتھی ہی کیوں نہ ہوں گر ان لوگوں کی تو بہت زیادہ مخالفت کرتا ہے جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ مخالفت کرنے میں وہ صرف اکیلا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک شیاطین کا گروہ ہے جس میں انسانی نفس کی کمزوری اور خواہشات بھی شامل ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان جب انسان کا ایسا دشمن ہے جو کسی صورت میں انسان کی مخالفت کئے بغیر نہیں رہ سکتا تو پھر شیطان سے کس طرح اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اس کے لئے میرے محترم بزرگ حاجی صاحب اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ شیطان سے بچنے کے لئے ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اور جب کوئی ایسا واقعہ ہوتا نظر آئے جس میں شیطان بندہ پر وار کر رہا ہو تو اس وقت اللہ کی پناہ میں رہنے کی دعا مانگنے کے علاوہ اور کوئی بہتر صورت نہیں ہو سکتی۔

شیطان سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شیطان سے جہاد کیا جائے اس کی مخالفت کے لئے انسان

کو اللہ کی عطا کردہ قوت کے ذریعہ شیطان کے حملوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ چنانچہ شیطان سے بچنے کے لئے دونوں اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ پھر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ سے پناہ مانگنے کے باوجود شیطان کو مخالفت کرنے کی اجازت مل جاتی ہے اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا امتحان لیتا ہے۔

شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنے کا تصور ہم کو نماز سے ملتا ہے کیونکہ نماز میں ہم پڑھتے ہیں کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے یہ الفاظ پانچوں نمازوں میں پڑھتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ یا الٰہی مجھے ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک شیطان کی شرارتوں سے محفوظ رکھ۔ جو لوگ بڑے عجز و انکسار سے نماز ادا کرتے ہیں انہوں نے محسوس کیا ہے کہ وہ نماز کی وجہ سے لاتعداد برائیوں سے بچ جاتے ہیں۔

نماز پڑھنے سے انسان میں استقامت پیدا ہوتی ہے اور اس استقامت کی بنا پر انسان شیطان کے حملوں کی صورت میں اپنی ایمانی قوت سے اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو فتنہ فساد اور گناہوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اور یہ سب فوائد نماز ہی کی بدولت انسان کو میسر آتے ہیں۔

۳۔ دعا کی قبولیت کا وسیلہ

قرآن پاک میں نماز کے لئے صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور نماز کی قبولیت کا بہترین وسیلہ ہے۔ مادی جسم کو پالنے اور نشوونما کے لئے انسان کو بے شمار ذرائع کی ضرورت ہے۔ ان میں سے پیٹ کو پالنے کے لئے خوراک، رہنے کے لئے مکان، پہننے کے لئے کپڑے اور دوسری بے شمار ضروریات زندگی درکار ہیں۔ ان ضروریات میں سے کچھ تو اللہ تعالیٰ نے دائمی طور پر اس کرۂ ارض پر عطا فرما دی ہیں جن سے انسانی نسل کی بقا وابستہ ہے۔ جیسے ہوا، آگ، پانی، بارش، دھوپ، سردی، گرمی، سبزہ، دریا، سمندر، پہاڑ، میدان حتیٰ کہ بے شمار نعمتیں ہیں جن کا گننا محال ہے۔

انسانی زندگی میں سب سے بڑا مسئلہ رزق کا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور یہ رزق منجانب اللہ ہے اللہ خواہ کسی کو زیادہ عطا فرما دے اور کسی کو کم۔ اس لئے انسان نماز کے ذریعہ سے کشائش رزق کی دعا کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ سنتا ہے ایسے ہی بے شمار موقعے ہیں کہ انسان کو اللہ سے دعا کے ذریعہ مانگنا پڑتا ہے کیونکہ بن مانگے کیا ملتا ہے مثال کے طور پر اگر زمین بارانی ہو اور

اس میں گندم اگا دی جائے تو اس کے لئے پانی کی ضرورت پیش آئے گی تو بارش کی اللہ سے دعا مانگنی پڑے گی سا ایسے انسان کو قدم قدم پہ اللہ سے دعا کرنا پڑتی ہے ۔

نماز دراصل اللہ کے حضور میں ایک دعا ہی ہے ۔ قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر اللہ فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا ۔ جو لوگ میری عبادت سے انکار کرتے ہیں ان کو عنقریب جہنم میں ذلیل و خوار کر کے داخل کیا جائے ۔ مومن ۶۰

" کامیاب وہ ہوا جس نے پاکی حاصل کی اور اپنے اللہ کا نام پکارا اور نماز پڑھی" ۔ اعلیٰ جب انسان دنیا کے مصائب و مشکلات میں گھر جاتا ہے بیماریوں سے تنگ آجاتا ہے غربت سے تنگ آکر خودکشی کی طرف سوچتا ہے دلی بے چینی اور ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دنیا میں اپنی عقل و تدبیر دوڑاتا ہے جسم کی قوت اسے جواب دے دیتی ہے حتیٰ کہ جب وہ اپنے آپ کو ہر طرف سے عاجز پاتا ہے تو وہ نیکی کی طرف دوڑتا ہے اور اس کی طرف رجوع قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ مگر اپنی پکار التجا اور دعا کو اللہ تک پہنچانے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ نماز ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم صبر اور نماز سے اپنی مصیبتوں میں مدد مانگو ۔ اس مدد سے مراد یہی ہے کہ نماز پڑھو گے اور مجھ سے دعا کرو گے تو میں قبول فرماؤں گا ۔ نماز کے اصل الفاظ جو عربی میں ان سے بھی دو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ انسان اللہ کی تعریف بیان کرتا ہے اور پھر اس سے مانگتا ہے کہ یا الٰہی میری مدد کر اور مجھے اپنے متعین کردہ راستے پر چلا اور قائم رکھ اور پھر مغفرت کی دعا مانگتا ہے ۔

۴ ۔ خوف الٰہی نماز پڑھنے سے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے اور یہی خوفِ خدا انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے ۔ اللہ کا خوف ہی دراصل دین اسلام کی بنیاد ہے ۔ جیسے اپنانے سے انسان توحید پر عمل پیرا ہو جاتا ہے ۔ بندہ جب یہ سوچتا ہے کہ اللہ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے اور اس کے ہر فعل کا اللہ کو علم ہے ۔ وہ اپنے بندے کو اجالے میں، تاریکی میں خلوت میں جلوت میں غرضیکہ وہ ہر حال میں دیکھتا ہے تمام دنیا سے انسان چھپ تو سکتا ہے مگر اللہ سے چھپا نہیں جا سکتا ۔ کیونکہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے جب کسی بشری کمزوری یا شیطان کے فریب سے انسان کا قدم ڈگمگانے لگتا ہے اور راہ حق سے پھسلنے لگتا ہے تو اللہ کا خوف جو ہر حال میں مقدم ہے انسان کو پھسلنے سے بچاتا ہے ، رحمت الٰہی اس کا ہاتھ تھام لیتی ہے اس کو اپنے فعل پر ندامت آتی ہے ۔

وہ اللہ سے ڈر جاتا ہے کہ میں برائی کر کے کس منہ سے اللہ کے سامنے جاؤں۔ اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ لوگ اسے کیا کہیں گے کہ نمازی ہو کر طرح طرح کے بُرے افعال کرتا ہے جب اس کے قدم برائی کی طرف بڑھتے ہیں تو وہ خوف خدا سے کانپ اٹھتا ہے اور اس کو اللہ کی کرم نوازی برائی سے بچاتی ہے۔ کیونکہ ...... اللہ کے حضور میں پانچ وقت حاضر ہونے سے انسان کی توجہ اللہ کی طرف مبذول رہتی ہے اور اس توجہ مبذول ہونے سے یہ اثر پڑتا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت کا خوف پیدا ہوتا ہے جس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اس کا ایک فائدہ تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ برائیوں سے اجتناب کرتا ہے اور اعمال صالح کی طرف اس کی رغبت دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ دوسرے اس میں وہ بیداری پیدا ہوتی ہے جو اس کے دل میں اخلاق حسنہ پیدا کرتی ہے جو ایک اچھے مسلمان کی بنیادی علامت ہے۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا خوف دل میں رکھ کر دنیا کے ہر قسم کے خوف و خطر سے آزاد ہو جاتا ہے۔

پھر وہ دنیا کے بڑے سے بڑے جابر بادشاہ سے بھی نہیں ڈرتا کیوں کہ وہ اپنا ناصر و مددگار صرف اللہ کی ذات سمجھتا ہے لہٰذا دنیا کے مجازی ٹھیکیداروں سے وہ انسان قطعاً نہیں ڈرتا۔ اللہ کے بندوں کی سب سے پہلی منزل بھی یہی خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے خوف دے کر آزماتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان دنیا کے خوف سے بالکل نہیں گھبراتا۔ وہ اپنی زندگی میں قدم قدم پر اللہ کا خوف ہی مقدم رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف سے انسان میں اخلاص پیدا ہوتا ہے، خیالات میں صداقت پیدا ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر غسل کے ناپاک جسم اور ناپاک کپڑوں کے ساتھ بغیر وضو کے نماز پڑھے تو اس دنیا میں کون پکڑ سکتا ہے لیکن انسان ایسا نہیں کرتا ایسے ہی اگر جو کلام نماز میں پڑھتے ہیں وہ نہ پڑھیں تو ہمیں کون دیکھنے والا ہوتا ہے یا اگر انسان بالکل نماز نہ پڑھے تو ہم پر ظاہراً کوئی گرفت کرنے والا نہیں ہوتا مگر اللہ کی ذات حاضر و ناظر ہے علیم و خبیر ہے۔ وہ بندے کی ہر حرکت کو دیکھتی ہے چنانچہ بندہ اللہ سے ڈرتے ہوئے ہی سچائی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور بلا جبر و تشدد نماز کی طرف آتا ہے۔

۲۔ نماز اور حصول مغفرت و بخشش

نماز حصول مغفرت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کیوں کہ ہمارے مذہب دین اسلام میں ثواب اور

گناہ کا تصور پایا جاتا ہے۔ نیک اور صالح اعمال کے اجر کو ثواب کہتے ہیں برائی اور بدی کو گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نماز پڑھنے سے خیالات پر مقدس اثر پڑتا ہے اور انسانی توجہ برائیوں سے ہٹ کر نیکی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ جوں جوں انسان نمازی ہوتا جاتا ہے برائی خود بخود اللہ کی رحمت سے دور ہوتی چلی جاتی ہے اس طرح سے انسان بے شمار گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

نماز کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کے گناہ معاف فرماتا رہتا ہے اور اس کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

۱۔ پانچ نمازوں کے ذریعے گناہوں کا مٹ جانا

پانچوں نمازوں کے ذریعے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جو ان کے درمیان کئے ہوں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا ہو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پانچوں نمازوں کے درمیان میں نادانستہ کئے ہوئے گناہ نماز کی بدولت معاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز فجر کے بعد جب ظہر ادا کی جائے گی تو دونوں نمازوں کے درمیانی وقت میں ہونے والی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ ایسے ہی دوسری نمازیں گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہیں۔

۲۔ بخشش کا وعدہ

نماز پڑھنے والوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ انہیں ضرور بخشے گا۔ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ

حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرض کیا ہے جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور وقت پر انہیں پڑھے

رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ۔

(ابوداؤد)

ان کا رکوع اور خشوع کمل کرے اس کے لئے اللہ پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے اور جو کوئی نہ کرے اس کا اللہ پر عہد نہیں ہے اگر چاہے اس کو بخش دے اور اگر چاہے اُسے عذاب کرے۔

خلوص دل کے ساتھ پانچوں نمازوں کو اچھی طرح وضو کرکے خشوع و خضوع کرنے والوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ ان کے گناہ معاف کرکے انہیں بخش دے گا اور جو نمازیں ادا نہ کرے انہیں چاہے اللہ بخشے یا عذاب دے یہ اس کی مرضی پر مبنی ہے۔

۴۔ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں

ایسا عمل جس کے عوض میں کوئی کوتاہی یا گناہ معاف ہو جائے کفارہ کہلاتا ہے۔ باقاعدگی سے نماز کی ادائیگی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے دوران ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن کر انہیں ختم کر دیتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَآئِرُ۔

(صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اور رمضان تا رمضان ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوتے ہیں۔ جب کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

یہ انسانوں پر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ انسان نماز ادا کریں جو ان کے ذمے فرض ہے مگر اس کے عوض اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرتا چلا جائے لہٰذا ہمیں ہر وقت اللہ کے اس احسان عظیم کا شکر کرنا چاہیے۔ اسی نفس مضمون کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلٰوةٌ مَّكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص مسلمان نہیں کہ اس کو فرض نماز آوے پس اچھا وضو کرے اور

عَا وَخُشُوْعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ تُؤْتِ كَبِيْرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

(مسلم شریف)

اس کا حضور اور اس کا رکوع مگر یہ نماز اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور یہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں بھی پہلی بات کو دہرایا گیا ہے کہ ہماری عبادت اور نیکیاں کئے ہوئے گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں اور نیکیوں کی کثرت کے باعث گناہوں کو نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم ان بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا جا رہا ہے بچو تو چھوٹے گناہوں کو ہم تم سے دور کر دیں گے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ ایسے ہی ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دن کے دونوں اطراف میں اور رات کے وقت نماز کو قائم کرو بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا ڈالتی ہیں یعنی نماز انسان کے گناہوں کو ختم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نماز گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان کی گئی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَيُصَلِّي الْخَمْسَ وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهٗ قُلْتُ أَفَلَا أُبَشِّرُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ دَعْهُمْ يَعْمَلُوْا۔

(مسند احمد)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص اللہ سے ملاقات کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔ پانچوں نمازیں پڑھتا ہو رمضان کے روزے رکھتا ہو اُسے بخش دیا جائے گا۔ میں نے کہا میں اس کی بشارت ان کو نہ دوں۔ فرمایا چھوڑ دے اُن کو وہ عمل کریں۔

۴۔ نماز سے گناہوں کے ختم ہونے کی مثال

گناہ انسان کی دنیا اور آخرت میں تباہی کا سامان ہے لہٰذا انسان کے نامہ اعمال کا گناہوں سے مبرا ہونا بہت ضروری ہے۔ عبادت الٰہی اور نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

عبادت میں نماز کو ایک بلند مقام حاصل ہے لہٰذا فرض نماز گناہوں کا کفارہ ہے بلکہ نمازیں پڑھنے سے انسان کے گناہ اس کے نامہ اعمال سے ختم کر دیئے جاتے ہیں اور انسان کے گناہ اس طرح ختم ہو جاتے ہیں جس طرح سردیوں میں درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَہَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَہَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ یُرِیْدُ بِہَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَہَافَتُ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا تَہَافَتُ ھٰذَا الْوَرَقُ عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ۔ (احمد)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں باہر نکلے اور درختوں کے پتے جھڑتے تھے آپ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر انہیں ہلایا پتے ان سے جھڑنے لگے کہا آپ نے فرمایا اے ابوذر میں نے کہا میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول فرمایا مسلمان بندہ البتہ نماز پڑھتا ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا اس سے گناہ گر جاتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

نماز پڑھنے کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ نمازی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ سردی کے موسم میں درختوں کے پتے اتنی کثرت سے گرتے ہیں کہ موسم خزاں کے آخیر میں درختوں پر ایک پتہ تک نہیں رہتا۔ تو ایسے ہی جو شخص پنجگانہ اور توجہ سے نماز پڑھتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵۔ نماز پڑھنے سے گناہ کی معافی کا ایک واقعہ

نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ علماء کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ البتہ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی سے ایک گناہ ہو گیا اور وہ آپ کے پاس آیا اور سارا معاملہ بتا دیا آپ نے اسے حکم دیا کہ نماز پڑھا کرو کیوں نماز پڑھنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت یہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا مَادُوْنَ اَنْ اَمَسَّهَا فَاَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَاشِئْتَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْسَتَرْتَ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ وَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَاَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا لَهٗ خَاصَّةً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بولا یا رسول اللہ میں نے مدینہ کے کنارے میں ایک عورت کو گلے لگا لیا اور صحبت کی حد تک نہ پہنچا۔ تو میں یہ ہوں میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں حضرت عمر نے فرمایا اللہ نے تیری پردہ پوشی کی تھی کاش کہ تو بھی اپنے پر پردہ پوشی کرتا فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا وہ شخص کھڑا ہو کر چل دیا اس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا اسے بلایا اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ نماز قائم کرو دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں یقیناً نیکیاں گناہ مٹا دیتی ہیں یہ ماننے والوں کے لئے نصیحت ہے قوم میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا یہ اسی کے لئے ہے فرمایا سارے لوگوں کے لئے۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وہ خفیہ گناہ کی توبہ بھی خفیہ کر لیتا تو اچھا تھا کیونکہ چھپے گناہ پر اعلان کرنا برا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ چھپ کر کرے اور علانیہ کی توبہ علانیہ کرے، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے گناہ ظاہر کرنا گناہ نہیں، بیمار اپنی بیماری طبیب پر ظاہر کرتا ہے علاج کے لئے۔ اسی لیے حضور نے ان پر ملامت نہ فرمائی کہ تو نے اپنا گناہ کیوں ظاہر کیا صحابی کا چل دینا جھگڑنے کے لئے نہ تھا بلکہ وہ سمجھے کہ شاید میرے بارے میں کوئی آیت کریمہ آئے گی تب مجھے بلا کر فیصلہ کر دیا جائے گا اگر معافی ہو گی شکر کروں گا سزا تجویز ہو گی تو برداشت کروں گا لہٰذا ان صاحب پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور سے بغیر پوچھے کیوں چل دیئے کیونکہ یہ کام منع جب ہے

جب لوٹنے کا ارادہ نہ ہو جیسے اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اس وقت ممنوع ہے جب لوٹنے کا قصد نہ ہو لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ حضور کی مجلس سے بغیر پوچھے نہ جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ اس گناہ پر سزا کوئی نہیں کیونکہ یہ صغیرہ ہے جو تجربے اتفاقاً سرزد ہو گیا خیال رہے کہ حضور نے پہلے ہی اسے یہ آیت نہ سنا دی بلکہ چلے جانے کے بعد اسے واپس بلا کر سنائی کیونکہ غالباً حضور کو امید تھی کہ شاید اس کے بارے میں کوئی اور آیت اترے (مرات)۔

۶۔ نماز اور گناہوں کی مغفرت

جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ نماز گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے کیونکہ گناہ کا سرزد ہونا ہماری فطرت کا خاصہ ہے مگر اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے بھی اسباب پیدا فرماتا ہے چنانچہ نماز پڑھنے سے انسان کے اکثر گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ التَّغْلِبِیْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَۃَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ یَا اَبَا اُمَامَۃَ اِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ عَنْکَ اَنَّکَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ غَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْھَہٗ وَمَسَحَ عَلٰی رَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ مَفْرُوْضَۃٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَیْہِ رِجْلَاہُ وَقَبَضَتْ عَلَیْہِ یَدَاہُ وَسَمِعَتْ اِلَیْہِ اُذُنَاہُ وَنَظَرَتْ اِلَیْہِ عَیْنَاہُ وَحَدَّثَ بِہٖ نَفْسُہٗ مِنْ سُوْءٍ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا۔ (احمد)

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جل شانہ اس دن وہ گناہ جو چلتے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہیں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں کہ انسان جان بوجھ کر خطائیں کرنے اور پھر خیال کرے کہ نماز تو میں نے پڑھ ہی لینی ہے جس سے میرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ نمازوں میں نیت کا مکمل دخل ہے اس لئے گھمنڈ اور فخر سے کئے جانے والے گناہوں سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میری عبادت قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ ہماری عبادت جیسی ہوتی ہے وہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیں تو یہ اللہ کی خاص کرم نوازی ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ یُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَۃِ کُلِّ صَلٰوۃٍ فَیَقُوْلُ یَا بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاَطْفِئُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَھَّرُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ اَلظُّھْرَ فَیُغْفَرُ لَھُمْ مَا بَیْنَھُمَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَۃُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَیَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِیْ خَیْرٍ وَّمُدْلِجٌ فِیْ شَرٍّ۔

(طبرانی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے اپنے گناہوں کی بدولت اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ چنانچہ (دیندار لوگ) اٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی) مغفرت کر دی جاتی ہے اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشاء کے وقت غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے (عشاء کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں) اس کے بعد اندھیرے میں بعض لوگ برائیوں (زناکاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز وظیفہ ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

اسی طرح بے شمار احادیث میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے ذریعہ سے انسان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں نماز پڑھنے کے بعد اپنے گناہوں پر اللہ سے توبہ مانگنی چاہیے، کیوں کہ توبہ ایک ایسا راستہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتے ہیں کیوں کہ انسان سے دن رات ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں جن کے بارے میں انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ گناہ بھی ہے یا نہیں۔ یہ انسان اتنا بھولا بھالا ہے کہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا اور بے خوف و خطر گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے لہٰذا گناہوں

کی تخفیف کے لیے ساتھ انسان کو نماز کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔

حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کے لیے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی رات ان کے لئے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کے لئے رات وبال اور عذاب ہے یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے ان کی رات اُن پر وبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اس کے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی نہ کچھ گیا نہ آیا۔ (در منثور)

۷۔ دن میں پانچ مرتبہ نہر میں نہانے کی مثال

نماز ظاہری اور باطنی غلاظت سے پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ جس طرح پانی انسانی جسم کی ظاہری گندگی کو دھو ڈالتا ہے ایسے ہی نماز انسان کے ظاہر اور باطن کو پاکیزہ کر دیتی ہے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسب ذیل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا هَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوٰاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبر دو اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے کے سامنے سے نہر جاری گذرتی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے کیا اس کی میل باقی رہ جائے گی صحابہ نے عرض کیا اس کی میل باقی نہ رہے گی۔ فرمایا یہ پانچوں نمازوں کی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس حدیث میں مثال بیان کر کے نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ پانچ مرتبہ نہر میں غسل کرے تو اس کے نہانے سے اس کے جسم سے میل کچیل اتر جائے گی اور اس کا جسم بالکل

صاف ہو جائے گا۔ یعنی اگر گرد اڑ کر پڑے بھی تو نہانے سے وہ دور ہو جائے گی۔ پھر جب گرد پڑے تو پھر نہانے سے وہ دور ہو جائے گی اس طرح جب بار بار نہانے سے گرد دور ہو جائے گی تو جسم بالکل صاف رہے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص ایک نماز پڑھتا ہے پھر دوسری نماز تک اس سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو دوسری نماز پڑھنے سے اس کا وہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ تو دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے سے درمیانی اوقات کی خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس قسم کی مثالوں سے لوگوں کو یہ سمجھانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو گناہوں کا کفارہ بننے میں بڑی قوی تاثیر عطا کر رکھی ہے۔ چونکہ مثال سے بات اچھی طرح سمجھ آجاتی ہے۔ اس لئے مندرجہ بالا حدیث میں مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے انسان بار بار گناہ کرتا ہے حکم عدولی کرتا ہے عملوں میں کوتاہیاں کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی تلافی کے لئے ہمیں نماز جیسا عظیم نسخہ بتا دیا ہے۔

۴۔ نماز اور نجات عذاب

انسان جب اس دارِ فانی سے مر جاتا ہے تو اس کی روح اس عالم سے منتقل ہو کر عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے عالم برزخ کا عرصہ قیامت تک ہے اور اس عرصہ کو قبر سے تعبیر کیا گیا ہے خواہ مردے کو دفن کیا جائے یا کسی اور طرح سے مردے کے جسم کو مٹی کے حوالے کر دیا جائے عالم برزخ میں نیک لوگوں کے لیے راحت اور گنہگاروں کے لیے عذاب ہے۔ عذاب قبر بڑا دردناک ہے۔ نماز انسان کو عذاب قبر سے بچائے گی۔ اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت یہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت اس کے پاس آئی عذاب قبر کا اس نے ذکر کیا اس نے حضرت عائشہؓ کو کہا اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا ہاں قبر کا عذاب حق ہے۔ عائشہؓ کہتی ہیں اس کے

فَمَا رَءَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

بعد میں نے نہیں دیکھا کہ آپ سے کبھی کوئی نماز چھوٹی ہو مگر اس میں اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگتے (صحیح مسلم)

اس حدیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نماز عذاب قبر سے نجات دلانے کا ایک ذریعہ ہے۔ لہٰذا اسے ہمیشہ کے لئے قائم کرنا چاہیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔

عالم برزخ کے بعد قیامت آئے گی قیامت کے روز جزا یا سزا کا اعلان کیا جائے گا اور جن لوگوں کے لئے سزا کا اعلان ہو گا انہیں دوزخ میں داخل کر دیا جائے جہاں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔ لیکن اس مرحلے پر بھی نماز ہی دوزخ میں جانے سے نجات دلائے گی۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ۔

عمارہ بن رویبہ سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہ ہو گا جس نے سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی یعنی فجر اور عصر کی نماز۔ (مسلم شریف)

اس حدیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جو شخص نماز قائم کرے گا اس کو ہرگز عذاب نہیں ہو گا۔ اگرچہ اس حدیث میں دو نمازوں کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کسی حالت میں بھی چھوڑی نہ جائے۔

عذاب الٰہی ایک سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ یہ عذاب معینہ مدت کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور غیر معینہ مدت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ نماز نہ پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ مگر نمازیوں کو نماز ہر قسم کے عذاب سے بچاتی ہے۔

حارث نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کو حقیر سمجھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پندرہ سزائیں دے گا۔ چھ قسم کے عذاب مرنے سے پہلے، تین مرتے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت!

چھ دنیاوی عذاب

چھ دنیاوی عذابوں میں پہلا عذاب یہ ہے۔ غافل نمازی کو صالحین کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا ہے گا۔ (۲) اس سے زندگی کی برکت دور کر دی جائے گی۔ (۳) اس کے رزق سے برکت دور ہو جاتی ہے گی۔ (۴) اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (۵) اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (۶) وہ نیکوں کی دعاؤں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مرتے وقت کا عذاب

ایسے نمازی کو مرتے وقت جو تین عذاب ہوتے ہیں یہ ہیں (۱) وہ پیاسا مرتا ہے اگرچہ اس کے حلق میں سات دریا الٹ دیئے جائیں۔ (۲) اس کی موت اچانک ہوگی۔ (توبہ کی مہلت ہی نہیں ملے گی)۔ (۳) اس کے کاندھوں پہ دنیاوی لوہے لکڑی اور پتھروں کا بوجھ ڈالا جائے گا جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

قبر کے تین عذاب

قبر کے تین عذاب یہ ہے۔ (۱) قبر اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ (۲) قبر میں زبردست اندھیرا ہو گا۔ (۳) منکر نکیر کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے گا۔

قبر سے نکلنے پر تین عذاب

قبر سے نکلنے پر یہ تین عذاب ہوں گے (۱) اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا (۲) اس سے حساب بہت زیادہ سخت ہو گا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے دربار سے اس کی واپسی دوزخ کی طرف ہوگی۔ (اگر اللہ معاف فرما دے تو) زجیر۔

دوزخ سے نجات کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد یہ ہے۔

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰی اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَھَا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ۔

حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے جس نے محافظت کی ظہر سے پہلے چار رکعتوں پر اور اس کے بعد چار رکعتوں پر اس پر اللہ آگ کو حرام کر دے گا۔ ترمذی

۵۔ نماز اور حصول جنت

جنت مقام خیر ہے۔ اور جلوہ گاہ رب جلیل ہے۔ یہ ازل سے بنی ہے اور ابد تک رہے گی

یہ ساتویں آسمان کے بعد ہے۔ یہ اتنی بڑی ہے کہ انسانی عقل سے بالا ہے بلکہ لامحدود ہے یہ ایسا مقام ہے جو ایمان والوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کی بناوٹ دنیا کی بناوٹ سے بالکل مختلف ہے یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں اس میں راحت اور دکھ ساتھ ساتھ ہیں۔ لیکن جنت ایسا ٹھکانا ہے جہاں راحت ہی راحت ہے وہاں غم اور دکھ بالکل نہیں وہاں کی زندگی دنیا کے مصائب اور آلام سے پاک ہے۔ یہاں موسم کے تغیر و تبدیل کا اثر انسانی زندگی پر اثر پذیر ہے یہاں کبھی سخت گرمی ہے اور کبھی شدید سردی کبھی شدید بارش ہے اور کبھی بارش کا نام و نشان نہیں۔ یہاں کبھی شدید ہوا چلتی ہے اور کبھی بالکل ہوا بند ہوتی ہے تو اس شدت کے تغیر و تبدیل سے انسان تلخی محسوس کرتا ہے طبیعت میں پریشانی اور رنج والم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جنت کی فضا ان سب شدتوں اور تلخیوں سے پاک ہے وہاں کی فضا سہانی ہے جہاں گرمی اور سردی معتدل ہے۔

اس دنیا میں انسان کو کھانے کمانے کی مشقت اور تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن وہاں کی زندگی دنیا کے دھندوں سے آزاد ہے بلکہ آسانی اور راحت کی ہر وہ چیز ملے گی جس کی انسان خواہش کرے گا بلکہ دنیا کی زندگی سے اس قدر زیادہ نعمتیں اور سہولتیں ہیں کہ انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔ رہنے کے محلات آسائش سے مزین ہیں وہاں کا لباس فاخرانہ خوبصورت اور من پسند ہوگا۔ وہاں کے پھلوں میں وہ لذت ہے جو دنیا کے پھلوں میں نہیں پھر انسان جتنا پھل کھانے کی خواہش کرے گا۔ اتنا ہی مل جائے گا۔ وہاں کے پینے میں وہ کیف اور سرور ہے جو دنیا کے مشروبات میں نہیں۔ یہاں اگر کسی شخص کے پاس نوکر ہو تو اسے بڑی سہولت ہوتی ہے۔ وہاں ہر جنتی کے پاس کئی کئی خادم ہوں گے اور پھر وہ خادم ایسے ہوں گے جو خوبصورتی اور شکل میں بے مثل تابعداری میں اعلیٰ صفت گذار عمر میں ان کی زخیر پرکشش ہوں گی ایسے ہی جنتی کی تسکین کے لئے وہاں جنتی عورتیں جنہیں حوریں کہا جاتا ہے وہ ملیں گی۔ وہ اپنی خوبصورتی میں بے مثل ہوں گی ان کا حسن سدا بہار ہے ان کے تیکھے نقش پرکشش ہوں گے۔ گویا کہ وہ انسانی فرحت مہیا کرنے کے ہر لحاظ سے ایسی کامل عورتیں ہیں۔ جن کا دنیا میں بدل نہیں۔ وہ لحاظ سے بے نظیر ہیں ان حوروں سے انسان کو حسب خواہش لذت حاصل ہوگی۔

یہاں انسان سبزے باغات اور نہروں سے بڑی فرحت حاصل کرتا ہے اور خوشی محسوس کرتا ہے جنت میں بے نظیر قسم کی نہریں ہیں۔ وہاں پانی دودھ شہد اور شراب کی نہریں ہیں۔ جن کا مزہ یہاں

کے مزے سے کئی گنا بہتر ہے۔ وہاں کی زندگی عیش ونشاط کی زندگی ہے۔ لڑائی جھگڑے اور دنیا کے دکھوں سے بالکل پاک ہے۔ وہاں تندرستی اور صحت ہے نہ بچپن ہے نہ بڑھاپا بلکہ جوانی ہی جوانی ہے۔ گویا کہ جنت میں وہ نعمتیں ہیں جو آنکھوں نے دیکھی نہیں۔ اور نہ ہی کانوں نے سنی ہیں یعنی جنت وہ غیر فانی گلستان ہے جہاں لذت جاودانی ہے اور زندگی غیر فانی ہے غم نہیں مسرت ہے جنت کے ۹ درجے ہیں۔ اور آٹھ دروازے ہیں اور سب سے بلند درجہ جنت الفردوس ہے جس کے دو حصے ہیں ایک حصے میں سابق انبیاء کے محلات ہیں اور بقایا آدھے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ اور جلیل القدر اولیاء کے عالی شان محلات ہیں الغرض جنت وہ مقام ہے جہاں ہم کو سب بھول جائے گا۔ اور اس مقام کو پانے کا بہترین ذریعہ نماز ہے جس کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار موقعوں پر فرمایا ہے کہ جو لوگ نماز قائم کریں گے ان کو جنت دی جائے گی اور یہ لوگ رحمن کے خاص بندے ہیں جو زمین میں عاجزی سے رہتے ہیں اور لوگوں سے سلامتی کی بات کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور کھڑے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت کے سب سے بلند مقام میں جگہ دیں گے اور جنت میں فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایک اور جگہ پر ارشاد ہے کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے۔ جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بہت زیادہ گھبراتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسروں کو یہ بھلائی نہ پہنچے مگر ان کے علاوہ جو ہمیشہ نماز کی پابندی کرتے ہیں ان کا جنت میں اکرام کیا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝

اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ انہیں جنت میں عزت کے مقام سے نوازا جائے گا۔ معارج ۳۴-۳۵

ایک اور جگہ پر ہے کہ بے شک مومنین فلاح پائیں گے وہ مومنین جو نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے ان میں کوئی حرج نہیں البتہ

جو لوگ ان کے علاوہ اور جگہ اپنی شہوت پوری کرنا چاہیں وہ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا خیال کرنے والے ہیں اور اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ مومنوں آیت ۹۔۱۱

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی پابندی سے نماز پڑھتے ہیں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے نماز کی حفاظت کا یہ مطلب ہے کہ نماز وقت پر ادا کی جائے اس سے پہلے طہارت قائم کی جائے آداب نماز کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ایسے ہی نماز پڑھ کر برائیوں میں ملوث نہ ہونا حفاظت صلوٰۃ میں شامل ہے

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا کہ ہم نیک عمل کرنے والے یعنی نمازی پرہیزگار متقیوں کو ان باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہاں جنت کا میوہ دائمی ہوگا اور جتنا میوہ چاہو اتنا کھاؤ اور وہاں کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔ اور ان نعمتوں تک پہنچنے کا بنیادی وسیلہ نماز ہی ہے ۔ ارشاد نبوی ہے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کیں جو شخص انہیں اہمیت سمجھتے ہوئے کمل شرائط کے ساتھ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے وعدہ ہے کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا اور جو انہیں ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو جنت میں داخل فرما دے۔

۱۔ نماز جنت کی کنجی ہے

اگر کسی مقام پر تالا لگا ہو لیکن اس تالے کی کنجی آپ کے پاس ہو تو آپ بلا رکاوٹ کنجی سے تالا کھول کر اس مقام پر داخل ہو جائیں گے ۔ اس وجہ یہ ہے کہ داخل ہونے کا ذریعہ آپ کے ہاتھ میں تھا اگر آپ کے پاس چابی نہ ہو تو آپ داخل نہیں ہو سکیں گے ۔ ایسے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ نماز ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت کی کنجی قرار دیا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔

۲۔ وضو اور نماز وجوب جنت کی دلیل ہے

جو شخص خلوص دل سے وضو کرتا ہو اور پھر نماز پڑھتا ہو تو جنت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ نماز ایک ایسا عمل ہے جس میں جتنا بھی خلوص ہو کم ہے اور یہی خلوص انسان کو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل فرمایا۔

وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ مُقْبِلًا عَلَیْھِمَا بِقَلْبِہٖ وَوَجْھِہٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ۔

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جو وضو کرے پس اچھا وضو کرے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھے متوجہ ہو ان دونوں پر اپنے دل کے ساتھ اور اپنے چہرہ کے ساتھ مگر اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ جنتی ہونے کی خبر

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جنت میں لے جانے والا عمل بتا دیجیے تو آپ نے عقائد اور عبادت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی کیوں کہ یہ دونوں چیزیں انسان کو جنتی بنا دیتی ہیں جس شخص نے یہ سوال کیا تھا آپ نے اسے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اس کے متعلق آپ کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَتٰی اَعْرَابِیٌّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ وَتُؤَدِّی الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (گنوار) آیا اس نے کہا مجھے ایک ایسا عمل بتلاؤ جب میں اسے کروں جنت میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ فرض نماز پڑھ اور فرض زکوٰۃ ادا کر رمضان کے روزے رکھ

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔ (بخاری)

اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، نہ میں اس پر کچھ زیادتی کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔ جب وہ پھرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ ایک جنتی آدمی کو دیکھے وہ اس کی طرف دیکھ لے۔

۴۔ نماز کے وقت جنت کے دروازوں کا کھلنا

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو حجاب ہے اسے اٹھا دیا جاتا ہے اور حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک کہ نمازی ناک نہ صاف کرے۔ (طبرانی)

۵۔ نماز اور نیک اعمال

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِیْعُوْا اُمَرَآءَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی پانچ نمازیں پڑھو اپنے مہینے کے روزے رکھو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے حاکم کی تابعداری کرو۔ اپنے رب کی جنت میں تم داخل ہو جاؤ گے۔ ترمذی

اس حدیث میں چند اعمال کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے جو انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں۔ ان میں پہلا عمل پانچ وقت کی نماز ہے پھر رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ تیسرا عمل زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور چوتھا عمل حکام کی اطاعت ہے جس کا مطلب احکام کی فرمانبرداری ہے لیکن جو حکم خلاف شرع ہو اس پر حاکم کی اطاعت لازم نہیں۔ المختصر حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ نماز پابندی سے پڑھنی چاہیے تاکہ آخرت میں انسان جنت میں داخل ہو سکے۔

۶۔ نماز انسان کو جنت میں لے جائے گی

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِيْ الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَّاِنَّهٗ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَعَمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ وَقَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھ کو ایک ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھ کو جنت میں داخل کردے اور آگ سے دور رکھے فرمایا تحقیق تو نے ایک بڑے کام سے پوچھا ہے اور تحقیق البتہ یہ آسان ہے جس پر اللہ آسان کردے۔ وہ یہ ہے تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔ پھر فرمایا کیا میں تجھ کو خیر کے دروازے نہ بتلاؤں روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا آدھی رات کے وقت نماز پڑھنا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یہاں تک کہ یَعْمَلُوْنَ تک پہنچے پھر فرمایا کیا بتلاؤں تجھ کو سر امر کا ستون اس کا اور اس کی کوہان کی بلندی میں نے کہا بتلایئے آپ نے فرمایا سر کام کا اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور بلندی کوہان اس کی جہاد ہے۔ فرمایا کیا نہ خبر دوں میں تجھ کو ایک ایسے کام کی جس پر اس کا مدار ہے میں نے کہا کیوں نہیں، بتلایئے اے نبی خدا آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اس کو تو بند کر رکھ۔ میں نے کہا

النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَىٰ مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ۔

(ابن ماجہ)

اے اللہ کے نبی کیا ہم اس چیز کے ساتھ پکڑے جائیں گے جو بولتے ہیں فرمایا گم کرے تجھ کو تیری ماں اے معاذ لوگوں کو آگ میں اُن کے منہ کے بل یا ناک کے بل ان کی زبان کی باتیں ہی گرائیں گی۔

اس حدیث میں بھی اچھے اعمال کی ترغیب دی گئی ہے کہ اچھے عمال ہی انسان کو جنت کا حق دار ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے سوال کے جواب میں انہیں یہ تاکید کی اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ اس امر کو ضروری قرار دیا کہ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ پھر عبادت کے امور کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ ارکان اسلام یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کو پابندی سے قائم کرو۔ پھر اس کے ساتھ ہی نفل نماز اور نفل صدقہ کا بھی ذکر فرمایا کہ ان عبادات پر عمل پیرا ہونے سے انسان کا بیڑا پار ہو جاتا ہے اور یہ امور انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس حدیث میں سچ بولنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

۷۔ ایک صحابی کا خواب

ابن ماجہ میں حضرت طلحہؓ جو خواب دیکھنے والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلے کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے۔ ایک صاحب بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں اندر سے ایک شخص آئے اور اُن صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور اُن شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔ سب کو اس پر تعجب ہوا کہ اُن شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی ان کو تو پہلے ہونی چاہیے تھی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شہید بھی

ہوئے اور بہت زیادہ متقی اور ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا بے شک کی۔ ارشاد فرمایا کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے ان سے زیادہ نہیں رکھے؟ عرض کیا گیا بے شک رکھے ارشاد فرمایا کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نماز کے زیادہ نہیں کئے؟ عرض کیا گیا بے شک کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔

۶۔ مسلم وغیر مسلم میں نشانِ امتیاز

شب و روز میں مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی ظاہر عمل ایسا ہونا چاہیے تھا۔ جو مسلمانوں کو غیر مسلموں سے جدا کرتا ہے۔ نماز کی ادائیگی میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے اور نماز ہی اسلام کا امتیازی نشان ہے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والا عمل صرف نماز ہی ہے۔

دنیا کے مذاہب ہندو سکھ عیسائی یہودی، بدھ، پارسی وغیرہ میں کوئی نہ کوئی چیز ایسی مل جاتی ہے جو مذاہب میں مشترک پائی جاتی ہیں مثلاً جھوٹ بولنے کو ہر مذہب نے برا کہا ہے۔ مگر اس فعل کا فوراً پتہ نہیں چلتا کہ آیا دوسرا فرد سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ چنانچہ زندگی کے بے شمار شعبے یعنی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، سماجی فلاح و بہبود ایسے ہیں جن میں اسلام کے بنیادی اصول دنیا بھر میں کارفرما ہیں مگر مسلم اور غیر مسلمانوں کے اصول و ضوابط میں بنیادی فرق کرنے والی نماز ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چھوڑنے کو بالکل ناپسند کیا ہے اور مختلف انداز سے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ نماز چھوڑنا بہت بری بات ہے بلکہ نماز چھوڑنے کو کفر جیسا عمل قرار دیا ہے اس کے متعلق آپ کی حدیث ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ	حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کسی چیز کے اعمال میں چھوڑنے کو کفر نہیں خیال کرتے تھے سوائے

تَرْکُ کُفْرٍ غَیْرَ الصَّلٰوۃِ ۔ نماز کے ۔ ترمذی ۔

اسلام میں کچھ اعمال ایسے ہیں ۔ جو علامت مسلمانی ہیں اور ظاہری طور پر سر انجام دیتے جاتے ہیں تاکہ ان سے دوسروں کے سامنے مسلمان کا مسلمان ہونا واضح رہے ۔ نماز بھی انہی ظاہری اعمال سے ہے جس کے قائم کرنے سے انسان کی مسلمانی ظاہر ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندے اور کافر کے درمیان نماز ہی ایک واضح فرق ہے جس سے مسلمان کا مسلمان ہونا ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان نماز پڑھتا ہے اور کافر نماز نہیں پڑھتا ۔ اسی لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے کا فرق ہے ۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے ۔ مسلم شریف

شروع شروع کر میں جب اسلام پھیلا تو اس وقت مسلمانوں، مشرکین اور منافقین کے درمیان جو حد فاصل قائم کی گئی وہ صرف نماز ہی تھی ۔ حج اسلام کے ارکین میں سے ہے مگر حج وہ لوگ بھی کرتے تھے اور اہل عرب حج کرنے کے عادی تھے ۔ ایسے زکوٰۃ کو اگر امتیازی نشانی اور حد فاصل ٹھہرایا جائے تو منافقین لوگ بھی یہ ادا کر سکتے تھے کیونکہ عرب فیاض طبع ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے کو مشکل خیال نہ کرتے فقراء اور غربا و مساکین کے درمیان بھی فیاضی کا ان میں فطری جذبہ تھا ۔ لیکن زکوٰۃ کا اظہار سال میں صرف ایک مرتبہ ہے ۔ روزہ میں بھی چھپ چھپا کر آسانی سے کھایا جا سکتا تھا ۔ چنانچہ ان تمام امور کے پیش نظر اہل مکہ اور مسلمانوں میں نماز ہی دین کی ایک ایسی بنیاد تھی جسے ہر شخص مسلمانوں کو دن میں کسی نہ کسی موقعہ پر ادا کرتا دیکھ سکتا تھا ۔ اس لئے نماز مسلمانوں کی امتیازی علامت ہے ۔

نماز سے منافقین کی بھی تخصیص ہو سکتی ہے ۔ کیونکہ نماز سے گراں منافقین پر کوئی چیز نہ تھی ۔ وہ کچھ نمازیں تو مسلمانوں کے ساتھ پڑھ لیتے مگر فجر اور عشاء کی نماز ان پر گراں ہوتی تھی ۔ اس سے وہ پہچانے جاتے ۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ۙ

(النساء ۱۴۲)

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور (قیامت کو) وہ ان کو دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو اٹھتے ہیں تو سست اٹھتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔ (النساء ۱۴۲)

مدینہ میں آکر نماز میں قبلہ کی تبدیلی سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مخلصین اور منافقین کی پہچان ہو جاتے۔ مکہ کے لوگ خانہ کعبہ کو انتہائی تقدس اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ مدینہ میں یہود آباد تھے جو مسلمان ہو گئے تھے وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ مگر کعبہ کی عظمت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس لیے منافقین کی پہچان بیت المقدس کے قبلہ بنانے سے اور یہود منافقین کی پہچان کعبہ کے قبلہ بنانے سے کی گئی۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ۔

بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ عہد جو ہمارے اور منافقوں کے درمیان ہے نماز ہے پس جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔ (ترمذی، نسائی)

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ

(البقرہ ۱۷۷)

یہ کچھ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو لیکن نیکی اس کی ہے جو اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لایا اور اس نے مال کو باوجود اس کی محبت کے دیا اللہ کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور منگتوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں دیا اور نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتا رہا۔

آج کے مادی دور کا کمزور مگر آگر پار مسلمان دین اسلام کے اس بنیادی فریضہ کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں دیتا۔ اس نے اپنی امتیازی خصوصیت یعنی نماز پر کیا پابندی کرنی ہے بلکہ یہ تو مغرب کی رنگینیوں کا دلدادہ بن گیا ہے۔ اور مذہب سے بہت دور نکل گیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو کچھ غیرت کا پیالہ پی کر اسلام کے اس بنیادی فریضہ پر سختی سے پابندی کرنی چاہیے تاکہ غیر مسلم اور مسلمانوں کے اعمال کا بین فرق نماز پڑھنے سے ظاہر ہو سکے۔

۷۔ نماز چھوڑنے پر عتاب

نماز کے فضائل سے معلوم ہوا کہ نماز تمام اعمال میں افضل ہے لہٰذا ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا چھوڑنا ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے اور نماز کا ترک کرنا حد درجہ تک ناپسندیدہ فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت میں بے نمازیوں کو دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ۔

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ٥ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ٥ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ٥ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ٥ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ٥

مدثر آیات ۴۲۔ ۴۷

(پوچھا جائے گا کہ) تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں دیتے تھے اور کج بحث کرنے والوں کے ساتھ کج بحثی کیا کرتے تھے اور انصاف کے دن کو جھوٹ جانتے تھے یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔

یوم حساب کے بعد جن لوگوں کو جہنم میں سزا دے دی جائے گی تو جب ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کون سی چیز نے تمہیں اس سزا میں مبتلا کیا ہے تو وہ مندرجہ بالا دینی احکام کی خلاف ورزیاں بیان کریں گے جس بنا پر انہیں وہ سزا ملی ان میں ان کا ایک عمل ترک نماز بھی ہوگا۔

۲۔ ایک اور مقام پر میدان حشر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ٥ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ٥ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ٥ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ٥ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ٥

ہر شخص اپنے عمل کے انجام میں پھنسا ہوگا سوائے داہنے ہاتھ والوں کے یہ لوگ جنت میں ہوں گے اور مجرموں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمہیں دوزخ

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝

میں ڈالا ہے وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے

یوم حشر کو ہر شخص اپنے کئے کی پاداش میں ہوگا صرف وہ لوگ باعزت ہوں گے اور جنت میں ہوں گے جن کے اعمال اچھے ہوں گے اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ یہ اچھے لوگ مجرموں سے سوال کریں گے کہ کون سے عمل نے تمہیں رسوا کیا ہے تو ان کا جواب ہوگا کہ وہ دنیا میں نماز نہیں پڑھتے اس لئے آج ان کا یہ ہولناک انجام ہوا ہے لہذا ثابت ہوا کہ نماز نہ پڑھنے کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے میدان حشر میں انکو زبردست رسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے۔ نیچی نگاہیں کئے ہوئے۔ ان پر ذلت چھا رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے مگر سجدہ نہ کرتے تھے۔

یہاں بھی پہلے سے ملتی جلتی بات بیان کی گئی ہے کہ میدان حشر میں جب کہ تمام انسان جمع ہوں گے تو لوگوں کو سجدے کا حکم دیا جائے گا اچھے اور نیک لوگ سجدہ کریں گے لیکن بے نماز سجدہ نہ کرسکیں گے کیوں کہ وہ دنیا میں سجدہ نہیں کرتے تھے یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے میدان حشر میں وہ لوگ رسوا ہوں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ جان بوجھ کر نماز نہیں چھوڑنی چاہیے اور جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دیتا ہے اللہ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكِ الصَّلٰوةَ

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہا میرے دوست نے مجھ کو وصیت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اگرچہ تو ٹکڑے ٹکڑے کیا

تَخْتُوْتَهٗ مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔

جلائے اور جلا یا جائے اور فرض نماز نہ چھوڑ جائے بوجھ کر جس نے جان بوجھ کر فرض نماز ترک کر دی اس سے ذمہ بری ہوا اور شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث پاک میں تین باتوں سے بچنے کی وصیت کی گئی ہے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور دوسری بات جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ نماز کو کسی حال میں بھی ترک نہ کیا جائے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ شراب نہ پی جائے کیوں کہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے۔

۲۔ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ اول یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تم جلا دیئے جاؤ یا سولی چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسرے یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور فرماتے ہیں اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کے لئے نماز نہ ہو۔

۵۔ بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں جس نے نماز چھوڑ دی اُس کا کوئی دین نہیں نماز دین کا ستون ہے۔

۶۔ حضرت امام احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز پر محافظت (مداومت) کی قیامت کے دن وہ نماز اس کے لئے نور و بُرہان و نجات ہو گی اور جس نے محافظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہے نہ بُرہان نہ نجات اور قیامت کے دن قارون و فرعون و ہامان و ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

۷۔ امام بخاری نے نافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظمؓ

نے اپنے صوبوں کے پاس فرمان بھیجا کہ تمہارے سب کاموں سے اہم میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس کا حفظ کیا اور اس پر محافظت کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا۔ اور جس نے اس ضائع کیا وہ اوروں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرے گا۔

باب ۔۲

اللہ کے محبوب نمازی

انبیا، صحابہ کرام اور اولیا اللہ کے محبوب بندے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت خاص سے نوازا بلکہ ان پر اپنا آپ ظاہر کیا اور انہیں مقام عبدیت سے سرفراز کیا۔ ان محبوب ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کی بے حد عبادت کی ان کی نماز میں بے پناہ محویت اور خشوع و خضوع تھا ان مقربانِ خدا کی نمازوں اور عبادت کی کیفیت کا مختصر تذکرہ حسب ذیل درج ہے۔

رسولِ خدا کی نماز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی غار حرا میں کافی عرصہ عبادت الٰہی میں مصروف رہے مگر جب آپؐ منصب رسالت پر فائز ہوئے تو آپؐ کو نماز پڑھنے کا حکم ہوگیا نماز کا حکم پاتے ہی آپؐ اس پر کاربند ہو گئے شروع شروع میں آپؐ چھپ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مثالی ہے آپؐ کی نماز میں حد درجے کی محویت تھی گویا کہ آپؐ کا نماز پڑھنا ہر طرح سے کامل تھا بعض اوقات آپؐ نفل نمازوں میں محیت الٰہی سے اشکبار ہو جاتے اور نماز میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف اتنی لگن اور محبت سے متوجہ ہوتے کہ دنیا کے ہر خیال سے بے نیاز ہو جاتے اور حالتِ نماز آپؐ بارگاہ رب العزت کے بالکل قریب ہو جاتے۔ گویا کہ اللہ کے حضور آپؐ جیسی کامل اور مقبول نماز نہ کوئی پڑھ سکا اور نہ ہی کوئی پڑھ سکے گا۔

آغاز نبوت میں آپ رات کے وقت نماز تہجد پڑھا کرتے تھے اور شروع میں آپ پر نماز تہجد فرض تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد صبح و شام آپ نے دو دو رکعتیں پڑھنا شروع کر دیں اس کا ذکر قرآن پاک میں یوں ہوا ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ‎ صبح و شام اپنے پروردگار کا نام یاد کیا کرو

وَ اَصِيْلًا وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ اور رات کے وقت دیر تک اس کو سجدہ کیا کرو اور اس کی تسبیح کیا کرو۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ رات کو اٹھ کر دیر تک نماز پڑھنے کا حکم ایک سال تک باقی رہا اس کے بعد رات کی نماز فرض کے بجائے نفل ہوگئی، کیونکہ سورۃ مزمل میں ہے۔

اے میرے محبوب تمہارا پروردگار جانتا ہے تم دو تہائی رات سے کم اور آدھی رات اور تہائی رات تک نماز پڑھا کرتے ہو، اور لوگوں کی ایک جماعت بھی نماز میں تمہارے ساتھ ہوتی ہے، خدا ہی رات دن کا اندازہ کرتا ہے، اس نے جان لیا کہ تم اس کو گن نہیں سکتے اس لئے تم پر مہربانی کی، اب تم سے جتنا ہو نماز میں اتنا ہی قرآن پڑھا کرو۔

تہجد کے نفل ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب میں کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے اور بڑی بڑی قرآت کیا کرتے تھے۔ بعد میں جب پانچ نمازیں باجماعت فرض ہو گئیں تو آپ نے آخری دم تک اس فریضے کو بڑے احسن طریقے سے سرانجام دیا کہ شریف سے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ تو یہاں آپ نے نظام الصلوٰۃ کا مکمل اہتمام کیا۔

آپ کی نمازیں اتنی عاجزی اور خضوع وخشوع ہوتا کہ اس کی مثال نہیں اس کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں اس قدر نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں ورم کر گئے تھے، کسی نے عرض کیا آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں، آپ تو معصوم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

بخاری میں ہے کہ ایک بار ایک شخص نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو بیان کیجئے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضورؐ کی کون سی بات عجیب نہ تھی، سب ہی باتیں عجیب تھیں، چنانچہ ایک شب کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور لیٹ گئے پھر فرمایا مجھے چھوڑ دو میں اپنے رب کی عبادت کر لوں، یہ فرما کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور رونا

شروع کیا، یہاں تک کہ آنسو بہہ کر سینہ مبارک تک آگئے، پھر رکوع کیا اور رکوع میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ میں بھی گریہ جاری رہا۔ اس کے بعد سجدے سے سر اٹھایا تو اس وقت بھی روتے ہی رہے، یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آکر فجر کی نماز کے لئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر روتے ہیں حالانکہ آپ معصوم ہیں آپ کے گزشتہ آئندہ سارے گناہوں کی (اگر وہ ہوں بھی تو) اللہ تعالیٰ مغفرت کا وعدہ فرما چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھا کرتے تھے تو ان کے باطن میں دیگ کی طرح جوش ہوتا تھا جس کے نیچے آگ جل رہی ہو۔

آپ نے نماز کے لئے بہت سی تکالیف بھی برداشت کیں بخاری میں ہے کہ ایک دن آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے اور رؤسائے قریش بیٹھے تمسخر کر رہے تھے ابوجہل نے کہا کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اٹھا لاتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو وہ ان کی گردن پر ڈال دیتا چنانچہ عقبہ نے ابوجہل کی خواہش کے مطابق ایک بڑی اونٹ کی اوجھ لاکر آپ کے اوپر ڈال دی اور آپ کو سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔

مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات مجھ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا، حضور نے سورہ بقرہ شروع کی، میں نے سمجھا آپ سو آیتوں تک پڑھیں گے لیکن جب آپ اس کو پڑھ کر آگے بڑھے تو میں نے دل میں کہا شاید آپ پوری سورہ ایک ہی رکعت میں ختم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ جب آپ نے اس سورہ کو ختم کیا تو میں نے خیال کیا اب آپ رکوع کریں گے لیکن آپ نے فوراً سورہ آل عمران شروع کر دی اور وہ بھی ختم ہو گئی تو سورہ نساء شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ٹھہر ٹھہر کر نہایت سکون و اطمینان سے قرأت فرما رہے تھے اور ہر آیت کے مضمون کے مطابق درمیان درمیان میں تسبیح اور دعا کرتے جاتے تھے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا۔ رکوع میں بھی قیام کے برابر توقف فرمایا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اتنی ہی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی اسی قدر دیر فرمائی۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی، وضو فرمایا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ پڑھ ڈالی۔ جہاں رحمت کی آیت آتی ٹھہر جاتے اور دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے۔ سورہ کے آخر پر رکوع کیا اور اتنی دیر تک رکوع میں رہے جتنی دیر سورہ بقرہ کی قرأت میں لگی تھی اور رکوع میں سبحان ذوالجبروت والملکوت والعظمۃ پڑھتے تھے۔ رکوع کے بعد اتنا ہی طویل سجدہ کیا، دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی اسی طرح ہر رکعت میں پوری ایک سورہ پڑھتے رہے۔

تہجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اتنی بلند ہوتی تھی کہ آواز دور تک جاتی اور لوگ اپنے بستروں پر پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنتے، کبھی کبھی ایسی آیت آجاتی کہ آپ اس کے کیف و اثر میں محو ہو جاتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں یہ آیت پڑھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ	اگر تو ان کو سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں
وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔	اگر تو ان کو معاف کردے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا ایسا اثر ہوا کہ صبح تک یہی آیت پڑھتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارکان نماز کو خوب سکون و اطمینان سے ادا کیا کرتے تھے، نماز کے ارکان میں سب سے کم وقفہ رکوع کے بعد کے قیام میں ہوتا ہے لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد اتنی دیر قیام کرتے کہ ہم لوگ سمجھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جانا بھول گئے۔

خشوع نماز کی روح ہے اور حضور سے زیادہ خاشع کون ہو سکتا ہے؟ حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور فرط گریہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے دیگ کے جوش کرنے کی آواز۔

حضرت مطرب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں اور آپ پر گریہ طاری ہے اور سینہ میں گرمی کی وجہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی جوش مارتی ہو۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک شب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے جو ان کی خالہ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بستر کے عرض میں لیٹا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے طول میں لیٹے اور سو گئے۔ آدھی رات یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ دیر بعد آپ بیدار ہوتے اور چہرہ مبارک پر ہاتھ مل کر نیند کے اثر کو زائل کیا اس کے بعد آپ نے سورۂ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھیں اس کے بعد آپ کھڑے ہوتے اور لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے اس سے خوب اچھی طرح وضو کر کے آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر میں بھی اٹھ بیٹھا اور وضو کر کے آپ کے بائیں پہلو پر کھڑا ہو گیا، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے میرا دایاں کان پکڑ کر مجھے دائیں جانب سے دائیں جانب) پھیر لیا۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت، پھر دو رکعت اور پھر دو رکعت (کل بارہ رکعتیں) پھر نماز وتر پڑھی۔ اس کے بعد آپ لیٹ گئے۔ اس کے بعد مؤذن (نماز فجر کی اطلاع دینے آیا تو آپ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں اور نماز فجر کے لیے باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں کچھ دیر سوتے پھر اٹھ کر نماز پڑھتے پھر سو جاتے پھر اٹھ کر نماز پڑھتے پھر سو جاتے پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز میں مصروف ہو جاتے غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی حالت میں تہجد کی نماز ترک نہیں فرمائی جب کبھی بیمار یا کسلمند ہوتے تو بیٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوۂ بدر میں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات میں ہر شخص سوتا رہا مگر حضور ایک درخت کے نیچے رات بھر نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ آپ نے صبح کر دی۔

۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز

آپ کی نماز کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ابتدائی زمانہ میں بھی اسی سوز و گداز کے ساتھ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے کہ قریش کے بیوی بچے متاثر ہو کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور قریش کو اندیشہ ہوتا کہ کہیں ان کے متعلقین اپنے دین سے منحرف نہ ہو جائیں اس لیے آپ کو نماز پڑھنے سے روکتے اور اذیت پہنچاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی نماز اور تلاوت اس درجہ عزیز تھی، کہ آپ نے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ سے حبش کو ہجرت کرنے کے لیے سوچا مگر آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ نماز اور تلاوت ترک کر دیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حبشہ جا رہے تھے کہ راستہ میں قارہ کے رئیس ابن دغنہ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ آپ کو مکہ واپس لایا اور آپ کے فضائل بیان کر کے قریش کو ملامت کی کہ تم نے ایسے شریف اور نیک دل انسان کو ترک وطن پر مجبور کر دیا، اس کے ساتھ ہی ابن دغنہ نے اعلان کر دیا کہ ابوبکرؓ میری امان میں ہیں۔ قریش نے اس شرط پر امان قبول کر لی کہ حضرت ابوبکرؓ کھلے طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازے پر ایک مسجد بنالی اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے۔ اب پھر وہی حال تھا کہ آپ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے تو قریش کے بیوی بچے فرط اثر سے کھنچ کر آپ کے پاس جمع ہو جاتے قریش نے ابن دغنہ سے شکایت کی کہ ابوبکرؓ نے اپنے دروازے پر مسجد بنالی ہے اس میں بلند آواز سے نماز اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں اپنے متعلقین کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے یا تو ابوبکر شرائط کی پابندی کریں یا پھر تم ان کی ذمہ داری سے علیحدہ ہو جاؤ۔

ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو آپ نے جواب دیا تم میری حفاظت کی ذمہ داری سے بری ہو میں اللہ کی حفاظت میں راضی اور خوش ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نماز کے ساتھ یہ ذوق و شغف تمام عمر قائم رہا۔ اکثر دن کو روزے رکھتے اور راتیں نماز میں گذارتے خشوع و خضوع کا یہ حال تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے روتے اتنے کہ ہچکی بندھ جاتی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے نماز سیکھی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکرؓ صدیق نماز پڑھا کرتے تھے نماز پڑھتے وقت حد درجے کی انکساری ہوتی۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نماز

حضرت عمر فاروقؓ بڑے بارعب جلیل القدر صحابی تھے آپ کی نماز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ رات بھر جاگ کر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے جب صبح ہوتی تو اپنے گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ ۲۰: ۱۳۲) — اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پہ جمے رہو۔

آپ نماز میں ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر یا خدا کی عظمت و جلال کا بیان ہوتا اور ان چیزوں سے آپ اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک بار نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ (بے شک و شبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں) تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں ورم کر آئیں کنز العمال میں ہے کہ ایک نماز میں آپ نے یہ آیت پڑھی۔

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا — جس روز گنہگار لوگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے دوزخ کی ایک تنگ جگہ میں ڈال دیئے جائیں گے تو موت موت پکاریں گے۔

یہ آیت پڑھ کر آپ پر ایسا خوف و خشوع طاری ہوا اور آپ کی حالت اتنی غیر ہوئی کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ آپ پر اس طرح کی آیتوں کا ایسا ہی اثر ہوا کرتا ہے تو سمجھتے کہ آپ واصل بحق ہو گئے۔

ایک بار فجر کی نماز میں سورۂ یوسف شروع کی جب اس آیت پر پہنچے۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ — یوسف کی جدائی میں یعقوبؑ کی آنکھیں روتے

فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ (پ ۱۳۔ یوسف ۸۴) روتے سفید پڑ گئیں اور وہ جی ہی جی میں گھٹنے لگے

تو زار زار رونے لگے یہاں تک کہ قرأت جاری رکھنا دشوار ہو گیا مجبور ہو کر رکوع میں چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن صائب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عشاء کی نماز میں کسی وجہ سے دیر ہو گئی اس لئے میں نے نماز شروع کی آپ بعد میں آئے اور نماز میں شریک ہو گئے۔ میں سورۂ ذاریات پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ (پ ۲۶۔ ذاریات: ۲۲) تمہارا رزق آسمان میں ہے اور تم سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

آپ کی زبان سے بے اختیار اَنَا اَشْهَدُ (میں اس پر گواہی دیتا ہوں) نکل گیا اور آواز اتنی اونچی تھی کہ مسجد گونج گئی۔

صائب بن یزید اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ قحط کا زمانہ تھا۔ میں نے آدھی رات کو دیکھا حضرت عمر مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور دعا میں بار بار کہہ رہے تھے۔ اے اللہ ہم لوگوں کو قحط سے ہلاک نہ کر اس بلا کو ہم سے دور کر دے۔

آپ کی نماز کے متعلق حضرت مسوّر بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ چادر سے ڈھانپ دیئے گئے تھے میں نے دریافت کیا کہ تم لوگ ان کو کس حالت میں دیکھ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ جس طرح تم دیکھ رہے ہو میں نے کہا انہیں نماز کے لئے ہوشیار کرو اس لیے کہ نماز سے زیادہ ان کو زیادہ گھبراہٹ کی چیز نہیں، تم ہوشیار نہ کرو گے؟ لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین! نماز تیار ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میرا اللہ! اس وقت میں اٹھتا ہی ہے اور اس شخص کا اسلام میں کوئی حق نہیں جس نے نماز ترک کر دی، اس کے بعد آپ نے نماز پڑھی اور آپ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔

حضرت مسوّر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے جب نیزہ لگا تو ان پر بیہوشی آنی شروع ہو گئی تو کہا گیا کہ تم ان کو نماز جیسی چیز سے زیادہ کسی اور چیز سے گھبراہٹ میں نہ ڈالو گے بشرطیکہ ان میں حیات باقی ہو، چنانچہ کہنے والے نے کہا، الصلوٰۃ یا امیر المومنین لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں تو آپ ہوش میں آئے اور آپ نے کہا نماز! ہائے میرے اللہ! اب تو پڑھنی ہی ہے اور اس

آدمی کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جس نے نماز چھوڑ دی۔

۲۔ حضرت عثمان غنیؓ کی نماز

حضرت عثمانؓ دنیاوی معاملات میں توجہ دینے کے باوجود بڑی انکساری اور خشوع سے نماز پڑھتے جب آپ نماز میں ہوتے تو دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے آپ کے متعلق حضرت عثمانؓ بن عبد الرحمن تیمیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ میں آج تمام رات مقام ابراہیم پر عبادت کروں گا میرے باپ نے کہا کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو میں اس جگہ تنہا چلا گیا اور اس میں کھڑا ہو گیا فرمایا اس حال میں کہ میں کھڑا ہوا تھا اچانک ایک شخص نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے میرے باپ نے کہا انھوں نے ام القرآن (یعنی سورۃ فاتحہ) کے ساتھ ابتدا کی اور پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ سارا قرآن ختم کر دیا اس کے بعد رکوع کیا اور سجدہ کیا پھر اپنے دونوں جوتے لئے تو مجھے علم نہیں کہ اس سے پہلے بھی کچھ پڑھا یا نہیں عبد الرحمانؓ بن عثمان تیمیؒ کی دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ایک رات مقام ابراہیم کے نزدیک حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ آپ آگے بڑھے اور سارا قرآن ایک رکعت میں پڑھا پھر واپس چلے گئے عطا بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد مقام ابراہیمؑ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے تمام کتاب اللہ کو ایک رکعت میں جمع کر دیا یہ رکعت وتر تھی محمد بن سیرینؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ ساری رات عبادت کرتے پھر قرآن کو ایک رکعت میں ختم کر دیتے۔

محمد بن سکین سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کی بیوی نے جس وقت باغیوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا تھا کہا کہ کیا تم ان کے قتل کا ارادہ کر رہے ہو؟ اگر تم نے انکو قتل کر دیا یا ان کو چھوڑے رکھا (تو تمہیں اختیار ہے) ان کی تو یہ حالت تھی کہ ساری رات ایک ہی رکعت میں گزار دیتے تھے جس میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ محمد بن سیرین سے اسی جیسی روایت ہے اس میں اس طرح ہے کہ جب باغیوں نے انھیں گھیرے میں لے لیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا تو حضرت عثمانؓ کی بیوی نے کہا "تم نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا ہے کہ یہ ساری رات ایک رکعت میں قرآن ختم کرتا تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو نماز سے خصوصی دلچسپی تھی لہذا آپ پوری توجہ

سے نماز ادا کرتے۔

۴۔ حضرت علیؓ کی نماز

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھا کر دائیں جانب رُخ کر کے بیٹھ گئے آپ کے چہرے سے رنج و غم کا اثر ظاہر ہو رہا تھا۔ طلوع آفتاب تک آپ اسی طرح بیٹھے رہے اس کے بعد بڑے تاثر کے ساتھ اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا خدا کی قسم میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ ان کی صبح اس حال میں ہوتی کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے، وہ ساری رات اللہ کے حضور سجدے میں پڑے رہتے۔ کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھتے رہتے حتیٰ کہ جب تھک جاتے تو کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے اور کبھی دوسرے پاؤں گویا کہ وہ خدا کا ذکر کرتے ہوتے اس طرح جھومتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتے ہیں اور خدا کے خوف سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے مگر اب کے لوگ کیسے ہیں کہ غفلت میں رات گزار دیتے ہیں۔ اور یاد الٰہی کی پروا نہیں۔

نماز کا وقت آتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا ایک بار ان سے پوچھا گیا کہ اے امیرالمومنین آپ کا یہ حال کیا ہو جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی اس امانت کی ادائگی کا وقت ہے جسے اللہ تعالےٰ نے آسمان، زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو ان سب نے اس بار کے اٹھانے سے ڈر کر انکار کر دیا اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ران میں تیر گھس گیا لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی مگر نہ نکل سکا آپس میں مشورہ کیا کہ جب آپ نماز میں مشغول ہوں اس وقت تیر نکالا جائے چنانچہ آپ جب نماز میں مشغول ہوئے اور سجدے میں گئے تو لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس لوگوں کو دیکھا فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے لئے آئے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر تک نہیں ہوئی۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حالت نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف اتنے متوجہ ہوتے کہ آپ کو ادھر اُدھر کی کچھ خبر نہ رہتی۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کا فرمان ہے کہ جب حضرت علیؓ نماز کا قصد فرماتے تو آپ کے رونگٹے

کھڑے ہو جاتے تھے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے مشہور صحابی تھے آپ حضرت زبیر کے بیٹے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ساتھی تھے اور عشرہ مبشرہ میں تھے۔ حضرت ام المومنین خدیجہؓ آپ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خالہ تھیں اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ آپ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنہیں یاد الہٰی کا بہت شوق تھا اللہ تعالیٰ کی عبادت آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھی اس لئے وہ بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیا کرتے تھے نہایت ہی خشوع وخضوع اور استغراق کے ساتھ نماز پڑھتے کہ قیام کی حالت میں یوں محسوس ہوتا کہ کوئی ستون کھڑا ہے۔ آپ کا رکوع اتنا طویل ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ پوری سورۃ بقرہ ختم کر دیتے مگر ان کا رکوع ختم نہ ہوتا۔ یہی عالم سجدے کا تھا کہ جب سجدہ کرتے تو اتنی دیر تک سجدہ میں رہتے کہ حرم شریف کے کبوتر آپ کی پشت پر آکر بیٹھ جاتے کیونکہ حالت نماز میں آپ ہیبت وعظمت خداوندی کے باعث بالکل بے حس وحرکت رہتے نازک سے نازک حالت میں بھی آپ کی نماز ترک نہ ہوتی حجاج کے محاصرے کے زمانے میں جب چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہو رہی تھی آپ حطیم میں نماز ادا کرتے پتھر آ آکر پاس گرتے مگر آپ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو خود بڑے پایہ کے بزرگ اور عبادت گزار صحابی تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو ابن زبیر کی نماز کی نقل کرو عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے ابن زبیر سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں امتیازی حیثیت حاصل ہے وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کی طرف سے گزرے تو نہایت حسرت سے مخاطب ہو کر کہا۔ ابو خبیب خدا تمہاری مغفرت کرے تم بڑے روزہ دار بڑے نمازی اور بڑے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مخالفین کی حضرت ابن زبیرؓ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت زبیرؓ کے حلق اور ڈاڑھی سے ٹکرایا مگر وہ بدستور نماز پڑھتے رہے۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ بیٹا جس کا نام ہاشم پاس سو رہا تھا۔

چھت ہی سے ایک سانپ گرا اور بچہ سے لپٹ گیا۔ وہ چلایا گھر والے سب دوڑتے ہوئے آئے شور ہو گیا۔ اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیرؓ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا؟ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچے کی تو جان ہی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا۔ فرمانے لگے تجھے کیا معلوم کہ اگر نماز میں اللہ کی طرف سے توجہ ہٹا تو نماز کب باقی رہتی۔

۶۔ حضرت ابو طلحہؓ نے نماز میں خیال آنے سے باغ وقف کر دیا

حضرت ابو طلحہؓ صحابی رسول تھے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑا اور اسے جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔ کیونکہ باغ بڑا گنجان تھا۔ کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر اڑتا رہا اور باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے ادھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندے کے ساتھ پھرتی رہی دفعۃً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا کہ کون سی رکعت ہے نہایت افسوس ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی۔ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ اس لیے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں، آپؐ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجیے۔

۷۔ ایک انصاری صحابی کا واقعہ

اسی طرح کا ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑ رہے تھے۔ نگاہ خوشوں پر پڑی، اور کھجوروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے۔ خیال اِدھر اُدھر لگ گیا جس وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا جس کی وجہ سے غفلت پیدا ہوئی اور اس کی خوشنمائی نے مجھے نماز میں غافل کر دیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، اس کو جو چاہے کیجیے۔ انہوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرما دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نماز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز سے خاص ذوق و شغف تھا کیونکہ آپ فرض نمازوں کے علاوہ آپ کثرت سے نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے غلام حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے، صبح کے قریب مجھ سے دریافت کرتے کہ صبح طلوع ہو گئی ہے کہ نہیں؟ اگر میں ہاں کہتا تو پر طلوع سحر تک استغفار میں مشغول ہو جاتے اور اگر نہیں کہتا تو پھر نماز شروع کر دیتے، روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے۔ بازار کی ضروریات پوری کرتے پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے۔ محمد بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ شب میں چار چار پانچ پانچ مرتبہ اٹھتے اور نماز پڑھتے۔ گویا کہ اس طرح کثرت سے یاد الٰہی میں معروف رہے اور رات کے بیشتر حصہ میں شب بیدار رہتے کیونکہ آپ کی شب بیداری کی کے متعلق ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ عبداللہ کیا ہی اچھا آدمی ہوتا اگر وہ رات میں نمازیں پڑھا کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بات سنی تو ساری زندگی کے لئے یہ معمول بنایا کہ رات کو بہت کم سوتے اور زیادہ وقت نمازیں گزار دیتے قرآن مجید اتنی کثرت سے پڑھتے کہ اکثر اوقات ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لیتے تھے۔ ذرا غور کیجئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر کس قدر باقاعدگی سے عمل کیا، آپ کو ایک ایک ارشاد نبوی سے عشق تھا۔ چنانچہ مستحبات۔ نماز تک کا اتنا خیال رکھتے کہ ہمیشہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے اور مسجد کی طرف بہت آہستہ آہستہ جاتے تاکہ اللہ کی راہ میں جتنے زیادہ قدم اٹھائے جائیں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ملے گا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انسؓ بن مالک ایک سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ جا رہے تھے کہ انہوں نے سواری ہی پر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے گویا کہ آپ دنیا کے دیگر کاموں سے ہر حال میں نماز کو بہت ترجیح دیتے۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نماز

حضرت عبداللہ مسعودؓ نفل روزہ کم رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کثرت سے نفل روزے رکھنے شروع کروں تو نماز پڑھنے سے کمزور ہو جاتا ہوں [illegible]

پس اگر کبھی روزہ رکھتے تو مہینے کے تین دن کا روزہ رکھ لیتے حضرت عبدالرحمٰنؒ بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نفل روزے کم رکھتے تھے جب ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں جب روزہ رکھتا ہوں تو نماز سے کمزور ہو جاتا ہوں حالانکہ نماز مجھے روزہ سے زیادہ محبوب ہے۔

۱۰۔ حضرت ابوہریرہؓ کی نماز

حضرت ابوہریرہؓ کو اصحاب صفہؓ میں سے خاص مقام حاصل تھا کیونکہ آپ اپنے شب روز کا بیشتر حصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گذارتے اور اکثر مسجد نبوی میں ہر وقت محو عبادت رہتے آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے شب بیداری کے لئے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصہ میں آپ خود نماز پڑھا کرتے تھے دوسرے میں آپ کی بیوی نماز پڑھتی تھیں اور تیسرے حصے میں آپ کا غلام نماز پڑھتا۔ باری باری سے ایک دوسرے کو جگاتے تھے اور اس طرح عبادت الٰہی میں معروف رہتے۔

۱۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی نماز

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی نماز کے متعلق حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ایک سفر میں تھے انہوں نے ہم لوگوں کو رات میں ایک کھیتی والے باغ میں ٹھہرا دیا۔ چنانچہ ہم اس میں ٹھہر گئے تو حضرت ابوموسیٰؓ رات کو اٹھے نماز پڑھنے لگے ان کی اچھی آواز اور اچھے پڑھنے کا تذکرہ کیا۔ مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے آیت کے جس مقام پر گذرے وہیں اپنی آواز بلند کی اور اس کے بعد کہا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاَنْتَ الْمُؤْمِنُ تُحِبُّ الْمُؤْمِنَ وَ اَنْتَ الْمُھَیْمِنُ وَتُحِبُّ الْمُھَیْمِنَ وَاَنْتَ الصَّادِقُ۔

اے میرے اللہ تیرا نام سلام ہے اور تیری ہی جانب سے سلامتی ہے اور تو مومن ہے امن دینے والا اور تو مومن کو دوست رکھتا ہے۔ اور تو پناہ دینے والا ہے اور تو پناہ دینے والے کو دوست رکھتا ہے تو سچا ہے اور سچوں کو دوست رکھتا ہے۔

۱۲۔ حضرت انسؓ کی نماز

حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام انصار مدینہ میں سے ممتاز تھے اور آپ کا شمار انصار کے روساء میں ہوتا تھا، آپ نہایت

خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن ایسی امیرانہ زندگی اور ایسی اونچی معاشرت کے باوجود خدا کی عبادت میں ذرہ برابر فرق نہ پڑتا۔

آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ حال تھا کہ فرائض سے فارغ ہو کر نوافل شروع کر دیتے اور اس میں اتنا طویل قیام کرتے کہ دونوں پیروں میں ورم آ جاتا اکثر شدتِ ورم سے پاؤں پھٹ جاتے اور ان سے خون نکلنے لگتا۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ حضرت انس ضعف اور عشاء کے درمیان عبادت میں اتنی مشقت برداشت کرتے جس کی ہم میں سے کسی طاقت نہ تھی۔ نماز اس توجہ و دلجوئی اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے کہ دیکھنے والوں کو رشک آتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ جو خود بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے فرماتے ہیں کہ انس کی نماز سب سے زیادہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوتی تھی۔

۱۳۔ حضرت ابو درداؓ کی نماز

حضرت ابو درداؓ بھی افاضلِ صحابہ میں سے تھے آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے مواخاتی بھائی تھے ایک دن وہ ان کے یہاں مہمان ہوئے تو ان کی بیوی کو نہایت ابتر حالت میں میلے کچیلے لباس میں دیکھا پوچھا یہ کیا حال ہے جواب ملا کہ تمہارے بھائی ابو درداؓ کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے کھانے کے وقت حضرت سلمان نے حضرت ابو درداؓ سے کہا کہ کھاؤ تو انہوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا پھر میں بھی نہیں کھاؤں گا، اس طرح ان کو کھلایا اور جب رات آئی تو حضرت ابو درداؓ نے نماز پڑھنا چاہا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا تم سو۔ حضرت ابو درداؓ سو رہے پھر تھوڑی دیر کے بعد پڑھنا چاہا، حضرت سلمانؓ نے کہا تم سو، حضرت ابو درداؓ پھر سو رہے۔ جب رات کا آخری حصہ آیا تو حضرت سلمانؓ نے کہا اب اٹھو، پھر دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ نے کہا تم پر خدا کا حق بھی ہے اور تمہارے نفس اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔ ہر ایک کے لئے اس کا حق ادا کرو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس واقعہ کو بیان کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمانؓ نے درست کہا۔

۱۴۔ حضرت ابن عباسؓ کی نماز

حضرت ابن عباسؓ کے متعلق حضرت مسیبؓ بن رافع سے روایت ہے کہ جب ابن عباسؓ کی بینائی جاتی رہی تو ان کے پاس ایک آدمی نے آکر ان سے عرض کیا کہ اگر آپ میرے لئے سات دن اس طرح پر رک جائیں کہ چت لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھیں تو میں آپ کا علاج کر دوں گا اور آپ انشاءاللہ اچھے ہو جائیں گے۔ حضرت ابنؓ عباس نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیج کر دریافت کیا ہر ایک نے ان میں سے یہی کہا کہ اگر آپ ان ساتھ دن میں مر گئے تو نمازوں کا کیا کریں گے؟ چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھ کو ویسا ہی رہنے دیا اور علاج نہ کرایا ـــــــ حضرت ابن عباسؓ سے خود روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب میری بینائی جاتی رہی تو کہا گیا کہ ہم تیرا علاج کر دیں گے اور تجھے چند دنوں تک نماز چھوڑنی ہوگی انہوں نے فرمایا نہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے نماز چھوڑ دی وہ اللہ پاک سے اسی حالت میں ملے گا کہ اللہ پاک اس سے سخت ناراض ہوگا۔

۱۵۔ حضرت امام حسنؓ کی نماز

حضرت امام حسنؓ وضو کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، کسی نے پوچھا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک بڑے جبار بادشاہ کی پیشی میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے پھر وضو کر کے مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے کہ:۔

الٰھی عَبْدُکَ بِبَابِکَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیْءُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْءِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْءُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَکَ یَا کَرِیْمُ۔	اے اللہ تیرا بندہ تیری ڈیوڑھی پر حاضر ہے اے بھلائی کرنے والے خدا تیرا بداعمال بندہ تیرے حضور آیا ہے۔ تو نے حکم دیا ہے کہ ہم میں جو اچھا ہے بروں سے درگزر کرے۔ پس تو اچھا خدا ہے اور میں تیرا بداعمال بندہ ہوں۔ اے کرم کرنے والے میری برائیوں سے ان خوبیوں کے طفیل جن کا تو مالک ہے، درگزر فرما۔

اس دعا کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کے اوقات کا اکثر حصہ عبادت میں بسر ہوتا تھا، ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے حضرت امام کی عبادت کی کیفیت دریافت کی اس نے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلی پر بیٹھے رہتے ہیں پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں بعد آنے جانے والوں سے ملتے ہیں دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے کو جاتے ہیں پھر گھر ہو کر مسجد چلے جاتے ہیں۔

۱۶۔ حضرت امام حسین کی نماز

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نماز کے ساتھ خاص شغف تھا۔ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش مبارک میں پلے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ وہ عبادت الہی کا مجسمہ تھیں، آپ میں ان مقدس ہستیوں کا جتنا بھی اثر ہوتا کم تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رات دن میں ایک ایک ہزار نوافل پڑھ ڈالتے تھے۔ عرب میں اولاد کی کثرت فخر کی چیز سمجھی جاتی تھی اولاد کا کم ہونا باعث عار خیال کیا جاتا تھا لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادیں بہت کم تھیں، ایک مرتبہ کسی نے حضرت امام زین العابدین سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب کیوں ہے وہ رات دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے انہیں عورتوں سے ملنے کا موقع کہاں تھا۔ (سیر الصحابہ)

۱۷۔ حضرت امام زین العابدینؓ کی نماز

حضرت امام زین العابدینؓ اہل بیت سے تھے آپ اپنے زمانے کے بڑے زاہد اور عابد تھے آپ حالت نماز میں ہمہ تن اللہ کی طرف راجع ہوتے بلکہ آپ نماز میں اتنے گم ہوتے تھے کہ آپ اپنے اردگرد کے ماحول سے بالکل بے خبر ہو جاتے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ گھر میں نماز ادا کر رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی آپ سجدہ ہی میں پڑے رہے کہ لوگوں نے شور مچایا اے ابن رسول اے ابن رسول آگ بھڑک اٹھی آگ بھڑک اٹھی لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا جب آگ بجھ گئی تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ آگ سے غافل کیوں رہے آپ نے فرمایا کہ میں آخرت کی آگ کے ڈر سے چپ رہا۔

آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب آپ وضو فرماتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم

میں کپکپی پیدا ہو جاتی جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا تم جانتے ہو کہ کس کے حضور پیش ہونا ہے۔

حضرت زین العابدینؓ اطاعت و عبادت اور زہد و ورع کے پیکر تھے حضرت سعید بن سیبؒ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین سے زیادہ عبادت گزار اور صاحب ورع کسی کو نہیں دیکھا آپ کا زیادہ تر وقت عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں بسر ہوتا تھا سات اور دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے مرتے دم تک آپ کا یہی معمول رہا سفر و حضر کسی حالت میں تہجد ترک نہ ہوتی۔

آپ کے خشوع و خضوع کے متعلق عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا تم لوگ کیا جانو کہ میں کس کے حضور کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔

نماز کی حالت میں آپ پر ایک استغراق کیفیت طاری ہوتی چنانچہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے خدام بے تکلف باتیں شروع کر دیتے اور باتیں بھی ایسی کرتے جو عام حالات میں آپ کے سامنے زبان پر نہیں لاتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو، خدام نے جواب دیا کہ جب حضرت نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کو ہماری گفتگو کی خبر نہیں ہوتی۔

۱۸۔ حضرت امام جعفر صادقؓ کی نماز

حضرت امام جعفر صادقؓ ائمہ اہل بیت میں سے ہیں۔ آپ خاندان نبوت کے فضائل و محاسن کا زندہ پیکر تھے۔ حضرت عمرو بن مقدام کا بیان ہے کہ جب میں حضرت جعفر بن محمد کو دیکھتا تو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا کہ وہ نبیوں کے خاندان سے ہیں۔

حضرت امام جعفرؓ شب و روز عبادت میں مشغول رہتے تھے آپ کا کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک زمانے تک آپ کی خدمت میں میرا آنا جانا رہا ان کو ہمیشہ یا تو نماز پڑھتے پایا یا روزے کی حالت میں یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے۔

۱۹۔ حضرت اویس قرنیؒ

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کو دربارِ رسالت سے غائبانہ طور پر خیر التابعین کا خطاب عطا ہوا تھا آپ اہل دنیا کی نظروں سے پوشیدہ شب و روز نماز عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے شب بیداری

کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی آپ نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ ایک شب قیام میں گذارتے دوسری رکوع میں اور تیسری سجدے میں۔ اسی طرح ایک شب ایک حالت کے لیے خاص تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ حضرت نماز کا یہ کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ نماز میں ایسے خشوع کے ساتھ سجدہ کروں کہ صبح ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ رات کی طرح دن بھی عبادت و ریاضت میں گزر جاتا۔ حضرت ربیع بن خثیم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت اویس کی ملاقات کو گیا وہ نماز فجر میں مشغول تھے میں بیٹھ گیا کہ وہ نماز و اذکار سے فارغ ہوں تو ملوں لیکن وہ فجر سے کر ظہر تک نماز ہی میں مشغول رہے اس کے بعد بھی نماز کا سلسلہ جاری رہا ہو ظہر کے بعد عصر تک اور عصر کے بعد مغرب تک نماز و عبادت ہی میں مصروف رہے میں نے سوچا کہ شاید مغرب کی نماز کے بعد وہ روزہ افطار کرنے کے لیے گھر جائیں لیکن وہ عشاء تک اور اس کے بعد فجر تک نماز ہی پڑھتے رہے دوسرے روز نماز کے بعد نیند کا کچھ اثر ہوا لیکن پھر ہوشیار ہو گئے۔ اور دعا مانگنے لگے کہ خدایا میں سونے والی آنکھ اور سیر نہ ہونے

۲۰۔ حضرت خواجہ حسن بصری کی نماز

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسلامی علوم اور اعمال کے لحاظ سے غیر معمولی امتیاز و شہرت رکھتے ہیں ان کے والدین غلام تھے لیکن وہ اپنے علم و عمل کے باعث آزادوں کے امام اور پیشوا بن گئے تھے۔ آپ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے زیر شفقت پرورش پائی تھی بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے فیض حاصل کیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تیرہ چودہ برس کے تھے اور ازواج مطہرات کے گھروں میں بے تکلف آتے جاتے تھے، تفسیر حدیث اور فقہ وغیرہ میں ان کو مجتہدانہ حیثیت حاصل تھی، علم ظاہر کے ساتھ علم باطن میں بھی کمال حاصل تھا۔ چنانچہ آپ روحانی حلقہ کے امام مانے جاتے تھے۔ صوفیائے کرام میں جو محاسن و خصائص ہونے چاہئیں وہ آپ میں موجود تھے۔ حضرت یونس کا بیان ہے کہ وہ ہمیشہ ملول و مغموم رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مومن کی ہنسی قلب کی غفلت کا نتیجہ ہے زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو فرط تاثر سے زار زار رویا کرتے تھے۔

خوف خدا کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا چنانچہ یونس بن عبیدہ کہتے ہیں کہ جب آتے تو معلوم

ہوتا اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آ رہے ہیں، جب بیٹھتے تو معلوم ہوتا ایسے قیدی ہیں کہ ان کی گردن مارے جانے کا حکم ہو چکا ہے اور جب دوزخ کا ذکر کرتے تو معلوم ہوتا دوزخ انہیں کے لیے بنائی گئی ہے۔

آپ کی مجلس میں آخرت کے علاوہ کسی چیز کا ذکر ہی نہ ہوتا، اشعث کہتے ہیں کہ جب ہم حسن کی خدمت میں حاضر ہوتے تو نہ ہم سے کوئی دنیاوی خبر پوچھی جاتی اور نہ کوئی خبر دی جاتی، بس صرف آخرت کا تذکرہ رہتا۔

آپ فرض اور سنت نمازیں لوگوں کے سامنے پڑھتے لیکن آپ کی خاص عبادت کے لئے گوشہ تنہائی مخصوص تھا۔ اس حالت میں آپ کسی اور ہی حالت میں ہوتے۔ حضرت حسن ایک بار مکہ معظمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے امام شعبی نے آپ کے ایک ملنے والے سے جس کا نام حمید تھا حضرت حسن بصری سے تخلیہ میں ملنے کی خواہش ظاہر کی انہوں نے حضرت حسن بصری سے ذکر کیا۔ فرمایا جب چاہیں آئیں چنانچہ امام شعبی ایک روز گئے حمید دروازے پر موجود تھے انہوں نے کہا حسن بصری گھر میں تنہا ہیں اندر چلے جائیے لیکن انہیں تنہا جانے کی ہمت نہ ہوئی حمید کو ساتھ لے گئے جس وقت یہ دونوں آدمی اندر پہنچے حضرت حسن بصری پر ایک خاص کیفیت طاری تھی قبلہ رو بیٹھے کہہ رہے تھے۔ ابن آدم تیرا وجود نہ تھا تجھے وجود عطا کیا گیا تو نے مانگا تجھے دیا لیکن جب تیری باری آئی تو تو نے انکار کر دیا۔ افسوس تو نے کتنا بُرا کام کیا، یہ کہتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ ہوش میں آتے تو پھر یہی کلمے دہراتے، امام شعبی نے کہا واپس چلو اس وقت شیخ دوسرے عالم میں ہیں۔

۱۲۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نماز

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول رہنے والے تو اور بھی ہوں گے۔ لیکن ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دُعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دُعا میں مشغول رہتے کہتے ہیں خلافت کے بعد سے غسلِ جنابت کی نوبت نہیں آئی ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں باپ نے

بہت سے زیورات اور جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر یا تو وہ سارا زیور اللہ کے واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کر دوں یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں بیوی نے عرض کیا وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی یہ کہہ کر سب کا سب بیت المال میں داخل کر دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے فرمانے لگیں کہ جب میں ان کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں پھر ایک غلام کو بلایا۔ اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا۔ اس نے کہا، سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ دینار لے آ، اس نے حاضر کر دیئے۔ آپ نے ان کو بیت المال میں داخل فرما دیا اور اس غلام سے فرمایا کہ کسی ایسی جگہ چلا جا، جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور ان کے لئے نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا نہ پیسہ۔ آپ نے فرمایا ذرا مجھے بٹھا دو، بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ اور وہی نیکوں کا کفیل ہے۔

۲۲۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس گیا وہ عشاء کی نماز کے بعد ایک چادر میں لپٹ کر ایک کروٹ لیٹ گئے اور صبح تک اسی طرح پڑے رہے نہ پہلو بدلا اور نہ کوئی حرکت کی صبح کو اُٹھے اور اسی طرح فجر کی نماز پڑھ لی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ساری رات آپ سوئے رہے اور صبح بغیر وضو ہی نماز پڑھ لی؟ حضرت ابراہیم بن ادھم نے جواب دیا بس تمام رات کبھی جنت کے باغوں کی سیر کرتا رہا اور کبھی جہنم کی آگ میں ٹھوکریں کھاتا رہا ایسی حالت

میں نیند کہاں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبادت گزار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم اللہ کے ایسے ہی بندوں میں تھے وہ ساری رات ایک کروٹ پر لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہتے اس حالت میں کبھی ان کے سامنے جنت کا نقشہ آتا تھا اور کبھی جہنم کا اور وہ ایمان و بصیرت کے اس مقام پر فائز تھے گویا وہ جنت کی رعنائیوں اور دلآویزیوں اور جہنم کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اس فضل و کمال کے ساتھ خشوع کا یہ عالم تھا کہ نماز پڑھ چکتے تو منہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے۔ فرماتے: "ایسا نہ ہو کہ میری نماز میرے منہ پر مار دی جائے" آپ تمام رات نفل نماز پڑھتے رہتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کو نیند کیوں نہیں آتی تو آپ نے فرمایا کہ دم بھر آنکھ کے آنسو کم نہیں ہوتے جس کی یہ حالت ہو اس کے پاس نیند بیچاری کا گزر کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک دن آپ نے کچھ کھانے کو نہ پایا تو والہانہ اظہار تشکر کے لیے چار سو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ سات دن تک آپ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا رہا اور برابر چار سو رکعت نماز پڑھتے رہے گویا اس طرح ہم نماز سے بچنے کے لیے حیلے تلاش کیا کرتے ہیں اللہ کے نیک بندے نماز و عبادت کے لیے حیلے کی تلاش میں رہتے تھے۔

۲۳۔ حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عشا کی نماز کے بعد رات بھر اس طرح نماز میں مشغول رہتے کہ چار رکعت نماز ادا کرتے اور سلام کے بعد کہتے یہ نماز تو قبولیت کے لائق نہ ہوئی پھر نیت کرتے اور سلام کے بعد پھر یہی کہتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ صبح کو عرض کرتے خداوندا میں نے بہت کوشش کی کہ نماز ادا کروں جو تیری بارگاہ کے لائق ہو مگر مجھ سے ادا نہ ہو سکی تیرے بہت سے بندے بے نماز ہیں انہیں میں میرا بھی شمار کر لے۔

ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ میری اتنی عمر اسی تمنا میں گزر گئی کہ کوئی نماز اس خشوع کے ساتھ ادا کروں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ قبول ہو مگر اب تک ادا نہ ہو سکی۔

۲۴۔ حضرت ذوالنون مصریؒ

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ ایک جلیل القدر ولی تھے آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے تاکہ عبادت میں سرور رہے آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خدا کے حضور اس طرح اپنا عجز و بیچارگی پیش کرتے۔

"اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں کن پاؤں سے آؤں؟ اور کس آنکھ سے قبلہ کی طرف نگاہ کروں اور کس زبان سے تیری ثناء بیان کروں؟ اور کس صفت کے ساتھ تیرا نام لوں جب بے سروسامان ہو کر تیری بارگاہ میں آیا ہوں اور بے مائیگی کے باعث اس بے شرمی سے تیرے حضور میں حاضر ہوا ہوں" اس کے بعد نیت باندھ کر نماز پڑھتے۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ذوالنون مصری کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تکبیر تحریمہ کے وقت ان کی زبان سے لفظ اللہ نکلا تو ان پر جلال الہٰی کا ایسا غلبہ ہوا کہ گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی بالکل بیہوش سے ہو گئے اور جب زبان سے اکبر نکلا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ایک بار لوگوں نے دریافت کیا کہ جب آپ کی خواہش ہوتی کہ کچھ کھانے میں کوئی لذیذ چیز ہونی چاہیے تو آپ نے دل کو سمجھایا کہ اگر تو اس پر عاشق ہے کہ میں دو رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر لوں تو تجھ کو لذیذ چیز میسر ہونی چاہیے دل نے قبول کر لیا آپ نے دو رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا۔ صبح کو لذیذ کھانے کا ایک لقمہ اٹھایا تھا کہ پھر رکھ دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے تو خود ہی پہلے کھانے کا ارادہ کیا تو دل نے کہا آج دس برس کے بعد میری مراد پوری ہوئی ہے اس جواب میں نے لقمہ رکھ دیا اور کہا کہ خدا کی قسم تیری امید پوری نہ ہو گی۔

۲۵۔ حضرت ابوالخیر اقطعؒ

حضرت ابوالخیر اقطع کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری تھی اطبا نے پاؤں کاٹ دینے کا فیصلہ کیا مگر آپ راضی نہ ہوئے۔

مریدوں نے مشورہ کیا کہ دوران نماز پاؤں کاٹ دیا جائے کیوں کہ نماز میں ان کو اپنی ذرا خبر نہیں ہوتی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پاؤں کٹا ہوا پایا۔

۲۶۔ حضرت سری سقطیؒ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ دکانداری کرتے تھے مگر نماز و عبادت کا یہ حال تھا کہ لوگوں کی نگاہ سے بچنے کے لیے دکان پر ایک پردہ ڈال لیا تھا اور اس کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ روزانہ ہزار رکعت نمازیں پڑھتے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو خود زبردست ولی کامل تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سری سقطی اٹھانوے برس تک رات کو سوتے نہیں میں نے آپ سے زیادہ عبادت گزار کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ سلوک کیا ہے؟ آپ نے پوچھا عام یا خاص؟ اس نے کہا دونوں بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا عام سلوک تو یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھے، مال ہو تو زکوٰۃ دے۔ شریعت کے تمام احکام کی اتباع کرے اور خاص سلوک یہ ہے کہ دنیا ترک کر کے اللہ کی عبادت کرے اور خدا کے سوا کسی سے کوئی طلب نہ ہو اور اگر کوئی کچھ دے تو بھی نہ لے۔

۲۷۔ حضرت جنید بغدادیؒ

حضرت جنید بغدادیؒ دکان کیا کرتے تھے۔ ہر روز دکان میں جاتے اور پردہ کر کے چار سو رکعت نماز پڑھا کرتے۔ چالیس سال تک حضرت جنیدؒ گوشہ میں تنہائی میں عبادت کرتے رہے۔ کم از کم تیس سال تک آپ عشاء کی نماز کے بعد کھڑے ہو جاتے اور صبح تک اللہ اللہ کیا کرتے اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے لکھا ہے حضرت جنید بغدادیؒ بڑھاپے کے عالم میں بھی جوانی جیسی عبادت کیا کرتے تھے اور تمام وظائف ادا کیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ اب آپ ضعیف ہو گئے ہیں اوراد کو مختصر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا ابتدائے سلوک میں سب کچھ انہیں اوراد کی بدولت پایا ہے تو کیا انتہائے سلوک میں ان سے دست بردار ہو جاؤں۔

۲۸۔ حضرت زاہد بلخیؒ کی نماز

حضرت زاہد بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بزرگ عصام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟

حضرت زاہد نے فرمایا جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے وضو کرتا ہوں۔ پھر

اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہوتی ہے اور نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے داہنی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر شاید کوئی نماز میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے، اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں پھر معنی کو سوچ کر قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال کے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ حضرت عصام نے پوچھا کتنی مدت سے ایسی نماز پڑھتے ہیں حضرت زاہد نے کہا تیس برس سے حضرت عصام رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت زاہدؒ کی جماعت فوت ہوگئی جس کا بے حد اثر تھا ایک ملنے والوں نے تعزیت کی اس پر رونے لگے کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

۲۹۔ حضرت حسین بن منصورؒ کی نماز

حضرت حسین بن منصور ہر شب و روز میں چار سو رکعت نماز ادا کرتے تھے کسی نے پوچھا آپ کا مقام اتنا بلند ہے آپ کیوں اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ مشقت و راحت تم لوگوں کے لئے ہے سالکان حق فانی الصفت ہوتے ہیں نہ مشقت ان کو ستاتی ہے نہ راحت خبردار کہیں کاہل کو رسیدہ اور حریص کو طالب حق نہ کہہ دینا۔

۳۰۔ حضرت سمنونؒ کی نماز

حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ روزانہ پانچ سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے علامہ زبیدی نے ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے بغداد میں چالیس ہزار درہم مسکینوں اور محتاجوں کو تقسیم کیے حضرت سمنون نے یہ بات سنی تو کہا درہم تو ہمارے پاس ہیں نہیں ہم یہی کریں کہ ہر درہم کے بدلے ایک رکعت نماز ہی پڑھ ڈالیں۔ یہ کہہ کر وہ مدائن گئے اور وہاں چالیس ہزار رکعت نماز پڑھی۔

ذرا غور تو کیجئے اس باخدا بزرگ نے بے روپے پیسے کے نیکی میں دولت مندوں کا مقابلہ

کرنے کے لیے کتنا کامیاب طریقہ ایجاد کیا۔

۴۱۔ حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ کی نماز

حضرت شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چور آیا اور آپ کے کاندھوں سے چادر اتار کر لے جانا چاہتا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ سوکھ گئے۔ چور نے خوف زدہ ہو کر چادر آپ کے کندھے پر ڈال دی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے معذرت چاہی آپ نے فرمایا کہ خدا کی عزت کی قسم! مجھ کو نہ اس کی خبر ہوئی کہ کوئی کب چادر لے گیا نہ اس کی کہ چادر کب واپس آ گئی پھر آپ نے دعا کی اور چور کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

حضرت شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر مکہ معظمہ میں بسر کی رات کو بعد نماز عشاء نوافل میں صبح تک پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے آپ تیس برس تک اکثر کعبہ کے میزاب رحمت کے نیچے بیٹھے رہتے اور اس زمانہ میں دن میں صرف ایک بار وضو کرتے تھے اور ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

۴۲۔ حضرت یوسف بن حسینؒ کی نماز

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نماز عشاء کے بعد تمام رات قیام میں گذار دیتے لوگوں نے پوچھا حضرت عشاء کے بعد سے تمام رات صرف قیام میں گذار دینا کیسی نماز ہے؛ آپ نے فرمایا جب میں قیام کرتا ہوں تو مجھ پر عظمت الٰہی اس طرح غالب ہو جاتی ہے کہ مجھ میں رکوع و سجود کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔

۴۳۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی نماز

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عبادت و ریاضت میں اتنی مشقت برداشت کرتے تھے جو آج کے اور پہلے زمانے میں کم ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے تھے اور جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھا کرتے تھے لیکن باقی نمازیں حجرے میں ادا کرتے۔ پوری رات نماز پڑھتے تھے آپ کا فرمان ہے کہ درد عشق سونے نہیں دیتا اپنے آقا کے حضور قیام کرتے کبھی رکوع کبھی سجدہ کرتے، نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پورا کلام مجید ختم کر ڈالتے۔ روزانہ رات کو سو رکعت پڑھنا آپ کا معمول تھا ان نمازوں میں

سورہ مزمل اکثر پڑھتے۔ سورہ اخلاص اگر پڑھتے تو ایک ایک رکعت میں سو سو بار پڑھ جاتے
خشوع وخضوع کی حالت یہ تھی کہ آنکھوں سے آنسو کے چشمے جاری ہو جاتے آپ کی دعائیں بڑے
عجز کی ہوتی تھیں روتے جاتے اور کہتے۔

یا الٰہی ہم تجھ سے وہ ایمان چاہتے ہیں جو تیری مقدس بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل ہو۔
الٰہی ہم تجھ سے اس یقین کے طالب ہیں جس کو لے کر قیامت کے روز ہم تیرے حضور میں کھڑے
ہو سکیں۔ الٰہی ہم تجھ سے عصمت وطہارت مانگتے ہیں جو ہمیں گناہوں کی غلاظت ونا پاکی سے
پاک کر دے۔ الٰہی ہم تجھ سے وہ علم طلب کرتے ہیں جس سے ہم تیرے اوامر ونواہی کو جان
سکیں۔ الٰہی میرے قلب کو نور معرفت سے بھر دے میری آنکھوں کو سرمۂ بصیرت عطا فرما ہمیں
اس سے بچا کہ ہم اپنی نفسانی خواہشوں میں مبتلا ہوں ہماری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے
اس حالت میں ہمارا رفیق وکارساز ہو جب اہل جود وعطا ہم سے اعراض کرنے لگیں اور ہماری
امیدیں ان سے منقطع ہو جائیں الٰہی ہم اس حالت سے تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم تیرا قرب حاصل
ہونے کے بعد زمرۂ مقربین سے نکال دیئے جائیں اور تیرے مقبول ہونے کے بعد مردود
قرار دے دیئے جائیں۔ الٰہی ہمیں عبادت گذار بندوں کے زمرے میں شامل رکھ اور ہمیں
توفیق عطا فرما کہ ہم تیری حمد وثنا کرتے رہیں۔

شیخ عبداللہ ابن ابو الفتح ہروی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر
تھے ان کا بیان ہے کہ حضرت شیخ [illegible]
فوراً وضو کرتے اور تحیۃ الوضو پڑھتے [illegible] نماز میں مشغول رہتے۔

۴۴۔ حضرت شیخ حاتم الاصم کی نماز

محمد ابن [illegible] نے ایک بار شیخ حاتم الاصم [illegible]
انھوں نے حاتم اصم سے کہا کہ تم لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہو کیا تم اچھی طرح نماز پڑھ
لیتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ شیخ فرقانی نے دریافت کیا کہ تم کس طرح نماز پڑھتے ہو۔
انہوں نے کہا کہ میں اس کے حکم کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں اور خشیت الٰہی (خوف خدا) کے ساتھ
اٹھتا ہوں، نماز میں ہیبت کے ساتھ داخل ہوتا ہوں اور عظمت الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے

تکبیر کہتا ہوں، خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآن پاک پڑھتا ہوں (قرأت ترتیل کے ساتھ کرتا ہوں) خضوع و خشوع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور تشہد کے لیئے کامل طور پر بیٹھتا ہوں، اور سُنّت کے مطابق سلام پھیرتا ہوں، اس کے بعد اپنی نماز خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہوں (قبول فرمالے یا رد فرما دے) مگر تمام زندگی اس کی حفاظت کرتا رہتا ہوں اس پر بھی اپنے نفس کو ملامت کرتا رہتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ شاید میری نماز قبول نہ ہو لیکن نا امید نہیں ہوتا (قبولیت کی اُمید رکھتا ہوں) اس طرح میں خوف و اُمید کے درمیان رہتا ہوں، اس (رب) کا شکر گزار رہتا ہوں جس نے مجھے نماز سکھائی، اور جو مجھ سے نماز سیکھنا چاہتا ہے اس کو میں سکھاتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت فرماتا ہے تو میں اس کی حمد میں مصروف ہو جاتا ہوں یہ تفصیل سن کر محمد بن یوسف فرغانی نے فرمایا کہ آپ جیسے شخص کے لیے وعظ کہنا درست ہے۔

۳۵۔ حضرت ابو حازمؒ کا واقعہ

ابو حازمؒ کا بیان ہے کہ میں سمندر کے ساحل پر تھا ایک صحابیؓ سے ملاقات ہوئی، صحابیؓ نے فرمایا ابو حازم کیا تم اچھی طرح نماز پڑھنا جانتے ہو؟ میں نے کہا میں فرائض اور سنتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں! اس کے علاوہ اچھی طرح نماز پڑھنے کے اور کیا معنی ہیں؟ صحابیؓ نے فرمایا! ابو حازمؒ بتاؤ ادائیگی فرض سے پہلے کھڑے ہونے سے قبل کتنے فرائض ہیں؟ میں نے کہا چھ فرض ہیں؟ انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا (۱) طہارت۔ (۲) ستر عورت (ستر پوشی)۔ (۳) نماز کے لئے پاک جگہ کا انتخاب (۴) نماز کے لئے کھڑا ہونا۔ (۵) نیت کرنا (۶) اور قبلہ رو ہونا انہوں نے دریافت کیا کہ کس نیت کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف جاتے ہو؟ میں نے کہا رب سے ملاقات کرنے کی نیت کے ساتھ انہوں نے کہا کس نیت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتے ہو؟ میں نے کہا عبادت و بندگی کی نیت سے پھر دریافت کیا کہ کس نیت سے عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہو؟ میں نے کہا بندگی کی نیت سے! اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے، صحابیؓ نے پھر دریافت کیا کہ ابو حازمؒ کن چیزوں کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کرتے ہو؟ میں نے کہا تین فرائض اور ایک سنت کے ساتھ! پوچھا وہ کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا، قبلہ رخ کھڑا ہونا فرض ہے، نیت فرض ہے اور تکبیر تحریمہ فرض ہے یہ تین فرائض ہو گئے اور تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ صحابیؓ نے پوچھا کتنی تکبیریں فرض ہیں اور کتنی سنت

میں نے کہا چورانوے (۹۴) تکبیریں ہیں اور ان میں صرف پانچ تکبیریں فرض ہیں باقی سب سنت ہیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ نماز کس چیز سے شروع کرتے ہو؟ میں نے کہا تکبیر سے! انھوں نے پوچھا نماز کی برہان کیا ہے؟ میں نے کہا قرأت! پوچھا نماز کا جوہر کیا ہے؟ میں نے کہا اس کی تسبیحات! انھوں نے پوچھا نماز کی زندگی کیا ہے؟ میں نے کہا خضوع و خشوع! انھوں نے پوچھا خشوع کیا ہے؟ میں نے کہا سجدہ گاہ پر نظر جمائے رکھنا۔ انھوں نے دریافت کیا نماز کا وقار کیا ہے؟ میں نے کہا سکون و اطمینان انھوں نے پوچھا کہ وہ فعل کونسا ہے جس کی بنا پر نماز کے سوا ہر فعل منع ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا تکبیر تحریمہ! انھوں نے پوچھا نماز کو ختم کرنے والی کون سی چیز ہے؟ میں نے کہا سلام پھیرنا انھوں نے دریافت کیا کہ اس کی خصوصی علامت کیا ہے؟ میں نے کہا نماز ختم کرنے کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا۔

صحابیؓ نے دریافت کیا ان سب کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا نیت! انھوں نے کہا نیت کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا یقین! انھوں نے کہا یقین کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا توکل! انھوں نے کہا توکل کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا خوف خدا! انھوں نے کہا خوف خدا کی کنجی کیا چیز ہے؟ میں نے کہا امید دریافت کیا کہ امید کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا صبر! انھوں نے کہا صبر کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا رضا۔ انھوں نے پوچھا رضا کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اطاعت، انھوں نے پوچھا اطاعت کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا اقرار، انھوں نے پوچھا اقرار کی کنجی کیا ہے؟ میں نے کہا علم کے ذریعے سے! انھوں نے پوچھا علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے کہا سیکھنے سے انھوں نے کہا کہ سیکھنے کا ذریعہ کیا تھا؟ میں نے کہا عقل! انھوں نے پوچھا عقل کہاں سے آئی؟ میں نے کہا عقل دو قسم کی ہے۔ ایک عقل وہ ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے دوسری وہ جس کو انسان اپنی لیاقت سے حاصل کرتا ہے۔ جب یہ دونوں جمع ہو جاتی ہیں تو دونوں ایک دوسرے کی مددگار بنتی ہیں، انھوں نے پوچھا یہ سب چیزیں تم کو کہاں سے حاصل ہوئیں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے! اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو ایسی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو۔

ان تمام سوالات و جوابات کے بعد صحابیؓ نے مجھ سے کہا خدا کی قسم! تم نے جنت کی کنجیاں تو کمال کر لیں اب یہ بتاؤ کہ تمہارا فرض کیا ہے اور فرض کا فرض کیا ہے؟ اور وہ کونسا فرض ہے۔

جو فرض کی طرف لے جاتا ہے؟ فرض میں سنت کیا ہے؟ وہ کون سی سنت ہے جس سے فرض پورا ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ فرض کا فرض طہارت ہے، دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو ملا کر چلو بنا کر پانی لینا ایسا فرض ہے جو دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے اور پانی سے انگلیوں کا خلال کرنا ایسی سنت ہے جو فرض میں داخل ہے اور وہ سنت جس سے فرض کی تکمیل ہو جائے ختنہ کرانا ہے، یہ سن کر صحابی نے فرمایا ابو حازمؒ! تم نے اپنے اوپر حجت تمام کر لی اب کچھ باقی نہیں ہے لیکن ہنستا اور رفتا دیکھ کھانا کھانے میں تم پر کیا فرض ہے اور کیا سنت ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ کیا کھانا کھانے میں بھی فرض و سنت ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں اس میں چار فرض ہیں چار سنتیں ہیں اور چار باتیں مستحب ہیں۔

فرمایا فرض تو یہ باتیں ہیں: ابتدا (شروع کرتے وقت) بسم اللہ کہنا۔ (۲) اللہ کی حمد کرنا۔ (۳) شکر بجالانا۔ (۴) پہچاننا کہ جو کھانا اللہ نے دیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔ بائیں ران پر زور دے کر بیٹھنا ٹیک لگانا۔ تین انگلیوں سے کھانا، لقمہ خوب چبانا آخر میں انگلیاں چاٹنا۔ یہ چار سنتیں ہیں، پہلے دونوں ہاتھ دھونا۔ لقمہ چھوٹا لینا، اپنے سامنے سے کھانا اور اپنے ہم طعام کی طرف کم دیکھنا، یہ چار عمل مستحب یا تہذیبی امور ہیں۔

انہیں تعجب ہوا اور شیخ کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے لوٹ آئیں اور ٹھہری رہیں حتیٰ کہ شیخ آئے تو ان سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے اس لونڈی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں اور چکی اپنے آپ گھوم رہی تھی۔ فرمایا وہ لونڈی نہیں ہے وہ میرا فلاں بھائی ہے۔ انہوں نے کہا میں استغفار کرتی ہوں اور میں تم دونوں کی لونڈی ہوں۔

۲۔ نماز کی برکت سے زمین پر ہاتھ مار کر اشرفیاں حاصل کرنا

ایک اہل روم سے مروی ہے کہ میرے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمان ہم پر چڑھ آئے اور میں ان کی تاک میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن عرب کی فوج کو غافل پا کر میں نے تقریباً دس آدمی ان میں سے گرفتار کر لیے اور مقید کر کے خچروں پر سوار کیا اور ہر ایک پر ایک ایک پہرہ دار مقرر کیا۔ ایک دن میں نے ان میں سے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا میں نے اس کے نگہبان سے اس کے متعلق جواب طلب کیا اس نے کہا کہ یہ شخص جب نماز کا وقت آتا ہے تو مجھ سے کہتا ہے۔ ایک اشرفی دوں گا مجھے نماز پڑھ لینے دے ہمیشہ سے اسی طرح دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے میں نے کہا اس کے پاس کچھ ہے کیا نہیں ہے لیکن جب وہ نماز ادا کر چکتا ہے تو اپنا ہاتھ زمین پر مار کر اٹھاتا ہے تو اس کے ہاتھ میں ایک اشرفی آجاتی ہے اور وہ مجھے دے دیتا ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو میں نے پرانے کپڑے پہنے اور ایک ادنیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس شخص کے نگران سپاہی کے ساتھ ہو لیا تاکہ اس کا حال دیکھوں۔ جب ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے اشارہ سے کہا اگر نماز پڑھنے دو گے تو میں تمہیں ایک دینار دوں گا۔ میں نے اشارہ سے کہا میں دو دینار لوں گا۔ پھر انہوں نے اشارہ سے کہا اچھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو زمین پر ہاتھ مار کر دو دینار نکالے اور میرے حوالے کیے۔ جب عصر کا وقت آیا تو انہوں نے پھر پہلے ہی کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں پانچ دینار سے کم نہ لوں گا۔ کہا اچھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پہلے کی طرح زمین پر ہاتھ مار کر پانچ دینار مجھے اٹھا دیئے۔ جب مغرب کا وقت آیا تو پھر اشارہ کیا میں نے کہا میں دس دینار سے کم نہ لوں گا۔ انہوں نے قبول کیا اور نماز سے فارغ ہو کر پہلے کی طرح زمین پر ہاتھ مار کر دس دینار میرے حوالے کیے۔ جب وہ منزل پر پہنچے اور صبح ہوئی تو میں نے ان کی حالت

دریافت کی اور انہیں دار الاسلام کی جانب لوٹنے کی اجازت دی۔ انہوں نے لوٹ جانا قبول کیا۔
میں نے انہیں ایک خچر پر سوار کر کے ان کے ساتھ توشہ بھی رکھ دیا اور اپنے آپ کو میں نے خچر پر سوار
کیا۔ اس وقت انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو اس کے پاس جو دین پسند ہے اس دین میں قوت دے۔
اسی وقت سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں نے ان کے ہمراہ اپنی مقرب جماعت
کے کئی آدمی حفاظت کے واسطے بھیجے اور ان سے کہہ دیا کہ دار الاسلام میں جو پہلا شہر تمہیں ملے اس
میں انہیں پہنچا دینا۔ اور ان کو دوات کاغذ دیا اور ایک نشان مقرر کیا کہ تم پہنچ کر یہ نشان کاغذ
پر لکھ دینا کہ میں جان لوں کہ انہوں نے احتیاط سے تمہیں پہنچا دیا۔ ہمارے اور اس شہر کے درمیان
چار روز کا راستہ تھا۔ جب پانچواں روز ہوا تو وہ لوگ واپس لوٹ آئے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں
ان لوگوں نے قتل نہ کر دیا ہو۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا جب ہم تجھ سے جدا ہوئے
تو ایک لحظہ میں وہاں پہنچ گئے اور یہ چار دن ہمیں لوٹنے میں لگے۔

۳۔ ایک نمازی لڑکی کا قصہ

حضرت عبد اللہ ابن شجاع مصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں اپنے سیاحت کے زمانہ میں مصر میں قیام پذیر
تھا۔ وہاں مجھے نکاح کی ضرورت ہوئی میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کیا۔ لوگوں نے کہا یہاں ایک
عورت صوفیہ ہے اس کی لڑکی قریب البلوغ ہے چنانچہ میں نے اس کو نکاح کا پیغام دیا اور اس کے
ساتھ میرا نکاح ہو گیا۔ جب میں اس کے پاس داخل ہوا تو وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کر رہی
تھی، مجھے شرم آئی کہ ایسی کم سن لڑکی نماز پڑھ رہی ہے اور میں نہ پڑھوں۔ میں نے بھی قبلہ کی طرف متوجہ
ہو کر نماز پڑھنا شروع کی اور جتنا مجھ سے ہو سکا ادا کیا اس کے بعد مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں اپنے مصلے
پر لیٹ گیا اور وہ بھی اپنے مصلے پر سو گئی دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ جب بہت دنوں تک
یہی حالت رہی تو ایک دن میں نے اس سے کہا اے لڑکی ہمارے اس اجتماع کا کوئی مقصود
بھی ہے۔ اس نے جواب دیا میں اپنے مولا کی خدمت میں ہوں، لیکن جس کا مجھ پر حق ہے اسے
میں منع بھی نہیں کرتی۔ مجھے اس کی باتوں سے شرم آئی اور گزشتہ طریق پر میں نے ایک مہینہ گزارا۔
پھر میرا قصد سفر کا ہوا۔ میں نے کہا اے بیوی اس نے کہا لبیک۔ میں نے کہا میرا سفر کا ارادہ ہے۔ کہنے
لگی تم عافیت کے ساتھ رہو اور خدا تم کو مکروہات سے سلامت رکھے اور مقصود عطا کرے جب

میں دروازے تک پہنچا تو وہ دکھ کر کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے میرے سردار ہمارے درمیان دنیا میں ایک
عہد تھا جو پورا نہ ہو سکا۔ ممکن ہے ان شاء اللہ جنت میں پورا ہو گا۔ پھر کہا میں تمہیں اللہ کے سپرد
کرتی ہوں وہی سب سے بہتر امانت دار ہے چنانچہ اس سے وداع ہو کر چلا گیا۔ پھر دو سال کے
بعد میں نے اس کی حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے زیادہ عبادت و ریاضت میں
مشغول ہے۔

۴۔ نماز کی برکت سے چار خصائل کا پیدا ہونا

حضرت شیخ ابن عراف سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غمگین اٹھا اور
شیخ ابو القاسم ابن مروبن سے میں نے کہا کہ کوئی حکایت بیان کرو شاید اس کے سبب اللہ تعالیٰ میرا
غم دور کرے۔ کہا اچھا اور مجھ سے ایک شخص کی جو ساحل پر بستے تھے تعریف کی گئی۔ انہیں ابو
البناز کہا جاتا تھا۔ میں ان سے ملنے کے قصد سے ساحل پہنچا اور انہیں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ انہوں
نے مجھ سے [illegible] میں نے ان سے کچھ [illegible] کہ جب نماز کا وقت آیا تو کچھ لوگ چاروں
طرف سے [illegible] متفرق تھے آ کے ان کے پاس جمع ہوئے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ
کر نماز پڑھائی پھر وہ لوگ [illegible] کسی نے کسی سے کچھ کلام نہ کیا اور شیخ بھی اپنی جگہ آ بیٹھے
[illegible] پھر جب [illegible] وقت آیا اسی طرح سے سب لوگ جمع ہوئے
[illegible] تو پھر جمع ہو کر نماز پڑھی اور بیٹھ
[illegible] جب دوسرے آفتاب کا وقت ہوا تو پھر
[illegible] سنت بھی پڑھ گئے پھر متفرق ہو گئے۔ اسی طرح تین دن رہا۔ ان
[illegible] سے استفادہ کی نیت سے ایک سوال کروں۔ اور
[illegible] اے شیخ میں ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہو۔ جماعت
کے لوگوں نے میری طرف حیرت کی نظر سے دیکھا میں گھبرایا اور پوچھا اے شیخ مرید کو اپنا
مرید ہونا کب معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ شیخ مجھ
سے خفا ہو گئے ہوں اور میں ان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں نے
کہا یہ تو پوچھنا ہی چاہیے اور عزم مصمم کر کے آگے بڑھا اور کہا اے شیخ مرید کو کب معلوم ہوتا

ہے کہ میں مرید ہوں، انہوں نے پہلے ہی کی طرح مجھ سے اعراض کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں اُٹھ کر چلا آیا۔ پھر تیسرے دن میں نے یہی سوال کیا اور آپ نے مجھ سے مل کر فرمایا ایسا مت سوال کرو۔ شاید تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا جب کہ اس مرید میں چار خصلتیں پیدا ہو جائیں۔ ایک تو یہ کہ زمین اس کے واسطے لپیٹی جاوے اور ساری زمین ایک قدم ہو جائے اور پانی پر چلنے لگے اور جو چیز جس وقت دنیا میں کھانا چاہے کھا سکے اور اس کی دعا درست کی جائے۔ اس وقت ارادت میں مرید پہلا قدم رکھتا ہے اور جب مرید اپنے کو مرید جاننے لگے تو وہ چار سے نزدیک حد ارادت سے گر جاتا ہے۔ حضرت شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے ایک چیخ ماری قریب تھا کہ میری جان نکل جائے۔ پھر ان سے کہا کہ تم نے مجھے ارادت سے ناامید کر دیا ہے۔ ابوالقاسم اور میں اس شیخ کی حالت سے متعجب ہوا۔

۵۔ حضرت ابراہیم بن ادہم اور ایک شخص کا قصہ

ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شہر میں پہنچا کہ [illegible] جب [illegible] ہوا [illegible] آکر کہا یہاں سے نکلو میں دروازہ بند کرتا ہوں۔ میں نے کہا میں [illegible] گا [illegible] اور چپاتیاں چراتے ہیں ہم کسی کو یہاں [illegible] نہیں [illegible] چاہئے [illegible] ابراہیم [illegible] میں نے کہا میں ابراہیم ابن ادہم ہوں [illegible] تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے [illegible] سے میری ٹانگ پکڑ کر کھینچا اور تنور حمام کے [illegible] کر چلا گیا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو ایک نمازی آگ جلانے والا حمام [illegible] آگ جلا رہا ہے۔ میں نے جی میں کہا اسی کے پاس چل کر شب گذارنا چاہئے۔ چنانچہ میں نیچے اتر کر اس شخص کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ ایک موٹے سن کا کپڑا پہنے تھا۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ بلکہ اشارہ کے ساتھ مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا وہ شخص خوف زدہ کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف دیکھتا جاتا تھا مجھے اس سے اندیشہ معلوم ہونے لگا۔ جب وہ حمام جھونک چکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور

سے بہت خوش ہوئے۔ ایک مدت تک وہ ہمارے پاس اسی طرح آتا جاتا رہا۔ پھر اس کا آنا موقوف
ہوگیا۔ ایک بار ہم اس کی ملاقات کے ارادہ سے اس قریہ میں گئے اور اس کے بارے میں دریافت کیا۔
لوگوں نے کہا وہ ابو عبداللہ صیاد ہیں۔ اس وقت شکار کو گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔ ہم انتظار میں بیٹھے
تھے کہ وہ سامنے سے آئے اور حال یہ تھا کہ ایک ٹکڑے کپڑے کی لنگی اور ایک ٹکڑے کی چادر
بنائے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں کئے پرندے زندہ اور کچھ ایک ذبح کیے ہوئے ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔
ہم نے کہا آپ ہماری مجلس کی رونق افزائی کیا کرتے تھے اب کیا ہوگیا جو بالکل ترک کر دیا۔ کہا
کیا سچ کہہ دوں۔ میرا ایک ہمسایہ تھا [illegible] اور میں تمہارے یہاں آتا تھا۔ اب وہ
شخص سفر کو گیا ہے [illegible] ہم ان کے مکان پر پہنچ کر
بیٹھے اور اپنی بیوی کو ذبح کیے ہوئے پرندے [illegible] بازار گئے
اور انہیں بیچ کر روٹیاں خرید لائے۔ اتنی دیر میں بیوی نے سالن تیار کر رکھا تھا۔ ہم کھانا کھا کر نکلے
تو آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ تم نے [illegible] اور صلاح
کی کیفیت دیکھی [illegible] سے [illegible]
تمہیں ایسا کرنا چاہیے کہ کچھ [illegible] چنانچہ
ہم نے آپس میں [illegible]
چلے۔ جب ہم [illegible]
ابن شبیب کو میرے پاس [illegible]
آئے ہو۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے [illegible]
اور اسی وقت دس ہزار درہم کا توڑا منگا کر اور ایک [illegible] کر
دیا میں اور خوش ہوا اور جلدی سے اسی گاؤں کی طرف روانہ ہوا اور ان کے [illegible] سلام
کیا۔ وہ جواب دیتے ہوئے باہر نکلے جب میرے ہمراہ فراش کو اور اشرفیوں کے توڑوں کو دیکھا
تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور کہنے لگے اے شخص تجھے مجھ سے کیا علاقہ کیا تو مجھے فتنہ
میں ڈالنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اے ابو عبداللہ بیٹھ جاؤ۔ واقعہ یہ ہے۔ چنانچہ میں نے سارا
قصہ کہہ سنایا۔ میں نے کہا تم جانتے ہو کہ وہ ایک ظالم امیر ہے۔ تم خدا کے واسطے اپنے نفس کو بچاؤ

اور یہ سلے لو۔ یہ سن کر ان کا غصہ اور تیز ہوا۔ اسی وقت گھر میں جاکر دروازہ بند کر لیا میں ناامید ہو کر امیر کے پاس لوٹ آیا اور بغیر سچ کہنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ناچار واقعہ بیان کیا سنتے ہی کہنے لگا۔ یہ شخص خارجی معلوم ہوتا ہے اور غلام سے کہا تلوار لے آ۔ جب وہ لے آیا تو میرے ساتھ کر دیا اور کہا ان کے ساتھ جا کر اس کا سر کاٹ لاؤ۔ میں نے کہا خدا امیر کو سلامت رکھے اس شخص کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ وہ خارجی نہیں ہے۔ میں انہیں تمہارے پاس بلاتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں میرا مقصود ان کو اس سے بچانا تھا۔ اس پر امیر کو اطمینان ہوا اور میں روانہ ہو کر ان کے دروازہ پر پہنچا اور سلام کیا تو ان کی بیوی کو روتا ہوا پایا کہنے لگی کچھ خبر بھی ہے تمہارے ابو عبداللہ کا کیا قصہ ہوا۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے کہا انہوں نے گھر میں آکر جو کچھ ان کے پاس تھا رکھ دیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور میں نے انہیں یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے اور فتنہ میں نہ ڈال یہ کہتے ہوئے لیٹ گئے۔ میں ان کے پاس پہنچی تو ان کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ ان کی لاش موجود ہے۔ میں نے کہا اے بیوی یہ ہمارا بہت ہی بڑا قصہ ہے۔ پس اب اس کا ذکر ہی نہ کرو۔ یہ کہہ کر ویسے ہی لوٹ کر میں امیر کے پاس آیا اور سارا حال میں نے اس سے بیان کیا۔ امیر نے کہا میں اس شخص کی نماز پڑھاؤں گا۔ یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی۔ چنانچہ تمام اہل شہر مع اُمراء اور رؤسا کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

۷۔ نماز کے بعد دعا کرنے سے بینگن سونا بن گئے

بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ فقراء کی ایک جماعت ایک حبشی کی زیارت کو گئی جو انگور کے ایک باغ کی پاسبانی کرتے تھے اور مقبل ان کا نام تھا میں بھی ان فقراء کے ہمراہ ہو لیا۔ ہم ایک بینگن کے کھیت پر پہنچے تو اس کھیت میں وہی حبشی کھڑے نماز ادا کر رہے تھے ہم سلام کر کے بیٹھ گئے انہوں نے سلام پھیر کر ایک تھیلی نکالی جس میں خشک روٹی کے ٹکڑے اور معمولی نمک تھا۔ ہم سے کہا کھاؤ۔ ہم کھانے لگے اور کچھ لوگ آپس میں کراماتِ اولیاء کا تذکرہ کرنے لگے۔ وہ صاحب بالکل خاموش تھے بعض فقراء نے آپ سے کہا کہ اے مقبل ہم آپ کو زیارت کو آئے اور آپ کچھ بات ہی نہیں کرتے۔ کہا میں کیا کہوں اور میرے پاس کیا ہے جس کی خبر دوں البتہ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر اللہ سے سوال کرے کہ ان بینگنوں کو سونا بنا دے تو اللہ تعالیٰ

سونا بنا دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص ابھی یہ کلام پورا بھی نہ کر چکا تھا کہ سارے بینگن سونا بن گئے چمکنے لگے۔ ایک شخص نے کہا اے مقبل ان کا کوئی پیڑ کوئی شخص اکھاڑ بھی سکتا ہے۔ انہوں نے کہا تو اکھاڑ لے چنانچہ اس نے ایک پیڑ جڑ سے اکھاڑ لیا جو بالکل سونے کا تھا۔ اس میں سے ایک چھوٹا بینگن اور چند پتے گرے جن کو میں نے اٹھا لیا وہ ابھی تک میرے پاس ہیں۔ پھر مقبل نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی کہ ان بینگنوں کو اپنی اصلی صورت کی طرف لوٹا دے۔ ویسا ہی ہو گیا اور کھڑے ہوئے پیڑ کے بجائے دوسرا ایک پیڑ بھی لگ گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

۸۔ اچھے نمازیوں کی آپس میں ملاقات کا ایک واقعہ

حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن میں ابو جہیز نابینا کی زیارت کے ارادہ سے چلا۔ وہ شہر سے نکل گئے تھے۔ اور ان کے واسطے ایک مسجد بنائی گئی تھی، اس میں عبادت کرتے تھے۔ میں ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ ناگاہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا ابو جہیز کے پاس فرمایا میں بھی انہیں کے پاس جا رہا ہوں۔ ہم دونوں آگے بڑھے تو ناگاہ حبیب عجمی ملے پوچھا تم کہاں جاتے ہو ہم نے کہا ابو جہیز کے پاس کہا میں بھی انہیں کے پاس جا رہا ہوں۔ ہم اور آگے چلے تو ہمیں مالک ابن دینار ملے انہوں نے پوچھا تم کہاں جاتے ہو۔ ہم نے کہا ابو جہیز کے پاس۔ فرمایا میں بھی وہیں چل رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت ثابت بنانی نے کہا آؤ دو رکعت نماز پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن اللہ کے پاس گواہی دے۔ پھر ان کے گھر پہنچ کر ان کو خبر کر کے تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور بیٹھ گئے جب ظہر کا وقت ہوا تو وہ گھر سے نکلے اور اذان دے کر اقامت کہی نماز پڑھائی ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ بعد نماز کے محمد بن واسع کھڑے ہو کر ان سے ملے پوچھا تم کون ہو کہا محمد بن واسع تمہارا بھائی ہوں۔ فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت سنا جاتا ہے کہ تم بصرہ میں سب سے اچھے نمازی ہو۔ وہ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر ثابت بنانی ملے پوچھا تم کون ہو کہا ثابت بنانی فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے زیادہ نمازی ہو۔ وہ بھی سن کر خاموش رہے۔ پھر مالک ابن دینار ملے پوچھا تم کون ہو کہا میں مالک ابن دینار ہوں فرمایا واہ واہ تمہاری نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں تم سب سے بڑے زاہد ہو۔ پھر

حبیب عجمی نے ملاقات کی پوچھا تم کون ہو کہا حبیب عجمی فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ
تم مستجاب الدعوات ہو وہ بھی سن کر ساکت رہے پھر میں نے ملاقات کی۔ پوچھا تم کون ہو۔ میں نے
کہا میں صالح مری ہوں فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ تمہاری آواز بصرہ والوں میں سب
سے اچھی ہے پھر فرمایا میں تمہاری آواز کا مشتاق مدت سے تھا۔ آؤ پانچ آیتیں کتاب اللہ کی
مجھے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت صالح کہتے ہیں کہ میں نے قرارت آیت یوم یرون الملئکۃ لا
بشری یومئذ للمجرمین سے شروع کی اور جب هباء منثورا پر پہنچا تو ایک چیخ مار
کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا وہی آیتیں پھر سناؤ۔ میں نے پھر پڑھا۔ پھر ایک چیخ
ماری اور دنیا سے انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اتنے میں ان کی بیوی نکل آئیں اور پوچھا کہ تم کون لوگ
ہو ہم نے خبر دی۔ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا ابو جہیز کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے کہا ہاں خدا تمہیں
اجر دے۔ تمہیں کیوں کر معلوم ہوا۔ کہا میں انہیں اکثر دعا میں یہ کہتے ہوئے سنتی تھی کہ میری موت
کے وقت اے اللہ اپنے اولیاء کو جمع کر دے اس واسطے میں جان گئی کہ تم لوگ ان کی موت کے
واسطے اکٹھے ہوئے۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور کفنایا اور نماز پڑھ کر دفنایا۔

نماز کی برکت سے غیب سے کھانا ملنے کا واقعہ

ایک فقیر فرماتے ہیں کہ میں ایک
دن خلوت مع اللہ اور سیاحت
کی نیت سے جنگل کا قصد کر کے چلا جب تین دن سفر کرتا رہا تو چوتھے روز میرے باطن میں ناگاہ
دو آدمی ادھیڑ عمر کے خوبصورت بھیری میں میرے پاس پہنچے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا
پوچھا تمہارا کیا نام ہے میں نے کہا عبداللہ ایک نے ان میں سے کہا ہم بھی اللہ کے بندے ہیں۔
اللہ کی طرف سے جا رہے ہیں۔ ہم تینوں آگے چلے جب نماز ظہر کا وقت آیا تو ایک نے مجھ
سے پوچھا کیا یہی وقت ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا تمہیں نماز پڑھاؤ گے۔ میں نے کہا
اس بوجھ سے مجھے سبکدوش کرو تم میں سے کوئی پڑھا دے۔ چنانچہ ایک نے نماز پڑھائی اور ہم
سب نے نماز ادا کی جب ہم اپنی سنتوں سے فارغ ہوئے تو ہمارے سامنے ایک طبق لے
آئے جس میں ایک خوشہ انگور کا اور انجیر تھے ایسے عمدہ کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے۔ اور
کہا بسم اللہ ہم سب نے بقدر ضرورت کھایا اور وہاں سے چلے۔ جب دوسرے دن نماز ظہر کا

وقت آیا تو میری طرف دیکھ کر کہا یہی وقت ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں پھر کہا ہمیں نماز پڑھاؤ گے۔ میں نے کہا اس بوجھ سے تو مجھے سبکدوش کر دو اس نے دوسرے ساتھی سے کہا تم نماز پڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے نماز پڑھائی۔ جب ہم سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے اور امام بھی فارغ ہوئے تو پھر امام نے ایک طبق حاضر کیا جس میں انگور اور انجیر تھے۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور پیٹ بھرنے کے بعد باقی چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔ جب تیسرا دن ہوا تو میرے دل میں آیا کہ یہ لوگ مجھے نماز پڑھانے کو کہیں گے اور مجھے موافقت بھی لازم ہے اور ویسا ہی فعل بھی ضرور ہے۔ پھر میں نے آنکھ آسمان کی جانب اٹھا کر کہا اے اللہ آپ بدون استحقاق کے نعمت دینے والے ہیں اور میں بھی آپ کا ضعیف بندہ ہوں۔ کسی طرح نعمت کا مستحق نہیں ہوں۔ لیکن اپنی خواہش آپ کے سامنے لایا ہوں۔ آپ ہر شئے پر قادر ہیں۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو ایک نے مجھ سے پوچھا یہی وقت ہے میں نے کہا ہاں۔ کہا تم نماز پڑھاؤ گے۔ میں نے کہا انشاء اللہ ایک نے ان میں سے اقامت کہی اور میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور سلام پھیر کر دو رکعتیں سنتیں ادا کیں۔ پھر میں نے سیدھی جانب پھر کر دیکھا تو وہ طبق رکھا تھا اور اس میں انگور کا خوشہ اور انجیر اور انار تھے۔ میں نے وہ طبق ان کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے اور میں نے مل کر کھایا اور کچھ بقیہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بدون استحقاق کے مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی۔ اس کے بعد ہم چالیس دن مقیم رہے۔ ہر ایک اپنے مقصود کی طرف متوجہ تھا اور نمازوں کے وقت جمع ہوتے تھے اور ہر ایک، ایک دن نماز پڑھاتا تھا اور جب سلام پھیرتا تو طبق مذکو پیش کرتا اور میں بھی اسی طرح ان کے ساتھ رہا۔ اور ایک طبق جس میں انگور، انجیر اور انار ہوتے تھے اپنی باری کے دن پیش کرتا تھا۔ جب چالیس دن ہو گئے تو انہوں نے کہا تمہارا اللہ حافظ۔ میں نے کہا تمہارا بھی۔ اور ہم سب ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور کسی نے دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھی۔ پھر میں اس کے بعد بھی ایک مدت تک اسی حال پر رہا مجھ پر ہر روز اللہ کی نئی نئی نعمت اترتی تھی۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اور جب اللہ کا شکر ادا کرتا تھا تو نعمت و احسان اور زیادہ ہوتے تھے۔

۱۰۔ نماز کے ذریعے ہاتف غیبی سے رہنمائی کا واقعہ

ایک فقیر سے مروی ہے کہ میں ملک خراسان کے ایک شہر میں داخل ہوا اور بازار میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک خوب صورت جوان راستہ میں ملے اور سلام کیا اور میرے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جب میں بازار سے نکلا تو کہا خدا کے لیے میرے مہمان ہو جاؤ۔ میں ان کے ساتھ گیا اور وہ مجھے ایک خوب صورت گھر میں لے گئے جہاں خیر کے آثار معلوم ہوتے تھے مجھے بٹھا کر تھوڑی دیر وہ غائب ہوئے اور ایک بڑے بوڑھے آدمی کو ہمراہ لے آئے مجھ سے کہا یہ میرے باپ ہیں ان کے واسطے دعا کرو۔ میں ان کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ وہ شخص کھانا لے آئے ہم نے کھانا کھایا اور ہاتھ دھو کر میں جانے لگا تو اس نے کہا آپ تین دن تک میرے مہمان ہیں۔ چنانچہ میں تین دن تک اللہ کے لیے ان کے یہاں رہا۔ ہر چند میرا اکرام زیادہ کرتے تھے۔ جب چوتھا روز ہوا تو میں نے رخصت ہو کر نکلنا چاہا تو اس شخص نے کہا اے بیٹے آج تم میرے مہمان ہو۔ اس دن میں [illegible] جب دوسرا دن ہوا تو خدا حافظ کہہ کے کھڑا ہوا اور رخصت ہو کر چلا تو [illegible] جب میں شہر سے باہر نکلا تو اس نے مجھے رخصت کیا [illegible] کہا حضرت یہ راستہ کا توشہ ہے اسے قبول فرما [illegible] شہر میں داخل ہوا اور فقراء کو تلاش کیا [illegible] ایک خوبصورت شیخ میرے پاس [illegible] سلام کیا [illegible] کہ یہ شخص ولی اللہ ہے چونکہ نماز کا وقت قریب [illegible] داخل ہوا [illegible] نماز ادا کر کے بیٹھ رہا۔ مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ [illegible] نے مجھ سے کہا کہ وہ [illegible] جو تمہارے پاس ہے اس شیخ صالح کو جو ابھی تمہارے [illegible] تھے [illegible] کے صالح بندے ہیں۔ میں اسی وقت بیدار ہوا اور ان کی تلاش میں [illegible] کہا اے اللہ انہیں شیخ کی حرمت سے ان کی ملاقات کرا دیجئے۔ ابھی یہ دعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ وہی [illegible] شیخ نہر سے لوٹے میں پانی لیے ہوئے میرے سامنے آ گئے۔ میں نے بٹوہ کھولا تو اس میں پانچ دینار اور پانچ درہم تھے۔ میں نے انہیں جمع کیا اور ان کا ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ انہوں نے وہ دام لے لیے اور فرمایا اے

بیٹے جو غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے اُسے خدا کے یہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ میں نے کہا حضرت میرے
واسطے خدا سے دعا کیجیے کہا یحفظک اللہ و یحفظ علیک۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے
فرمایا اخلاص کو لازم پکڑ اور اپنے اور اللہ کے درمیان جو عہد ہے اس کی نگہداشت رکھ۔ پھر
مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

۱۱۔ حضرت ابوحازمؒ کی نماز کا حال

مروی ہے کہ سلیمان ابن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحازم رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابوحازم
کیا بات ہے کہ ہم موت کو بُرا جانتے ہیں فرمایا اس لئے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت
کو ویران کیا ہے۔ اور تم آبادی سے ویرانے کی طرف کو جانا بُرا جانتے ہو۔ سلیمان نے کہا تم سچ
کہتے ہو۔ پھر کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کل میرا اللہ کے یہاں کیا حال ہوگا فرمایا اپنا عمل کتاب اللہ پر
منطبق کر تجھے اپنا کل کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ میں کہاں ملے گا۔ فرمایا اس
آیت میں ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم۔ سلیمان نے کہا پھر اللہ کی رحمت کہاں
گئی۔ فرمایا قریب ہے محسنین کے۔ سلیمان نے کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ
کے سامنے پیشی کس طرح ہوگی فرمایا نیکوکار تو ایسا ہوگا جیسے کوئی مسافر اپنے گھر آتا ہے خوش خرم
ہوتا ہے، اور بدکار ایسے پیش ہوگا جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام پکڑ کر اپنے مالک کے سامنے پیش ہو خوفناک
اور حسرت زدہ آتا ہے۔ یہ سن کر سلیمان [illegible] حضرت ابوحازم سے سوال کیا گیا
کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں فرمایا جب نماز کا وقت قریب ہوتا ہے تو پھر اس کی
رعایت کے ساتھ کامل وضو کرتا ہوں پھر نماز کی طرف متوجہ ہوتا ہوں [illegible]
کر دائیں طرف جنت کو بائیں طرف دوزخ اور پل صراط قدموں کے نیچے [illegible]
خبردار تصور کرکے نماز پڑھتا ہوں اور یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ اس کے بعد
مجھے نماز پڑھنا میسر نہ ہوگا پھر تعظیم کے ساتھ رکوع اور تواضع کے ساتھ سجدہ اور امام کے ساتھ
سلام پھیرتا ہوں پھر اس خوف سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہوں کہ نہ معلوم یہ نماز میری قبول کی جاتی ہے
یا میرے منہ پر ماری جاتی ہے۔ سائل نے ان سے پوچھا کب سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو۔
فرمایا چالیس سال سے۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کاش ساری عمر میں ایک نماز ایسی پڑھ لوں تو

کامیاب ہوا [illegible]۔

۱۲- ایک نمازی عابد اور ایک تاجر کا قصہ

بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے قصد سے داخل ہوا وہاں ایک عابد اور ایک تاجر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ عابد دعا مانگ رہا تھا کہ اے مالک میں آج فلاں فلاں قسم کا کھانا فلاں فلاں قسم کا حلوہ چاہتا ہوں۔ اس تاجر نے کہا اگر یہ شخص مجھ سے مانگتا تو میں ضرور کھلاتا لیکن وہ حیلہ گری کر رہا ہے میرے سامنے اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ میں کھلاؤں۔ قسم ہے اللہ کی میں ہرگز اسے کچھ نہ کھلاؤں گا۔ وہ عابد دعا سے فارغ ہو کر مسجد میں ایک گوشہ میں سو گئے ناگاہ مسجد میں ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں ایک خوان سرپوش ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے مسجد کے چاروں طرف دیکھا تو ان عابد کو ایک گوشہ میں سوتا ہوا پایا ان کے پاس آ کر انہیں جگایا اور خوان ان کے آگے رکھ کر ہٹ گیا۔ اس تاجر نے جو دیکھا تو اس میں اتنے ہی اقسام کے کھانے تھے جتنے اس نے طلب کیے تھے۔ انہوں نے بقدر اشتہا کھایا اور بقیہ پھیر دیا۔ تاجر نے اس کھانے والے سے دریافت کیا کہ تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تو اس شخص کو پہلے سے جانتا تھا۔ اس نے کہا واللہ میں نہیں جانتا تھا۔ لیکن ایک مزدور آدمی ہوں۔ ایک سال سے میری لڑکی اور بیوی ان کھانوں کا شوق رکھتے تھے مگر اتفاق نہیں ہوتا تھا آج کسی نے ایک شخص کا بوجھ اٹھایا تو اس نے ایک مثقال سونا مجھے دے دیا۔ میں گوشت وغیرہ خرید لایا اور میری بیوی پکانے لگی۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی خواب میں میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ آج تمہارے یہاں ایک ولی اللہ آئے ہیں [illegible] مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تو جو کچھ تو نے اپنے اہل کے واسطے پکایا ہے۔ [illegible] ان کے پاس لے جا وہ اپنی حاجت کے موافق کھا لیں گے اور بقیہ میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا اور میں تیرے لیے جنت کی کفالت کرتا ہوں۔ میں نے بیدار ہو کر اس کی تعمیل کی۔ تاجر نے کہا میں نے اس شخص کو یہ کھانے اللہ سے مانگتے سنا تھا۔ پھر پوچھا تو نے اس پر کیا صرف کیا ہے۔ اس نے کہا ایک مثقال سونا۔ تاجر نے کہا مجھ سے دس مثقال لے کر اپنے ثواب میں مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنا لے۔ اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ تاجر نے کہا بیس

مثقال لے لے اس نے کہا نہیں، تاجر نے کہا پچاس مثقال لے کر اپنے ساتھ شریک بنا لے، اس نے
کہا نہیں، پھر کہا سو مثقال لے کر شریک بنا لے۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی میں ہرگز ایسی چیز کو جس
کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت کی ہے نہ فروخت کروں گا۔ اگرچہ تو ساری دنیا اس کی قیمت
میں دے دے۔ اگر تجھے اجرت لینا تھا تو مجھ سے پہلے تو نے اس عابد کی خواہش پوری کی ہوتی
مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ تاجر اپنی غفلت
سے بہت نادم ہوا لیکن اس کی ندامت نے کچھ نفع نہ دیا اور پریشان ہو کر مسجد سے نکلا جیسے اپنی
گمشدہ چیز کی وجہ سے کوئی پریشان ہوا کرتا ہے۔

۱۳۔ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا

سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
عجائبات و کرامات سے پہلے پہل یہ دیکھا کہ میں ایک
تنہائی کے مقام میں گیا جہاں میرے قلب کو تقرب الٰہی کا مزہ آیا اور وہ جگہ اچھی معلوم ہوئی اور
نماز کا وقت آ گیا۔ میری عادت ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کی تھی لیکن سے مجھے پانی نہ ملنے
کی وجہ سے غم اور رنج کر رہا تھا ناگاہ ایک ریچھ نظر پڑا جو دو پاؤں سے چل رہا تھا اس کے
ہاتھوں میں پانی سے بھرا ہوا سبز گھڑا تھا۔ وہ دور سے معلوم ہوتا تھا کہ آدمی ہے۔ میرے قریب
آ کر اس نے گھڑا سامنے رکھ دیا اور سلام کیا۔ میرے جی میں ایک طرح کا اعتراض پیدا ہوا اور میں نے
پوچھا کہ یہ پانی اور گھڑا کہاں سے آیا۔ اس ریچھ نے کہا اے سہل ہم لوگ وحشی جانور ہیں۔ یہاں اللہ ہی
سے جو لوگ اللہ کی محبت اور توکل میں تعلقات چھوڑ کے بیٹھے ہیں آ کر ہم آپس میں کچھ تذکرہ
کر رہے تھے کہ اچانک آواز آئی کہ سہل تجدید وضو کے لیے پانی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ میں نے یہ
گھڑا ہاتھ میں لیا تو میرے پہلو میں دو فرشتے تھے میں ان کے قریب گیا۔ انہوں نے ہوا سے
اس گھڑے میں پانی ڈالا۔ مجھے پانی کے گرنے کی آواز بھی آئی۔ سہل فرماتے ہیں یہ سن کر مجھ پر غشی
طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ گھڑا میرے سامنے دھرا ہے اور ریچھ کا پتہ نہیں۔
مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اس سے اور کچھ بات نہ کی اور میں نے اس پانی سے وضو کیا اور پینا
چاہتا تھا کہ آواز آئی اے سہل اس پانی کے پینے کا ابھی تمہارے لیے وقت نہیں آیا ہے۔
وہ گھڑا میرے سامنے ہل رہا تھا۔ ناگہاں میری نظر سے غائب ہو گیا نہ معلوم کہاں گیا۔

۱۴۲۔ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے

سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ایک دن میں وضو کر کے جامع مسجد کو گیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد بھر گئی اور امام خطبہ کے واسطے منبر پر چڑھ رہے تھے میں بے ادبی کر کے لوگوں کو پھلانگتا ہوا پہلی صف میں جا بیٹھا۔ میری سیدھی جانب ایک نوجوان خوبصورت خوشبو لگائے اونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا تیرا کیا حال ہے اے سہل! میں نے کہا اچھا ہوں اصلحک اللہ لیکن متفکر رہا کہ اس نے مجھے پہچانا، اور میں اسے نہیں جانتا تھا۔ ناگاہ مجھے پیشاب کی سوزش ہونے لگی۔ اب مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ اگر پیشاب کے واسطے جاتا ہوں تو لوگوں پر پھلانگنا ہوتا ہے اور اگر نہ جاؤں تو نماز جاتی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ تمہیں پیشاب کی تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس شخص نے کندھے پر سے چادر اتاری اور مجھے اوڑھا کر کہنے لگا جلدی سے قضائے حاجت کر کے آکر نماز میں شامل ہو جاؤ۔ میری آنکھ بند ہو گئی جب میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کھلا دروازہ ہے اور ایک شخص دروازہ پر کھڑا کہہ رہا ہے کہ اندر جاؤ۔ جب اندر گیا تو ایک محل نظر آیا جو نہایت عالی شان تھا اور ایک جانب ایک درخت تھا اور اس کے پاس ایک لوٹے میں پانی بھرا رکھا تھا جو شہد سے زیادہ میٹھا تھا وہیں پیشاب کرنے کی جگہ بھی تھی اور مسواک اور رومال بھی تھا۔ میں نے کپڑے اتارے اور پیشاب کیا اور غسل کیا اور وضو کر رہا تھا کہ اس شخص کی آواز آئی کہ اگر تو اپنا کام کر چکا ہو تو کہہ دے۔ میں نے کہا ہاں اس نے میرے اوپر سے چادر اتاری تو وہیں پر تھا جہاں بیٹھا ہوا تھا اور کسی کو میرے اس واقعہ کا علم نہ ہوا، اور میں متفکر رہا کہ کیا واقعہ ہوا کبھی اپنے نفس کی تصدیق کرتا تھا اور کبھی تکذیب کرتا تھا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہوگئی اور میں نے بھی لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی مگر مجھے اس جوان ہی کا خیال رہا۔ میں اُسے نہیں پہچانتا تھا۔ جب نماز سے فراغت ہو چکی تو میں اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ ایک مکان میں داخل ہوا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے سہل گویا تجھے اپنے دیکھے ہوئے کا یقین نہ ہوا میں نے کہا بالکل نہ ہوا فرمایا اچھا داخل ہو دروازہ میں۔ میں نے دیکھا تو بعینہ وہی دروازہ تھا۔ جب اندر پہنچا تو وہی مکان وہی درخت، لوٹا اور گیلا رومال سب کا سب موجود تھا۔ میں نے کہا آمنت باللہ۔ پھر فرمایا

اے سہل جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شی اس کی اطاعت کرتی ہے اے سہل اُسے ڈھونڈو تو تم
پالو گے۔ یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے انہوں نے میرے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے، پھر جب
میں نے آنکھیں کھولیں تو نہ وہ جوان تھے نہ محل۔ میں تھوڑی دیر تک متحیر رہا ان کی صحبت فوت ہو جانے
پر۔ پھر اپنی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہما۔

۱۵۔ حضرت ابو بشر حافی کے نماز پڑھنے کا ایک واقعہ

سری سقطی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص حافظ متقی رہتا تھا جو نہایت فقیر و عیال دار تھا ایک بار اس کو
سخت فاقہ اور تکلیف کا سامنا ہوا تو اس نے چاہا کہ اپنا حال ایک رقعہ پر لکھ کر اللہ کے پاس عرض
کرے چنانچہ اپنا حال لکھ لیا جب رات ہوئی تو محراب میں جا کر نماز پڑھنے لگا اور دعا کے ساتھ
رقعہ آسمان کی طرف بلند کیا [illegible] پھر نماز پڑھنے لگا
اور دعا کے ساتھ رقعہ آسمان کی طرف [illegible] آخر [illegible]
نماز پڑھنے لگا جب تہائی شب [illegible] خواب میں دیکھا کہ ایک شخص
آکر کہہ رہا ہے کہ [illegible] ابو بشر [illegible]
[illegible]
[illegible]
یہ کہوا سے وہ ذات کہ تیرے افعال [illegible]
کے انعام سے زیادہ ہیں [illegible]
والا [illegible]
اور خیر و نیکی کی طرف کا راستہ [illegible]
معدوم ہے اس فقیر نے کہا یہ بات تو جناب نے بہت اچھی بتلائی ہے کہ اگر وہی میت کی
باقی رہے اور اپنے ارادہ کی تصریح کی ضرورت ہی کبھی جائے تو کہو اے اللہ تجھ کو ہی میں نے وسیلہ
کیا ہے اور تکلیف و راحت میں بھی پر بھروسہ کیا ہے میری حاجتیں تیری طرف پھیری گئی ہیں اور
میری امیدیں تیرے سامنے قائم ہیں۔ جس کام کی تو مجھے توفیق دے تو مجھے اسی کا راستہ دکھا

اور رہبر ہو جا۔ اس نے کہا جناب یہ تو اس سے بھی اچھا ہے۔ کہا اگر بصیرت کی روشنی اس سے زیادہ تضرع حاجت کی ضرورت سمجھے تو یاد رکھو اے قدیم مجھے طلب عاجز نہیں کرتی اے بادشاہ تیری طرف ہر راغب جھکتا ہے۔ میں ہر وقت تیری نعمتوں سے لدا ہوا ہوں جو محض تیرے فضل و کرم سے مجھ پر فائض ہوتی ہیں۔ اے اللہ تیرے ہی کرم سے آدمی مستحق کرم ہوتا ہے اور تضرع حاجت کی ضرورت سمجھے ہو تو یہ کہو اے وہ ذات جس نے صبر کو بلا پر بندہ کا معاون بنایا ہے اور شکر کو نعمتوں کا بڑھانے والا گردانا ہے۔ میں تجھ سے سختی میں صبر کی اور نعمتوں پر شکر کی توفیق چاہتا ہوں۔ تیری آزمائش میرے صبر سے زیادہ ہے اور تیری نعمت میرے شکر سے عظیم ہے تو میرے اقرار پر عفو کی چادر اڑھا دے تو اس پر قادر و توانا ہے۔ اگر میرے گناہ کا کوئی عذر نہیں ہے تو تو اپنی طرف سے اُسے معاف کر دے۔ پھر کہا اے ابو بشر مقام قبل میں مغفرت کی جگہ کھڑا ہو اور ذلت و انکساری کے ساتھ فضل کا امیدوار اور زبان توسل سے اللہ غالب کا شکر گزار رہ۔ اس نے کہا یہ اور اچھا ہے لیکن کیا خاص فرشتوں کی یہ دعا ہے جو مجھے سکھائی گئی ہے اس نے کہا بے شک انشاء اللہ پھر اس نے اس کے سینہ اور پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا وہ جاگ اٹھا وہ ساری باتیں اسے یاد تھیں۔ ایک حرف بھی نہ بھولا تھا حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ابو بشر نے فجر کی نماز کے وقت یہ روایت ہم سے بیان کی ہم نے اسے بہت اچھا جانا اور اسے سیکھ لیا رضی اللہ عنہ۔

[illegible] فارغ ہو کر صالحین کی محفل میں شامل ہونے کا ایک واقعہ

حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے سنا جب کہ قرشی نے شیخ سے ان کی ابتدائی حالت دریافت کی تاکہ اس سے کچھ نفع حاصل کریں۔ شیخ نے فرمایا اے بیٹے ایک ہی بات ہے جس نے مجھے اس طریق میں ایک اضطراب کی چیز نے داخل کیا ہے۔ میں تاجر تھا اور عطاروں میں میری دکان تھی اور وہی چیز فروخت کرتا تھا جس کی قیمت بہت گراں ہوتی تھی اور جو چیز نایاب ہوتی تھی میرا لباس بھی ویسا ہی نام ہوا کرتا تھا۔ ایک بڑا عقلمند دیکھا میں اس کی طرف گیا ان دنوں صالحین کی مجھے کوئی خبر نہ تھی جیسا کہ عوام جانتے ہیں۔ اسی قدر جانتا تھا کہ وہ کوہ بیابان میں رہتے ہیں اس حلقہ پر جا کے کھڑا ہوا۔ ایک قاری ان میں صلحاء کی حکایتیں اور ان کے مجاہدات

پڑھ کے سُنا رہے تھے جیسے حکایت شیخ ابویزید رضی اللہ عنہ کی ہے۔ میں نے جی میں ایسی آواز سے
کہا جسے میرے قریب والے کے سوا کوئی سُن نہیں سکتا تھا کہ ایسی باتوں سے بھی کتابیں لکھی جاتی ہیں
ایک نے ان میں سے کہا کہ پھر کن باتوں سے کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ میں نے کہا یہ باتیں جو حکایت
کی جا رہی ہیں جھوٹ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک شخص سال بھر پانی چھوڑ دے پھر زندہ رہے بس شخص
نے کہا ان حکایات سے انکار مت کریں میں اس شخص سے سوال وجواب کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں
حلقہ میں سے ایک شخص نے جو نہایت لاغر تھا سر اٹھایا اور کہا تجھے صالحین کے بارے میں گفتگو کرتے
شرم نہیں آتی۔ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں اور وہاں سے اٹھ کر اپنی دکان پر آگیا اور ان کی باتوں
پر تعجب کرنے لگا۔ قریب ظہر کے میں موافق عادت کے دکان پر بیٹھا خرید و فروخت کر رہا تھا کہ ناگاہ
میں نے اسی شخص لاغر کو دیکھا کہ وہ گزرا اور مجھے نہ دیکھا آگے بڑھ کے پھر لوٹا اور معلوم ہوا کہ میری ہی
تلاش میں ہے۔ چنانچہ مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ میں نے کہا وعلیکم السلام کہا تیرا کیا نام ہے۔ میں نے کہا
میرا نام عبدالرحمٰن۔ کہا کیا تم نے مجھے پہچانا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ وہی ہیں جن سے میں نے حلقہ
میں گفتگو کی تھی۔ کہا تو ابھی اس عقیدہ پر ہے جو تو نے اب تک توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا میرا کوئی ایسا
عقیدہ تو نہیں ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہو۔ وہ شخص میری دکان کے آگے [illegible] کے
کھڑے ہوئے اور کہا اے ابویزید تم صالحین کے عمل کی نسبت کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا صالحین کہاں
ہیں کہاں ہیں بازار میں پھرتے ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ اگر اس پتھر کی طرف اشارہ کریں تو ان کے ساتھ ہو
جائے اور ایک پتھر کی طرف جو دکان کے اندر تھا اشارہ کیا [illegible]
اندر لوگوں کی مرہونہ چیزیں تھیں۔ وہ نکلیں۔ میں نے اپنی جلدی سے پکڑا اور ان کی جگہ پر لا کر رکھا
پھر میں نے کہا کیا آدمی کو ایسی قدرت مل جاتی ہے۔ کہا انسان کی قدرت کے مقابل یہ کیا چیز ہے۔ میں نے
کہا اس کے سوا آدمی اور کس میں تصرف کر سکتا ہے۔ کہا اگر دکان سے کہہ دے کہ اپنی جگہ سے اکھڑ
جا تو اسی وقت اکھڑ جائے گی اس وقت میں نے دیکھا کہ دکان نے دوبارہ حرکت کی اور اس کا ہر برتن
اور شیشہ ہل گیا حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑے اور میں حیران رہ گیا۔ اور وہ شخص مجھے
چھوڑ کر چل دیئے۔ مجھ میں عقل کی تیزی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھ جیسا آدمی اگر ساری عمر دکان میں
صرف کر دے تو ایسے لوگوں کی ملاقات کیوں کر نصیب ہو۔ جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں حلقہ میں گیا

تاکہ قوم کی باتیں۔ پھر سُنوں۔ قسم ہے اللہ کی، اس سماع کے بعد مجھ میں اتنی بھی سکت نہ رہی کہ دکان تک جاؤں۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور دکان کی کنجیاں ان کے حوالہ کیں۔ اُنہیں کی دکان تھی۔ انہوں نے کہا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا اَلْتَّا اَبَدًا آؤں گا۔ انہیں میرے ارادے کی خبر نہ ہوئی۔ اس کے بعد اب تک لوٹ کے دکان پر نہ گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۷۔ نماز کی برکت سے جان بچ گئی

کہتے ہیں کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جارہا تھا راستہ میں ایک شخص اس کو ملا۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ قلی نے کہا فلاں شہر کا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے۔ میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کر لے۔ قلی نے اس کو منظور کر لیا وہ سوار ہوگیا۔ راستہ میں ایک دوراہہ ملا سوار نے پوچھا کدھر کو چلنا چاہیے۔ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں۔ قلی نے کہا اچھی بات ہے۔ اسی راستہ کو چلے۔ تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشتناک جنگل پر ختم ہوگیا۔ جہاں بہت سے مردے پڑے تھے۔ وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ قلی نے کہا کہ ایسا نہ کر۔ یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے مجھے قتل نہ کر۔ اس نے نہ مانا اور قسم کھائی کہ پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بہت عاجزی کی مگر اس ظالم نے ایک بھی نہ مانی۔ قلی نے کہا اچھا دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا۔ جلدی سے پڑھ لے ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی الحمد شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی۔ ادھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر۔ بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ الآیۃ۔ یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا۔ اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا۔ جس جگہ وہ ظالم مر کر گرا، آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے۔ یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا اللہ کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا اس سے پوچھا کہ خدا کے

واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو اور کیسے آئے؟ اس نے کہا کہ میں اَمَنْ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں اب تم مامون ہو جہاں چاہے جاؤ۔ یہ کہہ کر چلا گیا در حقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے اور سکون قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دے دیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا۔ اس لئے کہ جنت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بڑا قابلِ رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو یعنی اہل و عیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو نماز سے وافر حصہ اس کو ملا ہو۔ روزی صرف گذارے کے قابل ہو جس پر صبر کر کے عمر گذار دے۔ اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو، گمنامی میں پڑا ہو جلدی سے مر جاوے نہ میراث زیادہ ہو نہ رونے والے زیادہ ہوں۔ (جامع الصغیر) ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو، گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا (ایضاً)

باب ۔۴

جماعت

اہل تقویٰ کو چاہیے کہ وہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو ہمیشہ ترجیح دیں کیوں کہ یہی پیشوائے امت کا طریقۂ کار تھا۔ جماعت کا مطلب اکٹھے مل کر نماز پڑھنا ہے۔ جماعت میں ایک شخص امام ہوتا ہے اور باقی مقتدی ہوتے ہیں۔

۱۔ جماعت کے متعلق حکم خداوندی

قرآن وسنت میں نماز باجماعت ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ (بقرہ ۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اس آیت سے نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید ظاہر ہوتی ہے اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ باجماعت نماز پڑھے۔ نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید کا ذکر قرآن پاک میں ایک اور مقام پر یوں بیان ہوا ہے کہ جہاد میں جب کہ دشمن سے ہر لحظہ خونریز جنگ کا اندیشہ ہوتا ہے اس وقت بھی یہی تاکید کی گئی ہے کہ مجاہدین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نماز باجماعت پڑھی جائے، اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ مجاہدوں کے درمیان ہوں اور جہاد میں انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے رہے تو پھر جب وہ سجدہ کر لے تو وہ پیچھے ہٹ جائے

لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ

(پ ۵ نساء: ۱۰۲)

اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے، آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ ہوشیار رہیں اور اپنا اسلحہ لیے رہیں

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز باجماعت کی بہت اہمیت ہے جو کہ میدان جنگ میں بھی معاف نہیں۔

۲۔ فضائل جماعت

اللہ کے بندے! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے مطابق نماز باجماعت کے بے شمار فضائل اور ثمرات ہیں لہٰذا جو کچھ جان بوجھ کر تارک جماعت بنے تو وہ ان ثمرات سے محروم رہے گا۔ فضائل جماعت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

ستائیس درجے ثواب

اکیلے نماز پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اللہ سے زیادہ ثواب ملتا ہے تاکہ حصول ثواب کی خاطر مسلمان نماز باجماعت کو زیادہ ترجیح دیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ افضل ہے۔

(بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ نور پارہ ۱۸، الخ) پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے

ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے، نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ نے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے تو ایک مختصر جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہ سے دور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو ایک دوسری مختصر جماعت اٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی۔ اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی۔ اس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔ (در منثور)

۲۔ جماعت سنت ہدایت ہے

جماعت ایسی سنتوں میں سے ہے جو ہر لحاظ سے ہدایت کا راستہ ہے اس لئے اس پر عمل کی بہت تاکید کی گئی ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى الْمَسْجِدِ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ وفی روایۃ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ أَوْ مَرِيْضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ۔

ہوتی ہے یعنی مسجد میں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جاوے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جاوے گی اور ایک ایک خطا معاف ہو گی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلا ہوا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضور کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک ہو جاتا چاہے دو آدمیوں کو گھسٹتے ہوئے جانے کی نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اسی طرح کا اہتمام تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں یہ صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک

اچھی طرح جتنا ابھی نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاکر نماز میں شریک ہوئے (صحیحین)۔ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (نہ کسی سے محبت کر نہ بغض) اپنے کو سمجھو ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے (ترغیب)

۳۔ چالیس دن باجماعت نماز کا اجر

مسلمانوں میں باجماعت نماز کو فروغ دینے کے لیے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس دن نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید کی اور اس کے اثرات یہ بیان کیے کہ دوزخ اور نفاق سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے، مراد اس سے یہ ہے کہ جو شخص چالیس دن تک توجہ سے نماز باجماعت قائم کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کی عادت میں جماعت سے نماز پڑھنا داخل ہو جائے گا تاکہ مسلمانوں میں ہمیشہ نماز باجماعت کی عادت راسخ ہو جائے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ ۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے نماز پڑھی چالیس دن جماعت میں اس طرح کہ پاوے تکبیر اولیٰ لکھی جاتی ہیں اس کے لیے دو خلاصیاں۔ ایک دوزخ کی آگ سے اور دوسری خلاصی نفاق سے (ترمذی)

جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہوگا نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر

کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے اسی وجہ سے صوفیا کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

۴۔ مسجد میں ہوتے ہوئے جماعت میں شامل ہونے کی تاکید

اگر کوئی شخص مسجد میں موجود ہو اور اسی دوران اذان ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَخْرُجْ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّیَ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ جس وقت کہ تم مسجد میں اذان دی جاوے نماز کی، نہ نکلے ایک تمہارا یہاں تک کہ نماز پڑھے (احمد)

۵۔ نماز فجر اور عشاء کی جماعت میں شامل ہونے کا اجر

نماز فجر اور عشاء کی جماعت میں شامل ہونے کے لیے خصوصی تاکید کی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں وقت لوگوں کے آرام اور سونے کے ہوتے ہیں اور ان اوقات میں نماز باجماعت البتہ گراں معلوم ہوتی ہے اسی لیے ان نمازوں کو جماعت ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور ان کا اجر بہت زیادہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی تو اس نے گویا آدھی رات عبادت کی اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی تو اس نے گویا ساری رات عبادت کی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تکبیر کہی جاوے نماز، کوئی نماز نہیں مگر فرض ہی۔ (صحیح مسلم)

۶۔ ایک سے زائد آدمی کو جماعت سے نماز پڑھنی چاہیے

ایک سے زائد آدمیوں کو نماز باجماعت قائم کرنی چاہیے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب دو آدمی ہوں تو انہیں جماعت قائم کرنی چاہیے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَّا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلٰوةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ۔

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تین شخص بستی میں اور نہ جنگل میں کہ نہ جماعت کی جاوے ان میں نماز مگر تحقیق غالب ہوتا ہے ان پر شیطان۔ پس لازم کر اپنے پر جماعت کو، سوائے اس کے نہیں کہ کھاتا ہے بھیڑیا اس بکری کو جو ریوڑ سے دور ہو۔ (ابو داؤد)

ایک اور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جب دو آدمی ہوں تو انہیں جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیے اور وہ حدیث یہ ہے:

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو یا دو سے زیادہ جماعت ہے (ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب بھی ایک آدمی سے زائد آدمی ہوں تو جماعت سے نماز ادا کرنی چاہیے۔

۷۔ جماعت میں شامل ہونے کا اجر

قیامت میں جماعت میں شامل ہونے کا اجر نور کی صورت میں ملے گا اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سہل فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے

اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جل شانہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں۔ (جامع الصغیر)

۵۔ جماعت کی نیت سے مسجد میں جانے کا ثواب

جو شخص جماعت میں شامل ہونے کی نیت سے مسجد میں جائے اور اس کے جانے سے پہلے جماعت ہو گئی ہو تو اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَجْرِهِمْ شَیْئًا (نسائی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے پھر مسجد میں نماز کے لیے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

۶۔ دو آدمیوں کی جماعت کی قبولیت

دو آدمی اگر مل کر جماعت کی صورت میں نماز پڑھیں تو انہیں پوری طرح جماعت میں شامل ہونے کا ثواب ملے گا۔

عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْیَمَ اللَّیْثِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلَیْنِ یَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ اَرْبَعَةٍ تَتْرٰی وَصَلٰوةُ اَرْبَعَةٍ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ ثَمَانِیَةٍ تَتْرٰی وَصَلٰوةُ ثَمَانِیَةٍ یَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نماز سے بڑھی ہوئی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت

مِائَةِ تَتْرِىٰ۔ (طبرانی) میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

جان بوجھ کر مسجد کی جماعت ترک کر کے یہ خیال کرنا کہ دو چار آدمی مل کر گھر دکان وغیرہ پر جماعت کر لیں وہ کافی ہے اول تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہے دوسرے کثرت جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایک جماعت کی صف کو، ایک شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔ (جامع الصغیر)

۴۔ ترکِ جماعت پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ ناراضگی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے حال پہ بہت شفقت ہے ہر معاملے میں آپ اپنے صحابہ سے بڑی نرمی اور پیار کا رویہ اختیار کرتے لیکن جماعت چھوڑنے والوں کو آپ نے قطعاً ناپسند کیا ہے بلکہ بعض اوقات آپ نے جماعت میں شامل نہ ہونے والوں سے شدید ناراضگی کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس کے قائم نہ ہونے سے اسلام کی اجتماعیت مجروح ہوتی ہے اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ جو لوگ جماعت میں شامل نہیں ہوتے ہیں ان کے گھروں کو جلا دوں۔

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تحقیق قصد کیا میں نے یہ کہ حکم کروں لکڑیوں کو جمع کرنے کا، لکڑیاں جمع کی جائیں پھر حکم کروں میں اذان کہنے کا، اذان دی جائے پھر حکم کروں میں ایک شخص کو کہ امامت کرے لوگوں

رِجَالٍ وَّفِیْ رِوَایَۃٍ لَّا یَشْھَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقُ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُھُمْ اَنَّہٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْ مَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَھِدَ الْعِشَآءَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُہٗ ؛

کی پھر پھر جاؤں میں لوگوں کی طرف ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے جلا دوں میں ان پر ان کے گھر۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ایک ان کا جانے کہ پاوے گا ہڈی گوشت کی موٹی بلکہ دو کھر گائے یا بکری کے اچھے البتہ حاضر ہوں وہ نماز عشاء میں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور مسلم نے اس کی مانند۔

ذرا مقامِ غور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے حد درجے کا پیار ہونے ہوئے بھی اپنی امت کا یہ فعل پسند نہیں کہ کوئی مسجد کو چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھے۔

۲۔ اسلام کے ابتدائی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ منافقانہ روش اختیار کی اور ان کی یہ روش ان کے جماعت میں حاضر نہ ہونے سے پہچانی جاتی کیونکہ منافقین صبح و عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے اور ان کا یہ فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ جماعت میں شامل نہ ہونے سے منافقانہ روش کی پیروی ہوتی ہے لہٰذا اس سستی کو چھوڑ دیا جائے اور جماعت میں وقت پر پہنچا جائے۔

۳۔ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ ھَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِیْھِمَا لَاَتَیْتُمُوْھَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الرُّکَبِ

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ایک دن صبح کی پس جب سلام پھیرا کہا فلاں حاضر ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں، فرمایا کیا فلاں حاضر ہے عرض کی صحابہ نے کہ نہیں۔ فرمایا تحقیق یہ دونوں نمازیں منافقوں پر بہت گراں ہوتی ہیں اگر تم جانتے کیا ثواب ہے ان دونوں کا تو آتے تم اگرچہ گھٹنوں پر۔ تحقیق پہلی صف فرشتوں کی صف کے مانند ہے اگر

وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰی مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِیْلَتُهٗ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ وَاِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا کَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ - رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ؛

جانتے تم کیا ثواب ہے اس کا البتہ جلدی کرتے تم اس میں پہنچنے کے لیے تحقیق ایک آدمی کی نماز ساتھ ایک آدمی کے زیادہ ثواب رکھتی ہے اکیلے کی نماز سے اور اس کی دو شخصوں کے ساتھ نماز زیادہ ثواب رکھتی ہے ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھنے سے اور جس قدر زیادہ ہوں پس وہ زیادہ محبوب ہے اللہ کی طرف۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے قصداً جماعت کو ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی ـ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو (الوعید)۔

قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا۔ گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان مثالوں سے جن میں آتا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہے جس پر انعام و اکرام نہ ہوا یہ حنفیہ کے نزدیک ہے ورنہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عذر جماعت چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتی کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر نماز کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت

سے نماز نہ پڑھنے نہ اُس نے بلانے کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں یہ بہتر ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ الْجَفَاءُ کُلُّ الْجَفَاءِ وَالْکُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنَادِیْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یُجِیْبُہٗ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی یعنی موذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ احمد۔ طبرانی

کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لیے یہ کافی ہے کہ موذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ سلیمانؒ بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضورؐ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں نہیں گئے والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپؓ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ لَّا تُقَامُ فِیْہِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْہِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ با جماعت نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔ مشکوٰۃ

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو ان کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیئے بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے کسان عام طور سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھیتی کی مشغول اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ

بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے واسطے سردی گرمی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بیحد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔ (مشکوٰۃ)

حصہ سوم

رمضان المبارک

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں سورت البقرہ میں ماہِ رمضانُ المبارک کے روزوں کی فرضیت واہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۲۔ البقرہ ۱۸۴)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو، وہ روزے گنتی کے دن ہیں تو تم سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ کر تعداد پوری کرے اور جنہیں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت ہی نہ ہو تو وہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جو اپنی طرف سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

رمضان المبارک کا روزہ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے روزے کو صوم کہا جاتا ہے۔

جس کا مطلب رک جانا ہے لیکن شریعت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے نفس کی چاہتوں کو ترک کر دینے کا نام روزہ ہے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ روزے اہلِ ایمان پر فرض ہیں یعنی جس طرح نماز کا فریضہ ایمان لانے کے بعد عائد ہوتا ہے ایسے ہی روزے ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مذہب روزہ رکھے تو اسے اجر نہیں ملے گا کیونکہ اجر صرف صاحبِ ایمان روزہ دار کو ملے گا۔ لہٰذا کسی غیر مسلم کو روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مسلمانوں پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ یہ ایک ایسی قدیم ترین عبادت ہے جس کی ابتداء تاریخ انسانی کے فردِ اول حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے اور اس کی تکمیل و انتہاء خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی شریعت مطہرہ پر ہوتی ہے اسی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آخری کتاب قرآن حکیم تک ہر آسمانی کتب و شریعت میں روزہ کو ایک خاص امتیازی اور بنیادی عبادت کا مقام دیا گیا ہے۔ حضرت آدم ہر ماہ کے ایام بیض میں تین روزے رکھتے۔ شریعت نوحی میں بھی ہر ماہ کے یہی تین روزے فرض تھے۔ شریعت موسوی میں رمضان کے علاوہ ہفتہ اور عاشورہ محرم کے روزے بھی فرض تھے۔ انجیل کے پیرو کاروں پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض تھے۔ مگر انہوں نے تحریف کی اور قمری مہینہ رمضان کی بجائے موسم سرما کے دنوں میں روزے منتقل اور مخصوص کر دیئے لیکن دینِ اسلام نے اس عظیم الشان عبادت کو عین منشائے الٰہی کے مطابق مکمل فرما کر اپنے پیروؤں کو اس کی لاثانی قدروں سے روشناس کیا۔

باب ۱

فضائل روزہ

روزہ فضلِ خداوندی کا آئینہ ہے۔ اللہ کا فضل وہ خزانہ رحمت ہے کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور گئے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے اللہ چاہتا ہے کہ انسان اس کا عبادت گزار اور اطاعت شعار بندہ بنے۔ چنانچہ اللہ نے انسان میں صفاتِ بندگی پیدا کرنے کے لیے تحفتہً کچھ فرائض حضرت انسان کے ذمے لگائے ہیں۔ روزہ بھی انہیں فرائض میں سے ایک ہے۔

روزہ روح کی خاص غذا ہے اللہ اور بندے کے درمیان جو معمولی سا حجاب ہے روزہ اسے بے نقاب کرنے کا چارہ ساز ہے گویا روزہ اللہ اور بندے کی ملاقات کا دروازہ ہے جو مسلمان اپنے تن کو اس دروازے سے گزارتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے پھر اللہ اسے کہتا ہے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ گویا جسے اللہ مل گیا دنیا اس کے تابع ہو گئی۔ جن بندوں کے روزوں سے اللہ خوش ہوا انہیں ولی غوث و قطب ابدال کر دیا۔

اے بندے روزہ کے فضائل تو کیا جانے روزہ کی قدر و قیمت پوچھنی ہے تو سرورِ دو جہاں سے پوچھ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے پوچھ جو صحرائے عرب کے تپتے ہوئے ریگزاروں میں گرمیوں کے موسم میں روزے رکھتے تھے۔ اور جہاد بھی کرتے تھے۔ اللہ ان کی نماز روزوں اور اعمال صالحہ سے اتنا خوش ہوا کہ قرآن مجید میں اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوئے۔ روزہ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینہ ہے حتیٰ کہ روزہ کی بدولت کئی اولیا کو ولایت ملی۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ روزہ آدھی طریقت ہے۔ چنانچہ سالکان حق و صداقت

روزہ ہی کے ذریعے اپنے مالک و خالق کو خوش کرتے ہیں اور رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔

روزے کے پس پردہ بے شمار دینی و دنیاوی حکمتیں ہیں اور ایسے ایسے رموز ہیں جو صرف روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں اسی لیے اللہ کے محبوب بندے کثرت سے نفلی روزے رکھ کر ہی فضل ربانی تلاش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ پر روزہ فرض ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں روزہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور انہی فضائل کی بنا پر روزہ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ روزے کی فضیلت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِيْ رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ اُمَّتِيْ اَنْ تَكُوْنَ السَّنَةُ كُلُّهَا رَمَضَانَ (بیہقی، ترغیب)	اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزہ سے رہنے کی خواہش مند ہوتی۔

روزہ راہ ہدایت کی دلیل ہے روزہ حصول روحانیت کا ذریعہ ہے روزہ اہلِ تقویٰ کی علامت ہے۔ روزہ خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ روزہ نیکیوں کی بہار ہے۔ روزہ مردہ دل کی زندگی ہے روزہ روح کی تشنگی ہے۔ روزہ اللہ کے محبوب ترین اعمال سے ہے روزہ جسمانی بیماریوں کا مجرب علاج ہے۔ روزہ محبوبِ خدا کی شفاعت کا وسیلہ ہے۔ روزہ انعامات خداوندی اور رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ روزہ علامت مسلمانی ہے روزہ بخشش و مغفرت کی سند ہے۔ روزہ جنت میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے۔ روزہ معرفت حق کا خزانہ ہے روزہ آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے گویا کہ روزہ اسلام کی عبادات میں سے محبوب ترین عمل ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہوتا ہے اور جس پر اللہ اور اس کا رسولؐ مہربان ہو جائیں تو اس کی تقدیر بدل جاتی ہے۔ روزہ عشق مصطفےٰ کا وہ جام ہے جسے پینے سے مجلس محمدی میں حضوری کا مقام ملتا ہے اور روزہ ہی مقام حضوری سے عرش معلیٰ کی جلوہ گاہ تک پہنچاتا ہے جہاں سے دل کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ روزہ اللہ اور بندہ کے درمیان ایسا راز ہے جس کی قدر اللہ ہی جانتا ہے روزہ کی فضیلت کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فضائل روزہ کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

"روزے کی فضیلت کے بارے میں"

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بڑا مشہور ہے جس میں آپ نے بڑے جامع الفاظ میں روزے کے فیوض و برکات اور احکامات روزہ کی وضاحت فرمائی۔ خطبے کا متن مندرجہ ذیل ہے:۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو شعبان کے آخری دن خطبہ دیا فرمایا اے لوگو ایک بہت بڑے مہینہ نے تم پر سایہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے جو شخص کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب چاہے اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا اس نے فرض ادا کیا جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کا ثواب اس قدر ہے کہ گویا اس نے رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیے وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ وہ مواسات کا مہینہ ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کروائے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے اور اس کو بھی اسی قدر

مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلَ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ وَّمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ (بیہقی)

ثواب ملتا ہے اس سے روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہیں آتی ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں سے ہر ایک افطار نہیں کروا سکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی یہ ثواب عطا فرماتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے کسی کا روزہ افطار کرواتا ہے۔ جو روزہ دار کو سیر ہو کر کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاسا نہ ہو گا اور یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے اس کے درمیان بخشش ہے اور اس کے آخر میں آگ سے آزادی ہے جو شخص اس میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کرے۔ اللہ اس کو بخش دیتا ہے اور آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔

رمضان المبارک کے فضائل کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے بڑا موثر ہے اس میں ان تمام خصوصی عبادات کا ذکر کیا گیا ہے جن کا روزہ داروں کو بڑی خوش اسلوبی سے اہتمام کرنا چاہیے۔ اور ساتھ ہی ان انعامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو روزہ دار کو روزہ رکھنے کے بدلے میں ملیں گے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب اس کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو اس میں روزے رکھے اور اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہیے یعنی جتنی کثرت سے بدنی عبادت کر سکتا ہو کرے۔ ذکر اور نوافل میں کثرت کرے فرض نماز باجماعت ادا کرے اور ہر ممکن کوشش کرے کہ قضا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت

سے پانے گناہوں پر استغفار کرے ملت کے کچھ حصے میں قیام کرے اس قیام کی سب سے افضل صورت نماز تراویح ہے لہذا روزہ دار کو نماز تراویح ادا کرنی چاہیے۔ اس کے بعد رمضان المبارک میں صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے چونکہ روزہ رکھ کر انسان زیادہ مشقت سے کام نہیں کر سکتا اور کھا پی بھی نہیں سکتا۔ لہذا بھوک اور پیاس کی صورت میں صبر سے کام لینا چاہیے۔
پھر ایک اور بات جس کا اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دوسروں کا روزہ افطار کروانا چاہیے۔ کیونکہ دوسروں کی خدمت سے انسانی ہمدردی پیدا ہوتی ہے جو بلند اخلاق کی آئینہ دار ہے۔ روزہ کے بدلے میں جو اجر اور ثمرات روزہ دار کو ملتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور روزہ سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ بھی بے شمار ہیں۔ دنیاوی طور پر انسان کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ظاہری طور پر اس ماہ میں بعض لوگوں کی آمدن کم ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جتنی روزی بھی میسر آتی ہے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ انسان سال بھر طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے اور رمضان المبارک کے روزے ان گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔
اس حدیث کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی ایام میں دنیا میں رحمت کا نزول ہوتا اور وسطی حصہ میں انسان کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور آخری حصہ میں دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک میں یہ تمام فیوض و برکات روزہ رکھنے کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔
المختصر اس حدیث میں رمضان المبارک کی برکت اور بزرگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے روزہ کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے روزہ رکھنا سحری کرنا، افطاری کرنا اور کروانا قیام اللیل کرنا اور دن کے وقت بھوک اور پیاس سے صبر و ضبط کرنا ایسے مواقع ہیں جو ہم گنہگار مسلمانوں کی بخشش اور نجات کا وسیلہ ہیں۔ میرے نزدیک اگرچہ ہر انسان کی حیات بے شمار مراحل سے گزر کر ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی اپنی انتہا کو پہنچتی ہے لیکن حیات کے تین دور قابل ذکر ہیں۔
پہلا دور دنیا کی زندگی ہے جس کا تعلق روح اور جسم سے وابستہ ہے، اور زندگی کا

یہ دور پیدائش سے لے کر موت تک ہے ۔اس دور میں ہر انسان اپنے روح اور جسم کو پر سکون طریقے سے مادی آسائش پہنچانا چاہتا ہے اور مصائب والم سے نجات چاہتا ہے مگر دنیا کے تمام دکھوں کا حل اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسلامی ضابطۂ حیات صرف ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جس میں قواعد وضوابط کی حدود میں رہتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلے میں لوازمات کی فراہمی موجود ہے جو ایک کامیاب حیات کے لیے درکار ہیں اور ایسی زندگی ہی اللہ کے نزدیک حیات کے اگلے مراحل کی کامیابی کا زینہ ہے۔

حیات کا دوسرا مرحلہ موت سے لے کر قیامت تک ہے جسے عالم برزخ کہا گیا ہے زندگی کے اس مرحلے کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے سوائے اس کے کہ جتنا علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے ۔صرف اس حد تک انسان اس حیات کے بارے میں جانتا ہے

حیات کا تیسرا مرحلہ قیامت کے بعد ختم ہونے والی زندگی ہے یہ زندگی حساب و کتاب کے بعد جزا کے طور پر جنت کی صورت یا سزا کے طور پر دوزخ کی صورت میں ہوگی اور یہ زندگی ابدالآباد ہے ۔اور ان تمام مراحل میں روزہ انسان کا محافظ ہے

دنیا کی زندگی دارالعمل ہے بلکہ اللہ کی طرف سے ایک امتحانی عرصہ ہے جسے ہر انسان نے رضائے الٰہی اور اطاعت کے مطابق بسر کرنا ہے اور شر کی گھاٹیوں سے اپنے دامن کو بچانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں انسان کی زندگی کے تمام مراحل میں کامیاب وکامران قرار دے ۔روزہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عطا کردہ نعمت ہے جو انسان کو حیات کے ان تمام مراحل سے کامیاب وکامران کرنے کا ایک ذریعہ ہے

۲۔ روزہ کی خیر و برکت

برکت کا مطلب کثرت اور زیادتی ہے ۔عروج خوش قسمتی اور عروج کا مفہوم بھی برکت کے زمرے میں شمار ہوتا ہے ۔ روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے اور جتنے امور روزے کے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں اللہ کی طرف سے زیادتی شامل حال ہو جاتی ہے ۔اس لیے رمضان المبارک کا آنا خیر وبرکت کا پیغام ہے ۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا
وَحَضَرَ رَمَضَانُ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ
شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ
فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا
وَيَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ
تَعَالٰى اِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ
مَلٰٓئِكَتَهٗ فَاَرُوا اللّٰهَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ
خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيْهِ
رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۔ طبرانی

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے
رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان
کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، حق
تعالیٰ شانہٗ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے
ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں
کو معاف فرماتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں،
تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے
فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ
بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی
اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رمضان کا مہینہ خیر و برکت والا ہے۔ یعنی روزہ داروں کے
دنیاوی کاموں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت شامل ہو جاتی ہے، خیر و برکت سے مراد
اللہ تعالیٰ کی مدد کا شامل حال ہوتا ہے جس سے نیکی کے کاموں میں کثرت ہو جاتی ہے جو ان
کے لیے سودمند ہو جاتے ہیں۔ خیر و برکت کے علاوہ روزہ داروں پر رحمت خداوندی کا
نزول ہے۔ رحمت دراصل اللہ کی خوشنودی اور تائید کا اظہار ہے اور یہ تائید یعنی رحمت
دنیا والوں پر مختلف انعامات کی صورت میں ہے اور اس رحمت کی بدولت اللہ تعالےٰ
لوگوں کے رزق میں اضافہ فرماتا ہے۔ دنیاوی رنج والم اور مصائب سے نجات مل جاتی ہے
ذہنی سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ بیماری سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ مال و دولت اور مادی
وسائل میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ الغرض دنیا میں جتنی بھی ہمیں مشکلات درپیش ہوتی ہیں روزہ
داروں کی بدولت اللہ تعالیٰ ان میں تخفیف کر دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے کیونکہ یہ تمام دنیاوی آسائش
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جنہیں ہم رحمت خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں دنیاوی فضل و کرم
کے علاوہ روحانی فضل و کرم بھی اللہ کی رحمت ہے جو انسان کو صرف روزہ کی وجہ سے
حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ نیک اعمال کی جزا میں کئی گنا اضافہ

روزہ بارگاہ رب العزت کی طرف سے ایک ایسا تحفہ اور انعام ہے کہ جس کی جزا ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکی تک دی جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اعمال کا بدلہ مقرر ہے۔ چھوٹے نیک کاموں کا بدلہ تھوڑا ہے اور بڑے نیک کاموں کا بدلہ بھی بہت بڑا ہے۔ ہر نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی نماز کا پابند ہے تو لوگوں میں وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور مشہور ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا پکا نمازی ہے۔ اگر کوئی شخص زکوٰۃ اور خیرات کرتا ہے تو وہ لوگوں میں سخی کے نام سے موسوم ہو کر عزت پاتا ہے۔ اگر کوئی دیانت اور صداقت کو اپناتا ہے تو اس نیکی کی نسبت سے لوگوں میں شہرت اور عظمت پاتا ہے گویا کہ جو بھی ہم عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس عبادت کے بدلے میں ہمیں معاشرے میں نمایاں عزت عطا کرتا ہے تو یہ دراصل اس نیکی کا بدلہ ہوتا ہے جو انسان کرتا ہے۔ ویسے ہی آخرت میں نیکیوں کا بدلہ اور رضا بخشش مغفرت جنت اور بلند درجات کی صورت میں دیا جاتا ہے مگر روزہ کی جزا کے بارے میں خدا نے انوکھا وعدہ کر دیا ہے کہ روزہ میرے لیے اور میں روزے کے لیے یعنی اپنے مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ جو روزہ رکھے گا تو میں اس کا بن جاؤں گا۔ اور وہ جو مانگے گا اسے دوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ دار جو دعا مانگتا ہے قبول ہوتی ہے

عَنْ اَبُوْھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر نیک عمل اس کے لیے بڑھایا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی کے بارے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے جو سات سو نیکیوں تک جا پہنچتا ہے

شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ۔ بخاری شریف۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ کیونکہ روزہ دار اپنی خواہشاتِ نفس اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے اور روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اس میں بدکلامی نہ کرے اور نہ دنگا فساد پس اگر کوئی اسے برا کہے یا اس سے لڑنا چاہے تو اسے کہنا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں۔

خلوص نیت کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور جس عبادت میں جتنا خلوص زیادہ ہو اس کا اتنا ہی اجر زیادہ ہے۔ روزہ کے علاوہ جتنی فرضی عبادات ہیں وہ کسی نہ کسی صورت میں دوسرے لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں شخص عبادت میں مشغول ہے نماز پڑھتے وقت اکثر دوسرے دیکھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے وقت بھی اظہار ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی حج ایسا فریضہ ہے جو لوگوں کے ساتھ مل کر کیا جاتا جس سے دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے لہٰذا ان تمام عبادات میں اظہار کے ذریعے ریا کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے لیکن روزہ صرف ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ ایک مخفی عبادت ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے ایک شخص بظاہر رمضان میں نہ کھائے نہ پیئے تو اس کے بارے میں گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ روزہ دار ہے۔ ایک شخص چھپ کر کھاتا پیتا ہے تو کسی دوسرے کو پتہ نہیں چل سکتا کیونکہ روزے سے نہ ہوتے ہوئے بھی کہہ سکتا ہے کہ میں روزے سے ہوں کوئی دوسرا فریقین سے نہیں جان سکتا کہ اس کا روزہ ہے کہ نہیں

اگراس کا روزہ ہے تو پھر بھی رہی جاتا ہے اگر نہیں ہے تو سوائے خدا کے اسی کو معلوم ہے جب تک کہ وہ خود دوسرے کو نہ بتادے۔ اس طرح روزے کا معاملہ اللہ اور روزہ دار کے درمیان ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اس میں دوسری عبادات کی نسبت ریا کا امکان بہت کم ہے۔ کیونکہ ایک بے روزہ شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے بے شک کہتا پھرے کہ اس کا روزہ ہے لیکن اس ریا سے بات نہیں بنے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اس کا اجر بہت زیادہ ہے کھانے پینے کا اختیار رکھتے ہوئے بھی اللہ کے حکم کے تحت اپنے آپ کو کھانے پینے اور شہوات نفس سے روکے رکھنا بڑی بات ہے لہٰذا اس میں صرف خلوص اور رضائے الٰہی کا جذبہ کار فرما ہے۔ اللہ کے ہاں اس کا اجر بےحساب ہے۔

اسی حدیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک فرحت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ مشاہدے کی بات ہے کہ کوئی بندہ جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے حکم کو بجا لاتا ہے تو اسے بے حد فرحت ہوتی ہے۔

ترغیب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یوں نقل کیا گیا ہے۔

بندوں کے عمل اللہ کے نزدیک سات درجے پر ہیں۔ دو عمل تو ایسے ہیں کہ دو چیزوں کو واجب کرتے ہیں اور دو ایسے ہیں کہ ان میں بدلہ عمل کے برابر ملتا ہے، اور ایک عمل وہ ہے جس کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور کوئی عمل ایسا ہے کہ اس کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کے ثواب کی حد سوائے اللہ پاک کے اور کوئی نہیں جانتا۔ نہ کسی فرشتے کو اس کے لکھنے کی طاقت ہے واجب کرنے والی دو چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص نے شرک نہ کیا اور عبادت کرتا رہا اور توحید پر مرا اس کے واسطے جنت واجب ہوگئی دوسری یہ ہے کہ جو شخص شرک پر مرا اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی اور ایک عمل کا اسی کے برابر بدلہ ملنے والی

باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس کسی نے ایک گناہ کیا، تو اس کا ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔ دوم یہ ہے کہ اگر کسی نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا پھر عمل کرنے کا اتفاق نہ ہوا، تو صرف نیت کی برکت سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور دس گنا ثواب ملنے والی تمام نیکیاں ہیں جب مسلمان کسی قسم کا نیک کام کرتا ہے تو کم سے کم دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ عمل جس کا بدلہ سات سو تک ہے وہ یہ ہے کہ کوئی سبیل اللہ میں یعنی جہاد شرعی میں اپنے مال کو خرچ کرے تو اس کا ثواب ایک ایک کا سات سات سو لکھا جاتا ہے، ایک درہم کے سات سو درہم۔ ایک دینار کے سات سو دینار لکھے جاتے ہیں، اور وہ عمل جس کے ثواب کی حد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، وہ رمضان المبارک کا فرض روزہ ہے۔

۴۔ روزہ دار کی دعا کی قبولیت

روزہ مستجاب دعا ہے یعنی روزہ رکھ کر دعا کرنا قبولیت کی دلیل ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ دِالْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ۔ بزاز۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کے فضائل میں سے روزہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ جن لوگوں کی دعا میں عجز ہو، نیت میں خلوص ہو تو ان کی دعا جب بارگاہ رب العزت میں پیش ہوتی ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ یوں تو ہر وقت ہی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی جا سکتی ہے۔ لیکن بعض موقعوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دے رکھی ہے کہ اگر اس موقعہ یا مقدس وقت میں دعا مانگی جائے تو وہ ضرور مستجاب ہوتی ہے

ان مستجاب موقعوں میں ایک موقعہ روزہ کی افطاری ہے کیونکہ روزہ دار جب روزہ افطار کرنے لگتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ روزہ دار کی ہر دعا قبول فرماتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت۔ دوسرے عادل بادشاہ کی۔ تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔ ترمذی۔

افطاری کے وقت اللہ کی رحمت اور بخشش مانگنی چاہیے جن حضرات کا روزہ بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہے ان کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات قبولیت دعا کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا تو روزے دار سوچتا ہے کہ اس کی دعا مندرجہ بالا احادیث کے مطابق قبول ہونی چاہیے۔ لیکن دعا قبول کیوں نہیں ہوئی تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی ہر جائز دعا قبول فرما کر اس کو تہ بیر عمل میں ڈال کر کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر دیتا ہے اور جب وہ عرصہ گزر جاتا ہے تو کام ہونے کے آثار پیدا ہو کر دعا مانگنے والے کے سامنے آجاتے ہیں اس لیے دعا کر کے پُرامید رہنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے۔ یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دعا کی۔ یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ بندے کو بلا کر کہے گا کہ اے

میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو۔ تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دے تو میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لیے دعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لیے متعین کیا۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جائے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جائے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اجر ملتا۔ غرض دعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔ لہٰذا ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ (ترغیب)

دعا کے قبول ہونے کے لیے کچھ شرائط بھی وارد ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دعا رد ہو جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یا رب یا رب کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام۔ لباس حرام، ایسی حالت میں کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اس کے لیے بد دعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے

تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی انکے پیٹ میں داخل ہو گئی۔

۵۔ رمضان المبارک کے پانچ خصوصی انعام

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مسلمانوں کو پانچ خصوصی انعام عطا کیے ہیں جو پہلی امت کے روزہ داروں کو عطا نہ ہوئے تھے۔ یہ انعامات حسب ذیل ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ خِصَالٍ فِیْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا۔ وَیُزَیِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ یَقُوْلُ یُوْشِكُ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ یُّلْقُوْا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَیَصِیْرُوْا اِلَیْكِ وَتُصَفَّدُ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْهِ اِلٰی مَا كَانُوْا یَخْلُصُوْنَ اِلَیْهِ فِیْ غَیْرِهٖ وَیُغْفَرُ لَهُمْ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِیَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا یُوَفّٰی اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰی عَمَلَهٗ۔

(بیہقی)

ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔

اس حدیث میں پانچ انعاموں کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ پہلا انعام یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو بہت پسند ہے کیونکہ روزہ کی حالت میں فاقے کی وجہ سے جو بدبو روزہ دار کے منہ میں پیدا ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ کی بدبو کا معاوضہ عالم برزخ قیامت اور جنت میں خوشبو کی صورت میں ملے گا اور وہ خوشبو اتنی اعلیٰ ہوگی کہ دنیا کی مشک جیسی بہترین خوشبو بھی اس کا مقابلہ نہیں کرتی خوشبو کا ملنا جسم اور روح میں تازگی کا سبب بنتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ کی بدبو کا بدلہ ملے گا وہ انسان کے لیے سکون اور راحت میسر کرے گا۔

دوسرا انعام یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے مچھلیاں دعا کرتی ہیں انسان کے لیے مچھلیوں کا دعا کرنا ایک طرح کا اعزاز ہے کہ وہ انسان بڑا خوش قسمت ہے کہ جس کے لیے جانور بھی دعا کریں۔

تیسرا انعام جنت کا سجایا جانا ہے۔ چوتھا انعام شیطان کا قید ہونا ہے تاکہ وہ عبادت میں خلل نہ ڈالے۔

پانچواں انعام مغفرت ہے جو روزہ کی بدولت حاصل ہوگی۔ ان انعامات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ موضوعات کے تحت بیان کی گئی ہے۔

۶۔ گناہوں کی بخشش اور مغفرت

رمضان المبارک بخشش اور مغفرت کا مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہو جاتا ہے کہ جو خلوص نیت سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اللہ اسے معاف کر دیتا ہے اس لیے اس ماہ مبارک میں کثرت سے توبہ کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے مگر جو شخص رمضان المبارک میں بھی اپنے برے اعمال کی بنا پر خداوند تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے تو یقیناً وہ بدقسمت ہے۔ اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حسب ذیل ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ― کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ نَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰی دَرَجَۃً قَالَ اٰمِیْنَ فَلَمَّا ارْتَقٰی الدَّرَجَۃَ الثَّانِیَۃَ قَالَ اٰمِیْنَ فَلَمَّا ارْتَقٰی الدَّرَجَۃَ الثَّالِثَۃَ قَالَ اٰمِیْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْکَ الْیَوْمَ شَیْئًا مَا کُنَّا نَسْمَعُہٗ قَالَ اِنَّ جِبْرِیْلَ عَرَضَ لِیْ فَقَالَ بُعْدًا مَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَہٗ قُلْتُ اٰمِیْنَ فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّانِیَۃَ قَالَ بُعْدًا مَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ قُلْتُ اٰمِیْنَ فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّالِثَۃَ قَالَ بُعْدًا مَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیْہِ الْکِبَرُ اَوْ اَحَدُھُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ قُلْتُ اٰمِیْنَ۔

(بخاری شریف)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیلؑ میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر پہنچا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔

اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے آ کر اللہ کے حضور تین باتیں بیان کیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر آمین کہہ کر مستجابیت پر مہر ثبت کر دی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان تینوں چیزوں

سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس ارشاد میں کہا گیا ہے کہ اول نمبر پر وہ شخص بدقسمت ہے کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ یعنی رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں والا ہے۔ اور اس میں اللہ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے لہذا اللہ کی رحمت اور برکت سے مستفید ہونے کے لیے کثرت عبادت کی ضرورت ہے۔ مگر جو شخص عبادت کی بجائے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا رہے وہ رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا اور اس طرح اس کے گناہوں کی مغفرت نہ ہو گی۔ لہٰذا غور کرنا چاہیے کہ رمضان سے بڑھ کر مغفرت کے لیے اور کونسا وقت ہو گا تو پھر مغفرت سے محروم شخص کی ہلاکت میں کیا تامل ہے۔

دوسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے کیونکہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے اس وقت آپ پر درود پڑھنا واجب ہے اور جو شخص آپ پر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے۔ درود پاک کی بہت فضیلت ہے۔ چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اس کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے درجات میں بلندی ہوتی ہے آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اس کے علاوہ درود شریف سے رزق کی تنگی اور فقر دور ہوتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور دل کی کدورتوں سے صفائی ہوتی ہے۔ لوگ درود پڑھنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس لیے فقہائے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے۔

تیسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ ان کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت تاکید کی گئی ہے لہٰذا مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے اپنے لیے ان کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کریں۔ ان کا نام لے کر نہ پکاریں کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

میں نرمی کریں اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں ان کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے۔ تیرا جی چاہے اس کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے، ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی ان کی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ابھی زندہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی خدمت کر کہ اس کے قدموں کے نیچے تیرے لیے جنت ہے۔ گناہوں کی بخشش کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ مسلم شریف۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے ایمان کی تکمیل اور حصول اجر کے لیے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس نے ایمان اور ثواب کے حصول کے لیے رات کو قیام کیا اس کے سارے گزشتہ گناہ معاف کیے جاتے ہیں اسی طرح جو ایمان اور حصول اجر کے لیے لیلۃ القدر میں قیام کرتا ہے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

انسانی زندگی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ زندگی کے شب و روز میں دانستہ یا نادانستہ سرزد ہونے والے گناہ قبل از موت زندگی کسی بھی حصہ میں اللہ کی طرف سے معاف ہو جائیں۔

چنانچہ زندگی کے کسی بھی حصہ میں جب انسان کا شعور بیدار ہو تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرکے معافی طلب کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے مگر اس کے لیے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔ پھر توبہ اور استغفار کے لیے کوئی وقت انتہائی موزوں اور مناسب ہے تو وہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے کیونکہ رمضان کا مہینہ ہزاروں رحمتیں بخششیں اور عنایات لے کر آتا ہے۔ لہٰذا گناہوں کی بخشش کا سب سے مقبول ترین وقت روزوں کی رات کا آخری وقت ہے۔ اس وقت بارگاہِ رب العزت میں کی ہوئی التجا کبھی خالی نہیں جاتی۔ اعمال کے لحاظ سے لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو رات دن نیکیوں ہی کی طرف مائل ہیں۔ اور یہ ایسے نیک لوگ ہیں جن پر گناہوں کا بوجھ زیادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ گناہ بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی ہیں پھر ایسے لوگ ہیں جو انتہائی گنہگار ہیں۔ اور ان میں نیکی برائے نام ہوتی ہے۔ ان تمام قسم کے لوگوں کے لیے اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کے لیے رمضان المبارک ایک تحفہ ہے۔ چنانچہ ایسا موقع ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیے۔

۷۔ جنت رحمت اور آسمان کے دروازوں کا کھلنا

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کے عام نزول کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ایسے ہی جنت اور رحمت کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں تاکہ ہر خاص و عام رمضان المبارک میں روزے رکھ کر اللہ کی رحمت اور جنت کا حق دار بن سکے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ (نسائی شریف)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ نسائی۔

(۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا رَمَضَانَ قَدْ جَآءَكُمْ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ النَّارِ وَتُسَلْسَلُ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنَ۔

(نسائی شریف)

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس رمضان المبارک کا یہ ماہِ مقدس آپہنچا۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے جکڑ دیے جاتے ہیں۔

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتْ الشَّيَاطِيْنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں ایک اور روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا قول یعنی رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھل جانا انتہائی جامع اور پر معنی ہے۔ کیا یہ آسمان جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہمیں نظر آتا ہے۔ اس میں دروازے ہیں اور روزوں میں ان دروازوں کا کھلنا اہل دنیا کے لیے کس حد تک سودمند ہے۔

صوفیا کے خیال کے مطابق آسمان دنیا کے دروازے ہیں اور ان دروازوں کا ذکر بہت سی احادیث میں بھی ہوا ہے۔ باطنی مشاہدہ کے مطابق آسمان کے بہت سے دروازے ہیں کچھ تو ان میں سے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور کچھ خاص خاص موقعوں پر کھولے جاتے

اور خاص کر رمضان المبارک میں یہ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دروازوں سے آسمانی عنایات نورانی تجلیات رزاقی جوہر اور آسمانی مخلوقات کا زمین پر نزول ہوتا ہے جس سے دنیا والوں کی بے شمار بلائیں دور ہوتی ہیں اور کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اہل روحانیت کو آسمان کے دروازے کھلنے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بے پناہ اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور صوفیا کی روحیں مراقبہ اور عالم استغراق میں ان دروازوں سے آسمانوں پر داخل ہو کر آسمانی مخلوقات اور آسمانی نظاروں کا مشاہدہ کرتی ہیں مگر ایسا روحانی مشاہدہ روزے کی بدولت ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کا روحانیت میں بلند مقام ہوتا ہے۔

بعض محدثین کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھلنا ایک کنایہ ہے کیونکہ رمضان میں رحمت خداوندی کا پے در پے نزول دروازے کھلنے کے مترادف ہے نیک اعمال کسی رکاوٹ کے بغیر اوپر چڑھتے ہیں اور روزہ داروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

یوں بھی غور کیا جائے کہ رمضان المبارک میں مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں اور قیام اللیل کرتے ہیں تو مسلمانوں میں سے اللہ کے خاص بندے یعنی کامل مردانِ حق نورانیت الٰہیہ اور تجلیات میں غوطہ زن ہوتے ہیں ان کی عبادت کی خیر و برکت سے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے ہر خاص و عام کو فائدہ پہنچنا آسمانوں کے دروازوں کھلنے کے مترادف ہے۔ ان احادیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ۔

جب رمضان المبارک آتا ہے تو جنت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں اس حدیث کا پہلا مفہوم تو یہ ہے کہ رمضان میں حقیقی معنوں میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کامل مردانِ حق کی روحیں عالم روحانیت میں ان دروازوں سے جنت میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اہل دنیا پر اس مبارک ماہ میں رحمت کا نزول رہتا ہے اور ہر خاص و عام اللہ کی رحمت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ یعنی حصول رحمت اللہ کے رحمت کے دروازے کھلنے کے برابر ہے۔

۸۔روزہ داروں کے لیے جنت سجائی جاتی ہے

روزہ داروں کی حوصلہ افزائی کا ایک اعزاز یہ ہے کہ جنت کو سجایا جاتا ہے۔اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّۃَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلٍ قَالَ فَاِذَا کَانَ اَوَّلُ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِیْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّۃِ عَلَی الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَقُلْنَ یَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِکَ اَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ اَعْیُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْیُنُهُمْ بِنَا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سال کے شروع سے آئندہ سال تک رمضان کے لیے جنت کو مزین کیا جاتا ہے۔جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے۔عرش کے نیچے سے جنت کے پتوں سے حوروں پر ایک ہوا چلتی ہے وہ کہتی ہیں۔اے ہمارے رب اپنے بندوں میں ہمارے لیے شوہر بنا۔جن کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمارے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی جائے قیام صاف ستھری عمدہ اور عالی شان ہو۔آخرت میں روزہ داروں کی جائے قیام جنت ہے جس میں روزہ دار کے لیے عالی شان محلات ہوں گے اور ان خوبصورت محلات کا امتیاز یہ ہے کہ وہ مردان حق جن کو روزہ کی بدولت جنت ملے گی۔جوں جوں وہ ہر سال روزے رکھنے کا اہتمام کرتے جا رہے ہیں ویسے ہی ان کے لیے سال بہ سال جنت سجتی جا رہی ہے اور آخرت میں جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اس وقت انکے نیک اعمال کی بنا پر جنت بہت زیادہ سجی ہوگی اس خبر پر روزہ دار بہت خوش ہوں گے۔مشاہدے کی بات ہے کہ جب کسی شخص کو خاص اہمیت حاصل ہو تو جب وہ کسی مقام پر جائے تو اس کا شاندار طریقے سے استقبال کیا جاتا ہے اس کی قیام گاہ کو خوب سجایا جاتا ہے تاکہ سجاوٹ کو دیکھ کر آنے

والا خوش ہو۔ ایسے ہی روزہ داروں کے لیے جنت ہر سال سجائی جا رہی ہے اور اس کی سجاوٹ قیامت تک جاری رہے گی حتی کہ روزہ دار قیامت کے روز جب جنت میں داخل ہوں تو وہ اس بے مثل جنت کی سجاوٹ کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوں گے۔ اور یہ ان کے روزے کا انعام ہوگا۔

۹۔ جنت کا باب ریان

اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کی مخصوص قدر دانی کے لیے جنت میں داخل کرنے کے لیے ایک دروازہ مخصوص کر رکھا ہے جس کا نام باب ریان ہے جو صرف روزہ داروں کے لیے کھولا جائے گا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلصَّائِمِيْنَ بَابٌ فِي الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُ فِيْهِ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ اُغْلِقَ مَنْ دَخَلَ فِيْهِ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ فِيْهِ اَبَدًا۔

(نسائی شریف)

سیدنا حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک ایسا دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں، اس میں روزہ داروں کے سوا کوئی نہ جائے گا، جب اس میں آخری شخص اس کے اندر داخل ہو گا تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ جو شخص وہاں بند ہو گیا وہ اس کے پانی کو پیے گا اور جس نے ریان کا پانی پی لیا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

قانونِ خداوندی ہے کہ راہ ہدایت میں انسانی اصلاح اور صالح تربیت کی خاطر جو تھوڑا بہت دکھ درد ملتا ہے دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بدلہ بڑی بہتر صورت میں دیا جائے گا۔ چنانچہ روزہ داروں کو آخرت میں روزہ کی بھوک اور پیاس کے عوض جنت میں اس جگہ سے گزارا جائے گا۔ جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ مشروبات اور عمدہ سے عمدہ کھانے ہوں گے تاکہ وہ جی بھر کر کھائیں اور پئیں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی

ملک کے حاکم کی دعوت کی جائے تو اس کی دعوت خانے میں لانے کے لیے ایک مخصوص دروازہ اور راستہ مقرر کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے مہمانوں کے لیے عام راستہ اور دروازے استعمال کیے جاتے ہیں اس سے مہمان کی عزت اور توقیر مقصود ہوتی ہے جو اس مہمان خصوصی کے علاوہ دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ باب ریان کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزید یہ فرمایا۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ۔ (بخاری شریف)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ:-

جنت میں داخل ہونے کے لیے آٹھ دروازے ہیں اور یہ دروازے درجات اور مراتب کے لحاظ سے مخصوص کیے گئے ہیں اور ان میں ایک دروازہ روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے اور یہ دروازہ باب ریان ہے۔ ریان کا لفظ ری سے ماخوذ ہے جس کے معنی بہت سیراب کرنے والا ہے یعنی روزہ دار جب اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے وہاں بے شمار کھانے پینے کی نعمتیں ہوں گی۔ جہاں وہ جی بھر کے کھائیں گے اور ان کا یہ خصوصی اعزاز روزے رکھنے سے ہوگا۔

خصوصی مہمان نوازی کے بعد روزہ دار اپنے مقررہ درجات اور مقامات کی طرف چلے جائیں گے جو ان کے لیے مقرر کیے ہوں گے۔ اور باب ریان سے داخل ہونے میں جو آسانی اور فرحت روزہ دار محسوس کریں گے وہ دوسرے محسوس نہیں کریں گے۔ باب ریان کی اصلیت کے علاوہ میرے نزدیک باب ریان سے مراد نیک اعمال ہیں اور ان میں ایک عمل روزہ رکھنا ہے جس کی بنا پر انسان جنت میں داخل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ جنت میں جانے کے لیے ایک دروازے کی مانند ہے اس کی مزید وضاحت کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ نُوْدِیَ فِی الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰہِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ یُدْعٰی مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ قَالَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَلٰی اَحَدٍ یُدْعٰی مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ یُدْعٰی اَحَدٌ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ کُلِّهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ۔ (نسائی شریف)

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں ایک جوڑا دے اسے جنت میں پکارا جائے گا! اے اللہ کے بندے یہ تیری نیکی ہے تو جو شخص نمازی ہوگا وہ نماز کے راستے سے بلایا جائے گا۔ اور جو شخص جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ صدقہ کے راستہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ روزے کے دروازے سے بلایا جائے گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص سب دروازوں سے بلایا جائے گا اس پر کیا ہے! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جو سارے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ہاں اور مجھے توقع ہے کہ تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہو گے۔

۱۰۔ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ کی روایت یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز

شیءٍ زکاۃٌ وَزکوٰۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ — میں زکاۃ ہے اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے۔

(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ لہٰذا صحت دولت، حسن، علم وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہیں اور ان نعمتوں کا جتنا بھی انسان شکر ادا کرے کم ہے ان نعمت ہائے گوناں گوں کے شکر کی عملی صورت یہ ہے کہ رضائے الٰہی کی خاطر ان نعمتوں کو دوسروں کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ مال و دولت کا شکرانہ اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات اور زکاۃ ادا کرنا ہے علم کی زکاۃ یہ ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔ صحت و تندرستی کی زکاۃ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوک و پیاس برداشت کی جائے روزہ میں چونکہ بھوک اور پیاس برداشت کرنا پڑتی ہے اور بے شمار خواہشات پر صبر و ضبط کرنا پڑتا ہے تو ان تمام امور میں جو تھوڑی بہت شکرانے کے طور پر تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہے۔ لہٰذا روزہ کی مشقت اور معمولی جسمانی تکلیف صحت تندرستی اور جسم کی زکاۃ کے مترادف ہے۔

اللہ والوں نے جسم کی اس زکاۃ کو بہت پسند کرتے ہوئے نفلی روزوں کا رکھنا معمول بنایا کیونکہ اس بدنی زکاۃ سے انوارات الٰہیہ اور روحانی تجلیات کا حصول ہوتا ہے۔

۱۱۔ روزہ ڈھال ہے

روزہ گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال کی مانند ہے۔ اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ۔ (نسائی)

سیدنا حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ روزہ ڈھال ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ۔

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، روزہ سپر ہے۔ نسائی

(۳) عَنْ مُطَرِّفٍ رَجُلٍ مِنْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ الْعَاصِ دَعَا لَهُ بِلَبَنٍ لِيَسْقِيَهُ فَقَالَ مُطَرِّفٌ إِنِّي صَائِمٌ فَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الصِّيَامُ جُنَّةٌ كَجُنَّةِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ۔

سیدنا حضرت مطرف رضی اللہ عنہ جو حضرت عامر بن صعصعہ رضی اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں مروی ہے کہ عثمان بن العاص نامی ایک شخص نے آپ کو پلانے کے لیے دودھ منگوایا، آپ نے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا روزہ ڈھال ہے! جیسے تم میں سے کسی کے پاس لڑائی اور جنگ کے لیے ڈھال ہوتی ہے۔ نسائی۔

(۴) عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الصِّيَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی شریف)

ان احادیث میں روزہ کی فضیلت کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ جنّہ ہے یعنی ڈھال ہے ڈھال کا لفظ لیے جنگی آلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے غازی دوسرے کی تلوار کے وار کو روکتا تھا اور اپنے آپ کو بچاتا تھا چنانچہ روزہ انسان کو ایسے ہی برائیوں سے بچاتا ہے جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے وار سے بچاتی ہے علاوہ ایسے ہی روزہ انسان کو ازلی دشمن شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ میت کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف آجاتی ہے۔ روزہ بائیں طرف قرآن سر کی طرف سے اور صدقہ پاؤں کی طرف سے آجاتا ہے یعنی روزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عذاب جو روزہ دار کو بائیں طرف سے آتا تھا اسے روزے نے ڈھال کی مانند روک دیا۔

صاحب نہایہ نے روزہ کے ڈھال ہونے کا یہ مطلب لیا ہے کہ روزہ نفسانی شہوات سے بچاتا ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مشروعیت کے لحاظ سے ستر اور حفاظت کا سامان ہے۔ پس روزہ دار کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو ان تمام چیزوں سے بچائے جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں اور ثواب کم کر دیتی ہیں۔

ابن العربیؒ نے کہا ہے کہ روزہ جسم کے لیے ڈھال ہے اس لیے بتایا گیا ہے کہ جسم کو شہوات کے ساتھ گھیر اگیا ہے۔ پس جو آدمی شہوات سے بچے گا وہ جہنم سے محفوظ رہے گا اور روزہ چونکہ شہوات سے بچاتا ہے۔ اس لیے وہ جہنم کی آگ کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔

۱۲۔ رمضان المبارک میں شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں

رمضان المبارک کا آغاز ہوتے ہی شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری)

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑا دیا جاتا ہے۔ (نسائی)

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں۔ ترمذی۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ انسان سے ہر وہ کام کروانے کی کوشش کرتا ہے جو انسان کو اللہ سے دور کرے۔ ابلیس شیطانیت کا مظہر ہے اور وہ انسان دشمنی میں اکیلا نہیں بلکہ ارواح خبیثہ اور جنات سے ایک گروہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہے جنہیں شیاطین کہا جاتا ہے۔ شیاطین کے اس گروہ کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ بیک وقت دنیا میں ہر انسان کو دین حق سے غافل کرنے کے لیے پورا زور لگاتا ہے۔ انسانی نفس اور خواہشات پر قبضہ کر کے انسان کو راہ حق سے گمراہ کرنا شیاطین کا سب سے بڑا حربہ ہے مگر رمضان المبارک کی اتنی فضیلت ہے کہ اس مہینہ میں شیاطین کے گروہ کو حقیقی معنوں میں اپنے افعال پر پابند کر دیا جاتا ہے تاکہ انسانوں سے برائی سرزد نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہر ممکن اپنی مخلوق کو موقعہ فراہم کرتی ہے کہ وہ اسے یاد کرے اور اس کی عبادت کرے۔ بعض لوگ یہ نقطہ چینی کرتے ہیں کہ اگر برائی کا مظہر شیاطین ہی ہیں تو رمضان المبارک میں جو برائیاں سرزد ہوتی ہیں پھر وہ کیوں ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان احادیث کے مطابق جب شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تو رمضان المبارک میں رتی بھر بھی برائی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن یاد رہے کہ شیاطین اگرچہ روزوں میں بند ہوتے ہیں لیکن شیطانی اثرات جو نفوس خبیثہ کی عادات میں اثر انداز ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کے زیر اثر لوگ بُرے کام خود بخود کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی برائی میں ملوث کرنے کی پوری جدوجہد کرتے ہیں۔ اس طرح رمضان کے مہینہ میں جو برائی ہوتی ہے وہ انسانی نفس امارہ جو شیطان کی آجگاہ ہے کے ذریعہ ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کا خاص نزول رہتا ہے جو عام دنوں میں نہیں ہوتا۔ اس رحمت خداوندی کے باعث اکثر لوگ گناہوں سے باز آ جاتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ کی

عبادت اور نیکیاں کرنے میں لگ جاتے ہیں جو عام دنوں میں نہیں کرتے۔ پہلے ان کی نماز قائم نہ تھی مگر ماہِ رمضان میں نماز پڑھنے لگتے ہیں اسی طرح وہ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و فکر کرتے ہیں حالانکہ پہلے وہ ایسا نہیں کرتے تھے اسی طرح مجموعی طور پر اکثر لوگ رمضان المبارک میں بُرے عمل چھوڑ دیتے ہیں جس وجہ سے ہر طرف نیک ماحول بن جاتا ہے۔ اس نیک ماحول کے باعث ہر برائی میں کمی ہو جاتی ہے۔

دراصل انسان کے روح اور نفس میں رحمانی اور شیطانی اثرات قبول کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو صوفیا اور اللہ والوں کی صحبت میں رہتے ہیں۔ نیک اور صالحین کی محفلوں میں ان کا بیٹھنا اٹھنا رہتا ہے۔ ان کے نفس کی رحمانی صفت رمضان المبارک میں نیکی اور عبادت کی طرف مائل رہتی ہے اور جن لوگوں کا نفس بُری صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے صفات شیطانی کی آماجگاہ بنا رہتا ہے وہ اس شیطانی اثرات کے باعث رمضان المبارک میں بھی بُرے کام کرنے سے باز نہیں آتے۔

۱۳۔ مقدس مقامات پر روزہ رکھنے کا اجرِ کثیر

بعض مقامات کو اللہ تعالیٰ کے ہاں تقدس کا شرف حاصل ہے اور اس مقام پر رہ کر عبادت کرنا یعنی نماز روزہ اور یادِ الٰہی میں مصروف ہونا دوسرے مقامات کی نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے اور زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ شہر مکہ میں روزہ رکھنے کے خصوصی ثواب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ

مَنْ اَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ فَصَامَهُ وَقَامَ مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِائَةَ اَلْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْمَا سِوَاهُ وَكَتَبَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ وَكُلِّ يَوْمٍ

جس نے رمضان المبارک کو مکہ میں پایا اور اس نے اپنی طاقت کے مطابق روزہ رکھا اور قیام کیا تو اس کو دوسری جگہ کے اعتبار سے اس جگہ ایک لاکھ رمضان گزارنے کا ثواب ملتا ہے، اور ہر ایک دن کے بدلے میں

حُمْلَانَ فَرْسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ حَسَنَةٌ وَّفِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ حَسَنَةٌ۔

(ابن ماجہ، ترغیب)

ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح ہر ایک رات کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور ہر دن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے راہ میں ایک سواری دینے کا ثواب ملے گا، اور ہر ایک رات اور دن کے بدلہ میں اس کو نیکیاں ہی نیکیاں ملیں گی۔

مقامات مقدسہ میں سب سے زیادہ فضیلت اور حرمت شہر مکہ کو حاصل ہے جس اللہ کا گھر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی شہر ہے۔ جس وجہ سے وہ سب سے افضل مقام ہے۔ خانہ کعبہ کے بعد مسجد نبوی اور مدینۃ النبی کو وہ بزرگی اور شہرت حاصل ہے جو کسی دوسرے مقام کو حاصل نہیں۔ ان دونوں مقامات کے علاوہ بیت المقدس بھی مقدس مقامات سے ہے اک حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ شہر مکہ اور خاص کر خانہ کعبہ میں رمضان المبارک گزارنا انتہائی خوش بختی ہے اور سعادت ہے کیونکہ وہاں روزے رکھنا دوسرے مقامات کی نسبت بہت زیادہ ثواب کے حامل ہیں۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں روزہ رکھ کر مشغول عبادت رہنا مقدر کی بات ہے۔ کیونکہ ان دونوں مقامات کی عبادت اللہ کے نزدیک انتہائی قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

صوفیا اور اولیا کرام کی ازحد کوشش ہوتی ہے کہ وہ خانہ خدا اور مسجد نبوی میں رمضان المبارک کا مہینہ گزاریں کیونکہ ان دونوں مقامات پر فقرا اور صوفیا خصوصی روحانی کیفیات اور واردات محسوس کرتے ہیں اور مشاہدات دیکھتے ہیں جو عام مقامات پر میسر نہیں آتے۔

ان دونوں مقدس مقامات کے علاوہ بزرگانِ دین کی مساجد اور وہ جگہ مقدس ہے جہاں کسی اللہ کے بندے نے معتکف ہو کر رمضان المبارک گزارا ہو۔ لہٰذا مقاماتِ مقدسہ پر روزوں میں ذکر و فکر کی جو لذت میسر آتی ہے وہ عام مقامات پر نصیب نہیں ہوتی اور وہاں کی عبادت زیادہ ثواب اور قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لیے نیک اور صاحب دل حضرات کو مکہ معظمہ یا مسجد نبوی میں رمضان المبارک گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۱۴۔ رمضان المبارک میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ ابن ماجہ میں روایت ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور منادی والا پکارتا ہے اے خیر طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔ امام احمد اور نسائی میں روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔"

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلَ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِكَ کُلَّ لَیْلَةٍ ۔

(ترمذی شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے شیطان اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ ایک ندا کرنے والا پکارتا ہے اے خیر کے طلب کرنے والو متوجہ ہو اور اے شر کے طلب کرنے والے باز رہ اور اللہ کے لیے آگ سے آزاد ہونے والے ہیں اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازوں کے بند ہو جانے کے بارے میں مندرجہ بالا مختلف احادیث کے اقتباسات ہیں۔ جن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو اس وقت جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں جہنم ایک بہت بڑا گڑھا ہے

جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے جس میں مختلف طبقات ہیں جہنم کی اصلیت لعنت کی علامت ہے اور روزوں میں دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا اس طرف اشارہ ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا والوں کے لیے رحمت کی فضا کا نزول ہوتا ہے اور روزہ رکھنا انتہائی سعادت مندی ہے۔ جس کے باعث انسان کے اعمال نامہ میں نیکیوں کے زیادہ ہونے سے گناہ کم ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ نیکیوں کا بہت زیادہ ہو جانا روزہ دار کے لیے جہنم سے خلاصی کا سبب بنے گا اور جہنم سے ایسا چھٹکارا روزہ دار کے لیے جہنم کے دروازے بند ہونے کے مترادف ہے۔

بہرکیف احادیث کے مندرجہ بالا الفاظ یعنی روزوں میں جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا رمضان المبارک میں روزہ رکھنے اور نیک عمل کرنے کی دعوت ہے۔ ہر مسلمان کو روزوں میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنا چاہیے تاکہ ہم سے اللہ راضی رہے اور جہنم کا دروازہ مسلمان کے لیے ہمیشہ کے لیے بند رہے۔

۱۵۔ دوزخ سے نجات

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ مسلمان کی کامیابی کا دارو مدار اس امر پر ہے کہ یوم حساب کے بعد دوزخ کے عذاب سے اسے نجات مل جائے۔ کسی کے دوزخ میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کتاب و سنت کی پیروی نہ کرتے ہوئے ایسے اعمال کیے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر انسان کو سزا کے طور پر دوزخ میں پھینک دے گا جو نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے جس سے بچنے کے بارے میں کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ سزا سے بچ جانے کا واحد طریقہ نیکیوں میں کثرت اور فرضی عبادت کی بجا آوری ہے مگر ان سب فرضی عبادات میں سے روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوزخ کے عذاب سے بچانے کا نہایت ہی موثر ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس کا اجر دوسری عبادات کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور دوزخ سے بچاتے

کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے جس طرح ایک مضبوط قلعے کی آڑ میں انسان کو خطرات سے پناہ مل جاتی ہے اور قلعہ میں پناہ لینے سے دشمن سے بچنے کی صورت نظر آتی ہے اسی طرح روزہ نیکی کا ایک قلعہ ہے جس سے انسان میں نیکی کا مادہ بڑھتا ہے اور گناہ کی قوت کمزور ہو جاتی ہے یا بعض اوقات ختم ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے فرمایا تم روزہ رکھو اس لیے کہ روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے اور زمانہ کی مصیبتوں سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان بے شمار برائیوں سے بچ کر صالح بن سکتا ہے جس سے خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور دنیا کے رنج والم سے نجات مل جاتی ہے۔ اور روزہ دار آخرت میں دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ دِالْخُدْرِيْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں بھی پہلے والی بات کو ایک اور انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار سے دوزخ کو بہت دور کر دیا جاتا ہے۔ یعنی روزہ دوزخ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے یہی مضمون ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوا ہے

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (ترمذی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی رضا کی خاطر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی خندق بنا دیتا ہے جس طرح آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ ترمذی۔

روایت :۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں دین و دنیا کی بہتری کے لیے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پوچھ لو جو پوچھنا ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ!

میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو سب سے زیادہ جاننے والے ہو جاؤ گے۔

اس نے عرض کی۔ حضور! میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤں۔ فرمایا قناعت اختیار کر لو سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اچھا بن جاؤں۔ فرمایا۔ لوگوں سے اچھائی کرو اچھے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں انصاف کرنے والا بن جاؤں۔ فرمایا جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو۔ انصاف کرنے والے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کا خاص بندہ ہو جاؤں۔ فرمایا اللہ کی یاد کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ اس کے خاص بندے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے فرمایا اپنے اخلاق اچھے کر لو ایمان کامل ہو جائے گا۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے تابعداروں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا۔ اللہ کے فرائض ادا کرتے رہو۔ اس کے تابعدار بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کو میں نور میں اٹھوں۔ فرمایا کسی پر ظلم نہ کرو۔ قیامت کو نور ہی میں اٹھو گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم فرمائے۔ فرمایا خود اپنی جان پر اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں۔ میرے گناہ کم ہو جائیں۔ فرمایا۔ کثرت کے ساتھ استغفار کیا کرو۔ گناہ کم ہو جائیں گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت پیدا ہو فرمایا ہمیشہ طہارت پر رہو۔ رزق میں وسعت پیدا ہو جائے گی۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے۔ اس سے محبت رکھو اور جس سے اللہ اور اس کے رسول کو دشمنی ہے اس سے دشمنی رکھو۔ اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں میں سے ہو جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے غضب سے بچ جاؤں فرمایا تم کسی پر غضب نہ کرو۔ اللہ کے غضب سے بچ جاؤ گے۔

باب ۲

مسائل روزہ

روزہ کے ضروری مسائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نیت

روزہ کے لیے نیت فرض ہے بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوگا۔ نیت دل کے مضبوط ارادہ کو کہتے ہیں اس لیے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری شرط نہیں بلکہ مستحب اور بہتر ہے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوٰی کبریٰ تک ہے یعنی دوپہر یا زوال سے پہلے تک ہے۔

اگر رات یا طلوع فجر سے پہلے نیت کی جائے تو زبان سے نیت کے یہ الفاظ ادا کرنا مستحب ہے۔ وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ، میں نے کل ماہ رمضان کا روزہ رکھنے کی نیت کی۔ اگر دن کو نیت کی جائے تو اس کے الفاظ یہ ہیں۔ نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آج دن کا روزہ رکھنے کی نیت کی ہے۔

مستحب اور افضل یہ ہے کہ نیت رات یا سحری کھاتے وقت اور طلوع فجر سے پہلے کی جائے۔ سحری کھانا بھی نیت ہے چاہے رمضان کے روزہ کی سحری ہو یا کسی اور روزہ کی۔ ہاں اگر سحری کھاتے وقت یہ ارادہ کیا کہ صبح کو روزہ نہ رکھوں گا تو یہ سحری کھانا نیت کی بجائے نہ ہوگی۔

رمضان المبارک کے ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے۔ رمضان کے سارے روزوں کے لیے صرف ایک دن نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔

رمضان کے ادا روزوں میں فرض کہہ کر نیت کرنا ضروری نہیں۔ صرف روزے کی نیت کرلینا کافی ہے۔ البتہ کوئی مریض اگر رمضان کا روزہ رکھے تو وہ فرض کا تعین کرے اس لیے کہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں ہے۔ مریض اگر محض روزے کی نیت کرے یا نفلی روزے کی نیت کرے تو اس کا روزہ رمضان کا روزہ نہ ہوگا۔

رمضان کے قضا روزوں میں متعین طور پر فرض کی نیت کرنا ضروری ہے۔

مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان میں کسی اور واجب روزے کی نیت نہ کرے رمضان کے فرض روزے کی نیت کرے یا نفلی روزے کی نیت کرے۔ ہر طرح درست ہے۔

اگر کوئی شخص شب میں روزہ کی نیت کرنا بھول جائے اور دن میں اس کو یاد آئے تو ان تین قسم کے روزوں میں نصف النہار سے پہلے پہلے تک نیت کرلینا درست ہے۔ یعنی طلوع آفتاب سے قبل نصف النہار تک کسی وقت بھی نیت کرے درست ہے۔

اگر شب میں کسی وجہ سے روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا، پھر صبح کو بھی روزہ نہ رکھنے ہی کا خیال رہا۔ پھر نصف النہار سے پہلے خیال آیا کہ رمضان کا روزہ چھوڑنا مناسب نہیں اور نیت کرلی تو یہ روزہ درست ہے۔ ہاں اگر صبح میں کچھ کھا پی لیا تھا تو اب نیت کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔

کسی نے شب میں یہ ارادہ کیا کہ میں کل کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن پھر صبح ہونے سے پہلے پہلے ارادہ بدل دیا اور روزہ نہیں رکھا تو اس صورت میں قضا واجب نہیں۔

روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، اس لیے صبح صادق سے پہلے پہلے وہ سارے کام جائز ہیں جن سے بچنا روزے میں فرض ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ روزے کی نیت کرلینے کے بعد کچھ کھانا پینا وغیرہ جائز نہیں، یہ غلط ہے، صبح صادق سے پہلے پہلے کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہے چاہے غروب آفتاب کے بعد ہی دوسرے دن کے روزے کی نیت کرلی ہو۔

رمضان کے مہینے میں کسی نے فرض روزے کے بجائے نفلی روزے کی نیت کی اور یہ سوچا کہ فرض روزے کی قضا رکھ لوں گا۔ تب بھی وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا۔ نفلی روزہ نہ ہوگا

...اسی طرح اگر نفلی روزے کے بجائے واجب روزے کی نیت کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا
...اصولی بات یہ ہے کہ رمضان میں صرف رمضان کا فرض روزہ ہی صحیح ہے کوئی اور روزہ
...صحیح نہیں ہے۔
نفلی روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اگر صبح کے وقت یہ نیت کی کہ آج میرا
...روزہ ہے اور پھر اس کے بعد روزہ توڑ دیا، تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔

۲۔ سحری

روزہ رکھنے کی غرض سے صبح صادق سے پہلے جو کچھ کھایا پیا جاتا ہے اُسے "سحری"
...کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سحری کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی کھانے کی
...تاکید فرماتے رسحری کے متعلق احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ہیں۔
حدیث ۱:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
...سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (نسائی، ترمذی)
حدیث ۲:۔ حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
...نے فرمایا کہ تین چیزوں لیعنی جماعت ثرید اور سحری میں برکت ہے۔ طبرانی
حدیث ۳:۔ حضرت ابن خزیمہ عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ
...علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان روزوں کا فرق سحری کھانے میں
...ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)
حدیث ۴:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
...علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھانے سے دن کے روزے پر استعانت کرو اور قیلولہ سے رات
...کے قیام پر استعانت کرو۔ بیہقی۔
حدیث ۵:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
...نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ طبرانی
حدیث ۶:۔ نسائی باسناد حسن ایک صحابی سے راوی کہتے ہیں میں حضور کی خدمت

میں حاضر ہوا حضور سحری تناول فرما رہے تھے ارشاد فرمایا یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی تو اسے نہ چھوڑنا۔

حدیث ۷:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا سحری کل کی کل برکت ہے اسے نہ چھوڑنا اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

حدیث ۸:۔ طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں پر کھانے میں انشاء اللہ تعالیٰ حساب نہیں۔ رزق حلال سے روزہ رکھنے والا، سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سحری کھانا سنت ہے اگر اس وقت کوئی چیز کھانے کو دل نہ چاہتا ہو تو ایک آدھ کھجور یا ایک لقمہ یا چند گھونٹ پانی پی لینا چاہیے تاکہ سحری کا ثواب اور برکت حاصل ہو جائے اور سنت نبوی پر عمل اور اہل کتاب کی مخالفت بھی ہو جائے سحری کھانے میں دیر اور تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی دیر بھی نہیں کہ وقت ہی ختم ہونے کا شک پیدا ہو جائے مناسب یہ ہے کہ سحری کا وقت ختم ہونے سے پانچ، دس منٹ پہلے کھانے پینے سے فارغ ہو جائے۔

اگر سحری کے وقت غسل کرنے کی حاجت ہو اور وقت اتنا ہی باقی ہے کہ اس میں سحری کھائی جا سکتی ہے تو ایسی صورت میں نماز جیسا پورا وضو کر کے سحری کھانا پینا جائز ہے سحری سے فراغت کے بعد غسل جلدی کرنا چاہیے اب زیادہ دیر گناہ ہے۔

۴۔ افطاری

غروب آفتاب پر وہ امور جو روزہ کی وجہ سے ترک کیے تھے انہیں دوبارہ کرنے یعنی کھانے پینے کو افطاری کہا جاتا ہے۔ اسلام میں روزے کو افطار کرنے کا مسنون وقت غروب آفتاب ہے اس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اس طرف سے آنی شروع ہو

اور دن اس طرف سے پلٹنا شروع ہو اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار کے لیے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔ اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی جانب سے رات کی تاریکی چھانا شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ روزہ افطار کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو افطار میں جلدی کرنے والے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اس وقت تک غالب رہے گا۔ جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیوں کہ یہود اور نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کیا کرتے تھے۔

بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک لوگ افطاری میں جلدی کریں گے بھلائی پر رہیں گے۔

روزہ رزق حلال سے جو میسر ہو اس سے افطار کیا جائے۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیا جائے اور آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی یہ طریقہ تھا کہ آپؐ تازہ کھجور سے افطار کرتے اگر کھجور نہ ملتی تو چھوہاروں سے روزہ افطار کر لیتے اگر اتفاق سے وہ بھی نہ ملتے تو پانی سے ایک دو گھونٹ پی کر روزہ افطار فرماتے۔

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ پائے تو اسے چاہیے کہ پانی سے افطار کرے کیونکہ وہ پاک ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے۔ تر نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی سے افطار فرماتے۔

روزہ نماز مغرب سے قبل افطار کرنا چاہیے اور کھجور سے کرے تو بہت بہتر ہے۔
روزہ دار عام طور پر روزہ کھجوروں ہی سے افطار کرتے ہیں اگر کھجوریں میسر نہ ہوں تو

کسی بھی دوسری چیز سے روزہ افطار کیا جا سکتا ہے جو چیز میسر ہو۔

۱۔حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (ابو داؤد) اے اللہ تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔

روزہ افطار کروانے کا بہت ثواب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے حلال و پاکیزہ کھانے یا پانی سے کسی کا روزہ افطار کرایا تو فرشتے ماہِ رمضان المبارک کے وقتوں میں اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جبرئیل علیہ السلام شب قدر میں اس کی بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ طبرانی) جو شخص روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا کسی غازی کو سامان جہاد دے تو اسے بھی اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا۔ نسائی۔

جب افطار کا صحیح وقت ہو جائے تو اس وقت جلدی روزہ افطار کرنا چاہیے اور افطاری میں اتنی دیر کرنا کہ ستارے نظر آنے لگیں، یہودیوں کا طریقہ ہے اور اس قدر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سو رہا تھا کہ دو آدمی مجھے ایک دشوار پہاڑ پر لے گئے جب میں پہاڑ کے درمیان پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں میرے دریافت کرنے پر ان دو آدمیوں نے بتایا کہ یہ دوزخیوں کی آوازیں ہیں پھر وہ مجھے آگے لے گئے میں نے ایک قوم کو دیکھا جسے الٹا لٹکایا گیا تھا اور ان کی باچھیں چیری جا رہی ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے ان دو آدمیوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے تھے۔ (ابن خزیمہ، ابن حبان)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (۱) روزہ دار کی افطاری کے وقت۔ (۲) عادل بادشاہ کی (۳) اور مظلوم کی دعا۔ ترمذی و ابن ماجہ)

۴۔ روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند کام ایسے ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے یعنی روزہ مکمل کرے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خود بخود قے آ جائے اس حالت میں کہ وہ روزے سے ہو تو اس پر قضا لازم نہیں اور جو شخص عمداً قے کرے اسے چاہیے کہ قضا ادا کرے۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ۔

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگاؤں آپ نے فرمایا۔ ہاں لگالو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں (۱) پچھنے یعنی سنگی لگوانا (۲) قے آنا (۳) اور احتلام۔ ترمذی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بھول کر کھانے، پینے اور جماع سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہاں ایسی صورت میں روزہ یاد آتے ہی فوراً یہ کام ترک کر دینا ضروری ہے اگر روزہ یاد آنے کے بعد بھی کھانے پینے میں مشغول رہا تو اب روزہ ٹوٹ گیا اور اس روزہ کی صرف قضا واجب ہے کفارہ لازم نہیں۔ جب کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی رہا ہو تو دیکھنے والے پر اس کو یاد دلانا واجب ہے اگر یاد نہ دلایا تو وہ گنہگار ہوگا۔ ہاں بعض فقہاء نے کہا ہے اگر وہ روزہ دار انتہائی کمزور اور لاغر ہو یا ضعیف ہو، تو بقدرِ کفایت کھا لینے کے بعد اسے یاد کرادو، آنکھ میں دوائی یا سرمہ وغیرہ لگانے، بھول یا عطر وغیرہ کی خوشبو سونگھنے تر یا خشک مسواک کرنے، سر یا بدن پر تیل ملنے سنگی لگوانے، دن کو سوتے ہوئے احتلام

ہو جانے، خود بخود قے آجانے، نہاتے وقت کان میں پانی داخل ہو جانے اور حلق میں بلا اختیار دھواں، گرد و غبار، مکھی، مچھر وغیرہ اتر جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۵۔ روزہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند صورتیں ایسی ہیں جن میں روزہ بغیر ارادے کے خود بخود ٹوٹ جاتا ہے یا کوئی دوسرا زبردستی روزہ تڑوا دیتا ہے تو ان حالات میں روزہ دار کو بعد میں صرف ٹوٹے ہوئے روزے کے بدلے میں روزہ رکھنا ضروری ہے جسے قضا کہا جاتا ہے حسب ذیل صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن صرف قضا فرض ہے۔

کسی نے روزے میں بھولے سے کھا پی لیا، اور پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ ہی گیا ہے قصداً کچھ کھا پی لیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ ایسے ہی بھول کر جماع کر لینے یا صرف شہوت کی نظر سے دیکھنے کی صورت میں انزال ہو جانے یا دن کو سوتے ہوئے احتلام ہو جانے، یا خود بخود قے آجانے کے بعد روزہ دار نے یہ سمجھ لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا، پھر قصداً کھا، پی لیا تو اس روزہ کی بھی صرف قضا واجب ہے۔ ایسے ہی روزے میں کسی نے قصداً منہ بھر کے قے کی تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہے۔

کسی نے روزہ دار کو زبردستی کچھ کھلا پلا دیا تو صرف قضا واجب ہے ایسے ہی اگر کسی نے زبردستی کسی خاتون کے ساتھ جنسی فعل کیا یا غافل سو رہی تھی یا بے ہوش تھی اور کسی نے اس سے جنسی لذت حاصل کی تو خاتون پر صرف قضا واجب ہوگی۔

حقہ، سگرٹ، بیڑی وغیرہ پینے، پان چبانے، اگرچہ حلق سے نیچے نہ اترے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ایسے ہی اگر بتی وغیرہ یا کسی اور چیز کا دھواں قصداً ناک میں کھینچنے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا واجب ہوگی۔

دانتوں سے خون نکلا اور حلق سے نیچے اتر گیا اگر اس میں تھوک زیادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر خون زیادہ ہو تو روزہ نہ رہا۔ سر میں دماغ کی جھلی تک، یا پیٹ میں معدہ کے منہ تک گہرا زخم ہو تو ایسی صورت میں اگر دوا لگائی اور وہ دماغ یا معدہ کے اندر

پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس کی قضا فرض ہے۔ اگر انجکشن کے ذریعے دوا معدہ یا دماغ کے اندر پہنچ تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اس لیے روزہ کی حالت میں ٹیکہ (انجکشن) نہ لگوایا جائے۔

بیوی کو گلے لگانے، بوسہ لینے اور بدن کو چھونے وغیرہ کی صورت میں انزال ہو جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ روزہ یاد ہو اور اس کی صرف قضا واجب ہے۔ یا بھول کر جماع میں مشغول تھا پھر روزہ یاد آ جانے میں فوراً جدا نہ ہونے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس کی قضا واجب ہے۔

کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ سمجھ کر کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے کچھ کھا پی لیا پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو اس روزے کی قضا رکھنا واجب ہے۔

کسی نے سورج ڈوبنے سے پہلے ہی یہ سمجھ کر کہ سورج ڈوب گیا ہے افطار کر لیا تو قضا واجب ہے۔

روزے میں کسی کے منہ میں آنسو، یا پسینے کے قطرے چلے گئے اور پورے منہ میں اس کی نمکینی محسوس ہوئی اور وہ ان قطروں کو نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ قضا لازم ہے

مسواک کرتے ہوئے یا یونہی مسوڑھے وغیرہ سے خون نکلا اور روزہ میں تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا قضا واجب ہے۔ ہاں اگر خون تھوک کی مقدار سے کم ہے اور حلق میں محسوس نہیں ہو رہا ہے تو روزہ نہیں جائے گا۔

۴۔ قضا اور کفارہ

بعض صورتیں ایسی ہیں اگر ان میں روزہ توڑا جائے تو اس کے بدلے میں رمضان المبارک کے بعد روزہ رکھنا ضروری ہے۔ اور کفارہ بھی دینا واجب ہے۔

مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم نے رمضان المبارک میں اگر با نیت عبادت روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی قصداً توڑ دیا تو اس پر اس روزے کی قضا اور کفارہ دونوں فرض ہیں۔

روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر کھانے پینے، جماع کرنے، حقہ، سگریٹ وغیرہ پینے

سے روزہ کی قضا اور کفارہ فرض ہے۔

کسی نے روزے میں جذبات سے مغلوب ہو کر جنسی فعل کا ارتکاب کیا چاہے وہ مرد ہو یا عورت، یا مرد نے لواطت کی تو قضا اور کفارہ واجب ہے۔

کسی خاتون نے مرد سے ہمبستری کی اور عضو کا سر اندر داخل ہو گیا تو چاہے منی کا خروج ہو یا نہ ہو ہر حال میں قضا واجب ہے اور کفارہ بھی واجب ہے۔ کسی نادان نے عورت سے ہمبستری کی اور اس کے پچھلے حصے میں عضو کا سر داخل کر دیا تو دونوں کا روزہ فاسد ہو گیا۔ قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔ ایسے ہی خاتون غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور مرد نے اس سے جنسی لذت حاصل کی تو مرد پر قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔

کسی نے ایسی کوئی چیز کھا پی لی جو کھانے پینے کے استعمال میں آتی ہے یا ایسی چیز کھائی جو کھانے پینے میں استعمال نہیں کی جاتی لیکن دوا کے طور پر کھا پی لی کہ اس سے فائدہ ہوگا۔ تو روزہ جاتا رہا اور اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

کوئی ایسا فعل کیا جس سے روزہ کے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو یعنی روزہ فاسد نہ ہوتا ہو، لیکن روزہ دار نے یہ گمان کر لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد اس نے قصداً کھا پی لیا تو ایسی صورت میں بھی روزہ کی قضا اور کفارہ لازم ہے، مثلاً سنگی لگوائی یا آنکھ میں سرمہ لگایا یا عورت سے بوس و کنار کیا، بشرطیکہ انزال نہ ہوا تو روزہ دار نے یہ گمان کر لیا کہ روزہ نہیں رہا۔ حالانکہ ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا پھر اس نے قصداً کھا پی لیا تو اب اس پر قضا اور کفارہ دونوں فرض ہیں۔

کفارہ اسی روزہ کا لازم ہے جس کی نیت صبح صادق سے پہلے یعنی رات میں کی ہو اگر اس روزہ کی نیت دن میں کی ہو تو اس کی صرف قضا فرض ہے۔ اسی طرح کفارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضروری شرط ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا غیر اختیاری شرعی عذر، پیدا نہ ہو جس سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت و اجازت ہے مثلاً عورت کو اسی دن حیض و نفاس آ گیا یا روزہ توڑنے کے بعد، اسی دن شدید بیمار ہو گیا کہ جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو ایسی حالت میں بھی کفارہ لازم نہیں بلکہ صرف قضا فرض ہے

سفر سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ اختیاری عذر ہے۔

روزہ رکھ کر پھر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر روزے دار ایسا شدید بیمار ہو جائے کہ روزہ نہ توڑنے کی صورت میں موت واقع ہو جانے، یا بیماری کے زیادہ بڑھ جانے کا قوی احتمال ہو، یا اتنی شدید بھوک اور پیاس لگے کہ جان جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں، روزہ توڑ دینا بالکل جائز بلکہ واجب ہے۔ اور پھر تندرست ہو جانے پر اس روزہ کی صرف قضا لازم ہے۔

کفارہ: قصداً روزہ توڑنے کا کفارہ تین طرح سے ادا ہوتا ہے۔ اوّل غلام یا باندی آزاد کرنا، یہ تو آج کل میسر ہی نہیں۔ دوئم پے در پے ساٹھ روزے رکھنا۔ سوم اگر روزے نہ رکھے جا سکیں تو پھر ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

اگر کفارہ روزوں کی صورت میں ادا کرنا ہو تو یہ ضروری ہے کہ پے در پے ساٹھ روزے بلا ناغہ رکھے جائیں اگر درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے، ہاں عورت کے حیض کے دنوں میں جتنے روزے چھوٹ جائیں وہ شمار نہیں ہوں گے بلکہ وہ حیض سے پہلے اور بعد والے روزے ملا کر ساٹھ روزے پورے کرے۔ کفارہ ادا ہو جائے گا۔

کفارے کے روزے رکھنے کے دوران اگر نفاس کا زمانہ آ جائے تو اس سے بھی کفارے کا تسلسل ختم ہو جائے گا اور نئے سرے سے پھر دو مہینے کے پورے روزے رکھنا واجب ہوں گے۔

کفارے کے روزوں کے دوران اگر ماہ رمضان آ جائے تو پہلے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کے بعد کفارے کے پورے ساٹھ روزے پھر نئے سرے سے رکھے اگر ایک ہی رمضان کے دوران ایک سے زائد روزے فاسد ہو گئے ہوں تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔

اگر کسی پر ایک کفارہ واجب ہوا اور وہ ابھی ادا کرنے نہیں پایا تھا کہ دوسرا واجب ہو گیا تو صرف ایک ہی کفارہ دونوں کے لیے واجب ہوگا۔ چاہے یہ دونوں کفارے دو رمضان

کے ہوں بشرطیکہ روزہ فاسد ہونے کی وجہ جنسی فعل نہ ہو۔ جنسی فعل کے سبب جتنے روزے فاسد ہوں ان کا کفارہ الگ الگ ادا کرنا ہوگا چاہے پہلا کفارہ ادا نہ کر پایا ہو
ساٹھ محتاجوں میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ محتاج پوری عمر کے ہوں اگر بالکل چھوٹی عمر کے بچوں کو کھلایا تو ان کے بدلے پھر پوری عمر کے محتاجوں کو کھلانا ضروری ہے۔
محتاجوں کو کھانا کھلانے میں اپنے عام معیار کا لحاظ رکھے نہ زیادہ بڑھیا واجب ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ سوکھی روٹی ہی دے دی جائے۔
اگر مسکینوں کو کھانا کھلانے میں تسلسل نہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں کفارہ صحیح ہو جائے گا۔
کھانا کھلانے کے بجائے غلہ دینا بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ قیمت ادا کر دی جائے۔ غلہ فطرانے کی مقدار کے برابر ہونا چاہیے۔
اگر ایک ہی محتاج کو ساٹھ دن تک صبح و شام کھانا دیا تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا یہ صورت بہتر تصور نہیں کی جاتی۔ اس لیے ۶۰ مسکینوں کو یک وقت کھلانا ہی بہتر ہے۔

۷۔ روزہ توڑنے کی جائز صورتیں

اتفاقی حالات کی بنا پر مندرجہ ذیل صورتوں میں روزہ توڑنا جائز ہے۔
یکایک کوئی زبردست دورہ پڑگیا یا کوئی ایسی بیماری ہوگئی کہ جان پر بن آئی یا خدانخواستہ موٹر وغیرہ سے کوئی حادثہ ہوگیا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑنے کی وجہ سے حالت غیر ہوگئی تو ان تمام صورتوں میں روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ اگر کوئی اچانک بیمار پڑگیا اور یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ جان جاتی رہے گی۔ البتہ یہ اندیشہ ہے کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری بہت زیادہ بڑھ جائے گی تو اس صورت میں بھی روزہ توڑنے کی اجازت ہے
اگر کسی کو ایسی شدت کی بھوک یا پیاس لگی کہ نہ کھانے پینے سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تب بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔ کسی حاملہ خاتون کو کوئی ایسا حادثہ پیش آگیا کہ اپنی یا بچے کی جان کا خطرہ ہے تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کا

اختیار ہے۔ کسی کو سانپ وغیرہ نے کاٹ کھایا اور فوراً دوا وغیرہ کا استعمال ضروری ہے تو روزہ توڑ دینا چاہیے۔

کمزوری تو تھی لیکن ہمت کر کے روزہ رکھ لیا دن میں محسوس ہوا کہ اگر روزہ نہ کھولا تو جان پر بن آئے گی یا پھر مرض کا شدید حملہ ہو جائے گا تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے۔

۸۔ احکامِ فدیہ

اسلامی شریعت میں ایسے حضرات جن میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو کو یہ رعایت دی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھنے کے بدلے میں فدیہ ادا کریں۔ کیونکہ بڑھاپے میں عموماً انسان کا جسم لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے جس کی بنا پر روزہ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بیماری کے باعث بھی جسم میں روزے رکھنے کی ہمت نہیں رہتی تو ان حالات میں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ فدیہ ادا کریں۔ ہر روزے کے بدلے میں فدیہ یہ ہے کہ ایک محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ فدیے میں غلہ یا اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔ فدیے میں غلے کی مقدار صدقہ فطر کے برابر ہے۔

کسی کے ذمے کچھ قضا کے روزے تھے مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ان کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔ اگر ان قضا روزوں کا سارا فدیہ چھوڑے ہوئے ایک تہائی مال کے بقدر ہے تو فدیہ ادا کرنا واجب ہے اور اگر فدیہ کی قیمت زیادہ بن رہی ہے اور تہائی مال کی مقدار کم ہے تب تہائی مال سے زائد فدیہ میں ادا کرنا اسی وقت جائز ہے جب وارث برضا و رغبت اس کی اجازت دیں، البتہ اس صورت میں بھی نابالغ وارثوں کی اجازت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی ہو اور وارث بطور خود چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ ادا کر دیں تب بھی درست ہے۔ اور خدا کی ذات سے توقع ہے کہ وہ فدیہ کو قبول فرمالے اور روزوں کا مواخذہ نہ فرمائے۔

مرنے والے کی طرف سے اگر وارث روزے رکھ لیں یا اس کی قضا نمازیں پڑھ لیں تو یہ درست نہیں۔

معمولی سی بیماری کی وجہ سے رمضان کا روزہ قضا کرنا اور یہ خیال کرنا کہ پھر قضا رکھ لیں گے یا فدیہ ادا کر کے یہ سمجھنا کہ روزہ کا حق ادا ہو گیا صحیح نہیں۔ رمضان کا روزہ اسی صورت میں چھوڑے جب واقعی روزہ رکھنے کی سکت نہ ہو۔

باب ۳

فضائل شب قدر

یوں تو پورا رمضان المبارک شروع سے آخر تک رحمتوں کا مہینہ ہے اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کا دست عطا پورے عروج اور جوبن پر ہوتا ہے۔ اللہ کا دریائے رحمت پورے جوش پر ہوتا ہے مگر سارے رمضان المبارک میں شب قدر کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے کیونکہ یہ رات مرجع برکات اور پیغام حسنات ہے۔ یہی وہ افضل رات ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کے گناہ مٹا کر اسے پاکیزہ کر دیتا ہے یہی وہ مقدس رات ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا، اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں اس رات میں طلوع فجر تک سلامتی ہے۔

شب قدر ایک خیر و برکت والی ایک عظیم الشان رات ہے جو لیلۃ القدر کے نام سے مشہور ہے اسے لیلۃ القدر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ قدر کے معنی بزرگی کے ہیں اور اس رات کو دیگر راتوں پر بزرگی اور برتری حاصل ہے اس لیے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ لیلۃ القدر کو دوسری راتوں سے افضل قرار دینے کی کچھ وجوہات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ کہ اس رات کو دوسری راتوں سے اس لیے افضل قرار دیا گیا کہ

اس رات میں ہر شام تا سحر خداوند کی خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور تجلی الہٰی بندگان خدا پر خاص توجہ دیتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس رات میں عبادت میں ایک عجیب دلکش اور خوش کن کیفیت اور لذت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس رات میں ملائکہ اور سردار ملائکہ روح الامین خداوند کے حکم سے خدا تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کی قدم بوسی اور زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رشد و ہدایت کا منبع قرآن مجید اسی مقدس رات میں نازل ہوا جو کہ عظیم تر سعادت ہے۔

شب قدر کی فضیلت کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس مقدس شب میں تخلیق ملائکہ انجام پائی۔

پانچویں یہ کہ اسی رات میں جنت کو باغات سے مزین کیا گیا۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ اسی مقدس رات میں حضرت آدم کی آفرینش کے سامان اکٹھے کیے گئے۔

مندرجہ بالا خصوصیات کی بنا پر شب قدر کو دیگر راتوں سے برتری اور بزرگی عطا کی گئی۔

سورہ قدر کا شان نزول: اس سورہ کے شان نزول کے بارے میں چند روایات اور اقوال ہیں جن میں سے پہلی روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت اور دوسری امتوں کی عمروں میں توازن کیا معلوم ہوا کہ دوسری امتوں کو خدا تعالیٰ بڑی طویل عمریں دیں ہیں۔ مگر آپ کی امت کی عمریں نہایت قلیل ہیں۔ قلب مقدس میں خیال پیدا ہوا کہ میری امت دوسری امت سے نیک اعمال سے نہیں بڑھ سکے گی۔ کیونکہ دوسروں کی عمریں طویل ہیں اور میری امت کی عمریں قلیل ہیں یہ گمان کرکے آپ کے چہرۂ اقدس پر رنج کے آثار نمودار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تسلی کی خاطر وحی نازل فرمائی کہ اے محبوب اس خیال کو دل سے نکال دو۔ میں نے تمہاری امت کو شب قدر عنایت فرمائی ہے۔ جس میں کی گئی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہوگی۔

حضرت شمعون کا واقعہ:۔ ایک دن رسول اکرم نے صحابہ کرامؓ کے سامنے بنی اسرائیل

کے حالات بیان فرمائے دورانِ وعظ آپ نے ایک عبادت گزار بندے کا بھی ذکر فرمایا جس کا نام شمعونؒ تھا جو عبادت گزاری اور اطاعت میں ضرب المثل تھے۔ ہزار مہینے تک روزے رکھتے رات بھر خدا کی عبادت اور نماز میں مشغول رہتے۔ دن کے وقت ہتھیار باندھ کر خدا کی راہ میں جہاد کرتے نیک اور غریب لوگوں کی حمایت مشرکوں اور کافروں کی سرکوبی کرتے اور ان کے مال کو غربا میں تقسیم کرتے

جسمانی طاقت اور روحانی قوت کا یہ عالم تھا کہ لوہے کی بھاری بھاری مضبوط زنجیروں تو ان کی چوڑیوں کی طرح ان کے ہاتھوں سے چور ہو کر گر جاتی تھیں۔ کفار نے جب دیکھا کہ شمعون پر کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا تو انہوں نے آپ کی بیوی کو ساتھ ملانے کی کوشش کی تاکہ حضرت شمعون کو اپنی حراست میں کسی نہ کسی طرح لیا جائے۔ چنانچہ چند فاسق لوگوں نے حضرت شمعون کی بیوی سے جا کر کہا کہ اگر تم اپنے خاوند کو رات کے وقت سوتے ہوئے مضبوط رسیوں سے جکڑ کر باندھ دو اور پھر صبح کو ہمارے حوالے کر دو تو اس کے بدلے میں تمہیں بہت سا مال و دولت دیا جائے گا۔ بیوی مال و زر کے لالچ میں آگئی اور اپنے بہادر اور پکے دین دار خاوند کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے رات کو مضبوط رسیوں سے باندھ دیا صبح کو جب حضرت شمعون بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا بات ہے مجھے کس نے باندھا ہے۔ ہوشیار بیوی نے اپنی محبت اور وفاداری کا نقلی ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا کہ میں تو آپ کی قوت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی کیونکہ میں آپ کی قوت کا کرشمہ اپنی آنکھ سے خود دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ سحر بیانی سن کر شمعون خاموش ہو گئے اور بات رفع دفع ہو گئی اور آپ نے رسیوں کو کھول دیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی بیوی اس تاک میں لگی رہی کہ جب موقع ملے کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد بیوی نے دوبارہ موقع پا کر ایک رات اپنے خاوند کو پھر لوہے کی زنجیروں میں سوتے ہوئے جکڑ دیا۔ مگر اللہ کے اس نیک بندے شمعون کے جسم پر لوہے کی زنجیروں کا کچھ اثر نہ ہوا اور بیدار ہوتے ہی ایک جھٹکے میں تمام سلسلہ ختم ہو گیا اور زنجیر کی کڑی کڑی ٹوٹ کر الگ ہو گئی۔ شمعون نے دوبارہ بیوی سے پوچھا کہ اس نے

کیا کیا تھا اس نے پہلے کی طرح کے جواب سے دوبارہ بھی ٹال دیا اور کہا کہ میں صرف آپ کی طاقت آزما رہی تھی کہ کیا آپ پر لوہے کی زنجیر کا اثر ہوتا ہے کہ نہیں۔ شمعون نے جواب میں راز ظاہر کر دیا اور کہا کہ میں ولی ہوں اور دنیا بھر کی کوئی چیز مجھ پر اثر نہیں کر سکتی مگر میرے سر کے بال آخر کار بیوی کے ہاتھ جب یہ بھید آگیا تو اس ایک رات شمعون کو اس کے بالوں سے باندھ دیا آخر آپ نے انہیں کھولنے کی کوشش کی مگر تمام کوشش رائیگاں گئی۔ لالچی بیوی نے اس حالت میں شمعون کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے شمعون کو ایک ستون سے باندھ کر آپ کی ناک کان کاٹ دیے اور آنکھیں نکال دیں اللہ کے اس ولی کی بے عزتی پر رحمت باری تعالیٰ نے ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور دھوکہ دینے والی بیوی پر قہر کی بجلی گری اور وہ خاک ہو گئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شمعون کی تکالیف آپ کی بندگی اور ہزار مہینے تک جہاد فی سبیل اللہ کا حال سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم تو کسی طرح بھی شمعون کی عبادت ریاضت کا ثواب اور اجر حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری عمریں تو اتنی لمبی نہیں ہوں گی تو صحابہ کرام کی حسرت انگیز آرزو پر اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر جیسی بابرکت رات عطا فرمائی کہ اس رات کی عبادت حضرت شمعون کی ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو گی۔

چار عابدوں کی حکایت:

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار عابد پیغمبروں کا ذکر کیا جنہوں نے ۸۰ سال تک اللہ کی عبادت کی تھی۔ ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی خدا کی نافرمانی نہ کی تھی وہ پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت حزقیل علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام تھے۔ صحابہ کرام کو یہ سن کر حیرت اور تعجب ہوا اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگے "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جس پر

آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام بے حد خوش ہوئے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز ایک ہزار مہینوں کے روزوں اور نمازوں سے افضل ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد کی حکایت

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کرامؓ کو یہ سن کر تعجب ہوا اور خیال پیدا ہوا کہ ہماری عمریں تو اتنی لمبی نہیں بلکہ ان کے مقابلے میں تو نہ ہونے کے برابر ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت قدر کا نزول فرمایا یعنی لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ مگر ابن جریر میں اسی روایت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو صبح ہونے تک قیام کرتا یعنی رات بھر اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ اور دن کے وقت شام ہونے تک دشمنانِ دین سے جہاد کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک ہزار مہینے تک ایسے ہی کرتا رہا۔ پس اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کی ایک ہزار مہینے کی اس عبادت سے افضل ہے۔

وجوہات فضیلت

شب قدر کی کچھ خصوصیات اور فوائد ایسے ہیں جو اس رات کے علاوہ عام راتوں میں موجود نہیں ہیں۔ جس وجہ سے اس کی عظمت اور اہمیت عام راتوں کی نسبت بہت زیادہ ہے جس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ لیلۃ القدر کی قدر و منزلت کی کچھ ایسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اس رات کو یہ عزت اور بزرگی حاصل ہے اور وہ خصوصیات اور وجوہات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نزول قرآن: اس رات کی عظمت اور بزرگی کی سب سے بڑی وجہ نزول قرآن ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚۖ بے شک ہم نے اسے قدر والی رات میں اتارا۔

قرآن مجید جسے ہم کلام اللہ کہتے ہیں آسمانی کتابوں کے سلسلے کی آخری اور مکمل کتاب ہے اور اب یہی کتاب تا قیامت روئے زمین کے تمام انسانوں کے لیے شمع ہدایت ہے اس لیے قرآن پاک کو دنیا کی تمام کتابوں کے مقابلہ میں لاریب ہونے کی برتری حاصل ہے چنانچہ اس مقدس کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کا فرض عین ہے یہ ایک ایسی جامع اور مکمل کتاب ہے جو ہماری زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہے خواہ وہ معاشرتی ہو یا تمدنی اقتصادی ہو یا سماجی اخلاقی ہو یا قانونی گویا کہ یہ ایک بالکل مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس کے بعد انسان کو کسی اور راہنمائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو ہماری زندگی میں بے پناہ عظمت اور بزرگی حاصل ہے۔

قرآن پاک جس ذات اقدس کا کلام ہے وہ ساری کائنات میں عظیم تر ہے پھر جس پیغمبر اعظم پر اس کا نزول ہوا وہ بھی عظیم ہے بلکہ اللہ کا ایسا محبوب جس کا کوئی ثانی نہیں بلکہ اسی کے دم قدم سے یہ کارخانہ کائنات قائم دائم ہے جہاں نازل فرمایا گیا ہے وہ شہر بھی دنیا کے تمام شہروں سے مقدس شہر ہے جن لوگوں میں قرآن پاک اتارا گیا وہ دنیا کی عظیم قوم ہے پھر کیوں نہ اس وقت کو بھی عظمت حاصل ہوتی جس رات میں قرآن کا نزول شروع ہوا چنانچہ اس رات کو وہ فضیلت حاصل ہوئی کہ اللہ نے اسے قرآن مجید میں ہی لیلۃ القدر کا نام دیا ہے۔

قرآن پاک کے نزول کا آغاز جب غار حرا میں پہلی وحی سے ہوا تو اس وقت لیلۃ القدر تھی پھر رفتہ رفتہ تیئس سال تک موقعہ محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات کا نزول رہا آخر جب قرآن پاک کی تکمیل ہوئی۔ اور آخری وحی آئی تو اس وقت بھی لیلۃ القدر تھی۔ اسی طرح قرآن پاک کا شب قدر کی رات میں نازل ہونے کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ جب اس کا آغاز ہوا تو

اس وقت بھی شب قدر تھی جب اس کے نزول کا اختتام ہوا تو اس وقت بھی لیلۃ القدر تھی چنانچہ اسی نزول قرآن کی وجہ سے اس رات کو وہ عزت اور عظمت حاصل ہے جو کسی اور رات کو حاصل نہیں۔

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ قرآن پاک رمضان المبارک کے مہینہ میں اتارا گیا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ (البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور واضح ہدایت اور فرق کرنے والی کتاب ہے پس جو تم میں سے اس مہینے کو پالے تو روزے رکھے۔

اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ قرآن پاک رمضان المبارک میں اتارا گیا اس آیت کی تشریح اس آیت سے واضح ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن کا رمضان میں شب قدر کی رات میں نزول کا آغاز ہوا کیونکہ قرآن کریم روز اول ہی سے ابتدائے کائنات کے ساتھ ہی لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا تھا۔ اور پھر وہاں سے آہستہ آہستہ اتارا گیا۔ اور تیس سال میں مکمل ہوا لیکن اس کے نزول کے آغاز اور انتہا کے وقت لیلۃ القدر تھی۔

۲۔ عبادت کا اجر کبیر: لیلۃ القدر کی فضیلت اور قدر کی دوسری وجہ اس رات کی عبادت کا اجر کثیر ہے جو عام راتوں سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ انسان کی عقل کیا ادراک کرے گی کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ یہ الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس رات کا اجر جو اللہ تعالیٰ نے دینا ہے اسے عام انسانوں کے ذہن ادراک نہیں کر سکتے لیکن اس اجر کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اگلی آیت میں واضح کر دیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے بنتے ہیں اگر ایک شخص کی عمر اتنی مدت سے زیادہ ہو اور وہ دن رات اللہ کی عبادت میں گزارے اور اس کی اطاعت میں کسی قسم کی کمی

نہ چھوڑے تو پھر بھی اس رات کی عبادت کو فضیلت حاصل ہے عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایسی اطاعت اور یاد ہے کہ جس میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو کیونکہ اگر عبادت میں اللہ کی رضا کے علاوہ کوئی اور مقصد پیش نظر رکھ لیا تو عبادت کا مقصد فوت ہو جائے گا اور ایسی عبادت کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔ پھر عبادت میں ریاکاری سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ یعنی خالصتاً رضائے الٰہی پر مبنی عبادت کو افضل عبادت کہا گیا ہے افضل اور بہتر اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ ایک ہزار مہینہ کوئی عبادت کرے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اسے اپنی عنایات اور رحمتوں سے نوازے گا اور موت کے بعد اسے جنت عطا کی جائے گی۔ اور دوزخ سے اسے بچا لیا جائے گا۔ یہ تمام اس عبادت کا اجر ہے جو اس نے ایک ہزار مہینہ میں سرانجام دی۔ چنانچہ شب قدر کی عبادت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا معاوضہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک ہزار مہینہ کی عبادت کا اجر ہے گویا کہ شب قدر کا نیک عمل ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو۔

۳۔ نزول ملائکہ: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ

اس رات کی فضیلت کی تیسری وجہ ملائکہ کا نزول ہے یعنی ملائکہ انسانوں کے پاس آتے ہیں اور پھر ملائکہ کے ساتھ ملائکہ کے سردار حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی تشریف لاتے ہیں۔

ملائکہ کا نزول انسان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات میں سے ہے کیونکہ ملائکہ نوری مخلوق ہیں اور خطا و معصیت سے پاک ہیں۔ اس لیے ان کا انسانوں کے پاس ہونا رعایت اور سعادت مندی کی علامت ہے۔ ملائکہ کے برعکس انسان مادی مخلوق ہے اور اس میں گناہ و معصیت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ مگر جو شخص اپنے آپ کو دنیا کے رنگ و بو سے علیحدہ کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ اللہ کو بہت اچھا لگتا ہے۔

چنانچہ اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی نوری مخلوق کو ان نیک اور صالحین کے پاس بھیجتا ہے۔ احادیث میں فرشتوں کا زمین پر آنے کے بارے میں جو روایات ہیں

وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر میں فرشتے زمین پر کنکروں کے شمار سے زیادہ ہوتے ہیں۔ سارے ملائکہ یک دم زمین پر نہیں آجاتے بلکہ ملائکہ گروہ در گروہ آتے ہیں ملائکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی تشریف لاتے ہیں۔

۲۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اس بندے کے لیے دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو پھر جس وقت ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا اجرت ہے جس نے اپنا کام پورا کر دیا ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار اس کی اجرت یہ ہے کہ اس کی اجرت پوری ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے غلاموں اور لونڈیوں نے وہ فرض پورا کر دیا ہے جو میری طرف سے ان پر تھا پھر وہ گھروں سے دعا کے لیے میری طرف نکلتے ہیں۔ اور مجھے اپنی عزت وعظمت اور اپنی سخاوت اور اپنی شان کی بلندی اور اپنے مقام کی بلندی کی قسم کہ میں ضرور بہ ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اور لونڈیو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر لوگ لوٹ کر آتے ہیں کہ اس حال کے ساتھ کہ وہ بخشے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ!

۳۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے جبریلؑ ملائکہ کے گروہ کے ساتھ زمین پر جاؤ تو وہ ملائکہ کی ایک جماعت لے کر ایک سبز علم کے ساتھ اترتے ہیں اور کعبہ کی چھت پر سبز علم نصب کر دیتے ہیں اور پھر فرشتے زمین پر پھیل جاتے ہیں حضرت جبریلؑ کے چھ سو بازو ہیں ان میں سے دو کبھی نہیں کھلتے۔ مگر شب قدر میں یہ دونوں بازو مغرب و مشرق سے تجاوز کر جاتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام فرشتوں

کو کہتے ہیں کہ ہر کھڑے بیٹھے نمازی ذکر کرنے والے کو سلام و مصافحہ کریں اور جو دعا مانگتے ہیں اس پر آمین کہیں پھر فرشتے ہر اس مسلمان کو جو جاگتا ہو کھڑا ہو بیٹھا ہو نماز پڑھتا ہو ذکر کر رہا ہو اسے سلام کرتے ہیں، پھر صبح کے وقت جبرئیل علیہ السلام پکارتے ہیں کہ اے فرشتو! چلو وہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امت محمدی کے ایماندار بندوں کی حاجات کے بارے میں کیا حکم فرمایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے ان پر رحمت کی اور سب گناہ بخش دیئے مگر چار قسم کے آدمیوں کے گناہ نہیں بخشے۔ (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) والدین کا نافرمان (۳) رشتہ توڑنے والا (۴) ناحق قتل کرنے والا۔

۴۔ سلامتی :۔

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ طلوع فجر تک یہ رات سلامتی ہے۔

شب قدر کی فضیلت کی چوتھی وجہ سلام ہے جو کہ اس رات طلوع فجر تک جاری رہتا ہے "سلام" کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے کافی وسعت رکھتا ہے۔ عام مفسرین سلام سے سلامتی مراد لیتے ہیں۔

سلامتی کا یہ مطلب ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت بخشش اور مغفرت کا عام نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مانگنے والوں کو ان تمام عنایات سے سرفراز کرتا ہے جن کے حصول کے بعد انسان امن اور سلامتی سے زندگی بسر کر سکتا ہے یعنی جو رزق کی کشادگی مانگتا ہے اس کا رزق فراخ کیا جاتا ہے اولاد طلب کرنے والوں کو اولاد مل جاتی ہے گناہوں سے معافی مانگنے والوں کو معافی دی جاتی ہے۔

اللہ کے خاص بندوں یعنی صوفی، فقیر، درویش، عالم باعمل، زاہد، عابد کے مراتب بلند ہوتے ہیں اور یہ لوگ ایسے موقعوں کو ضائع نہیں کرتے اور اللہ سے خاص اپنی بخشش اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ خاص کر آدھی رات کے بعد اس رات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سے فیض عام جاری ہوتا ہے اور ایسے موقع پر مانگنے والے کبھی خالی نہیں رہ سکتے۔

سلامتی کا مقصد ہر طرف امن و امان خیر و عافیت بھی ہے اور اس رات میں حقیقتاً

امن وسکون ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کا کام شیطانی قوت کا ہے اور وہ رمضان المبارک میں جکڑی ہوتی ہے اس لیے اس رات میں امن و سلامتی ہی ہے لیکن بعض لوگ اس امن و سلامتی پر اعتراض کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی رات میں پھر برائیاں کیوں ہوتی ہیں چوری فتنہ فساد کیوں ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بدخصلت انسان ہی برے کام کرتے ہیں اور انسانوں کے اپنے فعل ہیں البتہ قدرت کی طرف سے اس رات میں کسی شخص پر کوئی عذاب یا سزا وغیرہ نہیں دی جاتی بلکہ اللہ کی طرف سے چار سُو سلامتی اور رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

سلام" کا دوسرا مطلب سلام کہنا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جب زمین پر آتے ہیں تو وہ اللہ کے نیک اور عبادت گزار لوگوں کو سلام کہتے ہیں۔ یہ انسان کی سعادت مندی ہے کہ نوری مخلوق یعنی ملائکہ انسان کو سلام پیش کریں لیکن ان کے سلام کا جواب صرف وہی لوگ دیتے ہیں جن کا باطن روشن ہوتا ہے اور انہیں ملائکہ نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح ملائکہ کا سلام کہنا بھی اس رات کے فضائل سے ہے۔

احادیث شب قدر

شب قدر کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی حالت ایمان میں طلب ثواب کے لیے شب قدر میں قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری)

(۲) وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام کو خواب میں آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر

لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔"

دکھائی گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے مطابق ہو گیا ہے۔ پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

(مسلم)

(٣) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آخری دس راتوں میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

(بخاری)

(٤) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان شریف کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری)

(٥) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا

وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِی التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔

(بخاری)

(۶) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اِنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِیْ رَمَضَانَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِیْ لَیْلَةِ وِتْرٍ فِیْ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ مَنْ قَامَهَا اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اِنَّهَا لَیْلَةٌ بَلْجَةٌ صَافِیَةٌ سَاکِنَةٌ سَاجِیَةٌ لَا حَارَّةٌ وَّلَا بَارِدَةٌ کَاَنَّ فِیْهَا قَمَرًا سَاطِعًا وَّلَا یَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ یُّرْمٰی بِهٖ تِلْکَ اللَّیْلَةَ حَتَّی الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِیْحَتَهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِیَةً کَاَنَّهَا

جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی۔ کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔ بخاری۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ یا رمضان کی آخر رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہ نے اس دن

الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ دَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الشَّيْطَانِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ۔

کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے) بیہقی شعب الایمان)

(۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ۔ (ابن ماجہ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گیا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

شب قدر کونسی رات ہے: شب قدر کے تعین میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء کرام اس رات کو سال کے دائرے میں شمار کرتے ہیں کہ کبھی وہ رمضان میں آتی ہے۔ اور کبھی غیر رمضان میں آتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ رمضان شریف میں آتی ہے اور خاص طور پر اسی کے ساتھ ہے۔ یہاں پر بھی علماء کرام الجھن کا شکار ہیں کہ اگر شب قدر رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں پوشیدہ ہے۔ ۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷ اور ۲۹ تاریخ ان تاریخوں میں سے کسی ایک میں بھی شب قدر ہو سکتی ہے اور کسی سال ۲۱ کو آتی ہے تو کسی سال ۲۳ اور کسی سال ۲۵ کو آتی ہے۔ ۲۱ سے لے کر ۲۹ تک کی طاق راتوں میں پھرتی رہتی ہے۔

ستائیسویں رات بحیثیت شب قدر: آئمہ مجتہدین کے ایک گروہ نے اپنے خیال کے مطابق رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیا اور ان کے خیال کے مطابق ہر سال ستائیسویں

رات ہی شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب ستائیسویں شب کو یقیناً شب قدر کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اسی کے قائل تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ زیادہ باوثوق ستائیسویں شب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل تھے۔ اکثر مفسرین اور علماء کرام بھی اسی پر اتفاق رائے کرتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے حامی تھے۔

محدث دہلوی حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ شب قدر رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات ہوتی ہے۔ اپنے بیان کی درستگی کے لیے انہوں نے دو طرح سے وضاحت فرمائی اول یہ کہ لیلۃ القدر کا لفظ ۹ حرفوں پر مشتمل ہے۔ یہ کلمہ ساری سورۂ قدر میں تین مرتبہ استعمال کیا گیا ہے اسی طرح ۳ کو ۹ سے ضرب دینے سے ۲۷ حاصل ہوتا ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ شب قدر ۲۷ ویں کو ہوتی ہے۔ دوسری توجیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ سورہ ۳۰ الفاظ سے مرکب ہے ستائیسواں کلمہ ہی ہے۔ جس کا مرکز لیلۃ القدر ہے۔ گویا خداوند عظیم کی طرف سے عقلمندوں اور خدا والوں کے لیے یہ اشارہ ہے کہ رمضان شریف کی ۲۷ ویں کو شب قدر ہوتی ہے۔ تفسیر عزیزی ص ۲۵۹۔

شب قدر کے تعین کے سلسلہ میں علامہ شعرانی فرماتے ہیں۔ لیلۃ القدر کسی خاص تاریخ کو مختص نہیں ہے۔ بلکہ تمام دنوں کی راتوں میں آتی ہے۔ اسکے اسرار سے فقط وہ لوگ ہی واقف ہو سکتے ہیں۔ جو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خداوند کی یاد میں گزارتے ہیں جن کو اپنا مفاد عزیز نہیں بلکہ وہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنا تن، اپنا من، اپنا دھن، اپنا وقت اور اپنی زندگی فلاح انسانیت کے لیے وقف کر دیتے ہیں، وہ لوگ جو اللہ کے دوست ہیں۔ وہ لوگ جن کو باطنی بصارت عنایت کی گئی ہو۔ جس بصارت سے وہ آنے والے عجیب مظہرات کو دیکھ لیتے ہیں۔ جس بصارت سے وہ گناہ گار اور معاصیوں کی تقدیر بدل ڈالتے ہیں۔ جس سے وہ چوروں کو بھی مقام ابدالیت عطا کر دیتے ہیں۔ اسی بصارت سے وہ شب قدر کا آغاز معلوم کر لیتے ہیں۔

(کشف الغمہ جلد اول ص ۱۴۲)

شب قدر کی علامات: شب قدر صاف شفاف چمکدار اور کھلی ہوتی ہے اس رات میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ ٹھنڈک بلکہ یہ رات موسم بہار کی راتوں کی مانند ہوتی ہے۔ معتدل اور خوشگوار فضا ہوتی ہے اس رات میں شہاب ثاقب نہیں ٹوٹتے۔ رات کے پچھلے پہر تو بے حد کیف و سرور ہوتا ہے۔ آسمانوں کی طرف دیکھنے سے نور زمین کی طرف آتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی علامت ہے کہ شب قدر کے بعد والی صبح کو سورج میں تیزی نہیں ہوتی۔

اس رات کو رحمت خداوندی کا دنیا والوں پر اتنا نزول ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور ایسی رات میں اہل ایمان کا دل عبادت کرنے کو خواہ مخواہ کرتا ہے ان کی طبیعت قدرتی طور پر عبادت کی طرف کچھ زیادہ ہی راغب ہوتی ہے۔

بعض بزرگوں نے رمضان کی ۲۷ شب میں سمندر کا پانی چکھا تو میٹھا معلوم ہوا۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ ریز ہو جاتی ہے یہاں تک کہ درخت بھی اس رات میں سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آ جاتے ہیں مگر عام لوگوں کی نسبت اہل نظر کو شب قدر کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے دراصل اس رات کا لطف اور سرور الفاظ میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے کیونکہ تجربات انسان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں آتی ہے وہ اوراق میں کیسے پیدا کی جا سکتی ہے۔

اس رات کو عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا جو ثواب ہے وہ شب بیداری سے زیادہ ہے۔ اس لیے پہلے نماز بعد میں شب بیداری۔ ؟

عارف اور اولیاء کرام کو اللہ کی رحمت سے یہ رات معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ اس رات کو وہ اپنی باطنی نگاہ سے عرش معلیٰ سے ایک قسم کا نور کا ظہور دیکھتے ہیں جو آسمانوں اور دنیا والوں پر ظاہر ہوتا ہے جو عام راتوں میں نہیں ہوتا۔ صرف شب قدر کی رات کو نازل ہوتا ہے اللہ کی اس رحمت کے ظہور سے انہیں شب قدر کا علم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ شب قدر میں زمین پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور انہیں اپنی باطنی نگاہ سے جب ملائکہ نظر

آتے ہیں تو اس سے بھی شب قدر کا علم ہو جاتا ہے۔ باقی جنہیں اللہ تعالیٰ شب قدر کے بارے میں بتانا چاہے بتا دیتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کا بن گیا اللہ اس کا بن جاتا ہے اور ان کی ہر رات مثل شب قدر ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے شب قدر دیکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک خاص قسم کی روشنی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کا ظہور صرف ان لوگوں پر صحیح ہوتا ہے جن پر اللہ ظاہر کرنا چاہے ورنہ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے دو انسانوں میں سے ایک اس رات جلوہ پا جاتا ہے۔ اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے اور وہ جلوہ دیکھ نہیں پاتا

شب قدر کی عبادت: شب قدر میں عشاء کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنے چاہئیں اور نوافل اتنے پڑھے کہ جتنے آسانی سے پڑھے جا سکیں۔ جب تھک جائے تو پھر بیٹھ کر نوافل کی کثرت کرے۔

۱۔ چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ تکاثر ایک دفعہ اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔ اول بوقت مرگ سکرات میں آسانی ہوگی۔ دوسرے عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہے گا۔
(نزہتہ المجالس جلد اول صد ۱۳۹)

۲۔ دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ اس ترکیب سے کہ ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار پڑھے۔ دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ کر سات مرتبہ استغفر اللہ کا ورد کرے۔ ابھی جگہ چھوڑتے بھی نہ پائے گا کہ اللہ کی رحمت اس پر اور اس کے والدین پر جلوہ فگن ہو جائے گی۔

۳۔ چار رکعت نفل نماز اس طرح پڑھی جائے کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت القدر ایک بار اور سورت اخلاص ستائیس بار پڑھی جائے۔ دوسری نماز یہ ہے کہ چار رکعت نفل اس طرح ادا کیے جائیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت القدر تین بار اور سورت اخلاص پچاس مرتبہ پڑھی جائے۔ پھر سلام کے بعد سجدہ میں جا کر یہ پڑھا جائے۔ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ۔ اس کے بعد جو دعا مانگی جائے انشاءاللہ قبول ہوگی۔

لیلۃ القدر کا خاص وظیفہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر فلاں رات ہے تو میں اس رات کیا کروں تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ — الٰہی! تو گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے درگزر کرنے کو پسند فرماتا ہے میری خطاؤں سے بھی درگزر فرما۔ (ترمذی)

نوافل سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن پاک کرے۔ خوش الحانی سے تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نوافل اور تلاوت کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کا وظیفہ پڑھنا چاہیے۔ عام حضرات کے لیے استغفار پڑھنا نہایت ہی اکسیر ہے پھر کچھ وقت کے لیے کلمہ پاک کا ورد بھی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اسم اعظم کا مراقبہ کرنا چاہیے۔ جب اعمال کرتے ہوئے رات کا پچھلا پہر ہو جائے تو اس وقت تہجد کے نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اس کے بعد درود پاک کے ورد میں صبح تک مشغول رہنا چاہیے اور آخر میں دعا مانگنی چاہیے۔

باب ۴

اعتکاف

تعریف: اعتکاف کے لغوی معنی ایک جگہ پر اپنے آپ کو پابند، روکے رکھنے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایک ایسی عبادت ہے جس میں مسلمان مقررہ مدت کے لیے دنیا سے الگ ہو کر یاد الٰہی کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور یہ عبادت عموماً رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کی جاتی ہے اگرچہ ایسی عبادت کے لیے ہر وقت خود کو مسجد میں پابند کیا جا سکتا ہے لیکن عموماً رمضان کے آخری عشرے میں کسی مسجد میں گوشہ نشین ہونے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

قرآن پاک سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ بہت پرانی عبادت ہے اور گزشتہ پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی جاری تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک وصاف رکھو اس سے پتہ چلا کہ دین ابراہیمی میں اعتکاف تھا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چالیس دن طور سینا پر گزارے تھے وہ بھی ایک طرح کا اعتکاف تھا۔

اعتکاف دراصل دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی یاد ہے اور اللہ کے اکثر پیغمبروں کو نبوت کی سرفرازی کے لیے دنیا سے الگ ہو کر کچھ عرصہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا پڑا اگرچہ ہم اسے اعتکاف نہیں کہتے لیکن درحقیقت وہ خلوت کی عبادت اعتکاف ہی کی طرح ہے۔ چنانچہ جنہیں اللہ کی معرفت حاصل ہوتی انہیں بھی اسی منزل سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔

ارکان اعتکاف: اعتکاف کے لیے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے جنہیں ارکان اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو اعتکاف نہ ہوگا۔

لہذا اعتکاف کے ارکان چار ہیں۔ اعتکاف کا پہلا رکن نیت ہے مگر بعض آئمہ نے اسے رکن قرار نہیں دیا بلکہ شرط قرار دیا ہے۔ نیت کو خواہ رکن یا شرط تسلیم کیا جائے بہرکیف یہ اعتکاف کے لیے ضروری ہے۔

اعتکاف کا دوسرا رکن معتکف کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جب تک اعتکاف کرنے والا نہیں ہوگا تو اعتکاف نہیں ہوگا۔ اعتکاف کا تیسرا رکن مسجد کا ہونا ہے کیونکہ مسجد کے بغیر کسی جگہ پر ویسے ہی بیٹھ جانا اعتکاف نہیں کہلاتا۔ اعتکاف کا چوتھا رکن معتکف کا مسجد میں رہنا ہے اگر معتکف دوران اعتکاف مسجد میں نہیں رہتا تو وہ اعتکاف نہیں ہوگا۔

شرائط اعتکاف: اعتکاف کے لیے مندرجہ بالا ارکان کے علاوہ حسب ذیل شرائط کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۱۔ اعتکاف کرنے والے کا مسلمان ہونا کیونکہ اعتکاف صرف مسلمانوں کی عبادت ہے۔

۲۔ معتکف کا عاقل ہونا لہذا جس کے ہوش وحواس قائم نہ ہوں اس کا اعتکاف نہیں۔ لہذا دیوانے کا اعتکاف نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی اللہ کا دیوانہ ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے۔

۳۔ واجب اور سنت اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔

۴۔ عورت کے اعتکاف کے لیے عورت کا حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔

۵۔ عورتوں کا اعتکاف گھر میں ہوگا مسجد میں نہیں۔

۶۔ بلوغت اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ جو نابالغ اچھے برے کی تمیز کا شعور رکھتا ہو اعتکاف کر سکتا ہے۔

درجات اعتکاف: مساجد کی اہمیت اور مقام کے لحاظ سے اعتکاف کے ثواب کے درجات مختلف ہیں۔ ثواب کے اعتبار سے مساجد کا ادنیٰ درجہ محلے کی مسجد کا ہے۔ اس کے بعد جامع مسجد کے اعتکاف کا درجہ ہے جس میں باقاعدہ نماز جمعہ ہوتی ہو۔ اس سے بڑھ کر بیت المقدس کے اعتکاف کا درجہ ہے پھر اس سے بڑھ کر مسجد نبوی کا اعتکاف ہے۔ سب سے افضل درجے کا اعتکاف مسجد حرام کا اعتکاف ہے کیونکہ یہ مسجد کعبہ کی نسبت کی وجہ سے روئے زمین کی تمام مساجد سے افضل درجہ رکھتی ہے۔

۲-۲ اعتکاف کی قسمیں

اسلامی عبادات کی جس طرح مختلف قسمیں ہوتی ہیں یعنی فرض واجب سنت اور نفل، اسی طرح اعتکاف کی بھی قسمیں ہیں۔ اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہیں ہے لیکن صوفیا اور اہل تقویٰ نے سالکانِ طریقت کے لیے اسے اکسیر قرار دیا ہے۔ اسلامی فقہ کی رو سے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ واجب سنت اور نفل۔

(۱) اعتکاف واجب :۔ وہ اعتکاف جو نذر یعنی منت ماننے سے واجب ہو جائے یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضا واجب ہو گئی ہو۔

(۲) سنت اعتکاف :۔ یہ وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے اسے سنت اعتکاف کہا جاتا ہے۔

(۳) اعتکاف نفل :۔ وہ اعتکاف ہے جو کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ان تینوں قسموں کے احکام علیحدہ ہیں۔ اس لیے ہر ایک کے مسائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ واجب اعتکاف

واجب اعتکاف وہ ہے جو نذر اور منت کے طور پر کیا جائے۔ اللہ سے نذر اور منت مانگنے کا رواج بہت پرانا ہے اور سابقہ امتوں میں اللہ سے نذر اور منت مانگنا جائز تھا اور اسلام میں بھی اسے برقرار رکھا گیا۔ حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اگر کسی نے اللہ سے منت مانگی اور وہ پوری ہو گئی تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنے کی ترغیب دی گئی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسلام لانے سے پہلے یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام یعنی بیت اللہ میں اعتکاف کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے اب تک اپنی منت پوری نہیں کی تو اب پوری کر

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اعتکاف کا طریقہ معروف تھا اور لوگ منت کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ منت کے اعتکاف سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے کہ اگر اس کی فلاں خواہش پوری ہو جائے تو اس کے عوض میں شکرانے کے طور پر اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ اس صورت میں خواہش یا منت پوری ہونے پر اعتکاف لازمی ہو جائے گا۔ اسی طرح کے اعتکاف کو واجب اعتکاف کہا جاتا ہے۔

نذر کی قسمیں: نذر کی دو قسمیں ہیں ایک نذر معین اور دوسری نذر غیر معین۔ نذر معین وہ اعتکاف ہے جس میں کسی خاص مہینے یا دنوں کا اعتکاف کرنے کی نیت کی جائے۔ مثال کے طور پر اگر یہ نیت کرے کہ رجب میں دس دن کا اعتکاف کروں گا تو اس طرح ان دنوں کا اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔ جن دنوں کی نذر مانی ہے اگر کسی وجہ سے ان دنوں کا اعتکاف نہ کیا تو پھر اس کی قضا پوری کرنا ضروری ہوگا۔

غیر معین اعتکاف کا یہ مطلب ہے کہ جس میں نذر مانتے وقت کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہ کی جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ مثلاً یہ نذر مانی کہ تین دن کا اعتکاف کروں گا تو اس طرح کا اعتکاف عام دنوں میں جب چاہے کر سکتا ہے۔ اس طرح جب بھی اعتکاف کرے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

نذر اعتکاف ماننے کا طریقہ: نذر اعتکاف کی منت مانتے ہوئے دل اور زبان سے یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ میں فلاں دن یا اتنے دن کے اعتکاف کی منت مانتا ہوں یا اس طرح کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ فلاں دن کا اعتکاف کروں گا یا اللہ تعالیٰ نے اگر مجھے بیماری سے نجات عطا کی تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ اس طرح نذر صحیح ہوگی اور اعتکاف واجب ہوگا۔ اس کے برعکس اگر یوں کہا کہ ان شاء اللہ فلاں دن کا اعتکاف کروں گا تو اس طرح نذر کا اعتکاف واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس طرح منت واجب نہیں ہوتی۔ منت میں اقرار ضروری ہے۔ اس لیے منت مانتے ہوئے ایسے الفاظ ادا کرنا ضروری ہیں جن سے اقرار ظاہر ہو۔

واجب اعتکاف کے مسائل: واجب اعتکاف میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) واجب اعتکاف میں روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ روزہ کے بغیر یہ اعتکاف نہیں ہوتا۔

(۲) صرف دن کے وقت کی نذر مانی تو صرف دن کا اعتکاف واجب ہوگا چنانچہ اُسے چاہیے کہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور شام غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے۔ ہاں اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانتے وقت دل میں نیت تھی کہ چوبیس گھنٹے اعتکاف کروں گا یعنی رات بھی اعتکاف میں بسر کروں گا تو پھر چوبیس گھنٹے کا اعتکاف لازم ہوگا۔ اس صورت میں اسے چاہیے کہ رمضان کے اعتکاف کی طرح غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو اور اگلے غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے۔

(۳) صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہو سکتا کیونکہ واجب اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا۔

(۴) اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی۔ ان دنوں کے ساتھ راتیں بھی شامل ہوں گی۔ ایسے ہی اگر دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر کی تو پھر بھی اس میں دن شامل کرنے پڑیں گے ورنہ اعتکاف نہ ہوگا۔

(۵) اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی اور نیت یہ تھی کہ صرف دن دن میں اعتکاف کروں گا اور رات کو مسجد سے باہر آجایا کروں گا تو یہ نیت شرعاً درست ہے۔ اس صورت میں صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا، چنانچہ ایسا شخص روزانہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں جائے اور غروب آفتاب کے بعد آجائے تو اعتکاف درست ہوگا۔

(۶) جب ایک سے زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو ان دنوں میں پے در پے روزانہ اعتکاف کرنا واجب ہے۔ بیچ میں وقفہ کر کے اعتکاف نہیں کر سکتا مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ "ایک مہینہ اعتکاف کروں گا"، تو مسلسل ایک مہینے تک بغیر وقفے کے روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا واجب ہے اگر کسی دن کا اعتکاف چھوٹ گیا تو پھر شروع سے پورے

مہینے کا اعتکاف کرنا ہوگا۔ البتہ اگر نذر مانتے ہوئے یہ ارادہ کیا کہ تیس متفرق دنوں کا اعتکاف کروں گا تو پھر وقفے کے ساتھ بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔

(۷) جن صورتوں میں بھی اعتکاف کی نذر میں دن کے ساتھ رات شامل ہو ان سب صورتوں میں طریقہ یہی ہوگا کہ غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو یعنی رات سے اعتکاف کی ابتدا کرنی چاہیئے۔

واجب اعتکاف کا فدیہ: واجب اعتکاف پورا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ دینا ضروری ہے یعنی اگر کسی شخص کو منت کے اعتکاف کی نذر مانی مگر بعد میں اعتکاف نہ کیا تو اسے چاہیے کہ فدیہ ادا کرے مگر کوئی شخص واجب اعتکاف کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کے ورثاء کو اسی کا فدیہ ادا کر دینا چاہیے۔ واجب اعتکاف کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے اگر کھانا نہ کھلائے تو اس کی قیمت ادا کر دے۔

اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں یہ منت مانے کہ میں تندرست ہو جاؤں تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا اگر وہ تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو اس صورت میں اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لیے اس کے اعتکاف کا فدیہ دینا ضروری نہیں۔

۲۔ سنت اعتکاف۔

سنت اعتکاف وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رمضان المبارک میں کیا جاتا ہے چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود یہ اعتکاف رمضان المبارک فرض ہونے سے آخری دم تک کیا ہے۔ یہ اعتکاف رمضان المبارک کے پہلے دوسرے یا تیسرے عشرے میں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں اعتکاف کیا ہے اس لیے آخری عشرہ قابل ترجیح ہے۔ یہ اعتکاف بیسویں رمضان کے غروب آفتاب سے قبل شروع ہوتا ہے اور آخری روزے کے افطار تک رہتا ہے۔ چونکہ اس اعتکاف کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے اور رات غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے

اس لیے معتکف کو چاہیے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے آنا پہلے مسجد میں پہنچ جائے کہ غروب آفتاب مسجد میں ہو۔ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلے میں سے چند افراد یا کوئی ایک شخص اعتکاف کرے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگر کوئی شخص بھی اپنے علاقے سے اعتکاف ادا نہ کرے تو سارے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا مگر یہ بات یاد رہے کہ مسجد میں اگر کسی اور علاقے کا آدمی بھی آکر اعتکاف کرے تو پھر بھی یہ سنت اہل علاقے کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اعتکاف میں مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ اعتکاف کی جگہ :

اعتکاف کی لازمی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں کیا جائے پھر مسجد وہ ہونی چاہیے جہاں پر پنجگانہ نماز باجماعت ہوتی ہو اگر جامع مسجد ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن جس مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت نہ ہوتی ہو وہاں اعتکاف درست نہیں۔

دوران اعتکاف معتکف کا مسجد کی حدود میں رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اگر اس کی حدود کا علم ہو تو بہت بہتر ہے۔ اگر علم نہ ہو تو کسی سے مسجد کی حدود معلوم کر لینی چاہیے۔ کیونکہ اعتکاف میں ضروری ہے کہ مسجد کی حدود ہی میں رہا جائے۔ مسجد کا رقبہ عموماً وہ تصور کیا جاتا ہے جو مسجد کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور ایسے میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ مسجد کے رقبے میں عموماً مسجد کا کمرہ ملحقہ برآمدہ اور صحن شمار کیا جاتا ہے اس کے علاوہ کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو مسجد کی ضروریات کے لیے ہوتا ہے جو شرعاً مسجد میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن مسجد کی ضروریات کے لیے وقف ہوتا ہے، مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجا کی جگہ نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ امام کا حجرہ گودام محراب مینارہ وغیرہ اس حصے پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ لہٰذا دوران اعتکاف مسجد کے اس حصے میں جانا جائز نہیں۔ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ بعض مساجد میں ضروریات والا حصہ اصل مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے جو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر

بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے پہچان نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مسجد والے اس کی تصدیق نہ کر دیں کہ فلاں فلاں حصہ مسجد کا حصہ ہے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے اعتکاف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مسجد کا احاطہ معلوم کرے۔

وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں چنانچہ وہ مساجد جہاں وضو خانے اصل مسجد کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وہاں عام طور پر انہیں بھی مسجد کا حصہ خیال کیا جاتا ہے۔ جو درست نہیں اور معتکف حضرات اعتکاف میں وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔

گر یاد رہے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے اور معتکف کے لیے وہاں شرعی ضرورت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد سے معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں ختم ہوتی ہے اور وضو خانے کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہے۔

اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہیں، اس لیے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں؟

جن مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوتی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے۔ معتکف کو وہاں جانا بھی درست نہیں۔

بعض مساجد میں امام کی رہائش کے لیے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوتا ہے۔ یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے، اور اس میں معتکف کا جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کے لیے تو نہیں ہوتا، لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کے لیے بنایا جاتا ہے۔ اس کمرے کو بھی جب تک مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا۔

اور معتکف کو اس میں بھی جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے اس جگہ کو بھی جب تک اہل محلہ نے مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک معتکف کے لیے اس میں جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں اور دیگر سامان رکھنے کے لیے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک بنانے والے نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو، یہ جگہ مسجد نہیں ہے، اور معتکف اس میں نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی مسجد کے محراب میں جانا درست نہیں کیونکہ وہ مسجد کی حدود سے خارج ہوتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سے پہلے حدود مسجد کا معلوم کرنا ضروری ہے۔

۲۔ مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں

معتکف حضرات ان امور کے لیے مسجد سے نکل سکتے ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے ان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے نہیں نکل سکتا وہ امور رفع حاجت وضو غسل اور بحالت مجبوری کھانا لانا ہیں۔ اس کے علاوہ اگر مسجد جامع نہیں تو نماز جمعہ کے لیے بھی مسجد سے باہر جایا جا سکتا ہے۔ وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں اور وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا درست ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت سے اخذ کیے گئے ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے اعتکاف کے معاملے میں سنت یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کے لیے اور نہ جنازے میں جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس کے جسم کے ساتھ جسم مس کرے نہ کسی حاجت کے لیے مسجد سے نکلے بجز اس حاجت کے کہ جس کے لیے مسجد سے نکلنے کے سوا چارہ نہ ہو مسجد اور روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہے۔ (ابو داؤد)

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور جن کے لیے کوئی معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) **رفع حاجت:** مسجد سے باہر جانے کا ایک جواز رفع حاجت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کی جگہ ہو تو وہاں تک جا سکتا ہے بعض مساجد کے باہر لیٹرنیں وغیرہ بنی ہوتی ہیں تو معتکف کو وہاں تک جانے کی اجازت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کا انتظام نہیں تو مسجد کے قریب رفع حاجت کے لیے اپنے گھر میں بھی جا سکتا ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ والی رفع حاجت کی جگہ اتنی گندی اور پلید ہو کہ جہاں کپڑوں کے صاف رہنے کا احتمال نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں بھی مسجد کے باہر کسی اور جگہ پر رفع حاجت کے لیے جا سکتا ہے جہاں طہارت کرنے میں جسم اور کپڑے پاکیزہ رہتے ہوں۔

ایسے ہی اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس غرض کے لیے اپنے گھر چلا جائے خواہ وہ کتنی دور کیوں نہ ہو لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہیے۔

اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اسے چاہیے کہ قریب والے مکان میں جا کر قضائے حاجت کرے دور والے گھر میں نہ جائے۔ نزدیکی مکان میں رفع حاجت کی سہولت ہونے کے باوجود دور والے مکان میں جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

اگر بیت الخلاء مصروف ہو تو خالی ہونے تک انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ٹھہرنا جائز نہیں اگر جان بوجھ کر ٹھہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

بیت الخلاء جاتے یا واپس آتے ہوئے راستہ میں یا گھر میں سلام کا جواب دینا یا مختصر بات چیت کر لینا جائز ہے۔ سلام کہنا بھی درست ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی گفتگو کرنا درست نہیں بیت الخلاء کو جاتے یا آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں ضرورت کے مطابق آہستہ چلنا بھی درست ہے۔

قضائے حاجت کو جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے نہ ٹھہرنا چاہیے بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہیے کہ میں اعتکاف میں ہوں اس لیے ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر کسی کے ٹھہرانے سے ٹھہر گیا اور باتیں کرنے لگا یا حال احوال پوچھنے لگا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو تو قضائے حاجت کے بعد

وہاں وضو کرنا جائز ہے۔

(۲) معتکف اور احکام غسل :۔ اعتکاف میں شوقیہ غسل کی اجازت نہیں یعنی جب انسان کا دل چاہتا ہے نہا لیتا ہے۔ اس طرح اعتکاف میں جائز نہیں۔ خصوصاً گرمیوں میں لوگ دن میں دو تین مرتبہ گرمی کی شدت کو دور کرنے کے لیے اکثر نہاتے ہیں اعتکاف میں اس طرح کا عام غسل جائز نہیں۔

مسئلہ ۱ :۔ معتکف کو احتلام کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے اور غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ مگر یاد رہے کہ احتلام ہونے سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا اس صورت میں معتکف کو چاہیے کہ پہلے وضو یا تیمم کرے اس کے بعد غسل کا انتظام کرے تیمم کے لیے مسجد کی دیوار یا صحن استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ ۲ :۔ سردیوں کے موسم میں اگر احتلام ہو جائے اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے تکلیف یا کوئی مرض لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو معتکف تیمم کر کے مسجد میں رہے اور اپنے گھر اطلاع کر دے تاکہ پانی گرم ہو جائے اور مسجد کے غسل خانے میں پانی منگوا کر نہالے یا گھر پر جا کر غسل کرے۔ اس کے علاوہ اگر قرب وجوار میں گرم حمام ہو تو وہاں بھی جا کر غسل کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ بھی غسل کرنے کے لیے جائے وہاں غسل کر کے فوراً واپس آ جائے۔

مسئلہ ۳ :۔ اگر مسجد کے ساتھ غسل خانہ ہو تو اس میں واجب غسل کرنا چاہیے مگر مسجد کے ساتھ غسل خانہ نہ ہو یا اس میں کسی وجہ سے غسل کرنا مشکل ہو تو اپنے گھر جا کر غسل کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۴ :۔ احتلام کے ضروری غسل کے علاوہ گرمی کی شدت کے سبب جسمانی تلخی اور بے چینی کو دور کرنے کے لیے غسل کرنا جائز ہے۔ جب کہ لو لگنے یا کسی جسمانی تکلیف کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو یا گرمی کی شدت سے دل میں گھبراہٹ پیدا کرے یا جسم پر میل کچیل بہت زیادہ ہو جائے اور جسم سے بو آنے لگے تو اس صورت میں نہانا درست ہے۔ مگر غسل مسجد کے ملحقہ غسل خانے میں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۵ :۔ اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ کیونکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال اعتکاف فرمایا اور ہر اعتکاف میں جمعہ آیا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے جمعہ کا غسل فرمایا ہو۔ اور اعتکاف سے جمعہ کے غسل کے لیے باہر تشریف لے گئے ہوں۔ البتہ مسجد میں رہ کر کسی کونے میں پانی کے ٹب میں یا مسجد کے ملحقہ غسل خانے میں غسل کرے تو وہ درست ہے۔ کیونکہ جمعہ کے روز غسل کرنا مسنون ہے۔

مسئلہ ۶: صوفیا کے نزدیک اعتکاف میں غسل جنابت کے علاوہ اور کوئی غسل جائز نہیں چونکہ اعتکاف میں بندہ ہر وقت اللہ کے دربار میں حالتِ حضوری میں ہوتا ہے اور حضوری میں ننگا ہونا آداب کے خلاف ہے۔

۳۔ معتکف اور احکامِ وضو

معتکف کو مسجد کے ساتھ وضو والی جگہ پر وضو کرنا چاہیے یعنی مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے، لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں معتکفین کے لیے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے۔ اگر مسجد میں ایسا انتظام موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اور اگر ایسا انتظام نہیں ہے تو نل سے وضو کرنے کے بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کر لیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔ لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کے لیے مسجد سے باہر وضو خانے یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے خواہ وہ فرض نماز کے لیے کیا جا رہا ہو یا نفلی عبادت کے لیے وضو کرنا ہو۔

جن صورتوں میں معتکف کے لیے وضو کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن یا پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیہ سے اعضا خشک کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں اور نہ راستے میں رکنا جائز ہے۔

۴۔ نماز جمعہ بہتر یہ ہے کہ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے جہاں نماز جمعہ ہوتی ہو تاکہ نماز جمعہ کے لیے باہر نہ جانا پڑے اس کے برعکس اگر معتکف ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہو جہاں نماز جمعہ نہ ہوتی ہو تو قریبی جامع مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن بہت زیادہ پہلے جانے کی اجازت نہیں صرف جمعہ کی اذان اور خطبہ سے صرف اتنا پہلے جائے کہ چھ یا چار رکعت ادا کر سکے۔

نماز جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد معتکف سنتیں وہاں پڑھ سکتا ہے مگر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا اچھا نہیں اس کے باوجود اگر کوئی معتکف ٹھہر جائے تو پھر بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مسجد میں ٹھہرا ہے۔

اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لیے گیا اور وہاں جا کر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لیے وہیں ٹھہر گیا تو اس طرح اعتکاف تو ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۵۔ ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل ہونا ہر معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے، اسی میں پورا کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آ جائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے، مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے، یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لیے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے، بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے (فتح القدیر)

۴۔ مفسدات اعتکاف

وہ امور جن سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے انہیں مفسدات اعتکاف کہتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مباشرت:۔ اعتکاف کی حالت میں مباشرت کرنا حرام ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۔ پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷

اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں پس ان کے قریب نہ جاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں تاکہ وہ متقی بن سکیں۔

اعتکاف کی حالت میں کسی معتکف کو اپنی بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت نہیں اگر کوئی معتکف مسجد سے نکل کر اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے مباشرت کرے یا اس سے شہوت انگیز حرکات کرے تو اس طرح اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سختی سے مسلمانوں کو منع کر دیا ہے کہ وہ اس طرح بالکل نہ کریں۔ کیونکہ ایسا کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اعتکاف کا مقصد ہی دنیا داری کے کاموں سے الگ ہو کر یاد الٰہی ہے چنانچہ اعتکاف میں بیٹھ کر پھر دنیا داری کا فعل کرنا بالکل ہی اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔

۲۔ مرتد ہو جانا

اعتکاف میں بیٹھا ہوا مسلمان اگر مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے اس کی قضا واجب ہو گی۔ میرے خیال کے مطابق اگر کوئی مسلمان کمیونسٹ بن جائے یا پہلے ہی کمیونسٹ ہو تو اس کا اعتکاف نہ ہو گا۔

۳۔ نشہ آور شے کا استعمال

اعتکاف میں بیٹھ کر نشہ آور چیز استعمال کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا نشہ تو ویسے ہی حرام ہے لیکن پھر اعتکاف میں اس کا استعمال بالکل ہی اسلام کے خلاف ہے۔ لہٰذا اگر کوئی نشہ کا عادی ہو تو اسے اعتکاف میں ایسی حرکت نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ ہمیشہ کے لیے اس عادت کو ترک کر دینا چاہیے۔

۴۔ کبیرہ گناہ کا ارتکاب

کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے خواہ اس گناہ سے روزہ ٹوٹتا ہو لیکن کچھ

کا خیال ہے کبیرہ گناہ جھوٹ اور غیبت سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہوتا البتہ اعتکاف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تقوی کے خلاف ہیں۔

۵۔ جنون اور بے ہوشی اگر کسی معتکف پر جنون اور بے ہوشی طاری ہو جائے اور وہ مسلسل رہے تو اس صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائیگا۔

۶۔ حیض اور نفاس ایسے ہی حیض اور نفاس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

۷۔ غیر شرعی امور کے لیے باہر نکلنا اجازت شدہ امور کے علاوہ اگر معتکف کسی کام کے لیے حدود مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ لہذا اس امر کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ اجازت شدہ ضروریات کے علاوہ مسجد سے قطعاً باہر نہ نکلے۔

۸۔ ضرورت سے زائد ٹھہرنا شرعی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر نکلا لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد وہاں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

۹۔ روزہ ٹوٹنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اعتکاف کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اس لیے روزہ توڑ دینے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا، مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتے رہے یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے، یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ بھی جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔

۱۰۔ مسجد سے خارج جگہ پر جانا کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہیں تھا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا۔ اسی لیے شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدودِ مسجد اچھی طرح معلوم کر لینی چاہئیں۔

۱۱۔ مسجد کے مینار کے اوپر جانا اگر معتکف اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار کے اوپر چلا جائے تو اس صورت میں اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ مینار کو جانے والا راستہ مسجد سے ہو۔ اگر اس کا راستہ مسجد کی حدود سے باہر ہو گا اور معتکف مسجد کی حدود سے باہر جا کر مینار پر جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۱۲۔ مسجد کے حجروں میں جانا بعض مساجد کے ساتھ حجرے اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں عموماً طالب علم، امام یا مسافر ٹھہرتے ہیں یا رہائش پذیر ہوتے ہیں تو معتکف کے لیے ان حجروں میں جانا درست نہیں اگر حجرے اس طرح کے ہیں کہ ان میں نمازی پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تو وہاں معتکف جا سکتا ہے۔ مسجد کے برآمدے بھی جو مسجد کا حصہ ہوں معتکف جا سکتا ہے ایسے ہی بعض مساجد کے ساتھ ہی وسیع اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں پنجگانہ نماز تو ادا نہیں کی جاتی بلکہ عید کی نماز ادا کی جاتی ہے تو وہاں بھی معتکف کے لیے جانا منع ہے۔

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

۱۔ مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اسی دن کی قضا واجب ہو گی، پورے دس دن کی قضا واجب نہیں (شامی)، اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کر لیں، اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے

اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کے لیے اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہو جائے گی لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اس لیے جلد از جلد قضا کرنی چاہیے۔

۲۔ اعتکافِ مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرۂ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جا سکتا ہے، اس طرح سنتِ مؤکدہ تو ادا نہیں ہوگی، لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا ثواب بھی اپنی رحمت سے عطا فرما دیں۔ اس لیے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرۂ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیت نفل پھر اعتکاف شروع کر دے۔

۳۔ ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہائے نے صاف صاف نہیں لکھا لیکن قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن دن کی واجب ہوگی یعنی قضا کے لیے صبح صادق سے پہلے داخل ہو، روزہ رکھے اور اسی روز شام کو غروب آفتاب کے وقت نکل آئے، اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے، یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، رات بھر وہاں رہے روزہ رکھے، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے (کیونکہ یہ اعتکاف واجب ہے اور اعتکاف منذور کا حکم یہی ہے)

۵۔ اعتکاف توڑنے کی صورتیں

مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۱۔ بیماری اعتکاف کے دوران ایسی بیماری لاحق ہو جائے جس کا علاج مسجد سے باہر جانے کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ دوران اعتکاف اگر معتکف بیمار ہو جائے اور بیماری زیادہ شدید قسم کی نہ ہو لیکن معتکف خود ہی معمولی بیماری یا کسی اور خوف کی وجہ مسجد سے چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ عام بیماری کی حالت میں اعتکاف ہی میں رہ کر ڈاکٹر یا طبیب بلوا کر علاج کروایا جائے لیکن اگر بیماری اتنی شدید نوعیت کی ہو کہ معتکف کو ہسپتال لے جائے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۲۔ماں باپ بیوی بچوں کی تکلیف ماں باپ بیوی یا بچے کسی ایسی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں کہ جس میں خاص ہمدردی اور توجہ کی ضرورت ہو تو ان کے لیے اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ مثلاً والد یا والدہ کو یک دم شدید مرض لاحق ہو جائے یا کوئی حادثہ ہو جائے اور اس میں شدید چوٹیں لگ گئی ہوں اور انہیں یک دم ہسپتال لے جانا ہو اور گھر میں کوئی دوسرا تیمارداری والا موجود نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۳۔جنازہ ماں باپ بہن بھائی یا کوئی عزیز اگر اچانک فوت ہو جائے تو ان کی تجہیز و تکفین کے لیے اعتکاف توڑ لینا جائز ہے۔ اگر کسی کا مرشد فوت ہو جائے تو اس صورت میں اعتکاف توڑ سکتا ہے۔

۴۔زبردستی نکلنا اگر کوئی معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دے یا حکومت کسی کو حالت اعتکاف میں گرفتار کرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا مگر اس صورت میں معتکف پر اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔

۳۔نفلی اعتکاف

اعتکاف کی تیسری قسم نفلی اعتکاف ہے۔ اس قسم کے اعتکاف کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں اور نہ ہی کوئی خاص وقت معین ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نفلی اعتکاف تھوڑے سے وقت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ صاحبین کی رائے ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نفلی اعتکاف ایک دن سے کم نہیں لیکن مدت کے سلسلے میں مسلک احناف میں

صاحبین کی رائے کی پیروی کی جاتی ہے۔

نفلی اعتکاف کی مدت کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ نفلی اعتکاف کی مدت کم سے کم ایک دن اور ایک رات ہونی چاہیے لیکن شافعیہ کہتے ہیں کہ اس اعتکاف میں اتنی مدت تو ضرور ہونی چاہیے کہ جھکنے سے زیادہ عرصہ لگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان جب چاہے، جتنے وقت کے لیے چاہے اعتکاف کی نیت مسجد میں داخل ہو جائے اسے اعتکاف کا ثواب ملے گا۔

(۱) نفلی اعتکاف کے لیے نیت کرنا ضروری ہے نیت کے الفاظ یوں ہیں پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں پھر یہ کہیں نَوَيْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِكَافِ۔ یعنی میں نے سنت اعتکاف کی نیت یہ نیت خواہ عربی میں کریں یا اپنی زبان میں کریں۔ نیت ہو جائے گی۔

(۲) نفلی اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں مسجد کے اندر رکھتے ہی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس کے بعد مسجد میں نماز پڑھیں تلاوت کریں یا جس طرح بھی مصروف عبادت رہیں گے اعتکاف میں رہیں گے۔ اسی طرح دوہرا فائدہ ہوتا ہے ایک طرف تو اصل عبادت ذکر و فکر مذہبی درس و تدریس اور وعظ سننے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اعتکاف کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اعتکاف کی نیت کرنے سے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہو جاتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اگر عشرے سے کم دن کی نیت کریں تو وہ نفلی اعتکاف ہوگا۔ رمضان المبارک میں نفلی اعتکاف کا بھی بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

(۴) نفلی اعتکاف صرف اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک آدمی مسجد میں رہے جونہی کوئی نفلی اعتکاف والا مسجد سے باہر آئے گا تو اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

(۵) نفلی اعتکاف میں اگر کوئی مقررہ وقت یا دن کا اعتکاف کرنے کی نیت کرے تو اسے پورا کرنا چاہیے۔ اگر اس نیت کردہ وقت سے پہلے اعتکاف سے پہلے مسجد سے باہر آنا پڑے تو صرف اتنی دیر کا ثواب ملے گا جتنی دیر اعتکاف میں رہا اور باقی کی قضا ضروری نہیں بلکہ مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

(٦) اگر کسی شخص نے مثلاً تین دن کے اعتکاف کی نیت کی تھی لیکن مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کر لیا جس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کا اعتکاف پورا ہو گیا یعنی اعتکاف ٹوٹنے سے پہلے جتنی دیر مسجد میں رہا اتنی دیر کا ثواب مل گیا اور کوئی قضا بھی واجب نہیں ہوئی۔ اب اگر چاہے تو مسجد سے نکل آئے اور چاہے تو نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرا رہے اور بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی جتنے دن اعتکاف کی نیت کی تھی، اتنے دن پورے کر لے۔

(٧) نفلی اعتکاف توڑا جاتا غالب ہے اس لیے ہر ایک کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ نفلی اعتکاف کے لیے قضا نہیں۔ مثلاً کسی نے ایک گھنٹہ نفلی اعتکاف کی نیت کی لیکن آدھ گھنٹہ یا کچھ وقت مسجد میں گزارنے کے بعد مسجد سے باہر آ گیا تو مسجد سے باہر آنے پر اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

(٨) نفلی اعتکاف کی اگرچہ مدت مقرر نہیں جتنا عرصہ چاہیں اعتکاف کر سکتے ہیں لیکن طویل عرصہ اعتکاف کرتے ہوئے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جن اللہ کے بندوں کے ذمے والدین، بیوی بچے یا عزیز و اقارب وغیرہ کے حقوق ہوں اور ان کے حقوق لمبے عرصے کے اعتکاف سے متاثر ہوتے ہوں اور اس طرح حقوق العباد میں کوتاہی واقع ہونے کا خدشہ ہو تو ان کے لیے اس طرح لمبے عرصے کا نفلی اعتکاف درست نہیں، لیکن اللہ کے جن بندوں کے ذمے کوئی حقوق مثلاً نفقہ واجب الادا نہ ہوں تو ان کے لیے روحانیت کے حصول کے لیے طویل اعتکاف کرنا بہت ہی مستحسن ہے۔

(٩) جن لوگوں کو رمضان شریف میں مسنون اعتکاف کرنے کا موقع نہ ملا ہو، ان کو چاہیے کہ وہ اعتکاف سے بالکل محروم نہ رہیں، بلکہ نفلی اعتکاف کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جتنے دن اعتکاف کر سکتے ہوں، نفلی اعتکاف کر لیں، اگر زیادہ دن نہ کر سکیں تو چھٹی کے دن ایک ہی روز کا اعتکاف کر لیں۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو چند گھنٹے کا اعتکاف کر لیں۔ اور کم از کم مسجد میں جاتے ہوئے یہ نیت تو کر ہی لیا کریں کہ جتنی دیر مسجد میں رہیں گے اعتکاف کی حالت میں رہیں گے یہ بھی بہت بہتر ہے۔

۴۔ خواتین کا اعتکاف

خواتین کا اعتکاف اپنے گھروں میں ہے۔ گھر میں عموماً جس جگہ پر نماز ادا کی جاتی ہے۔ وہاں خواتین اعتکاف کریں اگر کوئی مقررہ جگہ نہیں تو گھر میں کسی ایک جگہ کو مقرر کرکے وہاں اعتکاف کریں۔ مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں کتنی خوش قسمت ہیں وہ خواتین جو اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں گھروں پر اعتکاف کرتی ہیں۔ خواتین کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بیسویں روزے کی شام کو جائے اعتکاف پر معتکف ہو جائیں اور آخری روزہ مکمل کرکے جائے اعتکاف سے نکل آئیں بلکہ معتکف خاتون کو اعتکاف میں بیٹھ کر گھر کا کام کاج کرنے کی اجازت نہیں بلکہ گھریلو کام بیٹی یا کسی اور کو کرنا چاہیے اور معتکف خاتون کو مسلسل اپنی عبادت گاہ کے مقام پر رہنا چاہیے البتہ اگر کوئی گھر میں کھانا پکانے والا نہ ہو تو معتکف خاتون کو جلد از جلد کھانا تیار کر لینے کی اجازت ہے۔

اعتکاف کرنے کے لیے خاتون کو اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے۔ کیونکہ مرد کے حقوق عورت پر مقدم ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ خاوند وظیفہ زوجیت کے بغیر چند دن دگزار سکتا ہو اور اعتکاف کی پابندی کی وجہ سے بیوی کے پاس نہ جانے کی صورت میں برائی میں مبتلا ہو جائے اس لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے لیکن جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اعتکاف کی اجازت دے دے تو پھر اجازت کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

اعتکاف کے دوران عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا جب عورت پاک ہو جائے تو جتنے دن واجب اعتکاف سے رہ گئے ہوں وہ بعد میں پورے کرے۔ اگر اعتکاف سنت تھا تو اس میں قضا پوری کرنا لازم نہیں اگر قضا پوری کر لی جائے تو بھی بہتر ہے اگر نہ کر سکے تو گناہ بھی نہیں اور نفل اعتکاف کی کوئی قضا نہ ہو گی۔

معتکف خاتون کو ذکر و فکر تلاوت نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اعتکاف میں اسے اپنے بستر پر بیٹھنے سونے اور جائے اعتکاف میں اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہے تاکہ وہ معززہ وقت آسانی سے عبادت میں گزار سکے۔ البتہ گرمیوں کے موسم میں شدید گرمی کے باعث اگر خاتون رات اپنے کمرے میں نہ گزار سکتی ہو تو جب رات کے وقت اہل خانہ سو جائیں تو وہ جائے اعتکاف سے نکل کر بالاخانے پر یا گھر کی ایسی جگہ پر بھی محو عبادت رہ سکتی ہے جہاں وہ راحت محسوس کرے اس کے علاوہ رفع حاجت اور وضو کے لیے اپنی جگہ سے نکل سکتی ہے۔

حصہ چہارم

زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس کے معنی نشوونما پانے اور پاک ہونے کے ہیں چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں خیروبرکت کی زیادتی اور پاکیزگی ہو جاتی ہے اس لیے ایسا مال جو ظاہر اور باطن کی پاکیزگی کا ذریعہ بنتا ہے اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے زکوٰۃ مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے غریبوں مسکینوں اور ضرورت مندوں کے لیے مقرر کر دیا ہے جو سال گذرنے کے بعد مقررہ نصاب کے مطابق محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو پنجگانہ نماز کے بعد بہت بڑی عبادت اور دینی فریضہ قرار دیا ہے قرآن پاک میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ادائیگی زکوٰۃ کو دین اسلام کی بنیاد و اساس قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ○

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (بقرہ ۴۳)

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَوٰةَ وَآتَى الزَّكَوٰةَ (پ، توبہ ۱۸)

بے شک اللہ کی مساجد میں ان لوگوں کو صاحب اختیار ہونا چاہیئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

فَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ○ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ○ (الحج ۷۸)

نماز پابندی سے قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو وہ کتنا اچھا مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے۔

فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (مجادلہ ۱۳)

پس نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو، اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ

اور نماز پابندی سے ادا کرو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ کو اچھا قرض دو، اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس کہ بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔ (مزمل ۲۰)

ان آیات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ قرآن پاک میں نماز کو قائم کرنے کے ساتھ زکوٰۃ دینے کا حکم بھی کثرت سے آیا ہے۔ دراصل نماز کا مطلب اللہ کے حضور حاضری ہے۔ اسی لیے تو اسے معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔ اس حاضری کا منشا یہ ہے کہ بندہ اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے، اس کی پاکیزگی کا اعتراف کرے اور دنیا کے کاموں میں مشغول ہوتے ہوئے بھی اپنے مالک و خالق کو نہ بھولے یہی وجہ ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ حاضری رکھی گئی ہے تاکہ نماز کے بعد انسان اپنی حاجات اور ضروریات کو اللہ کے دربار میں پیش کرے۔ فراخی رزق، کاروبار، تجارت اور ذرائع آمدنی میں فروغ کی دعا کرے۔ یاد رکھیں کہ اللہ کے حضور عاجزی سے اٹھے ہوئے ہاتھ کبھی خالی نہیں رہتے اللہ عاجزی کو پسند کر کے اپنے بندوں کی حاجات پوری کرتا ہے۔ اور ان کے مال و دولت میں خیر و برکت ڈالتا ہے۔ پھر اللہ چاہتا ہے کہ میرے بندوں نے جو مال و زر میرے لطف و کرم سے حاصل کیا ہے اس میں سے ایک معمولی سی مقدار میرے نام پر اپنے دوسرے بھائیوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں۔ تاکہ جن کی روزی حکمت خداوندی کے تحت قلیل ہے وہ بھی حیات کا دوراں کے قرب و بعد آسانی سے گزار سکیں۔ اور اس مالی عبادت کے صلے میں اللہ زکوٰۃ دینے والوں کو اور مال دیتا ہے۔

اللہ اپنے بندوں پر اتنا لطف و کرم فرماتا ہے کہ مندرجہ بالا آخری آیت میں کہا گیا کہ جو مال بطور زکوٰۃ اپنے مسلمان بھائیوں کو دو گے عزیز و اقارب کی دستگیری کرو گے وہ دراصل اللہ سے قرض حسنہ ہے۔ اور اس قرض حسنہ کے عوض میں اللہ ان کو اپنی راہ میں خرچ کیا ہوا مال کئی گنا زیادہ کر کے لوٹاتا ہے۔ یہ کتنی فیاضی اور دریا دلی کا ثبوت ہے کہ ہم مال دنیا میں اپنے بھائیوں کی فلاح و بہبود

...پر خرچ کریں اس کا عوضانہ اللہ کی ذات دے جو اللہ کی راہ میں دو گے، اسے تم اللہ کے ہاں پاؤ گے اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا عوضانہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بخشش کی ...صورت میں عطا کرے گا۔

احادیث زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ادائیگی اور فرضیت کے متعلق ارشادات نبوی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن بھیجا گیا تو انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین ...مائی کہ وہ یمن میں جا کر لوگوں کو بتائیں کہ ان پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے لہٰذا وہ زکوٰۃ ادا کریں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا تو ایک قوم اہل کتاب کے پاس جاتا ہے۔ ان کو اس بات کی گواہی کی طرف بلا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اگر انہوں نے اس کو مان لیا تو ان کو خبر دے تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے فقیروں پر تقسیم کی جائے۔ اگر اس کو مان لیں تو ان کے اچھے مال سے بچ۔ اور مظلوم کی بددعا سے ڈر اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا۔

(بخاری شریف)

اس حدیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ زکوٰۃ تم پر فرض کی گئی ہے کیونکہ حدیث کے متن میں فرض کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

زکوٰۃ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں بھی زکوٰۃ دینے کا حکم ہے اور خطبہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فقال الا من ولی یتیما لہ مال فلیتجر فیہ ولا یترکہ حتی تاکلہ الصدقۃ۔

(ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا کہ آگاہ رہو تم میں سے جو شخص کسی ایسے یتیم کا والی بنے جس کے پاس مال ہو تو وہ اس سے تجارت کرے اور اس کو ویسے ہی پڑا نہ رہنے دے کہ اس کو زکوٰۃ ہی کھا جائے

زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

فرضیت زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یوں ہے۔

عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الآیۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبر ذلک علی المسلمین فقال عمر انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ھذہ الآیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث وذکر کلمۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں تو یہ آیت مسلمانوں پر بھاری ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے اس فکر کو دور کرتا ہوں تو حضرت عمر گئے اور کہا اے نبی اللہ یقیناً یہ آیت آپ کے صحابہ پر بھاری ہوئی ہے تو اس حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض نہیں کی مگر تمہارے باقی ماندہ مال کو پاک کرنے کے لیے اور صرف میراث اس لیے فرض کی ہے اور آپ نے یہاں ایک کلمہ ذکر

تٰ لِيَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ
ثُمَّ قَالَ لَهُ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا
يَكْنِزُ الْمَرْءُ اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا
نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ
اِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ۔

(ابوداؤد)

کیا ہے کہ تمہارے پیچھے آنے والوں کو مل سکے، راوی نے کہا سو عمر نے کہا اللہ اکبر، پھر حضرت نے عمر کو فرمایا کیا میں تجھے سب سے بہترین خزانہ بتاؤں، جسے آدمی جمع کرے وہ نیک بخت عورت ہے جب اسے مرد دیکھے تو خوش کرے، جب اسے حکم کرے تو عورت اس کی فرمانبرداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو عورت اس کی حفاظت کرے ۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا
... اپنے مال کی زکوٰۃ دے کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کر دے گی اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک
... اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔ (مسند احمد)

۵۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ
... عزوجل نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں گی جب
... تک پوری چاروں ادا نہ کرے وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، ماہِ رمضان کا روزہ اور حج بیت اللہ

(مسند احمد)

۶۔ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے
اسلام کا پورا ہونا اور مکمل ہونا یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (بزار) حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، اور جو زکوٰۃ نہ دے
... اس کی نماز بھی قبول نہیں۔ (طبرانی)

۷۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ و رسول پر
ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے، اور جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ سچ بولے
یا خاموش رہے، اور جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ (طبرانی)

۸۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
... زکوٰۃ اسلام کا پل ہے (طبرانی)

۹۔ حاکم مستدرک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے شر کو دور فرما دیا۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کرے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسے کہا جائے گا سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا۔ (نسائی شریف)

۱۱۔ ابو داؤد میں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ ادا کرکے اپنے مال کو مضبوط قلعہ میں محفوظ کر لو، اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور مصیبت نازل ہونے پر دعا و عاجزی سے مدد مانگو۔

باب ۱۰

فضائل زکوٰۃ

فضیلت سے مراد برتری، بزرگی اور امتیاز ہے جو کسی چیز کو اس کی خصوصیات، فوائد اور اہمیت کے پیش نظر حاصل ہوتا ہے جس پر فضلِ خداوندی جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی وہ چیز باعثِ فضیلت ہوگی۔ نسلِ انسانی سے جن برگزیدہ ہستیوں پر اللہ کا فضل ہوا وہ اللہ کے جلیل القدر انبیاء تھے۔ ان انبیاء کے حق میں سب سے زیادہ صاحبِ فضل سرورِ انبیاء کی ذات بابرکات ہے جن کی خاطر یہ کارخانہ حیات بنایا گیا۔ آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو صاحبِ فضل تھے ان کے بعد اہل روحانیت پر اللہ کا روحانی فضل ہوا تو وہ صاحبِ فضیلت بنے۔ گویا جس چیز پر اللہ کا فضل ہو جائے تو وہ حامل فضائل بن جاتی ہے۔

اسلام نوعِ انسانی کے لیے اللہ کے سب سے محبوب پیغمبر کا ایک فضیلت والا دین ہے۔ لہذا اس فضیلت والے دین کے تمام عقائد ارکانِ عبادات اور معاملات بھی فضائل والے ہیں۔ اور اسلامی عبادات یعنی ذکر، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اگرچہ اپنے مقام کے لحاظ سے ہر ایک منفرد حیثیت، فوائد اور فضیلت رکھتے ہیں مگر فریضہ زکوٰۃ ایک ایسا فرض ہے جس کی بنا پر زکوٰۃ دینے والے کو بے شمار دینی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اسلامی عبادات کو عام طور پر تین درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یعنی زبانی عبادت، بدنی عبادت اور مالی عبادت۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ ان تمام عبادتوں کے باطن میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اسرار چھپا رکھے ہیں جن سے ہر حال میں انسانی بہتری اور فلاح و بہبود مقصود ہے یہی وجہ ہے کہ یہ تمام عبادتیں انسان کے لیے ضروری ہیں کیونکہ ان کے کرنے سے انسان اپنے حقوق و فرائض کو رضائے الٰہی کے مطابق ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اگرچہ تمام عبادتوں کا اپنا ایک منفرد درجہ ہے مگر مالی عبادت کا درجہ بعض حالات میں بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کی قربانی بہت بڑی بات ہے تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مال لٹانے والوں نے ہمیشہ بلند مقام پایا ہے۔

قرآن پاک میں بار بار زکوٰۃ دینے پر اسی لیے توزور دیا گیا ہے کہ اس کے فضائل بے شمار ہیں۔ چونکہ اس کے ادا کرنے سے انسان کو راہ ہدایت ملتی ہے گویا فریضہ زکوٰۃ ہدایت پانے کی علامت ہے زکوٰۃ دین و دنیا میں کامیابی کی سند ہے زکوٰۃ گناہوں کی مغفرت کا کفارہ ہے، زکوٰۃ محبوب خدا کی شفاعت کا وسیلہ ہے۔ زکوٰۃ دینا کے رنج والم سے نجات پانے کا علاج ہے۔ زکوٰۃ اپنے کاروباری مال وزر کو بابرکت بنانے کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ اپنے مالوں کو آفات اور خسارے سے بچانے کی گارنٹی ہے۔ زکوٰۃ مومنین کی آپس میں دوستی کی علامت ہے۔ زکوٰۃ جنت میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے زکوٰۃ اہلِ تقویٰ کے سیرت وکردار کا آئینہ ہے زکوٰۃ اللہ تعالیٰ سے اجرِ عظیم پانے کا سب سے مؤثر آلہ ہے۔ گویا کہ زکوٰۃ ہی انسان کے ان محبوب ترین اعمال سے ہے جس سے رضائے الٰہی اور عشق مصطفےٰ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کے گوناگوں فضائل ہیں جو قرآن و سنت کے مطابق درج ذیل ہیں:۔

۱۔ راہ ہدایت

زکوٰۃ کے فضائل میں سب سے پہلی چیز راہ ہدایت ہے۔ راہ ہدایت اللہ کی جانب سے متعین کردہ ایک راستہ ہے چنانچہ ہر انسان کا بنیادی فرض ہے کہ وہ ہدایت والے راستے کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے کیونکہ یہ زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا ملنا بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر مذہب کے پیروکار یہی گمان ہے کہ وہ جس راستے پر گامزن ہے یا جو مذہب اس نے اختیار کر رکھا ہے وہ سچا ہے مگر ہر غیر مسلم اس معاملے میں سراسر ایک روایتی حُسنِ ظن اور فریب میں مبتلا ہے کہ اس کی راہ ہدایت والی ہے۔ قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے اور دین اسلام اللہ کا عطا کردہ ایک مکمل دین ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا ہی راہ ہدایت ہے اسی لیے اہل فرنگ اور اہل ہنود تیرے لیے دعوت ہے کہ آؤ راہ ہدایت پر آجا۔ کیونکہ اس میں ہی انسانیت کی بقا ہے۔ مگر افسوس کیا کریں کہ جس مسلمان کے سیرت وکردار سے غیر مسلموں نے متاثر ہونا تھا وہ تو خود ہی گروہ بندی کے باعث راہ ہدایت سے دور ہو چکا ہے اور ہر فرقے کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ راستی پر ہے پھر سوال اٹھتا ہے کہ کون سے لوگ راہِ ہدایت پر ہیں جن کے پاس حُبِ الٰہی، عشقِ رسول، دردِ انسانی اور ایمان کی دولت ہے۔

قرآن پاک نے تمام دنیا کو جس راہِ ہدایت کی دعوت دی ہے وہ یہی ہے کہ انسان صاحب ایمان بن کر تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہو جائے۔ کتاب وسنت پر کاربند ہونے والے مؤمنین کی

شانِ مسلمانی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دیتے ہیں یعنی کسی حال میں بھی فریضہ زکوٰۃ سے کوتاہی نہیں کرتے اور ایسے لوگ ہی راہ راست پر ہیں راہ ہدایت پر چلنا اللہ کی نعمتوں سے ہے۔
چونکہ حقیقی زندگی گزارنے کا یہ وہ راستہ ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود گامزن رہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ، اور اہل تقویٰ کا بھی یہی ہدایت والا راستہ ہے اور اس ضابطہ حیات کی شرط ہے کہ مسلمان زکوٰۃ کے رُکن کو بھی پورا کرنے والا ہو۔

چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ:۔

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝	مومنین کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (پ ، نمل: ۳۰۲)
وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝	اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ پس وہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے (پ۔ توبہ: ۱۸)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ راہِ ہدایت کی علامت ہے چنانچہ دنیا میں اگر سب سے زیادہ قدر و قیمت والی کوئی چیز ہے تو وہ راہ ہدایت کا ملنا ہے اور راہِ ہدایت صرف اسلام میں ہی ہے چونکہ اسلام ہی ایک ہدایت یافتہ دین ہے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اسلام کی تکمیل اس میں ہے کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ دیں (بزار) ایک اور موقع پر آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی)

۲۔ زکوٰۃ دینے والوں کے لیے فلاح راہ ہدایت ملنے کے بعد دنیا میں جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ فلاح ہے۔ اور حصولِ فلاح کے لیے جن امور کو سرانجام دینا ضروری ہے ان میں ایک زکوٰۃ بھی ہے جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں کے لئے فلاح ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝	جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ وہی لوگ

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں (پ۱ البقرہ، ۴ تا ۵)

اسلامی نقطہ نظر سے اس دنیا کی عارضی زندگی اور آخرت کی ابدی حیات میں کامیابی کا نام فلاح ہے مگر اہل دنیا نے دنیاوی خوشحالی، مال و زر کی فراوانی، تعیشات اور لغو خواہشات کی تکمیل کو فلاح سمجھا ہوا ہے۔ اسلام میں اگرچہ دنیاوی خوشحالی بھی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے لیکن حدود اللہ کے اندر رہ کر دنیا میں خوشحال ہونا اور اللہ کی پیدا کردہ گوناگوں نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کامیاب و کامران ہونا فلاح ہے، اسلام دونوں جہانوں میں یعنی دنیا آخرت میں اپنے پیروکاروں کو فلاح کی خوشخبری دیتا ہے لیکن قرآن پاک میں فلاح کے لیے کچھ اوصاف بیان ہوئے ہیں کیونکہ جن لوگوں میں وہ اوصاف ہوں گے تو وہ صاحب فلاح ہوں گے۔ چنانچہ فلاح کے لیے صاحب ایمان ہونا ضروری ہے۔ ہم موروثی مسلمان دولتِ ایمان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ کیونکہ ہمیں ایمان کی دولت کے لیے کوئی مشقت یا تکلیف برداشت نہیں کرنا پڑی، ایمان کی سچی قدر و قیمت تو اہلِ تقویٰ اور بزرگانِ دین ہی کرتے ہیں۔ جنہیں بڑے زہد و تقویٰ کے بعد معرفتِ ایمان حاصل ہوتی ہے ۔اقرار ایمان کے بعد جو نیک اعمال انسان کو فلاح کے راستے پر لے جاتے ہیں ان میں سے ایک فعل ادائیگی زکوٰۃ ہے اور یہی زکوٰۃ یعنی اللہ کی راہ میں دیا ہوا مال فلاح کی کنجی ہے۔

سورۃ مومنون کی ابتدائی آیات میں بیان ہوا ہے کہ اہل ایمان کو فلاح حاصل ہوگی۔ پھر ایسے لوگ جن کی نمازوں میں خشوع اور خضوع ہوگا۔ جن کی زبان پر لغو باتیں نہ ہوں گی اور جو زکوٰۃ دیں گے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایسے اہل ایمان کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر جائز طریقے سے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ تو ایسے اوصاف والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں فلاح ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝

تحقیق مومنین نے فلاح پائی، وہ لوگ جو اپنی نماز میں ڈرتے یعنی عاجزی کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بیہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (پ۱۸ مومنون، ۱ تا ۴)

حصولِ فلاح کے لیے بسا اوقات اہلِ تقویٰ کو رنج والم سے دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن آخر سکونِ قلب کی دولت انہیں میسر آتی ہے جو دنیاوی فلاح کی دلیل ہے اور آخرت میں اعمالِ صالح کی بنا پر وہ بلا خوف و خطر ہوں گے جو فلاحِ آخرت کی دلیل ہے۔

۳۔ زکوٰۃ دینے والوں پر رحمتِ خداوندی

فلاح اور راہِ ہدایت پر گامزن رہنے کے لیے اللہ کی خاص رحمت درکار ہے اگرچہ راہِ ہدایت کا ملنا بہت بڑی بات ہے مگر اسے پاکر اس پر ثابت قدم رہنا اللہ کی مدد اور رحمت کے بغیر ممکن نہیں۔ فریضہ زکوٰۃ جہاں انسان کو فلاح اور راہِ راست پر لانے والے اعمال میں سے ہے وہاں یہ رحمتِ خداوندی کے حصول کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔ پس میں ان لوگوں کے لیے اسے لکھوں گا جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (پ ۹، اعراف: ۱۵۶)

رحمتِ خداوندی کائنات میں ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے بلکہ اس کارخانۂ حیات کا وجود ہی اللہ کی رحمت سے ہے۔ تو اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت ان لوگوں کے لیے مخصوص ہو جاتی ہے یعنی وہ لوگ اللہ کی رحمت کے حقدار ہو جاتے ہیں، جو متقی ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں پر خوفِ الٰہی طاری رہتا ہے اور اسی خوفِ خدا کے باعث وہ نیک کاموں کی طرف راغب رہتے ہیں اور بُرے کام نہیں کرتے۔ ایسے متقی اور پرہیزگار لوگ دل میں خوفِ خدا رکھنے کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے دل کھول کر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ دیتے ہیں جو ان کے لیے رحمتِ خداوندی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس آیت کے آخر میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت کا حقدار بننے کے لیے قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ پر مکمل ایمان رکھنا بھی ضروری ہے۔ ذاتِ خداوندی انسانوں کے ساتھ اتنی رحیم اور کریم ہے، کہ انسان نافرمانیاں اور غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے مگر پھر بھی اللہ کی رحمت اہلِ جہاں پر رواں دواں ہے، یہاں تک کہ انسان برسوں میں سیاہ کار رہ کر جب بھی اللہ کے حضور اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے اور معافی مانگتا ہے

تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، یہ اللہ کی شانِ بے نیازی ہے جسے چاہے نوازے۔ اللہ کی رحمت کی ایک صورت ایسی ہے جو ہر ایک کے لیے یکساں ہے خواہ وہ اسے مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ مگر اللہ کی رحمت سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ مثلاً جب بارش ہوتی ہے تو ہر کھیتی والے کے لیے باعث رحمت ہوتی ہے اس میں اللہ کو ماننے والے اور نہ ماننے والے سبھی شامل ہوتے ہیں مگر اللہ کی رحمت کا ایک جلوہ خاص ہے جو صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔ پھر مسلمانوں میں جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں ان پر خاص ہی رحمت ہوتی ہے بلکہ ان کے وجود دنیا میں باعث رحمت ہیں جیسے صالحین امتِ مسلمہ کے لیے رحمتِ خداوندی کا ذریعہ ہیں کیونکہ بارگاہ رب العزت میں ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ اے لوگو! نماز قائم کرو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ رسول پاکؐ کی اطاعت اور پیروی بھی مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ہے اور اس اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جز نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(پ ۱۸، نور: ۵۶)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رض کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی زکوٰۃ لے کر آتا تو آپ فرماتے اے اللہ! رحمت نازل کر فلاں شخص پر۔ ایک روز میرا باپ زکوٰۃ لے کر آیا تو آپ نے فرمایا اے اللہ! ابی اوفیٰ رض پر رحمت کر (بخاری شریف) اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول پاک کی خدمت میں جب کوئی زکوٰۃ دینے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتے۔

۴۔ زکوٰۃ سے مال و دولت میں اضافہ

قرآن کریم کی تعلیمات سے ہے کہ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے مال و زر کو دوسروں کی خاطر خرچ کرنے سے مال میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ قرآن کا یہ نظریہ دنیا کے عام معاشی اصولوں سے مختلف ہے جس سے لوگوں کی انفرادی دولت میں کثرت ہوتی ہے زکوٰۃ سے دولت کا معاشرہ میں پھیلاؤ ہوتا ہے

اور اسلامی حکومت کا بیت المال بھی مضبوط ہوتا ہے۔ جب حکومت اور معاشرہ کے لوگوں کے پاس دولت آتی ہے تو وہ اپنی دولت کو بڑھانے کے لیے کاروبار کرتے ہیں۔ مختلف منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ جس سے معاشرہ کے اکثر افراد کو دولت بڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ کیونکہ تقسیم دولت کا دائرہ آمد و صرف جتنا ہی کشادہ ہوگا اور اس سے فائدہ اٹھانے اور اسے بڑھانے میں جتنے زیادہ لوگوں کو دخل آئے گا اتنا ہی دولت میں اضافہ ہوگا۔ نظام زکوٰۃ سے کئی بے روزگاروں کا وسیلہ بن جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی زکوٰۃ دینے والے بن جاتے ہیں۔

زکوٰۃ سے مال و دولت میں برکت کی ایک وجہ رحمت خداوندی بھی ہے کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے اس میں قدرتی طور پر کمی نہیں ہوتی بلکہ اضافہ ہوتا ہے اللہ کے خاص بندوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے ہر چیز کو قربان کرتے چلے جاتے ہیں۔ جب اللہ ان کی قربانیوں سے راضی ہو جاتا ہے تو ان کے لیے دین و دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دیتا۔ ان کی دعا میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ اگر وہ روئے زمین کی دولت کے تمام خزانے بھی مانگ لیں تو اللہ وہ بھی دے سکتا ہے مگر حب الٰہی اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اتنا بے نیاز کر دیتا ہے کہ وہ دنیا مانگتے ہی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۚ — اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ (پ ۳ بقرہ: ۲۷۶)

بظاہر سود سے دولت میں اضافہ ہوتا نظر آتا ہے لیکن فرمانِ الٰہی کے مطابق سود کی دولت زیادہ نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ سود ایک ایسی لعنت ہے جس سے سود خور میں سنگ دلی، خود غرضی، بخل اور تنگ دلی پیدا ہوتی ہے۔ معاشرہ میں سود خور کو حقیقی عزت بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اور سود خوروں کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اس طرح قدرتی طور پر ان کا کاروبار اس طرح نشوونما نہیں پاتا جس طرح صدقہ دینے والوں کی نیک نامی ہوتی ہے ان میں اچھی صفات پیدا ہوتی ہیں، لوگ انہیں فیاض اور ہمدرد تصور کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی نیک نامی کی وجہ سے ان کے ذرائع آمدن میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

صدقات اور زکوٰۃ سے آخرت کا جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ بھی انسان کے لیے سب سے بڑی دولت ہے۔ اس کے برعکس سود خوری سے انسان کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِىْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

اور جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا کے لیے دیتے ہو تو وہ لوگ اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں۔

(پ ۲۱۔ الروم، ۳۹)

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

جو تم خرچ کر دیتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے اور وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔

(سبا: ۳۹)

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے اللہ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔

(پ ۳، البقرہ، ۲۶۸)

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو، اسی کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔

(الروم، ۳۹)

۵۔ زکوٰۃ مال کی حفاظت کا ذریعہ ہے

یہ ایک عجیب فلسفہ ہے کہ انسان مال کی زکوٰۃ دے اور اس کا مال محفوظ ہو جائے یعنی مال چوری ہونے سے بچ جائے۔ قدرتی آفات سے اسے نقصان نہ پہنچے گویا ہر ضائع ہونے والے ذریعے سے محفوظ رہے۔ یقین محکم اور ایمان کی پختگی ہے کہ جب مسلمان اللہ کی راہ میں کسبِ حلال سے کمائے ہوئے مال کی حلال روزی ہی سے زکوٰۃ دے گا تو اللہ کی رحمت اس کے مال کو ہر

آفت سے بچائے گی۔

ایک دفعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کا بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ سمندر کی طغیانی نے اس کے مال کو ضائع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگل ہو یا سمندر، کو یا کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کر کے حفاظت کیا کرو اپنے بیماروں کی بیماری صدقہ سے دور کرو اور آفات کے نزول کو دعاؤں سے دور کیا کرو۔ کیونکہ دعا اس بلا کو بھی زائل کر دیتی ہے جو نازل ہو گئی ہو اور اس بلا کو روک دیتی ہے جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ ایک اور مقام پر ابو داؤد کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ بنا دو اور اپنے بیماروں کا صدقے سے اور بلا اور مصیبت کا دعا سے علاج کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیشہ عاجزی سے گڑ گڑاتے رہو۔ آپ نے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی بے شک اللہ نے اس سے شر دور فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کو گھاٹے سے محفوظ تجارت قرار دیا ہے۔ اور زکوٰۃ کا شمار بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں ہوتا ہے، لہٰذا زکوٰۃ بھی ایک سودا ہے جو دینے سے گھاٹا نہیں پڑتا بلکہ اللہ کی طرف سے وعدہ ہے کہ اس تجارت میں ہمیشہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝	بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ظاہرا یا چھپ کر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس میں گھاٹا نہیں، اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور اپنا فضل زیادہ کرے گا بے شک وہ معاف کرنے والا اور بڑا ہی قدر دان ہے۔
پ ۲۲، الفاطر: ۲۹ تا ۳۰	

دنیا کے مال و اسباب کو فروخت کرنا تجارت کہلاتا ہے اس میں انسان اپنا سرمایا محنت

اور عقل صرف کرتا ہے اور پھر اس تجارت سے منافع کی آس لگاتا ہے ایسے ہی دینی فرائض اور عبادات پر انسان کی محنت، وقت اور عقل کام کرتی ہے اس محنت کے علاوہ انسان اپنا روپیہ اللہ کی راہ میں دیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی تلاوت، نماز اور زکوٰۃ کو ایک تجارت سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ یہ نیک اعمال ایسی تجارت ہیں جن میں خسارہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ ۢ بِرَبْوَةٍ

(پ۳ البقرہ : ۲۶۵)

اور مثال ان لوگوں کی کہ جو رضائے الٰہی کی خاطر اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اور اپنے نفس کے پورے وثوق کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ان کی مثال باغ کی مانند ہے جو کسی غیر ہموار جگہ پر واقع ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دگنا پھل لائے۔

۶۔ زکوٰۃ دینا مومنین کے اوصاف سے ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی صاحب ایمان ہونے کی علامت ہے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت کرے گا۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے

(پ۱۰ التوبہ : ۷۱)

یہاں بھی پہلے والی بات کا اعادہ ہوا ہے کہ دنیا میں ہر وقت دو گروہوں کا وجود رہتا ہے۔ ایک اہل ایمان اور دوسرے غیر مسلم۔ ان دونوں قسم کے انسانوں کے بنیادی عقائد اور اعمال الگ ہیں۔ ہر مومن مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپس میں نیک کاموں کے سلسلے میں تعاون

کریں۔ مصیبت پڑنے پر دوسرے مومنین کے کام آئیں لہٰذا صحیح مومنین وہی ہیں جو دوسروں کو دعوت حق دیتے ہیں، خود نماز پڑھتے، اور زکوٰۃ ادا کرنے پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ ان کی زندگی میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے مسلمانوں کے چند اعمال اور اوصاف ایسے ہیں جو انہیں غیر مسلموں سے ممتاز کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی انہی اوصاف میں سے ہے جو مومنین ہی کا طرۂ امتیاز ہے، ایک اور مقام پر اس صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۚ (الشوریٰ: ۳۶ تا ۳۸)	جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی، وہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ بھی انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں انفاق سے مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ یہاں نماز کے بعد فوراً ذکر آیا ہے۔

۷۔ زکوٰۃ دینے والوں کے لیے نہ خوف نہ غم

زکوٰۃ کے فضائل میں سے اس عبادت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ فریضہ انسان کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں انسان کو دنیا کا رنج و غم نہیں رہتا، لہٰذا جو لوگ اللہ کے بن جاتے ہیں تو اللہ ان کا ہو جاتا ہے اور اللہ انہیں دنیا کے مصائب اور دکھوں سے بے خوف و خطر کر دیتا ہے۔ مال و دولت جمع کر کے انسان بے پناہ خطرات مول لیتا ہے مگر فرمانِ خداوندی کے مطابق زکوٰۃ ان خطرات کا حل ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ارشادِ خداوندی ہے

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں بہت بڑا اجر ہے اور نہ ان کے لیے خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (پ ۳، بقرہ ، ۲۷۷)

خوف اور غم دو طرح کا ہے۔ ایک خوف تو یہ ہے جو انسان کے ذہن میں بُرے اعمال کی بنا پر طاری ہوتا ہے کہ آخرت میں اسے سزا ملنی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان بُرے اعمال کی وجہ سے مختلف قسم کے خطرات سے دوچار ہو جاتا ہے، جو باعث رنج والم بنتے ہیں۔ ایسا خوف انسان کے لیے باعثِ زحمت ہے، بلکہ انسان کے لیے ایک روگ اور بیماری ہے۔ کیونکہ یہی خوف اور غم انسان کے سکون کو تباہ کرتا ہے۔ یوم آخرت میں ان کو اور زیادہ خوف اور غم ہوگا۔ جب زکوٰۃ نہ دینے کا انجام ان کے سامنے ہوگا۔

اس خوف کے علاوہ دوسرا خوف خوفِ خدا ہے اور ایسا خوف باعثِ رحمت ہے کیونکہ خوفِ خدا رکھتے ہوئے انسان بے شمار برائیوں سے بچتا ہے۔ بلکہ ایسا خوف تو اہل تقویٰ صالحین اور اور اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں بُرے خوف سے نجات کا ذریعہ جو اللہ نے بتایا ہے وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہونا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نیک اور صالح عمل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ پابندی سے نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے جن میں یہ خوبیاں پیدا ہو جائیں تو ان کے دلوں میں خطرات زمانہ اور آخرت کی سزا کا خوف ختم ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے دنیا میں صالح عمل نہیں کیے ہوں گے قیامت کے روز ان پر اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے خوف اور غم طاری ہوگا۔ اس کے برعکس نیک اعمال کرنے والے بے خوف ہوں گے، لہٰذا ثابت ہوا کہ زکوٰۃ بھی بنیادی طور پر ان اعمال ہی سے ہے جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ انسان کو اچھا اجر پانے کا مستحق قرار دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ایک اور مقام پر بیان ہوا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے نہ غم ہے اور نہ خوف یعنی ادائیگی زکوٰۃ کا عمل انسان کو اللہ کی دوستی

تک پہنچا دیتا ہے جن کے لیے کسی قسم کا خوف اور غم نہیں۔

۸۔ زکوٰۃ کا اجر عظیم اجر عظیم سے مراد وہ انعاماتِ خداوندی ہیں جن کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا اور ایسی جزا ہے جو بہت بڑی ہے زکوٰۃ بھی ان اعمال سے ہے جس کا اجر بہت بڑا اور بے پناہ ہے اس فریضہ کی ادائیگی کا اجر اس جہان میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔ اس اجر عظیم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ اَجْرًا عَظِيمًا ۝

اور نمازیں پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں، وہی ہیں جن کو عنقریب بہت بڑا اجر دیں گے۔

(پ ۶ النساء: ۱۶۲)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ نماز کے پابند ہوں گے اور زکوٰۃ دیتے ہوں گے اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہوں گے ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اہل کتاب یعنی نصرانیوں اور یہودیوں میں بے شمار برائیاں تھیں۔ مگر ان میں چند لوگ ایسے تھے جو سچے دیندار اور پختہ علم والے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ بن سعد، حضرت زید بن سعید، حضرت اسید بن عبید ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اللہ کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور روز آخرت پر ایمان لے آئے۔۔ جن کے علم میں راسخ تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے اور زکوٰۃ دیتے تھے ان کے بارے میں ارشاد ہوا کہ انہیں ان کے اسلام میں آنے کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں جو اجر ملے گا وہ بہت بڑا ہوگا یعنی اس اجر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ اہل کتاب میں آج بھی اگر کوئی نماز پڑھتا ہو، اللہ اور روز آخرت پر ایمان بھی رکھتا ہو مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ ہو تو ایسے نیک اعمال کا معاوضہ کسی یہودی یا نصرانی کو نہیں ملے گا۔ کیونکہ موجودہ اہلِ کتاب کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے، ایمان کے بغیر زکوٰۃ یا دوسرے نیک کاموں کا اجر جنت کی صورت میں نہیں مل سکتا۔ اس لیے یہودیوں،

نصرانیوں اور غیر مسلموں کے لیے صرف یہی راستہ ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اور نیک کام کر کے اجرِ عظیم کے حقدار بنیں۔ اجرِ عظیم کی زندہ مثالیں اولیاء کی تعظیم و تکریم اور علمائے حق کے علم کی قدردانی ہے۔ جو ان کے اس دنیا سے وصال پانے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔ اور آخرت میں اجرِ عظیم جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات اور گوناگوں نعمتوں کے حصول کی صورت میں ہوگا۔ یہ اجرِ عظیم اللہ کے فضل سے بہت زیادہ ملتا ہے۔ جس کی مثال قرآن پاک میں بیان ہوئی ہے کہ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے، اس طرح جس کے عمل چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

۹۔ رسول پاک کو دعا کا حکم

زکوٰۃ دینے والوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا شاملِ حال ہوتی ہے کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے کہ۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً	ان کے مالوں سے خیرات لے لیجیے تاکہ وہ ان کو
تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ	پاک صاف کرے اور ان کے لیے دعا کریں۔
عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّھُمْ	کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے تسلی کا باعث ہے
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝	اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورۃ توبہ ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں میں سے کچھ لوگ جو بظاہر مسلمان تھے مگر ان کے دلوں میں منافقت تھا اور ان لوگوں کا منافق غزوہ تبوک کے موقع پر ظاہر ہو گیا۔ لیکن نام نہاد مسلمان غزوہ میں جان بوجھ کر شریک نہ ہوئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو سخت سزا دی جائے گی یعنی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مگر ان میں کچھ ایسے مسلمان بھی تھے جن کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عمل نہ کر کے بہت غلطی کی ہے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی طلب کی تو ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ ان کے مالوں سے کچھ صدقہ وصول کر لیجیے جو ان کے اس گناہ کا کفارہ بن جائے گا جو ان کے نفس کی پاکیزگی کا سبب بنے گا اور ان کے لیے دعا کیجیے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے باعثِ سکون ہوگی۔

اس آیت کے شانِ نزول کے حساب سے اس کا اطلاق زکوٰۃ پر ہوتا ہے اور اکثر مفسرین بھی اس سے مراد زکوٰۃ لیتے ہیں لیکن کچھ حضرات اس آیت کا اطلاق عام صدقہ پر بھی کرتے ہیں۔ لیکن میرے خیال کے مطابق زمانہ حال میں اس صدقہ کے حکم کا اطلاق زکوٰۃ پر کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسی آیت سے اسلامی حکومت کے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم اخذ ہوتا ہے۔

مال وزر انسان کے لیے بڑی محبوب اور اہم چیز ہے کیوں کہ بوقتِ ضرورت اس سے اغراض پوری ہوتی ہیں۔ مگر اس سے زیادہ محبت، احکامِ الٰہی کو پس پشت ڈالتی ہے۔ زکوٰۃ انسان کے دل سے مال کی محبت کم کرتی ہے جس وجہ سے انسان بے شمار برائیوں سے بچ کر نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کا ذاتی لالچ، حرص، طمع ماند پڑتا ہے۔ جس سے انسان کے دل میں حُبِ دنیا کی بجائے حُبِ الٰہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، اسی لیے زکوٰۃ کو اسلام میں فرض قرار دیا گیا ہے۔

اوپر کی آیت کے آخری حصہ میں یہی بتایا ہے کہ آج بھی جو مسلمان اپنے اعمال کی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر تائب ہو جائے اور نیک کام کرنے لگے تو اس کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں اور یہ انسان کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے کہ جس کے لیے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائے تو اسے اور کیا چاہیے؟

۱۰۔ زکوٰۃ دینے والوں کے لیے بہشت

زکوٰۃ دینے والوں کے لیے آخرت کی زندگی میں بہشت کی خوشخبری ہے جنت ایک ایسی جگہ ہے جہاں نہ کوئی غم، خوف، خطرہ، نہ کھانے کا دھندا گویا کہ ہر طرح سے انسان آزاد اور سکون میں ہوگا۔ اور وہاں اتنی آسائشیں ہوں گی کہ انسان دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتا، اس زندگی کے لیے اللہ نے لوگوں کو نیک اعمال کرنے کی تلقین کی ہے۔ ان نیک اعمال میں صاحب ایمان بننا، نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

سورۃ مومنوں میں اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اہلِ ایمان ہوں گے، نیک اور صالح اخلاق کے مالک ہوں گے اور ان تمام صفات کے حامل ہونگے جو کہ ایک مومن کے لیے ہیں تو ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرکے اس کا وارث بنا دیا جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ

دینے والوں کے لیے جنت کی وراثت ہے۔ یعنی جنت میں دو چار دن یا کچھ عرصہ کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے جنت ان کے لیے ہے اور وہ جنت کے لیے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وہی لوگ وارث ہوں گے۔ وہ فردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۴، ۱۰-۱۱)

فردوس جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور مومنین کے لیے اسی کی بشارت ہے حضرت ایوبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ سرکارؐ مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں داخل کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کر، کسی کو اس کا شریک نہ کر، نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کو تین بار فرمایا، پھر سر جھکالیا تو صحابہ کرامؓ نے بھی سر جھکالیے اور رونے لگے۔ معلوم نہ ہوا کہ کس چیز پر آپ نے قسم کھائی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا، چہرۂ پُر نور پر خوشی تھی اور فرمایا جو بندہ پانچوں نمازیں پڑھتا ہے رمضان کے روزے رکھتا ہے اور اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے۔ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا (نسائی شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو میرے لیے چھ چیزوں کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا وہ کیا ہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز، زکوٰۃ، دیانت داری، شرمگاہ، شکم اور زبان کی حفاظت۔ (طبرانی)

۱۱۔ زکوٰۃ دوستی کی علامت ہے

زکوٰۃ مسلمانوں میں ایک دوسرے سے دوستی کی علامت ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۔

بے شک تمہارا دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

(پ ۶، مائدہ ۵۵)

یہاں ایک دوستی کے معیار کی بنیادی علامت کا ذکر ہوا ہے کہ ایک مسلمان کا رجوع ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونا چاہیے۔ ان کی محبت ہی سب سے بڑی دوستی کی علامت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بعد اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں سے پیار اور محبت رکھنی چاہیئے اور ایسے لوگوں سے دوستی اور مراسم استوار کرنے چاہئیں جو نمازی ہوں اور زکوٰۃ دینے والے ہوں اور رکوع کرنے والے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم کے مسافر آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اہل ایمان کا ایک حزب ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اس کے مقابلے میں حزب الشیطان ہے لہٰذا حزب اللہ والوں کے لیے تاکید ہے کہ وہ ایسے لوگوں ہی کو دوست اور ساتھی بنائیں جو اللہ کے گروہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے یعنی حزب الشیطان والوں سے تعلق رکھے گا تو اللہ اس کا مددگار، ناصر اور حامی نہ ہوگا یعنی تائید خداوندی اس کے شاملِ حال نہ ہوگی۔ لہٰذا ہمیں سبق ملا کہ ہم نمازی، زکوٰۃ دینے والے، متقی، پرہیزگاروں اور اہل اللہ کو دوست بنائیں اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔

۱۲۔ زکوٰۃ نصرتِ خداوندی کا ذریعہ

سورۂ حج میں ان تکالیف کا ذکر کیا گیا ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شمع توحید روشن کرنے کے لیے برداشت کرنا پڑیں۔ پھر وہ صحابہ کرام رض بھی کفارِ مکہ کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے جنہوں نے بعثت کے ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کیا تھا۔ پھر اللہ کی مدد سے مسلمانوں کا غلبہ ہوا تو اس موقع پر ارشاد ہوا۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب [illegible]، وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○

(پ ۱۷، حج، ۴۰ تا ۴۱)

سیادت دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سارے امور کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

وہ مسلمان جنہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مال وجان کی قربانیاں دینے سے دریغ نہ کیا، ان کی اللہ نے مدد کی۔ اللہ نے انہیں دنیا میں تاجدار بنا دیا ان کو حکومتیں بخش دیں کیوں کہ انہوں نے اللہ کی نماز کو قائم کیا نظام زکوٰۃ پر عمل کیا لوگوں کو نیکی کا درس دیا اور بُرے کاموں سے لوگوں کو منع کیا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جب تک مسلمان نماز وزکوٰۃ ادا کرتے رہے اور لوگوں میں نیکی کا حکم پھیلانے کے لیے کمربستہ رہے اس وقت تک اللہ ان کا مددگار رہا اور جب مجموعی طور پر اسلامی احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا، نمازوں کی ادائیگی سے بیگانہ ہوئے۔ زکوٰۃ کی روح کو ختم کر دیا، غیروں میں نیکی پھیلانے کی بجائے خود بدیوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ نے مسلمانوں کی مدد چھوڑ دی اور اب مسلمان افراتفری کے عالم کا شکار ہیں۔

مسلمان کو اللہ کی مدد کی اشد ضرورت ہے کیونکہ مسلمان قدم قدم پر اللہ کا محتاج ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کو چاہیئے کہ وہ برائی کا راستہ چھوڑ دیں جو سراسر اللہ کی ناراضگی اور غضب کا راستہ ہے۔ مسلمانوں کو اطاعت کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ دنیا میں ہر زمانہ میں اللہ کے خاص بندے اطاعت گزار بندے ہوتے ہیں جن پر ہمیشہ اللہ مہربان ہوتا ہے جو دن رات اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں، انہیں کی بدولت آڑے وقت میں گنہگاروں کی بھی مدد ہو جاتی ہے۔ مگر عامۃ المسلمین کے لیے ضروری ہے کہ وہ فریضہ نماز اور زکوٰۃ پر عمل پیرا رہیں اور لوگوں میں نیکیاں پھیلائیں تاکہ اللہ مسلمانوں کا ہمیشہ ناصر اور مددگار رہے۔

۱۳۔ زکوٰۃ دینے والوں سے جنگ کی ممانعت

اسلامی جہاد کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں جنگ نہ کی جائے اس کے بارے میں اللہ نے ترغیب دی کہ جب حج کے مہینے گزر جائیں مشرکین اور کفار کے ساتھ جنگ کرو اور جہاں بھی تم ان کو پاؤ، وہیں انہیں قتل کرو، البتہ اگر وہ لوگ اپنے

دسوہ عقائد سے توبہ کر کے دین اسلام قبول کرلیں اور اہل حق کے مقابلے میں لڑنے سے توبہ کرلیں تو ان کے فرائض میں یہ شامل ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی بدنی اور مالی عبادات کو بھی پورا کریں اور اس غرض سے وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اس طرح جب وہ راسخ العقیدہ مسلمان بن جائیں تو ان سے ساتھ جنگ نہ کی جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفر و شرک سے رسمی یا زبانی کلامی توبہ کرنے کے ساتھ ضروری ہے کہ مسلمانوں والے اعمال سرانجام دیئے جائیں ۔ اس لیے نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی ان کے لیے ضروری ہوگی ۔ آج بھی اگر کوئی غیر مسلم، یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے اور اسلامی عقائد کو تسلیم کر لیتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اب پریشانی ہوئی کہ مسلمانوں کے خلاف تلوار کیسے اٹھائی جائے تو حضرت ابوبکرؓ نے اسی آیت کے حوالہ سے ان کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیا اور فتنہ کو ختم کیا ۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۚ	پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کے راستے سے ہٹ جاؤ ۔ (پ تو بہ ۱۰)

سورہ توبہ میں آگے پھر بیان ہوا کہ اگر یہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں، اس آیت میں یہی فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کا سچے دل سے دین اسلام میں داخل ہو جانا، نماز کو قائم کر لینا اور زکوٰۃ ادا کرنا اس امر پر دلالت کرے گا کہ اب ان کے حقوق اور تمہارے ساتھ تعلقات برادرانہ ہیں ۔

باب ۔۲

زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب

یہ ایک مصدقہ بات ہے کہ قرآن پاک میں انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔ بے شمار آیات میں مالدار لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر اللہ کی راہ میں نہ دینے پر آخرت کی زندگی میں بہت سی وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ زکوٰۃ چونکہ فرض ہے اور انفاق فی سبیل اللہ سے بڑھ کر ہے اس لیے ایسی تمام وعیدوں کا خود بخود اطلاق زکوٰۃ پر بھی ہوتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں عذاب دینے کا وعدہ کیا، اور عذاب مل کر رہے گا۔ عذاب کے معنی سخت سزا اور دکھ کی مار کے ہیں مراد یہ ہے کہ یوم حساب کے دن جن لوگوں کے بارے میں سزا کا حکم سنا دیا جائے گا تو انھیں یعنی ان کے جسم اور روح کو ایک ایسی جگہ پر مقید کر دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہر وقت دکھ درد اور اذیت میں مبتلا رہیں گے اور اس جگہ کا نام دوزخ ہے یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ نور اور نار دو علامتی الفاظ ہیں۔ نور والے جنت میں جائیں گے جو راحت کی علامت ہے نار والے دوزخ میں جائیں گے نار سخت دکھ اور تکلیف کی علامت ہے۔ نار چونکہ انسانی جسم کو جلاتی ہے اور تکلیف کا باعث بنتی ہے اس لیے دوزخ میں جتنے بھی شدید قسم کے عذاب ہیں وہ نار کہے گئے ہیں۔ وہاں کا کھانا پینا، اوڑھنا اور وہاں موجود رہنا سب میں آگ کے اثرات کا دخل ہے اور وہاں جو جسم کی ایذا رسانی ہے وہ بھی آگ میں تپائی ہوئی اشیاء ہی کی ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ انسان کو اگر دنیا میں آگ کے حوالے کر دیا جائے تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے مگر دوزخ کے عذاب میں اللہ نے ایسی خصوصیت رکھی ہے کہ وہاں انسانی وجود ختم نہ ہوگا بلکہ اس کا جسم اور روح ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اور یہ اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کا ٹھکانا ہے۔ ان نافرمانیوں میں صاحب حیثیت ہو کر اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا اور صاحبِ نصاب ہو کر زکوٰۃ ادا نہ کرنا بھی شامل ہے چنانچہ زکوٰۃ نہ دینے والوں

کو آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا قرآن و حدیث کی رُو سے مندرجہ ذیل قسم کے عذاب ہوں گے۔

۱۔ عذابِ جہنم

راہِ اللہ میں دولت کو لٹانا مردانِ حق ہی کا خاصا ہے کیوں کہ اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت کو دوسروں پر خرچ کرنا بڑا دل گُردے کا کام ہے۔ انسان اپنی ذات شان و شوکت، لباس، خوراک، رہائش، اولاد، فضولیات اور آسائش پر تو ہزاروں روپے خرچ کر دیتا ہے مگر در پر آئے ہوئے سوال کے لیے انسان دیتا ہوا سوچنے لگتا ہے۔ دوں کہ نہ دوں بے شمار لوگ ایسے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے صاحبِ حیثیت بنایا ہے پھر اللہ کی راہ میں بخل کیا بلکہ بعض لوگ تو دولت اکٹھی کرتے ہی مر جاتے ہیں اور اپنے سر پر گناہ کا بوجھ بنا کر اس دنیا سے کُوچ کر جاتے ہیں تو وہ لوگ جو دولت کو سمیٹ کر جمع کرتے ہیں اور اس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ایسے لوگوں کے بارے میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں سے ایک وہ مالدار ہو گا جو اپنے مال سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا تھا یعنی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ (طبرانی)

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ بخل انسان کو زکوٰۃ دینے سے روکتا ہے قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر بخل کی مذمت کی گئی ہے بلکہ بخیلوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے اور اس عذاب کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اور وہ لوگ گمان نہ کریں کہ وہ اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے ان کے لیے یہ اچھا ہے کہ بلکہ یہ ان کے لیے بہت بُری چیز ہے عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں اس مال کا طوق پہنایا جائے گا جو انہوں نے راہ اللہ میں خرچ نہیں کیا۔

(پ ۴، آل عمران ۱۸۰)

مال و دولت کا ملنا اللہ کے فضل میں شامل ہے کیوں کہ انسان محتاجی سے بچ جاتا ہے اور اس کے نہ ہونے سے انسان محتاجی، افلاس اور بھوک کا شکار ہو جاتا ہے جس سے انسان کا ظاہری تہذیب و تمدن خراب ہوتا ہے۔ اس لیے دولت کو رحمت خداوندی تصور کیا جاتا ہے۔ مگر دولت کا وافر مقدار میں حاصل ہو جانا اور پھر اسے اطاعتِ خداوندی کے مطابق خرچ کرنا انسان کے لیے زحمت اور آخرت میں عذاب کا سبب بن جاتا ہے۔

دنیا داروں کی ایک عجیب سوچ ہے کہ جتنا مال زیادہ ہوگا اتنا انسان کے لیے باعثِ راحت ہے کیونکہ دولت کی کشادگی سے انسان لذاتِ نفس پورا کرتا ہے۔ من پسند زندگی گزارتا ہے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جوں جوں انسان کے پاس دولت زیادہ ہوتی ہے تو اس کا دل جمع کرنے کی طرف اور زیادہ مائل ہوتا جاتا ہے اگرچہ ضرورت کے مطابق مال و دولت پاس رکھنا اسلام میں جائز ہے جس سے اپنی اور بال بچوں کی کفالت آسانی سے ہو سکے لیکن جمع شدہ مال پر جو فریضہ زکوٰۃ اور صدقات عائد ہوتا ہے اس کا ادا کرنا بھی از حد ضروری ہے زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے وہی جمع شدہ مال انسان کے لیے روزِ قیامت کرمالِ جان بن جائے گا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی سوچ میں مثبت پہلو پیدا کرنے کا خواہاں ہے کہ وہ مال جو اللہ ہی کا ہے اسے اس کی رضا کے لیے خرچ کرنا ہی انسان کے لیے بہتری ہے لہٰذا جو لوگ اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو قیامت کے روز ان کا وہی جمع کیا ہوا مال ان کے لیے باعثِ عذاب بنے گا اور اس عذاب کی صورت ایک طوق کی ہوگی۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر یہاں کسی آدمی کے گلے میں ایک وزنی لوہے کا سریا زنجیر طوق کی صورت میں ڈال دیں تو اس وزن کے زور سے گردن ٹوٹنے کا احتمال ہوگا جو اس کے لیے سخت تکلیف کا باعث ہوگا حالانکہ دنیا میں یہ طوق پہنانے کی ایک معمولی سی صورت ہے جو انسان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے چہ جائے کہ اللہ کی راہ میں نہ دینے کی وجہ سے انسان کا مال و دولت ایک انتہائی وزنی طوق بنا کر انسان کے گلے میں ڈال دیا جائے اور پھر وہ اتنا گرم ہو جو جسم پر لگنے سے راکھ کر ڈالے تو یہ عذاب کی کتنی بھیانک صورت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنے غضب سے بچائے۔ اس طوق کی کیفیت اس طرح ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال روزِ قیامت کو ایک ایسا

سانپ بنا دیا جائے گا جو گنجا ہوگا اور اس کے سر پر دو سیاہ نشان ہوں گے پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈالا جائے گا۔ جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی جس کے بارے میں بیان ہو رہا ہے ۔

احادیث میں یہ مضمون حسب ذیل انداز میں بیان ہوا ہے ۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ - الخ (الآية)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا یہ حال اس کے لیے گنجا سانپ بنایا جائے گا جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ سانپ قیامت کے دن اس کی گردن میں بطور طوق ڈالا جائے گا پھر سانپ اس کے منہ کے دونوں کناروں کو یعنی باچھوں کو پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جو لوگ بخل کرتے ہیں گمان نہ کریں آخر آیت تک پڑھی ۔ (بخاری شریف)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ إِلَّا جَعَلَ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللهِ ۞ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ - (الآية)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے مال کو قیامت کے دن سانپ بنا کر اس کی گردن میں ڈال دے گا پھر اس کی تصدیق میں قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی اور خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز ساتھ جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے الخ آیت ۔ (جامع ترمذی)

وَعَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ۔

(احمد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری دولت کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ بن جائے گا اس کا مالک اس سے بھاگے گا۔ وہ اس کو طلب کرے گا یہاں تک کہ اس کی انگلیاں منہ میں ڈال دے گا۔

ان احادیث میں سانپ کے لیے شجاع کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی شرح کرتا ہوئے علماء نے کہا ہے کہ شجاع سانپ کی وہ قسم ہے جو دم کے اوپر سیدھا کھڑا ہو کر مقابلہ کرتا ہے دوسرے یہ کہ وہ گنجا ہوتا ہے اور اس کا گنجا پن اس کے زہر کی شدت ظاہر کرتا ہے۔ ان احادیث میں عذاب والے سانپ کی تیسری صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ اس کے سر پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور یہ سیاہ نقطے بھی اس کے زہریلے پن کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں۔ بہرکیف ان احادیث میں سانپ کے ذریعے عذاب کی جو کیفیت بیان ہوئی ہے وہ بہت ہی اذیت ناک ہوگی۔ ایک اور مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقراء اغنیاء کے لیے ہلاکت کا سبب بنیں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ! انہوں نے ہمارے حقوق غصب کر کے ہم پر ظلم کیا تھا۔ رب فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! آج میں تمہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دوں گا اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دوں گا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔

اغنیاء کے مال میں سائل اور فقیر کا ایک معین حق ہے۔

فرمانِ نبوی ہے معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جنہوں نے آگے پیچھے چیتھڑے لگائے ہوئے تھے اور جہنم کا تھوہر، ایلوا اور بدبودار گھاس جانوروں کی طرح کھا رہے تھے میں نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ جبریل نے عرض کی حضور! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کا صدقہ (زکوٰۃ) نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

۲- آگ کا عذاب

آخرت کے عذابوں میں ایک عذاب آگ کا ہے اور یہ عذاب بھی بڑا دردناک ہے اس کے بارے میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ دوزخ میں ایک جگہ ایسی ہے جو بہت بڑے گڑھے کی مانند ہے جسے جہنم کہا جاتا ہے اس میں بڑی شدت سے گرمی پیدا کرنے والی آگ ہوگی اور اس آگ کی تپش اس دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہوگی اور پھر اس میں آگ کے لمبے لمبے ستون ہوں گے جو انتہائی گرم ہوں گے - اب ذرا غور کیا جائے کہ گرمیوں کے دنوں میں جب ذرا گرمی تیز ہوتی ہے تو اس گرمی سے بچنے کے لیے انسان کیا کچھ کرتا پھرتا ہے کہیں تہہ خانوں میں آرام کرتا ہے، کہیں بجلی کے پنکھوں کا سہارا لیتا ہے اور ایرکنڈیشن لگاتا ہے مگر نار جہنم کی گرمی کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا بلکہ ایک دہکتا ہوا تندور ہے اور جو لوگ اللہ کے احکام نہیں بجا لاتے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے کوتاہی کرتے ہیں تو ان کو جب یہ سزا بھگتنا پڑے گی تو پھر کیا عالم ہوگا لہٰذا ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے آخرت کے لیے کیا کیا ہے اور آخرت کے لیے کیا سامان بنایا ہے - ایسا سامان جو نیکیوں پر مشتمل ہو جو ہمارے لیے باعثِ ٹھنڈک اور راحت ہو کی فکر کرنی چاہیے - آگ کے عذاب کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :-

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۙ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا ۖ لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۙ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۚ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

(پ۳۰، الهمزة، ۱ تا ۹)

تباہی ہے اس شخص کے لیے جو پشت پر عیب نکالنے والا ہو اور طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا - وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا - ہرگز نہیں وہ نیست و نابود کرنے والی آگ میں ڈال دیا جائے گا اور کیا آپ جانیں کہ حطمہ کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ان لوگوں پر بند کر دی جائے گی اس طرح کہ وہ لوگ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے -

اسی آیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے عذاب کا حکم اخذ کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بخیل لوگوں کی مذمت کی گئی ہے کہ جو لوگ حُبِ الٰہی کو چھوڑ کر مال و دولت کی محبت میں گھرے ہوئے ہیں اور اپنے مال کو گن گن کر رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ ان کی دولت ہمیشہ ان کے کام آئے گی اگرچہ دولت بھی کام آتی ہے بشرطیکہ اسے نیکی پر خرچ کیا جائے لیکن اگر اسے لذت نفس لہو لعب اور عیش و عشرت پر خرچ کیا جائے تو وہ جہنم میں لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ انسان خیال کرتا ہے کہ حطمہ یعنی جہنم کیا ہے تو وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے پر قیامت کے بعد جو عذاب ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے لیکن مرنے کے بعد اس دنیا میں بھی سخت عذاب ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضرت ابی سنان رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے آئی جب ان لوگوں کو وہاں بیٹھے کچھ دیر ہو گئی تو جناب ابی سنان رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا ایک ہمسایہ فوت ہو گیا ہے، چلو تعزیت کے لیے اس کے بھائی کے پاس چلیں۔ محمد بن یوسف الفریابی کہتے ہیں ہم آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے اور اس کے بھائی کے پاس پہنچے تو دیکھا وہ بہت آہ و بکا کر رہا ہے۔ ہم نے اسے کافی تسلیاں دیں۔ صبر کی تلقین کی مگر اس کی گریہ وزاری برابر جاری رہی۔ ہم نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر شخص کو آخر مرنا ہے؟ وہ کہنے لگا یہ ٹھیک ہے مگر میں اپنے بھائی کے عذاب پر روتا ہوں۔ ہم نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں غیب سے تمہارے بھائی کے عذاب کی خبر دی ہے؟ کہنے لگا نہیں بلکہ ہوا یوں کہ جب سب لوگ میرے بھائی کو دفن کر کے چل دیے تو میں وہیں بیٹھا رہا میں نے اس کی قبر سے آواز سنی وہ کہہ رہا تھا آہ! وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے اور میں عذاب میں مبتلا ہوں میری نمازیں اور روزے کہاں گئے؟ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اس کی قبر کھودنا شروع کر دی تاکہ دیکھوں میرا بھائی کس حال میں ہے، جونہی قبر کھلی میں نے دیکھا، اس کی قبر میں آگ دہک رہی ہے اور اس کی گردن میں آگ کا طوق پڑا ہوا ہے مگر میں محبت میں دیوانہ وار آگے بڑھا اور اس طوق کو اتارنا چاہا، جس کو ہاتھ لگاتے ہی میرا یہ ہاتھ انگلیوں سمیت جل گیا ہے۔

ہم نے دیکھا واقعی اس کا ہاتھ اور انگلی سیاہ ہو چکا تھا۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے

ہوئے کہا میں نے اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور واپس لوٹ آیا، اب اگر میں نہ روؤں تو اور کون روئے گا؛ ہم نے پوچھا تیرے بھائی کا کوئی ایسا عمل بھی تھا جس کے باعث اسے یہ سزا ملی ہے؟ اس نے کہا وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔

عذاب کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا رُدَّتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالْإِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی سونا اور چاندی رکھنے والا نہیں کہ اس سے ان کا حق ادا کرے مگر جس وقت قیامت کا دن ہوگا اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی جہنم کی آگ میں گرم کی جائیں گی اور اس کے پہلو پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔ جب جدا کیے جائیں گے واپس لائے جائیں گے ایک ایسے دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے پھر وہ اپنی راہ دیکھے گا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف کہا گیا اے اللہ کے رسول اور اونٹ کا کیا حکم ہے فرمایا اور کوئی اونٹوں کا مالک نہیں جو ان سے ان کا حق ادا نہیں کرتا اور ان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کے دن دودھ دوہنا مگر جس وقت قیامت کا دن ہوگا ایک ہموار میدان میں اونٹوں کے مالک کو منہ کے بل ڈال دیا جائے گا اس حالت میں کہ اونٹ گنتی میں کامل اور موٹے ہوں گے ان میں سے اونٹ کے بچے کو بھی گم نہ پائے گا۔ اس کو اپنے پاؤں سے کچلیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے

فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ
سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرَى
سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى
النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ فَالْبَقَرُ وَ
الْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا
غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا
كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ
قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا
عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ
تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا
كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ
أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ
أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ
فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا
إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ فَالْخَيْلُ
قَالَ فَالْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ
وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ
أَجْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ
رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى
أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ
أَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا
فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ
اللهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ

جب اس پر پہلی جماعت گزرے گی پچھلی جماعت
واپس لائی جائے گی ایک ایسے دن میں جس کی مقدار
پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان
فیصلہ کیا جائے گا پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا جنت
کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول
گائیوں اور بکریوں کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا اور
نہ کوئی گائیوں اور بکریوں کا مالک جو ان کی زکوٰۃ ادا
نہیں کرتا جس وقت قیامت کا دن ہو گا ایک ہموار
میدان میں ڈالا جائے گا اس میں کسی کو گم نہ پائے گا
ان میں کوئی ایسی نہ ہو گی جس کے سینگ مڑے ہوں
اور نہ منڈی اور نہ سینگ ٹوٹی اس کو اپنے سینگوں سے
ماریں گی اور اپنے کھروں کے ساتھ کچلیں گی یہاں تک کہ
جب اس پر پہلی جماعت گزرے گی پچھلی جماعت واپس
لائی جائے گی ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار
سال ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے
گا پھر وہ اپنی راہ دیکھے گا یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف
کہا گیا اے اللہ کے رسول گھوڑوں کا کیا حکم ہے فرمایا
گھوڑے تین طرح کے ہیں ایک آدمی کے لیے گناہ کا
سبب ہوتے ہیں ایک آدمی کے لیے پردہ اور ایک آدمی
کے لیے ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ گھوڑے جو
آدمی کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں وہ گھوڑے
ہیں جو آدمی ان کو ریا اور فخر کے طور پر اور اہل اسلام کی
دشمنی کے لیے باندھتا ہے یہ گھوڑے اس کے لیے گناہ

لَهٗ سِتْرٌ وَ اَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ مَرْجٍ وَّ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَیْنِ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٌ وَّلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰی نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا یُرِیْدُ اَنْ یَّسْقِیَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَیَّ فِی الْحُمُرِ شَیْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰیَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۔

(صحیح مسلم)

کا باعث ہیں اور وہ گھوڑے کہ اس کے لیے پردہ ہیں جو گھوڑے جس نے ان کو خدا کی راہ میں باندھا ہے پھر ان کی پیٹھوں اور ان کی گردنوں میں وہ اللہ کا حق نہیں بھولا پس یہ اس کے لیے پردہ ہیں اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ثواب کا باعث ہیں وہ گھوڑے ہیں جو اس نے چراگاہ اور سبزے میں اللہ کی راہ میں اہل اسلام کے لیے باندھے ہیں وہ اس چراگاہ اور سبزے میں کوئی چیز نہیں کھاتے مگر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں بقدر اس چیز کے جو اس نے کھائی اور ان کی لید اور ان کے پیشاب کی مقدار مطابق اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں وہ گھوڑے اپنے رسے کو نہیں توڑتے پھر ایک میدان یا دو میدان دوڑتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم کی گنتی اور ان کی لید اور پیشاب کے مطابق نیکیاں لکھتا ہے اور ان کا مالک ان کو کسی نہر پر نہیں گزارتا پس اس سے پییں اور وہ ان کا پانی پلانا نہیں چاہتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس چیز کی گنتی کے مطابق جو پیا نیکیاں لکھتا ہے کہا گیا اے اللہ کے رسول گدھوں کا کیا حکم ہے فرمایا گدھوں کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نہیں اتارا گیا مگر یہ آیت یکتا سب نیکیوں کو جمع کرنے والی جس نے ایک ذرہ کی مقدار نیک عمل کیا اس کو دیکھے گا اور جس نے ایک ذرہ کی مقدار برا عمل کیا اس کو دیکھے گا۔

۴- عذابِ الیم

عذاب کی ایک صورت عذابِ الیم ہے جس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۔

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کے لیے دردناک عذاب کی خبر ہے جب کہ اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے تم نے جو اپنے لیے جمع کیا تھا سو آج اپنے جمع کیے کا مزہ چکھو۔

وافر مقدار میں سونا چاندی اور دولت اکٹھا کرنا کنز کہلاتا ہے لیکن اسلام میں عوام الناس کے لیے اپنی ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں سونا چاندی اور دولت اکٹھا کرنا جائز ہے مگر انسان کی اپنی ذات اور اہل و عیال محتاجی سے بچے رہیں اگرچہ اہلِ تقویٰ کے نزدیک مال جمع رکھنا درست نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مال و زر اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ رہنے سے حُبِّ الٰہی جاتی رہتی ہے۔ کنز سے عموماً مراد تو خزانہ یا دبایا ہوا مال ہوتا ہے لیکن بے پناہ چاندی اور نقد مال و دولت جمع کرنا کنز ہے خواہ مال و دولت کو دبا کر خزانہ کی طرح رکھا ہو یا کسی اور طرح سے رکھا ہو تو اسی آیت کے زمرے میں آئے گا اور کنز کہلائے گا۔ بخل، طمع، و لالچ کے تحت کنز کرنے کے بعد اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے معلوم ہوا کہ زیادہ رزقِ حلال کمانا اپنی محنت سے امیر بن جانا یا کاروبار میں بے پناہ اضافہ ہو جانا برا نہیں بلکہ برائی اور باعثِ عذاب یہ چیز ہے کہ دولت کو اکٹھا کر کے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے یعنی اس کی واجب زکوٰۃ نہ نکالی جائے صدقہ اور خیرات نہ کیا جائے بخیل بن کر دولت کو اکٹھا کر کے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے اور دھرنا مار کر بیٹھا رہے۔

ابو داؤد میں حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب مندرجہ بالا آیت اُتری کہ جو لوگ

سونا چاندی جمع کرتے ہیں تو مسلمانوں پر گراں ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حل پوچھوں گا۔ جب حضرت عمرؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت آپ کے خادموں پر گراں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے تاکہ تمہارے مال پاک ہو جائیں اور میراث تو اسی مال میں جاری ہو گا جو بعد میں باقی رہے اور بہترین چیز جس کو آدمی خزانہ کی طرح محفوظ رکھے وہ نیک بیوی ہے جس کو دیکھ کر دل راضی ہو جائے جب اس کو حکم کیا جائے تو فوراً اطاعت کرے اور جب خاوند غیب ہو تو وہ اپنی حفاظت کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا مال ہی خزانہ کے زمرے میں آئے گا جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے گی۔ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا آیت کا جب نزول ہوا تو ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو بعض صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونا چاندی جمع کرنے کا تو برا حشر ہے بلکہ ہم پر واضح کر دیجیے کہ بہترین مال کیا ہے۔ جس کا خزانہ رکھنا چاہیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والی زبان اللہ کا شکر ادا کرنے والا دل اور نیک بیوی جو آخرت کے کاموں میں مدد دیتی رہے سب سے بہترین دولت ہے۔

سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہ دینے کی جو وعید بیان کی گئی وہ یہ ہے ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس سونے چاندی کو دوزخ میں گرم کیا جائے گا اور پھر اسے پیشانیوں، کروٹوں اور پشتوں پر داغا جائے گا۔ دنیا میں اگر کسی شخص کو گرم چیز سے داغا جائے تو کتنا خوفناک منظر ہوتا ہے اس کے برعکس آخرت میں تو اس سے کئی گنا زیادہ خوفناک عذاب ہو گا۔ اور اس تکلیف کا بھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا جو جسم پر گرم چیز لگنے سے ہوتی ہے رسول پاک کی ایک حدیث میں اس عذاب کی وضاحت کی گئی ہے آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص سونے اور چاندی کا مالک ہوتے ہوئے اس کا حق ادا نہ کرے یعنی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے۔ اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں۔ پھر ان سے اس شخص کی پیشانی پہلو اور پشت کو داغا جائے اور بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دیئے جاتے رہیں گے قیامت کے پورے دن میں جس کی مقدار دنیا کے

حساب سے پچاس ہزار سال کی ہوگی اس میں مبتلا رہیں گے اس کے بعد انہیں جانے کا حکم ہوگا یعنی دوزخ میں۔ انہیں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت علی رضی سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مالداروں کے ہاتھوں سن لو ایسے مال داروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا۔ اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔

۴۔ عذاب مہین

عذاب کی ایک اور صورت عذاب مہین ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۞ اِلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۞

(پ ۵، النساء: ۳۷)

بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے اور بڑائی پر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جو لوگ مال کو خرچ نہیں کرتے اور خرچ نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں ایسے منکرین فضل کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

رضائے الٰہی کی خاطر جو شخص اپنے مال کو خرچ نہیں کرتا ماں باپ بیوی اور اولاد کا نان و نفقہ پورا نہیں کرتا غریبوں کے مصائب میں ان کے کام نہیں آتا یتیم، مسکین، نادار اور پڑوسیوں کی حاجتیں پوری نہیں کرتا حتیٰ کہ فریضہ زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتا ایسے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ دراصل اس کے مال نے اسے مغرور کر رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ اس فضل خداوندی کے حق کو نہیں پہچانتا جو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے فضل سے مالدار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اگر میں نے تمہیں مال و دولت دیا ہے تو اسے میانہ روی سے خرچ کر کے ظاہر کرو اور اپنی ظاہریت کو اچھا رکھو اگر ایسا نہیں کرو گے اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی تلقین کرو گے تو اللہ تم سے ناراض ہوگا اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

یاد رکھو کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے جو انکو عذاب ہوگا یہ عذاب کی وہ کیفیت ہے

جو کافروں کے لیے ہے اور اسے عذاب مہین یعنی ذلیل کرنے والا عذاب کہتے ہیں۔ ذلت اور رسوائی بہت ہی بری چیزیں ہیں۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کفر ہے اور کفار کی آخرت میں بہت سخت سزائیں ہوں گی اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کو بھی ان کفار جیسی سزا دی جائے گی۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ دینا کتنا ضروری ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے کا یہ طرز عمل ان کو آخرت میں کافروں کی صف میں لے جائے گا۔ دنیا میں جب کسی انسان کو بڑی سنگین یا تضحیک آمیز سزا دی جائے جس سے اس کی عزت میں فرق آجائے اور وہ معاشرے میں بدنام ہو جائے تو یہ اس کی ذلت اور رسوائی ہے مثلاً ایک جیب کترے کا کالا منہ کر کے سڑکوں پر پھرانا، زانی کو سرے عام لوگوں میں پتھر مار کر ہلاک کرنا، قاتل کو سرعام پھانسی دینا سب تذلیل آمیز سزائیں ہیں۔ ایسے آخرت میں جو کافروں کو یا ان لوگوں کو جو فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے، ایسی سزا دی جائے گی، جو ان کے لیے باعث ذلت اور رسوائی ہو گی۔

دوزخ کے طبقات میں سب سے سخت اور نچلے درجے میں کافروں کو سزا دی جائے گی اور یہی ان کی ذلت ہے کہ انہیں سب سے انتہا درجے کی سزا دی گئی۔ اس لیے مسلمانوں کو اس سے بچنے کے لیے چاہیے کہ اپنے اعمال کو درست کریں اور فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہ نظری سے کام نہ لیں۔

۵۔ زکوٰۃ نہ دینے پر قارون کا انجام

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری سے تھا ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ دنیاوی علوم میں بہت ترقی کی تھی اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام پر حسد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰ اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اس نے نماز کا حکم کیا تم نے برداشت کیا، اس نے اور احکام جاری کیے جن کو تم برداشت کرتے رہے۔ اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا تم ہی کچھ ترکیب بتلاؤ، اس نے کہا میں

نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰؑ پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیئے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سنا دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے احکام بتانے شروع کیے کہ مجھے یہ احکام دیئے ہیں کہ اس کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام گنوائے جس میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے، اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے تعجب سے فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے اور یہ کہہ کر اس عورت کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تو حضرت موسیٰؑ کے متعلق کیا کہتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اس کو قسم دے کر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔ آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے ہم نے زمین پر تسلط دے دیا۔ تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم فرماؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔ اس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنے لگے۔ حضرت موسیٰ نے پھر حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے حتیٰ کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے وہ سب کو نگل گئی۔ اس پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر وحی آئی کہ وہ تمہیں پکارتے رہے اور تم سے عاجزی کرتے رہے میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دعا کرتے تو میں ان کی دعا کو قبول کر لیتا۔

۶۔ زکوٰۃ نہ دینے پر ثعلبہ کا انجام

دورِ نبوی میں ثعلبہ کے زکوٰۃ نہ دینے کا واقعہ بڑا مشہور ہے جس کا انجام بہت بُرا ہوا اس کے بارے میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں مال دار ہو جاؤں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! بربادی تیری۔ تھوڑا مال جس کا شکر کرتے ہو، ایسے بہت سے مال سے بہتر ہے جس کے شکر کرنے کی تو طاقت نہ رکھے۔"

ثعلبہ نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور دعا فرما دیجئے۔ آپؐ نے پھر سمجھایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول کی مانند اپنا مال رکھے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر میں چاہوں کہ میرے لیے یہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو جائیں۔ تو اللہ کے فضل سے ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے پھر عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ اللہ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا کرے تو میں ہر حق دار کو اس کا حق پہنچاؤں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ ثَعْلَبَۃَ مَالًا۔ میرے اللہ ثعلبہ کو مال عطا کر دے۔

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ پھر ثعلبہ نے کچھ بکریاں لیں، اور اللہ کی شان، وہ کیڑوں کی طرح بڑھنے لگیں، یہاں تک کہ مدینہ کی آبادی میں اس کا رہنا دشوار ہو گیا۔ پھر وہ باہر وادی میں جا رہا۔ ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے آکر پڑھتا اور باقی نمازوں میں جماعت چھوڑ دی۔ اس کا مال اور بڑھ گیا۔ اتنی کثرت ہوئی کہ دور جنگل میں چلا گیا۔ اب تو جماعت سے نماز بالکل چھوڑ دی البتہ جمعہ کے روز جماعت میں حاضر ہوتا۔ بکریوں کی کثرت اسی طرح کیڑوں کی طرح جاری تھی یہاں تک کہ مال کی محبت اور کثرتِ مشاغل کے باعث جمعہ بھی چھوٹ گیا۔ آنے جانے والے لوگوں سے راہ میں ملتا اور خبریں دریافت کر لیتا۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثعلبہ نے کیا کیا؟ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اس نے بکریاں پالیں اور ان کی کثرت کے باعث اس کو مدینہ میں رہنا دشوار

ہو گیا۔ اسی طرح اس کا سب حال بیان کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کا اظہار کیا کیا اور فرمایا کہ ثعلبہ تیرے لیے خرابی ہے۔

اسی اثناء میں اللہ تعالی نے مالوں میں سے صدقات، زکوٰۃ دینے کا حکم نازل فرمادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ میں سے ایک اور بنو سلیم میں سے ایک آدمی مقرر کیا اور دونوں کو مسلمانوں سے صدقات لینے کی کیفیت لکھ دی اور ان کو کہا ثعلبہ اور فلاں مرد اسلمی کے پاس بھی جانا اور ان دونوں سے صدقات یعنی زکوٰۃ لے آنا۔

یہ دونوں عامل روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس کو زکوٰۃ کے لیے کہا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ اس نے کہا یہ زکوٰۃ کا مطلب اور کچھ نہیں یہ تو جزیہ ہے یا جزیہ کی بہن صدقہ ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ زکوٰۃ کیا ہے۔ اچھا تو تم جاؤ، اور فارغ ہو کر میرے پاس سے ہوتے جانا۔

وہ دونوں مرد اسلمی کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس نے ان کے آنے اور صدقہ کا حکم نازل ہونے کا حال سنا تو اپنے اونٹوں میں سے اچھے اچھے صدقہ کے لیے چھانٹ لیے اور لے کر دونوں کا استقبال کیا۔ ان عاملوں نے اونٹوں کو دیکھا تو کہا بھائی! ایسے عمدہ اور اچھے اونٹ چھانٹ کر دینا تم پر واجب نہیں ہے۔ اور ہم تجھ سے یہ نہیں لینا چاہتے۔ اس نے کہا واجب نہ سہی مگر میرے دل کی خوشی اسی میں ہے کہ تم لے لو۔ یہ سب زکوٰۃ ہی کے لیے ہیں۔ پھر انہوں نے وہ اونٹ لے لیے اور اسی طرح حکم کے مطابق اور لوگوں سے صدقات لیتے ہوئے پھر ثعلبہ کی طرف لوٹ کر آئے۔

ثعلبہ نے کہا۔ وہ فرمان تو دکھاؤ۔ جب دکھایا تو اس کو پڑھ کر کہنے لگا۔ یہ اور کچھ نہیں، یہ جزیہ ہے، یہ اور کچھ نہیں۔ یہ جزیہ کی بہن صدقہ ہے۔ اچھا اس وقت تو تم جاؤ میں اس بارے میں اپنی رائے سے غور کروں گا۔

وہ دونوں روانہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، ابھی دونوں نے کچھ عرض نہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا کہ ثعلبہ کی بربادی آئی، اور مرد اسلمی کو جس نے اچھے اچھے اونٹ چھانٹ کر بخوشی خاطر دیئے تھے، دعا دی۔

پھر ان دونوں نے سلام عرض کر کے حال بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا ایسا کہا اور مرد اسلمی نے اس طرح صدقہ کے اونٹ بخوشی خاطر اصرار سے ہم کو دیئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

(پ، توبہ: ۷۵ تا ۷۸)

اور بعض ان میں وہ بھی ہیں کہ جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال عطا کرے تو ضرور ہم خیرات (زکوٰۃ) دیں گے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے مال تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور اپنے عہد سے پھر گئے اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے ملنے والے دن تک نفاق ڈال دیا کیونکہ انھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اور بسبب اس کے کہ جھوٹ بولتے تھے۔ کیا نہیں جانتے کہ اللہ ان کا بھید اور مشورہ جانتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے غیبوں کا۔

ثعلبہ نے مال سے ازحد محبت کی، اور خدا کا حکم آنے پر زکوٰۃ نہ دی۔ اور خدا سے وعدہ خلافی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو منافق قرار دیا۔ ارشاد فرمایا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ ..... اور (منافقوں میں سے) بعض وہ شخص ہے (یعنی ثعلبہ) کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ میں لے کر)۔

لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ ..... اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو (کثرت سے مال) دیا۔

لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ..... تو ہم ضرور زکوٰۃ و خیرات دیں گے اور ضرور ہم صالحین سے ہو جائیں گے (کیسا زبردست عہد کیا ثعلبہ نے صدقہ مفروضہ اور غیر مفروضہ ادا کرنے کا)۔

فَلَمَّآ اٰتٰھُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ ..... پھر جب اللہ نے ان کو کثرت سے مال دیا تو اس مال سے بخل کر گئے کچھ بھی صدقہ نہ دیا۔

ثعلبہ نے ایسا بخل کیا کہ عاملین زکوٰۃ کو کہنے لگا۔ یہ صدقہ کیسا؟ یہ تو جزیہ ہے یا جزیہ کی بہن صدقہ!

وَتَوَلَّوْا ..... اور منہ موڑ لیا اللہ کے حکم سے۔

وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ..... اور حال یہ ہے کہ وہ (منافق) لوگ منہ موڑنے والے ہیں۔

فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ ..... پھر وعدہ خلافی کی سزا میں ان کا نفاق ان کے دلوں میں بٹھا دیا۔ ان کے دلوں میں نفاق کا اثر رکھا۔

اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ ..... ان کے دلوں میں نفاق کا اثر اس دن تک رہے گا کہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے۔ یعنی تا دم مرگ۔ الحاصل کہ نفاق پر مریں گے اور نفاق کی سزا پائیں گے۔

منافق نے یہ سزا کیوں پائی۔ ثعلبہ کی موت نفاق پر کیوں ہوئی؟

بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ ..... بسبب اس کے کہ خلاف کیا تھا اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس سے۔ اللہ سے عہد کر کے پھر اس کو توڑا۔

وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ..... اور بسبب اس کے کہ انہوں نے جھوٹ بولا۔ ایک تو اللہ سے وعدہ خلافی کی کہ کہا تھا کہ اللہ اگر کثرت سے مال دے گا تو اس میں سے صدقہ خیرات دیں گے۔ جب اللہ نے بے حساب مال دے دیا تو ثعلبہ نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے کہ جواب دے دیا کہ صدقہ تو جزیہ کی بہن ہے۔ اے عاملین زکوٰۃ! تشریف لے جاؤ۔

جب ثعلبہ کی ہلاکت کے لیے مندرجہ بالا آیت اتری تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کا کوئی قریبی موجود تھا۔ اس شخص نے حق الٰہی کو سنا اور روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس پہنچا اور کہا۔ اے ثعلبہ! تیرے حق میں قرآن کے اندر یوں حکم نازل ہوا ہے۔ تیری خرابی، تو نے کیا کیا؟

یہ سن کر ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میرا صدقہ قبول کر لیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ پھر

ثعلبہ نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے۔ یاد رہے میں نے تجھے حکم دیا تھا، تو نے اس کی اطاعت نہ کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اللہ نہیں چاہتا تھا۔ تو پھر ثعلبہ اپنے ٹھکانے کو پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ثعلبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میری جو عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ جانتے ہیں لہٰذا میری زکوٰۃ قبول فرمایئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا صدقہ قبول نہ کیا میں بھی قبول نہیں کروں گا۔ غرض آپ نے انکار کر دیا اور جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین بنے تو ثعلبہ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین، آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی زکوٰۃ قبول نہیں کی تو پھر میں کیسے تمہاری زکوٰۃ قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا صدقہ قبول نہ کیا پھر خلافتِ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں آ کر اس نے حضرت عثمانؓ سے یہی التجا کی لیکن انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ جسے حضورؐ نے قبول نہیں کیا اسے میں کیسے قبول کر لوں اس جواب پر وہ اپنے کیے پر بہت پشیمان ہوا، اور آخر کار اسی عہد میں رنج والم برداشت کرتا ہوا مر گیا۔

ثعلبہ کا واقعہ ہمارے لیے باعث عبرت ہے کہ ثعلبہ پانچوں نمازیں اور جمعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتا تھا۔ آپ کے درس اور خطبات سنتا اور صحبت پاک کا شرف پاتا تھا۔ اس نے مال کی کثرت چاہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسے بے حساب مال مل گیا۔ جب اللہ نے اس کو اتنا مال دیا اس نے زکوٰۃ و خیرات کا حکم بھی نازل فرمایا اگر ثعلبہ زکوٰۃ دے دیتا تو اس کا باقی مال پاک ہو جاتا اور بابرکت رہتا۔ لیکن زکوٰۃ نہ دینے کے سبب ثعلبہ ہلاک اور برباد ہو گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس نے نہ تو قرآن کے الہامی ہونے کا انکار کیا، اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا۔ اور نہ اسلام کو ترک کیا تمام باتیں اس میں بظاہر دوسرے مسلمانوں کی طرح

موجود تھیں۔ اس نے کیا تو یہ کیا کہ زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر آیت بھی اس کی مذمت میں آگئی۔ اور اسے منافق بھی کہا گیا۔ اور اس کا انجام بھی ہلاکت ہوا!

آج بھی جو مالدار مسلمان کہلاتے ہیں۔ قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رسالت کو مانتے ہیں لیکن زکوٰۃ نہیں دیتے۔ وہ سوچیں کہ کیسے مسلمان ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والا، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والا، اور حضور کی زیارت کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے کے باعث اللہ، رسول اور مسلمانوں کی ناراضگی خرید کر اپنی عاقبت برباد کر بیٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ پورے ہو گئے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے غور کریں کہ وہ ثعلبہ کی طرح زکوٰۃ نہ دے کر کس طرح اپنا دین و ایمان سلامت لے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا ثعلبہ کے واقعہ سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

❋

باب ۳

نصابِ زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے مال ودولت کی ایک خاص حد اور مقدار متعین ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں نصاب کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اسی وقت فرض ہے جب کہ مال بقدر نصاب ہوگا۔ اس مقدار شرعی (نصاب) سے کم مال ودولت پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ نصابِ زکوٰۃ کا اجمالی خاکہ یہ ہے

مال زکوٰۃ کی اقسام	نصاب زکوٰۃ
سونے کا نصابِ زکوٰۃ۔	ساڑھے سات تولہ ۷½ تولہ یعنی ۸۵ گرام
چاندی کا نصابِ زکوٰۃ۔	ساڑھے باون تولہ ۵۲½ تولہ ۶۱۸ گرام
مال تجارت کا نصابِ زکوٰۃ	جو قیمت میں چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔
اونٹ کا نصاب زکوٰۃ۔	پانچ عدد (سائمہ)
گائے، بھینس کا نصاب زکوٰۃ	تیس عدد (سائمہ)
بھیڑ، بکری کا نصاب زکوٰۃ	چالیس عدد (سائمہ)

۱۔ سونے چاندی کا نصاب

سونے چاندی پر زکوٰۃ فرض ہے خواہ سونا چاندی اینٹوں کی شکل میں ہو یا زیوروں کی شکل میں یا برتنوں کی صورت میں خواہ وہ زیور یا برتن استعمال کیے جاتے ہوں یا رکھے ہوئے ہوں یا ان سے بنے ہوئے سنہری اور پہل گوٹے چھپے ہوں جس صورت میں بھی سونا چاندی موجود ہو اس پر زکوٰۃ ہے۔

یہ نظریہ غلط ہے کہ پہننے اور استعمال کے زیور پر زکوٰۃ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دو عورتیں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم اسے پسند کرتی ہو کہ

اللہ تم کو آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (ترمذی)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا یہ سونے کا زیور کنز، تو نہیں۔ (کیونکہ قرآن پاک میں سونے چاندی کے کنز پر وعید کی گئی ہے) تو حضور نے ارشاد فرمایا جو زیور نصاب زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچے اور پھر اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں۔ (رواہ مالک و ابو داؤد)

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو دو سو درہم چاندی پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ جو ساڑھے باون تولہ چاندی ہوتی ہے۔ یہ چاندی کا نصاب ہے۔ یعنی ۶۱۲ گرام اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا جو ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی ہوتا ہے پھر۔ یا اس کی قیمت دے دو اور دو سو درہم کا چالیسواں حصہ پانچ درہم بنتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے سواری کے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے۔ سو تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو، چالیس درہم سے ایک درہم، لیکن ایک سو نناوے درہم میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہاں جب پورے دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ (رواہ الترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔ مگر جب تک دو سو درہم پورے نہ ہوں ان میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ جب دو سو درہم ہوں تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور اس سے زیادہ ہوں تو ان کی زکوٰۃ اسی حساب سے دیں۔ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کے ۷½ تولے یعنی ۸۵ گرام ہوتے ہیں۔ یہی سونے کا نصاب ہے۔ اس کا چالیسواں حصہ سوا دو ماشہ زکوٰۃ میں دینا ہوگا۔ خواہ زکوٰۃ میں سوا دو ماشہ وزن کا سونا دے یا اس کی قیمت دے دو اختیار ہے۔ جب سونے چاندی کی زکوٰۃ اسی جنس سے دی جائے مثلاً چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی یا سونے کی زکوٰۃ میں سونا دینا ہے تو وزن کا اعتبار ہوگا۔ اور غیر جنس سے ادا کرنا ہے تو پھر اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

اگر کسی کے پاس چاندی نصاب سے کم ہو، تو اس پر زکوٰۃ نہیں اور اگر اس کے پاس نصاب

سے کم تھوڑا سونا بھی ہے تو دونوں کو ملا کر قیمت کے لحاظ سے سونے یا چاندی جس کا بھی نصاب بن جائے اسی پر زکوٰۃ ہے۔ مثلاً چاندی کی قیمت کا سونا ملانے سے سونے کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ دو۔ اور اگر سونے کی قیمت چاندی میں شامل کرنے سے چاندی کا نصاب بن جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔

نصاب سے زیادہ سونا یا چاندی بڑھے تو اس کی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کا بھی چالیسواں حصہ واجب ہے ورنہ معاف ہے۔ صرف سابقہ زکوٰۃ واجب ہے اسی طرح ہر پانچویں حصے پر اس کا چالیسواں حصہ بڑھتا جائے گا۔ مثلاً دو سو درہم نصاب میں پانچ درہم لازم ہیں۔ اس کے بعد مزید کچھ لازم نہیں جب تک کہ نصاب کا پانچواں حصہ اس پر زائد نہ ہو جائے۔ مثلاً دو سو پر جب چالیس کا اضافہ ہو جائے جو دو سو کا پانچواں حصہ ہے تو اس پانچویں حصے کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں اور دینا ہو گا تو دو سو چالیس درہم میں اب کل چھ درہم زکوٰۃ کے لازم ہوں گے۔ اسی طرح ہر چالیس میں ایک درہم زیادہ ہوتا جائے گا اور اگر دو سو چھتیس درہم ہیں تو صرف دو سو کی زکوٰۃ ہے چھتیس معاف ہیں کیونکہ پانچواں حصہ چالیس بنتا ہے اور چھتیس کم ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ معاف ہے جب تک چالیس نہ بن جائیں ایک درہم اور نہیں بڑھے گا۔

سونے یا چاندی میں کھوٹ ملا ہے تو اس کی زکوٰۃ نکالتے وقت دیکھیں گے کہ کھوٹ پر اگر سونا یا چاندی غالب ہے یا برابر ہے تو سونے یا چاندی کا حکم ہے سب پر زکوٰۃ ہے اور اگر کھوٹ غالب ہے اور چاندی یا سونا علیحدہ کیا جائے تو وہ سونا چاندی خود نصاب ہے یا دوسرے مال سے مل کر بقدر نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ ہو گی۔ موتی اور جواہرات پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں اور پتھروں کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں۔

مال تجارت کا نصاب

وہ مال جو تجارت یا فروخت کے لئے رکھا ہوا ہے دیکھا جائے گا کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو اس مالِ تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ مالِ تجارت سے مراد ہر قسم کا سامان ہے خواہ وہ اجناس و غلّہ وغیرہ ہو یا مویشی گھوڑے، بکریاں، گائے، بھینس وغیرہ اگر یہ اشیا بغرض تجارت رکھی ہوں تو پورا ایک سال گزرنے کے بعد ان کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

اگر مال تجارت بقدر نصاب نہیں لیکن نصاب سے کم سونا چاندی ہے یا نقد روپیہ موجود ہے تو ان سب کو ملایا جائے اگر ان کا مجموعہ بقدرِ نصاب ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، ورنہ نہیں۔

جو مکانات اور دکانیں کرایہ پر دے رکھی ہیں ان پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن ان کا کرایہ جب بقدر نصاب جمع ہو جائے تو سال گزرنے کے بعد، اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ہاں اگر مالک پہلے ہی صاحب نصاب ہے تو کرایہ اسی پہلے نصاب میں شامل ہوگا۔ اور کرایہ کی آمدنی کا علیحدہ نصاب شمار نہیں کیا جائے گا اس لیے جب پہلے نصاب پر سال گزر جائے تو کرائے کی جمع شدہ رقم بھی پہلے نصاب میں ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔ یہی حکم ان تمام اشیاء کا ہے جو کرایہ پر دی جاتی ہیں۔

اموال تجارت میں چونکہ اکثر قیمت پر دارومدار ہوتا ہے۔ اس لیے اموالِ تجارت کی زکوٰۃ میں وہی قیمت معتبر ہے جو وہاں کے بازار میں سال پورا ہونے کے وقت ہو۔ لہٰذا اگر اموال تجارت کی زکوٰۃ اسی مال و اسباب سے ادا کی جائے تو چالیسواں حصہ ادا کیا جائے۔ اور اگر اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کی قیمت دینی ہو تو پھر چالیسواں حصہ کی وہی قیمت لگائی جائے جو سال پورا ہونے کے وقت بازار میں تھی۔ بعد میں قیمتوں کا اتار چڑھاؤ اس صورت میں ناقابلِ قبول ہے۔ نیز قیمت بھی اسی جگہ اور اسی شہر کی ہونی چاہیے۔ جہاں مالِ تجارت ہے دوسرے شہر و علاقہ کی قیمت کا اعتبار نہیں۔

دوکانوں میں مالِ تجارت رکھنے کے لیے شوکیس، الماریاں، ترازو وغیرہ نیز استعمال کے لیے فرنیچر، سردی و گرمی سے بچاؤ کے لیے ہیٹر، ائیر کنڈیشنڈ وغیرہ اور ایسی اشیاء جو خرید فروخت میں سامان کے ساتھ نہیں دی جاتیں بلکہ خرید و فروخت میں ان سے مدد لی جاتی ہو، ان پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ یہ تجارت میں حاجت اصلیہ میں شامل ہیں۔

کارخانوں، ملوں، فیکٹریوں وغیرہ اور تمام آلات صنعت و حرفت مشینری وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ حاجت اصلیہ سے ہیں۔ ہاں ان کی مصنوعات اور حاصل شدہ منافع و دولت پر زکوٰۃ فرض ہے۔ لہٰذا جب ان کی آمدنی بقدر نصاب ہو جائے تو پھر سال گزرنے کے بعد، اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہیے۔ اگر مذکورہ کارخانے اور آلات صنعت و حرفت وغیرہ بغرض تجارت ہوں تو اب یہ سامانِ تجارت کی طرح ہیں اس لیے اب تمام مشینری و آلاتِ صنعت و حرفت کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہوگا۔

مویشیوں کا نصاب مویشیوں میں مندرجہ ذیل جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے (۱) اونٹ (۲) گائے بھینس (۳) بکری بھیڑ وغیرہ۔ ان جانوروں کا سائمہ ہونا ضروری ہے۔ جنگل میں چرنے والے جانوروں کو سائمہ کہتے ہیں جو اس غرض سے چھوڑے جاتے ہوں کر فربہ ہوں اور ان سے دودھ حاصل کیا جائے اور بچے لئے جائیں۔ اس سے مراد اونٹ گائے، بھیڑ بکری وغیرہ ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ میں مال کا نامی ہونا شرط ہے۔ اور جانوروں میں جنگلوں میں چرنے سے ہوتی ہے جیسے تجارتی مال میں تجارت سے مال میں نمو اور زیادتی ہوتی ہے۔ اسی طرح جنگلوں میں چرتے رہنے سے جانوروں میں نمو اور زیادتی ہوتی ہے چرنے کے لیے جانوروں کے چھوڑنے کو اسامۃ کہتے ہیں۔ لہٰذا تجارت اور اسامت کے وقت نیت شرط ہے۔ اسامت سے نسل اور دودھ بڑھتا ہے۔

شہر میں گھاس کھلانے سے جانور سائمہ نہیں ہوتا ہے۔ جنگل میں چرنے اور کھانے سے ہوتا ہے اگرچہ مہینہ چرایا اور چھ مہینہ گھر میں رکھ کر چارہ کھلایا تو سائمہ کے حکم میں نہیں۔ ہاں اکثر سال جنگل میں چرایا تو سائمہ کے حکم میں ہوگا۔

اونٹوں کا نصاب اونٹوں کا نصاب یوں ہے کہ جب اونٹ تعداد میں پانچ ہوجائیں تو زکوٰۃ میں ایک بکری یا بکرا دیا جائے گا جس کی عمر پورے ایک سال کی ہو اس سے کم نہ ہو۔ اسی طرح پچیس تک ہر پانچ پر ایک بکری دیتے چلے جائیے درمیان کی تعداد معاف ہے۔ مثلاً ۹ اونٹ ہوگئے یہ زیادتی معاف ہے پانچ اونٹ پر جو بکری ہے اب بھی وہی ایک بکری رہے گی جب تک دس اونٹ نہ ہوجائیں۔ دس ہوجانے کے بعد پھر دو بکریاں زکوٰۃ میں دی جائیں گی۔ اسی طرح ہر پانچ پر ایک بکری یہ سلسلہ پچیس تک رہے گا۔ جب پچیس اونٹ ہوجائیں تو پھر بکرا نہیں بلکہ اونٹ کا مادہ بچہ دیا جائے گا جو پورے ایک سال کا ہوکر دوسرے سال میں لگا ہو، جس کو "بنت مخاض" کہتے ہیں پینتیس۳۵ تک یہی دیا جائے گا۔ اب اگر اور زیادہ ہوئے تو چھتیس۳۶ سے پینتالیس۴۵ تک اونٹ کا وہ مادہ بچہ دیا جائے گا جو پورے دو سال کا ہوکر تیسرے میں لگا ہو، جس کو "بنت لبون" کہتے ہیں۔ پھر چھیالیس سے ساٹھ تک وہ اونٹنی دی جائے گی جس کی عمر پورے تین سال کی ہو اور چوتھے سال میں قدم رکھا ہو جس

کا نام "حقہ" ہے پھر اکسٹھ سے پچھتر تک "جذعہ" یعنی پورے چار سال کی اونٹنی ہے۔ جو پانچویں سال میں لگی ہو۔ پھر چھہتر سے لے کر نوے تک دو "بنت لبون" پھر اکیانوے سے ایک سو بیس تک میں دو "حقہ" لازم ہوں گے۔

اس کے بعد اگر اونٹوں میں اضافہ ہو تو پھر از سر نو زکوٰۃ کا پہلا حساب شروع کرو، یعنی ہر پانچ پر ایک بکری تو اس حساب سے ایک سو پچیس میں دو حقہ اور ایک بکری، ایک سو تیس پر دو "حقہ" اور دو بکری۔ ایک سو پینتیس میں دو حقہ اور تین بکری، ایک سو چالیس میں دو حقہ اور چار بکری لازم ہوں گے پھر ایک سو پینتالیس میں دو حقہ اور ایک بنت لبون، پھر ایک سو پچاس میں تین حقے دینے ہوں گے۔

اس سے زیادہ اضافہ ہو تو پھر از سر نو پہلا حساب شروع کرو۔ ہر پانچ میں ایک بکری مثلاً ایک سو پچاس میں پانچ کا اضافہ ہوا تو ایک سو پچپن میں تین حقے اور ایک بکری یہاں تک کہ اسی اسی طرح پچیس اونٹوں کا اور اضافہ ہو گیا تو تین حقے اور ایک "بنت مخاض" اور چھیاسی میں تین حقے اور ایک بنت لبون، پھر ایک سو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں پھر دو سو پر زیادہ ہوں تو وہی طریقہ اختیار کریں جو ایک سو پچاس کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں "بنت مخاض" اور چھتیس میں بنت لبون پھر دو سو چھیالیس سے دو سو پچاس تک پانچ حقے۔ اسی طرح قیاس کرتے رہیے۔

گائے بھینس کا نصاب

زکوٰۃ کے معاملے میں گائے اور بھینس کا ایک ہی حکم ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھینس کو گائے پر قیاس کر کے اس پر بھی وہی زکوٰۃ عائد کی جو گائے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی۔ دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور دونوں کی شرح زکوٰۃ بھی، کسی کے پاس دونوں قسم کے جانور ہوں تو دونوں کو ملا کر نصاب پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ البتہ زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو، اور اگر گائے اور بھینس دونوں کی تعداد برابر ہو تو اختیار ہے کہ چاہے زکوٰۃ میں گائے دے یا بھینس دے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ حکم فرمایا کہ ہر تیس گائے سے ایک تبیع یا تبیعہ، اور ہر چالیس

میں سے ایک مسنہ، زکوٰۃ میں وصول کریں۔

جو شخص تیس گائے بھینسوں کا مالک ہو جائے اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

تیس گائے بھینسوں میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک سال کا ہو دینا ہوگا۔

اکتیس سے انتالیس تک کچھ واجب نہیں۔ چالیس گائے بھینسوں میں ایک ایسا بچہ واجب ہے جو پورے دو سال کا ہو۔

اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ واجب نہیں۔ ساٹھ گائے بھینسوں میں ایک ایک سال کے دو بچے واجب ہیں۔

ساٹھ سے زائد میں ہر تیس گائے بھینسوں پر ایک سال کا بچہ اور ہر چالیس گایوں پر دو سال کا بچہ دینا ہوگا۔

مثلاً کسی کے پاس ستر گائے بھینس ہیں تو ستر میں دو نصاب ہیں ایک چالیس کا اور دوسرا تیس کا اور اگر اسی گائیں ہو جائیں تو چالیس، چالیس کے دو نصاب ہو جاتے ہیں لہٰذا دو دو سال کے دو بچے واجب ہوں گے۔ اور اگر نوے ہو جائیں تو تیس تیس کے تین نصاب ہو جائیں گے۔ جس میں ہر تیس پر ایک سالہ بچے کی شرح سے زکوٰۃ دینا ہوگی۔

بکریوں کا نصاب

سائمہ بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب چالیس ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں، بھیڑ، دنبہ وغیرہ بکری کے حکم میں ہیں۔ اگر ایک سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو دوسرے کو ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا مثلاً ۲۰ بھیڑیں، ۱۰ بکریاں اور دس دنبے اگر کسی کے پاس ہوں اور ان سب کو ملا دیا جائے کا تو یہ کل ۴۰ ہو جائیں گی لہٰذا زکوٰۃ فرض ہے۔

جب سائمہ یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرنے والی بھیڑ بکریاں چالیس ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان میں ایک بکری زکوٰۃ فرض ہے، اور ایک سو بیس تک ایک ہی بکری زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ اور ۱۲۱ بکریوں میں دو، اور ۲۰۱ میں تین اور چار سو میں چار پھر کے بعد ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اور دو نصابوں کے درمیان جو ہے ان کی زکوٰۃ معاف ہے۔

زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوگی جب کہ وہ جانور بھیڑ، بکری، دنبہ وغیرہ کم از کم سال بھر کے ہوں۔ اگر سب ایک سال سے کم عمر کے ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر ان میں ایک بھی سال بھر کا ہوا تو سب اسی کے تابع ہوں گے لہٰذا زکوٰۃ فرض ہوگی۔

زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا جانور وصول کیا جائے گا چن چن کر عمدہ مال اور عمدہ جانور لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر سب ہی اچھے اور عمدہ جانور ہوں تو پھر جائز ہے ورنہ نہیں اسّی بکریاں ہوں تو ایک ہی بکری زکوٰۃ ہے۔ یہ جائز نہیں کہ اس کو دو حصوں میں بانٹ کر دو بکریاں زکوٰۃ میں وصول کی جائیں اور اگر دو آدمیوں کی چالیس بکریاں ہیں تو انہیں جمع کر کے ایک گروہ قرار دینا بھی جائز نہیں تاکہ زکوٰۃ میں ایک بکری دینی پڑے بلکہ ہر ایک سے ایک، ایک بکری زکوٰۃ میں وصول کی جائے گی۔ اسی طرح اگر ایک آدمی کی انتالیس بکریاں ہوں اور ایک کی چالیس، تو انتالیس والے پر زکوٰۃ نہیں یہی مطلب ہے کہ مجتمع کو متفرق نہ کریں اور متفرق کو مجتمع نہ کریں۔ نیز اگر کسی کے پاس اونٹ گائیں اور بھیڑ بکریاں سب ہوں، لیکن نصاب سے سب یا بعض کم ہیں تو نصاب پورا کرنے کے لیے غلط یعنی ان کو باہم ملانا جائز نہیں۔

عُشر

عشر سے مراد دسواں حصہ ہے لیکن شرعاً زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ نکالنے کو عشر کہا جاتا ہے زراعت اور پھلوں اور سبزیوں کی زکوٰۃ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ

اور وہی اللہ ہے جس نے پیدا کئے باغ کچھ زمین پر بچھے ہوئے اور کچھ نہ بچھے ہوئے، اور کھجور اور کھیتی پیدا کی جس میں رنگ رنگ کے کھانے ہیں اور زیتون اور انار پیدا کئے جو کسی بات میں باہم ملتے ہیں اور کسی میں جدا، کھاؤ ان کے پھل جب وہ پھل لائیں، اور اس کا حق (زکوٰۃ) ادا کرو جس دن وہ کٹیں، اور

لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ (پ ۸ انعام ۱۴۱) بے جا خرچ نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے جا خرچنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ پیداوار میں عشر نکالنا فرض ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن سے زکوٰۃ وعشر وغیرہ وصول کرنے پر مامور کیا تو حکم فرمایا کہ میں اس زمین کی زکوٰۃ جسے آسمان سیراب کرے، جیسے بارش سال بھر میں ایک بار سیراب کرے اور جو رہٹ کے ذریعہ (کنویں وغیرہ) سے پانی نکال کر سیراب کی جاتی ہے، عشر یا نصف عشر وصول کروں۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا، یا نہر کے پانی سے (بلا معاوضہ) سیراب کیا جاتا ہو، اس میں عشر ہے اور جس زمین کو جانور پر لاد کر پانی دیا جاتا ہو، اس میں نصف عشر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر اس چیز میں جسے زمین نے نکالا عشر یا نصف عشر ہے۔ اشعۃ اللمعات اور ارشاد فرمایا جس زمین کو نہریں بلا وصنہ سیراب کریں یا بادل سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جو زمین رہٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی نکال کر سیراب کی جائے اس میں نصف عشر زکوٰۃ ہے۔ (مسلم)

جو زمین بارانی ہو، یا چشموں، پہاڑی ندی نالوں یا کسی نہر وغیرہ سے بلا معاوضہ و مشقت سیراب کی جاتی ہو اس کی پیداوار زکوٰۃ عشر یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ فرض ہے۔

جس زمین کو چرسے یا ڈول وغیرہ کے ذریعے کنویں سے پانی نکال کر، یا پانی خرید کر یا جانور پر سے پانی لاد کر، یا ٹیوب ویل سے، یا ایسی نہروں کے پانی سے جن کا آبیانہ حکومت وصول کرتی ہے سے سیراب کیا جاتا ہے اس میں زکوٰۃ "نصف عشر" یعنی کل پیداوار کا بیسواں حصہ فرض ہے۔

عشر واجب ہونے کے لیے، عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔ بلکہ مجنون اور نابالغ کی زمین کی پیداوار میں بھی عشر واجب ہے اس میں سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے بلکہ سال میں جتنی بار

ایک کھیت میں کاشت ہو۔ اتنی بار عشر واجب ہے اس میں پیداوار کا باقی رہنا، اور زمین کا مالک ہونا بھی ضروری نہیں۔ اسی طرح عشر واجب ہونے کے لیے نصاب بھی شرط نہیں، بلکہ زمین کی پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر فرض ہے۔

زمین کی کل پیداوار کی زکوٰۃ عشر ہو یا نصف عشر ہو ادا کرنا واجب ہے۔ یہ ہرگز جائز نہیں کہ پہلے زراعت و کاشت کے اخراجات، مزدوروں کی اجرت، سرکاری ٹیکس وغیرہ مثلاً آبیانہ، بٹائی، پانی کا حصہ یا خرچہ، مالگذاری، اور بیج وغیرہ کی قیمت نکال کر بعد میں عشر یا نصف ادا کیا جائے۔

گندم، جَو، جوار، مکی، باجرہ، دھان ہر قسم کے اناج۔ اور السی، کسم، اخروٹ بادام وغیرہ ہر قسم کے میوے سیب، انار، انگور، مالٹا سنگترہ آم وغیرہ۔ اور کپاس پھول، گنا، خربوزہ، تربوزہ وغیرہ اور ہر طرح کی ترکاریاں، ان سب میں عشر واجب ہے کم پیدا ہوں یا زیادہ۔ احناف کے نزدیک عشری زمین میں شہد ہو تو اس میں بھی عشر واجب ہے۔

جو زمین کسی کو ٹھیکے یا حصے پر دی ہو اس کا عشر مالک پر نہیں بلکہ کاشت کار پر ہے۔

باغات کے پھلوں اور میووں کی زکوٰۃ ان کے پکنے پر وصول کی جائے گی۔ اگر کل کھیت یا پھل وغیرہ پکنے سے پہلے کسی ناگہانی آفت وغیرہ سے ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اگر کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے کے بعد ضائع ہوں تو عشر وغیرہ ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کچھ فصل یا پھل وغیرہ بچ جائیں تو باقی ماندہ کھیت کی پیداوار اور پھلوں سے عشر ادا کرنا واجب ہے۔

جو چیزیں زمین کے تابع ہوں جیسے درخت اور ان سے نکلنے والی گوند وغیرہ اس میں عشر نہیں۔ گھروں اور مکانات میں جو چیزیں کاشت کی جاتی ہیں اس میں بھی عشر نہیں۔ زمین کی ایسی پیداوار جن سے زمین کے منافع و فوائد حاصل کرنا مقصود نہ ہو ان میں بھی عشر نہیں، مثلاً گھاس، نرکل، جھاؤ وغیرہ۔ ہاں اگر زمین ان ہی اشیاء کے لیے خالی چھوڑی گئی ہو۔ اور ان کی کاشت و زراعت سے مقصود زمین کے فوائد حاصل کرنا ہو تو اب بلا شبہ ان میں بھی عشر واجب ہے۔

باب ۴

مصارف زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے مال زکوٰۃ وصدقہ کے مستحق لوگوں کا ذکر قرآن حکیم میں خود ہی بڑی شرح و تفصیل سے بیان فرما دیا ہے۔ لہٰذا مال زکوٰۃ کے حق دار یہی ہیں ان کے علاوہ دوسروں کو دینا جائز نہیں۔

چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝

(سورۃ التوبہ ۶۰)

بلا شبہ مال زکوٰۃ و صدقہ فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہے اور ان کے لیے ہے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے کام پر مقرر ہیں، اور ان کے لیے ہے جن کے دلوں کو (اسلام کی طرف) مائل کرنا مقصود ہے، اور گردن چھڑانے میں (مال زکوٰۃ دینا ہے) اور مقروض کے لیے ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافر کے لیے ہے یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ علم کی طرف سے فرض ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت قرآنی میں زکوٰۃ و صدقات کے مصارف اور مستحقین کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صدقہ فرض و واجب جیسے زکوٰۃ و فطرانہ وغیرہ کے صحیح حقدار ہیں۔ باقی رہا صدقہ نفل تو وہ سب کو دینا جائز ہے، اور مذکورہ افراد کو دینا افضل و بہتر ہے۔ آیت قرآنی میں مذکور زکوٰۃ و صدقات کے حقداروں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ فقیر فقیر وہ ہے کہ اس کے پاس کچھ مال ہو لیکن اتنا روپیہ پیسہ نہیں جو نصاب کے قابل ہو، نہ گھر میں اتنی چیزیں ہیں کہ جن کی قیمت بقدر نصاب ہو۔ یا قیمت بقدر

نصاب ہے مگر سب چیزیں حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں۔ مثلاً ضروری کتابیں ہیں پہننے کے کپڑے رہنے کا گھر ہے، کام کاج کے ضروری آلات وغیرہ میں کوئی زائد چیز اس کے پاس نہیں کہ جس کی قیمت نصاب کو پہنچے ایسا شخص فقیر کہلاتا ہے۔ زکوٰۃ کا مستحق ہے اگر ایسا شخص عالم بھی ہو تو اس کی خدمت میں اور بھی زیادہ فضیلت ہے۔

۲۔ مسکین مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہے۔ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (مٹی والا مسکین جو خاک پر پڑا ہوا ہے) مٹی جو اس پر پڑی ہے وہی اس کی چادر ہے اور وہی اس کا بستر ہے ایسے شخص کو زکوٰۃ دے کر ثواب حاصل کرو۔ اس شخص کو سوال کرنا بھی جائز ہے اور فقیر کو نہیں کیونکہ اس کے پاس کچھ مال ہے گو نصاب کے قابل نہیں ہے۔ مگر جس کے پاس اتنا بھی مال ہے کہ ایک دن کی خوراک کے لیے کافی ہے تو اس کو سوال کرنا حلال نہیں۔

۳۔ عامل عامل کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اگرچہ وہ غنی ہو۔ عامل وہ شخص ہے جس کو بادشاہِ اسلام نے عشر اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہے چونکہ یہ اپنا وقت اس کام میں لگاتا ہے۔ لہٰذا اس عامل کو اپنے عمل کی اُجرت بھی ملنا ضروری ہے تاکہ اس کے اخراجات کے لیے بدرجۂ متوسط کافی ہو، مگر اُجرت جمع کردہ رقوم کے نصف سے زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ اگر مال عامل کے ہاتھ میں ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اگر عامل سید ہے۔ تو زکوٰۃ کے مال سے اس کو اُجرت نہ دی جائے گی۔ ہاں اُجرت غیر سید فقیر کو دے کر اس کو دی جائے تو جائز ہے۔ مگر غنی عامل کو اس زکوٰۃ کے مال سے اُجرت دینا جائز ہے۔ اس لیے کہ ہاشمی کا شرف غنی کے رتبہ سے زیادہ ہے قرابتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عامل کے حکم میں ساعی اور عاشر بھی ہے۔ ساعی وہ شخص ہے جو چوپایوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا جائے۔ اور عاشر وہ ہے جو سڑکوں پر عشر وغیرہ لینے کے لیے متعین کیا جائے۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو اخوت اور محبت کا درس دیتا ہے اور ہر ایسے غیر مسلم کی دلجوئی کرتا ہے جو قبولِ اسلام کی طرف مائل ہو۔ مؤلفۃ القلوب کا مطلب دلجوئی کرنا ہے۔ ایک عام اصول ہے کہ جب کسی حاجت مند کی مالی امداد کی جائے تو وہ دینے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دینِ اسلام

کی طرف مائل کرنے کے لیے مؤلفۃ القلوب کی مدر رکھی ہے تاکہ اسلام میں ہرنئے داخل ہونے والے کی دلجوئی ہو اور وہ آسانی سے مسلمانوں کے ضابطہ حیات کے مطابق عمل پیرا ہوسکے۔

۵۔ رقاب مکاتب وہ غلام جو مال معین ادا کرنے کی شرط پر آزاد کیا گیا ہو اگرچہ وہ غنی کا غلام ہو یا خود اس کے پاس نصاب سے زائد ہو۔ تو ایسے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مگر یہ غلام کسی سید کا نہ ہو کہ اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ من وجہ (یعنی ایک لحاظ سے) یہ مالک کی ملک میں ہے۔ اور مالک سید ہے۔ تو یہ سید ہی کو زکوٰۃ پہنچے گی۔ اور اس کو جائز نہیں۔

۶۔ غلام یعنی قرضدار قرضدار کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ قرض سے زائد کوئی رقم بقدر نصاب اس کے پاس نہ ہو۔ یا کوئی مال حاجت اصلیہ سے فاضل اس کے پاس ایسا نہ ہو کہ جس کی قیمت نصاب کی مقدار کو پہنچے تو ایسے قرضدار کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یہ بھی شرط ہے کہ قرضدار سید نہ ہو کہ ذریت یعنی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے سبب کسی حال میں سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ مال کا میل کچیل ہے۔ لہٰذا اس کی اپنے پاس سے خدمت کرو۔ قرض دار کو دینا فقیر کے دینے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کو زیادہ احتیاج ہے۔

قرضدار کا مال دوسروں پر ہے۔ مگر ان سے لینا ممکن نہیں تو ایسے قرضدار کو بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ مثلاً جس پر قرض ہے وہ غائب ہے یا وہ مُفلس ہے یا وہ منکر ہے۔ اگرچہ اس کے گواہ بھی ہوں یا مہر مؤجل، عورت کو یقین ہے کہ طلب کروں گی تو شوہر نہیں دے گا تو ان سب صورتوں میں قرضدار کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

۷۔ فی سبیل اللہ اس سے مراد راہ خدا میں جہاد ہے۔ جہاد کا لفظ قتال کے مقابلہ میں عام ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں وہ ساری کوششیں شامل ہیں جو مجاہدین نظام کفر کو مٹا کر نظام اسلامی کو قائم کرنے کے لیے کریں، چاہے وہ قلم و زبان سے ہوں، یا تلوار سے یا ہاتھ پاؤں کی محنت اور دوڑ دھوپ سے۔ اس کا دائرہ نہ تو اتنا محدود ہے کہ اس سے مراد محض قتال ہو اور نہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں رفاہ عام کے سارے کام شامل سمجھ لیے جائیں۔ جہاد فی سبیل اللہ سے بالاتفاق اسلاف نے صرف وہی کوششیں مراد لی ہیں جو دین حق کو قائم کرنے اس کی اشاعت و تبلیغ

کرنے اور اسلامی مملکت کی حفاظت اور دفاع کے لیے کی جائیں۔ اس جدوجہد میں جو لوگ شریک ہوں، ان کے مصارف سفر، ان کی سواری، آلات و اسلحہ اور سروسامان کی فراہمی کے لئے زکوٰۃ کی رقم صرف کی جا سکتی ہے۔

نیز اس سے مراد وہ زائرین حرم ہیں جو حج کے ارادے سے روانہ ہوں اور راہ میں کسی حادثہ کا شکار ہو کر مالی تعاون کے محتاج ہوں اور وہ طلبہ بھی مراد ہیں جو دین کا علم حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اور حاجت مند ہوں۔

۸۔ ابن السبیل یعنی مسافر

قرآن پاک میں مصارف زکوٰۃ کے سلسلے میں مسافر کے لیے ابن السبیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لغوی اعتبار سے سبیل کے معنی راستہ کے ہیں اور ابن اصطلاحاً راستے پر چلنے والے کے لیے مخصوص کیا گیا ہے لہٰذا ابن السبیل سے مراد ایسا مسافر ہے جس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو یا کم ہو گیا ہو تو ایسے مسافر پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا درست ہے۔
مسافر خواہ اپنے گھر میں خوش حال اور دولت مند ہو، لیکن حالتِ سفر میں اگر وہ مالی مدد کا محتاج ہے تو زکوٰۃ کی مد سے اس کی مدد کی جا سکتی ہے۔

باب ۵

صدقہ فطر

فطر کے لغوی معنی ہیں روزہ کھولنا۔ اور صدقہ فطر کے معنی ہیں روزہ کھولنے کا صدقہ۔ اصطلاح میں صدقہ فطر سے مراد وہ واجب صدقہ ہے جو رمضان ختم ہونے پر اور روزہ کھلنے پر دیا جاتا ہے جس سال مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض ہوئے اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم بھی دیا۔

رمضان المبارک میں روزے رکھنے والے اپنی حد تک یہ کوشش کرتے ہیں کہ رمضان کا احترام کریں اور ان حدود اور آداب و شرائط کا پورا لحاظ رکھیں، جن کے اہتمام کی شریعت نے تاکید کی ہے، تاہم انسان سے بہت سی شعوری اور غیر شعوری کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ صدقۂ فطر کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں دل کی آمادگی سے اپنی کمائی خرچ کرے تاکہ ان کوتاہیوں کی تلافی ہو سکے اور خدا کے حضور روزہ شرف قبول پا سکے۔ اس کے علاوہ عید کے موقع پر صدقۂ فطر دینے کی ایک حکمت اور مصلحت یہ بھی ہے کہ سوسائٹی کے نادار اور غریب افراد بھی اطمینان اور کشادگی کے ساتھ اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری کر سکیں اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہو سکیں تاکہ عیدگاہ کا اجتماع بھی عظیم الشان ہو اور راستوں میں مسلمانوں کی کثرت سے اسلام کی شان و شوکت کا بھی اظہار ہو سکے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ وہ روزے داروں کو بے ہودہ کاموں اور بے شرمی کی لغزشوں سے پاک کر دے اور نادار حاجت مندوں کے کھانے پینے کا نظم ہو جائے۔ پس جو شخص عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے گا تو وہ شرف قبول پائے گا اور جو نماز کے بعد ادا کرے گا۔ تو وہ عام صدقہ و خیرات کی طرح ایک صدقہ ہو گا۔"

صدقہ فطر ہر اس شخص پر واجب ہو جاتا ہے جس کے پاس اس کی اصلی ضرورتوں سے زیادہ اتنی قیمت کا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، خواہ اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہیں ہو۔ مال کا نامی ہونا شرط نہیں۔ عید الفطر کے روز صبح صادق ہونے سے پہلے پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی باپ کو صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی فقیر عید کے روز صبح صادق طلوع ہونے سے قبل مالک نصاب ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے تو ان پر بھی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے، ہر مسلمان مرد عورت، آزاد غلام، چھوٹے اور بڑے پر مد گندم یا ایک صاع کھانا۔ (رواہ الترمذی)

صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے، عاقل و بالغ نابالغ اور مجنون یعنی پاگل اگر مالک نصاب ہوں تو ان پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور ان کے وارث و نگران ان کی طرف سے ان کے مال سے فطرانہ ادا کریں۔ باپ پر اپنی عاقل و بالغ اولاد کا اور خاوند پر اپنی بیوی کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔ ہاں اگر ان کی طرف سے دے دیا تو ادا ہو جائے گا۔ ماں پر اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں بلکہ باپ پر واجب ہے اگر باپ نہ ہو تو دادا پر اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے جب کہ وہ مالک نصاب ہو۔

مستحب اور بہتر یہ ہے کہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اور عید کی نماز پڑھنے سے پہلے فطرانہ ادا کر دیا جائے اگر کسی وجہ سے عید کی نماز سے پہلے ادا نہ کیا جا سکے تو پھر بعد میں ضرور ادا کر دینا چاہیے۔ اسی طرح عید کے دن سے پہلے بھی فطرانہ ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر روزے دار کی تمام کوتاہیوں اور خطاؤں کا کفارہ ہے۔ جس نے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ زکوٰۃ مقبولہ ہے اور جس نے بعد میں دیا تو وہ محض ایک صدقہ ہے۔ (ابو داؤد)

صدقہ فطر کی مقدار گندم یا گندم کا آٹا نصف صاع (احتیاطاً سوا دو سیر) اور جو کھجور یا منقیٰ ایک صاع (احتیاطاً ساڑھے چار سیر) فی کس ہے۔ گندم، جو، کھجور، منقیٰ، ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز اگر فطرہ میں دینی ہو تو اس میں قیمت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے مثلاً اگر چاول،

باجرہ یا مکئی وغیرہ دینی ہو تو وہ نصف صاع گندم یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہونی چاہیے۔ آدھا صاع گندم یا ایک صاع جو وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز بلکہ افضل ہے۔ کیونکہ نقد روپے سے غریب آدمی اپنی تمام ضروریات اچھی طرح باآسانی پوری کر سکتا ہے۔

محتاط اور اعلیٰ تحقیق کے مطابق، صاع کا وزن ۳۵۱ تولہ ہے اور آدھے صاع کا وزن ۱۷۵½ تولہ ہے۔ صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی اشخاص ہیں جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں یعنی جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں انہیں صدقہ فطر بھی دے سکتے ہیں اور جنہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں انہیں فطرانہ دینا بھی جائز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رمضان کے آخر میں لوگوں سے فرمایا، اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ فطر واجب قرار دیا ہے ایک صاع کھجور یا جو، یا آدھا صاع گندم، ہر آزاد و غلام مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر۔

(رواہ ابوداود و نسائی)

حصہ پنجم

حج

حج اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے یہ عبادت عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حج کا مطلب قصد اور زیارت ہے مگر شریعت کی اصطلاح میں حج سے مراد وہ عبادت ہے جو مسلمان بیت اللہ اور میدان عرفات میں پہنچ کر مخصوص انداز میں کرتا ہے چونکہ حج میں مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے جاتا ہے اس لیے اسے حج کہا جاتا ہے۔

حج کی فرضیت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا جو مکہ میں ہے بڑا برکت والا اور سب جہانوں کیلئے ہدایت کا مرکز ہے اس میں کھلی نشانیاں ہیں (اور ان سے ایک نشانی) مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہوا اس میں وہ امن پا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ (آل عمران ۹۶)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا

حج کے چند معلوم مہینے ہیں تو جو شخص ان میں حج کی نیت کرے تو وہ دوران حج کوئی

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ (البقرہ ۱۹۷)

بے حیائی کی بات نہ کرے اور نہ کوئی گناہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑے اور تم جو نیک کام کرو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے کر جاؤ، سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔ اور عقل رکھنے والو مجھ سے ڈرتے رہو۔

حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے سے مسلمان سے خارج ہو جاتا ہے لہٰذا پہلے والی آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص حج کی فرضیت کا منکر ہے وہ کافر ہے اور باوجود قدرت اور وسعت کے حج نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص تندرست ہو حج کرنے کے اخراجات رکھتا ہو پھر بغیر حج کیے مر جائے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (در منثور)

مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ للہٰذا حج کرو، ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے آپ خاموش رہے، اس شخص نے تین بار یہی پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے دریافت کیا حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا "حج سفر کا خرچہ اور سواری میسا ہو جانے سے فرض ہو جاتا ہے۔

بخاری میں ہے کہ یمنی لوگ حج کے لیے آتے تو اپنے ساتھ سفر خرچ نہیں لیتے تھے اور کہتے کہ ہم متوکل ہیں یعنی اللہ پر توکل رکھتے ہیں اور مکہ میں آکر لوگوں سے سوال کرتے جس پر اللہ نے یہ آیت اتاری۔ فَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ حج کے لیے سفر خرچ ساتھ لے جاؤ اور بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

ابو داؤد میں ہے کہ جس کا حج کرنے کا ارادہ ہے اس کو جلدی کرنا چاہیے۔
اصبہانی میں ہے کہ حج جلدی ادا کرو نہ معلوم آئندہ کیا پیش آئے۔ (اصبہانی)

کنز العمال میں ہے کہ جس پر حج فرض ہو اسے جلدی کرنا چاہیے۔ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا کبھی سواری کا انتظام نہیں ہوتا کبھی اور کوئی ضرورت درپیش آجاتی ہے۔ یعنی ان وجوہات کی بنا پر حج سے محروم ہو جاتا ہے۔

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ حج ہر صاحب استطاعت، مسلمان، عاقل، بالغ تندرست صحیح الاعضاء، آزاد، مرد و عورت پر جو بیت اللہ شریف پہنچ سکتے ہوں، عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ حج کا منکر دائرہ اسلام سے خارج، اور حج کا تارک اور بلا عذر شرعی دیر کرنے والا سخت گنہگار، فاسق و فاجر اور مردود الشہادت ہے دکھلاوے کے لیے حج کرنا اور مال حرام سے حج کو جانا حرام اور گناہ عظیم ہے۔ ماں باپ اگر خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر حج فرض کو جانا مکروہ ہے۔ حج نفل میں والدین کی خدمت مقدم ہے۔ ہاں اگر وہ اجازت دیں تو جائے ورنہ نہیں۔

جب حج کو جانے پر قادر ہو اور تمام ضروری اخراجات مہیا ہو جائیں تو اب حج اسی سال فرض ہو گیا ہے لہٰذا فوراً حج ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اب تاخیر گناہ ہے۔ اگر چند سال مزید تاخیر کی گئی تو ایسا شخص فاسق و مردود گواہی والا ہے مگر جب بھی حج کرے گا ادا ہی ہوگا، قضا نہیں کہلائے گا۔ مال و اخراجات حج مہیا تھے۔ مگر سستی سے فریضہ حج ادا نہ کیا پھر مال ضائع ہو گیا، تو قرض لے کر حج ادا کیا جائے مگر نیت یہ ہو کہ بتوفیق الٰہی، قرض ضرور ادا کر دوں گا۔ ایسی صورت میں اگر قرض ادا نہ بھی ہو سکے تو امید کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔

باب ۱۵

احکامِ حج

فریضہ حج ادا کرتے ہوئے چند مسائل اور احکام کو جاننا ضروری ہے تاکہ حج سنت طریقہ سے ادا ہو سکے لہٰذا حج کے متعلق ضروری احکام حسب ذیل ہیں۔

ارکانِ حج ارکان حج وہ افعال ہیں جن کے بغیر حج درست نہیں ہوتا اور وہ یہ ہیں۔
(۱) احرام (۲) طواف (۳) سعی (۴) عرفات میں قیام
(۵) ترتیب (۶) مقررہ اوقات (۷) مقررہ مقام۔

واجباتِ حج حج کے واجبات یہ ہیں ان میں سے کسی ایک کے چھوٹ جانے سے ایک بکرا ذبح کرنا ضروری ہے۔

۱۔ میقات سے احرام باندھ کر گزرنا۔
۲۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔
۳۔ سعی کی ابتداء صفا سے کرنا۔
۴۔ عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا، اور سعی کا طواف کے بعد ہونا۔
۵۔ دن میں وقوف عرفہ کیا تو غروب آفتاب تک وقوف کرنا۔
۶۔ وقوف میں رات کا کچھ حصہ بھی شامل کرنا۔
۷۔ عرفات سے واپسی میں امام کی اتباع کرنا۔
۸۔ مزدلفہ میں ٹھہرنا۔
۹۔ مغرب و عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں آکر عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھنا۔
۱۰۔ تینوں جمروں پر دسویں، گیارھویں، بارھویں، تین دن کنکریاں مارنا۔
۱۱۔ جمرہ عقبہ کی رمی کا پہلے دن حلق سے پہلے ہونا۔

۱۲۔ ہر دن کی رمی کا اسی دن ہونا۔
۱۳۔ سر منڈانا یا کترانا۔
۱۴۔ اور اس کا ایام نحر میں اور
۱۵۔ حرم شریف میں ہونا۔
۱۶۔ حج قران اور تمتع والے کو قربانی کرنا۔
۱۷۔ اور اس قربانی کا حرم شریف اور ایام نحر میں ہونا۔
۱۸۔ طواف افاضہ کا اکثر حصہ ایام حج میں ہونا، یہ طواف عرفات سے واپسی پر کیا جاتا ہے اور اس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔
۱۹۔ طواف حطیم کے باہر سے ہونا۔
۲۰۔ داہنی طرف سے طواف شروع کرنا، یعنی بیت اللہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب رہے۔
۲۱۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا۔
۲۲۔ باوضو طواف کرنا۔
۲۳۔ طواف کرتے وقت ستر کا چھپا ہونا۔
۲۴۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔ اگر نہ پڑھی تو دم واجب نہیں۔
۲۵۔ رمی، قربانی، سر منڈانے اور طواف میں ترتیب ملحوظ رکھنا۔ یعنی پہلے کنکریاں مارنا پھر غیر مفرد قربانی کرے پھر سر منڈایا جائے پھر طواف کیا جائے
۲۶۔ طواف صدر، یعنی میقات سے باہر کے رہنے والوں کا طواف رخصت کرنا عورت اگر حیض و نفاس کی وجہ سے یہ طواف نہ کر سکے تو اس پر واجب نہیں۔
۲۷۔ وقوف عرفہ سے سر منڈانے تک جماع نہ ہونا۔

حج کی سنتیں

حج کے فرائض اور واجبات کے بعد، باقی تمام افعال حج سنت اور مستحب کہلاتے ہیں۔ حج کی چند اہم سنتیں یہ ہیں۔
۱۔ طواف قدوم، یہ مفرد اور قارن کے لیے سنت ہے۔ تمتع والے کے لیے نہیں

میقات کے باہر سے آنے والا مکہ شریف حاضر ہو کر سب سے پہلے جو طواف کرے اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔
۲۔ طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا۔
۳۔ طوافِ قدوم اور طواف فرض میں مردوں کا رمل کرنا۔
۴۔ صفا اور مروہ کے درمیان جو دو "میل اخضر" ہیں ان کے درمیان دوڑنا
۵۔ امام حج کا مکہ شریف میں ذی الحجہ کی ساتویں۔
۶۔ عرفات میں نویں اور منیٰ میں گیارھویں تاریخ کو خطبہ پڑھنا۔
۷۔ ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے منیٰ جانا۔
۸۔ نویں کی رات منیٰ میں گزارنا۔
۹۔ سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات جانا۔
۱۰۔ وقوف عرفہ کے لیے غسل کرنا۔
۱۱۔ عرفات سے واپسی کے وقت مزدلفہ میں رات گزارنا۔
۱۲۔ اور سورج طلوع ہونے سے قبل یہاں سے منیٰ کو چلا جانا۔
۱۳۔ دس اور گیارہ کے بعد والی دو راتیں منیٰ میں گزارنا۔ اگر تیرھویں تاریخ کو بھی منیٰ میں رہنا ہو تو پھر بارھویں کے بعد والی رات کو بھی منیٰ میں رہنا۔
۱۴۔ ابطح یعنی وادی محصب میں ٹھہرنا اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو۔

اقسام حج

حج اور عمرہ ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ شریف اور مکہ کے علاوہ عام جگہوں پر سرانجام نہیں دی جا سکتی۔ حج کے تمام افعال تو ذی الحجہ کے پانچ دنوں میں ادا کیے جاتے ہیں یعنی دوسرے دنوں میں حج ادا ہی نہیں ہو سکتا۔ اور عمرہ، حج کے ان پانچ دنوں کے علاوہ سال بھر میں ہر وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔
کتاب و سنت کی رو سے حج و عمرہ ملا کر ادا کرنے کی بہت فضیلت و اہمیت ہے۔

اس لیے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر ادا کرنے یا نہ کرنے کی تین صورتیں ہیں جنہیں حج کی اقسام کہا جاتا ہے۔ اول حج قران، دوسرا حج تمتع، اور تیسرا حج افراد۔ سب سے افضل حج قران ہے پھر حج تمتع، اور پھر حج افراد ہے۔

حج افراد حج افراد صرف حج کرنے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی اس کے ساتھ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ملایا جائے، صرف حج کی نیت سے احرام باندھے اگر عمرہ حج کے مہینوں سے پہلے یا بعد کیا تب بھی حج مفرد ہی کہلائے گا۔ تیسرے درجہ کا حج ہے اول درجہ کا قران ہے۔ دوسرے درجہ کا حج تمتع اور تیسرے درجہ کا یہ حج افراد ہے۔ جب یہ شخص میقات سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوگا، اور طواف کرے گا تو یہ طواف، طوافِ قدوم ہوگا۔ اسی احرام سے یہ حج کرے گا۔ اور یہ احرام حج سے فارغ ہو کر ہی کھلے گا۔

۲۔ قران قران دو چیزوں کے ملانے کو کہتے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو ایک احرام کے ساتھ ادا کرنے کو قران کہا جاتا ہے عمرہ سے فارغ ہو کر قران احرام میں رہے گا اور اسی احرام سے پھر حج ادا کرے گا۔ دونوں مناسک کو اسی ایک احرام سے ادا کر کے حج کی قربانی کے بعد حلق کرا کے احرام کھولے گا۔ اس حج کو قران کہتے ہیں اور اُس حاجی کو قارن کہتے ہیں۔ بظاہر ایک احرام ہے مگر حکماً دو احرام ہیں۔ لہذا اس حاجی سے اگر کوئی قصور ہوا تو دو قصور شمار ہوں گے دو جرموں کی سزا واجب ہوگی۔ اس کے برعکس تمتع اور افراد کے کران میں ایک ہی جرم شمار ہوگا۔ کیونکہ ایک ہی احرام ہے۔

قارن نے میقات سے احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرلی تو اس طرح اب وہ احرام میں داخل ہوگیا۔ احرام کی تمام قیود کی پابندی اس پر لازم ہوگی۔ اس احرام سے مکہ پہنچ کر طواف کرے۔ جس میں اضطباع اور رمل دونوں ہوں گے۔ یہ طواف عمرہ کا ہوا۔ اس کے بعد ایک اور طواف کرے جو طوافِ قدوم ہے جو واجب ہے پھر اسی احرام میں رہے۔ یہاں تک کہ حج کے تمام افعال اسی احرام سے ادا کرے۔ رمی جمرہ عقبہ کے بعد اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اور قربانی کے بعد سر منڈوائے اور احرام کھولے۔

قران کے عمرہ کے لیے شرط یہ ہے کہ یہ عمرہ اشہر حج میں واقع ہو۔ اگر اس سے پہلے ہوگا تو قران نہ ہوگا۔ قران آفاقی کے لیے ہے۔ مکہ میں رہنے والے کے لیے نہیں۔ لہذا مکی کو اشہر حج میں عمرہ کرنے کی اجازت نہیں۔ بشرطیکہ اس سال حج کا ارادہ ہو۔ ورنہ عمرہ کے ساتھ قران جمع ہو جائے گا جو مکہ والے کو جائز نہیں۔ ہاں اگر حج کا ارادہ نہ ہو تو مکہ والا فقط عمرہ کر سکتا ہے اور حج کا ارادہ ہو تو فقط حج کرے۔ عمرہ نہ کرے۔ حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو جمع کرنے کی اجازت صرف آفاقی کو ہے۔ یعنی باہر سے آنے والے کو ہے۔ مکہ والوں کو نہیں حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کا جمع ہو جانا قران اور تمتع ہے۔

۲۔ حج تمتع

تمتع کے لغوی معنی کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا ہے لیکن شرعاً تمتع کے معنی حج تمتع کرنا ہے۔ حج تمتع یہ ہے کہ آدمی عمرہ اور حج ساتھ ساتھ کرے لیکن اس طرح کہ دونوں کے احرام الگ الگ باندھے اور عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول کر ان ساری چیزوں سے فائدہ اٹھائے جو احرام کی حالت میں ممنوع ہو گئی تھیں اور پھر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔ اس طرح کے حج میں چونکہ عمرے اور حج کی درمیانی مدت میں احرام کھول کر حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا کچھ وقت مل جاتا ہے اسی لیے اس کو حج تمتع کہتے ہیں۔ چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔	پس جو شخص حج کے ایام تک اپنے عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس پر اس کی وسعت کے مطابق قربانی ہے۔
(البقرہ ۲)	

حج تمتع افراد سے افضل ہے۔ اس لیے کہ اس میں دو عبادتیں ایک ساتھ جمع کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور کچھ زیادہ مناسک ادا کرنے کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

حج تمتع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہدی کا جانور اپنے ہمراہ لائے اور دوسری یہ کہ ہدی کا جانور اپنے ہمراہ نہ لائے۔ پہلی صورت دوسری سے افضل ہے۔

تمتع کے لیے ضروری ہے کہ وہ عمرے کا طواف زمانہ حج میں کرے۔

تمتع میں پہلے عمرے کا احرام باندھا جائے اور پھر حج کا احرام باندھنے سے پہلے عمرے

کا طواف کر لیا جائے۔

متمتع کے لیے ضروری ہے کہ وہ عمرے اور حج کے درمیان المام نہ کرے، المام کے معنی ہیں اتر پڑنا، اور اصطلاح میں المام سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمرے کا احرام کھولنے کے بعد اپنے گھر والوں میں جا کر اتر پڑے، ہاں اگر وہ قربانی کا جانور ہمراہ لایا ہے تو گھر اتر پڑنے پر بھی حج تمتع صحیح ہوگا۔

حج تمتع صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہیں، جو لوگ مکے میں یا میقات کے داخلی علاقوں میں رہتے ہیں ان کے لیے تمتع اور قران مکروہ تحریمی ہے۔ حج تمتع کرنے والے کے لیے طواف قدوم کرنا مسنون نہیں ہے، اور اس کو چاہیے کہ طواف زیارت میں رمل کرے۔

متمتع پر بھی قارن کی طرح قربانی واجب ہے اور مقدور نہ ہو تو پھر دس روزے رکھے تین حج کے دوران یوم النحر سے پہلے رکھ لے اور سات اس وقت رکھے جب حج سے فارغ ہو جائے۔

اصطلاحات حج

حج اور عمرہ کے لیے چند اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے کیونکہ ان کو جانے بغیر مناسک حج و عمرہ صحیح ادا نہیں ہو سکتے۔ ضروری اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

اشہر حج اشہر حج کا مطلب حج کے مہینے ہے شوال، ذی قعدہ، اور ذی الحجہ کا پہلا نصف حصہ اشہر حج کہلاتے ہیں کیونکہ ان مہینوں میں حج کے مناسک ادا کیے جاتے ہیں

میقات میقات سے مراد وہ مقام ہے جہاں سے حج و عمرہ کرنے والوں کو بلا احرام آگے جانا ممنوع ہے اور مکہ کے چاروں طرف میقات کی حدود مقرر ہیں۔ میقات کی حدود سے آگے داخل ہونے کے لیے احرام کا باندھنا ضروری ہے۔

آفاقی وہ آدمی جو میقات کی حدود سے باہر کا رہنے والا ہو یعنی جو شخص میقات کی مقررہ حدود سے باہر رہتے ہیں انہیں آفاقی کہا جاتا ہے۔

احرام | احرام کا معنی ہے کسی چیز کو حرام کرنا۔ حج و عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھ کر خاص لباس کو زیب تن کرنے کو احرام کہتے ہیں چوں کہ اس سے چند حلال چیزیں حرام ہوجاتی ہیں۔ اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں۔ عام طور پر دو سفید چادروں کو احرام کہا جاتا ہے جن کو حاجی حضرات احرام کی حالت میں پہنتے ہیں۔ احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں۔

اضطباع | بوقت طواف احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

حرم | مکہ مکرمہ شہر کے چاروں طرف کی وہ زمین حرم کہلاتی ہے جس میں شکار کھیلنا، درخت کاٹنا اور گھاس وغیرہ اکھیڑنا حرام ہے اس کی حدود پر چاروں طرف واضح نشان لگے ہوئے ہیں حرم کی سرزمین بہت مقدس ہے۔

حِل | مکہ مکرمہ کے چاروں طرف، حرم سے باہر اور میقات کے اندر والی زمین کو حل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم کے اندر حرام ہیں۔ حل میں رہنے والے کو حلی یا اہل حل۔ حرم کے اندر رہنے والے کو اہل حرم اور میقات کے رہنے والے کو میقاتی کہتے ہیں۔

مُدّعٰی | دعا مانگنے کی جگہ، کو کہتے ہیں یہ مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلی کے درمیان ایک مقام ہے جہاں مکہ شریف داخل ہوتے وقت دعا مانگنا مستحب و افضل ہے۔

بَابُ السّلام | مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے ایک دروازے کا نام ہے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے ایک دروازے کا بھی یہی نام ہے۔ یہ دروازے بڑے بابرکت تصور کیے جاتے ہیں۔

مسجد حرام | بیت اللہ شریف کے چاروں طرف مسجد کی جگہ اور عمارت کو مسجد حرام کہا جاتا ہے۔ اور یہ مسجد دنیا کی تمام مساجد سے افضل ہے۔ یہاں کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

طواف قدوم | بیت اللہ شریف کے گرد چکر اور پھیرا لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ اور حاجی حضرات

مکہ شریف پہنچتے ہی جو پہلا طواف کرتے ہیں اس کو طواف قدوم یا طواف تحیہ بھی کہتے ہیں۔ ہر طواف میں سات پھیرے ہوتے ہیں اور ایک پھیرے اور چکر کو شوط کہتے ہیں۔

مطاف طواف کرنے والی جگہ کو کہتے ہیں جو بیت اللہ شریف کے چاروں طرف مسجد حرام کے اندر ہے۔

رَمَل طواف کے پہلے تین پھیروں میں سینہ تان کر کندھے ہلا کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر ذرا تیز رفتار سے چلنے کو رمل کہا جاتا ہے۔

حجر اسود ایک سیاہ جنتی پتھر ہے جو بیت اللہ شریف کے جنوب مشرقی کونے پر تقریباً پانچ فٹ کی بلندی پر دیوار میں لگا ہوا ہے اس کو رکن اسود بھی کہتے ہیں۔ طواف یہاں سے شروع کیا جاتا ہے اور اسی پر ایک شوط یعنی چکر مکمل ہوتا ہے

رکن بیت اللہ بیت اللہ شریف کے جنوب مغربی کونے کا نام ہے جو یمن کی طرف ہے رکن یمانی ہے اور بیت اللہ شریف کے مشرق شمالی گوشہ کو رکن عراقی۔ اور شمال مغربی کونے کو رکن شامی کہتے ہیں۔

اِستلام حجر اسود کو چومنے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ چومنے کو استلام کہا جاتا ہے ہر چکر میں استلام کرنا ضروری ہے۔

حَطیم بیت اللہ شریف کے متصل شمال کی طرف زمین کا ایک حصہ ہے جو چھوٹی سی دیوار سے گھرا ہوا ہے، اسے حطیم کہا جاتا ہے یہ زمین کعبہ حصہ ہے جو قریش نے زمانہ اسلام سے قبل کعبہ شریف کو تعمیر کرتے وقت خرچ کی کمی کے باعث چھوڑ دی تھی۔ لہٰذا اس میں داخل ہونا بیت اللہ شریف کے اندر ہی داخل ہونا ہے۔

میزابِ رحمت بیت اللہ شریف کے چھت کا سنہری پرنالا جو حطیم کی طرف لگا ہوا ہے بارش ہونے پر اس پرنالے سے رحمت کا پانی گرتا ہے اسے میزاب رحمت کہا جاتا ہے۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔

ملتزم حجر اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کی درمیانی دیوار کو کہتے ہیں جس سے لپٹ کر دعا مانگنا سُنّت ہے یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔

مقامِ ابراہیم | وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تھا۔ ایک مقام پر نصب ہے اسے مقامِ ابراہیم کہا جاتا ہے۔

زمزم | بیت اللہ شریف کے قریب مسجد حرام میں ایک کنواں ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہما السلام کے لیے جاری فرمایا تھا، اور چار ہزار سال کے زائد عرصہ سے جاری ہے اس پانی کو آبِ زمزم کہا جاتا ہے۔

صفا مروہ | بیت اللہ شریف کے قریب دو چھوٹی سی پہاڑیاں ہیں جن پر سعی کی جاتی ہے۔ جنوب کی طرف صفا ہے اور شمال مشرق کی طرف مروہ ہے۔

سعی | صفا و مروہ کے درمیان ایک خاص طریقے سے چلنے کو سعی کہا جاتا ہے۔ سعی کے بھی سات پھیرے ہیں۔ صفا سے سعی شروع ہوتی ہے اور مروہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور ہر ایک پھیرے کو شوط کہتے ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کی مخصوص جگہ کو مسعیٰ کہتے ہیں۔

میلین اخضرین | صفا و مروہ کے درمیان دو سبز ستون نصب ہیں۔ جن کے درمیان حاجی حضرات کو سعی کرتے وقت ذرا تیز رفتار سے چلنے کا حکم ہے۔

عرفات | مکہ شریف سے مشرق کی طرف دس میل کے فاصلہ پر جبل رحمت کے قریب ایک وسیع میدان ہے جہاں ۹ ذی الحجہ کو بعد دوپہر حاجی حضرات حج کا سب سے بڑا رکن، وقوفِ عرفہ ادا کرتے ہیں۔ جبل رحمت عرفات کے اس پہاڑ کا نام ہے جس پر حج کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

منیٰ | مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر، حدودِ حرم کے اندر ایک میدان ہے جسے منیٰ کہا جاتا ہے یہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے یہاں حاجی حضرات تین روز ٹھہرتے ہیں اور رمی اور قربانی کرتے ہیں۔

حلق قصر | سر کے بال منڈوانے کو حلق اور کتروانے کو قصر کہتے ہیں احرام کی پابندیوں سے باہر آنے کے لیے، سر کے بال منڈوانا، اور کتروانا مراد ہے۔

مسجد صخرہ | عرفات کی وہ مسجد جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ ہے اس لیے اس جگہ قیام کرنا افضل ہے ویسے سارا عرفات قیام و وقوف کی جگہ ہے بطنِ عرنہ

اور عرفات کی مسجد کے مغربی وادی کے قریب جگہ ہے جہاں وقوف یعنی ٹھہرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ جگہ عرفات سے خارج ہے۔

مسجد نمرہ عرفات کی وہ مسجد جہاں ۹ ذی الحجہ کو ظہر و عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اور حج کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ مسجد بہت وسیع ہے۔

مزدلفہ منیٰ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے عرفات سے واپسی کے وقت حاجی حضرات یہاں ٹھہرتے ہیں اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے ہیں۔

مشعر حرام مزدلفہ میں ایک مسجد کا نام ہے نیز مزدلفہ کے پہاڑ جبلِ قزح کو بھی مشعر حرام کہا جاتا ہے۔ مزدلفہ اور عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ کو موقف کہتے ہیں۔ مزدلفہ میں وادی محسر کے سوا ہر جگہ قیام و وقوف صحیح ہے۔

وادیٔ محسر مزدلفہ کے متصل ہی ایک میدان کا نام ہے یہاں سے حاجیوں کو دوڑ کر نکلنے کا حکم ہے کیونکہ یہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔

رمی جمار منیٰ میں تین مقام پر بلند ستون بنے ہوئے ہیں جن پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ مسجد خیف کے قریب والے ستون کو جمرۃ الاولیٰ، اس کے بعد والے کو جمرۃ الوسطیٰ، اور تیسرے کو جمرۃ العقبہ یا جمرۃ الاخریٰ کہتے ہیں۔ کنکریاں مارنے کو رمی کہتے ہیں۔

مسجد خیف میدان منیٰ کے شمال کی جانب واقع ایک بہت بڑی مسجد کا نام ہے یہ وہ مقام ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر پڑاؤ ڈالا تھا۔

منحر منیٰ میں قربانی والی مخصوص جگہ کو منحر کہتے ہیں اور قربانی کو نحر کہتے ہیں۔ قربانی کا وہ جانور جس کو حاجی حضرات احرام باندھ کر اپنے ہمراہ مکہ مکرمہ لے جائیں اس کو ہدی کہتے ہیں۔ قربانی کے اونٹ یا گائے کو بدنہ کہتے ہیں۔ اور قربانی کے جانوروں کے گلے میں بطور نشان پٹہ وغیرہ باندھنے کو تقلید کہتے ہیں۔

جبلِ نور "جبل نور" یہ وہ پہاڑ ہے جس میں غار حرا ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ یہ منیٰ کو جاتے ہوئے راستہ میں آتا ہے۔

جبل ابی قبیس یہ مکہ شریف کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو صفا کے قریب ہے۔ شق قمر کا معجزہ اسی جگہ رونما ہوا تھا اور اسی پر مسجد بلال ہے۔

طوافِ زیارت یہ طواف حج کا رکن ہے اور اس کو طواف فرض، طواف حج اور طوافِ رکن بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا وقت دس ذی الحج کی صبح صادق سے ۱۲ ذی الحج تک ہے لیکن دس ذی الحج کو ادا کرنا زیادہ افضل ہے۔

طوافِ وداع یہ حج کے آخر میں بیت اللہ شریف سے رخصت کے وقت کیا جاتا ہے یہ طواف آفاقی پر واجب ہے اس لیے اسے طواف وداع کہتے ہیں۔

طوافِ عمرہ یہ طواف عمرہ میں فرض ہے اور اس میں رمل اور اضطباع بھی ہوتا ہے طواف کے اختتام پر صفا و مروہ پر سعی کی جاتی ہے۔

باب ۲

فضائلِ حج

اللہ کے بندو بعض اعمال اللہ کے ہاں بڑے مقبول اور محبوب ہیں حج بھی انہی اعمال میں سے ہے جس کی بے پناہ فضیلت اور لامحدود اجر ہے۔ کتاب و سنت کے مطابق اس کے فضائل حسب ذیل ہیں۔

معصوم بچے کی طرح بے گناہ ہوجانا

حج کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس سے مسلمان بالکل پاکیزہ ہوجاتا ہے بلکہ ایسے معصوم بچے کی طرح ہوجاتا ہے جیسا کہ وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

وَعَنْ اَبُوْهُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اپنی عورت سے صحبت نہ کرے اور گناہ کا کام نہ کرے وہ لوٹ آتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے گویا اس کی ماں نے اس کو آج جنا ہے۔

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ بالکل معصوم یعنی بے گناہ ہوتا ہے کسی گناہ کی سزا اس پر نہیں ہوتی ایسے ہی حاجی جب حج کر لیتا ہے تو وہ اس معصوم بے گناہ بچے کی طرح ہوجاتا ہے یعنی اس کے سارے گناہ اس کے نامۂ اعمال سے ختم کر دیئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک اللہ کا بندہ حج کرنے گیا حج کے دوران جب اس نے منیٰ میں پہلے روز

قیام کیا تورات کو جب سویا تو اس نے دیکھا کہ دو فرشتے اس کے پاس ایک بڑا رجسٹر لے کر کھڑے ہیں ایک نے اسے کہا کہ یہ تمہارا اعمال نامہ ہے اس نے اس وقت جو کچھ کیا تھا وہ اس میں درج تھا اسے اپنے گناہوں پر بے حد ندامت ہوئی تو جب وہ بیدار ہوا تو اسے اپنی زندگی پر از حد شرمندگی ہوئی کہ تو اس نے اس وقت سے اللہ کے حضور گڑ گڑانا شروع کر دیا پھر عرفات اور حج کے بقیہ دنوں میں روتا رہا تو حج سے جب فارغ ہوا تو ایک روز رات کو خواب میں وہی دونوں فرشتے آئے اور انہوں نے آ کر اس بندے کو خوشخبری دی کہ اللہ نے تیرا حج قبول کیا ہے اور تیرے گناہوں کو اعمال نامہ سے مٹا دیا ہے۔ جو بے حد خوش ہوا اور اللہ کا شکر کیا۔

مندرجہ بالا حدیث میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے حج میں صرف رضائے الٰہی کو مد نظر رکھا جائے۔ کوئی دنیاوی لالچ اور غرض کو مقاصد حج میں شامل نہ کیا جائے کیوں کہ انسان جب حج کے لیے جاتا ہے تو وہاں شیطان دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے کہیں دل میں فخر اور ریاکاری جنم لیتی ہے اور ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ حاجی سے ایسے کام کرواں جن سے حج قبول نہ ہو۔ لہٰذا برائیوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ پھر رضائے الٰہی کے تحت دل میں شہرت اور عزت کی غرض نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے لہٰذا اتنی بڑی دولت اور سعادت کو عزت نفس کے ارادے سے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی حج کو سیر و تفریح کے ارادے سے ضائع کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ قریب قیامت میں میری امت کے مالدار لوگ حج کو محض سیر و تفریح کے ارادہ سے کریں گے۔ اور میری امت کے درمیانے درجے کے لوگ حج کو تجارت کی غرض سے کریں گے تجارتی مال کو ادھر سے لے گئے کچھ ادھر سے لے آئے، اور علماء ریا و شہرت کی وجہ سے حج کریں گے اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گے[1] نیز ایک اور روایت میں ہے کہ سلاطین اور بادشاہ تفریح کی نیت سے حج کریں گے، اور غنی لوگ تجارت کی غرض سے اور فقراء سوال کی غرض سے اور علماء شہرت کی غرض سے۔[2]

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ صفا مروہ کے درمیان ایک مرتبہ تشریف فرما تھے ایک جماعت آئی جو اپنے اونٹوں سے اتری اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا صفا مروہ کے درمیان

---

[1] کنز العمال [2] اتحاف

سعی کی۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے دریافت کیا تم کون لوگ ہو انھوں نے عرض کیا کہ عراق کے لوگ ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہاں کیسے آنا ہوا؟ انھوں نے عرض کیا حج کے لیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی اور غرض تو نہ تھی۔ مثلاً اپنی میراث کا کسی سے مطالبہ ہو یا کسی قرضدار سے روپیہ وصول کرنا ہو یا کوئی اور تجارتی غرض ہو؟ انھوں نے عرض کیا نہیں کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مزید نیک اعمال کرو۔

اس حدیث میں دوسری بات جسے حج مقبول کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حج میں رفث نہ ہو۔ یعنی دوران حج بیوی کے پاس نہ جایا جائے اور رفث میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کوئی لغو بات جس سے توجہ شہوت کی طرف مائل ہو سکے نہ کی جائے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ حج کو فسوق یعنی گناہ کے کاموں سے بالکل بچایا جائے یعنی کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے اللہ کے احکامات کی حکم عدولی ہوتی ہو۔ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کیا جائے۔ لہٰذا ایسا حج جس میں یہ تینوں مندرجہ بالا خوبیاں ہوں گی وہ اللہ کے ہاں قبول ہوگا اور اس کی قبولیت سے انسان کے تمام گناہ بالکل معاف ہو جائیں گے نیز حضرت ابو ہریرہؓ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو خانہ کعبہ کے قصد سے آیا اور اونٹ پر سوار ہو جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور خطا کو مٹاتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کعبہ معظمہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتروائے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے اس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا[1]

حکایت ۱: حضرت ابراہیم بن ادہمؒ ہی کا یہ قصہ ہے کہ جب یہ حج کو تشریف لے گئے تو یہ طواف کر رہے تھے کہ ان کی نگاہ ایک حسین نوجوان پر پڑی اس کے حسن وجمال سے لوگ تعجب کر رہے تھے حضرت ابراہیمؒ نے اس کو بہت غور سے دیکھا اور رونے لگے ان کے بعض ساتھی (بدگمانی سے) کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون، شیخ پر تو غفلت طاری ہو گئی (کہ ایک حسین لڑکے کو دیکھ کر گھورنے لگے) پھر اس معترض نے شیخ سے عرض کیا اے میرے سردار یہ گھورنا کیسا جس کے ساتھ رونا بھی ہے (جس سے خیال ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے عشق نے پکڑ لیا)

---

[1] سنن بیہقی

شیخ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ایک عہد کیا ہے جس کے توڑنے پر قدرت نہیں ورنہ اس لڑکے کو اپنے پاس بلاتا اور اس سے ملتا، اس لئے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، میں اس کو بچپن میں بہت کم عمر کا چھوڑ کر گھر سے نکل گیا تھا، اب یہ جوان ہو گیا تم دیکھ ہی رہے ہو، مگر مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس چیز کو اس کے لئے چھوڑ آیا تھا اب پھر ادھر لوٹوں۔

اس کے بعد حضرت شیخ ابراہیم نے تین شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "جب سے میں نے اس پاک ذات کو پہچانا ہے اس وقت سے اب تک جدھر بھی میں نے نظر کی اپنے محبوب کو ادھر ہی پایا، مجھے اپنی نگاہ پر یہ غیرت ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو نہ دیکھوں، اے میرے ذخیرہ کی انتہا، اے میرے سوال کی غایت اے میرے آقا مجھ کی پوری پہنچ! کاش تیری محبت حشر تک میرے دل میں رہے"

پھر شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس لڑکے کے پاس جاؤ اور اس کو سلام کرو شاید اسی سے مجھے تسلی ہو۔ میں اس لڑکے کے پاس گیا، اور میں نے اس سے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے والد کو برکت عطا فرمائے، وہ کہنے لگا، چچا جان! میرے والد کہاں، وہ تو میرے بچپن ہی میں اللہ کے راستہ میں لگ گئے تھے، کاش میں ایک مرتبہ ان کی زیارت کر لوں، اور پھر اسی وقت میری جان نکل جائے، افسوس! یہ کہہ کر وہ رونے لگا، اور رونے کی کثرت سے اس کا دم گھٹنے لگا،

پھر اس نے کہا کہ "واللہ میری یہ تمنا ہے کہ میں ایک مرتبہ ان کی زیارت کر لوں پھر اسی وقت مر جاؤں" اس کے بعد چند شعر ذوق شوق کے پڑھے۔ میں حضرت ابراہیم کے پاس لوٹ کر آیا، تو وہ سجدے میں پڑے ہوئے تھے اور آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر تھی اور اللہ کے سامنے عاجزی اور زاری کر رہے تھے اس کے بعد حضرت ابراہیم نے دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں نے ساری دنیا کو تیرے عشق میں چھوڑا اور اپنے عیال کو یتیم بنایا تاکہ تجھے دیکھ لوں، اگر تو عشق میں میری ساجت روائی نہ کرے گا تو یہ دل تیرے سوا کسی جگہ بھی سکون نہ پائے گا" میں نے حضرت ابراہیم سے کہا آپ اس لڑکے کے لئے دعا کریں حضرت ابراہیم نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو گناہوں سے محفوظ فرمائے اور اپنی مرضیات پر عمل میں اس کی اعانت فرمائے۔

۲۔ حج کا اجر جنت

اے زاہد تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جنت خدا کا انعام ہے۔ اور یہ انعام نیکیوں کی بنا پر ملے گا۔ یہ ایسا مقام ہے جہاں راحت اور سکون ہے اور جو اہل جنت سے ہو جائے تو اسے کیا چاہیے۔ اہل جنت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جنت میں ان کے چہروں پہ تازگی ہوگی۔ ان کا لباس خوبصورت سفید اور ریشمی ہوگا۔ اگر اسے اہل دنیا دیکھیں تو حیران رہ جائیں، لولو اور مرجان سے مرصع تاج ان کے سر پہ ہوں گے، وہ انتہائی ناز و انداز والی شیریں ادا بڑھاپے اور دکھ سے بے نیاز جو یاقوت سے تیار کردہ محلات میں فردکش حوریں جو جنت باغوں کے درمیان آنکھیں نیچی کئے آرام فرما ہوں گی، انہیں میسر آئیں گی پھر ان جنتیوں پر خادمان جنت آفتابے اور شراب طہور کے پیالے لئے پھریں گے جن میں انتہائی سفید، لذت بخش مشروب ہوگا اور ان کے اردگرد جنتی خادم اور لڑکے، موتیوں کی طرح پھر رہے ہونگے یہ ان کے اعمال جن میں سے ایک حج بھی ہے۔ کی جزاء ہوگی کہ وہ امن والے مقام یعنی چشموں، باغوں اور نہروں کے درمیان رب قدیر کے نزدیک سچے مقام میں ہوں گے، وہ ان میں بیٹھ کر رب کریم کا دیدار کریں گے، ان کے چہروں پہ اللہ کی نعمتوں کی تازگی کے آثار نمایاں ہوں گے، ان کے چہرے ذلت و رسوائی سے آلودہ نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ کے معزز بندے ہوں گے رب کریم کی جانب سے انہیں تحفے عطا ہوں گے وہ اپنی اس پسندیدہ جگہ میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، لہٰذا اس میں انہیں کوئی خوف ہوگا نہ غم، وہ موت کی تکلیف سے بے خوف ہوں گے، وہ جنت میں نعمتیں پائیں گے جنت کے لذیذ کھانے کھائیں گے، دودھ، شراب، شہد اور صاف پانی کی ایسی نہروں سے اپنی پیاس بجھائیں گے جن نہروں کی زمین چاندی کی، کنکریاں موتیوں کی اور مٹی مشک کی ہوگی، جس سے تیز خوشبو آئے گی، وہاں کا سبزہ زعفران کا ہوگا، وہ کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور ان پر پھولوں کے عطر کی بارش ہوگی اور ان کی خدمت میں چاندی کے پیالے جن پر موتی جڑے ہوں گے اور جو یاقوت و مرجان سے مرصع ہوں گے، لائے جائیں گے، کسی پیالے میں سلسبیل کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی میں مہر بند شراب ملی ہوئی ہوگی۔ اور ایسا پیالہ جس کی صفائی کی وجہ سے اس میں موجود شراب کا رنگ و روپ باہر سے نظر آرہا

ہو گا، آدمی اس جیسا مرصع معصا برتن بنانے کا تصور ہی نہیں کر سکتا، وہ پیالہ ایسے خادم کے ہاتھ میں ہو گا کہ آدمی اس کا چہرہ کی چمک دمک کو یاد کرے گا ایسی جنت جس کا یہ تمام ذکر کیا گیا ہے حج اس کے حاصل کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یہ ہیں۔

وَعَنْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ۔	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت ہے۔ بخاری

اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ جس شخص کا حج ہر قسم کی کوتاہیوں سے بلند و بالا اور پاک ہو تو اسے اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةَ۔	حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پے درپے حج اور عمرہ کرو اس لیے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی میل دور کر دیتی ہے۔ حج مقبول کا ثواب جنت کے سوا نہیں ہے۔ ترمذی

حکایت

شیخ ابو سلیمان طائی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال تجرید کے ساتھ حج کا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں چل رہا تھا راستہ میں ایک نوجوان عراقی ملا، جس کی جوانی زوروں پر تھی، وہ بھی اسی طرح سفر کا ارادہ کر رہا تھا، لیکن جب وہ قافلے کے ساتھ چلتا تو قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہتا، اور جب منزل پر قافلہ ٹھہرتا تو وہ نماز میں مشغول ہو جاتا، رات بھر نماز پڑھتا دن بھر روزہ رکھتا، اس نے سارا راستہ اسی طرح طے کیا حتیٰ کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو وہ جوان مجھ سے رخصت ہونے لگا، میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا کس چیز نے تجھے ایسے سخت مجاہدہ پر آمادہ کیا، جو میں سارے راستہ دیکھتا چلا آیا، کہنے لگا ابو سلیمان میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا کہ وہ سارا اس طرح نا

ہوا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی پھر ایک اینٹ چاندی کی اوپر تک اس کے بالاخانے بھی اسی طرح بنے ہوئے تھے اور ان میں ہر دو برجیوں کے درمیان ایک ایک حور ایسی تھی کہ اس کا سا حسن وجمال اور اس کی سی چہرہ کی رونق کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ ان کی زلفیں سامنے لٹک رہی تھیں، ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر ہنسنے لگی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت چمکنے لگی، اس نے کہا اے جوان اللہ جل شانہ کے لیے مجاہدہ کرتا رہ میں تیرے لیے ہو جاؤں اور تو میرے لیے پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ میرا قصہ ہے اب مجھ پر ضروری ہے کہ میں انتہائی کوشش کروں اور جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے، یہ تم نے جو کچھ میرا مجاہدہ دیکھا ہے اس حور سے منگنی کے واسطے ہے۔

میں نے اس سے دعا کی درخواست کی، وہ میرے لیے دعا کر کے چلا گیا، کچھ نظر نہیں آیا، کہنے لگے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے طواف کر رہے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو، کہنے لگے کہ ہم فرشتے ہیں، میں نے پوچھا کہ تمہاری محبت حق تعالیٰ شانہ سے کیسی ہے، کہنے لگے ہماری محبت اندر سے ہے اور تمہاری محبت باہر سے ہے،

حکایت

حضرت سفیان بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں مولد النبیؐ کے پاس ابراہیم بن ادہم کو بہت روتے ہوئے دیکھا، وہ مجھے دیکھ کر راستہ سے پرے کو ہٹ گئے، میں نے ان کو سلام کیا، اور وہاں نماز پڑھی، پھر ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی، کیوں رو رہے ہو، وہ کہنے لگے خیریت ہے کچھ نہیں میں نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال کیا، وہ یہی جواب دیتے رہے میں نے بار بار سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ اگر میں وجہ بتادوں تو تم اس کو پوشیدہ رکھو گے یا لوگوں پر ظاہر کردو گے، میں نے کہا، تم شوق سے کہو یعنی میں مخفی رکھوں گا۔

کہنے لگے کہ تیس برس سے میرا دل سکباج (ایک قسم کا کھانا جس میں سرکہ اور گوشت اور میوہ جات پڑتے ہیں) کھانے کو چاہتا تھا اور میں مجاہدہ کے طور پر اس کو روکتا تھا، رات مجھ پر نیند کا ... ہوا، میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا کہ وہ نہایت حسین شخص ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک سبز پیالہ ہے جس سے بھاپ اٹھ رہی ہے، اور سکباج کی خوشبو اس میں سے

آ رہی ہے، میں نے اپنے دل کو سنبھالا، اس نے میرے پاس آ کر کہا، ابراہیم تو اس کو کھا، میں نے کہا جس چیز کو اللہ کے واسطے چھوڑ دیا اس کو اب نہیں کھانا ہے، وہ کہنے لگا اگرچہ اللہ جل شانہٗ خود کھلائیں، مجھ سے رونے کے سوا اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا، وہ کہنے لگا اللہ تجھ پر رحم کرے اس کو کھالے، میں نے کہا ہمیں یہ حکم ہے کہ جب تک ہمیں پورا حال کسی چیز کا معلوم نہ ہو جائے (کیا چیز ہے کہاں سے آئی ہے) اس وقت تک اپنے برتن میں نہ ڈالیں، وہ کہنے لگے اللہ تمہاری حفاظت کرے اس کو کھالو، یہ مجھے (جنت کے ناظم) رضوان نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ اے خضر یہ ابراہیم کو کھلا دو، اس نے بہت صبر کر لیا، اور خواہشات کو بہت روک لیا۔

پھر انہوں نے کہا کہ ابراہیم اللہ جل شانہٗ کھلاتے ہیں، اور تم انکار کرتے ہو؟ میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہ جو شخص بے طلب ملنے پر انکار کرتا ہے اس کو طلب پر بھی نہیں ملتا، میں نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں آپ کے سامنے حاضر ہوں، میں نے تو اپنے عہد کو اب تک نہیں توڑا، اتنے میں ایک جوان اور آیا اور اس نے حضرت خضر کو کچھ دے کر یہ کہا کہ اس کا لقمہ بنا کر ابراہیم کے منہ میں دے دو، وہ مجھے اپنے ہاتھ سے کھلاتے رہے، اور جب میری آنکھ کھلی تو اس کی شیرینی میرے منہ میں تھی اور زعفران کا رنگ میرے ہونٹوں پر تھا، میں زمزم کے کنویں پر گیا، اور منہ کو دھویا، مگر نہ منہ میں سے مزہ جاتا ہے نہ ہونٹوں پر سے رنگ جاتا ہے۔

میں نے بھی دیکھا تو واقعی اس کا اثر موجود تھا، میں نے اللہ جل شانہٗ سے یہ دعا کی اے وہ پاک ذات جو ایسے لوگوں کو کھلاتی ہے جو اپنی خواہشات کو روکتے ہوں، جب کہ وہ اپنی روک کو صحیح کر لیں، اے وہ پاک ذات جس نے اپنے اولیاء کے دلوں کے لئے صحیح رہنا لازم کر دیا، اے وہ پاک ذات جس نے ان کے دلوں کو اپنی محبت کی شراب سے سیراب کیا، تو اپنے لطف سے سفیان کو بھی یہ چیزیں عطا فرما۔

پھر میں نے ابراہیم بن ادہم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا کہ اے اللہ اس ہاتھ کی برکت سے اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس کے اس مرتبہ کے طفیل جو اس کا تیرے نزدیک ہے اور تیرے اس جود و عطا کے طفیل جو اس نے تجھ سے پایا تو اپنے اس بندے سفیان پر بھی بخشش فرما جو تیری عطا کا انتہائی محتاج ہے اور تیرے احسان کا بہت

ضرور تمند ہے یا ارحم الراحمین، محض اپنی رحمت سے اگرچہ اسے رب العالمین یہ سفیان اس کا مستحق بالکل نہیں ہے (ردض)

۴- حاجی سے ملاقات کرنا باعثِ سعادت ہے

حاجی جب حج کر کے واپس اپنے گھر لوٹ کر آتا ہے تو وہ اللہ کی خاص رحمتوں سے مالا مال ہوتا ہے وہ بارگاہِ رب العزت سے مقرب بندہ بن کر لوٹتا ہے۔ اس کی دعا اس کے حضور قبول ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے ملاقات کرنا اور اس سے دعا کروانا باعث سعادت ہوتا ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَصَافِحْہُ وَمُرْہُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَکَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَہٗ فَاِنَّہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ۔

(مسند امام احمد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تو کسی حاجی سے ملے اس کو سلام کہہ اور اس سے مصافحہ کر اور اس کو حکم دے کہ وہ تیرے لیے بخشش کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اس لیے کہ اس کو بخش دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں حاجی کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ حاجی جب حج سے واپس لوٹتا ہے تو اس پر بخشش کی خاص عنایات ہوتی ہیں۔ اس لیے اس کی عزت اور تکریم کا حکم دیا گیا ہے کہ حاجی صاحب واپس اپنے وطن میں آجائیں اور اپنے گھر داخل نہ ہوئے ہوں تو اسے سلام کرنا چاہیے سلام میں سبقت کرنا زیادہ بہتر ہے پھر مصافحہ کرنا چاہیے کیوں کہ مصافحہ سنت رسول اور اچھے تعلقات کا مظہر ہے اور محبت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ ملاقات کے بعد حاجی سے دعا کی التجا کی جائے کیوں کہ اس وقت کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ جب اللہ کے خاص نیک بندے یعنی اہل روحانیت یا صالحین یا اللہ کے فقیر درویش حج کر کے واپس تشریف لائیں تو ان سے ملاقات کے لئے ضرور جانا چاہیے۔ اور ان سے دعا کروانی چاہیے۔

حکایت حضرت ضحاک بن مزاحم فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے نکلا، چاندنی رات تھی، مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشا رو رہا ہے، میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی ولی ہے، میں اس کے قریب گیا تاکہ اس کی بات سنوں، تو وہ یہ کہہ رہا تھا ؎

عَلَیْکَ یَاذَا الْجَلَالِ مُعْتَمَدِیْ　　طُوْبٰی لِمَنْ کُنْتَ اَنْتَ مَعْنَاہُ

طُوْبٰی لِمَنْ بَاتَ خَائِفًا وَجِلًا　　یَشْکُوْ اِلٰی ذِی الْجَلَالِ بَلْوَاہُ

وَمَا بِہٖ عِلَّۃٌ وَّلَا سَقَمٌ　　اَکْثَرُ مِنْ حُبِّہٖ لِمَوْلَاہُ

اِذَا خَلَا فِی الظَّلَامِ مُبْتَہِلًا　　اَجَابَہُ اللّٰہُ ثُمَّ لَبَّاہُ

اے عزت والے تیرے ہی اوپر مجھ کو بھروسہ ہے خوش حال ہے وہ جس کا تو مقصود ہو خوش حال ہے وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گزار دے اور عزت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے، اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علت اور کوئی مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے مولیٰ سے عشق ہے، جب وہ اندھیری راتوں میں تنہا عاجزی کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی پکار کا جواب ہو اور لبیک۔ بزبان

وہ شخص پہلا مصرع عَلَیْکَ یَاذَا الْجَلَالِ مُعْتَمَدِیْ بار بار پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا، اس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھا کر رونا آگیا، پھر اس نے ایسے کلام کیا جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا، اور اس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سنا جن کا ترجمہ یہ ہے۔ میرے بندے میں موجود ہوں، تو میری حفاظت میں ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہم اس کو سن رہے ہیں، تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں، اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیئے۔

حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کو سلام کیا، اس نے جواب دیا میں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے اور تم میں برکت فرمائے اور تم پر رحم کرے، تم کون ہو، کہنے لگے میں راشد بن سلیمان ہوں، میں نے نام سے ان کو پہچان لیا، کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سنا کرتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا، مگر اس پر قادر نہ ہو سکا تھا، آج اللہ جل شانہٗ نے

ایسا سہل کردیا،

میں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی، تو فرمایا یہ بہت دشوار ہے بھلا جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس رکھ سکتا ہے، کہنے لگے واللہ اگر ہمارے زمانے کے آدمیوں پر پہلے مشائخ میں سے کسی کا گذر ہو تو وہ کہہ دے گا کہ یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے۔

یہ کہہ کر راشد میری نظر سے غائب ہو گئے اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے، مجھے ان کی جدائی سے رنج ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مرنے سے پہلے پہلے ان سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے، اتفاق سے میں ایک مرتبہ حج کو گیا تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ تلے ان کو بیٹھے دیکھا، اور ایک مجمع اُن کے پاس تھا جو سورۃ انعام ان کو سنا رہا تھا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا کہ یہ مولا کی مہربانی ہے اور وہ اولیاء کی تواضع تھی، پھر اٹھے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا، اور فرمایا کہ تم نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مرنے سے پہلے ان سے ملاقات ہو جائے میں نے عرض کیا، جی ہاں، دعا کی تھی،

فرمایا الحمد للہ علیٰ ذلک، میں نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے، اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اور سنا تھا وہ مجھے بتا دیجئے، انہوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری، جس سے میں یہ سمجھا کہ اُن کے دل کا پردہ پھٹ گیا، اور بیہوش ہو کر گر گئے اور جو مجمع ان کے پاس تھا اور پڑھ رہا تھا وہ چلا گیا، جب اُن کو ہوش آیا تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اس کے اسرار کے کھولنے میں ہوتی ہے، میں نے پوچھا اچھا یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس پڑھ رہے تھے، فرمایا یہ جنات کی جماعت تھی، قدیم تعلقات کی بنا پر میں ان کا احترام کرتا ہوں، یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں، اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے مجھ کو رخصت کیا، اور فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں تم کو ملا دے جہاں نہ جدائی ہوگی نہ مشقت نہ غم ہوگا نہ کلفت، یہ کہہ کر پھر مجھ سے غائب ہو گئے، اس کے بعد میں نے ان کو نہ دیکھا

دورانِ حج مرنے کا اجرِ عظیم

دوران حج اگر کوئی شخص قضائے الٰہی سے فوت ہو جائے تو اسے حج کا اجر ملے گا اور اس حج کے بدلے میں اسے جنت میں داخل کیا جائے گا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گھر اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے پھر جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کر دے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِیًا ثُمَّ مَاتَ فِیْ طَرِیْقِهٖ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِیْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کے لیے نکلا اور مر گیا تو قیامت تک اس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لیے نکلا اور مر گیا۔ اس کے لیے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد میں گیا اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔ بیہقی شعب الایمان

حج کے ارادے سے جانے کی صورت میں اگر راستے میں یا مکہ میں کسی کو موت آجائے تو اسے حج کا ثواب مل جاتا ہے یہ اللہ کی بہت بڑی دریادلی کا مظہر ہے۔

حکایت ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک فقیر کو دیکھا، کہ اس نے طواف کیا، اس کے بعد اپنی جیب سے ایک پرچہ نکالا، اور اس کو پڑھا، دوسرے اور پھر تیسرے دن بھی ایسا ہی کیا، اس کے بعد ایک دن اس نے طواف کیا، اور جیب سے نکال کر پرچہ پڑھا، اور تھوڑی دُور چلا، اور مر کے گر گیا، میں نے اس کی جیب سے پرچہ نکال کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا، وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (طور ۴۸) تو اپنے پروردگار کے حکم کا منتظر رہ، کیوں کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے،

حکایت ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا، اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی، میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو سو درم آئے میں وہ لے کر اس جوان کے پاس گیا، اور میں نے اس کے مصلے پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھے ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا، اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز ترش نگاہ سے دیکھا، اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہمنشینی (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار اشرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور کرایہ کے مکانات کے، ان سب سے اپنے کو فارغ کر کے خریدا ہے تو ان دراہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے، یہ کہہ کر اپنا مصلے جھاڑ کر کھڑا ہو گیا جس استغناء سے وہ اٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان دراہم کو چن رہا تھا اس وقت کی اس کی سی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی ...

یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی نہیں ہوئی، اور جتنی اس وقت درم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔

حکایت شیخ فتح موصلی کہتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نابالغ لڑکا دیکھا کہ وہ پیدل چل رہا ہے اور اس کے ہونٹ حرکت کر رہے ہیں میں نے اس کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا صاحبزادہ کہاں جا رہے ہو، کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، کہنے لگا کہ قرآن پڑھ رہا تھا، میں نے کہا ابھی تو تم مکلف بھی نہیں بنے، کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں کہ موت مجھ سے کم عمر والوں کو بھی پکڑ لیتی ہے، میں نے کہا تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ بہت دور ہے، کہنے لگا میرا کام قدم اٹھانا ہے، اور اللہ جل شانہ کا کام مقصود پر پہنچانا ہے۔

میں نے کہا کوئی توشہ کوئی سواری؟ کہنے لگا کہ میرا توشہ یقین ہے اور میری سواری پاؤں ہیں، میں نے کہا میں تو روٹی اور پانی پوچھتا ہوں، کہنے لگا چچا جان اگر کوئی آدمی تمہیں بلائے تو تمہیں یہ زیبا ہے کہ اس کے گھر کھانے کے واسطے اپنا کھانا لے جاؤ، میں نے کہا نہیں، کہنے لگا۔

کہ میرے آقا نے اپنے بندوں کو اپنے گھر بلایا ہے اور زیارت کی اجازت دی ہے، ان لوگوں کے ضعفِ یقین نے ان کو مجبور کر رکھا ہے کہ اپنے توشے ساتھ لیے جا رہے ہیں، مجھے تو یہ بات بہت ناپسند ہوئی اور میں نے اس کے احترام کا لحاظ کیا، ایسی حالت میں تمہارا خیال ہے کہ وہ مجھے ضائع کر دے گا۔

میں نے کہا ہرگز نہیں، حاشا وکلا۔ اس کے بعد وہ بچہ مجھ سے غائب ہو گیا۔ میں نے پھر اس کو مکہ مکرمہ میں دیکھا، جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو کہنے لگا یا شیخ! تم اب تک بھی اپنے اسی ضعفِ یقین پر ہو، اس کے بعد اس بچے نے چند شعر پڑھے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

سارے جہانوں کا مالک میری روزی کا ذمہ دار ہے، پھر میں کیوں مخلوق کو اپنی روزی کی تکلیف دوں، میرے مالک نے جو کچھ میرا نفع اور نقصان ہے میرے پیدا ہونے سے پہلے میرے مقدر میں لکھ دیا ہے، وہ میری فراخی کی حالت میں بڑی بخشش والا عطا کرنے والا ہے، اور میری تنگدستی میں میری ایک نیتی میری ساتھی ہے، جیسا کہ میرا عاجز اور بیوقوف ہونا میری روزی کو نہیں ہٹا سکتا، ایسے ہی میری ذہانت میری روزی کو نہیں کھینچ سکتی،

حکایت ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا، عزیز و اقارب کوئی ساتھ نہ تھا، اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا، چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا، حتیٰ کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے، اور دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا، اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہٗ نے ممانعت فرمائی ہے، اس لیے اب مجھے سوال کر لینا چاہیے، لیکن پھر دل میں ایک کھٹک ... پیدا ہوئی، اور آخر یہ طے کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کر لیا وہ نہیں توڑوں گا چاہے مر جاؤں چونکہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے تھے اس لیے رہ گئے اور سارا قافلہ روانہ ہو گیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہو کر ایک جگہ لیٹ گئے، اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا، اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی، اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو، ان بزرگ نے فرمایا کہ قافلہ اب کہاں، نہ معلوم کتنی دور نکل چکا، اس سوار نے کہا کہ کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو، یہ چند

ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے اس نے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا، یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے آتا ہوا ان کو ملا۔

حکایت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں ابو سلیمان دارانی کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ میں جا رہا تھا، کہ میرا مشکیزہ گر گیا، میں نے ابو سلیمان سے اس کی خبر کی، انہوں نے کہا "یَا رَادَّ الضَّالَّةِ اُرْدُدْ عَلَیْنَا الضَّالَّةَ" اے گم شدہ چیز کے لوٹانے والے ہماری گم شدہ چیز ہم پر لوٹا دے۔ تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ ایک شخص آواز دے رہا تھا کہ یہ مشکیزہ کس کا گرا ہے، میں نے دیکھا تو وہ میرا ہی تھا، میں نے لے لیا تو ابو سلیمان کہنے لگے کہ اے احمد کیا تجھے یہ گمان ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں بغیر پانی ہی کے رکھیں گے۔

اس کے بعد ہم تھوڑی دور چلے سردی بڑی سخت پڑ رہی تھی اور ہم پوستینیں پہن رہے تھے ہم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر دو پرانی چادریں ہیں اور اس کو پسینہ آ رہا ہے، اس کی ابو سلیمان نے تواضع کی، کہ ہم سردی کے کپڑوں سے کچھ تمہاری مدد کریں، تو اس نے یہ جواب دیا کہ گرمی اور سردی دونوں اللہ جل شانہٗ کی مخلوق ہیں، اگر وہ حکم کرے تو یہ مجھ پر مسلط ہو سکتی ہیں، اور وہ ارشاد فرما دے تو مجھے چھوڑ دیں گی، میں تو اس جنگل میں تیس برس سے پھر تا رہتا ہوں، نہ سردی سے کبھی مجھے کپکپی ہوئی، نہ گرمی میں پسینہ آیا، وہ اپنی محبت کی گرمی کا لباس مجھے سردی کے زمانہ میں پہنا دیتا ہے، اور گرمی کے زمانہ میں اپنی محبت کی ٹھنڈک کے ذوق میں لپیٹ دیتا ہے، اے دارانی تم کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہو اور زہد کو چھوڑتے ہو، اس لیے سردی تم کو ستاتی ہے اے دارانی تم روتے اور چلاتے ہو اور پنکھوں سے راحت پاتے ہو۔

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ مجھے حقیقت میں اس شخص کے سوا کسی نے نہیں پہچانا، یعنی میری کمی پر متنبہ کیا۔

حکایت شیخ ابو یعقوب بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حرم شریف میں دس دن تک بھوکا رہا مجھے بہت ہی ضعف ہو گیا، میرے دل نے مجھے مجبور کیا، کہ باہر چلوں شاید کچھ مل جاتے جس سے بھوک میں کچھ کمی ہو، میں باہر نکلا، تو ایک شلغم سڑا ہوا پڑا ہوا ملا، میں نے اس کو اٹھا لیا مگر دل میں اس سے ایک وحشت سی ہوئی، گویا کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ دس دن تک

بھوکا رہا اور آخر میں ملا تو یہ سڑا ہوا شلغم، میں نے اس کو پھینک دیا اور پھر مسجد حرام میں آ کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ کر بیٹھا اور ایک جزدان میرے سامنے رکھا اور کہا اس میں ایک تھیلی ہے جس میں پانسو دینار (اشرفیاں) ہیں، یہ آپ کی نذر ہیں، میں نے اس سے پوچھا کہ میری کیا خصوصیت ہے جس کی وجہ سے یہ مجھے دے رہے ہو، اس نے کہا کہ ہم لوگ دس دن سے سمندر میں چکر کھا رہے تھے، ہماری کشتی ڈوبنے لگی تھی تو ہم میں سے ہر شخص نے الگ الگ کوئی منت مانی تھی، میں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر میں زندہ سلامت پہنچ جاؤں تو یہ تھیلی اس شخص کو دوں گا جس پر مکہ کے رہنے والوں میں سب سے پہلے میری نگاہ پڑے۔ یہاں پہنچ کر سب سے پہلے آپ پر نظر پڑی، میں نے کہا اس کو کھولو، اس نے کھولا تو سفید معرجی اور کعک (ایک خاص قسم کی روٹی ہوتی ہے) اور چھلے ہوئے بادام اور شکر پارے تھے میں ہر ایک میں سے ایک ایک مٹھی بھر لی، اور میں نے کہا یہ باقی لے جاؤ۔ میری طرف سے اپنے بچوں کو تقسیم کر دینا۔ تمہاری نذر میں نے قبول کر لی پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ تیرا رزق دس دن سے تیرے پاس کھنچا ہوا آ رہا ہے اور تو اس کو یوں ڈھونڈھتا ہے۔

۶۔ حج سے نیکیوں میں اضافہ

گناہوں کی بخشش کے ساتھ ہی حج سے حاجی کی نیکیوں میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حج سے قدم قدم پر نیکی کی توفیق ملتی ہے اور آئندہ زندگی میں انسان کو نیکی پر عمل پیرا رہنے کی بھی توفیق میسر آتی ہے بشرطیکہ حاجی بقیہ زندگی میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ واپس آئے اُس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی کہا گیا حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے فرمایا ہر نیکی لاکھ نیکی ہے تو اس حساب سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہوئیں چونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہوتا ہے کہ میرے بندے دُور دُور سے پراگندہ سر میری رحمت کے امیدوار ہو کر حاضر ہوئے اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کی گنتی بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ برابر ہوں۔

تو میں بھی بخش دوں گا۔ میرے بندو واپس جاؤ تمہاری مغفرت ہو گئی اور اس کی جس کی تم شفاعت کرو اور جمروں پر رمی کرنے میں ہر کنکری پر ایک ایسا کبیرہ گناہ مٹا دیا جاتا ہے جس کی سزا ہلاک کرنے والی ہوتی ہے اور قربانی کرنا تیرے رب کے حضور تیرے لیے ذخیرہ ہے اور سر منڈانے میں ہر بال کے بدلے میں ثواب لکھا جائے گا اور ایک گناہ مٹایا جائے گا اس کے بعد خانہ کعبہ کے طواف کا یہ اجر ہے کہ تو طواف کر رہا ہے اور تیرے ذمے کچھ گناہ نہیں ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ زمانہ آئندہ میں عمل کر اور زمانہ گذشتہ میں جو کچھ تھا معاف کر دیا گیا[1]۔

اس روایت میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ حج کے بعد آئندہ زندگی میں نیک عمل پر گامزن رہنا چاہیے۔

۷۔ حصولِ رحمت کا ذریعہ

اے زاہد تجھے حج کی فضیلت کے بارے میں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حج اللہ کی رحمت کا بہترین ذریعہ ہے جب حج کرنے والے حج کے دنوں میں عرفات کے میدان میں جا کر قیام کرتے ہیں تو اس دن ان پر اللہ کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے جس سے انسانوں کے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كُرَيْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا رُئِيَ الشَّيْطَانُ يَوْمًا هُوَ فِيْهِ اَصْغَرُ وَلَا اَدْحَرُ وَلَا اَحْقَرُ وَلَا اَغْيَظُ مِنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِمَا يَرٰى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِلَّا مَا رُئِيَ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غزوۂ بدر کے دن کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو، بہت راندہ پھر رہا ہو بہت حقیر ہو رہا ہو بہت زیادہ غصہ میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن میں اللہ کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا بندوں کے

---

[1] بیہقی۔

يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (رواہ مالک مرسلاً (مشکوٰۃ)   بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔

شیطان کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کو بھولا رہے کہیں تائب ہو کر اللہ کی رحمت کا حقدار نہ بن جائے اس لیے وہ حج کے دنوں میں بہت زور مارتا ہے اور لوگوں کو بہانے بہانے غافل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور توبہ کی طرف کرنے سے روکتا ہے۔ مگر اس روز حج کے موقع پر میدان عرفات میں اللہ ایسی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے کہ ہر انسان اللہ سے اپنے کیے کی معافی مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ اس پر شیطان بہت چیختا ہے کہ انسانوں کے گناہ کیوں معاف ہو گئے لہٰذا اس دن اس کو بہت غصہ آتا ہے کہ میری انسان گمراہ کرنے کی میری کوششیں ناکام گئیں۔ وہ اللہ کے بندوں کو راہ ہدایت سے ہٹانے کی جو محنت اس نے کی آج وہ اللہ کی رحمت خاص سے صاف ہو گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک اللہ کا بندہ حج کرنے گیا اس پر اللہ کا بڑا کرم تھا اس نے چشم باطن سے لوگوں کے گناہوں کو معاف ہوتے دیکھا لہٰذا جن لوگوں نے بخشش چاہی اللہ نے انہیں معاف کر دیا آخر جب وہ اللہ کا بندہ شام مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں اس نے ایک مقام پر شیطان روتے اور پیٹتے ہوئے دیکھا وہ بڑا رنجیدہ اور غمزدہ تھا آخر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

۸۔ گناہوں کی معافی کے متعلق فرمانِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

حج کے ذریعے انسان کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

۵ عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكَى طَوِيلًا وَقَالَ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْسُطْ يَمِينَكَ

ابن شماسہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس حاضر ہوئے ان کا آخری وقت تھا انتقال ہو رہا تھا حضرت عمروؓ اس وقت بہت دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد اپنے اسلام لانے کا قصہ سنایا اور فرمانے لگے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کر دیا

لِاُبَايِعكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِيْ فَقَالَ مَالَكَ يَاعَمْرُو قَالَ اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قَالَ اَنْ يُغْفَرَلِيْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ يَاعَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهٗ

تو میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضر ہو کر عرض کیا کہ بیعت کے لیے ہاتھ دے دیجیے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں پہلے ایک شرط کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا عمرو تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو کفر کی حالت میں کیے گئے ہوں اور ہجرت ان سب لغزشوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کی ہوں اور حج ان سب قصوروں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کیے ہوں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو عرفات کے میدان میں امت کی مغفرت کی دعاء مانگی، اور بہت الحاح وزاری سے دیر تک مانگتے رہے، رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہوا کہ میں نے تمہاری دعاء قبول کر لی اور جو گناہ بندوں نے میرے کیے ہیں وہ معاف کر دیئے البتہ جو ایک دوسرے پر ظلم کیے ہیں اُن کا بدلہ لیا جائے گا۔ حضورؐ نے پھر درخواست کی اور بار بار یہ درخواست کرتے رہے کہ یا اللہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ مظلوم کے ظلم کا بدلہ تو عطا فرما دے اور ظالم کے قصور کو معاف فرما دے۔ مزدلفہ کی صبح کو اللہ جل شانہٗ نے یہ دعاء بھی قبول فرمالی، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے ایسی حالت میں (الحاح وزاری کی) تبسم فرمایا کہ ایسے وقت تبسم کی عادت شریفہ نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جب اللہ جل شانہٗ نے میری یہ دعاء قبول فرمائی اور شیطان کو اس کا پتہ چلا تو آہ دواویلا سے چلانے لگا اور مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگا (ترغیب)

۹۔ افضل عمل

حج چونکہ دوسرے اعمال کی نسبت درجہ اور ثواب میں بہت زیادہ اجر کا حامل ہے اس لئے یہ ایک افضل عمل ہے۔ افضل سے مراد ایسا عمل ہے جس کی جزا دوسرے اعمال سے خصوصی اور زیادہ ہو حج سے ہمیں بے شمار اللہ کے خصوصی انعامات حاصل ہوتے ہیں جن کی بنا پر یہ افضل اعمال میں سے ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔

وَعَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لانا کہا گیا پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کہا گیا پھر کونسا فرمایا مقبول حج افضل ہے۔

فضیلت کے لحاظ سے بتایا گیا ہے کہ ایمان کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اس کے بعد جہاد ہے جہاد سے مراد اللہ کی راہ میں وہ جنگ ہے جس میں رضائے الٰہی اور اسلام کی تبلیغ پیش نظر ہو۔ اس کے بعد حج مبرور کا درجہ ہے۔

۱۰۔ حج کا درجہ جہاد کے برابر ہے

جہاد بڑا افضل فعل ہے کیوں کہ اس میں جان و مال حتیٰ کہ ہر قیمتی چیز راہ خدا میں قربان کرنی پڑتی ہے اس لئے اللہ کے ہاں یہ بڑا مقبول ہے۔ مگر کچھ نیک اعمال ایسے ہیں کہ ان کی جزا جہاد جیسی ہے ان اعمال میں سے ایک عمل حج ہے جس کی جزاء عورتوں کے لیے جہاد کی طرح ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت

الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ ۔ مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے۔
(صحیح بخاری)

حج میں کسی حد تک مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور خاص کر عورتوں کے لیے زیادہ محنت برداشت کرنی پڑتی ہے اس لیے ان کے حج کو جہاد کی طرح قرار دے دیا گیا ہے اس طرح جہاد کے برابر کر دینے کا مطلب حج کے لیے ترغیب بھی ہے تاکہ عورتیں بھی اس فرض عبادت کو خلوص نیت سے سرانجام دیں۔ یہی مضمون اور مفہوم روایات میں مختلف الفاظ کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور قول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب اعمال سے افضل ہے کیا ہم عورتیں جہاد نہ کیا کریں؟ حضورؐ نے فرمایا تمہارے لیے افضل جہاد حج مقبول ہے (ترغیب)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھے اور ضعیف لوگوں کا اور عورتوں کا جہاد حج ہے (ترغیب) ایک اور حدیث میں ہے کہ بچے اور بوڑھے اور ضعیف آدمیوں کا اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے (کنز)

۱۱۔ حج نہ کرنا غیر مسلموں کا سا فعل ہے

صاحب حیثیت ہوتے ہوئے حج نہ کرنا درست نہیں کیوں کہ حج فرض ہے اور فرض ترک کرنے والا گنہگار ہو جاتا ہے۔ اس لیے صاحب استطاعت ہو کر حج ادا نہ کرنا اللہ کو ناراض کرنے کے مترادف ہے لہٰذا حج نہ کرنے کا فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعاً پسند نہیں لہٰذا آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ	حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف

وَلَمْ یَحُجَّ فَلَا عَلَیْهِ اَنْ یَّمُوْتَ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا وَذٰلِکَ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔

جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مر جائے یا نصرانی ہو کر۔ اس کے بعد حضور نے اپنے اس ارشاد کی تائید میں یہ آیت پڑھی یعنی وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ"۔

اس حدیث سے حج سے اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ کتنی اہم عبادت ہے کہ اس کا چھوڑنے والا یہود اور نصاریٰ کے برابر شمار ہوتا ہے۔ چونکہ یہود اور نصاریٰ گمراہی کی راہ پر ہیں اس لیے بحیثیت مسلمان ہوتے ہوئے حج نہ کرنا ان جیسا فعل ہو جائے گا جس سے نجات نہ ہوگی۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے کہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَابِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَهُوْدِیًّا وَّاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا۔

حضرت ابی امامہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے لیے کوئی واقعی مجبوری حج سے مانع نہ ہو ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے۔ پھر وہ بغیر حج کے مر جائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی مرے"۔

ایک اور روایت میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمام شہروں میں اعلان کرا دوں کہ جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے کیونکہ یہ فعل مسلمانی والا نہیں۔

۱۲۔ مرتے وقت حج کا احساس ہونا

مرتے دم حج کا احساس ہونے کا کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ جب موت سر پر آجاتی ہے اور دنیا سے جانے کا پتہ چل جاتا ہے اس وقت نیک اعمال کرلے کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے اس لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يُبَلِّغُهُ حَجَّ بَيْتِ رَبِّهِ اَوْ تَجِبُ عَلَيْهِ فِيْهِ الزَّكٰوةُ فَلَمْ يَفْعَلْ سَاَلَ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو حج کر سکے اور حج نہ کرے یا اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے گا۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس حج کو جانے کا سامان ہو اور حج نہ کرے یا اس کے پاس مال ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں واپس کئے جانے کی درخواست کرے گا کسی شخص نے عرض کیا کہ دنیا میں واپسی کی تمنا کافر کریں گے۔ یعنی یہ آیت شریفہ مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا نہ کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں قرآن پاک کی دوسری آیتیں سناتا ہوں جس میں مسلمانوں ہی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سورۃ منافقین کے آخری آیتیں يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ آخر سورت تک پڑھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے "اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا کرے گا (کہ اس کے مال اولاد اس کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیں) یہی لوگ خسارہ والے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ مال دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے (اللہ کے کاموں میں) خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کے (سر پر) موت آجائے اور وہ (حسرت اور تمنا سے) کہنے لگے اے میرے رب مجھ کو تھوڑے دن کی اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔ اب یہ تمنا بیکار ہے اس لئے کہ) اللہ جل شانہٗ جب کسی کی عمر ختم ہو جائے تو ہرگز مہلت نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی آیت شریفہ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پڑھی اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا ذکر ہے جب اس کو موت آتی ہے، اور

اس کے پاس مال ہو جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا حج نہ کیا ہو اور اللہ کے حق ادا نہ کئے ہوں وہ موت کے وقت دنیا میں واپس آنے کی درخواست کرتا ہے لیکن اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا الآیۃ اللہ جل شانہٗ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتے جس کی عمر کی میعاد ختم ہو چکی ہو۔ (درمنثور)

باب نمبر ۳۱
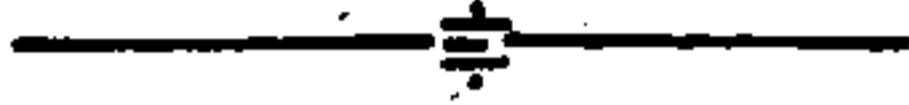
آدابِ حج

حج اور عمرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ثواب میں اضافے کا سبب ہے۔

آدابِ سفر حج کا سفر بڑا مقدس سفر ہے کیونکہ یہ دین اسلام کے اہم رکن کی ادائیگی کا ذریعہ ہے اس لیے یہ سفر خالص رضائے الٰہی کی نیت سے ہونا چاہیے ریا اور دکھاوا بالکل نہیں ہونا چاہیے حج کا ارادہ کرتے ہی پہلے توبہ کرنی چاہیے۔ پھر روانگی سے پہلے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے اگر وہ خدمت کے محتاج ہوں تو فی الحال ان کی خدمت کو مقدم رکھا جائے۔ جن حقوق العباد کی ادائیگی ممکن ہو انہیں فوراً ادا کیا جائے ورنہ حق دار سے معافی طلب کی جائے قرض اور امانتیں ادا کی جائیں۔ حقوق الٰہی یعنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا پختہ عہد کیا جائے حج کے تمام اخراجات حلال اور جائز مال سے لیے جائیں۔

اہل و عیال کے لیے حج سے واپسی تک کے جملہ اخراجات و ضروریات زندگی کا مکمل انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔ گھر سے روانگی سے قبل عزیز و اقارب، دوستوں اور ہمسایوں سے ملنا اور ان سے اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کرنی چاہیے اور ان سے اپنے لیے دعائے خیر اور خود بھی ان کے لیے سلامتی جان ایمان اور عافیت کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ اس موقع پر اپنی وسعت کے مطابق صدقہ خیرات کرنا بھی باعث برکت ہے اگر سفر حج میں دو یا دو سے زیادہ افراد شریک ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنانا مسنون ہے۔

افعالِ حج کی ادائیگی کے لئے، حج کے فرائض و واجبات، آداب و مستحبات سے کماحقہ واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ نیز حج کے مفسدات، محرمات اور مکروہات کو بھی ذہن نشین رکھا جائے تاکہ فریضہ حج کی ادائیگی صحیح طور پر ہو سکے، سفر حج کے لیے جمعرات جمعہ، ہفتہ اور سوموار کے دن بہت ہی مبارک ہیں۔ اگر وقت کردہ نہ ہو تو روانگی کے وقت گھر میں دو رکعت نفل پڑھے

جائیں اور گھر سے باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھی جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا اَحَدٌ۔

اللہ کے نام اور اللہ کی مدد سے، اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ نہیں طاقت نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی مگر اللہ کی توفیق سے۔ الٰہی! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس بات سے کہ ہم لغزش کریں یا ہمیں لغزش دی جائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے۔ یا جہالت کریں یا ہم پر جہالت کی جائے۔

گھر سے نکلتے وقت آیۃ الکرسی، اذا جاء نصر اللہ اور چاروں قل مع بسم اللہ شریف، پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ پڑھنا بھی باعث برکت ہے۔ پھر عموماً جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوں اس میں بھی دو رکعت نفل پڑھ کر رخصت ہوں بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، جب عزیزوں سے بوقت رخصت مصافحہ کریں تو یہ دعا پڑھیں۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاِيْمَانَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ۔

میں تمہارا دین وایمان اور تمہارے اعمال کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

سواری پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اللہ کے نام سے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے تابع کیا اور ہم اس کی توفیق کے بغیر اس کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے اور یقیناً ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

بحری سفر کا آغاز کرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بلاشبہ میرا رب بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

تمام راستہ ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے اور نمازیں پابندی سے ادا کرنی چاہیں۔

آداب احرام

احرام حج کا مخصوص لباس ہے۔ جو میقات یا محاذاتِ میقات پر پہنچ کر حج و عمرہ کے لیے باندھنا فرض ہے احرام باندھنے کے بعد چند حلال چیزیں محرم پر حرام ہو جاتی ہیں۔ نیز احرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی حرام ہو جاتی ہے اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں۔ احرام کی یہ پابندیاں حج و عمرہ کے بعد حلق یا قصر تک برقرار رہتی ہیں۔

احرام باندھنے سے قبل، حجامت بنوانا لبیں پست کروانا، ناخن کٹوانا، غیر ضروری بال صاف کرنا، خوب مل کر نہانا، اگر نہانا ممکن نہ ہو تو پھر وضو کرنا مستحب ہے عورتیں بھی غسل کریں اگرچہ حیض و نفاس میں ہوں۔ غسل و طہارت کے بعد مرد سلے ہوئے کپڑے، دستانے اور موزے جرابیں وغیرہ اتار دیں، اور احرام کی دو نئی یا دھلی ہوئی سفید چادریں استعمال میں لائیں۔ ایک کا تہبند باندھیں اور دوسری چادر کو اوپر اوڑھا جائے سر اور منہ کھلا رہے اور کندھوں کو چھپایا جائے احرام باندھتے وقت چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا خلافِ سنت ہے یہ اضطباع ہے جو صرف طواف کے وقت مسنون ہے۔ پہلے نہیں۔ احرام کے لیے کمبل اور مخصوص تولیوں کا استعمال بھی جائز ہے بشرطیکہ سلے ہوئے نہ ہوں۔

اس کے بعد اگر وقت مکروہ نہ ہو تو سر ڈھانک کر احرام کے دو رکعت نفل پڑھیں سر اس لیے ڈھانکنا ہے کہ ابھی احرام شروع نہیں ہوا۔ احرام کے نفلوں کی پہلی رکعت میں قل یایہا الکافرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ سر برہنہ کر کے، قبلہ رخ بیٹھ کر، حج کی مذکورہ تینوں قسموں میں سے جس طرح کا حج کرنا مقصود ہو اس کی دل میں نیت کریں اور پھر زبان سے بھی اس حج یا عمرہ کی نیت کے الفاظ ادا کریں۔ نیت کے فوراً بعد تلبیہ پڑھیں۔ نیت کے بعد تلبیہ پڑھتے ہی احرام شروع ہو جائے گا محض نیت سے احرام شروع نہیں ہوتا تلبیہ یہ ہے۔

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ط	میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، تیری پکار پر تیرے حضور حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں بے شک تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ کہنا فرض ہے، اور ایک بار سے زیادہ کہنا سنت ہے احرام باندھنے کے بعد سے دسویں تاریخ کو پہلے جمرے کی رمی تک برابر تلبیہ کا ورد رکھے، ہر نشیب میں اترتے وقت، ہر بلندی پر چڑھتے وقت ہر قافلے سے ملتے وقت، ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور ہر صبح و شام تلبیہ پڑھتا رہے۔

تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے خدا کی طرف سے مجھے یہ فرمان پہنچایا کہ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دے دوں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں۔"

جب بھی تلبیہ کہیں تو تین بار کہیں، تین بار تلبیہ کہنا مستحب ہے۔ تلبیہ کے وقت گفتگو کرنا مکروہ ہے البتہ سلام کا جواب دینا جائز ہے۔

تلبیہ کی بہت فضیلت ہے اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ وہ ساری چیزیں لبیک پکار اٹھتی ہیں جو اس کے آس پاس موجود ہیں خواہ پتھر، درخت، اور مٹی کے ڈھیلے ہی ہوں یہاں تک کہ یہ زمین ادھر سے بھی ختم ہو جاتی ہے اور ادھر سے بھی یعنی یہ سلسلہ پوری زمین پر بھی پھیل جاتا ہے (جامع ترمذی)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو محرم بھی پورے دن لبیک پکارتا ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے تو اس کے سارے گناہ فنا ہو جاتے ہیں اور وہ ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کی ماں نے اُسے جنم دیا تھا۔

تلبیہ کے بعد ایک بار درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگنا سنت ہے کیوں کہ۔

"حضرت عمارہ بن خزیمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (احرام باندھنے کے لیے) تلبیہ پڑھتے تو تلبیہ پڑھنے کے بعد اللہ سے اس کی رضا اور جنت کا سوال کرتے اور اس کی رحمت کے طفیل جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضْوَانَكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا اور جنت کا بھکاری ہوں اور تیرے دامن رحمت میں دوزخ کی آگ سے پناہ ڈھونڈتا ہوں۔"

عورتوں کا احرام مردوں سے مختلف ہے یعنی ان کا احرام سلے ہوئے کپڑے ہیں جو وہ روزمرہ میں استعمال کرتی ہیں عورتیں شلوار قمیض پہنیں دوپٹہ سے سر ڈھانپیں اور چہرہ کھلا رکھیں۔ حیض ونفاس کی حالت میں بھی احرام باندھنا جائز ہے۔ مگر وہ احرام کے لیے نفل نہیں پڑھ سکتیں۔ عورتیں احرام کی حالت میں جرابیں، دستانے اور زیور وغیرہ پہن سکتیں ہیں اس کے علاوہ احرام کے باقی تمام احکام اور احرام کی تمام پابندیاں ان پر بھی مردوں کی طرح لازم وفرض ہیں۔ مردوں کا احرام سر اور منہ دونوں کو کھلا رکھنے میں ہے اور عورتوں کا احرام سر چھپانے اور منہ کھلا رکھنے میں ہے۔

احرام کی حالت میں یہ باتیں حرام اور ممنوع ہیں مردوں کو سلا ہوا کپڑا پہننا۔ سر یا منہ کو کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ بدن یا کپڑوں میں خوشبو لگانا، کسی ایسے خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کا پہننا جس کی خوشبو باقی رہے۔ کوئی خوشبودار چیز کھانا جیسے زعفران، لونگ الائچی وغیرہ یا ایسی کوئی خوشبودار چیز اپنے ساتھ رکھنا، خوشبودار صابن استعمال کرنا، بالوں یا بدن وغیرہ پر تیل لگانا، وسمہ مہندی وغیرہ کا خضاب لگانا۔ جماع کرنا، عورت سے بوس وکنار کرنا، عورتوں سے جماع وشہوت (رفث) والی باتیں کرنا، فسق وگناہ والے کام کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، شکار کرنا یا شکاری کی مدد کرنا، اپنا یا دوسرے کا ناخن کاٹنا، بدن کے کسی حصہ کا بال کاٹنا یا اکھیڑنا، کسی کے بال کاٹنا یا مونڈنا۔ ٹڈی مارنا، اپنے جسم یا کپڑے کی جوں مارنا، جوئیں مارنے کی غرض سے اپنے سر یا داڑھی کو کسی دوائی یا خوشبودار صابن سے دھونا۔

احرام کی حالت میں یہ باتیں مکروہ ہیں

بدن کی میل اتارنا یا میل اتارنے کی غرض سے نہانا، اور جسم کو صابن وغیرہ سے دھونا، کنگھی کرنا، اس طرح سر کھجلانا کہ بال اکھڑنے یا جوں گرنے کا اندیشہ ہو، سلا ہوا کپڑا کرتا وغیرہ کندھوں پر ڈالنا خوشبو میں بسا ہوا کپڑا اوڑھنا، قصداً خوشبو، عطر وغیرہ یا کسی خوشبودار پھل پھول کا سونگھنا، ناک یا منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا سر یا منہ پر پٹی باندھنا، اسی طرح بلا عذر، جسم کے باقی حصہ پر پٹی باندھنا، تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھے لیٹنا وغیرہ مکروہ ہے۔

احرام کی مذکورہ پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے سے دم واجب ہو جاتا ہے فریضہ حج تو ادا ہو جائے گا لیکن ثواب کے اعتبار سے حج ناقص ہو جائے گا۔

بیت اللہ میں داخل ہونے کے آداب

شہر مکہ میں داخل ہو کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے اپنی رحمت سے اسے اپنے شہر مکہ تک پہنچنے کی سعادت بخشی درود شریف پڑھیں پھر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا ، وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا۔ — الٰہی! مجھے اس شہر پاک میں قرار اور رزق حلال عطا کر۔

درود شریف اور تلبیہ زیادہ پڑھیں اور جنت المعلٰی کے قریب پہنچ کر وہاں کے مدفون حضرات کے لیے فاتحہ پڑھیں۔ پھر جب مقام مُدّعیٰ پر پہنچیں تو یہاں ٹھہر کر اپنے عزیزوں، دوستوں کے لیے مغفرت عافیت اور حصولِ جنت کی دعا مانگیں، اور درود شریف پڑھیں پھر تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر یہ دعا پڑھیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَکَ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یاالٰہی! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا کر ہمیں دوزخ کی آگ کے عذاب سے بچا۔ الٰہی! میں تجھ سے وہ خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان چیزوں کے شر سے جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

مکہ معظمہ پہنچ کر سب سے پہلے اپنے سامان کی حفاظت اور جائے قیام کا انتظام کیا جائے تاکہ پورے اطمینان و سکونِ قلب کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت و طواف کیا جا سکے۔ اس کے بعد سر جھکائے عجز و انکسار کے ساتھ تلبیہ پڑھتے دعائیں مانگتے، درود شریف پڑھتے ہوئے مسجد حرام کی طرف چلیں اور باب السلام سے مسجد حرام میں درود شریف پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے والی دعا پڑھتے ہوئے پہلے داہنا پاؤں رکھ کر داخل ہوں۔ بیت اللہ شریف پر جب پہلی نظر پڑے تو تین بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّزِدْ مَنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَهٗ تَكْرِيْمًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّبِرًّا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ، اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

یا الٰہی! تو اپنے اس گھر کی شرافت، عظمت اور بزرگی و رعب کو زیادہ کر، اور جس نے اس کا حج اور عمرہ کیا اس کی بزرگی عظمت، شرافت اور نیکیوں کو بھی زیادہ کر۔ یا الٰہی! تیرا نام سلام ہے اور تیری بارگاہ سے ہی سلامتی ملتی ہے۔ ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ، میں کفر و محتاجی، سینہ کی تنگی اور عذابِ قبر سے ربِّ کعبہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

بیت اللہ شریف کو پہلی نظر دیکھتے ہی جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے اس لیے اب درود شریف پڑھ کر اپنا مستجاب الدعوات ہونا اور بلا حساب جنت کی دعا مانگو۔

دین و دنیا کی بھلائی پر مشتمل جو دعا بھی قرآن و حدیث سے یاد ہو وہی پڑھی جائے یا اس کا مفہوم اپنی زبان سے ادا کیا جائے بشرط توجہ الی اللہ خشوع و خضوع اور رقت قلبی ہے یہ مقصد جس دعا سے بھی حاصل ہو وہی دعا پڑھنا بہتر و افضل ہے۔

بیت اللہ شریف کی مسجد حرام میں حاضر ہونے کے وقت نفل تحیۃ المسجد نہیں پڑھے جاتے کیونکہ یہاں حج و عمرہ اور طواف کی نیت سے آنے والوں کا تحیۃ المسجد، طواف ہے۔ اس لیے اگر حاضری کے وقت وہاں خطبہ پڑھا جا رہا ہو یا جماعت ہو رہی ہو تو امام کے ساتھ شریک ہو جائیں ورنہ سب سے پہلے طواف کا عمل ضروری ہے۔

طواف

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ اور ہر چکر کو شوط کہتے ہیں۔ اس طرح سات اشواط کا ایک طواف ہوا۔ یعنی بیت اللہ کے ارد گرد چاروں طرف سات چکر لگانے میں ایک طواف بنتا ہے۔ یہ طواف بیت اللہ کے باہر ہو گا۔ اندر نہیں۔ خیال رہے کہ طواف کے دوران حطیم کے باہر سے گذرنا چاہیے۔ کیونکہ حطیم بیت اللہ شریف کے اندر کا حصہ ہے۔ لہٰذا طواف میں حطیم کے اندر سے ہو کر نہ گذرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے اس گھر کے ساتھ پھیرے لیئے۔ اور اس کے پورے بلاور سے حقوق ادا کیئے۔ تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بیت اللہ شریف کا سات پھیروں کا طواف کیا اور اس میں سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کے سوا کوئی کلام نہ کیا تو اس کے دس گناہ مٹائے جائیں گے۔ اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے دس درجے بلند ہوں گے اور جس نے طواف میں کلام کیا تو وہ شخص خدا کی رحمت میں اپنے پاؤں سے اس طرح گھس گیا جیسا کہ کوئی پانی میں اپنے پاؤں سے گھس جاتا ہے۔ (یعنی پاؤں تک پانی سا مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی پورے سات پھیرے طواف کے بینہ برتنے میں کرے گا۔ اس کے بیشتر گناہ بخشے جائیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے پچاس طواف کئے۔ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا گویا کہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (ترمذی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے مکہ تشریف لائے تو سب کاموں سے پہلے آپ نے وضو کرکے بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ نے حجر اسود کے پاس آکر اس کو بوسہ دیا پھر داہنے ہاتھ کو چلے اور طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل کیا۔ حضور کے دست مبارک میں چھڑی تھی طواف کے دوران میں اس چھڑی کو حجر اسود سے لگا کر بوسہ دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

بیت اللہ شریف کے گرد طواف نماز کی طرح ہے فرق یہ ہے کہ تم اس میں بات چیت کر سکتے ہو لہٰذا اچھی بات کے سوا کوئی دوسری بات ہرگز نہ کرو۔ حجر اسود جب جنت سے اترا دودھ سے زیادہ سفید تھا پھر بنو آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنتی یاقوت ہیں اللہ نے ان کے نور کو مٹا دیا ورنہ مشرق و مغرب تک ہر چیز کو روشن کر دیتے اللہ کی قسم، حجر اسود کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی آنکھیں ہوں گی

جس سے دیکھے گا زبان ہوگی جس سے بات کرے گا۔ جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہے۔
یہ اس کے حق میں شہادت دے گا۔ (رواہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

طواف کی قسمیں طواف کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ طواف زیارت یہ طواف حج کا اہم رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اسے طواف افاضہ اور طواف حج بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف ۱۰ ذی الحجہ کو کیا جاتا ہے۔ اگر اس روز موقع نہ ملے تو پھر گیارہ اور بارہ کو بھی کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ طواف قدوم اس کو طوافِ تحیۃ بھی کہتے ہیں۔ مکے میں داخلے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں، یہ صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہوں اور جن کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں، اس کو طواف اللقا اور طواف التحیہ بھی کہتے ہیں۔

۳۔ طواف عمرہ یہ عمرہ کا ایک رکن ہے۔ کیونکہ عمرہ احرام کے ساتھ طواف اور سعی کے مجموعہ کا نام ہے۔ تو دونوں احرام کے ساتھ ادا ہوں گے۔ اس طواف میں اضطباع اور رمل ہے اور اس کے بعد سعی بھی ہے۔

۴۔ طواف وداع بیت اللہ سے رخصت ہونے وقت جو آخری طواف کرتے ہیں۔ اس کو طوافِ وداع یا طوافِ صدر کہتے ہیں، یہ طواف بھی آفاقی پر واجب ہے، اس طواف کے بعد ملتزم سے چمٹ کر سینہ اور داہنا رخسار اس سے لگا کر اور داہنے ہاتھ سے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر انتہائی گریہ وزاری اور خشوع کے ساتھ دعا مانگنا چاہیے۔ یہ بیت اللہ سے رخصت کا وقت ہے، معلوم نہیں پھر کب یہ سعادت نصیب ہو۔ طواف وداع کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"کوئی شخص طوافِ رخصت کیے بغیر بیت اللہ سے واپس نہ ہو، مگر اس نے عورتوں کے لیے اجازت دی جو حالتِ حیض میں ہو۔"

۵۔ طواف نذر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ یہ کسی وقت کے ساتھ معین نہیں۔ جب کہ

اس کے لیے کوئی وقت متعین نہ کیا ہو اس میں رمل اضطباع کچھ نہیں۔ صرف بولا ہوا خالی طواف ادا کرنا ہے اور اگر متعین کیا ہو تو متعین وقت میں ادا کرنا لازم ہوگا۔

۶۔ نفل طواف جب تک کہ میں رہے طواف نفل بکثرت ادا کرتا رہے۔ طواف نفل کے لیے کوئی وقت خاص نہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے نزدیک نماز کے کراہت کے وقت بھی طواف نفل ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ آفاقی یعنی مسافر کے لیے نفل نماز سے نفل طواف افضل ہے۔

آدابِ طواف بیت اللہ شریف پہنچ کر سب سے پہلا کام طوافِ کعبہ ہے واضح رہے کہ طوافِ کعبہ نماز کی طرح ہے اور اس میں بھی لازمی شرط یہی ہے کہ جسم اور لباس پاک ہو اور ستر ملحوظ رکھا جائے نیز

یہ طواف، عمرہ اور حج تمتع والے کے لیے عمرہ کا طواف ہے جو واجب ہے لہٰذا یہ طواف شروع کرتے وقت تلبیہ بند کر دیں مفرد کے لیے یہ طواف قدوم ہے جو سنت ہے اور حج قِران والے کو پہلے عمرہ کرنا ہوگا اور پھر حج کا طواف قدوم کرنا ہوگا۔

طواف میں نیت فرض ہے، بلا نیت طواف صحیح نہیں ہوگا۔ طواف میں رمل، اضطباع اور حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام سنت ہے۔ رمل اور اضطباع مردوں کے لیے ہے اور رمل صرف اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہو۔ ہر پھیرا حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر ہی ختم ہوتا ہے۔ حجر اسود کا استلام طواف کے شروع اور اختتام پر سنت مؤکدہ ہے۔ درمیان میں ہر پھیرے کے شروع میں مستحب ہے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھنا واجب ہے۔

طواف کے دوران مسنون دعاؤں کے پڑھنے، تسبیح و تہلیل اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے اگر کوئی دعا یاد نہ ہو تو درود شریف ہی پڑھتے رہنا چاہیے۔ کہ یہ ہر اعتبار سے کامل دعا ہے۔ طواف کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے دوبارہ طواف وہیں سے شروع کریں جہاں چھوڑا تھا یہی حکم نماز کا ہے کہ نماز پڑھ کر طواف جہاں چھوڑا تھا اسی جگہ سے دوبارہ شروع کر دیں۔ طواف کے دوران دنیاوی گفتگو، بدنظری، دوسروں کو ایذا رسانی سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ ورنہ

طواف کا ثواب جاتا رہے گا اور سخت گناہ بھی ہوگا۔ یہاں اگر ایک نیکی کا ثواب لاکھ نیکی کے برابر ہے تو ایک گناہ کا وبال بھی سخت تر ہے۔ عورتوں کو مردوں سے مزاحمت کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دینا رکن یمانی کو چھونا اور کعبہ کے قریب ہونا ہرگز جائز نہیں۔

طواف کرنے کا سنت طریقہ

طواف کے شروع میں اضطباع کریں۔ اضطباع کی صورت یہ ہے کہ اپنی چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں پلے بائیں مونڈھے پر اس طرح ڈال لو کہ ایک کنارہ پشت پر ہو اور ایک چھاتی پر۔ غرضیکہ داہنا شانہ کھلا رہے۔ اب اگر یہ عمرہ کا طواف ہے تو شروع طواف سے لبیک کہنا موقوف کر دو۔

اگر حج تمتع کا احرام ہے تو بھی یہ عمرہ کا طواف ہے۔ اس لیے اس میں بھی لبیک کہنا موقوف کر دو۔ اور اگر حج قران کا احرام ہے تو بھی یہ طواف عمرہ ہی کا ہے۔ لیکن اس میں لبیک کہنا موقوف نہ کرو۔ چونکہ اس میں احرام نہیں کھلے گا۔ آٹھ تاریخ ذی الحجہ کو اسی احرام سے حج کو جانا ہوگا۔ اور اس کی لبیک رمی جمرۃ العقبہ کے شروع میں ختم ہوگی اسی طرح اگر حج افراد ہے تو یہ طواف قدوم ہے اس میں بھی شروع طواف سے لبیک کہنا موقوف نہ ہوگا۔

دوم جب اضطباع کر لو تو اب حجر اسود کے سامنے سے ذرا ہٹ کر رکن یمانی کی طرف اس طرح رو بہ کعبہ کھڑے ہو جائیں کہ تمام حجر اسود دائیں جانب ہو یہاں کھڑے ہو کر طواف کی نیت یوں کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔	اے اللہ میں آپ کے محترم گھر کے طواف کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس کو میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے اس کو قبول فرما۔

اب اسی طرح قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے اپنی دائیں جانب حجر اسود کی طرف چلو یہاں تک کہ حجر اسود بالکل سامنے اور مقابل میں ہو جائے۔ تو اب یہاں کھڑے ہو کر کانوں تک اس طرح ہاتھ اٹھاؤ کہ حجر اسود کی طرف ہتھیلیوں کا رخ رہے۔ بعض جاہل لوگ نیت کے وقت ابھی حجر اسود کے مقابل نہیں ہوتے کہ رفع یدین پہلے ہی سے کر لیتے ہیں۔ ایسا نہ کرو یہ مکروہ ہے مسنون یہ

ہے کہ حجر اسود کے سامنے آجاؤ تو کانوں تک ہاتھ اٹھا کر یہ پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔	میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ اللہ بہت بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حضور رسول اکرم پر درود سلام ہو۔

یہ کہہ کر ہاتھ چھوڑ دو۔ اب حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے متوجہ ہو۔ جس کا علی وجہ الکمال طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر رکھ کر ان کے بیچ میں منہ رکھ کے یوں بوسہ دو کہ آواز پیدا نہ ہو۔ تین بار ایسا ہی کرو۔ تمہارے لب اس مقام سے مس ہو رہے ہیں۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک مس ہوئے۔

اگر ازدحام کی وجہ سے اس کو بوسہ نہ دے سکو۔ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو حجر اسود سے مس کر کے ان کو بوسہ دے لو۔ اور منہ پر ہاتھ پھیر لو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ایک ہی ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر اسے بوسہ دے لو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھ میں جو چیز ہو۔ اس کو حجر اسود سے لگا کر اس کو چوم لو۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ہتھیلیوں سے اس طرح اشارہ کرو کہ گویا ہتھیلیاں حجر اسود پر رکھ رہے ہو اور اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو چوم لو۔ ان سب چومنے کے طریقوں کو استلام کہتے ہیں۔ استلام سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے ہو کعبہ کے دروازے کی طرف بڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	اے اللہ میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور تیری کتاب کی تصدیق کرتا ہوں اور تیرے عہد کو پورا کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں لبوں کو حجر اسود پر رکھ کر دیر تک روتے رہے۔ پھر التفات فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی رو رہے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ یہ رونے اور آنسو بہانے کی جگہ ہے۔

لہٰذا اس سنت پر عمل کرنے کے لیے کوشش کرو کہ اس مقام پر بوسہ دیتے وقت تمہاری آنکھوں سے بھی آنسو نکلیں۔ اور یہ بھی خیال رکھو کہ لوگوں کو دھکیل کر بوسہ نہ دو۔ ازدحام ہو تو

اشارہ پر ہی قناعت کرلو۔ کیونکہ بوسہ دینا سنت ہے۔ اور ترکِ ایذا واجب ہے۔

یہاں رو رو کر دعا کرو۔ کہ اب تک عمر میں ہماری حرکات سے مخلوق کو جو تکلیف اور ایذائیں پہنچی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے۔ اپنے اور کعبہ شریف کی دیوار کے درمیان تین قدم کی مقدار چھوڑ کر طواف کرو۔ تین قدم کی مقدار احتیاطاً اس لیے رکھی گئی ہے تاکہ شاذوران یعنی پشتہ کعبہ طواف کرتے وقت تم سے اتنی دور رہے کہ تمہارا کپڑا بھی اس سے نہ لگے۔ اور خانہ کعبہ کا قرب بھی حاصل رہے۔

طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل کرو۔ رمل کے معنی یہ ہیں کہ چلنے میں جلدی کرو۔ کہ چلنے میں جلد جلد چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے بہادر لوگوں کی طرح شانہ ہلاتے ہوئے چلو۔ رمل کی چال دوڑ سے کم ہوتی ہے۔ اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ساتھ قضائے عمرہ کے لیے مکہ میں داخل ہوئے تو طواف آہستہ آہستہ کیا۔ حطیم کے قریب مشرک بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ یثرب کے بخار نے ان کو کمزور کر دیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل اور اضطباع کا حکم دیا۔ اگرچہ اب یہ بات نہیں۔ مگر اتباع سنت ہے۔ اور اس سے تذکیرِ نعمت اور عبادت کی مستعدی کا اظہار ہوتا ہے۔ ہجوم کی وجہ سے اگر رمل نہ ہو سکے تو رمل ترک کر دو۔ مگر رکو نہیں۔ چلتے رہو۔ جب موقع ملے۔ پھر رمل شروع کر دو جب طواف کرتے ہوئے ملتزم کے سامنے آؤ تو یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ وَالْاَمْنُ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ بِخَيْرٍ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ	الٰہی! یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور تیرا ہی امن، امن ہے، یہ مقام تیری پناہ لینے والے کا ہے دوزخ کی آگ سے، مجھے دوزخ سے پناہ دے۔ الٰہی! جو تو نے مجھے دیا ہے اس پر مجھے قانع کر دے اور مجھے اس میں برکت دے اور ہر غائب پر خیر کے ساتھ کارسازی فرما۔ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں

شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ — اسی کی حکومت ہے تعریف بھی اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

رکن عراقی پر پہنچ کر یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَمَسَاوِي الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ۔

الٰہی میں شک، شرک، باہمی مخالفت، جھگڑوں اخلاقی برائیوں، اور مال اور اولاد میں برے انقلاب سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور جب میزاب رحمت کے مقابل آئیں تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَزُوْلُ وَيَقِيْنًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَاسْقِنِيْ بِكَاْسِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً لَا اَظْمَاءُ بَعْدَهَا اَبَدًا۔

الٰہی۔ ایسا قوی ایمان مانگتا ہوں جو زائل نہ ہو۔ اور ایسا یقین طلب کرتا ہوں جو ختم نہ ہو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ الٰہی آپ کے سایہ دار عرش کے نیچے اپنے لیے کوئی سایہ دار جگہ مانگتا ہوں۔ اس دن کہ آپ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اور جام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا پلا کہ جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے۔

جب رکن شامی پر آئیں تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرُ۔

الٰہی اس حج کو حج مبرور سعی کو مشکور اور گناہوں کو مغفور فرما اور تجارت میں نقصان اور گھاٹا نہ ڈال۔ اے عزیز اے بخشنے والے۔

جب رکن یمانی کے سامنے آئیں تو اس کو دونوں ہاتھوں، یا صرف داہنے ہاتھ سے تبرکاً چھوئیں، اگر ایسا نہ ہوسکے تو ہاتھ یا چھڑی وغیرہ سے اشارہ کرکے اسے چوم لیں اور یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

الٰہی! میں تجھ سے گناہوں کی مغفرت، اور دین، دنیا اور آخرت میں عافیت و سلامتی مانگتا ہوں۔

پھر جب مستجاب کے سامنے آئیں جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہتے ہیں لہٰذا مستجاب پر یہ دعا، جامع مانگنا سنت ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اس کے بعد حجر اسود کے سامنے پہنچنے پر طواف کا ایک شوط پھیرا مکمل ہو جائے گا۔ اب حسب دستور حجر اسود کا استلام کر کے طواف کے باقی (اشواط) پھیرے پورے کیے جائیں اس طرح سات پھیروں پر ایک طواف پورا ہو جائے گا۔ ساتویں پھیرے کے بعد طواف کے اختتام پر حجر اسود کو پھر بوسہ دو۔ یا پھر وہی طریقہ ہاتھ میں لکڑی سے مس کر کے چومو۔ تاکہ طواف کا افتتاح اور اختتام دونوں استلام پر ہوں۔ طواف کے درمیان جب حجر اسود کے آگے سے گذرو تو بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھ کر استلام جس طرح کا بھی ممکن ہو کرو کیونکہ طواف میں ہر شوط نماز میں رکعت کی مثل ہے۔ ہر رکعت تکبیر سے شروع ہوتی ہے اسی طرح ہر شوط بھی تکبیر و تہلیل سے شروع ہوگا۔

مقام ابراہیم پر نفل پڑھنا

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر حاضر ہو کر وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى پڑھ کر دو رکعت نماز طواف واجب قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ سے پڑھو۔ بشرطیکہ وقت کراہت نہ ہو۔ یعنی طلوع شمس سے بلندی آفتاب تک یا دوپہر یا نماز عصر کے بعد سے غروب تک۔ ان اوقات میں نماز طواف ادا نہ کرو۔ ان اوقات میں نماز طواف مکروہ ہے۔ مگر خود طواف کسی وقت بھی مکروہ نہیں۔

اوّل یہ کہ چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر اضطباعی حالت کو دور کر لو یعنی داہنا شانہ کھلا نہ رہے۔ بلکہ شانوں کو ڈھک کر نماز پڑھو۔ ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ اضطباعی حالت صرف

طواف کے اندر ہے طواف کے بعد یہ حالت نہیں رہنی چاہیئے۔

دوسرے اس نماز کی ادائیگی کے وقت اس طرح کھڑے ہو کہ تمہارے اور کعبہ شریف کے درمیان مقام ابراہیم رہے۔

اس نماز کے پڑھنے کی بہترین جگہ تو خلف مقام یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے ہے۔ ہجوم ہونے کے سبب یہاں جگہ نہ ملے تو کعبہ کے اندر ورنہ حطیم میں تحت میزاب یا پھر حطیم میں جہاں جگہ ملے یا پھر بیت اللہ کے قرب میں یا پھر بقیہ مسجد حرام میں یا پھر تمام مکہ میں یا پھر ارض حرم میں ادا کرو۔ لیکن حرم کی سرزمین سے باہر ادا کرنا مکروہ ہے۔ خلف سے مراد عرف و عادت میں جس کو خلف یعنی پیچھا کہا جائے سوہ مراد ہے۔ لہٰذا دور مسجد کے کنارے پر کھڑے ہونے والے کو افضیلت خلف یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہونے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف پڑھنا واجب ہے۔ خواہ وہ طواف نفل ہو یا واجب ان رکعتوں کو طواف کے متصل ہی پڑھنا چاہیئے۔ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے۔ یعنی کئی طواف کر کے سب طوافوں کی نمازیں اکٹھی جمع کر کے پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہے تو طواف پر طواف کرو۔ وقت مکروہ نکل جانے کے بعد ہر طواف کا دوگانہ الگ الگ ادا کر لو۔

حاضری ملتزم اب نماز سے فارغ ہو کر ملتزم پہ آؤ۔ یہ حجر اسود اور دروازۂ کعبہ کے درمیان کعبہ شریف کی شرقی دیوار کا حصہ ہے۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔ یہاں دیوار کعبہ سے چمٹ جاؤ۔ اور اپنا پیٹ دیوار سے لگا دو۔ اور داہنا رخسار دیوار پر رکھو۔ اور کبھی بایاں رخسار دیوار پر لگا۔ اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیوں کو طول میں سر سے اونچا کر کے دیوار سے لگا کر پھیلا دو۔ اور بایاں ہاتھ حجر اسود کی طرف چسپاں کر دو۔ یہ ہاتھ عرض میں یا طول میں اس طرح رکھو۔ کہ دیوار کعبہ سے چسپاں ہوں۔

یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَیَّ۔	اے قادر۔ اے عزت والے۔ اپنی بخشی ہوئی نعمت کو مجھ سے زائل نہ کیجیے۔

یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے۔

اِلٰهِیْ وَقَفْتُ بِبَابِكَ وَ الْتَزَمْتُ	الٰہی آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور چوکھٹ

بِاَعْتَابِكَ اَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَاَخْشٰى عِتَابَكَ۔ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِيْ وَجَسَدِيْ عَلَى النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنْ مَسْئَلَةِ غَيْرِكَ اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا مِنَ النَّارِ يَا كَرِيْمُ يَا غَفَّارُ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ ۔

سے لپٹا ہوا ہوں۔ آپ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ الٰہی میرے بال اور میرے جسم کو آگ پر حرام کر دیجئے۔ الٰہی جس طرح آپ نے میرے چہرہ کو غیر کے سجدہ کرنے سے بچایا۔ غیر کے سوال کی ذلت سے بھی مجھ کو بچا۔ اے بیت عتیق کے رب ہماری اور ہمارے آباء و اجداد اور امہات کی گردنوں کو دوزخ سے آزاد فرما۔ اے کریم اے مغفرت فرمانے والے۔ اے غالب۔ اے ٹوٹے ہوئے اور بگڑے ہوئے کاموں کو بنانے والے ہمارے بگڑے ہوئے کاموں کو بنا۔

اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى ۔

اے اللہ! اے دلوں کے بدلنے والے مجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اے اللہ میں آپ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرتی ہیں اور پختہ ارادہ ان کاموں کے کرنے کا عطا فرما جو تیری مغفرت کے باعث ہوں اور گناہوں سے سلامتی اور محفوظ رہنا مانگتا ہوں اور جنت میں پہنچنے کی کامیابی اور عذاب دوزخ سے رہائی اور نجات مانگتا ہوں۔ الٰہی میں آپ سے ہدایت تقویٰ پاکدامنی اور غنیٰ مانگتا ہوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اے رب ہمارے، ہم سے عبادت کو قبول فرما۔ آپ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ اور ہماری توبہ کو قبول فرما۔ بیشک آپ توبہ کو قبول کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

غرضیکہ اس مقام پر تضرع اور زاری کے ساتھ دعائیں مانگو۔ دعا کے اوّل وآخر حمد و ثنا کے بعد درود شریف پڑھو۔ اپنے مطالبِ خاص کی دعا مانگو اور گناہوں کی مغفرت کی درخواست کرو بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خادموں سے کہتے تھے۔ کہ علیحدہ ہو جاؤ۔ تاکہ میں اپنے پروردگار کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کروں۔

آبِ زمزم پینا طوافِ کعبہ، نمازِ طواف، اور ملتزم پر حاضری سے فارغ ہو کر زمزم شریف پر جانا مستحب ہے اور خوب پیٹ بھر کر زمزم کا پانی پینا چاہیے۔ زمزم کا پانی قبلہ رخ کھڑے بسم اللہ پڑھ کر تین سانسوں میں پینا سنّت ہے۔ جب بھی آبِ زمزم پینا ہو پیٹ بھر کر اس طرح پئیں اور آخر میں الحمد للہ پڑھیں۔ باقی بچا ہوا پانی چہرے اور بدن پر مل لیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے وہی مقصد پورا ہوگا۔ آبِ زمزم پیتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ۔	الٰہی! میں تجھ سے نفع بخش علم، کشادہ رزق، مقبول عمل، اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

محرّماتِ طواف طواف میں یہ باتیں حرام ہیں سبے وضو طواف کرنا، جنابت یا حیض و نفاس میں طواف کرنا، بلا ستر، یا برہنہ طواف کرنا، بلا عذر سواری پر، یا گھٹنوں کے بل طواف کرنا، خانہ کعبہ کو دائیں ہاتھ رکھ کر الٹا طواف کرنا، حطیم کے اندر سے طواف کرنا، سات پھیروں سے کم طواف کرنا۔

مکروہاتِ طواف طواف میں باتیں مکروہ ہیں، ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا، فضول باتیں کرنا، خرید و فروخت کرنا، دعائیں بہت بلند آواز کیساتھ پڑھنا، فضول اشعار پڑھنا، جس طواف میں رمل و اضطباع ہو تو ان کا ترک کرنا، حجرِ اسود کا استلام نہ کرنا، بلا وجہ طواف کے کچھ پھیروں کے بعد وقفہ کرنا، خطبہ یا فرض جماعت کے وقت طواف کرنا، ایک طواف کی نماز پڑھے بغیر، دوسرا طواف شروع کر دینا، ہاں اگر وقت مکروہ ہو تو دونوں طوافوں کی نماز بعد میں صحیح وقت میں الگ الگ پڑھنا واجب ہے۔ اثنائے طواف میں کوئی چیز کھانا

پیشاب یا پاخانہ یا ہوا کی حاجت میں طواف کرنا۔
طواف کے دوران سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، کوئی مسئلہ پوچھنا، یا کسی کو مسئلہ بتانا، حمد و ثنا، اور نعت والے اشعار پڑھنا جائز ہے۔

آداب سعی صفا و مروہ

صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔ سات پھیروں کی ایک سعی ہوتی ہے اور ہر پھیرے کو شوط کہتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس ایک مشکیزہ پانی رکھ کر چلے گئے اور جب وہ ختم ہوگیا تو حضرت ہاجرہ اپنی اور حضرت اسماعیل کی پیاس سے بے تاب ہو کر پانی کی تلاش میں یہاں دوڑیں اس سنسان جنگل میں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ تو خود اضطراب میں اپنے رب کی رحمت کی تلاش میں نکلیں۔ خدائے رب العالمین نے اپنی ربوبیت کا جلوہ دکھلایا اور غیبی چشمہ آب زم زم نمودار ہوا۔ حضرت ہاجرہ کی طلب رحمت کی سعی بارآور ہوئی۔ آج تک آپ کے اتباع میں یہاں سعی قائم ہے۔ اور یہ سعی واجبات حج اور عمرہ سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے حجر اسود کی طرف متوجہ ہو کر اسے بوسہ دیا پھر طواف کیا پھر نماز طواف پڑھنے کے بعد صفا کے پاس آئے اور اس پر اتنا اوپر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر ہاتھ اٹھا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے جب تک اللہ نے چاہا آپ نے دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے صفا مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔ (ابوداؤد، مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے آیا اور وہاں حاضر ہو کر طواف کیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا کترایا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگا جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک تھا۔ بیہقی۔

سعی کے لیے صفا کی پہاڑی پر آجائیں اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے یہ پڑھیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، اللہ بہت بڑا ہے نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق سوائے اس یکتا اور تنہا معبود کے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ تمام ملک اسی کا ہے۔ وہی حمد کے لائق ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس ایک ذات کے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اور تنہا اس نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔

اس دعا کو تین مرتبہ پڑھو۔ اور درمیان میں دعائیں مانگتے جاؤ۔ احزاب یعنی گروہ شیاطین پر غلبہ اور اس کی شکست کی دعا کرو۔

اور یہ بھی پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّنِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ ؕ

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا مانگو۔ میں مانگو میں قبول کروں گا۔ بلاشبہ تو اپنا وعدہ پورا فرماتا ہے اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جیسے تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اسی طرح اس کو باقی رکھنا اس سے مجھے محروم نہ کرنا حتی کہ اسلام پر ہی مجھے موت آئے۔

دعائیں پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں پھر دل میں سعی کی نیت کریں اور زبان سے بھی نیت کے یہ الفاظ یوں ادا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

الٰہی! میں صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہتا ہوں اس کو میرے لیے آسان کر دینا اور اس کو میری طرف سے قبول فرما۔

اس کے بعد صفا سے مروہ کی طرف چلیں۔ جب میلین اخضرین سبز رنگ کے دو ستونوں کے قریب پہنچیں تو ذرا درمیانی رفتار سے دوڑنا شروع کر دیں لیکن خیال رکھیں کہ دوسروں کو تکلیف ہرگز نہ پہنچے، اور دوسرے سبز ستونوں تک اسی طرح دوڑتے چلیں، میلین اخضرین کے درمیان دوڑتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَتَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَغْفُوْرًا، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

میرے رب! بخش اور رحم فرما، اور درگذر فرما ان گناہوں سے جن کو تو جانتا ہے اور تو وہ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے۔ بلاشبہ تو عزت وکرامت والا ہے۔ الٰہی! اس کو حج مبرور، سعی مشکور بنا اور گناہ معفور کر دے۔ الٰہی! مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام مؤمنین و مومنات کو بخش دے۔ اے دعاؤں کے قبول کرنے والے! ہمارے رب ہم سے قبول فرما تو ہی سننے جاننے والا ہے۔ ہماری توبہ قبول فرما تو ہی توبہ قبول فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

سبز ستونوں سے آگے نکل کر پھر عام رفتار سے چلیں اور کلمہ توحید بار بار پڑھیں، جب مروہ پر پہنچیں تو اس کی سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد، قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں اور حسب دستور جیسے صفا پر ہاتھ اٹھا کر تسبیح وتکبیر، حمد وثنا، اور درود اور دعائیں پڑھی تھیں ویسے ہی یہاں بھی پڑھیں، اب یہ سعی کا ایک (شوط) پھیرا پورا ہو گیا۔

اس کے بعد یہاں مروہ سے صفا کی طرف، ذکر الٰہی، درود پاک اور دعائیں پڑھتے واپس چلیں، اور مرحسب سابق سبز ستونوں کے قریب پہنچ کر دوڑنا شروع کر دیں اور دوسرے سبز ستونوں سے آگے نکل کر عام رفتار سے چل کر، صفا پر پہنچیں اور پہلے کی طرح قبلہ رخ کھڑے

دونوں ہاتھ اٹھا کر تسبیح و تکبیر و حمد و ثنا، درود پاک اور دعائیں پڑھیں۔ اب یہ سعی کا دوسرا شوط پورا ہو گیا۔ اسی طرح سعی کے سات پھیرے کریں۔ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو گا۔ صفا مروہ کی سعی کے بعد مسجد حرام میں آ کر مطاف کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھنا سنّت ہے۔

طواف کے بعد صفا مروہ کی سعی میں بلا عذر دیر کرنا مکروہ اور خلافِ سنّت ہے۔ طواف حج اور طواف عمرہ دونوں میں سعی واجب ہے اور سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری شرط ہے خواہ سعی عمرہ کی ہو یا حج کی۔ ہاں حج کی سعی اگر وقوف عرفات کے بعد کی جائے تو اب احرام کھول کر سعی کرنا سنّت ہے اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا واجب ہے۔ پاک بدن پاکیزہ لباس کے ساتھ باوضو سعی کرنا سنّت ہے طواف کے بعد، اگر سعی کرنا ہو تو حجر اسود کا استلام کر کے بابُ الصفا کے راستے سعی کو جانا مسنون و مستحب ہے سعی کی ابتدا صفا سے کرنا اور پھر سعی کے ساتوں پھیرے بلا وقفہ پے در پے کرنا سنت ہے۔ ہاں سعی کے دوران اگر جماعت قائم ہو جائے یا جنازہ آ جائے تو سعی وہاں ہی چھوڑ کر نماز کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے۔ پھر نماز کے بعد، جہاں سعی چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر دیں۔ سعی کے دوران، درود شریف اور مسنون دعاؤں کے پڑھنے، تکبیر و تہلیل، توبہ استغفار میں مشغول رہنا چاہیے۔ فضول باتوں، بدکلامی، بدنظری اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

مکروہات سعی

سعی کے درمیان یہ باتیں مکروہ ہیں۔ طواف کے بعد سعی میں بلا عذر تاخیر کرنا، ستر فرض کا نہ ہونا، بلا عذر سواری پر بیٹھ کر سعی کرنا، صفا و مروہ پر نہ چڑھنا، مردوں کا میلین اخضرین کے درمیان سعی میں بلا عذر نہ دوڑنا، خرید و فروخت کرنا، دوسروں کو تکلیف پہنچانا، بدنظری و تلخ کلامی کرنا، فضول اِدھر اُدھر دیکھنا، پھیروں کے درمیان بلا وجہ وقفہ و تاخیر کرنا۔ ہاں جماعت یا جنازہ کے ساتھ شامل ہونے، قضائے حاجت اور وضو کے لیے وقفہ جائز ہے نیز کھانے پینے کے لیے بھی تھوڑا سا وقفہ کرنا جائز ہے۔ باقی جو باتیں طواف میں جائز ہیں وہ سعی میں بھی جائز ہیں۔

عمرہ کی تکمیل کے لئے سر منڈوانا

اس طواف اور سعی کے بعد عمرہ اور حج تمتع والے مرد سر منڈوایا کتروا کر، احرام کھول دیں۔ ان کا

عمرہ ادا ہو گیا ہے عورتیں صرف ایک پورے برابر بال کتروائیں پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھیں
اور حج کے مجملہ افعال ادا کریں۔ قارن کا عمرہ تو ادا ہو گیا ہے لیکن وہ اور مفرد کا اس طواف وسعی کے
بعد، احرام بدستور قائم و باقی ہے لہٰذا وہ احرام کی تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھیں اور تلبیہ پڑھتے ہوئے
ایام حج کا انتظار کریں یہ طواف مفرد کے لیے طواف قدوم ہے اور سعی حج کی ہے مفرد کو یہ بھی
اختیار ہے۔ وہ یہ سعی اب نہ کرے بلکہ طواف زیارت کے بعد کرے۔ قارن کو اس طواف وسعی
کے بعد طواف قدوم بھی ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر وہ چاہے تو اس طواف قدوم کے بعد حج کی سعی بھی
ادا کر سکتا ہے۔

باب ۔ ۴

اعمالِ حج

۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک کے دن حج کے دن کہلاتے ہیں آٹھویں ذوالحجہ حج کا پہلا دن ہے۔ آج طلوعِ آفتاب کے بعد، مکہ مکرمہ سے تمام حاجیوں کی منیٰ کو روانگی ہو گی۔ لہٰذا مفرد اور قارن تو پہلے ہی احرام سے ہیں تمتع اور مکہ میں رہنے والے آج نماز فجر کے بعد سُنت کے مطابق مسجد حرام میں احرام باندھیں اور طواف کریں اور پھر نماز طواف پڑھنے کے بعد، احرام کے دو نفل ادا کریں۔ نماز کے بعد حج کی نیت کریں جو یوں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ۔	اے اللہ میرا حج کرنے کا ارادہ ہے۔ میرے لیے اس کو آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔ خالصًا لوجہ اللہ تعالیٰ میں نے حج کی نیت کی۔ میں حج کرنے کے لیے حاضر ہوں۔

نیت کے بعد فوراً تلبیہ پڑھیں۔ تلبیہ کہتے ہی حج کا احرام شروع ہو گیا۔ لہٰذا اب احرام کی تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھیں۔ پھر تلبیہ کہتے، درود شریف اور دعائیں پڑھتے، اگر ممکن ہو تو پیدل ورنہ سواری پر منیٰ شریف کو روانہ ہو جائیں۔ منیٰ کا وسیع میدان مکہ کے قریب دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ جب منیٰ شریف نظر آئے تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِکَ۔	الٰہی! یہ منیٰ ہے مجھ پر بھی وہ احسان کر جو تو نے اپنے دوستوں پر کیے۔

قیامِ منیٰ یہاں منیٰ شریف میں ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں ادا کریں یہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا اور رات کو قیام و عبادت میں گذارنا سُنت ہے۔ آنے والی رات "شبِ عرفہ" کو ذکر و عبادت میں بسر کریں اور سونا ہو تو باوضو سوئیں یہ رات مکہ میں

گزرنا یا اس سے پہلے عرفات میں چلا جانا خلافِ سُنّت اور مکروہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو عرفہ کی رات کو یہ دعا ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے قطع رحم اور گناہ کے سوا جو دعا کرے گا اللہ اس کو قبول فرماتے گا کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے پوچھا آپ نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ تو آپ نے کہا ہاں وہ دعا یہ ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ	پاک ہے وہ ذات جس کا تخت بلندی پر ہے۔
سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ	پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کو بچھایا
سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ	پاک ہے وہ ذات کہ سمندر میں جس کا راستہ ہے۔
سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ	پاک ہے وہ ذات کہ آگ میں جس کی سلطنت ہے
سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ	پاک ہے وہ ذات کہ جنت میں جس کی رحمت ہے
سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَاءُہٗ	پاک ہے وہ ذات کہ قبر میں جس کی قضا ہے۔
سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْھَوَاءِ رُوْحُہٗ	پاک ہے وہ ذات کہ ہوا میں جس کی روح ہے
سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَاءَ	پاک ہے وہ ذات کہ جس نے آسمان کو بلند کیا۔
سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ	پاک ہے وہ ذات کہ جس نے زمین کو پست کیا۔
سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْہُ اِلَّا اِلَیْہِ۔	پاک ہے وہ ذات، پناہ اور نجات کی جگہ کوئی نہیں ہے۔ مگر اُسی کی طرف۔

لبیک یہاں بھی پڑھو، سارے عرفات میں بھی پڑھو۔ لبیک کا وظیفہ رمی جمرہ عقبہ کے وقت ختم ہو گا۔

منیٰ سے عرفات کو روانگی

نویں ذوالحجہ حج کا دوسرا دن ہے، اس روز منیٰ کی مسجد خیف میں نماز فجر باجماعت پڑھ کر تلبیہ، ذکرِ الٰہی، تلاوت قرآن، درود شریف اور دعاؤں میں مشغول رہیں جب سورج مسجد خیف کے سامنے ثبیر پہاڑ پر چمکنے لگے تو عرفات روانہ ہو جائیں، عرفات یہاں سے تھوڑے سے فاصلے پر ہے۔ لہٰذا یہ سفر ذکرِ الٰہی، درود شریف اور دعاؤں میں طے کریں۔ فضول باتوں سے پرہیز کریں اور تلبیہ بار بار

بکثرت پڑھتے چلیں۔ جب عرفات کا مشہور پہاڑ جبل رحمت نظر آئے لبیک ذکرِ الٰہی اور درود شریف پڑھنے میں زیادہ کوشش کریں۔

میدان عرفات

عرفات وہ عظیم الشان اور وسیع میدان ہے جہاں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی سالہا کی جدائی کے بعد باہم ملاقات ہوئی اور انہیں ایک دوسرے کا تعارف ہوا اسی لیے اس کا نام عرفات ہے یہاں حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ادا ہوتا ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ چاروں طرف سے عرفات کی حدود نشانات لگا کر واضح کر دی گئیں ہیں تاکہ وقوف حدود عرفات کے اندر صحیح طور پر ادا کیا جا سکے، جس طرف سے عرفات میں داخل ہوتے ہیں وہاں ایک بہت بڑی مسجد ہے جس کو مسجد نمرہ کہتے ہیں یہ مسجد میدان عرفات کے ایک طرف کنارے پر ہے اس کی مغربی دیوار کی جانب وادی بطن عرنہ عرفات سے خارج ہے یہاں وقوف درست نہیں۔ یاد رکھیں، وقوف کا وقت اگر کسی نے یہاں گزارا تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ بطن عرنہ کے سوا عرفات کی حدود کے اندر جہاں چاہیں قیام کریں جبل رحمت کے قریب ٹھہرنا مسنون اور افضل ہے

وقوف کے لیے غسل کرنا، دونوں خطبے سننا، ظہر و عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھنا۔ نمازوں کے بعد فوراً موقف میں جانا، باوضو رہنا بہتر ہے۔

وقوف عرفہ

نویں ذوالحجہ کو زوال کے بعد، اور دسویں کی صبح صادق تک کے درمیانی اوقات میں کسی وقت بھی عرفات میں ٹھہرنے سے، حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ ادا ہو جاتا ہے اور نویں کے غروب آفتاب تک یہاں ٹھہرنا واجب ہے اس سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنا سخت جرم ہے جس پر دم لازم آتا ہے۔ وقوف کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب دوپہر کا وقت قریب آئے تو وقوف کے لیے غسل کریں، یہ نہ ہو تو وضو کریں اور مسجد نمرہ میں جائیں۔ زوال کے بعد ظہر کے وقت میں ظہر کی سنتیں پڑھیں پھر حج کا خطبہ سن کر جماعت کے ساتھ ظہر پڑھیں، سلام پھیرتے ہی عصر کی تکبیر پڑھی جائے گی نماز عصر ادا کریں، دونوں نمازوں کے درمیان کسی قسم کی بات کرنا تو کجا سنتیں پڑھنا بھی جائز نہیں۔ یہاں ظہر و عصر اکٹھی پڑھنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا ہونا، حدود عرفات میں ہونا، حج کا احرام ہونا، جماعت کے ساتھ
ہونا، حاکم وقت یا اس کے نائب کا موجود ہونا، پہلے ظہر پھر عصر کا پڑھنا، مقیم امام کا قصر نہ کرنا۔
مذکورہ شرائط سے کوئی شرط اگر نہ پائی جائے تو ظہر و عصر کو اپنے اپنے وقت میں پڑھنا چاہیے۔
یہاں ظہر و عصر کی نمازیں ملا کر ایک ہی وقت میں پڑھنے کا اس لیے حکم دیا جاتا تاکہ غروب
آفتاب تک وقوف اور دعا کے لیے کافی وقت مل سکے۔ لہٰذا نماز سے فراغت کے بعد فوراً
موقف (وقوف کرنے کی جگہ) کو چلیں، جبل رحمت کے سیاہ پتھروں کے قریب نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے موقف شریف پر یا اس کے نزدیک وقوف کرنا افضل ہے، ہجوم کے باعث
یہاں اگر جگہ نہ مل سکے تو بطن عرنہ کے سوا عرفات کی حدود کے اندر ہر جگہ وقوف ادا ہو
سکتا ہے۔

بہتر و افضل یہ ہے کہ قبلہ رُو کھڑے وقوف کیا جائے۔ اگر سارا وقت کھڑے نہ رہ سکیں
تو جتنی دیر ممکن ہو کھڑے رہیں پھر بیٹھ جائیں کچھ دیر سستانے کے بعد پھر کھڑے ہو جائیں اس
طرح وقوف کا سارا وقت خشوع و خضوع اور نہایت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ ہاتھ پھیلائے
تسبیح و تہلیل، تکبیر، حمد و ثنا، ذکر و دعا، توبہ و استغفار، تلاوت قرآن اور درود شریف پڑھنے
میں گزار دیں، تلبیہ بار بار پڑھیں دوران وقوف اپنے گناہوں کو یاد کریں اور اللہ سے بخشش اور
فلاح و نجات کی دعا مانگیں فتح القدیر میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عرفات میں سینہ تک ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھوں کو پھیلا کر
اس طرح دعا مانگ رہے تھے۔ جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر کھانا مانگتا ہے دعا مانگنے
کا یہ طریقہ ہے کہ بوقت دعا ہاتھوں کو آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے۔ آنکھیں بند کئے۔
گردن جھکائے خشوع اور خضوع کے ساتھ جو یہاں ہیں یہ، اور جو ڈیرے میں ہیں وہ، سب ہمہ
تن صدق دل سے اپنے مہربان رب کریم کی طرف متوجہ ہوں۔ اور میدان قیامت میں حساب
اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ اس وقت تسبیح، تہلیل، تکبیر، حمد، لبیک، ذکر و
دعا، توبہ اور استغفار میں ڈوب جاؤ۔ اور کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے۔ کہ دلیل
اجابت و سعادت ہے، ورنہ رونے کا سامنہ بناؤ۔ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی ہے۔ دعا

اور ذکر کے دوران لبیک کی بار بار تکرار کرو سب سے بہتر یہ ہے کہ سارا وقت گڑگڑانے میں گزار دو۔
اللہ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ کبھی اس کے غضب کی یاد سے دل کانپ جائے کبھی اس کی رحمت کی امید میں مرجھایا ہوا دل تازہ اور شگفتہ ہو جائے۔ یوں ہی تضرع اور زاری میں رہو۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ اور رات کا ایک لطیف جز آجائے۔ اس سے پہلے کوچ کرنا منع ہے۔ یہاں اللہ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین کرو کہ آج حج کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا۔ جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب کوشش کرو کہ آئندہ گناہ نہ ہوں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اللہ سے دعا مانگو اور اس کی قبولیت کا یقین رکھو۔

وقوف کی مسنون دعائیں

میدان عرفات کی مسنون دعائیں جن کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عرفہ کے دن کی وہ بہترین دعا کہ جس کو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے پڑھا ہے۔ یہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کے کوئی معبود برحق نہیں اسی کے لیے بادشاہت ہے۔ اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا ط اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ۔

اے اللہ میرے قلب میں روشنی کر، میرے کان اور میری نگاہ میں نور بخش۔ اے اللہ میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر۔

وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّيَاحُ۔

میں سینوں کے وسوسوں سے اور کام کی پراگندگی اور فتنہ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ رات کی چیزوں اور دن کی چیزوں کے شروں سے۔ اور زمانہ کی ہوائیں جن شروں کو حرکت میں لائیں اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عرفات میں یہ دعا تھی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اَللّٰہُ اَكْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ۔

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا تمام ملک ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی وَنَقِّنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاعْصِمْنِیْ وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی۔

اے اللہ آپ اپنی ہدایت میں سے مجھے ہدایت دیجئے اور پرہیزگاری عطا کر کے مجھے پاک صاف کر دیجئے اور دنیا اور آخرت میں مغفرت کر دیجئے۔

وقوف میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ نماز ظہر و عصر ادا کر پڑھنے کے بعد موقف کو جانے میں دیر کرنا، پھر اس وقت سے غروب آفتاب تک کھانے پینے یا وقوف کے سوا کسی اور کام میں مشغول رہنا، دنیا کی باتیں کرنا، مزدلفہ روانگی کے لیے سورج ڈوبنے سے قبل وقوف چھوڑ دینا، غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانگی میں دیر کرنا، مغرب یا عشاء کی نماز عرفات میں پڑھنا، غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنا حرام ہے جس نے ایسا کیا اس پر لازم ہے کہ واپس آئے اور غروب کے بعد عرفات سے باہر نکلے، ورنہ اس پر دم واجب ہوگا۔ نویں کے زوال کے بعد سے دسویں کی صبح تک اگر کوئی وقوف نہ کر سکا تو اس کا حج فاسد ہو گیا اور اس پر آئندہ سال حج کرنا فرض ہے۔

قیام مزدلفہ | میدان عرفات کے وقوف سے فارغ ہونے کے بعد غروب آفتاب کے

بعد مزدلفہ میں پہنچنا ضروری ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا	اس کا کچھ حرج نہیں کہ حج کے دنوں میں اپنے
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ	رب سے روزی مانگی جائے اور جب عرفات
عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ	سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفے) میں
الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج	خدا کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے
(پ ۲ البقرہ ۱۹۸)	تم کو سکھایا ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر جہاں جگہ ملے ٹھہر جاؤ لیکن قزح پہاڑی کے پاس ٹھہرنا زیادہ افضل ہے اس مقام کو مشعر حرام بھی کہتے ہیں جہاں مسجد مشعر حرام ہے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز میں تاخیر نہ کرو۔ جلدی کرنا مستحب ہے۔ کوشش کرو کہ امام کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرو۔ یہاں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ یکے بعد دیگرے دو جماعتیں ہوں گی۔ پہلے مغرب کی پھر عشاء کی۔ مغرب کی یہ نماز قضا نہیں۔ بلکہ اس میں اداہی کی نیت کرو۔ ان دونوں کے درمیان سنتیں نہ پڑھو عشاء کی نماز کے بعد البتہ مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھ لو۔

اگر امام کے ساتھ جماعت نہ ملے اور اپنی قیام گاہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو وہاں بھی اسی طرح دونوں وقتوں کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھو حتیٰ کہ اگر تنہا نماز پڑھو۔ تب بھی دونوں وقتوں کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھو۔ یہاں فجر تک رات گذارنا سنت مؤکدہ ہے۔ یہ رات بعض کے نزدیک شب قدر اور شب جمعہ سے بھی افضل ہے یہ رات شرف مکان اور زماں کی جامع ہے۔ مکان کا شرف اس لیے ہے کہ سرزمین حرم ہے اور پھر مشعر حرام۔ اور زمان کا شرف اس لئے کہ شب عید اور حج کی آخری شب ہے۔ اور مناسب ہے کہ یہ رات تلاوت قرآن، نماز درود شریف اور استغفار میں بسر ہو۔ آج کی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے۔ یہاں دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ تم سے حقوق العباد کو معاف فرمائے۔ اور جن کے حقوق سلب ہوتے ہیں۔ ان کو تم سے راضی کر دے۔

وقوف مزدلفہ وقوف مزدلفہ واجب ہے اور اس کا وقت طلوع فجر سے، سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے تک ہے۔ سنت اور افضل یہ ہے کہ وقوف

مزدلفہ کے لیے مشعر حرام یعنی قزح پہاڑ کے قریب راستہ سے ہٹ کر اتریں۔ اگر ہجوم کے باعث یہاں جگہ نہ ملے تو وادی محسر کے سوا مزدلفہ کے سارے میدان میں جہاں جگہ ملے وقوف کریں۔ وادی محسر جسے آج کل وادی النار بھی کہتے ہیں یہاں وقوف جائز نہیں، اس جگہ کو نشان لگا کر واضح کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص بھول کر وہاں وقوف نہ کرے، یہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ طلوع فجر سے قبل ہی وضو وغیرہ کر کے وقوف کی تیاری کر لیں اور نماز فجر اوّل وقت اندھیرے میں ہی باجماعت ادا کریں، نماز کے بعد، طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے تک پورے خشوع وخضوع کے ساتھ وقوف عرفات کی طرح یہاں بھی ذکر الٰہی، تسبیح وتہلیل، حمد وثناء تلبیہ و درود اور دعاؤں کے ساتھ وقوف کریں اور یہاں خاص کر حقوق العباد معاف ہونے کی دعا کریں۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری دعا حقوق العباد معاف ہونے کی، قبول ہوئی۔ حضرت عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت (یعنی حج کرنے والوں) کے لیے دعائے مغفرت کی تو آپ کو جواب ملا کہ میں نے حقوق العباد کے سوا سب گناہ بخش دیئے۔ میں مظلوم کا حق لوں گا۔ عرض کیا۔ یارب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت دیں۔ اور ظالم کو بخش دیں۔ شام تک اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ جب مزدلفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی۔ تو اس دعا کا پھر اعادہ کیا۔ تو اللہ نے آپ کا یہ سوال بھی پورا کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ ساعت تو حضورؐ کے ہنسنے کی نہیں۔ کس چیز نے حضورؐ کو ہنسایا۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔

آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے جب جانا کہ میری دعا اللہ نے قبول کر لی۔ اور میری امت کی بخشش ہو گئی۔ تو وہ مٹی لے کر اپنے سر پر ڈال رہا ہے۔ اور پکار رہا ہے ہائے ہلاکت اور وائے افسوس اس کی جزع فزع نے مجھ کو ہنسا دیا۔ یہ قبولیتِ دعا کا مقبول ہے۔ تم بھی خشوع خضوع کے ساتھ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لیے دعا کرو۔

وقوف مزدلفہ کا وقت صرف طلوع فجر سے روشنی پھیلنے تک ہے لہٰذا اس وقت میں جو مزدلفہ سے ہو کر گزر گیا، اس کا وقوف ہو گیا۔ طلوع فجر سے پہلے جو یہاں سے چلا گیا اس پر دم

واجب ہے ہاں بیمار یا عورت یا کمزور و ناتواں بوڑھے اگر ہجوم میں عمر رسیدہ کے خوف سے قبل از وقت چلے جائیں تو ان کو معاف ہے اور ان پر دم بھی نہیں۔ طلوع فجر کے بعد نماز سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ سے جانا خلافِ سُنت اور مکروہ ہے۔

منیٰ کو روانگی

سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے منیٰ کو روانہ ہو جانا چاہیے سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنا خلافِ سنت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مازمین کے راستہ مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہوتے تھے۔ مازمین دو ہیں۔ ایک عرفات سے مزدلفہ تک دوسرا مزدلفہ سے منیٰ تک۔ مازمین دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ کو کہتے ہیں۔ مزدلفہ سے جب چلو تو یہاں سے چھوٹی چھوٹی کنکریاں خرما کی گٹھلی کے برابر پاک جگہ سے اٹھاؤ۔ ان کو دھو کر اپنے پاس رکھو۔ آج دس ذی الحجہ کی ہے۔ ان کنکریوں سے رمی جمرہ عقبیٰ کرنا ہے۔ مزدلفہ سے کنکری اٹھانا مستحب ہے۔ لیکن کسی پتھر کو توڑ کر کنکری بنانا مکروہ ہے۔ راستہ بھر دعا ذکر درود اور لبیک میں مصروف رہو آخر منیٰ میں پہنچ کر یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنًى قَدْ اَتَيْتُهَا وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَمُنَّ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْحِرْمَانِ وَالْمُصِيْبَةِ فِيْ دِيْنِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَلَّغَنِيْ مِنًى سَالِمًا مُعَافًا۔

الٰہی یہ منیٰ ہے میں یہاں آ پہنچا ہوں۔ میں آپ کا بندہ ہوں۔ اور آپ کے بندہ کا بیٹا ہوں۔ میں آپ سے یہاں وہ انعام و اکرام مانگتا ہوں جو آپ نے یہاں اپنے اولیا پر انعام و اکرام کیا۔ الٰہی میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں محرومی سے اور دین میں مصیبت سے۔ اے سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحم کرنے والے۔ حمد ہے اس ذات کو جس نے مجھ کو منیٰ سلامتی اور عافیت کے ساتھ پہنچایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوئے جب آپ وادی محسر میں پہنچے تو یہاں سواریوں کو تیز کر دیا پھر آپ درمیانی راستہ پر چلے جو جمرہ کبریٰ کو جاتا ہے جب آپ منیٰ میں جمرہ عقبیٰ کے پاس پہنچے تو اس پر سات کنکریاں ماریں

ہر کنکری پر تکبیر کہتے۔ آپ نے یہ رمی بطن وادی سے کی، پھر منحر (قربان گاہ) میں آکر تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربان کئے پھر آپ کے ارشاد سے حضرت علی نے باقی اونٹ قربان کئے اور حضورؐ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کر لیا پھر آپ کے حکم سے ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں پکایا گیا جس سے دونوں نے گوشت کھایا اور شوربا نوش فرمایا پھر حضورؐ سوار ہو کر طواف کے لیے بیت اللہ کو روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ مسلم

عبادت ۱۰ ذوالحجہ

۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں پہنچ کر جمرۂ عقبیٰ کو رمی کرنا پھر قربانی کرنا اس کے بعد سر منڈوانا یا بال کتروانا واجب اور سنت ہے اور اسی تاریخ کو طواف زیارت کرنا بھی افضل ہے۔

رمی

کنکر یا پتھر مارنے کو رمی کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں رمی سے مراد حج کا وہ عمل ہے۔ جس میں حاجی تین ستونوں پر کنکریاں مارتا ہے، رمی جمرات واجب ہے۔ جمرات یا جمار، جمرہ کی جمع ہے، جمرہ کنکری کو کہتے ہیں، منیٰ کے راستے میں کچھ کچھ فاصلے سے پتھر کے تین ستون قدِ آدم کے برابر کھڑے ہیں، ان پر چونکہ کنکریاں پھینکی جاتی ہیں، اس لیے ان ستونوں کو ہی جمرات کہنے لگے، اور یہ تین جمرات، جمرۂ اولیٰ، جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبیٰ کے نام سے مشہور ہیں ان میں سے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے اس کو جمرۂ عقبیٰ کہتے ہیں، بعد والے کو وسطیٰ اور اس کے بعد والے کو جو مسجد خیف کے قریب ہے جمرۂ اُولیٰ کہتے ہیں۔

آج منیٰ میں سب سے پہلا کام جمرۂ عقبیٰ کی رمی ہے اس رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک ہے اور زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک بھی جائز ہے عورتوں بیماروں اور ضعیفوں کے علاوہ غروب آفتاب کے بعد رمی کرنا مکروہ ہے البتہ طلوع فجر سے پہلے رمی کرنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے۔ جمرۂ عقبیٰ کی رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جمرہ سے تھوڑے سے فاصلے پر اس طرح کھڑے ہوں کہ منیٰ دائیں اور کعبہ بائیں اور جمرہ سامنے ہو پھر مندرجہ ذیل الفاظ پڑھتے ہوئے دائیں ہاتھ میں ایک کنکری لے کر زور سے جمرہ پر ماریں اس طرح یکے بعد دیگرے سات پوری کریں۔

پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند کر دیں اور ہر کنکری کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر

کہیں اور یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّیْطَانِ رِضًا لِّلرَّحْمٰنِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ۔

اللہ کے نام سے، اللہ بہت بڑا ہے شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور رحمٰن کو راضی کرنے کے لیے رمی کرتا ہوں، الٰہی! حج کو قبول کوشش کو منظور اور گناہوں کو معاف فرما۔

آج کی رمی کے بعد دعا کے لیے وہاں ٹھہرنا خلافِ سُنّت ہے لہٰذا رمی کے بعد ذکر میں مشغول اپنی قیام گاہ میں آجائیں اور قربانی کا انتظام کریں۔ جمرہ عقبیٰ کی رمی سے ہی تلبیہ بند ہو جائے گی۔

پتھر توڑ کر کنکریاں بنانا، مسجد سے یا کسی ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ بڑے پتھر یا ناپاک کنکریوں سے رمی کرنا بھی مکروہ ہے اس لیے احتیاطاً رمی سے پہلے کنکریوں کو دھو لینا بہتر اور مستحب ہے۔ جمرات کے قریب سے استعمال شدہ کنکریوں سے رمی کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ مردود کنکریاں ہیں حدیث پاک میں ہے جن کا حج قبول ہوتا ہے ان کی کنکریاں اٹھا لی جاتی ہیں اور جن کا حج قبول نہیں ہوتا وہ کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں ایسا نہ ہو تو وہاں کنکریوں کا پہاڑ ہو جائے۔

اگر دسویں تاریخ کی یہ رمی بعد والی رات میں بھی نہ کی تو اس کی قضا اور دم دونوں واجب ہیں۔ جمرہ کی جڑ پر کنکری کا ملنا مستحب ہے کنکری کا جمرہ کو لگنا لازمی شرط نہیں کنکری جمرہ کے گرد بنی ہوئی دیوار کے اندر گرے تو جائز ہے باہر گرے تو اس کی جگہ دوسری مارنا چاہیے۔ ساتوں کنکریاں ایک ہی بار ماریں تو وہ ایک ہی بار شمار ہوں گی۔

بلا عذر شرعی کسی کو اپنا نائب بنا کر رمی کروانا ہرگز جائز نہیں۔ شدید بیماری، بہت زیادہ کمزوری بڑھاپا، یا ایسی بیماری کہ سواری پر بھی رمی کرنے سے زیادہ تکلیف و بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو دوسرے کو نائب بنا کر رمی کروانا جائز ہے۔ نائب کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ پہلے اپنی رمی سے فارغ ہو کر، پھر دوسرے کی طرف سے رمی کرے۔

قربانی

۱۰ ذی الحجہ کو رمی سے فارغ ہو کر دوسرا کام قربانی ہے قربانی کے جانور میں وہی شرائط ہیں جو عیدالاضحیٰ کی قربانی کے ہیں۔ کہ اونٹ پانچ برس سے

کم نہ ہو۔ پورے پانچ برس کا ہو۔ گائے پورے دو برس کی ہو۔ بھیڑ اور بکری پورے ایک سال کے ہوں۔ یہ قربانی عید کی قربانی نہیں۔ جو صرف مقیم مالدار پر واجب ہوتی ہے۔ یہ قربانی تو حج کا شکرانہ ہے جو امیر غریب ہر حاجی پر واجب ہے۔

ہاں اگر حاجی مفرد ہے تو یہ قربانی مستحب ہے۔ اگرچہ غنی ہو۔ اگر حاجی متمتع یا قارن ہے تو یہ قربانی واجب ہے۔ اگرچہ حاجی فقیر ہی ہو۔ لیکن اگر غنی حاجی مقیم ہو تو اس قربانی کے علاوہ عید کی قربانی بھی اس پر واجب ہے عید اور حج کی قربانی میں صرف فرق یہ ہے کہ یہ سب پر واجب ہے۔ اور عید کی قربانی فقط غنی پر واجب ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے ہاتھوں سے خود قربانی کرو۔ جانور کو قبلہ رخ لٹا دو۔ اور خود بھی قبلہ رخ کھڑے ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ پڑھتے ہوئے اتنی قوت کے ساتھ چھری پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹو کہ بلا وجہ تکلیف دینا ہے۔ جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے کھال اتارنا شروع نہ کرو۔ افضل یہ ہے کہ بھیڑ بکری گائے وغیرہ کو ذبح کرو۔ اور اونٹ کو نحر کرو۔ نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہا پہ تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سے نحر کیا ہے قربانی اچھی طرح سے خود کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ سے قرب اور نزدیکی کا ایک فعل ہے۔

قارن اور متمتع اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو وہ اس کے بدلے دس روزے رکھیں، لیکن اس کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ تین روزے ۱۰ ذوالحجہ سے پہلے پہلے رکھ لیے جائیں اور باقی سات روزے ایام حج کے بعد رکھے جائیں تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ (قرآن حکیم) یوم عرفہ سے پہلے اگر تین روزے نہ رکھے تو اب لازماً قربانی ہی کرنا واجب ہے لہٰذا وہ حلق یا قصر کروا کر احرام کھول دیں مگر اب ان پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم قربانی نہ کرنے کا، اور دوسرا قربانی سے پہلے حلق یا قصر کروانے کا دم واجب ہوگا۔

حلق و قصر دسویں ذوالحجہ کا تیسرا واجب، قربانی کے بعد حلق و قصر ہے یعنی مردوں کو سر کے بال منڈوانا یا کتروانا اور سر منڈوانا کتروانے سے افضل ہے عورتوں کے لیے حلق یعنی سر کے بال منڈوانا حرام ہے بلکہ ان پر صرف قصر ہے یعنی کم از کم چوتھائی

سر کے بال، لمبائی میں ایک پورے کے برابر کترائے جائیں، اس سے کم میں مرد و عورت دونوں کے لیے قصر جائز نہیں۔

سر منڈانے کے بعد احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اس لیے حلق سے پہلے ناخن اور لبیں وغیرہ نہ کتروانی چاہئیں۔ اگر حلق سے پہلے ناخن یا لبیں ترشوائیں تو دم لازم آئے گا۔ کیونکہ حلق سے پہلے احرام میں داخل ہے۔ اور احرام میں لبیں تراشنا منع ہے۔ البتہ حلق کے بعد، احرام سے فارغ ہو جانے پر لبیں اور ناخن ترشوانے کی اجازت ہو گی۔

حلق اور قربانی منیٰ میں سنت ہے اور حدِ حرم میں واجب ہے۔ اگر حدِ حرم سے باہر حلق کرائے گا۔ تو دم لازم آئے گا۔

حلق یا قصر کم از کم چوتھائی سر کا ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے تین بال یا چوتھائی سر سے کم کے بال قصر یا حلق کرائے تو اس کے ذریعہ احرام سے باہر نہیں ہوا۔ اگر تین بال کترا کر سلے ہوئے کپڑے پہن لے تو دم لازم ہو گا۔ کیونکہ چوتھائی سر سے کم کا قصر یا حلق کافی نہیں ہوتا۔ کم از کم چوتھائی سر کا قصر یا حلق واجب ہے۔

حلق کے بعد حاجی کے لیے تمام وہ چیزیں حلال ہو جائیں گی جن چیزوں کو احرام نے حرام کر دیا تھا۔ البتہ طوافِ زیارت کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی اور اگر عمرہ کا احرام ہے تو حلق کے بعد ہی عورت حلال ہو جائے گی۔

حج کا حلق منیٰ میں اور عمرہ کا حلق مکہ معظمہ میں سنت ہے۔ اور حدِ حرم میں واجب ہے۔ بہتر ہے کہ بالوں کو دفن کرا دو۔

حلق اور قصر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھے اپنی دائیں جانب سے حجامت شروع کروائی جائے۔ قربانی کے بعد محرم بھی ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈ یا کتر سکتے ہیں۔ حجامت کرواتے وقت یہ تکبیر پڑھتے رہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

حلق اور قصر کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے۔ لہٰذا اس وقت ذکر و دعا میں مشغول رہنا

چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ
نحر کے بعد آپؐ نے حجام کو طلب کیا۔ جن کا نام معمر بن عبداللہ تھا۔ انہوں نے جب
استرا ہاتھ میں لیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رخ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اے معمر۔
اللہ کے رسول نے تجھ کو اس امر پر قدرت دی کہا انہوں نے (اپنا سر اور اپنے کان کی لوؤں کو
تیرے آگے کر دیا ہے اس حال میں کہ تیرے ہاتھ میں استرا ہے۔ یعنی ہوشیار ہو کر اس نعمت کی
قدر جان۔ اور حلق کر حضرت معمر نے کہا۔ بیشک اللہ کا یہ مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔
بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر آپؐ نے دائیں طرف اشارہ فرمایا کہ دائیں طرف سے ابتدا کرو جب
وہ دائیں طرف کے حلق سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے حضرت ابوطلحہ انصاری کو بلا کر یہ موئے مبارک
ان کو عطا فرما دیئے۔ تاکہ وہ اپنے پاس بطور تبرک رکھیں۔ پھر بائیں طرف کے بالوں کا حلق کرایا۔ اور
اس طرف کے بال بھی حضرت ابوطلحہ انصاری کو دے دیئے اور فرمایا کہ ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

طوافِ زیارت

دسویں تاریخ کا چوتھا کام طوافِ حج ہے یہ طواف احرام کے بعد، حج کا تیسرا اور آخری رکن ہے جس کی ادائیگی سے حج مکمل ہوجاتا ہے
اس کو طوافِ زیارت، طوافِ رکن، طوافِ فرض، طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشادِ
باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ (الحج: ۲۹)	پھر (قربانی کے بعد حلق و قصر کریں اور) اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

اس طواف کا مسنون اور افضل وقت تو دسویں ذوالحجہ کو، جمرہ عقبیٰ کی رمی، قربانی اور حلق و
قصر کے بعد ہے اور بارھویں کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے ادا کرنا بھی بالکل جائز و درست
ہے اس طواف سے فراغت کے بعد، احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بارھویں کی شام تک،
اگر یہ طواف نہ کیا تو یہ طواف ادا کرنا بدستور فرض رہے گا، لیکن حیض و نفاس والی عورت کے سوا،
دوسروں کو اس تاخیر کی وجہ سے دم دینا بھی واجب ہوگا۔ اور جب تک یہ طواف نہ کر لیا جائے
بیوی سے مباشرت و بوس و کنار حرام و نا جائز ہے ایسا کرنے سے دم واجب ہوگا۔

چونکہ عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں طواف کرنا منع ہے لہٰذا جو عورت دسویں سے
بارھویں تک مذکورہ عذر کی وجہ سے طواف نہ کر سکے، وہ انتظار کرے اور پاک ہونے کے بعد،
طواف کرے۔ عورت پر اس تاخیر کی وجہ سے دم بھی واجب نہیں اس لیے عورت جب تک پاک
نہ ہو جائے طواف نہ کرے، اور جب تک طواف نہ کرے وطن نہیں جا سکتی۔ اگر بلا طواف وطن
آجائے تو پھر بھی اس کے ذمہ یہ طواف فرض ہی رہے گا۔ کیونکہ یہ طواف نہ فوت ہوتا ہے نہ
اس کا بدل دیا جا سکتا ہے بلکہ عمر بھر اس کی ادائیگی کا فریضہ بدستور رہتا ہے۔

سنّت یہ ہے کہ طوافِ حج دسویں کو قربانی، حلق اور قصر کے بعد احرام کھول کر کیا جائے۔
اگر حج کی سعی اور رمل پہلے کر چکے ہوں تو پھر اس طواف میں رمل اور اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی
وغیرہ کچھ نہیں۔ اگر پہلے حج کی سعی و رمل نہ کیا ہو تو پھر اس طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل
کرنا ہوگا اور طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان حسبِ دستور سعی بھی لازم ہے۔

طوافِ حج کا سُنّت طریقہ

دسویں تاریخ کے افعال سے فارغ ہونے کے
بعد، نہا دھو کر، باطہارت، سلے کپڑے پہنے عطر و
خوشبو لگائے، قربانی کا گوشت کھا کر مکہ مکرمہ روانہ ہوں سنّت کے مطابق ذکر و دعا میں مشغول
مسجدِ حرام میں داخل ہوں حسبِ دستور طواف شروع کریں حج کا رمل پہلے نہ کیا ہو تو پہلے تین
پھیروں میں رمل کریں سات پھیرے مکمل کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز طواف
پڑھیں پھر ملتزم پر آکر دعا مانگیں، پھر زمزم پئیں۔ حج کی سعی اگر پہلے نہ کی ہو تو اب دستور کے مطابق
سعی کر کے مسجد حرام میں مطاف کے قریب دو رکعت نفل پڑھیں اب صرف دو یا تین روز منیٰ میں
قیام کے دوران جمروں کی رمی باقی ہے۔

کیوں کہ آج رات منیٰ ہی میں قیام کرنا ہے۔ منیٰ کے علاوہ دوسری جگہ رات گزارنا مکروہ
ہے۔ کل کی رات بھی یہیں گزارنی ہوگی اور پرسوں کی رات بھی۔ یعنی گیارھویں اور بارھویں کی راتیں
منیٰ میں گزارنا سنّت ہے تیرھویں تاریخ کی رات کا گزارنا اس شرط پر مشروط ہے کہ بارھویں
تاریخ کو غروب سے پہلے کوچ نہ کرو۔

منیٰ کے زمانہ قیام میں ہر نماز باجماعت مسجد خیف میں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے

کیونکہ یہ محل انبیاء ہے۔ خصوصاً جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مسجد میں مصلیٰ ہے سو وہاں زیادہ نمازیں پڑھو۔

المختصر کہ یوم نحر یعنی دس تاریخ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عبادتیں ادا کی ہیں۔ اوّل رمی جمرہ عقبیٰ دوسرے قربانی تیسرے حلق چوتھے طواف زیارت۔ یہ ترتیب واجب ہے خلافِ ترتیب میں دم واجب ہوگا۔

ایک مسئلہ یاد رہے کہ دسویں تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد قربانی، پھر حلق و قصر، اور طوافِ حج اسی تاریخ کو کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ امور بارھویں تک بھی کرنا جائز ہیں۔ لہٰذا ان تین دنوں میں آسانی وسہولت کے مطابق جب چاہیں ان اُمور کو ادا کرنا جائز و درست ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قارن اور تمتع قربانی سے قبل حلق و قصر نہیں کروا سکتے اور حلق و قصر کروائے بغیر انہیں احرام کھولنا بھی جائز نہیں ورنہ دم لازم ہوگا۔

گیارہ ذی الحجہ کو جمرات کی رمی

گیارہ تاریخ حج کا چوتھا دن ہے اس روز منیٰ میں نماز ظہر پڑھ کر تینوں جمرات کی رمی کرنا واجب ہے۔ آج کی رمی کا افضل وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے۔ عورتوں اور ضعیف و ناتواں بڑھوں کے سوا دوسروں کو بعد غروب رمی کرنا مکروہ ہے۔ ہاں بارھویں کی فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے اگر رمی کرلی تو ادا ہوجائے گی اس کے بعد رمی کا وقت فوت ہوجاتا ہے ایسی صورت میں رمی کی قضا اور دم دونوں واجب ہیں۔

سب سے پہلے اس جمرہ پر جو مسجد خیف سے قریب ہے جس کو جمرہ اُولیٰ کہتے ہیں۔ رو بہ کعبہ کھڑے ہو کر سات کنکریاں یکے بعد دیگرے تکبیر پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر مارو بہتر ہے کہ اپنے ساتھ زیادہ کنکریاں رکھو۔ اگر تین سے کم کنکریاں ماریں تو معتبر نہیں۔

اگر تین سے زیادہ ماریں تو معتبر ہے۔ لیکن سات کی تعداد پوری ہونے میں جتنی کنکریاں باقی رہ گئیں تو ہر کنکری کے عوض صدقہ دینا ہوگا۔ ہر کنکری مارتے وقت یوں تکبیر کہو۔ اور یہ دعا پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ رَغْمًا   میں کنکری مارنا شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اللہ

لِلشَّیْطٰنِ وَرَغْبًا لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

بہت بڑا ہے۔ کنکری مارتا ہوں شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور خدائے رحمٰن کی رضا اور رغبت کے لیے اے اللہ حج کو مبرور بنا۔ اور سعی کو مشکور اور گناہ کو مغفور فرما۔

شرط یہ ہے کہ ہر کنکری جمرہ پر گرے یا اس سے ہٹ کر تین ہاتھ سے کم فاصلہ پر گرے۔ اگر تین ہاتھ سے کم فاصلے پر بھی گری تو معتبر نہ ہو گی۔ اس رمی سے فارغ ہو کر کچھ آگے بڑھ جاؤ۔ اور بائیں طرف ہٹ کر، قبلہ رو کھڑے ہو کر اور کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر خشوع اور خضوع کے ساتھ اس طرح دعا مانگو کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف رہیں۔ حمد و درود شریف، تسبیح، تہلیل اور استغفار میں معروف ہو جاؤ۔ اس دعا میں سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار تک مشغول رہو۔ یہ نہ ہو سکے تو پون سپارہ تک۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم بیس آیتیں پڑھنے کی مقدار مشغول رہو۔

جمرۂ وسطیٰ جمرۂ اولیٰ کی رمی اور دعا کے بعد، جمرۂ وسطیٰ کے پاس آئیں اور حسب دستور اس جمرہ کو بھی رمی کے بعد اس جگہ سے علیحدہ ہٹ کر پہلے کی طرح یہاں بھی کچھ دیر دعا میں مشغول رہیں۔

جمرۂ عقبیٰ پہلے دو جمروں کی طرح، یہاں جمرۂ عقبہ پر بھی یکے بعد دیگرے سات کنکریاں ماریں۔ اس جمرہ کی رمی کے بعد فوراً از کر دعا میں مشغول اپنی قیام گاہ کو واپس آجائیں۔ دعا کے لیے وہاں ٹھہرنا خلاف سنت ہے۔

بارہ ذی الحجہ کی رمی

آج بارہ تاریخ ہے۔ کسی نے طواف زیارت نہیں کیا ہے تو مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کر آئے آج بھی موقعہ ہے۔ آج کے بعد بلا عذر طواف زیارت میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

اس دن بھی جمروں پر سات سات کنکریاں مارنا واجب ہے پہلے دو جمروں کی رمی کے بعد حسب دستور دعا کے لیے ٹھہرنا، اور آخری جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد نہ ٹھہرنا بلکہ فوراً اپنی قیام گاہ کو آجانا سنت ہے۔

ان تینوں جمروں پر رمی کا وقت مسنون زوال سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اور غروب سے طلوع فجر تک وقت مکروہ ہے۔ جب صبح نکل آئی تو ادا کا وقت فوت ہو گیا اب قضا اور دم دونوں اس پر لازم ہیں۔ قضا کا وقت بھی تیرہ تاریخ کے غروب تک ہے۔ پھر وہ بھی ختم ہے لیکن دم لازم رہے گا۔

۱۲ ذوالحجہ کی رمی کے بعد، غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ چلے جانے کا اختیار ہے اور غروب کے بعد جانا مکروہ ہے اگر تیرھویں کی صبح منیٰ میں ہو گئی تو اب اس دن رمی بھی واجب ہو جائے گی لہٰذا اب بغیر رمی کئے جانا ہرگز جائز نہیں ورنہ دم لازم ہو گا۔

۱۳۔ ذوالحجہ کی رمی

سنت اور افضل ۱۳ تاریخ کو بعد زوال نماز ظہر پڑھنے اور پھر رمی کرنے کے بعد مکہ مکرمہ جانا ہے۔ ہاں اگر آج کی صبح منیٰ میں طلوع ہو جائے تو پھر تیرہ تاریخ کی رمی واجب ہو جاتی ہے لہٰذا آج بھی حسب دستور اور سنت کے مطابق تینوں جمروں پر رمی کریں، جمرہ اُولیٰ ، جمرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد دعا کے لیے ٹھہریں اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد نہ ٹھہریں رمی سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ روانہ ہوں۔ آج ۱۳ تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد، ہر طرح کی رمی قضا ہو یا ادا کا وقت ختم ہو جاتے گا۔

مکہ مکرمہ کو واپسی

منیٰ کے افعال و قیام سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ کو واپس آئیں، راستہ میں جنت المعلیٰ کے قریب محصّب میں دعا کے لیے تھوڑی دیر ٹھہرنا سنت ہے یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے افضل یہ ہے کہ یہاں نماز عشاء پڑھو کر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں حاضری دیں یہی سنت نبوی ہے۔ آفاقی یعنی وہ حضرات جو حدود میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں اب ان کے ذمہ حج کا صرف ایک واجب طواف وداع باقی رہ گیا ہے۔ جو مکہ سے بوقت رخصت ادا کیا جائے گا۔

اب ۱۳ ذوالحجہ کے بعد، قیام مکہ کے دوران میں جتنے ہو سکیں اپنے آقا و مولیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے لیے، والدین اور بھی جس کی طرف سے چاہیں جتنے چاہیں عمرے ادا کرتے رہیں اور نفل طواف بھی بکثرت کریں کیونکہ بیرونی حضرات کے لیے کعبہ شریف میں نفل نماز سے بھی زیادہ افضل نفل طواف ہے علاوہ ازیں یہاں ایک ختم قرآن بھی ضرور کریں، خوب

زمزم پئیں، حطیم کعبہ میں نفل پڑھیں ملتزم کے ساتھ لپٹیں دعائیں مانگیں حجر اسود کو بوسہ دیں بارش اور سخت گرمی اور تیز دھوپ میں طواف کرنا، اجر و ثواب کے اعتبار سے بہت ہی افضل ہے کعبہ شریفہ کو بار بار دیکھیں اور رب کعبہ سے بار بار دعائیں مانگیں ان عبادات کے علاوہ بوقت فرصت اس مقدس شہر کے متبرک مقامات کی زیارت بھی کریں۔ نہ معلوم یہ غنیمت و حاضری دوبارہ نصیب ہو گی یا نہیں۔ اس لیے قیام مکہ کا ایک ایک لمحہ غنیمت جانیں۔

طوافِ وداع

یہ طواف صرف اہل آفاق یعنی بیرونِ میقات رہنے والوں پر واجب ہے اس کو طواف صدر بھی کہا جاتا ہے جو کعبہ معظمہ سے رخصت کے وقت ادا کرنا ہوتا ہے۔ چاہے کتنا عرصہ ہی یہاں قیام کیا جائے جب بھی وطن روانگی ہو تو یہ طواف کر کے رخصت ہونا واجب ہے۔ اس طواف میں رمل و اضطباع، اس کے بعد سعی وغیرہ کچھ نہیں۔ یہ طواف کر لینے کے بعد اگر دوبارہ کسی وجہ سے مکہ شریف قیام کرنا پڑے تو بوقت رخصت دوبارہ طواف وداع کرنا مستحب ہے۔ جو عورت بوقت رخصت حیض و نفاس میں ہو اس پر یہ طواف واجب نہیں، ایسی صورت حال میں وہ صرف مسجد حرام کے باب الوداع کے دروازے پر کھڑی ذکر و دعا میں مشغول اور اشکبار نظروں سے کعبہ شریف کی الوداعی زیارت کر کے رخصت ہو جائے اگر ممکن ہو تو عورت پاک ہونے کا انتظار بھی کر سکتی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔

طوافِ وداع کا طریقہ

حسب دستور طواف وداع کی نیت کر کے حجر اسود کے استلام کے بعد طواف شروع کریں سات پھیرے مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز طواف پڑھیں پھر خوب پیٹ بھر کر زمزم پئیں، چہرے اور بدن پر بھی ملیں، پیتے وقت بار بار کعبہ کی زیارت کریں۔ پھر والہانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر چوکھٹ کو بوسہ دیں اور بار بار حاضری کی دعا مانگیں دعائے جامع اور یہ دعا بھی پڑھیں

اَلسَّائِلُ بِبَابِكَ يَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَعْرُوْفِكَ وَيَرْجُوْ رَحْمَتَكَ —— الٰہی! یہ سوالی تیرے در پر کھڑا تیرے فضل و کرم کا سوال کرتا ہے اور تیری رحمت کا امیدوار ہے

اس کے بعد، ملتزم پر حاضری دیں اور حسبِ دستور دیوارِ کعبہ سے لپٹ کر خوب روئیں، آنسو بہائیں اللہ کی حمد و ثنا و تسبیح و تہلیل اور توبہ و استغفار، درود و دُعا بکثرت پڑھیں۔ پھر حجرِ اسود کا استلام کریں اور بوسہ دیں اور یہ دُعا پڑھ کر رخصت ہوں۔

يَا يَمِيْنَ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اُوْدِعُكَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ لِتَشْهَدَ لِيْ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَوْمِ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاُشْهِدُ مَلٰٓئِكَتَكَ الْكِرَامَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاِنْ جَعَلْتَ فَعَوِّضْنِيْ مِنْهُ الْجَنَّةَ ـ

اے یمین الٰہی! میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسُول ہیں اور میں تیرے پاس اس شہادت کو امانت رکھتا ہوں تاکہ قیامت کے دن جو بڑی گھبراہٹ کا دن ہے تو میرے لیے اس کی شہادت دے گا۔ الٰہی! میرے اس حج کو اپنے محترم گھر کی آخری حاضری نہ بنانا، اگر ایسا کر دیا ہے تو پھر مجھے اس کے بدلے میں جنت عطا فرمانا۔

جب بیت اللہ سے رخصت ہوں تو کعبہ کی طرف منہ کرکے الوداعی زیارت کرتے ہوئے اُلٹے پاؤں چلیں یا سیدھے چلتے ہوئے مڑ مڑ کر بیت اللہ کو حسرت و یاس بھری نظروں سے دیکھتے اس کے غم و فراق میں آنسو بہاتے رخصت ہوں۔ باب الوداع سے باہر نکلنا سنت ہے باہر آکر حسبِ وسعت و گنجائش صدقہ و خیرات کرنا بہتر و افضل ہے۔

طواف وداع کرکے چلا، پھر کسی وجہ سے ٹھہر گیا۔ لیکن اقامت کی نیت نہیں کی تو یہی طواف کافی ہوگا۔ روانگی کے وقت پھر طواف کرے تو مستحب ہے تاکہ سب سے آخر طواف رہے۔

اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع چلا گیا۔ اور ابھی میقات سے باہر نہیں ہوا۔ تو واپس آکر طواف کرے۔ اور میقات سے باہر ہو گیا تو دم دے۔ واپس آنے کی ضرورت نہیں اور اگر واپس ہوتا ہے تو عمرہ کا احرام باندھ کر آئے۔ عمرہ ادا کرکے پھر طواف وداع کرے۔ اب اس پر کوئی دم نہیں۔

باب ۵

احکامِ جنایت

جنایت سے مراد ایسا کام کرنا ہے جو حرم میں ہونے کی وجہ سے یا احرام باندھ لینے کی وجہ سے حرام ہو کر گناہ کے زمرے میں شامل ہو جائے اس کی تلافی کے لیے شریعت نے کچھ عوضانہ مقرر کیا ہے جسے کفارہ کہا جاتا ہے۔ احرام اور حج میں یہ جرم یا گناہ ارادتاً ہو یا بھول کر ہو عذر سے ہو یا بلا عذر، نیند میں ہو یا بیداری میں، ہوش میں ہو یا بے ہوشی میں اجرم کے جرم ہونے کا علم ہو یا نہ الغرض کسی طرح بھی سرزد ہو، ہر حال میں اس کا کفارہ لازم ہے ہاں اگر جرم غلطی یا بھول یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے سرزد ہو تو اس میں گناہ نہیں صرف کفارہ لازم ہوتا ہے، اور دانستہ بلا عذر جرم کے ارتکاب سے گناہ بھی ہوتا ہے۔ بلا عذر شرعی جان بوجھ کر اس نیت سے جنایت کا ارتکاب کرنا کہ جزا دے دوں گا سخت گناہ ہے۔ اور اس میں توبہ و کفارہ، دونوں ضروری ہیں۔

جنایت کے سلسلے میں عذر سے مراد، بیماری، شدید گرمی یا سردی، زخم، پھوڑے اور جوئیں وغیرہ تکلیف دہ اور مشقت والے اسباب ہیں۔ ان کے علاوہ اور کو سبب "شرعی عذر" نہیں کہلاتا۔ جو جرم مذکورہ عذر کے باعث سرزد ہو اس کو غیر اختیاری جنایت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کسی سبب سے سرزد ہونے والے جرم کو اختیاری جنایت کہا جاتا ہے۔ اختیاری جنایت کی شریعت نے جو جزا مقرر کی ہے وہی ادا کرنا واجب ہے اور غیر اختیاری جنایت میں اگر دم واجب ہو تو شرعاً یہ آسانی اور سہولت ہے کہ چاہیں تو دم دیں یا اس کے بدلے میں چھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی مقدار ہر ایک کو ایک ایک صدقہ دیں یا دو وقت ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں یا اس کے بدلے میں تین روزے رکھے جائیں۔ روزوں میں وقت اور مقام کی پابندی نہیں جہاں اور جب چاہیں رکھیں مگر زیادہ تاخیر جائز نہیں اور اگر یہ جنایت ایسی ہو جس کی جزا میں صدقہ واجب ہے تو اس میں بھی صدقہ دینے یا ایک روزہ رکھنے کا اختیار ہے۔

جنایت کے ارتکاب کی وجہ سے شریعت نے جو کفارے اور جزائیں مقرر کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ بدنہ : اس سے مراد ایک اونٹ یا ایک گائے ہے۔

۲۔ دم : ایک بھیڑ بکری یا اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ہے۔

۳۔ صدقہ : مطلق صدقہ سے مراد، فطرانے کی مقدار صدقہ ہے اور کچھ صدقہ دینے کا حکم ہو تو وہاں مٹھی بھر گندم وغیرہ دینا مراد ہوتا ہے۔

۴۔ قیمت : بحالت احرام یا حدود حرم میں خشکی کے جنگلی جانوروں کو شکار وغیرہ کرنے سے اس جانور کی قیمت دینا واجب ہوتی ہے۔

احرام کی جنایت میں قارن پر دو کفارے واجب ہوں گے کیونکہ اس کے دو احرام ہیں ایک حج کا اور دوسرا عمرے کا۔ ہاں بلا احرام میقات سے گزرنے کا اس پر ایک ہی کفارہ ہے اس کے علاوہ حج وعمرہ کی باقی جنایتوں میں قارن پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ بدنہ یا دم واجب ہونے کی صورت میں یہ لازمی شرط ہے کہ وہ جانور حدود حرم میں ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت صرف محتاجوں کا حق ہے خود کھانا یا امیروں کو کھلانا ہرگز جائز نہیں۔ نیز اس جانور کی قیمت کا صدقہ کرنا بھی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ان جانوروں کے بھی وہی احکام وشرائط ہیں جو قربانی کے جانوروں کے ہیں۔

ا۔ جنایات احرام

احرام کی جنایات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ بلا احرام میقات سے گزرنا

میقات کی حدود سے باہر رہنے والے کے لیے بغیر احرام باندھے میقات سے آگے مکہ کی طرف جانا جائز نہیں ورنہ دم واجب ہوگا۔ اگر دانستہ ایسا کیا تو گنہگار بھی ہوگا۔ اگر کوئی شخص بلا احرام، میقات سے آگے چلا گیا تو اس پر واجب ہے کہ واپس میقات پہ آ کر احرام باندھے اب اس پر دم واجب نہیں رہے گا۔ اگر واپس نہ آیا اور وہیں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دم لازم ہوگا۔ جو حضرات ہوائی جہاز پر سفر کرتے ہیں ان کو احرام باندھ کر سوار ہونا چاہیے یا

جہاز کے جدہ اترنے سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے جہاز کے اندر ہی احرام باندھ لینا چاہیے کیوں کہ ہوائی جہاز حدودِ میقات پر سے گزر کر جدہ اترتا ہے، ورنہ دم واجب ہوگا۔

۲۔ خوشبو لگانا

احرام کی حالت میں جسم یا لباس میں خوشبو وغیرہ لگانا حرام ہے۔ خوشبو خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ پورے جسم پر ہو یا کسی حصے پر جیسے سر، منہ وغیرہ تو دم واجب ہے۔ اگر معمولی مقدار میں خوشبو تھوڑے سے حصے پر لگائی تو صدقہ لازم ہے۔ اگر خوشبو استعمال عذرِ شرعی کی وجہ سے ہوا تو پہلی صورت میں دم دینے یا چھ مسکینوں کو فطرانہ کی مقدار ایک ایک صدقہ دینے یا تین روزے رکھنے، ان میں سے کوئی ایک کفارہ دینے کا اختیار ہے اور دوسری صورت میں، صدقہ دینے یا ایک روزہ رکھنے کا اختیار ہے۔ اگر تھوڑی تھوڑی خوشبو چند اعضاء کو لگائی، اگر سب ملا کر بڑے عضو کے برابر ہو جائے تو دم واجب ہے، ورنہ صدقہ ہے۔

ایسا کپڑا جس پر زیادہ مقدار میں خوشبو لگی ہو تو، اگر ایسا کپڑا پورا ایک دن یا پوری ایک رات، پہنے رکھا تو دم واجب ہے اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔ اگر خوشبو تھوڑی سی لگی ہو تو صرف صدقہ لازم ہے وقت کی حد نہیں۔ جس بستر یا کپڑے پر خوشبو لگائی گئی ہو اس پر لیٹنے کا حکم بھی یہی ہے۔

ایسی چیز زیادہ مقدار میں کھانا یا پینا جس میں خوشبو ملائی گئی ہو مگر وہ پکائی نہ ہو اگر خوشبو غالب ہو تو دم ہے ورنہ صدقہ ہے۔ ایسا خوشبودار کھانا کھایا جس میں خوشبو پکائی گئی ہو اور خوشبو آ رہی ہو، مکروہ ہے۔ لہٰذا احرام کی حالت میں خوشبودار کھانے پینے کی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔ حجرِ اسود پر اگر خوشبو لگی ہو تو بحالتِ احرام، استلام کرتے وقت اس کا بوسہ لینا، یا ہاتھوں سے چھونا جائز نہیں بلکہ صرف ہاتھوں سے اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہیے۔ اگر بوسہ دیا یا ہاتھوں سے چھوا اور منہ یا ہاتھوں پر خوشبو زیادہ مقدار میں لگ گئی تو دم واجب ہے۔ کم لگی تو صدقہ ہے۔

داڑھی یا سر پہ مہندی پتلی لگائی کہ بال نہ چھپے تو ایک دم واجب ہے اور اگر خوب گاڑھی لگائی اور ۱۲ گھنٹے گزر گئے تو مرد پہ دو دم واجب ہوں گے، ایک چہرہ یا سر چھپانے کا اور دوسرا خوشبو لگانے کا۔ اور عورت کو سر پہ مہندی لگانے کی وجہ سے صرف ایک دم واجب

ہے کیونکہ اس کے لیے سر چھپانا جائز ہے خوشبو لگانا حرام ہے عورت نے اگر پوری ایک ہتھیلی یا ایک تلوے پر مہندی لگائی تو دم واجب ہے اس سے کم میں صدقہ ہے خوشبو دار سُرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ واجب ہو گا اور دو بار سے زیادہ میں دم لازم ہے جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔

۲۔ بال دور کرنا سر یا داڑھی کے چوتھائی حصہ کے بال منڈوائے یا کترائے تو دم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ ہے۔ پوری گردن یا پوری ایک بغل یا زیرِ ناف کے بال صاف کرنے میں بھی ایک دم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ مونچھ اگرچہ تھوڑی یا پوری مونڈوائی کترائی جائے اس میں صدقہ لازم ہے۔ سر داڑھی بغلوں، زیرِ ناف یا سارے بدن کے بال، اگر ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں صاف کئے تو ایک کفارہ ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ جگہ اور وقت میں صاف کئے تو اتنے ہی کفارے لازم ہوں گے، مذکورہ اعضاء کے علاوہ باقی جسم کے بال مونڈنے میں صرف صدقہ لازم ہے۔ دو تین بال کاٹنے یا مونڈنے میں مٹھی بھر گندم یا روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ دینا چاہیے اور اس سے زائد بالوں میں صدقہ فطر کی مقدار صدقہ واجب ہے یہی حکم وضو کرتے ہوئے یا کھجانے سے بال گرنے کا ہے۔

ہاتھ لگائے بغیر خود بخود اگر بال گر جائیں تو کچھ لازم نہیں۔ عورت نے سارے یا چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر اگر کترے تو دم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ ہے محرم نے دوسرے محرم کا چوتھائی سر مونڈا تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈوانے والے پر دم واجب ہو گا۔ اگر غیر محرم نے محرم کے چوتھائی سر کے بال مونڈے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۴۔ سلا کپڑا پہننا احرام کی حالت میں مردوں کو سلے کپڑے پہننا حرام ہے۔ سلا کپڑا اگر پورا ایک دن (۱۲ گھنٹے) یا ایک رات پہنے رکھا تو دم واجب ہے اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک سلا کپڑا پہنا مگر دوسرا بلا عذر اور ضرورت والی جگہ سے اور جگہ پہنا تو دو دم واجب ہوں گے، مثلاً ضرورت کرتے کی تھی اور بلا ضرورت پاجامہ بھی پہن لیا مردوں کو بحالتِ احرام موزے جرابیں، تسمے والے بوٹ اور ایسی جوتی پہننا جو پاؤں کی ابھری ہڈی کو چھپالے حرام ہے اگر ایسا کوئی جوتا یا بوٹ وغیرہ ۱۲ گھنٹے لگاتار

پہلے رکھا تو دم واجب ہے اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔

۵۔ سر یا منہ چھپانا

احرام کی حالت میں مرد کو سر، منہ اور عورت کو چہرہ ڈھانپنا حرام ہے۔ اگر مرد نے سر یا منہ اور عورت نے منہ، متواتر ایک دن یا رات چھپائے رکھا تو دم واجب ہوگا اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔ سر یا منہ کا چوتھائی حصہ ڈھانپنا پورے سر اور پورے چہرہ کا حکم رکھتا ہے لہٰذا چوتھائی حصہ سے کم سر یا منہ اگر ۱۲ گھنٹے لگاتار چھپائے رکھا تو صدقہ لازم ہوگا اور اس سے کم وقت میں کچھ واجب نہیں۔ ہاں گناہ ضرور ہے۔

۶۔ احرام کی حالت میں شکار کرنا

احرام کی حالت میں حلال و حرام ہر قسم کے خشکی کے جنگل جانوروں کا شکار کرنا یا کسی دوسرے کو شکار مارنے کے لیے شکار کی طرف اشارہ کر کے بتانا، یا ان کو ایذا دینا، زخمی کرنا، پرندوں کے انڈے توڑنا، ان کے پر اکھیڑنا حرام و ممنوع ہے اگر ایسا کیا تو کفارہ واجب ہوگا اور وہ شکار کی وہ قیمت ہے جو دو عادل و با اعتماد آدمی مقرر کریں گے۔ ہاں حرام جانور کے مارنے میں یہ لازمی شرط ہے کہ اس کا کفارہ ایک بھیڑ بکری سے زیادہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔

شکار میں مذکورہ جانوروں کو زخمی کرنے، عضو کاٹنے، پر اکھیڑنے کا بھی "بقدرِ نقصان" کفارہ واجب ہوگا۔ شکار کی قیمت کا صدقہ کرنے میں یہ اختیار ہے کہ اس سے اگر بھیڑ بکری خریدی جا سکتی ہو تو خرید کر حرم میں ذبح کر کے گوشت محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے، یا گندم وغیرہ خرید کر بقدر صدقہ فطر ہر مسکین کو دیا جائے، یا وہ قیمت ہی فقراء میں بانٹ دی جائے۔ بحالتِ احرام ٹڈی مارنا بھی ناجائز ہے۔ دو تین ٹڈیاں مارنے میں کچھ صدقہ دینا چاہیے اور تین سے زیادہ ٹڈیاں مارنے میں پورا صدقہ واجب ہے۔

کوا، چیل، سانپ، بچھو، کھٹمل، مچھر، مکھی، کاٹنے والی چیونٹی، چھپکلی، بھڑ وغیرہ اور اور حملہ آور درندوں کو مارنے میں کوئی کفارہ نہیں۔ اور کبوتر کے سوا، گھریلو اور پالتو جانور بھیڑ بکری اونٹ گائے بھینس، مرغی وغیرہ کا ذبح کرنا جائز ہے۔

۷۔ جوئیں مارنا احرام کی حالت میں، اپنے بدن کی جوئیں خود مارنا یا کسی دوسرے سے مروانا یا کسی اور طریقہ سے مارنا منع ہے اگر ایسا کیا تو کفارہ واجب ہوگا۔ ایک جوں کسی بھی طریقہ سے مارنے کے بدلہ میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور دو یا تین میں مٹھی بھر گندم صدقہ میں دینا لازم ہے اور تین سے زیادہ جوئیں مارنے کا کفارہ پورا ایک صدقہ ہے۔ کپڑا دھو کر دھوپ میں ڈالا یا ویسے ہی دھوپ میں ڈالا اور جوئیں مرگئیں۔ ایسی صورت میں اگر نیت جوئیں مارنے کی نہ ہو تو کفارہ واجب نہیں۔

۸۔ ناخن کاٹنا چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن یا صرف ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچ ناخن اگر ایک مجلس میں کاٹے تو دم اور پانچ ناخنوں سے کم میں ہر ناخن کے بدلے ایک صدقہ لازم ہوگا۔

۹۔ حالت احرام میں جماع کا کفارہ محرم نے اگر بحالت احرام وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد جائے گا اور ایسی صورت میں حج فاسد ہونے کے بعد، بدستور اس حج کو پورا کرکے ایک دم دینا واجب ہے اور آئندہ سال یا اس کے بعد اس کی قضا فرض ہے عورت بھی اگر احرام میں ہو تو اس پر بھی ایک دم واجب ہے اور حج کی قضا بھی فرض ہے۔ وقوفِ عرفہ کے بعد اور حلق اور طواف زیارت سے پہلے اگر جماع کیا تو ایک بدنہ یعنی سالم ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو دم واجب ہے اور بہتر بدنہ ہی دینا ہے۔

جماع کے علاوہ اگر صرف شہوت کے ساتھ مباشرت فاحشہ کی یا بوس وکنار کیا، یا شہوت کے ساتھ بدن کو ہاتھ لگایا تو دم واجب ہے اگرچہ انزال ہو یا نہ ہو۔

۲۔ حدودِ حرم کی جنایات حدودِ حرم میں شکار کرنا محرم اور غیر محرم دونوں کے لیے حرام و ناجائز ہے حرم کے پرندوں کے انڈے توڑنا یا حرم کے جانوروں کو بھون کھانا بھی جنایت ہے اسی طرح حرم کی ٹڈیاں مارنا بھی جنایت ہے۔ اگر کسی کے پاس کوئی شکار ہو اور وہ شخص حرم میں داخل ہو رہا ہو تو اس پر واجب

ہے کہ اس شکار کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

حرم کی خود رو گھاس، پیڑ، پودے اور ہر ابھرا سبزہ کاٹنا یا اکھاڑنا جنایت ہے، اگر یہ کسی کی ملکیت نہ ہوں تو اس کا کفارہ صرف یہ ہے کہ اس کی قیمت راہِ خدا میں خرچ کر دی جائے۔ اور اگر یہ کسی کی ملکیت ہوں تو پھر دوگنی قیمت ادا کرنا واجب ہے، صدقہ بھی کرنا ہوگا اور مالک کو بھی قیمت دینا پڑے گی۔

اِذخر کاٹنے یا اکھاڑنے کی اجازت ہے حضرت عباسؓ کے مطالبے پہ آپؐ نے اِذخر کاٹنے کی اجازت دے دی تھی خود رو پودے چاہے وہ جھاڑ جھنکاڑ ہی کیوں نہ ہوں اُن کا کاٹنا یا اکھاڑنا بھی جنایت ہے۔

جو پیڑ پودے خود رو نہ ہوں بلکہ بوئے اور لگائے گئے ہوں اُن کو توڑنا جنایت نہیں، اسی طرح کسی درخت کے چند پتے توڑنا بھی جنایت نہیں بشرطیکہ یہ کسی کی ملکیت نہ ہو، اگر کسی کی ملکیت ہوں تو اس کی اجازت کے بغیر نہ توڑے جائیں، ہاں مالک خود توڑے تو جنایت نہیں ہے۔

حرم شریف کے درختوں پیلو، کیکر وغیرہ کی مسواک بنانا بھی ناجائز ہے مکہ مکرمہ کے چاروں طرف نشان لگا کر حرم شریف کی حدود کو واضح کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص لاعلمی میں کسی غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔ منیٰ اور مزدلفہ، حدودِ حرم میں واقع ہیں البتہ عرفات کا میدان حدودِ حرم سے باہر ہے۔

طواف کی جنایات

جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں طواف زیارت کیا تو بدنہ یعنی ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہے۔ اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وداع، یا نفل طواف یا طوافِ عمرہ ناپاک حالت میں کیا، تو دم واجب ہے اور اگر کامل طہارت کے ساتھ ان سب کا اعادہ کر لیا تو اب کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر طواف زیارت کے تمام یا کچھ چکر بے وضو کیے تو دم واجب ہے۔ اگر طوافِ وداع، یا طواف قدوم، یا نفل طواف یا طوافِ زیارت کے تین پھیرے بلا وضو کیے تو ہر پھیرے کے عوض ایک صدقہ لازم ہے۔ ہاں اگر ان تمام صورتوں میں وضو کر کے طواف دوبارہ کر لیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ یاد رکھیں! جو طواف جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا اس کا اعادہ واجب ہے

اور جو بلا وضو کیا اس کا اعادہ مستحب ہے ورنہ اس کی مقررہ جزا دینا واجب ہوگی۔

پورا طواف وداع یا اس کا کچھ حصہ ترک کر دیا تو دم لازم ہے اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیرے کے بدلہ میں ایک صدقہ ہے۔ اور طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی چھوڑ دیا تو دم لازم ہوگا۔ اور کل ترک کر دینے کی صورت میں اس کا ادا کرنا ہی لازم ہے، کفارہ نہیں طواف قدوم نہ کرنا اگرچہ معیوب ہے، مگر اس کے ترک سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا مکروہ ہے کفارہ لازم نہیں۔

۳۔ سعی کی جنایات

تمام سعی کے چار پھیرے بلا عذر چھوڑ دیئے یا بلا عذر سواری پر کئے تو دم واجب ہوگا اور اگر چار سے کم پھیرے چھوڑ دیئے یا بلا عذر سواری پر کئے تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقہ لازم ہے۔ اگر ان تمام صورتوں میں سعی کا اعادہ کر لیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کی تو کفارہ واجب نہیں۔ سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری ہے اگر طواف سے پہلے سعی کر لی اور پھر اس کا اعادہ نہ کیا تو دم واجب ہے۔ سعی کے لیے احرام اور زمانہ حج لازمی شرط نہیں۔ جب بھی کی ادا ہوگی۔

۴۔ وقوف عرفہ اور مزدلفہ کی جنایات

غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنے سے دم واجب ہوگا۔ ایسی صورت میں غروب آفتاب سے پہلے پہلے، عرفات میں پلٹ آنے سے دم ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں غروب کے بعد واپس آنے سے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ عرفات سے نکلنا اختیار سے ہو یا بلا اختیار دونوں صورتوں میں دم لازم ہے۔

مزدلفہ میں دسویں ذوالحجہ کی صبح کو "وقوف مزدلفہ" بلا عذر شرعی چھوڑ دیا تو دم واجب ہوگا۔ ہاں اگر کسی نے بہت زیادہ کمزوری، یا بڑھاپے، یا عورت نے ہجوم کے ڈر سے وقوف نہ کیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

۵۔ رمی کی جنایات

اگر ایک دن کی رمی ساری چھوڑ دی یا ایک دن کی اکثر رمی نہ کی تو دم واجب ہے یعنی دسویں کو تین کنکریاں ماریں اور باقی دنوں

میں دس دس کنکریاں ماریں تو ان تمام صورتوں میں دم واجب ہوگا، اور اگر اکثر رمی کرلی اور پھر رمی چھوڑ دی تو ہر کنکری کے بدلے میں ایک صدقہ دینا واجب ہوگا۔ تیرھویں کی صبح اگر منیٰ میں طلوع ہوگئی تو اس دن کی رمی واجب ہے۔ لہٰذا اس دن کی رمی ترک کرنے کا کفارہ بھی مذکورہ صورت میں دینا واجب ہے۔

۶۔ قربانی اور حلق کی جنایات

دسویں تاریخ کو منیٰ میں پہلے جمرہ عقبیٰ کی رمی کرنا، پھر قربانی دینا، اور اس کے بعد حلق یا قصر کروانا ہے یہ ترتیب قارن متمتع حاجی پر واجب ہے اگر اس ترتیب سے افعال نہ کیے تو دم واجب ہوگا۔ اور مفرد کے لیے رمی اور حلق یا قصر میں ترتیب واجب ہے اگر اس نے یہ دونوں افعال خلاف ترتیب کیے تو اس پر دم دینا ضروری ہوگا۔

باب ۔ ۶

زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے اور یہیں مسجد نبوی ہے یہی وہ مقام ہے جہاں آپ ہجرت کے بعد جلوہ افروز ہوئے اور تادم آخر رہے ۔ اس لیے اللہ تعالی کے مقدس گھر خانہ کعبہ میں حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یہاں کی حاضری دین و دنیا کی فلاح وسعادت کا موجب ہے ۔ اور قیامت کے روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنے گی ۔ اس لیے مدینہ منورہ کی حاضری بہت ضروری ہے ۔ مدینہ منورہ کی زیارت کے بغیر واپس لوٹ آنا سخت محرومی اور بدبختی ہے ۔

قرآن پاک میں بارگاہ رسالت کی حاضری کو گناہوں کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے ۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد آپ کے پاس حاضر ہو جائیں اور اللہ سے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کریں تو بلاشبہ وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری حیات ظاہری کے بعد حج کیا اور میری قبر کی زیارت کو آیا تو گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی ۔ بیہقی شعب الایمان ۔

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہو گئی (دارقطنی)

آل خطاب کے ایک آدمی کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص مدینہ میں قیام کرے اور وہاں کی تنگی پر صبر کرے میں اس کے لیے قیامت میں گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکہ یا حرم مدینہ میں مر جائے وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔ بیہقی شعب الایمان

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب مکہ شریف سے تشریف لائے تو وہاں کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص حج کے لیے مکہ مکرمہ جائے اس کے بعد میری مسجد میں آئے اس کے لیے دو مبرور حجوں کا ثواب ہوگا۔ (الاتحاف)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص بھی میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود اور سلام پیش کرے تو اللہ تعالیٰ میری روح تک پہنچا دیتا ہے اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو کسی اور جگہ درود پڑھتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور اس کا سفارشی ہوں گا۔ بیہقی

ابن ابی فدیک کا بیان ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اس کے بعد ستر مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص اللہ جل شانہ تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔ بیہقی

معلوم ہوا کہ سرزمین حجاز میں جا کر سب سے افضل و اعلیٰ نعمت و سعادت مدینہ منورہ کی حاضری ہے اور خصوصاً حج کے موقع پر مدینہ منورہ پہ جانا ضروری ہے کیوں کہ اسی شہر میں وہ محبوب خدا جلوہ فرما ہیں جن کی وجہ سے یہ کارخانہ کائنات رواں دواں ہے اس شہر کے گلی کوچوں کو محبوب خدا

کی قدم بوسی کا شرف پایا ہے بلکہ خاک طیبہ کے وہ ذرے جنہیں محبوب خدا کے جسم اطہر کا قرب خاص ملا ہے ان کی عظمت و رفعت پر تو عرش بریں بھی رشک کرتا ہے۔ لہٰذا حج کعبہ کے بعد یا پہلے جب بھی اس بارگاہ میں حاضری و زیارت کا موقع پائیں تو مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں اس سعادت سے محرومی کا داغ لے کر نہ لوٹیں، ورنہ سر محشر پچھتائیں گے۔ اور جب بھی یہ سنہری موقع پائیں تو خالص بارگاہِ رسالت کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کریں، اسی میں وہ تمام برکتیں اور سعادتیں شامل ہیں جن کو زبانِ رسالت نے ان عظمتوں سے ہمکنار فرمایا ہے۔

دربار حبیب میں جانے والو! اب اس راہِ جذب و شوق میں قدم قدم پر خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر کرتے چلو کہ تمہیں محبوب رب العالمین کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت مل رہی ہے اور اس پیارے محبوب آقا پر درود و سلام پڑھتے چلو جو تمہیں اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں، آغوش رحمت و شفاعت میں گنبد خضرا کی ٹھنڈی چھاؤں میں بلا رہا ہے۔ جوں جوں مدینہ منورہ قریب آتا جائے ذوق و شوق کی حرارت و گرمی فزوں تر ہوتی چلی جائے، جب باغ طیبہ کی بلند کھجوریں اور شہر مدینہ کی عمارات نظر آئیں تو درود و سلام کا ورد بکثرت کریں۔ جب سبز گنبد پر نگاہ پڑے تو صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں مزید اضافہ کرتے چلے جائیں جب مدینہ منورہ میں پہنچو تو نہایت ادب و احترام کے ساتھ ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضری و باریابی کے حسین تصور میں ڈوبے شوق زیارت کے ساتھ یہ دعا پڑھتے ہوئے مدینہ شریف میں داخل ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ه وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ الٰہی تو سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور تیری طرف لوٹتی ہے سلامتی پس زندہ رکھ ہمیں اے ہمارے رب سلامتی کے ساتھ اور داخل فرما ہمیں اپنے گھر میں جو سلامتی والا ہے بابرکت ہے تو اے ہمارے رب اور عالی شان اے عظمت اور بزرگی والے پروردگار داخل فرما مجھے (مدینہ میں) داخل فرمانا سچا اور نکال مجھے مدینہ

الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝

سے نکالنا سچا اور عطا کر مجھ کو اپنی جناب سے غلبہ یا فتح و نصرت اور کہہ دیجئے آ گیا حق اور مٹ گیا باطل بلاشبہ تھا باطل مٹنے ہی والا اور ہم اتارتے ہیں قرآن جو کہ شفا اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے اور نہیں بڑھتے ظالم مگر خسارے میں۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد اول اپنے ساز و سامان کی حفاظت و رہائش کا انتظام کر لیں تاکہ دربارِ نبی میں حاضری کے وقت سکون و اطمینان حاصل رہے، پھر نہا دھو کر، مسواک وضو کر کے، صاف ستھرا لباس پہنیں، سرمہ اور خوشبو وغیرہ لگائیں پھر نہایت ادب و احترام کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لیے چلیں۔

مسجد نبوی میں داخلہ

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلا داہنا قدم رکھیں اور مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي الْيَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَاَنْجَحِ مَنْ دَعَاكَ وَابْتَغٰى مَرْضَاتِكَ۔

اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد ﷺ اور ان کی آل پر۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ آج کے مجھے تیری طرف متوجہ ہونے والوں میں سب سے زیادہ متوجہ بنا لے۔ تیرا قرب حاصل کرنے والوں میں سب سے زیادہ قریب بنا لے اور زیادہ فائز المرام کر انہیں سے جنہوں نے تجھ سے دعا کی اور اپنی مرادیں مانگیں۔"

حاضری و زیارت روضہ مبارک

دل بیتاب نے مسجد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی بے قراری سے دو نفل ادا کیے پھر ذوق وصل نے جوش مارا اور پا ئمل روضہ اطہر کی طرف چل دیئے آخر غلام مواجہ شریف کے

سامنے دربار رسالت میں حاضر ہو گیا۔ جہاں ذرا ادب و نیاز سے کھڑا ہو اے آنکھ آج اس روضہ اطہر کو دیکھ جس کے ہجر میں تو گریہ زار ہے اور شب خیزی میں آنسو بہاتی رہی۔ آج سرور کونین کی جلوہ گاہ ہے اور تو ہے ذرا وصل میں خوشی کے آنسو بہا اور اس آقا کا شکر ادا کر جس نے تجھے یہاں تک بلایا۔ آج تیری خوش بختی کے کیا کہنے کہ تو محبوب کائنات کا مہمان بنا ہے پھر اور تجھے کیا چاہیے کہ آج حضور تیرے میزبان ہیں۔ یہ وہ در ہے جہاں فرشتے بھی ادب و نیاز سے آئیں۔ جہاں قطب و ابدال اور اوتاد و اغیاث بھی سرخم جبین نیاز سے آتے یہ منزل عشق ہے اس لیے اے دل ذرا روح کی آنکھ کو کھول اور اپنے من میں ڈوب کر چشم باطن سے رخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ اور بصد احترام یہ سلام پیش کر کیوں کہ گنہگاروں کی شفاعت کا یہی آخری مقام ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ السَّیِّدُ الْکَرِیْمُ
وَالرَّسُوْلُ الْعَظِیْمُ الرَّؤُفُ الرَّحِیْمُ
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلَیْکَ یَا سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا
وَقُرَّةَ اَعْیُنِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَمَالَ مُلْکِ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ
خَلْقِ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ
یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ اَرْسَلَهُ
اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَقَدْ قَالَ
اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ حَقِّکَ الْعَظِیْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ

سلام ہو آپ پر اے نبی سردار سخی اور رسول بہت بڑے شفیق مہربان اور رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں، درود اور سلام ہو آپ پر اے ہمارے آقا اور نبی اور محبوب اور ٹھنڈک آنکھوں کی، اے رسول اللہ درود اور سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی درود اور سلام ہو آپ پر اے اللہ کے محبوب درود اور سلام ہو آپ پر اے سب سے عظیم کے ملک کی درود اور سلام ہو آپ پر، اے سب سے بہتر اللہ کی مخلوق میں درود اور سلام ہو آپ پر اے شفاعت کرنے والے گنہگاروں کے اللہ کے ہاں درود اور سلام ہو آپ پر اے وہ (مقدس) ہستی کہ بھیجا انہیں اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر کل عالم کے لیے اور تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ

إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
رَّحِيْمًا ۔ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ ۔ يَا طٰهٰ يَا
يٰسٓ يَا بَشِيْرُ يَا سِرَاجُ يَا مُنِيْرُ يَا
مُقَدَّمَ جَيْشِ الْأَنْبِيَاءِ وَ
الْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَهَا أَنَا يَا سَيِّدِيْ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جِئْتُكَ هَارِبًا
مِّنْ ذَنْبِيْ وَمِنْ عَمَلِيْ وَمُسْتَشْفِعًا
وَّمُسْتَجِيْرًا بِكَ إِلٰى رَبِّيْ
فَاشْفَعْ لِيْ يَا شَفِيْعَ الْأُمَّةِ يَا
كَاشِفَ الْغُمَّةِ يَا سِرَاجَ الظُّلْمَةِ
أَجِرْنِيْ بِهٖ يَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ يَا نَبِيَّ
الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَيْنَاكَ
زَائِرِيْنَ وَقَصَدْنَاكَ رَاغِبِيْنَ ۔
وَعَلٰى بَابِكَ الْعَالِيْ وَاقِفِيْنَ وَ
بِحَقِّكَ عَارِفِيْنَ فَلَا تَرُدَّنَا لِغَرَضِيْنَ
وَرُدَّ عَنْ بَابِ شَفَاعَتِكَ مَحْرُوْمِيْنَ
يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ
وَأَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَكَ
الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ

نے آپ کے بلند مرتبہ کے بارے میں، اور اگر وہ
(گنہگار) جب ظلم کریں اپنی جانوں پر (پھر) آپ کے
پاس آئیں اور وہ اللہ سے معافی چاہیں اور معافی چاہے
ان کے لیے پیغمبر تو وہ پائیں گے اللہ کو بڑا توبہ قبول
کرنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا۔ درود اور سلام ہو
آپ پر اے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اے
طٰہٰ اے یٰس اے خوشخبری دینے والے، اے
چراغ (ہدایت) اے منور کرنے والے اے سالار
گروہ انبیا اور مرسلین کے، اور دیکھیے اے میرے
آقا اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوا ہوں آپ
کے پاس بھاگ کر اپنے گناہوں اور (برے) اعمال
سے اور شفاعت کی امید لے کر اور آپ کی پناہ میں
آ جانے کے لیے اپنے رب کے سامنے پس شفاعت
فرمائیے میری، اے امت کے شفیع اے دور فرمانے
والے ظلمت کے اے چراغ اندھیرے کے نجات
دے مجھے آپ کے طفیل اے اللہ آگ سے
اے نبی رحمت اے اللہ کے رسول ہم حاضر ہوئے
ہیں آپ کے پاس زیارت کی غرض سے، اور ہم نے
آپ کا قصد کیا ہے شوق سے۔ اور آپ کی بارگاہ
عالی میں کھڑے ہیں، اور آپ کے حق کو (حتی المقدور)
پہچانتے ہیں، بس ہمیں نامراد نہ لوٹائیے اور اپنے
شفاعت کے دروازے سے، محروم نہ کیجیے۔ اے
میرے سردار اے رسول اللہ میں آپ سے شفاعت

الرَّفِيعَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُودَ وَالْحَوْضَ
الْمَوْرُودَ وَالشَّفَاعَةَ الْعُظْمٰى فِي
الْيَوْمِ الْمَشْهُودِ اَنْتَ الْحَبِيبُ
يَا حَبِيبَ اللّٰهِ اَنْتَ الشَّفِيعُ يَا
شَفِيعَ اللّٰهِ اَنْتَ الْمُشَفَّعُ
اَنْتَ الَّذِي تُرْجٰى شَفَاعَتُكَ عِنْدَ
الصِّرَاطِ مَا زَلَّتِ الْاَقْدَامُ اَشْهَدُ
اَنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ
الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ
وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ
وَجَلَيْتَ الظُّلْمَةَ وَجَاهَدْتَ فِي
سَبِيلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَعَبَدْتَ
رَبَّكَ حَتّٰى اَتٰكَ الْيَقِينُ
جَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا وَعَنْ وَالِدِينَا
وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرَ الْجَزَاءِ
وَنَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ اَنْ تَشْفَعَ لَنَا
عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْعَرْضِ يَوْمَ الْفَزَعِ
الْاَكْبَرِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ
اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ
اِشْفَعْ لَنَا وَلِوَالِدِينَا وَلِجِيرَانِنَا
وَلِمَشَايِخِنَا وَلِاُسْتَاذِنَا وَلِمَنْ
اَوْصَانَا وَقَلَّدَنَا عِنْدَكَ بِدُعَاءِ
الْخَيْرِ عِنْدَ الزِّيَارَةِ وَالصَّلٰوةِ

کا خواستگار ہوں، اور مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے
آپ کے لیے وسیلہ اور بزرگی اور درجہ بلند اور مقام
محمود اور حوض کوثر جو جنتیوں کے اترنے کی جگہ ہے
اور بڑی شفاعت روزِ قیامت ہیں آپ ہی محبوب
ہیں اے اللہ کے محبوب، آپ ہی شفیع ہیں اے
اللہ کے شفیع! آپ مختار ہیں آپ وہ ہیں کہ اس
سلسلہ ہم کو آپ کی شفاعت کی پل صراط پر جب
کہ ڈگمگا جائیں گے قدم میں گواہ ہوں کہ آپ نے
اے اللہ کے پیغمبر! بے شک پہنچا دیا پیغام اور ادا
کر دیا امانت کو اور نصیحت فرمائی امت کو، اور
دور فرما دیا ظلمت کو، اور روشنی سے بدل دیا
اندھیرے کو، اور کوشش کی راہ خدا میں، اور کوشش
کا حق ادا کر دیا اور عبادت کی اپنے رب کی حتیٰ کہ
آگئی آپ کے پاس یقینی چیز (موت)، جزا دے
اللہ تعالیٰ آپ کو، ہماری اور ہمارے والدین اور اسلام
کی طرف سے بہتر جزاء، اور درخواست کرتے
ہیں ہم آپ سے شفاعت کی کہ شفاعت فرمائیں
ہماری اللہ کے پاس قیامت کے دن بڑی گھراہٹ
کے دن جس دن کام نہ آئے گا مال اور نہ اولاد،
مگر جو حاضر ہوا اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر شفاعت
فرمائیے ہماری اور ہمارے والدین اور ہمارے
پڑوسیوں اور ہمارے پیروں اور استادوں کی اور
جس نے ہمیں وصیت کی اور ہم پر لازم کی آپ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سُلْطَانَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

کے ہاں یہ بہتر دعا پڑھنا زیارت کے وقت درود اور سلام ہو آپ پر اے بادشاہ نبیوں اور رسولوں کے اور رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِيْنَ قَوْلَكَ طَآئِعِيْنَ اَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ نَبِيِّكَ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

اے اللہ! بے شک آپ نے فرمایا ہے اور آپ کا فرمانا سچا ہے اور اگر وہ (گنہگار) جب کہ انھوں نے ظلم ڈھایا اپنی جانوں پر آئیں آپ کے پاس پس معافی مانگیں اللہ سے اور معافی مانگنا ان کے لیے رسول تو وہ پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، اور رحم کرنے والا بلاشبہ آئے تمہارے پاس ایک رسول جو تم ہی میں سے ہیں گراں ہے ان پر وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے تمہاری بھلائی کے آرزومند مومنوں کے ساتھ شفیق اور رحیم ہیں، پس اگر وہ روگردانی کریں تو فرما دیجیے کافی ہے مجھے اللہ کوئی نہیں معبود جس کے سوا اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا اور تحقیق ہم آئے ہیں تیرے پاس سن کر تیرا فرمانا، مان کر تیرا حکم، سفارشی بنا کر تیرے نبی کو تیرے پاس اے اللہ! اے ہمارے رب بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا کر ہو گذرے اور نہ چھوڑ ہمارے دلوں میں کدورت مومنوں کی طرف سے اے ہمارے رب

تَسْلِيْمًا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ
عَلَيْهِ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ
بِحُرْمَةِ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ اَنْ
تَرْزُقَنِيْ اِيْمَانًا كَامِلًا ثَابِتًا تُبَاشِرُ بِهٖ
قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ
لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَعِلْمًا
نَافِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا
وَّوَلَدًا صَالِحًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّ
حَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّصَبْرًا
جَمِيْلًا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا وَّعَمَلًا صَالِحًا
مَّقْبُوْلًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا نُوْرَ
النُّوْرِ يَا عَالِمًا مَا فِي الصُّدُوْرِ
اَخْرِجْنِيْ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ
الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ وَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ
بِالصّٰلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ - يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ
حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ سُبْحَانَ
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بلا شبہ تو بڑا رحم کرنے والا ہے بلا شبہ اور اس کے
فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو درود
بھیجو! آپ پر اور سلام کثرت سے اے اللہ!
رحمت نازل فرما اور سلامتی اور برکتیں آپ پر اے
اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے بطفیل اس نبی کریم
کے کہ تو مجھے عطا فرمائے ایمان کامل اور محکم مطمئن
ہو جس کی وجہ سے میرا دل اور یقین سچا یہاں تک کہ
میں جان لوں کہ مجھے پہنچنے والا، اور زبان تیرا ذکر کرنے
والی اور اولاد نیک اور رزق کشادہ اور حلال پاکیزہ
اور توبہ سچی اور صبر جمیل اور اجر بڑا اور عمل نیک
جو مقبول ہو اور تجارت جس میں گھاٹا نہ ہو اے
نور کو لے جانے والے سینوں کے راز دل
کے نکال لے مجھے اور تمام مسلمانوں کو اندھیروں سے
روشنی میں دنیا اور آخرت میں اور وفات دے مجھے
حالت اسلام پر اور ملا مجھے نیک لوگوں سے ساتھ اپنی
رحمت کے اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے
پروردگار کل جہانوں کے اے ہمارے رب
عطا فرما ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی
بھلائی اور بچا لے ہمیں عذاب دوزخ سے پاک
ہے آپ کا پروردگار صاحب عزت ان چیزوں
سے جو وہ کافر بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں
پر اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار
ہے کل جہانوں کا۔

پھر قبلہ رُخ ہو کر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِیْ مَقَامِنَا ھٰذَا الشَّرِیْفِ بَیْنَ یَدَیْ سَیِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا یَا اَللّٰہُ اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا عَیْبًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا سَتَرْتَہٗ وَلَا مَرِیْضًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا شَفَیْتَہٗ وَعَافَیْتَہٗ وَلَا مُسَافِرًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا نَجَّیْتَہٗ وَلَا غَائِبًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا رَدَدْتَہٗ وَلَا عَدُوًّا یَا اَللّٰہُ اِلَّا خَذَلْتَہٗ وَدَمَّرْتَہٗ وَلَا فَقِیْرًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا اَغْنَیْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً یَا اَللّٰہُ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لَنَا فِیْھَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَیْتَھَا وَیَسَّرْتَھَا۔ اَللّٰھُمَّ اقْضِ حَوَائِجَنَا وَیَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَتَقَبَّلْ زِیَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُیُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاکْشِفْ کُرُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا وَرُدَّ غُرْبَتَنَا اِلٰی اَھْلِنَا وَاَوْلَادِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ مَسْتُوْرِیْنَ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ۝ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ بِرَحْمَتِکَ	اے اللہ! نہ چھوڑ ہمارے لیے اس مبارک جگہ میں سامنے ہمارے آقا رسول اللہ کے کوئی گناہ مگر اسے بخش دے، اور نہ کوئی غم اے اللہ مگر تو اسے مٹا دے، اور نہ کوئی عیب اے اللہ مگر تو اُسے چھپا دے اور نہ کوئی مریض اے اللہ مگر تو اسے شفا اور عافیت دے، اور نہ کوئی مسافر اے اللہ مگر اُسے سفر کی تکلیف سے نجات دے دے اور نہ کوئی گمشدہ اے مولیٰ مگر اُسے واپس فرما دے، اور نہ کوئی دشمن اے مولیٰ مگر اُسے رسوا فرما دے، اور اس کو ہلاک کر دے، اور نہ کوئی اے فقیر اے مولیٰ مگر اُسے غنی فرما دے اور نہ کوئی ضرورت الٰہی! دُنیا کی اور آخرت کی ضرورتوں سے جس میں ہماری بھلائی ہو مگر اُسے پُورا اور آسان فرما دے اے اللہ پورا کر فرما ہماری حاجتیں، اور آسان فرما دے ہمارے کام اور کھول دے ہمارے سینے، اور قبول فرما ہماری زیارت اور امن سے بدل دے ہمارے خوف کو، اور پردہ ڈال ہمارے عیبوں پر، اور بخش دے ہمارے گناہوں کو، اور دور فرما دے ہماری تکالیف کو، اور خاتمہ فرما نیکیوں پر ہمارے اعمال کا اور لوٹا دے ہمارے مسافروں کو ہمارے اہل و اولاد میں صحیح و سالم، خوشحال پردہ پوشی کے ساتھ، اپنے نیک بندوں سے

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝

ان لوگوں میں سے کہ نہیں کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اپنی رحمت سے اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اے پروردگار کل جہانوں کے۔

زیارت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیارت کے وقت یہ سلام پڑھیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ وَحُبِّ رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَاءِ ۔ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

سلام ہو آپ پر اے ہمارے سردار ابوبکر صدیق! سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ کے حقیقی خلیفہ سلام ہو آپ پر اے ساتھی رسول اللہ کے دوسرے دوسرے دو میں کے جبکہ وہ غار میں تھے۔ سلام ہو آپ پر اے وہ ہستی کہ جس نے خرچ کیا اپنا مال سارا اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں یہاں تک کہ اتار دیا اپنی عبا کو بھی۔ راضی ہوا اللہ تعالیٰ آپ سے اور راضی کرے آپ کو بہتر راضی کرنا اور بنا دے جنت کو آپ کا گھر اور مسکن اور رہنے کی جگہ اور ٹھکانا، سلام ہو آپ پر اے سب سے پہلے خلیفہ اور سرتاج علماء اور خسر نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور رحمت اللہ کی ہو آپ پر اور اس کی برکتیں۔

زیارت حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمرؓ کی زیارت کے وقت یہ سلام پڑھیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ وَالصَّوَابِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَنِفِیَّ الْمِحْرَابِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا الْفُقَرَآءِ وَالضُّعَفَاءِ وَالْاَرَامِلِ وَالْاَیْتَامِ ط اَنْتَ الَّذِیْ قَالَ فِیْ حَقِّكَ سَیِّدُ الْبَشَرِ لَوْ كَانَ نَبِیٌّ مِّنْ بَعْدِیْ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ثَانِیَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

سلام ہو آپ پر اے (حضرت) عمر بن خطاب، سلام ہو آپ پر اے فرمانے والے انصاف اور ٹھیک بات کے، سلام ہو آپ پر اے زینت دینے والے محراب کو، سلام ہو آپ پر اے غلبہ دینے والے دینِ اسلام کے سلام ہو آپ پر اے توڑنے والے بتوں کے، سلام ہو آپ پر اے مددگار فقیروں ضعیفوں بیواؤں اور یتیموں کے، آپ وہ ہیں کہ آپ کے حق میں انسانوں کے سردار نے فرمایا اگر ہوتا کوئی نبی میرے بعد تو البتہ ہوتا عمر بن خطاب راضی ہوا اللہ تعالیٰ آپ سے اور راضی فرمائے آپ کو بہتر راضی فرمانا اور بنا دے جنت کو آپ کا گھر اور جائے سکونت اور رہنے کی جگہ اور ٹھکانا، سلام ہو آپ پر اے دوسرے خلیفہ اور سرتاج علماء کے اور خسر نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

باب ۷

فضائل مدینہ منورہ

احادیث میں اس شہر کی فضیلت اور عظمت بہت بیان کی گئی ہے چند احادیث حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مدینے کا نام طابہ ہے ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے اس شہر میں تشریف لے گئے تو یہ شہر مدینہ منورہ ہو گیا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَمَّی الْمَدِیْنَۃَ طَابَۃَ۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے (مسلم)

ایک روایت میں طابہ کی جگہ طیبہ آیا ہے لیکن ان دونوں لفظوں کے معنی پاکی اور عمدگی کے ہیں۔ کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے یہ شہر شرک سے پاک ہو گیا اس لئے اسے طیبہ کہا گیا۔ امام نووی نے اپنی کتاب مناسک میں اس شہر کے پانچ نام بیان کئے ہیں یعنی مدینہ، طابہ، دار، یثرب۔ ان میں سے یثرب زمانہ جاہلیت کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں یہ مدینہ ہے۔ غالباً ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ یثرب کے معنی ملامت اور حزن کے ہیں اور حضور اقدس صلی علیہ وسلم کی عادت شریفہ برا نام بدل کر بہتر نام رکھنے کی تھی، اس لیے آپ نے اس کا نام مدینہ رکھ دیا۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ کہ مدینہ دین سے مشتق ہے جس کے معنی دار الطاعۃ کے ہیں۔ اس لئے یہ نام رکھا گیا کہ اس شہر میں اللہ اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔

۲۔ مدینہ غالب بستی ہے

وہ بستی جو مدینہ کے نام سے مشہور ہوئی تمام بستیوں پر غالب آگئی اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْیَةٍ تَاْکُلُ الْقُرٰی یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبُ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ تَنْفِی النَّاسَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی کی جانب ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب آجائے گی جس کو لوگ یثرب کہتے ہیں لیکن وہ مدینہ ہے وہ بستی برے لوگوں کو اسی طرح صاف کر دے گی جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے انہیں ایام میں خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند مکہ مکرمہ میں اترا جس کی وجہ سے سارا مکہ روشن ہو گیا پھر وہ چاند آسمان کی طرف چڑھا، اور مدینہ طیبہ میں جا اترا جس کی وجہ سے مدینہ کی ساری زمین روشن ہو گئی۔ یہ طویل خواب ہے اسی میں آخر میں ہے کہ پھر وہ چاند عائشہؓ کے گھر میں گیا اور ان کے گھر کی زمین شق ہو گئی جس میں وہ چاند پوشیدہ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو فن تعبیر سے پہلے ہی سے بہت مناسبت تھی اس خواب سے انہوں نے مدینہ کی ہجرت اور آخر میں حضورؐ کا حضرت عائشہ کے مکان میں دفن ہونا سمجھ لیا تھا (خمیس)،

حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بستی ساری بستیوں کو کھالے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بستی سب بستیوں سے افضل ہے اس لئے دوسری بستیاں اس میں مدغم ہو جائیں گی اور یہ بستی سب پر غالب آجائے گی۔

۳۔ ہجرت کے لیے مدینہ کو پسند کیا گیا

وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَیَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ

حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ان تین بستیوں

نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِيْنَةَ اَوِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ قِنَّسْرِيْنَ۔

میں سے جس میں اُترو وہ تمہاری جائے ہجرت ہو گی وہ مدینہ، بحرین اور قنسرین ہیں۔ ترمذی

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت دوسری بستیوں کی بجائے مدینہ طیبہ کو پسند فرمایا اور جسے اللہ کے محبوب نے پسند فرمایا اس شہر کے کیا کہنے۔

۴۔ مدینہ سب شہروں سے بہتر ہے

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

حضرت سفیان بن ابی زہیر سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا یمن فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو لے کر مدینہ سے چلی جائے گی اور اگر انہیں اس کا علم ہو تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اسی طرح شام فتح ہو گا اور ایک جماعت اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو لے کر مدینہ سے شام کی جانب کوچ کرے گی حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ اس کو جان لیں اسی طرح عراق بھی فتح ہو گا وہاں بھی لوگ اپنے خاندان اور متعلقین کو لے کر چلے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ اس کو سمجھیں مدینہ سب علاقوں سے بہتر ہے۔

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے بارے میں ایک اسرار بیان کیا ہے کہ جب فتوحات ہوں گی اور مسلمان وسیع علاقوں میں پھیلنے لگیں گے تو مدینہ کے کچھ لوگ دوسرے علاقوں کو بہتر خیال کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں چلے جائیں گے تو ان کا یہ خیال درست نہ ہو گا کیوں کہ مدینہ تمام علاقوں سے بہتر ہے اس کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر پر ہر وقت اللہ کی رحمت کا نزول رہتا ہے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اس

شہر میں ہے۔

۵۔ حرم مدینہ مدینہ منورہ کی سرزمین بھی مکہ مکرمہ کی طرح حرمت والی ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں جو چیزیں ناجائز ہیں ان کو کرنے سے دم واجب ہو جاتا ہے لیکن حرم نبی میں بدلہ دینا واجب نہیں ہوتا یہ رحمت اللعالمین کی فیاضی ہے کہ آپ نے اپنی امت کو کتنی سہولت دی مگر حرم مدینہ کا احترام نہ کرنے والا گنہگار ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن احادیث میں مدینہ کو حرم قرار دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ فَجَعَلَھَا حَرَامًا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ حَرَامًا مَّا بَیْنَ مَازِمَیْھَا اَنْ لَّا یُھْرَاقَ فِیْھَا دَمٌ وَّلَا یُحْمَلَ فِیْھَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَّلَا تُخْبَطَ فِیْھَا شَجَرَۃٌ اِلَّا لِعَلَفٍ۔

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جناب ابراہیم علیہ السلام نے سرزمین مکہ کو حرمت دی میں مدینہ کو حرمت دیتا ہوں اب اس کے دونوں کناروں کے درمیان نہ تو خونریزی کی جائے اور نہ یہاں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور جانوروں کی غذا کے علاوہ یہاں کے درختوں کے پتے نہ جھاڑے جائیں۔ (مسلم)

وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَہٗ اُحُدٌ فَقَالَ ھٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا۔

ان سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں جناب ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت دی اور میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان جو زمین (مدینہ) ہے اس کو حرمت دیتا ہوں۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ اَنْ یُّقْطَعَ عِضَاھُھَا

حضرت سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ کے دونوں کناروں کو حرام کرتا ہوں اس علاقہ میں نہ تو خاردار

اَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ لَا يَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَلَا يَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰى لَاْوَائِهَا وَجُهْدِهَا اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(مسلم)

درخت کاٹا جائے نہ اس میں شکار کیا جائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ اس کے تقدس کو جانتے ہوں اگر کوئی شخص مدینہ سے بے رغبتی نہ رکھتے ہوئے اس کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل مہیا فرما دے گا اور جو شخص مدینہ کی سختی اور تنگی محنت ومشقت پر ثابت قدم رہے گا۔ میں قیامت میں اس کا شفیع وشہید ہوں گا۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْقُرْاٰنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّمَنْ وَّالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں لکھا اور جو اس کتابچے میں ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیر سے ثور تک کا علاقہ حرم ہے اب جو اس حد بندی میں ترمیم کرے یا ترمیم کرنے والے کی مدد کرے اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام بندوں کی لعنت ہے اس کے نہ تو فرائض قبول کیے جائیں گے اور نہ نوافل اور مسلمانوں کا معاہدہ یکساں ہے جو ایک عام مسلمان بھی کر سکتا ہے اور جو کوئی مسلمان کے عہد کو توڑتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور بندوں کی لعنت ہے جس کا فرض اور نفل قبول نہ ہوگا اور جو کوئی اپنے دوستوں کی اجازت اور ان کی رضامندی کے بغیر دوسروں سے دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں

مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔

(بخاری و مسلم)

اور اس کے تمام بندوں کی لعنت ہے اس کی کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہ ہو گی (متفق علیہ لیکن بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی جانب (نسبی) نسبت کی یا اپنے دوستوں کے علاوہ کسی اور سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور اس کے تمام بندوں کی طرف سے لعنت ہے اس کی نہ تو فرض عبادت قبول ہو گی نہ نفل)

۲۔ برکات سرزمین مدینہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خاطر سرزمین مدینہ کو بڑی برکات عطا کر رکھی ہیں۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین کی برکت کے لیے بہت دعا کی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی خداوندا تو نے جتنی برکت مکہ کو عطا فرمائی ہے اس سے دگنی برکت مدینہ کو عطا فرما۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا معمول یہ تھا کہ جب موسم میں کوئی پھل آتا تو سب سے پہلا پھل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت فرما، اور ہمارے شہر میں برکت فرما۔ اور ہمارے صاع میں برکت فرما اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے تھے تیرے خلیل تھے تیرے نبی تھے، اور میں بھی تیرا بندہ ہوں اور تیرا نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی تھی ویسی ہی دعا مدینہ طیبہ کے لیے کرتا ہوں اور اس سے دو چند کی دعا کرتا ہوں۔" اس کے بعد کسی چھوٹے بچے کو وہ پھل مرحمت فرما دیتے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

جا رہے تھے جب مدینہ سے باہر حرہ میں سقیا پر پہنچے (ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کی آبادی سے باہر) تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی منگایا اور وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا کی۔ "اے اللہ حضرت ابراہیمؑ تیرے بندے تھے تیرے خلیل تھے، انھوں نے مکہ والوں کے لیے برکت کی دعا کی اور میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا بندہ ہوں تیرا رسول ہوں، میں تجھ سے مدینہ والوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے مُد میں اور ان کے صاع میں ایسی ہی برکت کر جیسی کہ تو نے اہل مکہ کے لیے کی اور اس کے ساتھ دو چند برکتیں زیادہ کر دے (کنز) اس حدیث شریف میں تین گنا زیادتی کی دعا ہوئی صاحب ترغیب نے اس کی سند کو عمدہ اور قوی بتایا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں گرانی بہت ہو گئی اور لوگ سخت مشقت میں پڑ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی۔ اور یہ خوشخبری دی کہ میں نے تمہارے لیے تمہارے صاع میں اور تمہارے مُد میں برکت کی دعا کی ہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کھانا علیحدہ علیحدہ نہ کھایا کرو اکٹھے ہو کر کھایا کرو اس صورت میں ایک کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا کھانا چار کو کافی ہو جاتا ہے اور چار کا پانچ چھ کو کافی ہو جاتا ہے۔ اکٹھے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ جو شخص مدینہ طیبہ کی مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ اور جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے یہاں سے جائے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کا بہترین بدل یہاں کر دے گا۔ اور جو مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسا کہ پانی میں نمک گھل جاتا ہے (ترغیب)

مدینے کی سرزمین میں شفا ہے

سرزمین مدینہ میں اللہ نے شفا رکھی ہے۔ جو لوگ اس سرزمین میں رہ کر اللہ سے صحت کی شفا یابی کی دعا کرتے ہیں تو اللہ قبول کرتا ہے اور اس کی صحت یابی کا کوئی ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ طیبہ کی مٹی میں شفا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ ...

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ

الْمَدِیْنَۃَ وُعِكَ اَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ كَحُبِّنَا مَكَّۃَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْھَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِھَا وَمُدِّھَا وَانْقُلْ حُمَّاھَا فَاجْعَلْھَا بِالْجُحْفَۃِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

تشریف لائے تو جناب صدیق اکبر اور حضرت بلال کو بخار ہو گیا میں نے آکر نبی علیہ السلام کو اطلاع دی تو آپ نے دعائیہ کلمات کہے کہ خداوندا مدینہ کو ہمیں ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس خطہ کو صحت کا گہوارہ بنا دے یہاں کے صاع اور مد میں ہمارے لیے برکتیں عطا فرما اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے (متفق علیہ)

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ لِلْمَرِیْضِ بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یَشْفِیْ سَقِیْمُنَا۔ رواہ البخاری

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے لیے فرمایا کرتے تھے اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے بعض آدمیوں کے لب کے ساتھ مل کر ہمارے بیمار کو شفا دیتی ہے۔

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں مدینہ پاک کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ اس کا غبار جذام اور برص کے لئے خصوصیت سے شفا ہے علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ نہ کوئی طبی چیز ہے لیکن منکر کو نفع نہیں کرتی۔ علامہ زرقانی نے بعض لوگوں کے حالات بھی لکھے ہیں جن کو برص کی بیماری تھی اور مدینہ پاک کی مٹی ملنے سے وہ اچھے ہو گئے علامہ قسطلانی کہتے ہیں بلکہ ہر مرض کے لیے شفا ہے۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبیلہ بنو الحارث کے پاس گئے وہ لوگ بیمار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حال ہے، وہ کہنے لگے حضور ہم لوگ بخار میں مبتلا ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارے پاس تو صعیب موجود ہے (یہ مدینہ کی ایک خاص جگہ کا نام ہے جو وادی بطحان میں ہے) انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ صعیب کو کیا کریں تو حضورؐ نے فرمایا اس کی مٹی لے کر پانی میں ڈال کر اس پر یہ پڑھ کر لب ڈالو۔ بِسْمِ اللّٰہِ تُرَابُ اَرْضِنَا بِرِیْقِ بَعْضِنَا شِفَاءٌ لِمَرِیْضِنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ ان حضرات نے اس کا استعمال کیا اللہ کے فضل سے بخار جاتا رہا۔

اس قصہ کے نقل کرنے والے ایک راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کے اس جگہ سے مٹی اٹھانے کی وجہ سے وہاں گڑھا بھی پڑ گیا۔ بہت سے لوگوں نے اس کا تجربہ کیا۔ علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ یہ جگہ اب تک بھی موجود ہے۔ لوگ اس کی مٹی بیماروں کے واسطے لاتے ہیں۔ حضرت ثابت بن قیس حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مدینہ کا غبار کوڑھ کی بیماری کے لیے شفا ہے (زرقانی)

۸۔ سرزمین مدینہ میں موت کا شرف سرزمین مدینہ میں جسے مرنے کا شرف حاصل ہو جائے اسے اور کیا چاہیے کیونکہ اس سرزمین پر مرنے والے کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے جو مرنے والے کا ذریعہ نجات بنے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا۔

(احمد اور جامع ترمذی)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ توفیق نصیب ہو کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو وہ اس کو ترجیح دے مدینہ میں مرنے والوں کی میں شفاعت کروں گا۔

ایمان کے ساتھ مدینہ طیبہ کی موت بڑی خوش نصیبی ہے کہ جسے دیار رسول میں دو گز جگہ مل جائے۔

ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبر کھودی جا رہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب تشریف لائے اور قبر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ مومن کے لیے یہ کیسی بری جگہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے کیسی بری بات کہی۔ حضورؐ کی مراد غالباً یہ تھی کہ مومن کی قبر کو بری جگہ بتایا حالانکہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ وہ صاحب کہنے لگے۔ حضور میرا مقصد تو یہ تھا کہ یہاں مر گئے۔ کہیں جا کر اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ شہادت کے برابر تو کوئی چیز ہی نہیں لیکن ساری زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھے اپنی قبر بنائی جانی پسند ہو بجز مدینہ طیبہ کے۔ حضورؐ نے تین مرتبہ یہی الفاظ فرمائے (مشکوٰۃ)

۹۔ مدینہ منورہ کے قیام کی فضیلت مدینہ طیبہ کا قیام بہت بہتر ہے اس کے متعلق فرمان نبوی مندرجہ ذیل ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ اَعْرَابِیًّا بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِیَّ وَعْکٌ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَآءَہٗ فَقَالَ اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰی ثُمَّ جَآءَہٗ فَقَالَ اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰی فَخَرَجَ الْاَعْرَابِیُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِیْنَۃُ کَالْکِیْرِ تَنْفِیْ خَبَثَہَا وَتَنْصَعُ طِیْبَہَا۔

(بخاری شریف)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی لیکن اس کے بعد اس اعرابی کو بخار ہو گیا تو وہ نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری بیعت ختم کر دیں لیکن نبی علیہ السلام نے انکار کر دیا بعد میں اس نے آ کر پھر بیعت ختم کرنے کو کہا لیکن نبی علیہ السلام نے پھر انکار کر دیا لیکن اس نے پھر آ کر بیعت فسخ کرنے کو کہا لیکن پھر نبی علیہ السلام نے انکار کر دیا تو وہ وہاں سے نکل کر چلا گیا تب نبی علیہ نے انکار کر دیا تو وہ وہاں سے نکل کر چلا گیا تب نبی علیہ السلام نے فرمایا مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کو دور کر دیتی ہے اور خوشبو کو معطر کر دیتا ہے یعنی بہتر کو بہتر کر دیتا ہے۔

۱۰۔ اہلِ مدینہ کے ساتھ دھوکہ کرنے کی ممانعت

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَکِیْدُ اَہْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ۔

حضرت سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بھی اہل مدینہ کے ساتھ دھوکہ دہی کرے گا وہ اسی طرح ختم ہو گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

۱۱۔ مدینہ میں شکار کی ممانعت

عَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَاَیْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخَذَ

حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب سعد بن ابی وقاص کو دیکھا کہ انہوں

رَجُلًا يَصِيدُ فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ الَّذِي حَرَّمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَبَهُ ثِيَابَهُ فَجَاءَ مَوَالِيهِ فَكَلَّمُوهُ فِيهِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ هٰذَا الْحَرَمَ وَقَالَ مَنْ أَخَذَ أَحَدًا يَصِيدُ فِيهِ فَلْيَسْلُبْهُ فَلَا أَرُدُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً أَطْعَمَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ إِلَيْكُمْ ثَمَنَهُ۔

(ابوداؤد)

نے ایک شخص کو مدینہ منورہ میں شکار کرتے دیکھ کر اس کو پکڑ لیا کیونکہ نبی علیہ السلام نے یہاں شکار کرنا حرام قرار دیا ہے، تو اس شخص کے کپڑے چھین لیے جب اس شخص کے آقا نے آکر آپ سے کپڑوں کی واپسی کے سلسلہ میں بات چیت کی اس پر جناب سعد نے فرمایا نبی علیہ السلام نے مدینہ میں شکار کو حرام کر کے فرمایا کہ جو شخص یہاں کسی کو شکار کرتے دیکھے تو اس کے کپڑے چھین لے لہٰذا میں وہ لباس تمہیں جو لقمہ واپس نہیں کروں گا جو مجھے نبی علیہ السلام نے کھلایا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی قیمت دے سکتا ہوں۔

۱۲۔ زیارتِ مدینہ کی تاکید

وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَكَنَ الْمَدِينَةَ وَصَبَرَ عَلٰى بَلَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(شعب الایمان)

آل خطاب کے ایک فرد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان قصداً میری زیارت کو آتا ہے وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا اور مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا جو مسلمان حرمین میں سے کسی جگہ وفات پائے وہ قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں کے ساتھ حشر ہوگا

فضیلت مدینہ میں صبر کرنے کا اجر

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَاْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جو کوئی مدینہ کی سختیوں اور شدتوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی ہوں گا۔

(مسلم)

مدینے سے برے لوگوں کا نکل جانا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِیَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِی الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

(مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مدینہ اپنے برے لوگوں کو اس طرح نہ نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔

۱۵۱۰۔ مدینے کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِهَا اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا فَيَنْزِلُ السَّبْخَةَ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِاَهْلِهَا ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کوئی شہر ایسا نہیں جو دجال کی دستبرد اور پامالی سے محفوظ رہ جائے سوائے مکہ کرمہ اور مدینہ منورہ کے اس کے داخلے کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ [illegible] فرشتوں کا پہرہ ہے جنہیں بنا کر ان کی نگہبانی کرنی [illegible] وہ ان شہروں سے باہر صحرا یا بنجر زمین میں اترے گا پھر مدینہ میں تین مرتبہ

فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ کُلُّ کَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ۔
(متفق علیہ)

زلزلہ آئے گا پھر ہر کافر و منافق مدینہ سے نکل جائے گا۔

۱۶۔ مدینہ مثل مکہ ہے

عن ابو ھریرۃ قال کان الناس اذا راوا اول الثمرۃ جاءوا بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا اخذہ قال اللھم بارک لنا فی ثمرنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی صاعنا وبارک لنا فی مدنا اللھم ان ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک وانی عبدک ونبیک وانہ دعاک لمکۃ وانا ادعوک للمدینۃ بمثل ما دعاک لمکۃ ومثلہ معہ ثم قال یدعو اصغر ولید لہ فیعطیہ ذالک الثمر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ لوگ جب فصل کا نیا پھل دیکھتے تو اس کو لے کر رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے جب نبی علیہ السلام اس پھل کو لیتے تو دعا فرماتے خداوندا ہمارے پھلوں اور ہمارے شہر کو برکت عطا فرما۔ خداوندا جناب ابراہیم تیرے بندے تیرے نبی و خلیل تھے میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی تھی میں مدینہ طیبہ کے لیے اسی کی مثل اور مزید اتنی دعا کرتا ہوں اس کے بعد خاندان میں سے چھوٹے بچے کو بلا کر وہ پھل عطا فرما دیتے تھے۔
(مسلم)

حصہ ششم

اتباعِ سُنّت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کو اتباع سنت کہا جاتا ہے آپ کی اتباع اُور پیروی تمام مسلمانوں پر فرض ہے آپ کی سنت درحقیقت احکامِ قرانی کی اطاعت کا عملی نمونہ ہے۔

لفظ سنت لغت کے اعتبار سے صورت سیرت اُور طریقہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر سنت اصل میں اس طریقہ اُور سیرت کا نام ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتِ الٰہی کے لئے اختیار کیا اس لئے اصطلاحاً سنت کا اطلاق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال افعال اُور تقریرات پر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنت تین قسم کی ہے پہلی قسم سنت قولی ہے جس کا مآخذ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث ہیں۔ دوسری سنت فعلی ہے جس کا مآخذ آپ کے افعال ہیں جو روایات کی صورت میں ہے سنت کی تیسری قسم تقریری ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا اس کام کی اطلاع رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے اس پر سکوت فرمایا تو ایسا کام مباح ہوگیا اگر رضامندی کا اظہار فرمایا تو بھی وہ سنت ہوگیا۔

سنت پر عمل کرنے کے سلسلے میں اطاعت اُور اتباع کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے مگر مقصد ایک ہی ہے۔ اتباع کا مطلب کسی کے پیچھے پیچھے چلنا ہے۔ مگر اصطلاحاً فرمانبرداری کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ اتباعِ سنت کا یہ مطلب ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ ان اقوال کا تقاضا ہے اُور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور نے ادا فرمائے ہیں۔ اگر ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ارشادات پر اس طرح عمل نہ کریں جیساکہ ان کا تقاضا ہے یا اس کے اعمال کو اس طرح نہ کریں جس طرح انہوں نے کیا تو یہ اتباع سنت نہ ہوگی۔

اطاعت رسول کا مطلب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے یعنی آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے جس طرح تعمیل کرنے کا حق ہے لہٰذا اطاعت واتباع رسول ایک طرح کے لفظ ہیں اور ان دونوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام حرکات وسکنات میں سرور کائنات کی فرمانبرداری کی جائے یعنی جس طرح حضور نماز پڑھتے تھے ایسے ہی نماز پڑھی جائے جس طرح آپ کھانا تناول فرماتے تھے اسی طرح کھانا کھایا جائے جس طرح حضور پانی پیتے تھے ویسے ہی پانی پیا جائے گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر عمل کیا جائے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے افعال کو شریعت کا پابند کیا گیا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ جو کام کیا جائے سنت کے مطابق کیا جائے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ایمان لانا واجب ہے تو پھر آپکی اطاعت واتباع بھی لازم ہو گئی اور اکثر اطاعت کا اطلاق فرائض واجبات عبادات اور امر ونہی پہ آتا ہے اور اتباع واقتدا کا اطلاق سنن آداب اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔

اتباع سنت سے دین و دنیا کی بیشمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دل کو سکون ملتا ہے روح میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ ایمان میں استقامت آتی ہے۔ اسرار و رموز کی راہیں کھلتی ہیں رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذات حق کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ اتباع سنت سے عشق رسول میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اتباع میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو دل و جان سے اتباعِ رسول کی کوشش میں رہنا چاہیئے۔

یاد رہے کہ اتباع تین طرح یعنی خوف لالچ اور محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اطاعت کسی فرد یا کسی حکومت یا کسی مالی وجانی نقصان کے ڈر سے کی جاتی ہے تو وہ اطاعت نہیں ہوتی بلکہ منافقت ہوتی ہے۔ ایسے ہی وہ اطاعت

جو کسی مالی نفع یا دُنیاوی بہتری کے لالچ میں کی جاتی ہے وہ اطاعت بھی اطاعت کی اصل روح سے خالی ہے. کیونکہ اطاعت کی اصل روح تو محبت ہے اور محبت سے جو کام کیا جاتا ہے اللہ اسے قبول کرتا ہے محبت کی اطاعت میں صرف رضائے الٰہی پیش نظر ہوتی ہے. اس لئے اس کا بہت درجہ ہے لہٰذا اتباعِ سنت میں ہمیشہ محبت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے.

ولایت اور اتباعِ سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ہر دلی کو اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہو کر ہی ولایت ملتی ہے. حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ علم تصوف کا سنت رسول سے گہرا تعلق ہے. ایسے ہی ابو عثمان سعید بن عثمان الحیری نے فرمایا کہ جس نے سنت رسول اور کو اپنے اوپر قولاً و فعلاً جاری کر لیا تو اس کی زبان سے حکمت کی بات نکلی اور جس نے اپنے اوپر خواہشاتِ نفس کو قولاً و عملاً حاکم بنا لیا تو اس کی زبان سے بدعت کی بات نکلی.

ابو یزید بسطامیؒ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے موسیٰ بن عیسیٰ اور طیفور بسطامی سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو کہ اس زاہد سے ملاقات کریں جو خود کو ولی اللہ کہلواتا ہے. یہ زاہد اپنے زہد و عبادت کی وجہ سے بڑا مشہور تھا اور طیفور آپ کو اس کا نام و نسب سب کچھ بتا دیا تھا. موسیٰ بن عیسیٰ کے والد کہتے ہیں کہ ہم اُسے ملنے گئے تو وہ زاہد گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جا رہا تھا اور جب مسجد میں داخل ہوا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا. یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے کہا آؤ واپس چلیں کیونکہ جس شخص کو آدابِ رسول پر عمل نہیں وہ ولی اللہ کیسے بن سکتا ہے.

ذالنون مصریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا جواب دیا کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے پہچانا اور اللہ کے سوا باقی تمام چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پہچانا اتباعِ سنت سے ولی اللہ اپنی ولایت کی حفاظت کرتے ہیں کیوں کہ یہی وہ کسوٹی ہے جس سے ولی اللہ پہچانا جاتا ہے.

باب ۱۸

احکامِ سُنّت

سنت کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے اتباعِ سنت یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر بہت زور دیا ہے کیوں کہ آپ کی اطاعت اور اتباع ہی اسلام ہے
قرآنِ پاک کی وہ آیات جن میں آپ کے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے درج ذیل ہیں۔

۱۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۲﴾

"اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر (آل عمران ۳۱-۳۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دوستی قائم کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے یعنی اگر کوئی اللہ کو محبوب بنانا چاہے تو اس کے رسول کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بندہ بنالے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے اور آپ کے طریقہ کار کو نہیں اپناتے تو ان کا دعویٰ محبت جھوٹا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے اسی لئے اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھنے کے دعویٰ میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو تو اس وقت وہ تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ بعض صوفیا کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تیرا چاہنا کوئی بات نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ خدا تجھے چاہنے لگ جائے۔ غرض خدا کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباعِ سنت کو مدِنظر رکھا جائے پھر آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت کفر ہے۔ یعنی ایسے لوگ خدا کے دوست نہیں ہو سکتے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیروی اور اتباعِ سنت نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں اتباعِ سنت ضروری ہے۔

۲۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا۔ اللہ اُسے باغات میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے (النساء ۱۳۔۱۴)

زندگی گزارنے کے ضابطے قرآنی احکام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہر ایک کے سامنے موجود ہیں جنہیں حدود اللہ کہا گیا ہے اور جو شخص ان حدود میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اُسے آخرت میں جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ اطاعتِ رسول کا انعام ہوگا۔ ذرا غور کریں کہ اتباعِ سنت کا کتنا بڑا انعام ہے جسے وہ ملنا ہے اور کیا چاہئے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک شخص ۷۰ سال تک نیکی کا عمل کرتا رہے لیکن موت سے پہلے اپنی وصیت میں ظلم وستم کر جاتا ہے۔ تو اس طرح اس کا خاتمہ بُرے عمل یعنی خلافِ سُنت اعمال پر ہو تو وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک شخص ۷۰ سال تک بُرائی کا عمل کرتا رہتا ہے لیکن اپنی وصیت میں اتباعِ سنت سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ بہتر ہوا تو وہ جنت میں جائیگا۔

معلوم ہوا کہ انسانی کامیابی اسی میں ہے کہ قیامت کے روز انسان بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہو اور اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے۔ اس کی اور اس کے رسول کی اتباع کی جائے اور یہی کامیابی کی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق صرف وہی لوگ جنہوں نے دل وجان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اپنالیا۔

۳۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (سورۃ النساء ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ایمان والو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو، تو اُسے رجوع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے، اور باعتبار انجام کے اچھا ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ

یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے حاکم کا کہنا بھی مانو. لیکن حاکم کا کہنا صرف اس حد تک مانا جائے گا جبکہ اس کا حکم احکام الٰہی اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہوگا اگر کوئی خلافِ سنت حکم دے تو اس کا کہا نہ مانا جائے. پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ میری اتباع کرنے والا اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے. اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس کے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔

۴- مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ — جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں انکے بچانے کو نہ بھیجا (النساء ۸۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے. اس لئے اللہ کے رسول کا نافرمان اللہ کا نافرمان ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اللہ کی طرف ہیں اس لئے اتباع رسول ضروری ہے. ایک حدیث میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا رشد و ہدایت والا ہے اور اس کا نافرمان اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچانے والا ہے۔

۵- وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ — اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ (المائدہ ۹۲)

اس آیت میں پہلے والی بات کی دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو لیکن اس کے ساتھ یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی اتباع رسول کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو اس میں اس کا اپنا نقصان ہے. کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اتنا فریضہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیا. اب یہ بندوں کا کام ہے کہ دینِ اسلام کو اپنا کر اتباع کا راستہ اختیار کریں۔

۶- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ — اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ — اور ان جیسے نہ ہونا جنھوں نے کہا کہ ہم نے سُنا اور وہ نہیں سُنتے (الانفال ۲۰-۲۱)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں منافقوں والی روش اختیار نہ کرو یعنی اتباع سنت میں منافقانہ طرز عمل یہ ہے کہ ظاہراً سنت پر عمل کیا جائے لیکن دل سے اس کی مخالفت کی جائے ایسے عمل کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جزا تو صرف اس عمل کی ملے گی جس میں اخلاص ہو گا۔

۷۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ — اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں (النور ۵۲)

سچے مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں، اور پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں۔ پھر قرآن و حدیث کو سُنتے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور مانا یہی لوگ کامیاب اور بامراد اور نجات یافتہ ہیں۔

۸۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ — تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کی ذمہ داری وہی ہے جو اُس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (النور ۵۴)

منافقین کا رویہ یہ تھا کہ آپ کے پاس آکر قسمیں کھاتے کہ ہم ہر طرح سے آپ کی اطاعت میں ہیں حالانکہ وہ سچے دل سے اطاعت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی اطاعت زبان کی حد تک محدود تھی اور عملی طور پر وہ مومن نہ تھے۔ ان کے اس طرز عمل پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تاکید کی کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو قرآن اور سنتِ رسول کے مطابق اپنی زندگی کو بسر کرو اور اگر تم اتباع سنت سے منہ موڑ لو اور اُسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی پر نہیں بلکہ تم پر ہے اس لئے تم ہدایت پر آجاؤ اور ہدایت صرف اتباع رسول میں ہے۔

۹۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ — اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ (النور ۵۶)

حصولِ رحمت کا اصل ذریعہ اطاعتِ رسول ہے یعنی جو شخص زندگی کے معاملات عبادات معاش معاشرت اور ثقافت وغیرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال کرتا ہے۔ اور ہر کام کو اسی طرح سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے جس طرح نبی پاک کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتباعِ سنت میں اللہ کی رحمت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں اس لئے زندگی کے ہر شعبے میں اتباع کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۰- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا بے شک صریح گمراہی بہکا۔ (الاحزاب ۳۶)

اس آیت کا شانِ نزول یہ بتایا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان بنی ہاشم کی معزز خاتون حضرت زینب بنت جحش کو اپنے آزاد کردہ غلام کے لئے شادی کا پیغام بھیجا۔ مگر انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر اس آیت کا نزول ہوا کہ کسی مرد یا عورت کے لئے اس بات کی اجازت نہیں کہ جب اللہ کا رسول اسے حکم دے تو وہ انکار کر دے جب یہ حکم حضرت زینب نے سنا تو فوراً حضرت زید سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اگرچہ اس آیت کا تعلق خاص واقعہ سے ہے لیکن اس کا حکم عام ہے کہ اطاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔

۱۱- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۞

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو (پ ۲۶ محمد ۳۳)

وہ اعمال جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کئے جائیں وہ باطل ہو جاتے ہیں کیوں کہ ان کا کوئی اجر نہیں ملتا اس لئے وہ اعمال ضائع ہو گئے لہٰذا اس آیت میں تاکید

کی گئی ہے اتباعِ سنت کے بغیر اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ نے اہلِ ایمان کو اپنی اور اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں بہتر ہے۔

۱۲۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾	اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔ (الفتح ۱۷)

اس آیت میں اطاعت کے اجر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے ان کے لئے آخرت میں بہت اعلیٰ اجر دیا جائے گا اور وہ اجر جنت کی صورت میں ہوگا کہ اتباع کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے جہاں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی جن سے اہلِ جنت لطف اٹھائیں گے۔ اور جو اتباعِ رسول نہیں کریں گے اور دنیا کی خاطر مارے مارے پھریں گے۔ ایسے لوگوں کی دنیا میں سزا ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

۱۳۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿﴾	اور اللہ کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔ (التغابن ۱۲-۱۳)

اس آیت میں بھی اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے کہ دنیاوی امور میں ان طاقتوں سے تجاوز نہ کرو بلکہ جس بات کا حکم ملے بجالاؤ جس سے اللہ کا رسول روکے رک جاؤ اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول پر کوئی بوجھ نہیں ان کا کام تو پہنچا دینا تھا سو انھوں نے پہنچا دیا اب جو کوئی اتباع نہ کرے گا اس کی سزا اسے بھگتنی پڑے گی۔

۱۴۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ	لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس

مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (توبہ ۲۹)

کے رسولؐ نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔

اللہ کے رسول نے جن اشیاء کو حکم الٰہی سے حرام قرار دیا ہے انہیں حرام سمجھنا اطاعت کا تقاضا ہے لیکن جو شخص ایسا نہیں سمجھتا وہ سنتِ نبوی کا منکر ہے۔ اور جو سنتِ نبوی کا منکر ہو وہ آخرت میں سزا پائے گا۔

۱۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بڑی سخت مصیبت آتی ہے جیسا کہ جنگِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے شکست ہو گئی اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْھُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۵۳)

اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا تم اس کے حکم سے انہیں اپنے ہاتھوں سے کاٹنے لگے یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کرنے لگے اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھا دی تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا پھر تمہیں ان میں سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمایا ایمان والوں پر اللہ بڑے فضل والا ہے۔ جب کہ تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف توجہ تک نہ کرتے تھے۔ اور اللہ کے رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے پس تمہیں غم پر غم پہنچا تاکہ تم نہ فوت شدہ چیز پر غمگین ہو اور نہ ملی ہوئی چیز پر اور اس ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

اس آیت کریمہ میں جنگ احد کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تھیائی

کا وعدہ کیا تھا جو پورا کر کے دکھایا، لیکن بعض لوگوں نے رسول کی نافرمانی کی، کہ آپ نے مورچہ والوں سے کہا تھا، کہ تم لوگ یہیں پر جمے رہنا۔ خواہ ہماری فتح ہو یا نہ ہو، لیکن فتح ہونے کے بعد مورچہ والوں نے مورچہ چھوڑ دیا، اور مالِ غنیمت کے لینے میں مشغول ہو گئے، مخالفین نے دوبارہ حملہ کیا، جس سے مسلمانوں کی فتح مندی کے بعد شکست ہو گئی، یہ سب کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے ہوا۔

۱۶۔ ہر کام میں سنت کی پیروی ضروری ہے، اور اسی میں ہم سب مسلمانوں کا امتحان بھی ہے جو لوگ اس میں پورے اتریں گے، وہی پورے مسلمان ہیں، اور جو لوگ اتباعِ سنت میں کچے ہوں گے، وہ پکے مسلمان نہیں ہیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (البقرۃ)	جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے، اُسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا، کہ ہم جان لیں، کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں پر پھر جاتا ہے اگر یہ کام مشکل ہے مگر جنہیں خدا نے ہدایت دی ہے (ان پر کوئی مشکل نہیں) اللہ تمہارے ایمان ضائع نہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔

یعنی تحویلِ قبلہ امتحان کے لئے ہے یعنی پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کر کے پھر بیت اللہ کی طرف متوجہ کرنا اسی لئے ہے، تاکہ معلوم ہو جائے، کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری نہیں کی اور نہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی، وہ سچے مسلمان نہیں ہیں،

باب ۲

اتباعِ سُنّت کے فضائل

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا اپنی سنت کے فضائل کو واضح فرمایا اور اپنی اطاعت اور اتباع کو لازمی قرار دیا اس سلسلے میں احادیثِ نبوی حسبِ ذیل ہیں

۱۔ اتباعِ سنت اطاعتِ الٰہی ہے

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین بات نئی گھڑی ہوئی بات ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسلم)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سب سے افضل اور بہترین طریقہ ہے جس طرح کلام اللہ ہمیشہ کے لئے راہ ھدایت ہے ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یعنی سیرت بھی ہمیشہ کے لئے لازمی ہے۔

موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھام کر رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے ان میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری میری سُنّت ہے۔

۲۔ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب

عَنْ بِلَالِ بْنِ حَارِثِ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْیٰی سُنَّۃً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَّ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً لَا یَرْضٰھَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا۔

روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری کسی سنت کو رواج دیا جو میرے بعد متروک ہو گئی تھی تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے مجموعی ثواب کے برابر ثواب ملے گا عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر اور جس کسی نے کوئی گمراہی میں ڈالنے والی نئی چیز گھڑی جس سے نہ اللہ راضی ہوا نہ اس کا رسول اس کو عمل کرنے والوں کے مجموعی گناہوں کے برابر گناہ ہوگا۔ اور انکے گناہوں میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر۔ (ترمذی، ابن ماجہؒ)

وقت گزرنے کے ساتھ اکثر لوگ کسی نہ کسی سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو اس حالت میں اگر کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرے اس پر خود عمل کرے اور دوسروں کو عمل کی دعوت دے تو اسے تمام عمل کرنے والے حضرات کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا یہ کتنا عظیم اجر ہے کہ جو ایک سنت زندہ کرنے کے بدلے میں ملتا ہے اس لئے ہمیں ہر ممکن طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا چاہیے۔

۴- احیائے سنت میں سو شہیدوں کا ثواب

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا (بیہقی)

فتنہ وفساد ظلم وتشدد اور برائیوں کے دور میں سنت کو زندہ کرنے کا اجر سو شہیدوں کی شہادت کے برابر ہے کیونکہ شہید تو ایک بار اللہ کی راہ میں زخم کھا کر جان دے دیتا ہے لیکن سنتوں پر عمل کرنے والے عمر بھر لوگوں کے طعنے سنتے رہتے ہیں اور اللہ کے رسول کی خاطر

سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان کے سنت پر عمل پیرا ہونے کا اجر سو شہیدوں کے برابر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا ہر انسان قدم قدم پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھام کر سو شہیدوں کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت بشر حافی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہیں جو بلند مقام حاصل ہوا اُس کے بارے میں خود انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، بشر حافی! جانتے ہو اللہ نے تمہیں تمہارے ہمعصروں سے بلند مقام کیوں دیا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم نیکوں کی خدمت کرتے ہو، دوستوں کو نصیحت کرتے ہو، میری سنت اور اہلِ سنت سے محبت رکھتے ہو اور اپنے دوستوں سے حسنِ سلوک روا رکھتے ہو۔

۴۔ اتباعِ سنت محبت سے کی جائے

اتباعِ سنت میں محبت کا جذبہ کار فرما ہونا چاہیے وہ عمل جو جذبہ محبت سے خالی ہو اس کا کچھ حاصل نہیں۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ السَّاعَۃُ قَالَ وَیْلَکَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَہَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَہَا اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرْحَہُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر قیامت کے لئے تو نے کیا تیاری کی ہے اس نے عرض کیا میں نے کوئی تیاری نہیں کی البتہ میں خدا اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد میں نے مسلمانوں کو کسی بات سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا آپ کے اس ارشاد سے خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین عمل خدا کے واسطے محبت

إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ۔

اور خدا کے واسطے مخالفت ہے۔ (ابوداؤد)

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَاهُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے بندوں میں بعض وہ لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن خدا کے نزدیک قیامت کے دن جو ان کا درجہ ہوگا اُسے دیکھ کر نبی اور شہید بھی ان پر رشک کریں گے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیے وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں صرف اللہ کے واسطے محبت رکھتے ہیں۔ نہ ان کا آپس میں رشتہ ہے نہ لین دین کا تعلق قسم ہے خدا کی ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہوں گے تو انہیں ڈر نہ ہوگا اور جب دوسرے لوگ غمگین ہونگے تو انہیں غم نہ ہوگا آپ نے یہ آیت پڑھی۔ الا ان اولیاء اللہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ط

(ابوداؤد)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں پہلے ایک مجتمع لشکر کے مانند تھیں پس جو روحیں آپس میں مانوس تھیں وہ اب بھی مانوس ہیں اور جو روحیں آپس میں انجان تھیں وہ اب بھی اختلاف رکھتی ہیں۔ (بخاری)

۵۔ احیائے سنت کی تاکید

وَعَنْ اَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ۔

علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے آرام کرتا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم بیان کیا جائے یا کسی بات کو کرنے سے منع کیا ہے اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے ہم نہیں جانتے ہم نے تو وہی کیا ہے یا کریں گے جو کچھ ہم نے کتاب اللہ میں دیکھا ہے (احمد، ابو داؤد، ترمذی ابن ماجہ، بیہقی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ سنت کی بھی اطاعت کرنی چاہیے اور اگر کسی کے پاس سنت کا حکم پہنچے تو اسے اس پر عمل کرنا چاہیے اور دوسروں میں اس کا احیاء کرنا چاہیے۔ اور یہ عذر پیش نہیں کرنا چاہیے کہ صرف آیات پر عمل کروں گا۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک مجھے قرآن اور اس کی مثل ایک چیز عطا کی گئی ہے درحقیقت ایک پیٹ بھرا شخص تخت پر تکیہ لگائے تم سے کہہ رہا ہے کہ قرآن کریم میں جو چیز حلال لکھی ہے اس کو حلال جانو اور جس چیز کو حرام لکھا ہے اسکو حرام سمجھو لیکن درحقیقت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اسی طرح چیزوں کو حرام کیا ہے جیسے اللہ نے حرام فرمائی ہیں خبردار ہو جاؤ تمہارے لئے گھریلو گدھے حلال نہیں ہیں اسی طرح پھاڑ کھانیوالا جانور (شیر، چیتا، کتا وغیرہ) بھی اور معاہد کا لقطہ (چھوڑا ہوا سامان) مگر جبکہ اس کا مالک اس سے بے پرواہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص کسی قوم میں مہمان ہو تو میزبانوں کو چاہیے کہ اس کی مہمان داری کریں۔ لیکن اگر وہ میزبان

اَنْ یَّقْرُوْہُ فَاِنْ لَّمْ یَقْرُوْہُ فَلَہٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ ۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالدَّارِمِیُّ نَحْوَہٗ وَکَذَا ابْنُ مَاجَۃَ اِلٰی قَوْلِہٖ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔

بننے کے تیار نہ ہوں تو اس مہمان کو چاہیئے کہ ان سے زبردستی مہمانی لے۔
(ترجمہ) احمد، ابوداؤد)

فرمانِ نبوی ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

سہل بن عبداللہ تستری سے شرائع اسلام کے بارے میں کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول جو تمہیں دے اسے لازم کرلو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو۔ علماء کا ایک قول ہے کہ فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اور سنت میں رسول کی اطاعت کرو۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو اختیار فرماتے تو اس میں رخصت پر عمل فرماتے ایک جماعت اس سے بچتی اور دوری تلاش کرتی کہ وہ رخصت پر عمل کرے جب اس کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور نے حمد ثنا کے بعد فرمایا اس قوم کا کیا حال ہے کہ وہ اس سے بچتی ہے جسے میں اختیار کرتا ہوں قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں ان میں سب سے زیادہ خدا کی رضا جاننے والا ہوں اور از روئے خوف وخشیت حق تعالیٰ میں ان سے بہت زیادہ سخت ہوں مطلب یہ کہ باوجود کہ اس علم وخشیت کے میں رخصت پر عمل کرتا ہوں تو خوب جان لو کہ حق یہی ہے۔

سنت زندہ کرنے کے بارے میں ایک اور حدیث میں یوں تاکید کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَّنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ مَّنْ عَمِلَ مِنْھُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِہٖ نَجَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم ایسے زمانہ میں ہو اگر تم میں سے کسی نے عمل کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دیا تو ہلاک ہوجائے گا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا اگر کسی نے دسویں حصہ پر بھی عمل کرلیا تو نجات پاجائیگا (ترمذی)

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ۔

ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مثال اس چیز کی جسے دے کر خدا نے مجھے بھیجا ہے یعنی علم و ہدایت کثیر بارش کی طرح ہے جو زمین پر ہوئی ہو۔ پس زمین کے ایک اچھے ٹکڑے نے پانی کو قبول کرلیا اور خشک گھاس اس سے ہری ہوگئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے پیدا کیا اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ پانی اس کے اوپر جمع ہوگیا اور اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس کو پیا اور پلایا۔ اور اس سے کھیتی کو سیراب کیا اور بارش کا یہ پانی ایک اور ایسی زمین کے ٹکڑے کو پہنچا جو چٹیل میدان تھا نہ اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا یہ سب مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو سمجھا اور جو چیز خدا نے میرے واسطے سے بھیجی تھی اس سے نفع اٹھایا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو حاصل نہیں کیا اور خدا کی جو ھدایت میرے ذریعہ سے اس تک پہنچی تھی اس کو قبول نہیں کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ان چیزوں میں جو میں (اللہ کی جانب) سے کر آیا ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنی قوم سے کہا کہ اے اہل قوم میں نے ایک لشکر دیکھا اور میں اس لشکر کی جانب تمہیں متوجہ کرتا ہوں اور تمہیں اس لشکر سے خبردار کرتا ہوں لہٰذا تم نجات (فلاح) کو تلاش کرو۔ اس وعید سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور راتوں رات وہاں سے چلے گئے اور اپنی جانوں کو محفوظ کرلیا لیکن ایک گروہ ایسا بھی تھا جس نے اس وعید کی جانب توجہ نہ کی اور اس ڈرانے والے کی تکذیب کی۔ ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جب انہوں نے صبح کی تو غنیم کا لشکر انہیں گھیر چکا تھا۔ اس نے ان پر چھاپہ مارا اور انہیں تباہ و برباد کردیا۔
بلا تمثیل و تشبیہ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نہ تو میری اطاعت کی اور نہ میرے

احکام پر عمل کیا انہوں نے حقانیت کو جھٹلایا اور تباہ و برباد ہو گئے۔

۶۔ اتباعِ سنّت صراطِ مستقیم ہے

عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ وَقَرَأَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ (الآیۃ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ تو اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ دوسرے راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) بلاشبہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو۔ (نسائی)

اس حدیث میں مثال سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اس کے علاوہ اگر کوئی راستہ اختیار کرے تو وہ شیطان کا راستہ ہوگا اس لئے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے اتباعِ سنت ضروری ہے۔

ایک عارف باصفا کا ارشاد ہے اگر تو کسی شخص کو ہوا پر اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ کے کسی فرض یا نبی کی کسی سنت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ اس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں، استدراج ہے

حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اتباعِ سنت کے بغیر ہر عمل باطل ہے نزہۃ الاسلام فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے سنت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت واجب نہیں۔

جناب سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، حُبِّ خدا کی نشانی حُبِّ قرآن ہے۔ حبِ خدا اور حُبِّ قرآن کی نشانی حبِ نبی ہے اور حبِ نبی کی نشانی نبی کی سنت سے محبت ہے اور حبِ سنت کی نشانی آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت دنیا سے بغض کا نام ہے اور دنیا سے بغض کی نشانی معمولی مالِ دنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لئے دنیا کو خرچ کرنا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوپہر کو حاضر ہوا، آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی کہ ایک آیت کے بارے میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ کلام الٰہی میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ (مسلم)

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى النَّاسِ فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو ایسی بات کے بارے میں چون وچرا کرے جو اس سے قبل حرام نہ تھی اور اس کی چون وچرا کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (بخاری)

۷۔ خلاف سنت نئی بات نکالنے کی مذمت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع کے بارے میں جو حکم دیا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا فَقَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایک نہایت مؤثر اور بلیغ تقریر کی جس کو سن کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل ڈر گئے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے گویا یہ رخصت ہونے والے کی نصیحت ہے تو ہمیں کچھ وصیت فرمائیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم کو خدا سے ڈرنے اور

كَانَ عَبْدً احَبْشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَىٰ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

اپنے امراء کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت کچھ اختلاف دیکھے گا تم میرا اور ھدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ مضبوطی سے تھامے رہنا۔ اور دانتوں سے اسے پکڑ لینا اور نئی گھڑی ہوئی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ ان امور پر سختی سے عمل کرو جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں اور پھر انہی کو آپ کے صحابہ نے اپنایا ہے اور دین میں کوئی نئی بات نہ گھڑی جائے۔

اسی سلسلے میں آپ کا ایک اور فرمان ہے کہ جب میں تمہیں کسی کام سے احراز کا حکم دوں۔ تو اس سے باز رہو۔ لیکن جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ کیونکہ خالق کائنات نے اپنی محبت کو میرے اتباع پر منحصر فرمادیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْقَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ اِلَى النَّارِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی اور دست قدرت جماعت پر ہے جو جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں علیحدہ کرکے ڈالا جائے گا۔ (ترمذی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلَاثَۃٌ مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃَ الْجَاہِلِیَّۃِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَہٗ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند تین قسم کے آدمی ہیں۔ حرم میں الحاد کرنیوالا۔ اور اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا اور بغیر حق کے کسی کا خون بہلانے والا (بخاری)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایسے جھوٹے دجال ہوں گے جو ایسی احادیث بیان کریں گے جو تم نے کبھی نہ سُنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباء اجداد نے۔ لہٰذا تم ان سے بچو اور خود کو ان سے بچاؤ تاکہ نہ تو وہ تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔ (مسلم)

اتباع سنت کا تعلق احادیث سے ہے کیونکہ احادیث ہی سے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ قریب قیامت میں ایسے جھوٹے اور فتنہ پیدا کرنے والے لوگ ہوں گے جو اپنی طرف سے احادیثیں بنائیں گے لہٰذا ایسے لوگوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ جھوٹے لوگ وہ اپنی طرف سے بنائی ہوئی احادیث پر عمل کروا کر کہیں خلاف سنت اعمال نہ کروا ڈالیں کیونکہ جھوٹی بات کی تعریف ایک اور حدیث میں یوں کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی کے جھوٹ کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سُنائی بات کو نقل کردے۔ (مسلم)

۸۔ سواد اعظم کی پیروی کی تاکید

سواد اعظم بڑی جماعت کو کہا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اتباع کرنے والے کثرت میں ہیں جنہیں سواد اعظم کہا جاتا ہے اس لئے سواد اعظم کی پیروی

کی تاکید کی گئی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سواد اعظم کی اتباع کرو کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ علیحدہ کرکے دوزخ میں ڈالا گیا۔ (ابن ماجہ)

جو اہل سنت سے الگ ہو کر نیا راستہ اختیار کرے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ نے کوئی کام کیا جس میں رخصت کا پہلو اختیار فرماکر جانب عزیمت کو ترک فرمایا۔ ایسا ہی صحابہ کرام نے کیا۔ جب یہ اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ نے خطبہ میں حمد الٰہی کے بعد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ جس کام کو میں نے کیا ہے لوگ اس سے احتراز کر رہے ہیں۔ اس خدائے واحد کی قسم میں اللہ کی معرفت ان سے زیادہ رکھتا ہوں اور خوف وخشیت الٰہی بھی ان سب سے زیادہ رکھتا ہوں۔

۹۔ یہود و نصاریٰ کے طور طریقے خلاف سنت ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کے طریقوں کو اپنانے سے منع فرمایا ہے حدیث پاک یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْھُمْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ خدری سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پہلی قوموں کی پیروی کرو گے ہاتھ در ہاتھ اور گز در گز، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہونگے تو تم بھی گھسو گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مراد یہود و نصاریٰ سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور کون؟ (بخاری ومسلم)

اسلام کے راستے کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں کو اپنانے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ ان کا طریقہ خلافِ سنت ہے اس لئے ان کی تقلید کی مذمت کی گئی ایک اور حدیث

ہیں ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بھیجا گیا کوئی نبی کسی اُمت میں مجھ سے پہلے مگر ان کی اُمت میں ان کے مددگار ہوتے تھے اور ایسے لوگ ہوتے تھے جو ان نبیوں کے احکام پر عمل کرتے اور ان کی سنت کو اپناتے تھے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جن کا طریق کار یہ تھا کہ وہ جو کچھ کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ کام کرتے جس کا انہیں حکم نہ ہوتا تھا لہٰذا جو ایسے نافرمانوں کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو دل سے جہاد کرے (یعنی انہیں بُرا جانے) وہ بھی مومن اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے (مسلم)

۱۰۔ گمراہی سے بچنے کا واحد راستہ اتباع سنت ہے

گمراہی سے بچنے کا واحد ذریعہ

اتباع سنت ہے کیونکہ قرب قیامت میں کچھ فتنہ پیدا کرنے والے لوگ نئی نئی باتوں کو بھی دین میں داخل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس مقصد کے لئے اپنی طرف سے جھوٹی حدیثیں بنائیں گے لہٰذا ان سے بچنے کا واحد ذریعہ یہی ہوگا، کہ کتاب و سنت کے مطابق نیک اعمال کرتے جائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آخر زمانہ میں جھوٹے مکار لوگ ہوں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی۔ ان سے بچتے رہنا وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ فتنہ میں نہ ڈالدیں (مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِیْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی پھر

...أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ ... مُّحْكَمَاتٌ وَقَرَأَ إِلَى وَمَا يَذَّكَّرُ ... إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ ... اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَأَيْتِ ... يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولٰئِكَ ... الَّذِينَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوهُمْ۔

فرمایا جب تو دیکھے کہ لوگ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں تو سمجھ لے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا نام خدا نے گمراہ رکھا ہے۔ اور لوگوں سے بچتے رہو (بخاری ومسلم)

۱۱۔ اتباع سنت کا اجر جنت ہے

اتباع سنت کا اجر جنت ہے یعنی جو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں ... پر عمل کرتے ہیں وہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔ اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ... حدیث سے ہوتی ہے۔

... وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ ... الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قِيلَ وَمَنْ أَبَى قَالَ ... مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ ... عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے تمام اُمتی داخلِ جنت ہونگے مگر جس نے انکار کیا سرکار سے دریافت کیا گیا کہ انکار کا کیا مطلب ہے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ داخل جنت ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی وہی میرا منکر ہے (بخاری)

اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اتباعِ سنت کو اختیار کرے گا، وہ جنت میں داخل ... ہوگا۔ اور جو شخص سنت کے برعکس عمل کرے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جو شخص مسلمان ہوتے ... ہوئے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ کر غیروں کا طرزِ عمل اختیار کرلے اسے جنت ... میں داخل ہونے کا کوئی حق نہیں۔

... عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ أُتِيَ نَبِيُّ اللّٰهِ ... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ لِتَنَمْ ... عَيْنُكَ وَلْتَسْمَعْ أُذُنُكَ وَلْيَعْقِلْ قَلْبُكَ

حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نیند کی حالت میں ایک فرشتہ آیا اس گفتگو میں آپ سے کہا گیا کہ

قَالَ فَنَامَتْ عَيْنَايَ وَسَمِعَتْ اُذُنَايَ وَعَقَلَ قَلْبِيْ قَالَ فَقِيْلَ لِيْ سَيِّدٌ بَنٰى دَارًا فَصَنَعَ فِيْهَا مَادُبَةً وَّاَرْسَلَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّارَ دَاِكَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ وَسَخِطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاللّٰهُ السَّيِّدُ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِيْ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْمَادُبَةُ الْجَنَّةُ۔

آپ کی آنکھیں محو خواب ہوں کان سنیں اور دل سمجھے حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا میری آنکھیں مصروف خواب ہیں کان سن رہے ہیں اور میں حضور قلب سے سمجھ رہا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر مجھ سے کہا گیا ایک سردار نے گھر بنایا اور دعوت کا اہتمام کیا اور ایک شخص کو دعوت کا اعلان کرنے کیلئے بھیجا۔ اس دعوت کو جس نے قبول کر لیا اور آکر دعوت کھائی تو سردار اس سے راضی اور خوش ہو گیا اور جس نے بلانے والے کی بات پر یقین نہ کیا وہ تو سردار کے گھر گیا اور نہ اس کی دعوت میں شرکت کی تو سردار اس سے ناراض ہو گیا سرکار نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہے مثل سردار اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلانے والے گھر اسلام اور کھانا جنت ہے۔ (دارمی)

اس حدیث میں مثال کے ذریعے اتباع سنت کو سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سردار کی مانند ہے جس نے مکان تعمیر کیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کی طرف بلانے والے کی طرح ہیں اور اسلام اس مکان کے مشابہ ہے اور کھانا جو تیار کیا گیا ہے وہ بہشت کی نعمتیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کرے گا وہی جنت میں داخل ہو کر اسکی نعمتوں سے لطف اندوز ہو گا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَّعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ وَّاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ لَكَثِيْرٌ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حلال روزی کھائی اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی زیادتیوں سے محفوظ رہے تو وہ داخل جنت ہو گا ایک شخص نے اس موقع پر عرض کیا یا رسول اللہ آج کل ایسے لوگ

فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُوْنُ فِي قُرُوْنٍ بَعْدِيْ۔ بہت ہیں تو سرکار نے فرمایا میری حیات ظاہری کے بعد بھی ہوں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں تین ایسے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ان پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ پہلی بات تو رزقِ حلال کمانا ہے دوسری بات عمل کرنا ہے۔ تیسری بات لوگوں کا اس کی زیادتیوں سے محفوظ رہنا ہے یعنی اس کی طرف سے کسی کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے۔ یہ تینوں اعمال ایسے ہیں جو انسان کو جنت میں لے جائیں گے۔

۱۲۔ تارکینِ سنت کی مذمت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کرنا آخرت میں باعث عذاب ہوگا۔ کیونکہ ترک سنت سے انسان سیدھے راستے سے ہٹ کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جس کی سزا دوزخ ہے اللہ تعالےٰ نے تارکین سنت کی بہت مذمت کی ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے ہیں۔ میں اس کام کو ہرگز ترک نہ کروں گا کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ میں نے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی قول وعمل کو ترک کیا تو میں یقیناً گمراہ ہو جاؤں گا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص ازواج مطہرات کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب انہیں اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور آپس میں کہنے لگے ہم کہاں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ خدا نے

وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا أَصُومُ النَّهَارَ أَبَدًا وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمْ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

معاف کروائے ہیں، آپ کو اتنی ہی عبادت کافی ہے ہمیں زیادہ کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک بولا میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں مسلسل روزے رکھا کروں گا کبھی افطار نہیں کروں گا تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے علیحدہ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تم ہی نے ایسا کہا ہے؟ خدا کی قسم میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور زیادہ متقی ہوں مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے (مسلم، بخاری)

عبداللہ بن ابی جعفر سلسلہ بہ سلسلہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور اُمت مسلمہ کی تعریف میں ایک حدیث بیان فرمائی کہ میری اُمت کے کچھ لوگ میرے حوض سے ہٹائے جائیں گے اور بھگائے جائیں گے جس طرح اونٹوں کو ہنکا دیا جاتا ہے لیکن میں انہیں بلاؤں گا اِدھر آؤ، اِدھر آؤ، اِدھر آؤ میرے ان لوگوں کو مسلسل بلانے پر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں آپ کی سنت کو ترک کر کے اپنا طریقہ تبدیل کر لیا تھا، یہ معلوم کر کے میں ان سے کہہ دوں گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔

باب ۳

اتباعِ سنّت کے واقعات

صحابۂ کرامؓ، ائمہ اُمّت اور اکابر دین نے قرآن کے ساتھ سنت کی پیروی کو اپنے لئے لازم سمجھا۔ سنت سے بے پروائی اور سنت کا انکار اس طریقہ کے بالکل خلاف ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کو چھوڑ گئے تھے۔ صحابۂ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ انہیں ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تلاش رہتی تھی۔ جلیل القدر صحابہؓ جس مضبوطی کے ساتھ اتباعِ سنت پر عمل کیا اس کے چند واقعات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں فرمایا تھا۔ اطِیعُونِی مَا اَطَعْتُ اللہ ورسولہ فان عصیتُ اللہ ورسولہٗ فلا طاعۃ لی علیکم۔ "میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہا ہوں۔ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی اختیار کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ طرز عمل تھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو وہ پہلے اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہی میں تلاش کرتے تھے۔ کسی معاملہ میں وہ اجتہاد سے اسی وقت کام لیتے جب کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں کوئی حکم نہ پاتے۔

ایک عورت اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ کرتی ہے جس کی ماں مر چکی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔ مالکِ فی کتاب اللہ شیئٌ وما علمت لکِ فی سنۃ رسول اللہ شیئًا فارجعی حتی اسأل الناس۔ "کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں جس کی رو سے تجھے حق پہنچتا ہو اور سنتِ رسولؐ کی رُو سے تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں لہذا (اس وقت) واپس جا تا آنکہ میں لوگوں سے دریافت کروں"۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ

نے کھڑے ہوکر شہادت دی کہ ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا (یعنی حصّہ مادری) دلوایا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصّہ دلایا۔ (موطا امام مالک۔ بخاری، مسلم)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے مرنے کے بعد کفن، اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباعِ سنت نصیب ہو جائے۔ (بخاری جلد اول ۱۸۶ باب موت الاثنین)

۲۔ حضرت عمرؓ کے دستور عمل کا سب سے زرین صفحہ اتباعِ سنت تھا، وہ خورد و نوش، لباس و وضع نشست و برخاست غرض ہر چیز میں اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر و فاقہ سے بسر کی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے روم و ایران کی شاہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا، ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کو نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، جانِ پدر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں، خدا کی قسم میں اپنے آقا کے نقشِ قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو، اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ بیتاب ہو کر رونے لگیں۔

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریک طعام ہوئے، معمولی کھانے کے بعد دسترخوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے ہاتھ کھینچ لیا، اور کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادۂ مستقیم سے منحرف کر دے گا

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔

اور فرماتے تھے کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ مجوس کا ملک اسلامی مقبوضات میں شامل ہوا تو حضرت عمرؓ کو تردد ہوا کہ مجوس سے جزیہ لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ قرآن مجید میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا ذکر ہے اور قرآن کی زبان میں اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس بات کی شہادت دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا ہے۔ اس شہادت کے بعد حضرت عمرؓ کو ان سے جزیہ لینے میں کوئی تامل نہ ہوا۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کے نام اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر کوئی معاملہ ایسا سامنے آئے جس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ہو تو اس کا فیصلہ اس حکم کے مطابق کریں جو انہیں اس کے بارے میں سنتِ رسول میں ملتا ہو، اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اس میں کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ دونوں خاموش ہیں تو پھر وہ اس قانون کی پیروی کریں جس پر اجماع ہو چکا ہو اور اگر اس کے متعلق کوئی اجماعی فیصلہ بھی نہ ہوا ہو تو پھر اجتہاد سے کام لینے کا اختیار ہے یا پھر انتظار کریں کہ اس معاملے میں کوئی اجتماعی فیصلہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں یہ بھی لکھا کہ میرے نزدیک انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمرؓ جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا

یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباعِ سُنّت کے جذبہ سے معمور ہو جائے ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، حضرت عمرؓ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا، آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انھوں نے کہا کہ بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، وضو پر کیوں اکتفا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

۳ ۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے، بیعت کے بعد انہوں نے علی الاعلان فرمایا کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے پابند ہوں گے اور اپنے پیش رو خلفاء کے فیصلوں اور طریقوں کی پیروی کریں گے۔

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے اس محبت و ارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول و فعل یہاں تک کہ حرکات و سکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوبؐ آقا کی اتباع کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کر کے متبسم ہوئے، لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی، فرمایا میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا۔

ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک بار مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا، اور بغیر تازہ وضو کئے ہوئے نماز کو کھڑے ہو گئے، پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا، اور اسی طرح کیا تھا۔

حج کے موقع پر آپ اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے، طواف میں انہوں نے رکن یمانی کا بھی بوسہ لیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایسا نہیں کیا، تو انھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا چاہا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا انہوں نے کہا ہاں۔ کیا تم نے آپ کو اس کا استلام کرتے دیکھا ہے اس نے جواب دیا نہیں فرمایا پھر کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء مناسب نہیں انہوں نے جواب دیا بیشک

۴ ۔ حضرت علیؓ نے بھی خلیفہ ہونے کے بعد اہلِ مصر کو جو سرکاری فرمان حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تم پر وہ حق قائم کریں جو کتاب و سُنّت کے لحاظ سے حق ہو اور رسولِ خدا کی سنت کو جاری کریں اور تمہاری بے خبری کی حالت میں بھی تمہاری خیر خواہی کرتے رہیں۔

۵ ۔ خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابہؓ بھی کتاب و سنت کو آخری سند اور حرفِ آخر سمجھتے

تھے وہ اپنے کو سنت رسول کے خلاف فیصلہ کرنے کا مجاز ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ رومی حکومت اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ایک معاہدہ کے تحت ایک خاص مدت تک جنگ بند تھی۔ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو حضرت معاویہ نے لشکر کے ساتھ دشمن کے ملک کی جانب کوچ کر دیا۔ انہوں نے سوچا کہ معاہدہ کی جو مدت ہے اس کے اندر حملہ نہیں کریں گے لیکن مدت ختم ہوتے ہی اچانک یکبارگی حملہ کر دیں گے۔ ایک دن انہیں دور سے ایک سوار آتا دکھائی دیا جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر عہد کو پورا کرنا ہے توڑنا نہیں ہے۔ وہ سوار عمرو بن عبسہ تھے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ کیا بات ہے! انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو اس عہد میں کوئی ردو بدل نہ کرے، جب تک کہ معاہدہ کی مدت نہ گذر جائے یا اس قوم کو مطلع نہ کر دے۔ حضرت معاویہ نے یہ سنا تو اپنی فوج کے ساتھ واپس ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گذر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لیے بھنی ہوئی مسلم بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے کے لیے بلایا تو آپ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ میں بھلا ان لذیذ اور پُر تکلف کھانوں کو کھانا کیوں کر گوارا کر سکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا اور اس مکان کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں کے اوپر گرا کرتا تھا۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پرنالہ کو اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ خدا کی قسم اس پرنالہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا تھا۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عباس! مجھے اس کا علم نہ تھا۔ اب میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اس پرنالہ کو پھر اسی جگہ لگا دیجیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(وفاء الوفاء)

عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے یہ نذر کی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھے گا۔ اتفاق سے اس کے بعد ہی عید الاضحیٰ یا عید الفطر آ گئی۔ کیا وہ ان دنوں میں بھی روزہ رکھے۔ انہوں نے فرمایا نہیں اور یہ آیت تلاوت کی۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نہ خود روزہ رکھتے تھے نہ روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جس کو کوئی فیصلہ کرنا ہو وہ کتاب اللہ سے کرے اگر اس میں موجود نہ ہو تو حدیث نبوی کے مطابق فیصلہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی اس طرح مروی ہے۔

صحابہ اکرم کے بعد دوسرے بزرگان اور ائمہ دین نے بھی سنت رسول کو دین میں وہی مقام دیا ہے جو صحابہ اکرمؓ نے دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک شخص کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِقْتِصَادِ
فِي أَمْرِهٖ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ
نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ
بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهٖ سُنَّتُهٗ
وَكُفُوا مُؤْنَتَهٗ فَعَلَيْكَ
بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا
لَكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ عِصْمَةٌ

میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ کا ڈر رکھنے کی اور اس کی حکم پہ چلنے کی اور اس کے نبی کی سنت کے اتباع کی اور جو باتیں اہل بدعت نے نکالی ہیں انہیں ترک کرنے کی۔ اہل بدعت نے یہ باتیں اس وقت نکالی ہیں جبکہ سنت کا اجرا عمل میں آچکا تھا۔ یہ لوگ سنت کو پیچھے ڈال کر اس کی پیروی سے مستغنی ہو گئے۔ تجھ پر سنت کی پیروی لازم ہے۔ کیونکہ یہی چیز تجھے بحکم خدا گمراہیوں سے بچانے والی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک مومن کے لیے سنت کی پیروی لازم اور ضروری ہے اور یہی وہ محفوظ راہ ہے جس کے ذریعہ

آدمی اپنے کو ہر طرح کے فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ وہ خود بھی سنت کے متبع تھے اور دوسروں کو بھی سنت کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ایک غلام فروخت ہوا۔ بعد میں اس میں کوئی عیب ثابت ہوا تو مشتری نے اس کی واپسی کا دعویٰ کر دیا۔ غلام کے ذریعہ جو آمدنی اس درمیان میں ہوئی تھی اس کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا کہ وہ کس کو ملے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی رائے تھی کہ آمدنی کی رقم بائع کو دی جائے لیکن جب ان تک حضرت عائشہ کی روایت پہنچی کہ حضور کا فیصلہ یہ ہے کہ آمدنی مشتری کو ملنی چاہیے کیونکہ اس درمیان میں اگر غلام فوت ہو جاتا تو نقصان مشتری ہی کا ہوتا لہذا جس کا نقصان ہوتا نفع بھی اسی کو ملنا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں جب اس میں نہیں ملتا تو سنت رسول اللہ اور آپ کے ان آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے یہاں ثقہ لوگوں کے واسطہ سے معروف ہیں، پھر جب نہ خدا کی کتاب میں حکم ملتا ہے اور نہ رسول اللہ کی سنت میں تو میں اصحاب رسول (یعنی ان کے اجماع) کا اتباع کرتا ہوں اور ان کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، لیکن ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی کا قول اختیار نہیں کرتا۔ رہے دوسرے لوگ تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

ایک دن کسی نے ابو حنیفہ سے کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اس کے جواب میں کہا۔

لعن اللہ من یخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ اکرمنا	خدا اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے خدا نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ

اللہ و بہ استنقذنا۔ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے

ابویزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ اللہ سے کھانے کی طرف رغبت اور عورتوں کی جانب خواہش کو ختم کرنے کا سوال کروں۔ مگر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا تو میں کیوں خلاف سنت کروں۔ لیکن اللہ نے میرے دل کی بات پوری کر دی اور اب یہ حالت ہے کہ عورت سامنے آئے تو اتنی پرواہ بھی نہیں کرتا کہ یہ دیوار ہے یا عورت۔

ابوالطیب احمد بن مقاتل مکی بغدادی علیہ الرحمہ کہتے تھے کہ حضرت شبلی کی وفات کے روز میں جعفر خلدی کے ہاں بیٹھا تھا کہ بغدادی بیوری آگئے جو کہ شبلی علیہ الرحمتہ کے خادم تھے۔ اور ان کی وفات کے وقت پاس موجود تھے۔ ان سے جعفر خلدی علیہ الرحمہ نے پوچھا آپ نے شبلی کی موت کے وقت کیا دیکھا۔ بغدادی نے کہا جب ان کی زبان بند ہو گئی اور ماتھے پر پسینہ آگیا تو اشارے سے مجھے وضو کرانے کو کہا۔ میں نے وضو کرا دیا۔ مگر ڈاڑھی کا خلال بھول گیا اس پر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری انگلیاں اپنی ڈاڑھی میں داخل کر کے خلال کیا۔ یہ سن کر جعفر رو پڑے اور کہنے لگے ایسے شخص کا کیا کہنا کہ جس سے عالم نزع میں جب کہ زبان بند تھی اور جبیں عرق آلود، وضو میں خلال تک نہ چھوٹا۔

حکایت حضرت جنید بغدادی اللہ کے جلیل القدر اولیا سے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپ کے ہاں تقریباً دو ماہ رہا آخر کار ایک دن جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگا تو حسب عادت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اسے رخصت کرنے کے لیے بنفس نفیس اس کے کمرے میں تشریف لائے اور ہر چند کہ مہمان بار بار منع کر رہا تھا سامان باندھنے اور اس کی سواری کے لیے چارہ پانی کا بندوبست کرنے میں اس کی مدد فرمانے لگے۔ مہمان حیران تھا کہ آخر یہ لوگ کس مزاج اور کس طبیعت کے لوگ ہیں سیدالطائفہ کہے جاتے ہیں۔ شرق و غرب میں ان کی شہرت ہے۔ لاکھوں انسان ان کے مرید و معتقد ہیں کہ چشم و ابرو کے معمولی سے اشارے پر

اپنی قیمتی سے قیمتی متاع لٹا دیں اور یہ خاکساری وانکساری کے ایسے پیکر کہ میرے جیسے معمولی انسان کی حاجت براری و خدمت گزاری کو باعث فخر اور فرض اولین تصور کر رہے ہیں۔ سامان تیار ہوگیا اور سواری بھی اب وقت رخصت آن پہنچا۔ معانقے اور معانقے کی باری آئی تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے مہمان سے دریافت فرمایا کہ "آپ اتنے دن یہاں رہے لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے تھے اور اب کیوں واپس جا رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ سوال سن کر مہمان بہت سٹپٹایا اگر حقیقت بتلا دے تو اندیشہ تھا کہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ملول دل گیر ہو ں گے اور نہ بتلائے تو کتمان حق ہوگا جو اہل حق کے نزدیک روا نہیں ہے۔ گہری سوچ میں پڑ گیا اس کی دلی کیفیت کو بھانپ کر حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: میرے عزیز! گھبرانے یا شرمانے کی ضرورت نہیں جو کچھ تمہیں کہنا ہو صاف صاف کہو۔ ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کسی ایسی ویسی بات کا برا نہیں مناتے۔ حضرت جنید بغدادی کے ہمت دلانے سے رخصت ہونے والے مہمان میں کسی قدر جرات پیدا ہوئی اور شرماتے شرماتے وہ کہنے لگا حضرت! گستاخی معاف، میں دور دراز علاقے کا رہنے والا ہوں دراصل میں یہ سن کر آیا تھا کہ آپ بڑے صاحب کرامت و ولایت بزرگ ہیں۔ مگر میں افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اتنے دن میں آپ کے پاس رہا لیکن میں نے تو کوئی کرامت دیکھی نہ ولایت اس لیے ناامید ہو کر اب واپس جا رہا ہوں جنید بغدادی مسکرائے اور فرمایا۔ میرے دوست ایک بات بتلاؤ تم اتنے دن میرے ساتھ رہے۔ اتنے دنوں میں تم نے میرا کوئی عمل اللہ تعالےٰ کے حکم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف دیکھا ہے! مہمان نے کمال سادگی سے جواب دیا۔ حضرت یہ تو آپ درست فرما رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز تو میں نے نہیں دیکھی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی! یہی میری ولایت اور یہی میری کرامت ہے۔ میرے طریق کی روح۔ منتہائے مقصود اور سب کچھ یہی ہے کہ بندے کا کوئی قدم مولا کے حکم کے خلاف نہ اٹھے

اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی یاد میں بسر ہو جائے ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا کوئی اتنی بڑی کرامت نہیں بلکہ اصل کرامت اور ولایت تو یہی ہے کہ کوئی عمل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف نہ ہو سنت ہی اصل مضبوط راستہ ہے جس پر انسان چل کر راہِ نجات حاصل کرتا ہے۔

باب ۴۷

سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل یعنی آپ کا کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا لباس پہننا اور بولنا عبادت تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر سنت پر عمل کریں آپ کی چند سنتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سنت داڑھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے اہم سنت داڑھی ہے لہٰذا آپ کی اتباع میں ہر مسلمان کے لیے داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ داڑھی سنت انبیائے علیہم السلام بھی ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔ (مسلم شریف)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کرو۔ (بخاری شریف)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی۔ ایسے ہی حضرت ہند بن ابی ہالہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بھرپور اور گنجان بالوں والی تھی۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی ریش مبارک کے بال اس کثرت سے تھے کہ جس سے آپ کا سینہ مبارک بھر گیا تھا۔ وظائف النبی میں کہا گیا ہے کہ حضور کی ریش مبارک طبعاً چار انگل تھی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث نے لکھا ہے کہ ائمہ کا مذہب لبوں کے ترشوانے میں مختلف ہے۔ کم سے کم یہ ہے کہ اطراف لب ظاہر ہوں اور لبوں کا منڈوانا بدعت ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور احناف کے نزدیک احفاء ہے یعنی جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ لیکن حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے اپنے لبوں کو مسواک سے اٹھایا اور یہ بظاہر احفاء کے منافی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کسی خاص وقت میں ہوا ہوگا۔ ورنہ اکثر اوقات احفاء ہی ہوگا۔ اور ہمارے یعنی حنفیوں کے مذہب میں یہ ہے کہ ابرو کے مقدار میں چھوڑ دیئے جائیں۔ نمازی اس سے مستثنیٰ ہیں اور انہیں مستحب ہے کہ لبوں کو لمبا رکھیں تاکہ دشمنوں کی نظر میں ہیبت و دبدبہ ظاہر ہو لیکن لبوں کو اتنا دراز نہ کرے کہ اطراف لب ہی ڈھک جائیں۔ کذا فی مطالب المؤمنین نقلا عن الذخیرہ لبوں کے دونوں کناروں کے بالوں کے چھوڑنے میں مضائقہ نہیں ہے علماء فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر صحابہؓ کبار لبوں کے گوشوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ منہ کو نہیں ڈھکتے اور نہ کھانے سے آلودہ ہوتے ہیں۔ اور مونڈانے اور زیر لب جسے عنفقہ کہتے ہیں۔ ان کے بالوں کے چھوڑنے میں بھی اختلاف ہے۔ اور افضل ان کا چھوڑنا ہے۔ لیکن عنفقہ کے دونوں کناروں کے مونڈنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور داڑھی کے بڑھانے کے حد میں بھی اختلاف ہے۔ مذہب حنفی میں چار انگل ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس سے زائد بالوں کو کاٹنا واجب ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر علماء و مشائخ اس سے زائد بڑھائیں تو بھی درست ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں کتاب اللباس کے آخر میں مذکور ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر اس سے زائد بال قطع کرادیا کرتے تھے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ۔	حضرت ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور جو اس سے زائد بال ہوتے قطع کرادیتے۔

حضرت نافع نے بروایت ابن عمر حدیث نقل کی ہے کہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْھِکُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی۔

لبوں کے تراشنے میں مبالغہ کرو اور داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے تعرض نہ کرو۔

جب داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑنا مامور بہ ہے تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کیوں مابعد القبضہ کتروا تے تھے حالانکہ وہی اس حدیث کے راوی ہیں۔ شارحین اس کا یہ جواب دیتے تھے۔ کہ ان کا کتروانا حج وغیرہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ اور عجمیوں کی مانند عمل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس بات میں سلف کی عادت مختلف تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ علی مرتضیٰ ؑ کی داڑھی ان کے سینوں کو بھرتی تھی؟ اسی طرح سیدنا عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے۔ اور حضرت سیدنا غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی داڑھی طویل و عریض تھی۔ (مدارج النبوت)

۲ پینے کی سنت

پانی یا کوئی اور چیز پینے کا سنت طریقہ یہ ہے اللہ کا نام لے کر پینا شروع کیا جائے یعنی "بسم اللہ" کہ کر پانی پیجئے۔ پانی بیٹھ کر پیا جائے پانی تھوڑا تھوڑا ایک کر کے پیئیں پانی ایک سانس سے نہ پیئیں بلکہ تین گھونٹ کر کے پیئیں پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے بلکہ برتن ہٹا کر سانس لینا چاہیے۔ پانی ختم ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ پینے کے بارے میں احادیث حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تین مرتبہ سانس لینا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ اس طرح پینا خوب سیراب کرتا ہے اور صحت کے لیے مفید اور خوشگوار ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۲۔ شروع میں بسم اللہ پڑھنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک ہی سانس میں پانی نہ پیو، جیسا کہ اونٹ پیتا ہے، بلکہ دو تین سانس سے کر پیو۔ جب پیو تو بسم اللہ شریف پڑھو اور جب برتن سے منہ جدا کرو، تو الحمد اللہ کہو۔ (ترمذی شریف)

۳۔ پھونک مارنے کی ممانعت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۴۔ ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے کی ممانعت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے، اور پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

۵۔ بیٹھ کر پینے کا حکم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری شریف)

۶۔ آب زمزم کھڑے ہو کر پینا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ڈول میں آب زمزم لے کر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے کھڑے ہی نوش فرمایا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۷۔ مشکیزے سے منہ لگانے کی ممانعت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشک کا دہانہ موڑ کر (یعنی مشکیزہ سے منہ لگا کر) پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے مشک سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت کے بعد

ایک شخص رات کو پانی پینے کے لیے اٹھا، مشک کا منہ کھولا، تو اس میں سے سانپ نکلا۔ (ابن ماجہ)

۸۔ پانی کو چوس کر پینے کی تاکید

زاد المعاد میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پانی پینا چاہے تو وہ چسکی لے کر پیئے اور جانوروں کی طرح پانی میں منہ ڈال کر نہ پیئے کہ درد جگر کا سبب بنتا ہے۔ (ابن بیہقی)

۹۔ دائیں ہاتھ سے پینا سُنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پانی پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔

(صحیح مسلم شریف)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ مشروبات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ پینے والی چیز کو تین سانسوں میں نوش فرماتے ہر سانس میں منہ سے پیالہ جدا کرتے پھر سانس لیتے اور پیالے کو جب دہن شریف کے قریب لانے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب جدا فرماتے تو حمد بجا لاتے اس طرح تین مرتبہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ مشروبات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پانی

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹھنڈے اور شیریں پانی کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سقیا سے (ٹھنڈا اور) میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ مروی ہے کہ سقیا ایک چشمہ ہے۔ جو مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے۔

(سنن ابی داؤد)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں ٹھنڈی اور میٹھی چیز (زیادہ) محبوب تھی۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک ڈول آبِ زمزم لایا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نوش فرمالیا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت کھڑے تھے۔ (مسلم شریف)

پانی اللہ تعالیٰ کی انمول نعمت ہے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

۲۔ دُودھ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں کو رد نہیں کرنا چاہیے۔ (۱) تکیہ (۲) تیل خوشبو، (۳) دودھ (شمائلِ ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے۔ وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے نوش فرمایا۔ میں دائیں اور حضرت خالد بن ولید بائیں جانب تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (نوش فرمانے کے بعد) مجھے فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے۔ ہاں اگر تو خوشی قبول کرے تو خالد کو ترجیح دے دے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پس خوردہ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد ارشاد گرامی فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالیٰ کوئی چیز کھلائے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ۔ اور جب کسی کو اللہ تعالیٰ دودھ عطا فرمائے تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُودھ کے علاوہ

کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو کھانے اور پینے کا کام دیتی ہو۔ (ابو داؤد)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھ میں بھوک برداشت کرنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ میں بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن سر راہ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے، میں نے اُن سے کلام اللہ شریف کی آیۂ مبارکہ پوچھی، میں نے اُن کو اس لیے مخاطب کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے، مگر وہ نہ لے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے، میں نے اُن سے بھی آیت مبارکہ پوچھی یہ بھی اس لیے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے، مگر انہوں نے بھی ساتھ نہ لیا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے دل اور چہرے کی کیفیت جان گئے اور فرمایا میرے ساتھ چلو، میں ساتھ ہولیا۔ یہاں تک کہ اپنے خانۂ اقدس تشریف لے گئے، میں بھی اجازت لے کر اندر چلا گیا، وہاں دیکھا کہ ایک پیالہ دُودھ کا رکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ دُودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے عرض کیا کہ فلاں صحابی نے خدمتِ عالیہ میں ہدیۃً بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اے ابی ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صفہ اہل اسلام کے مہمان تھے۔ جب کوئی صدقہ خدمت عالیہ میں پیش کیا جاتا۔ تو تمام اصحاب صفہ کو عنایت فرما دیتے۔ اگر ہدیہ ہوتا، تو خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی عنایت فرماتے۔ غرض یہ کہ میں بلانے کے لیے چل دیا۔ میں دل میں خیال کرتا تھا کہ اتنے تھوڑے سے دُودھ سے اتنے زیادہ آدمیوں کا کیا بنے گا؟ اگر مجھے پیاس بجھانے کو مل جاتا تو ٹھیک تھا۔ اب جب کہ اصحابِ صفہ تشریف لائیں گے، تو مجھے حکم ہوگا کہ ان کو پلاؤ۔ بہر حال تعمیل ارشادِ گرامی کرتے ہوئے میں اصحاب صفہ کو لے گیا، سب آکر بیٹھ گئے۔ تو مجھے ارشاد ہوا اے ابو ہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ یہ دودھ اٹھاؤ اور اصحابِ صفہ کو پلاؤ میں نے پیالہ لیا اور باری باری ہر آدمی کو

پیالہ دیتا رہا۔ جب وہ دودھ سے اچھی طرح سیراب ہو جاتا تو پیالہ مجھے واپس لوٹا دیتا۔ یہاں تک کہ تمام اصحاب صفہ سیراب ہو گئے اور میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ مجھ سے لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا اور تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے: اے ابی ہریرہ: اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر مجھے ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ اور دودھ پیو۔ میں نے دودھ پیا۔ (پیالہ واپس کرنے لگا تو) فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فرماتے رہے کہ اور پیو اور میں پیتا رہا۔ بالآخر میں نے عرض کیا کہ اب نہیں پی سکتا۔ مجھے اس خدا کی قسم کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اب کوئی گنجائش نہیں۔ یہ کہہ کر وہ پیالہ میں نے خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ مجھ سے پکڑا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد وہ دودھ نوش فرمایا۔ (بخاری شریف)

حضرت نضلہ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک برتن میں دودھ دوہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا مجھے عنایت فرما دیا۔ میں نے وہ دودھ پیا تو سیراب ہو گیا۔ میں نے بارگاہ اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سات بکریوں کا دودھ پی جاتا تھا، مگر سیراب نہ ہوتا تھا لیکن آج تھوڑا سا پی کر سیراب ہو گیا۔) (خصائص کبریٰ)

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حبیش بن خالد سے روایت ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ لیثی کے ہمراہ ام معبد کے خیمہ کے پاس گزرے اور ام معبد سے گوشت اور دودھ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عرض کی کہ ہم قحط زدہ ہیں، ہمارے پاس کوئی بھی چیز

پاس نہیں۔ خیمہ میں ایک طرف ایک کمزور سی بکری کھڑی تھی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کے متعلق دریافت فرمایا تو اُمّ معبد نے عرض کی کہ زیادہ کمزور ہونے کی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکی۔ فرمایا کہ کیا اس میں دودھ ہے؟ اُمّ معبد نے عرض کیا کہ بھلا اس میں دُودھ کہاں؟ فرمایا، کیا تو اجازت دیتی ہے کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ اُمّ معبد نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ دودھ دیکھتے ہیں تو دوہ لیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری منگوائی اور اس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا، پھر بسم اللہ شریف پڑھ کر دُعا فرمائی۔ (تو اسی وقت) بکری کے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے اور وہ جگالی کرنے لگی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا بڑا برتن طلب فرمایا جو کہ ایک پورے قافلے کے لیے کافی ہو۔ پھر اس میں اپنے دستِ مبارک سے دُودھ دوہا تو وہ برتن دودھ سے بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دودھ اُمّ معبد کو پلایا، یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئیں۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ جب سب سیراب ہو گئے تو پھر خود نوش فرمایا۔ پھر دوبارہ اس بکری کا دُودھ دوہا اور پھر برتن بھر کر اُمّ معبد کو عطا فرما دیا۔ پھر اُمّ معبد سے اسلام پر بیعت لی اور چل دیئے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۲۔ لسّی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ میں پانی ملا کر لسّی بنا کر پی ہے اس کے متعلق چند روایات حسبِ ذیل ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک صحابی کے ہمراہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہ انصاری صحابی اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا "اگر تمہارے پاس رات کا باسی پانی مشکیزہ میں ہو تو لاؤ، ورنہ ہم منہ لگا کر نہر یا کیاری سے پانی نوش فرما لیتے ہیں"۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس رات کا باسی پانی مشک میں ہے۔ وہ (انصاری صحابی) اپنے جھونپڑے میں گئے، پیالے میں پانی ڈالا، پھر اس میں بکری کا دودھ دوہا۔ (یعنی پکی لسی بنائی) اسے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نوش فرما لیا۔ انہوں نے دوبارہ ایسے ہی کیا، تو اس صحابی نے بھی نوش کیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ہمراہ تھے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بکری کا دودھ دوہا گیا۔ پھر اس میں اس کنوئیں کا پانی جو کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھا، ملایا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا۔ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا (نوش فرمانے کے بعد جو دودھ کی لسی بچ گئی، وہ بطور تبرک تقسیم فرمانے لگے تو) بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دائیں طرف ایک اعرابی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (پہلے) ابوبکر کو دیجئے (مگر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو پیالہ پکڑا دیا جو دائیں طرف تھا اور ارشاد فرمایا: دائیں طرف (کیونکہ) دایاں مقدم ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: "دائیں طرف والے زیادہ حقدار ہیں، دائیں طرف والے زیادہ حقدار ہیں۔ غور سے سنو دائیں طرف والوں کو پہلے دیا کرو۔ (بخاری شریف)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے ابوبکر! تم ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وہ واقعہ مجھے سناؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم ساری رات چلتے رہے۔ اگلے دن بھی چلتے رہے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا اور لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوئی تو ہم ایک لمبے پتھر کے سایہ میں اترے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے جگہ کو ہموار کیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے اور میں نگرانی کرنے لگا، تو سامنے ایک چرواہا آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا کیا تم دوہ دے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ایک بکری پکڑی اور پیالہ میں دودھ نکالا۔ میرے پاس ایک برتن تھا کہ جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے اور پانی اور دودھ نوش فرماتے تھے۔ میں نے دودھ اس برتن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ڈال لیا۔ پھر میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، تو ابھی تک محو خواب تھے۔ میں نے جگانا مکروہ سمجھا۔ پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بیدار ہوئے تو میں نے ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اس دودھ میں تھوڑا سا پانی ملایا اور

عرض کیا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اسے نوش فرمائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میں خوش ہوگیا۔ (مسلم شریف)

۴۔ پھلوں کا پانی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھلوں کا پانی بھی پسند فرمایا ہے یعنی انگور یا کھجوریں پانی ڈال کر رکھ دیا جاتا جب اس پھل کا رس پانی میں شامل ہو جاتا تو آپ نوش فرما لیتے جسے نبیذ کہا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے اس پیالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پینے کی اشیاء شہد، نبیذ، پانی اور دودھ پلایا۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہم ایک مشکیزہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نبیذ بناتے تھے۔ اوپر کی طرف سے مشکیزہ کا منہ بند کر دیا جاتا تھا اور نیچے اس کا دہانہ تھا۔ ہم صبح اس میں نبیذ ڈالتے، تو سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پی لیتے۔ اگر رات کو ڈالا جاتا، تو صبح نوش فرما لیتے تھے۔ (صحیح مسلم شریف)

۵۔ ستو

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس ستو لائے گئے۔ انہوں نے ان کو پانی میں گھول کر نوش فرمایا۔ (بخاری شریف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستو پینا بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

۶۔ شہد

شہد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ اور مرغوب ترین اشیاء میں سے تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھا۔ (بخاری)

منقول ہے کہ (عموماً) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صلی الصبح شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب اس پر کچھ وقت گزر جاتا اور بھوک محسوس ہوتی تو جو کچھ از قسم غذا موجود ہوتا تناول فرما لیتے۔ (مدارج جلد اوّل)

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبید بن عمیر سے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام المومنین

زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شہد نوش فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری)
طبرانی سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شہد تناول فرمایا کرتے تھے۔
(تفسیر مظہری)

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن رافع سے نقل کیا کہ ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس شہد کی ایک کپی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہد کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس میں سے کچھ نوش فرمایا کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شہد کا استعمال سنت ہے۔ اور اس میں صحت کے لیے بہت سا فائدہ ہے۔

۲ - کھانے کا سنت طریقہ

کھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھو کر کلی کریں۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ جائیں بسم اللہ پڑھ کر سالن ڈالیں پھر دائیں ہاتھ سے روٹی کا لقمہ سالن لگا کر منہ میں ڈالیں لقمہ خوب چبا کر کھائیں لقمہ درمیانہ لینا چاہیے تاکہ چبانے میں دقت نہ ہو۔ اگر ایک برتن میں دو تین آدمی مل کر کھا رہے ہوں تو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔ دوسرے کے سامنے سے لقمہ نہیں اٹھانا چاہیے۔ اگر کھانے کے دوران چھینک آئے تو دوسری طرف چھینکو۔ کھانا مناسب مقدار میں کھانا چاہیے یعنی ضرورت سے تھوڑا سا کم ہی کھانا چاہیے۔ اگر کھاتے وقت کوئی لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لینا چاہیے۔ کھانا ختم کرتے ہوئے برتن کو صاف کرنا چاہیے۔ اگر انگلیوں کے ساتھ سالن وغیرہ لگا ہو تو اسے چاٹ لینا چاہیے۔ کھانا کھا کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور مسنون دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا پڑھنی چاہیے۔ کھانا کھا کر ہاتھوں کو دھونا چاہیے۔ اور تولیے سے صاف کرنا چاہیے۔ پانی کھانا شروع کرتے وقت پہلے پی لیں یا کھانے کے

دوران میں آخر میں پانی نہ پئیں۔
کھانے کے بعد کی مسنون دعائیں یہ ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَہٗ وَجَعَلَ لَہٗ مَخْرَجًا۔

(ابوداؤد)

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا پلایا اور حلق کے راستے اتارا اور ہضم کے بعد اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

(ابوداؤد)

کھانے کے متعلق آداب کے متعلق احادیث حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **سنت بسم اللہ** کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اگر شروع میں بھول جائے تو کھاتے وقت جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لیں اس کے علاوہ اگر ہر لقمہ اٹھاتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے، اور زیادہ بہتر ہے۔ کیوں کہ بعض صوفیا نے یہ طرز عمل اختیار کیا۔

(۱) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم اکٹھے ہو کر کھانا کھایا کرو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو، تمہارے لیے اس میں برکت ہوگی۔ (ابن ماجہ)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے، تو اللہ تعالیٰ کا نام ضرور لے۔ اگر شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا بھول جائے، تو (کھانا کھاتے وقت جب بھی یاد آئے) تو کہے

(ترمذی شریف)

(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس کھانے پر بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے،، (یعنی وہ کھانا جو بسم اللہ شریف کے بغیر کھایا جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

(۴) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ،،جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ تو شیطان (اپنی ذریت سے) کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تو تمہیں رات ٹھکانا ملے گا۔ اور نہ ہی کھانا، لیکن اگر داخل ہوتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھی گئی۔ تو شیطان کہتا ہے۔ کہ اب تمہیں رہنے کی جگہ مل گئی۔ اور اگر کھانا کھاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی نہ لیا تو شیطان کہتا ہے کہ اب تم کو کھانا اور ٹھکانا دونوں مل گئے (صحیح مسلم)

(۵) حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بسم اللہ شریف پڑھے بغیر کھانا کھا رہا تھا جب کھانا کھا چکا اور صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا، تو اس نے آخری لقمہ اٹھایا اور یہ کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ لیکن جب اس نے اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لیا، تو شیطان نے وہ سب کچھ جو اس کے پیٹ میں تھا، اگل دیا، یعنی جو برکت چلی گئی تھی، واپس آگئی۔ (ابو داؤد شریف)

(۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے، تو جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شروع نہ فرماتے ہم کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم کھانے پر حاضر تھے کہ ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی جیسے اُسے کوئی دھکیل رہا ہو۔ اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک اعرابی آیا گویا کہ اسے بھی دھکیلا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر فرمایا: شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے۔ جس کھانے پر اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی نہ لیا جائے۔ شیطان اس لڑکی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے سے کھانا اپنے لیے حلال کر لے، مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس اعرابی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے اپنے لیے

کھانا حلال کرے۔ میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس وقت شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میری گرفت میں ہے۔" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ شریف پڑھی اور کھانا تناول فرمایا۔ (نسائی شریف)

۲۔ کھانا کھاتے وقت ہاتھ دھونا

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے پہلے بیشتر ہاتھ دھوتے مگر کپڑے کے ساتھ خشک نہ کرتے اس لیے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر تولیے سے پونچھنا سنت نہیں ہے۔ البتہ کھانا ختم کر کے ہاتھ دھو کر تولیے سے خشک کرنا سنت ہے۔ البتہ کوئی شخص وضو کر کے آیا ہو تو اسے ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی یہ پسند کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گھر میں خیر و برکت زیادہ کرے، اسے چاہیے کہ جب کھانا حاضر کیا جائے تب بھی اور جب کھانا اٹھایا جائے تب بھی وضو کرے (یعنی ہاتھ دھوئے اور کلی کرے۔ (ابن ماجہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانا کھانے کے بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا) برکت ہے۔ میں نے اس مضمون کو بارگاہ نبوی میں عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کی برکت اس سے پہلے اور بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونے اور کلی کرنا) ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ میں (کھانے کی) چکنائی (کی بو) ہو اور وہ بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے اور اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کیونکہ اُسے لازم تھا کہ ہاتھ دھوتا) (ترمذی)

۳۔ کھانے کے لیے بیٹھنے کا سنت طریقہ

بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں گھٹنا کھڑا کریں اور بائیں پاؤں بچھا کر اسی کے اوپر جسم کا وزن ڈالیں کسی چیز سے ٹیک لگانا درست نہیں کھانا بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ کھڑے ہو کر کھانا خلاف سنت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درجات میں کھجوریں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ (مسلم شریف)

حضرت قتادہ، حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو خوان (میز) پر کھانا کھایا نہ (چھوٹی چھوٹی) طشتریوں میں اور نہ ہی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے (باریک) چپاتی پکائی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز پر کھانا تناول فرماتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہی (چمڑے کے) دسترخوان پر۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابو عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کھانا کھاتے وقت جوتے اتار لو، کیونکہ یہ سنت جمیلہ ہے۔" (حاکم)

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ جب کھانا رکھا جائے تو جوتے اتار لو، اس سے تمہارے پاؤں کے لیے راحت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔" (بخاری شریف)

۴۔ دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (مسلمان پر لازم ہے) دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں ہاتھ سے پئے اور دائیں ہاتھ سے دے اور دائیں ہی سے لے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا، بائیں سے پیتا، بائیں سے لیتا اور بائیں ہی سے دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

۵۔ نمکین کھانے کی سنت

حضرت علی المرتضیٰ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کھانا نمک سے شروع اور نمک ہی پر ختم کیا کرو، کیونکہ اس میں ستر بیماریوں سے شفا ہے، جن میں جذام، برص، درد حلق، درد دندان اور دردِ شکم شامل ہے۔ (نزہۃ المجالس جزاول)

۶۔ روٹی کی قدر کرنی چاہیے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک بار حضور نبی کریم صلی علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے، تو روٹی کا ایک ٹکڑا زمین پر پڑا ہوا دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا اور اسے پونچھ کر تناول فرما لیا۔ اور ارشاد فرمایا: "اے عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو، کیونکہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے بھاگی ہے، تو لوٹ کر نہیں آئی ہے"

(ابن ماجہ)

۷۔ سنت لقمہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (خبردار) شیطان تمہارے ہر کام میں حاضر ہو جاتا ہے (یہاں تک کہ) کھانے میں بھی حاضر ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر لقمہ گر جائے اور اسے مٹی وغیرہ لگ جائے تو صاف کر کے کھا لے، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے اور جب کھانا کھانے سے فارغ ہو تو (اگر انگلیوں کو کھانا لگا ہو تو) انگلیاں چاٹ لے، کیونکہ معلوم نہیں کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔" (مسلم)

حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روٹی کا احترام کرو، کیونکہ وہ زمین و آسمان کی برکات میں سے ہے۔ جو شخص دسترخوان سے گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھالے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔" (طبرانی شریف)

۸۔ انگلیاں چاٹنے کی سنت

حضرت کعب بن مالک رضی تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور پونچھنے سے قبل انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔ (مسلم شریف)

۹۔ برتن چاٹنے کی سنت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انگلیاں اور کھانے کا برتن چاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کس نوالہ میں برکت ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت نبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "جو شخص پیالے میں کھائے اور بعد میں اُسے چاٹ لے تو وہ برتن اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ (ترمذی)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ برتن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے بچائے جس طرح تو نے مجھے شیطان (کے چاٹنے) سے بچایا۔ (مشکوٰۃ شریف)

۱۰۔ کھانے کے ختم ہونے پر دعا مانگنا سنت ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھانا کھلایا، پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔

۱۱۔ الحمد للہ کہنا سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ اس بات پر بندہ سے راضی ہوتا ہے کہ کوئی بندہ کھانے کا لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیے اور اس کے ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

۱۲۔ سنت شکر

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ کھانا کھا کر اللہ کریم جل جلالہٗ کا شکر ادا کرنے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے۔ (ترمذی)

حضرت مقدام بن معدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لیے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں۔ اگر زیادہ ہی کھانے پر تل جائے، تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی (بہت زیادہ کھانے کی وجہ سے) ڈکار کی آواز سنی، تو فرمایا: "اپنی ڈکار کم کرو (یعنی تھوڑا کھایا کرو) اس لیے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہوگا جو (دنیا میں) سب سے زیادہ کھاتا تھا۔" (ترمذی شریف)

۱۲۔ سونے چاندی کے برتن میں کھانے کی ممانعت

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔" (مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ آپ نے فرمایا: "حریر" اور دیباج" (ریشمی کپڑے) نہ پہنو، اور سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ، کیونکہ وہ دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے ہوں گے۔" (بخاری)

۱۴۔ کھانے کے بعد پانی نہ پینا سنت ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے سے پہلے پانی نوش فرماتے یا کھانے کے درمیان پانی پیتے کھانا کھانے کے بعد اس وقت تک پانی نہ پیتے جب تک کھانا ہضم نہ ہو جاتا۔ اہل طب کا کہنا ہے کہ کھانا کھانے سے قبل پانی پینا گویا سونا ہے درمیان میں چاندی اور آخر میں سیسہ ہے کھانا کھانے سے قبل یا درمیان میں پانی پینا غذا کے ہضم کرنے میں معدہ کا معاون بنتا ہے جب کہ آخر میں پانی پینے سے معدہ کے عمل میں نقص آجاتا ہے۔ اس لیے کھانا کھانے کے بعد پانی پینے سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر کوئی مجبوری ہو

مثلاً لقمہ رک گیا ہو تو اس کے لیے پانی پی سکتے ہیں مگر کھانا ختم کرنے کے بعد پانی پینے کو عادت بنا لینا خلاف سنت ہے۔

۱۵۔ برتن ڈھانپنا سنت ہے

سونے سے پہلے تمام برتنوں کو ڈھانپ کر سونا سنت ہے کیونکہ کھلے برتن رہنے سے وبا کا اثر ہوتا ہے اور شیطان راہ پاتا ہے۔ اگر برتن کے چھپانے اور ڈھانپنے کے لیے کچھ نہ ملے تو ایک لکڑی لو اور بسم اللہ کہہ کر برتن پر رکھ دو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب اول شب ہو۔۔۔ یا فرمایا کہ ہر شام تم اپنے بچوں کو (گھر میں) بند کر دو (یعنی گھر سے باہر سے نہ نکالو) کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں اور جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو۔ (یعنی باہر نکلنے کی اجازت دے دو) جب دروازے بند کرو تو بسم اللہ شریف پڑھو، کیونکہ شیطان ایسا دروازہ نہیں کھولتا۔ اپنی مشکوں کے منہ باندھ دو اور بسم اللہ شریف پڑھو اور بسم اللہ شریف پڑھ کر اپنے برتن ڈھانپ لو، اگرچہ برتن پر چوڑائی کی جانب کوئی چیز (لکڑی وغیرہ) ہی رکھ دو اور اپنے چراغ بجھا دو۔" (متفق علیہ)

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ برتن ڈھانپ دو، مشکوں کا منہ بند کر دو، شام کے وقت بچوں کو اپنے پاس بند رکھو، کیونکہ یہ جنات کے پھیلنے اور اچک لینے کا وقت ہے اور سوتے وقت چراغ بجھا دو، کیونکہ بسا اوقات چوہا بتی پکڑنے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

۱۶۔ سونے سے پہلے چراغ بجھانے کی تاکید

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث، جسے ابوداؤد نے ذکر فرمایا، اس میں ہے کہ ایک بار سید عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بوریے پر تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک چوہا ایک جلتی ہوئی چراغ کی بتی کھینچ لایا اور بوریے پر ڈال دی، جس سے ایک درہم کے برابر بوریا جل گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونے سے قبل چراغ بجھا دو، کیونکہ شیطان ایسے موذی جانور کو ایسے کام کی ترغیب دیتا

ہے۔ اور وہ تم کو جلا دیتا ہے" (سنن ابو داؤد)

رسول اکرم صلی اللہ وسلم کی پسندیدہ خوراک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ جس قسم کا کھانا سامنے آتا اسے تناول فرما لیتے اور نہ ہی کسی خاص قسم کے کھانے کے لیے اہتمام فرماتے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرما لیتے۔ اگر ناپسند سمجھتے تو چھوڑ دیتے۔ (مسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کھانوں کو تناول فرمایا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ روٹی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر جو کی روٹی تناول فرمائی اور کبھی کبھی گندم کی بھی، مگر کبھی بھی میدہ کی روٹی تناول نہیں فرمائی۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کبھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدہ کی روٹی تناول فرمائی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اخیر عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کبھی میدہ نہیں پیش کیا گیا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ اس زمانہ میں چھلنیاں تھیں؟ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ سائل نے پوچھا کہ پھر جو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو کے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے جو (موٹے موٹے) تنکے ہوتے اڑ جاتے۔ باقی گوندھ کر پکا لیتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمانے لگیں کہ جب بھی میں پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ رو دوں، پھر میں رونے لگتی ہوں۔" حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیوں؟ تو فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت یاد آتی ہے جس پر ہم سے مفارقت فرمائی کہ کبھی بھی دن میں دو مرتبہ روٹی

یا گوشت سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہ آئی۔" (شمائل ترمذی)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات پے درپے بھوکے گزار دیتے، حالانکہ اکثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (ترمذی شریف)

حضرت یوسف بن عبداللہ بن اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا۔ اور اس پر کھجور رکھی اور فرمایا: "یہ اس کا سالن ہے۔ اور تناول فرمالیا۔ (ابوداؤد)

۲۔ گوشت

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت کھانوں کا سردار فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوربے والا اور بھنا ہوا گوشت شوق سے تناول فرمایا۔ گوشت کھانے کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر بھنا ہوا گوشت کھایا ہے۔ (شمائل شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت اقدس میں ایک عورت نے دو چپاتیاں اور تھوڑا سا پکا ہوا گوشت ہدیۃً پیش کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیالے میں رکھ کر کسی کپڑے سے ڈھانپ دیا اور تاجدار عرب وعجم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیغام بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ پیالہ اٹھا کر دیکھا تو وہ گوشت اور روٹی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیران رہ گئیں اور سمجھ گئیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ تمہارے پاس یہ کہاں سے آیا؟ تو انہوں نے عرض کیا۔

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ط

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق

عطا فرماتا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیاری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت مریم علیہا السلام کے مشابہ بنایا ہے۔ ان کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جب کوئی ان سے پوچھتا کہ یہ تحفے کہاں سے آئے؟ تو وہ یہی جواب دیتیں
پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ، اور تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے وہ گوشت اور روٹی سیر ہو کر تناول فرمائی، مگر پیالہ میں گوشت (اور روٹی) بدستور موجود رہا۔ پھر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ کھانا ہمسایوں میں تقسیم فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں خیر کثیر اور برکت عطا فرمادی۔ (خصائص کبریٰ)

(۲) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کہیں سے (بکری کا) گوشت آیا۔ اس میں سے دست کا گوشت خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ کیونکہ دست کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند بھی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔ (شمائل ترمذی)

(۳) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہانڈی تیار کی، چونکہ دست کا گوشت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پسند تھا اس لیے میں نے ایک دستی پیش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تناول فرمایا پھر دوسری طلب فرمائی۔ میں نے خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ پھر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دست طلب فرمایا، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں تو تاجدار عرب وعجم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے۔:
"مجھے قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تو چپ رہتا، تو ہنڈیا سے جب تک میں مانگتا رہتا۔ بونگیں ہی نکلتی رہتیں۔" (سبحان اللہ تعالیٰ) (ترمذی)

(۴) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بہترین گوشت پیٹھ کا ہے۔" (ترمذی)

۳- مرغی کا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت بھی کھایا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرغی کا گوشت تناول فرما رہے تھے۔

(بخاری و مسلم)

۴- مچھلی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے "جیش خبط" کا جہاد کیا ہم پر ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر مقرر کیے گئے۔ ہم کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی سمندر نے ایک مچھلی (کنارے پر) پھینکی۔ ہم نے ایسی مچھلی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کو "عنبر" کہا جاتا تھا ہم اسے نصف ماہ تک کھاتے رہے۔ (ایک دن) حضرت ابوعبیدہ رضی تعالیٰ عنہ نے اس مچھلی کی ایک ہڈی پکڑی اور اسے زمین پر رکھا، (وہ ہڈی اتنی بڑی تھی کہ) اونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم نے اس واقعے کو عرض کیا، تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ اگر تمہارے پاس اس مچھلی کا کچھ گوشت ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس مچھلی کا گوشت بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا اور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ (بخاری شریف)

۵- خرگوش کا گوشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت بھی کھایا ہے۔ اس کا جواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بمقام مر الظہران میں ایک خرگوش کو (اس کے مقام سے) نکالا۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گئے۔ مگر میں نے اسے پکڑ ہی لیا اور اسے حضرت ابی طلحہ کے پاس لے آیا انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے سرین یا پایا وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ انور میں بھیج دیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تناول فرمایا۔ (صحیح بخاری شریف)

۶۔ حباریٰ

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حباریٰ کا گوشت کھایا۔

حباریٰ بٹیر کو کہا جاتا ہے۔ (ترمذی)

۷۔ گورخر یعنی نیل گائے کا گوشت

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک گورخر کو دیکھا اور اس کو شکار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (اے ابو قتادہ) "اس کے گوشت میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ اس کا پاؤں ہمارے پاس ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑا اور تناول فرمایا۔ (صحیح بخاری، مسلم شریف)

۸۔ ٹڈی

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سات لڑائیوں میں حصہ لیا۔ ہم (بعض دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ٹڈی ایک چھوٹا سا اڑنے والا پرندہ ہے جو غول در غول فصلوں پر آتا ہے۔ اور فصلوں کو کھاتا ہے۔ اسلام میں اس پرندے کو کھانا جائز قرار دیا گیا ہے۔

۹۔ گھی، مکھن یا پنیر

حضرت ام اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے گھی گرم کر کے ایک برتن میں بھر لیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں ہدیۃً پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور برتن میں تھوڑا سا گھی چھوڑ کر پھونک ماری اور برکت کی دعا فرمادی اور (اصحاب سے) فرمایا کہ ام اوس کا برتن واپس کر دو۔ صحابہ کرام نے برتن واپس کر دیا۔ تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت ام اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھی قبول نہیں فرمایا۔ حضرت ام اوس رونے کے انداز میں بات کرتی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے گھی اس لیے گرم کیا تھا کہ آپ تناول فرمالیں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام اوس کی بات سے سمجھ گئے اور دعا قبول ہوگئی ہے، اور برتن گھی سے بھر گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ام اوس

ہے بھر دو کر (ہم نے گھی قبول فرمالیا اور تناول بھی فرمالیا ہے) اب خود رگھی کھائیں۔ سلیم اوس نے وہ گھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت تک کھایا اس برتن سے مسلسل گھی نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جھگڑا ہوا (یعنی اس وقت برکت جاتی رہی اور گھی ختم ہوگیا۔ (الخصائص کبریٰ)

بنی بسر سُلَیْن سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تناول فرمانے کے لیے) مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکھن اور کھجوروں کو پسند فرماتے تھے۔ (ابی داؤد)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر تناول فرما کر وضو فرماتے ہوئے دیکھا پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ تناول فرمارہے تھے، لیکن وضو نہیں فرمایا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض درجات میں پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ شریف پڑھ کر (تناول فرمانے کے لیے) اُسے کاٹا۔ (سنن ابی داؤد)

۱۰- کھجور و جَو کا آٹا

کھجور اہل عرب عموماً خوراک کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی بڑی تعریف فرمائی۔ خصوصاً عجوہ کھجور کی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو کے ساتھ کیا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے (میری درخواست کرنے پر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے تناول فرمانے لگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے، وہ بھی تناول فرمانے لگے تو انہیں روک دیا اور فرمایا کہ تم ابھی بیماری سے

اٹھے جو، تم مت کھاؤ وہ رک گئے۔ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرماتے رہے۔
حضرت اُمّ منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جَو لیے اور چقندر کے ساتھ پکا کر حاضرِ خدمت کیے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی: یہ کھاؤ، کیونکہ یہ تمہارے لیے مناسب ہے۔ (ترمذی)

۱۱۔ روغن زیتون حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روٹی کو روغن زیتون سے چپڑ کر تناول فرمایا ہے۔ اور بڑا پسند فرمایا ہے۔

حضرت عمرو ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو۔ اس لیے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔" (شمائل ترمذی)

حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمائش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور رغبت سے تناول فرماتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پیارے صاحبزادو! آج وہ کھانا تمہیں شاید پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے فرمایا: "ضرور پسند آئے گا۔" چنانچہ وہ اٹھیں تھوڑے سے جَو لے کر آئیں، انہوں نے باریک کیا اور ہانڈی میں ڈالا۔ پھر اس پر تھوڑا سا روغنِ زیتون ڈالا، پھر کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ پیس کر ڈالا اور پکا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت سلمیٰ نے فرمایا کہ کھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا۔
(ترمذی)

۱۲۔ سِرکہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف سرکہ تناول فرمایا بلکہ اس کی تعریف بھی فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سرکہ بھی کیسا بہترین سالن ہے۔" (ترمذی شریف)

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے

گھر تشریف لائے اور فرمایا: کیا تیرے پاس (کھانے کے لیے) کوئی شے ہے؟" میں نے عرض کیا سوکھی ہوئی روٹی اور سرکہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہی لے آؤ، وہ گھر سالن سے خالی نہیں، جس گھر میں سرکہ ہو۔" (شمائل ترمذی)

۱۳۔ کدو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبزیوں میں کدو بہت پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور دعوت دی۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ اس درزی نے جَو کی روٹی اور شوربا پیش خدمت کیا، جس میں کدو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش فرما کر تناول فرماتے تھے۔ میں اس روز کے بعد ہمیشہ کدو کو پسند کرنے لگا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

حضرت جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان کا کیا بنے گا؟" فرمایا: "سالن میں اضافہ کیا جائے گا۔" (ترمذی شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دعوت میں تشریف لے گئے۔ کھانا حاضر خدمت کیا گیا۔ اس کھانے میں کدو تھا۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو مرغوب ہے اس لیے میں اس کے قتلے ڈھونڈ ڈھونڈ کر سامنے کر دیتا تھا اور سرکار دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرما لیتے تھے۔

(شمائل ترمذی شریف)

۱۴۔ قدید حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز قدید تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدزبان عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے بھی قدید عنایت فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قدید سامنے رکھا تھا، اس میں سے اسے بھی عطا فرمایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ اپنے منہ سے نکال کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ سے نکال کر اسے عطا فرمایا اور وہ کھا گئی۔ اس روز کے بعد کبھی بھی اس کے منہ

سے قبیح اور فحش کلام سننے میں نہ آیا۔ (خصائص کبریٰ جز اوّل)

قدید کا مطلب خشک کیا ہوا گوشت ہے جو پانی میں بھگو کر پکایا جاتا ہے۔

۱۵۔ ثرید روٹی کو شوربے میں پکایا یا گوشت کے شوربے میں توڑ کر بھگونا تاکہ اچھی طرح گل جائے ثرید کہلاتا ہے ثرید آپ کو بہت پسند تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثرید کو بڑی چاہت سے تناول فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ترین کھانا روٹی کا ثرید اور حیس کا ثرید تھا۔ (ابوداؤد شریف)

ثرید کی پسندیدگی کا اندازہ ترمذی شریف کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے"۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ثرید سے بھرا ہوا ایک پیالہ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کے کناروں سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ، کیونکہ درمیان میں برکت کا نزول ہوتا ہے"

(ابن ماجہ)

حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا، جس میں بہت سا ثرید اور بوٹیاں تھیں۔ میرا ہاتھ پیالے میں ہر جانب پڑتا تھا (یعنی میں اپنے آگے سے نہیں کھاتا تھا، بلکہ کبھی کہیں سے اور کبھی کہیں سے) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے آگے سے تناول فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ، کیونکہ یہ ایک قسم کا کھانا ہے۔"

پھر ہمارے پاس ایک طباق لایا گیا جس میں مختلف اقسام کی کھجوریں تھیں۔ میں اپنے آگے سے ہی کھاتا تھا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طباق کی مختلف جگہوں سے تناول

فرمارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے عکراش! اب جہاں سے تیرا جی چاہے کھا کیونکہ یہ کھانا ایک قسم کا نہیں۔" پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنے ہاتھوں کی تری کو اپنے چہرے، بازوؤں اور سر پر مل لیا اور فرمایا: "اے عکراش! یہ اس کھانے کا وضو ہے۔ جو آگ سے پکایا گیا ہو۔"

(ترمذی شریف)

۱۶۔ متفرق کھانے

مدارج النبوۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کی روٹی کے ساتھ چقندر تناول فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حلوہ (شیرینی) کو بھی بہت پسند فرماتے تھے۔

مواہب لدنیہ نے ثعلبی سے نقل فرمایا کہ وہ حلوہ (شیرینی) جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے اس کا نام "مجیع" تھا۔ کہ ایک قسم کی کھجور تھی جسے دودھ کے خمیر کے ساتھ تیار کیا جاتا تھا۔

نیز مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تجارتی قافلہ آیا۔ جس کے ساتھ شہد اور آٹا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آٹا گھی میدہ اور شہد تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے تھوڑا تھوڑا خدمت فیض درجت میں پیش کیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر دیگچی منگوائی اور ان اشیاء سے حلوہ تیار کروایا۔ صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اسے کھاؤ، یہ وہ چیز ہے جسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خزیرہ بھی تناول فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز خوب دن چڑھے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے خزیرہ تیار کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (مدارج النبوۃ جلد اوّل)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھنا ہوا جگر بھی تناول فرمایا۔

حافظ ابی نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ شاہ روم کی طرف سے خدمت اقدس میں سونٹھ کے مربہ کا بھرا ہوا برتن

ارسال کیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں تقسیم بھی فرمایا۔ اور خود بھی تناول فرمایا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کھانا پیش کیا جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے تناول فرما لیتے اور جو بچتا اسے میری طرف بھیج دیتے۔ ایک مرتبہ میری طرف ایک ایسا پیالہ بھیجا جس سے کچھ بھی تناول نہ فرمایا گیا۔ کیونکہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ میں اس کی بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جس چیز کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ناپسند فرماتے ہیں میں بھی اُسے ناپسند کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم شریف)۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص لہسن یا پیاز کھائے، اسے چاہیے کہ وہ ہم سے جدا رہے یا فرمایا کہ ہماری مساجد سے دور رہے یا فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہنڈیاں لائی گئیں جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بو محسوس کی، تو فرمایا: اسے فلاں فلاں (صحابہ) کے پاس لے جاؤ اور (ہدیہ پیش کرنے والے سے فرمایا) تم کھا لے، اس لیے کہ جن سے میں سرگوشی کرتا ہوں، تم ان سے سرگوشی نہیں کرتے۔

(بخاری، مسلم)

۱۷۔ نئے پھل کو پسند فرمایا

پھل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقدر خواہش پھلوں کو بھی تناول فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بازار میں کوئی نیا پھل دیکھتے تو خرید کر بارگاہِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وبارک وسلم) میں پیش کر دیتے تاکہ نیا پھل پہلے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تناول فرمائیں۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام جب کسی نئے پھل

کو دیکھتے (تو خود کھانے سے) پہلے اسے خدمت اقدس میں پیش کرتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پھل کو پکڑتے، تو (بارگاہِ رب العزت میں) عرض کرتے کہ اے اللہ تعالیٰ ہمارے پھلوں میں اور ہمارے مدینہ میں برکت فرما۔ ہمارے صاع اور مد میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک ابراہیم علیہم السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔ بے شک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے شہر مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں تجھ سے شہر مدینہ کے لیے وہی دعا کرتا ہوں، جو انہوں نے مکہ معظمہ کے لیے کی تھی۔ بلکہ اس سے دوگنی دعا کرتا ہوں۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب میرے پاس سے گزرے، تو مجھے آواز دی۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ چل پڑا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے، تو ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ پھر حضرت عمر فاروق کے پاس سے گزرے، تو اُن کو بھی ساتھ ملا لیا۔ یہاں تک کہ ہم ایک انصاری صحابی کے باغ میں پہنچے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے باغ کے مالک سے فرمایا، ہمیں نیم پختہ کھجوریں کھلاؤ۔ وہ خوشہ لے آیا اور سامنے رکھ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے (یعنی ہم نے جو ساتھ تھے) کھایا۔ پھر سرورِ کائنات (فداہ روحی وجسدی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ٹھنڈا پانی منگوا کر نوش جان فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان نعمتوں کا تم سے ضرور سوال ہوگا۔ حضرت ابو عسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشہ پکڑ کر زمین پہ مارا تو کچی کھجوریں بکھر گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا ان کے متعلق بھی ہم سے پوچھا جائے گا۔؟ فرمایا ہاں۔ البتہ تین چیزیں ہیں جن کے متعلق سوال نہ ہوگا (ایک) وہ کپڑا جس سے انسان اپنا ستر ڈھانپے۔ (دوسرے) وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے اپنی بھوک مٹائے۔ (تیسرے) وہ مکان جس میں گرمی یا سردی سے بچنے کے لیے داخل ہو۔

(رواہ احمد وبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے (میری گزارش پر) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے تناول فرمایا۔ (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری عورت کے ہاں تشریف لے گئے، میں بھی ہمراہ تھا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بکری ذبح کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا۔ پھر ایک برتن میں کچھ کھجوریں لائیں گئیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے بھی کچھ تناول فرمایا۔ پھر ظہر کی نماز کے لیے تشریف لے گئے اور وضو کرکے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر واپس تشریف لائے تو اس عورت نے (دوبارہ) بچا ہوا گوشت پیش کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (تھوڑا سا) تناول فرمایا اور دوبارہ وضو فرمائے بغیر (یعنی پہلے ہی وضو سے) نماز عصر ادا فرمائی۔ (ترمذی شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکھن بہت پسند تھا۔ اس کے بارے میں بسر کے دو بیٹے جو سلمی سے تھے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے خدمت اقدس میں کھجور اور مکھن پیش کیا، کیونکہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور اور مکھن کو پسند فرماتے تھے۔ (سنن ابوداؤد)

۱۸۔ ککڑی اور کھجوروں کا تناول فرمایا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال جس پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں، مجھے دے کر حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ککڑی خوب مرغوب تھی۔ میں جس وقت حاضر خدمت ہوئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے آئے ہوئے کچھ زیورات رکھے تھے۔ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے لپ بھر کر مجھے عنایت فرمایا۔ (ترمذی)

۱۹۔ خربوزہ اور کھجور کھانا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور ایک ساتھ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

ابو داؤد شریف میں یہ زائد ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھجور کی گرمی کو تربوز کی سردی سے اور تربوز کی سردی کو کھجور کی گرمی سے ختم کیا جائے گا۔ (مشکوۃ شریف)

مدارج میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم "تحفۃ النخل" (یعنی وہ گودہ جو کھجور کے درخت سے گوند کی مانند نکلتا ہے) کو بہت پسند فرماتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

۲۰۔ انگور کو پسند فرمایا حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انگور کے خوشے اس طرح تناول فرماتے ہوئے دیکھا کہ (چھوٹا سا) خوشہ منہ میں لے کر دانے توڑتے اور تنکوں کو باہر کھینچ لیتے۔ (مدارج النبوۃ) مشہور ہے۔ کہ ہاتھوں سے دانے توڑ کر منہ میں ڈالتے تھے۔

کتب سیر میں ہے کہ جب اہل طائف نے حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام کا انتہائی بری طرح جواب دیا، تو واپسی پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زخمی حالت میں عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کے باغ میں تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنے غلام عداس کے ہاتھ ایک تھال میں انگور کا ایک خوشہ پیش کیا جسے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا۔ (ابن ہشام)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (او غیرہ) فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے، اور گھر داخل ہونے (کا اذن) سے اذن مانگا اور فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً عرض کیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، مگر اتنی آہستہ آواز سے کہ سنائی نہ دے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ سلام فرمایا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر بار جواب دیا، مگر بہت آہستہ آواز سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے ہر مرتبہ آپ کے اسلام کو سنا اور جواب بھی عرض کیا، مگر اتنی آہستہ کہ سنائی نہ دے سکے۔ میں نے یہ اس لیے کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کی زیادہ سے زیادہ برکت حاصل کروں۔ پھر (ان کی گزارش پر) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں خشک انگور (کشمش) پیش کیے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے اور فرشتوں نے تمہارے حق میں برکت و رحمت کی دعا کی ہے اور روزہ داروں نے تمہارے ہاں روزہ افطار کیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

۲۱۔ انجیر حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو طباق انجیر بارگاہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تناول فرمائیں اور صحابہ کرام سے بھی فرمایا کہ "کھاؤ"۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ سنت لباس

لباس پہننا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیوں کہ اسلام میں ستر ڈھانپنا فرض ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جو سیدھا سادھا کپڑا میسر آتا زیب تن فرما لیتے اور کسی خاص قسم کے کپڑے کی جستجو میں نہ رہتے اور کسی حال میں عمدہ اور نفیس کی خواہش نہ فرماتے یعنی جو لباس ضرورت کو پورا کر دیتا۔ اسی پر اکتفا فرماتے کبھی کبھی آپ نے قیمتی اور اعلیٰ لباس بھی پہنا مگر جلد ہی سے اتار کر کسی کو عنایت کر دیا تاکہ امت کے لیے عمدہ لباس پہننے کا جواز رہے۔

آپ عموماً چادر قمیص اور تہبند پہنتے تھے جو کہ سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے منقول ہے کہ آپ کی چادریں بہت سے پیوند لگے ہوتے تھے جسے آپ اوڑھا کرتے تھے اور فرماتے میں بندہ ہی ہوں اور بندوں جیسا ہی لباس پہنتا ہوں۔

آپ اکثر سفید کپڑے کو پسند فرماتے مگر ہمیشہ صاف ستھرے کپڑوں کو ترجیح دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میلے اور گندے کپڑوں کو مکروہ اور ناپسند جانتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میلے اور گندے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا فرمایا کہ کیا یہ شخص ایسی چیز نہیں رکھتا کہ جس سے کپڑوں کو دھوئے ایک حدیث میں ہے کہ بلاشبہ اور پاک و صاف ہے۔ لہٰذا پاکی اور صفائی کو پسند فرماتا ہے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میرے جسم پر کم قیمت کے کپڑے تھے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کسی قسم کا مال ہے تو صحابی نے عرض کیا ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر نعمت سے نوازا ہے۔ اونٹ بھی ہیں اور بکریاں بھی ہیں۔ تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو خدا کی نعمت اور بخشش کو تمہارے جسم سے ظاہر ہونا چاہیے مطلب یہ ہے کہ مال و دولت ہونے کی صورت میں مناسب لباس پہننا چاہیے۔ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت لباس کے سلسلے میں بے نیاز تھی جو مل گیا پہن لیا۔ یعنی عمدہ اور گھٹیا دونوں طرح کا لباس استعمال کیا اس لیے آپ کے بعد لباس پہننے کے سلسلے میں لوگ دو طرح کے ہو گئے۔ بعض لوگوں نے تزئین اور نفیس لباس کو اختیار کر لیا اور وہ اس کے دلدادہ ہو کر رہ گئے اور بعض نے سخت و درشت لباس اختیار کر لیا۔ وہ خستہ حال میں رہ گئے یہ دونوں طریقے سنت کے خلاف ہیں اس لیے لباس کے سلسلے میں میانہ روی اور عدم تکلیف کو اختیار کرنا عین سنت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کا لباس استعمال کیا اس کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

کرتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتہ پہننا پسند فرمایا ہے۔
حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ ترین لباس کرتہ تھا۔ (ترمذی)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض کی آستین پہونچے (گٹھے) تک تھی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب وقت قمیض پہنتے تو دائیں طرف سے پہننا شروع فرماتے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیض سوتی اور آستین والا تھا اور قمیض پر تکمے لگے ہوئے تھے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قمیض پہنتے تھے۔ جو لمبائی میں ٹخنوں سے اوپر ہوتی اور آستین ہاتھ کے گٹے تک ہوتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کپڑے تھے جو موٹے اور کھردرے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے دونوں کپڑے موٹے اور کھردرے ہیں پسینہ آتا ہے تو دونوں آپ پر بھاری اور گراں ہو جاتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی نیت سے قمیض پہننا سنت ہے۔ مگر لمبائی چوڑائی مناسب ہونی چاہیے کیونکہ حضورؐ کی قمیض اعتدال اور مناسبت پر مبنی ہوتی تھی۔

سنت تہبند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم کے نچلے حصہ پر ایک چادر باندھا کرتے تھے جسے تہبند یا لنگی کہا جاتا ہے۔ آپ کا تہبند اوپر سے ناف کے نیچے ہوتا اور نیچے کی جانب سے پنڈلیوں پر ٹخنوں سے اوپر رہتا آپ نے ٹخنوں سے نیچے تہبند یا کسی اور کپڑے کو لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پیوند لگی ہوئی کملی اور موٹا سا تہبند نکالا اور کہا کہ حضور اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم کی وفات

انہیں کپڑوں میں ہوئی۔ (مسلم شریف)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ٹخنوں کے نیچے تہبند کا جو حصہ ہے۔ وہ آگ میں ہے"۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور تاجدار انبیاء محبوب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مومن کا تہبند آدھی پنڈلیوں تک ہے۔ ان کے اور ٹخنوں کے درمیان میں بھی حرج نہیں اور اس سے جو نیچے ہو آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس شخص کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔ جو ازراہ تکبر تہبند کو زمین پر گھسیٹے"۔ (سنن ابن ماجہ)

طبرانی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میرا تہبند ٹخنوں سے نیچے ہے۔ حضور نے فرمایا اے ابن عمرؓ! جو کپڑا زمین سے چھو جائے وہ آتش دوزخ میں ہے اور بخاری میں ہے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہے وہ آگ میں ہے یہ حکم مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کو لٹکانا اور لمبا رکھنا جائز ہے۔ اور جب سیدہ ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عورتیں کیا کریں؟ فرمایا ایک بالشت تک بڑھالیں۔ عرض کیا اب بھی پاؤں برہنہ رہتے ہیں ایک ہاتھ تک بڑھالیں اس سے زیادہ نہ کریں یہ حکم تہبند اور قمیض کے دامن کا ہے۔ ظاہر ہے کہ زمین سے دامن چھوانا عورتوں کے لیئے جائز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شریف کی لمبائی چار گز شرعی اور اس کا عرض دو گز شرعی اور ایک بالشت تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ازار لیے ہوئے تھے۔ جو جنبش کرتا تھا۔ مروی ہے کہ حضورؐ اپنے تہبند کو سامنے کی جانب لٹکاتے۔ اور عقب میں اونچا رکھتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور کو زیر ناف تہبند باندھے دیکھا ہے اور آپ کی ناف ظاہر تھی۔ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعریؓ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے لیے تہبند اور چادر نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت کے ساتھ

ان کپڑوں میں رحلت فرمائی۔

سنت چادر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر لباس کے اوپر سے اوڑھا کرتے تھے اور نماز بھی اسی میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ یہ چادر عموماً آپ گرمیوں میں گرمی سے بچنے کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ چادر آپ کو بہت پسند تھی۔ اس کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ترین لباس حبرہ (دھاری دار یمنی چادر) تھی۔ (بخاری)

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دو چادریں پہنے ہوئے دیکھا جن کا رنگ سبز تھا۔ (ترمذی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو چاندنی رات میں دیکھا اور آپ کے جسم اطہر پر سرخ جوڑا تھا تو میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا۔ اور کبھی چاند کو۔ میرے نزدیک حضور چاند سے زیادہ حسین تھے۔ براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا ایک روایت میں ہے کہ کسی چیز کو نہ دیکھا کہ وہ حضور کے سرخ جوڑے میں سب سے زیادہ حسین ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیاہ چادر زیب تن فرمائی تو میں نے عرض کیا یا آپؐ کے جسم پر کتنی خوب لگ رہی ہے آپؐ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپؐ کی سفیدی سے مل کر یوں نظر آتی ہے جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو۔ (الوفا)

بعض لوگوں کو اس حدیث سے اشتباہ ہوتا ہے۔ کہ سرخ لباس جائز ہوگا یہ خطا ہے سرخ سے مراد یہ ہے کہ سرخ دھاریاں تھیں۔ اسی طرح سبز رنگ کے بارے میں حضرت آمنہ کی حدیث واقع ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ کے جسم اطہر پر دو سبز چادریں تھیں اور عطا بن ابی اعلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ طواف میں سبز چادر شریف سے اضطباع کیے

ہوئے تھے ۔اس سے مراد ایسی چادر ہے جس میں سبز دھاریاں تھیں۔ اگرچہ یہ جگہ خالص سبز ہونے کا بھی احتمال رکھتی ہے ۔لیکن دیار عرب میں یہی معنی مشہور و معروف ہیں اور زرد رنگ بھی اسی معنی میں ہے کہ زرد رنگ کی دھاریاں تھیں۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے سرخ لباس سے منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے میرے جسم پر سرخ رنگ کا لباس دیکھ کر فرمایا یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت میرے جسم پر سرخ رنگ کا لباس تھا حضورؐ نے فرمایا تم نے اسے کہاں سے لیا ہے۔ میں نے عرض کیا میری بیوی نے میرے لیے بنایا ہے فرمایا اسے جلادو۔

سنت کمبل

کمبل اوڑھنا بھی سنت ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی موسم کے لحاظ سے یعنی سردی میں کمبل اوڑھا کرتے تھے۔ یہ کمبل عموماً اُون کا بنا ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منقش کمبل میں نماز ادا فرمائی۔ نماز کے دوران اعلام و نقوش پر نظر پڑی تو آپ نے نماز کے فوراً بعد فرمایا یہ کمبل ابوجہم کو دے آؤ اور ان کا سادہ کمبل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ کمبل نماز میں اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور خشوع و خضوع میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے آپ نے وہ کمبل ابوجہم کو دے کر سادہ کمبل اوڑھ لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لے گئے اور آپ نے اُون سے بنا ہوا کمبل زیب تن فرما رکھا تھا۔

سُنت جبہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رومی جبہ زیب تن فرمایا، جس کی آستین تنگ تھی۔

(ترمذی، بخاری، مسلم)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ تنگ آستین کا پہنا ہے اور وضو کے وقت دستہائے مبارک کو آستین سے نکال کر جبہ کو کندھوں یا پشت پر ڈال لیتے اس کے بعد ہاتھ دھویا

کو دھوتے۔ یہ حالت سفر کی تھی کیونکہ سفر میں آپ تنگ لباس پہنا کرتے تھے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک کسروانی جبہ نکالا جس کے گریبان اور چاکوں پر ریشم کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مبارک ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے لیا اور ہم اسے دھو کر بیماروں کو شفا کے لیے پلاتی ہیں۔ ۱؎ (مسلم شریف)

شلوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شلوار پہنی ہے کہ اس بارے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یقیناً پہنی ہے۔ علامہ شمنی نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ شلوار پہنی ہے۔

ابو یعلیٰ موصلی اپنی مسند میں بسند ضعیف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک دن بازار گیا تو حضور بزاز کی دکان میں تشریف فرما ہوئے پھر ایک سراویل (پائجامہ) چار درہم میں خریدا اور اہل بازار کا ایک وزان یعنی تولنے والا تھا اس سے حضور نے ارشاد فرمایا وزن کر اور خوب اچھی طرح ٹھیک وزن کر اس پر اس وزان نے کہا میں نے یہ بات کسی سے نہیں سنی۔ ابو ہریرہؓ نے وزان سے فرمایا بد افسوس ہے تجھ پر۔ تو نہیں جانتا آپ ہمارے نبی ہیں۔ پھر تو وہ ترازو چھوڑ کر حضورؐ کے دست مبارک طرف جھکا اور چاہا کہ حضور کے دست مبارک کو بوسہ دے۔ مگر حضورؐ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا۔ اور فرمایا اے فلاں! ایسا عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تمہیں میں سے ایک شخص ہوں اور حضورؐ نے سراویل لے لی۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں اٹھا لوں۔ فرمایا مال کا مالک زیادہ حق دار ہے کہ وہ خود اپنے مال کو اٹھائے مگر یہ کہ وہ کمزور یا مجبور ہو۔ اور اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ تو ایسے مسلمان بھائی کی مال کے لے جانے میں مدد دینی چاہیے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا پہننے کے لیے سراویل خرید فرمائی ہے۔ فرمایا ہاں! میں اسے سفر و حضر اور دن اور رات میں پہنوں گا۔ اس لیے کہ مجھے خوب ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس سے بہتر ستر پوش دوسرا لباس

نہیں دیکھا اس حدیث کو بکثرت محدثین نے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔ لیکن حضورؐ کا اس کو خرید
صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ اس کا خریدنا پہننے کے لیے تھا۔ روایت کیا
گیا ہے کہ حضورؐ نے اسے پہنا اور آپ کی اجازت سے صحابہ نے بھی پہنا۔ (واللہ اعلم)

سفید لباس

مردوں کے لیے سفید لباس زیادہ بہتر ہے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ وہ زیادہ صاف ستھرے ہیں۔ اور انہی (سفید کپڑوں) میں اپنے مردوں کو کفن
دیا کرو۔" (شمائل ترمذی)

مرد کے لیے سفید کے علاوہ دوسرے رنگ بھی جائز ہیں، لیکن سرخ اور زعفرانی رنگ منع
ہے۔ البتہ عورتوں کو اجازت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک
شخص سرخ کپڑے پہنے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر زعفرانی رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا "یہ کفار کا لباس ہے ان کپڑوں
کو مت پہنا کرو۔" میں نے عرض کیا کہ "ان کو دھو لیتا ہوں۔" فرمایا (نہیں) "بلکہ ان کو جلا دو۔"
(مسلم)

ریشم پہننے کی ممانعت

مردوں کے لیے ریشم پہننا بھی حرام ہے سوائے اس کے کہ کسی کپڑے کو ریشم کی کناری لگی ہو۔ البتہ عورت کے لیے
ریشم بھی جائز ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ریشم اور سونا میری امت کی عورتوں کو (پہننا) حلال ہے اور مردوں کے
لیے (پہننا) حرام ہے۔" (ترمذی شریف)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سرخ دھاری دار ریشمی جوڑا پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے وہ مجھے عنایت فرمادیا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ تو میں نے رخ انور پر غصے کے آثار دیکھے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام مجھے فرمانے لگے "میں نے یہ تمہارے پہننے کے لیے نہیں بھیجا، بلکہ اس لیے بھیجا تھا کہ پھاڑ کر عورتوں کے درمیان اوڑھنیاں تقسیم کردو۔
(مسلم شریف)

حضرت عمر، حضرت انس، حضرت زبیر اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے، آخرت میں نہیں پہنے گا۔" (بخاری شریف)

لباس کی خصوصیات

لباس کیسا ہونا چاہیے؟ اس میں کوئی خاص پابندی نہیں، لیکن ایسا نہ ہو کہ جسے پہن کر ریاکاری یا تکبر پیدا ہو اور نہ ہی عورتوں کا لباس مردوں جیسا ہو اور نہ ہی مردوں کا لباس عورتوں جیسا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو چاہے کھا اور جو چاہے پہن۔ جب تک دو باتیں نہ ہوں۔ فضول خرچی اور تکبر۔ (بخاری شریف)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو جب تک اسراف اور تکبر کی آمیزش نہ ہو۔
(نسائی شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" ایک شخص نے عرض کیا کہ فرمائیے کسی کو یہ پسند ہوتا ہے کہ کپڑے اچھے ہوں، جوتے اچھے ہوں؟" فرمایا: "اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔ جمال کو دوست رکھتا ہے، یہ تکبر نہیں بلکہ تکبر نام ہے حق سے سرکشی اور لوگوں کو حقیر جاننے کا۔" (صحیح مسلم شریف)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں جیسا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت

فرمائی جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔ (ابی داؤد شریف)

لباس کے علاوہ اپنی وضع قطع بھی ایسی نہ بنائے کہ عورت مرد اور مرد عورت نظر آنے لگے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے تشبہ کریں۔ (سنن ابی داؤد)

سنت عمامہ سر پر عمامہ پہننا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ہے۔ عمامہ (پگڑی) کو کہا جاتا ہے۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا بڑا افضل ہے۔

سید عالم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سفید، سیاہ اور زرد رنگ کا عمامہ استعمال فرمایا، مگر سفید عمامہ بکثرت پہنا کرتے تھے۔ (تنویر الازہار، ترجمہ نور الابصار)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ مبارک نہ تو بہت بڑا ہوتا تھا اور نہ ہی بہت چھوٹا بلکہ متوسط ہوتا تھا۔ عمامہ شریف کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آقائے نامدار تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمامہ شریف باندھتے تو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس وقت سیاہ عمامہ سر انور پر تھا۔ اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

(صحیح مسلم، سنن نسائی)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو پگڑی بندھوائی اور اس کا شملہ میرے آگے اور پیچھے لٹکا دیا۔

(سنن ابو داؤد)

حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلّم کے صحابہ کی ٹوپیاں سر کو لگی ہوئی ہوتی تھیں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف)

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: "ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنا ہے۔" (ترمذی شریف)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ دو عالم رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: "عمامہ باندھنا اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس (کے شملہ) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکاؤ۔" (مشکوٰۃ، بیہقی)

۵۔ سُنتِ تکیہ

تکیہ سے ٹیک لگانا سنت ہے اس لیے گھر میں اپنے لیے تکیہ بنا کر رکھنا بھی سُنت ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا تکیہ مبارک کہ جس پر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ٹیک لگاتے تھے، چمڑے کا تھا جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)

حضرت خیرالوریٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے تکیہ کے علاوہ بعض دوسری چیزوں سے بھی ٹیک لگائی، مثلاً مسجدِ نبوی شریف میں جب کہ ابھی منبر شریف نہ بنا تھا، تاجدارِ عرب و عجم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر شریف بن گیا اور آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم منبر شریف پر جلوہ افروز ہو گئے، تو وہ تنا جس سے پہلے ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اس سے اس طرح رونے کی آواز آنے لگی جس طرح اونٹنی روتی ہے، اس کے رونے میں اتنا سوز تھا کہ صحابہ کرام پر رقت طاری ہو گئی، وہ بھی رونے لگے۔ (ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ ڈر تھا کہیں تنا پھٹ نہ جائے) حضور رحمتِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

منبر شریف سے نیچے اترے اور اس تنے کو اپنی آغوش میں لے لیا تو وہ تنا خاموش ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے قسم ہے اس ذاتِ مقدسہ کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اس کو اس طرح چپٹا نہ لیتا تو یہ قیامت تک میرے (علیحدہ ہونے کے) غم میں روتا رہتا۔" پھر اس تنے سے ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے میں وہاں لگا دوں۔ جہاں تو پہلے تھا اور پہلے کی طرح (سرسبز و شاداب) ہو جائے۔ اگر چاہے تو تجھے جنت میں لگا دوں جہاں جنت کی نہریں تجھے سیراب کریں اور اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں۔ پھر دوبارہ فرمایا ٹھیک ہے میں نے قبول کیا، ٹھیک ہے میں نے قبول کیا۔ کسی نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) استنے نے عرض کیا؟ فرمایا: "اس نے جنت میں لگایا جانا پسند کیا" چنانچہ حکم نبی کے مطابق اس تنے کو منبر شریف کے پاس ہی دفن کر دیا گیا۔ (مثنوی مولانا، خصائص کبریٰ اء)

بعض دفعہ کمزوری کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے بھی ٹیک لگایا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخری مرض میں میرے ساتھ ٹیک لگائی اور آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام کی) حالت بھی میری آغوش میں ہوتی۔ (مدارج النبوۃ)

اسی مرض شریف میں حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ٹیک لگانا بھی ثابت ہے۔ ایسے ہی بعض دوسرے صحابہ سے اور جنگ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹیک لگا کر ایک چٹان پر چڑھے تھے۔

(مدارج النبوۃ و شمائل ترمذی)

۱۴۔ سونے کی سنت

سونے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت قبلہ رو ہو کر داہنی طرف چہرہ کریں۔ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے ہو اس کے بعد جب دل چاہے کروٹ بدل لیں سیدھے لیٹ جائیں یا بائیں لیٹ جائیں لیکن اوندھے لیٹنا منع ہے۔ سونے سے پہلے قرآن پاک کی چند

سورتیں پڑھیں آیتہ الکرسی چاروں قل سورت فاتحہ کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔ سوتے وقت باوضو ہو کر سونا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی بری خواب نظر آئے تو بیدار ہونے پر شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے تعوذ پڑھنا چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

رَبِّ اَقِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ۔ اے پروردگار مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔

(۲) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داہنی جانب قبلہ رو ہو کر اور رخسار انور کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھتے تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد اوّل)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روزانہ رات کو جب بستر پر لیٹتے تو دونوں ہاتھ دعا مانگنے کے انداز میں اٹھاتے۔ پھر ان پر قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے اور تمام جسم انور پر جہاں جہاں ہاتھ جاتا پھیر لیا کرتے تھے، ایسے ہی تین مرتبہ فرماتے۔ ابتداء سر اقدس اور رخ انور سے فرماتے پھر بدن کا اگلا حصہ، پھر بقیہ بدن (شمائل ترمذی)

(۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (دوران سفر) اخیر شب کہیں ٹھہرتے، تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے۔ اور اگر ٹھہرنا صبح کے قریب ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہتھیلی پر سر رکھ کر آرام فرماتے۔

(ترمذی شریف)

(۵) حضرت ابوذر (جندب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا: اے جندب (ابوذر) یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

(۶) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔" (ترمذی شریف)

(۷) رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جس کے گرداگرد منڈیر نہ ہو۔ (سنن ابی داؤد)

۷۔ سُنتِ بستر

سونے سے پہلے بستر کو کناروں سے پکڑ کر جھاڑنا سنت ہے تاکہ اگر کوئی موذی کیڑا مکوڑہ بستر پر ہو تو وہ بستر سے دور ہو جائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ آپ بستر کو سونے سے پہلے جھاڑ لیتے۔ آپ کا بستر انتہائی سادہ ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے (سونے) کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔ (بخاری)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے بچھا دیتے تھے۔ ایک رات مجھے خیال ہوا کہ اسے چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا چنانچہ میں نے ایسے ہی کر دیا۔ صبح کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے نیچے کیا چیز بچھائی تھی؟ میں نے عرض کیا وہی روزانہ استعمال کا بستر تھا البتہ میں نے اُسے

چورا کر دیا تھا۔ تاکہ نرم ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کہ اس کو پہلے حال پر ہی رہنے دو۔" (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر شریف دیکھا، تو اپنے گھر سے میرے پاس ایک ایسا بستر بھیجا کہ جس میں اون بھری ہوئی تھی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو فرمایا "اے عائشہ یہ کیا؟" تو میں نے عرض کیا فلاں انصاری عورت آئی تھی، اس نے آپ کا بستر شریف دیکھا، تو اس نے یہ بستر بھیج دیا۔ فرمایا "اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔" پھر فرمایا: "اگر میں چاہتا تو میرے پاس اللہ تعالیٰ سونے اور چاندی کے پہاڑ بھیج دیتا۔" (مدارج النبوۃ عن البیہقی)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے اور چٹائی کے نشانات پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر سوائے تہبند شریف کے اور کچھ نہ تھا اور کاشانہ اقدس کے ایک گوشے میں ایک صاع کے قریب جو پڑے تھے۔ اور ایک کھال دیوار پر آویزاں تھی یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے خطاب کے بیٹے! تمہیں کس چیز نے رُلایا؟" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا نبی اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں کیوں نہ روؤں جب کہ قیصر و کسریٰ باغوں اور نہروں میں سونے کے تختوں پر ریشم کے بستروں پر آرام کریں اور آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب چٹائی پر اس حال میں آرام فرمائیں۔" فرمایا: "اے خطاب کے بیٹے! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت ہمارے لیے۔"

(مدارج النبوۃ)

---

۸ - جوتے پہننے کا سُنت طریقہ

موزے یا جوتے پہننا سنت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی جوتے پہنے اور مسلمانوں کو جوتے پہننے کی تاکید بھی کی۔ جوتا پہننے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دائیں سے پہننا شروع کریں۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی تم میں سے جوتا پہنے تو دائیں سے ابتدا کرنی چاہیے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے۔ دایاں پاؤں جوتا پہننے میں مقدم ہے۔ اور نکالنے میں مؤخر ہونا چاہیے۔"

(بخاری، مسلم، ترمذی)

یہ اصول یعنی دائیں کو مقدم کرنا صرف جوتے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر وہ چیز جس کا پہننا زینت و آرام کے لیے ہو، مثلاً لباس وغیرہ یا استعمال کرنا جیسے مسواک یا کنگھی وغیرہ، ہر ایک میں دائیں کو مقدم رکھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے اور جوتے پہننے کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت ابن بریدہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ نجاشی نے بارگاہِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ) میں دو سیاہ رنگ کے سادہ موزے بھیجے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہن لیا۔ (ابن ماجہ)

پھر وضو کیا اور ان پر مسح فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو موزے خدمتِ فیض درجات میں حاضر کیے (ایک دوسری روایت میں ہے کہ جبہ بھی پیش کیا) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہنا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہ فرمائی کہ ذبح شدہ جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کی کھال کے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کو ایسے نعلین مبارک پہنے دیکھا کہ جن پر بال نہیں تھے۔ (صحیح بخاری شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک (جوتا شریف) کے تسمے دوہرے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کیسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہر نعل (جوتا شریف) میں دو دو تسمے تھے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھائے، ان پر بال نہیں تھے مجھے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ وہ دونوں نعلین مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ (مذکورہ)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کنگھی فرماتے، جوتا شریف پہننے اور اعضاء وضو دھونے میں حتّی الوسع دائیں کو پسند (یعنی مقدم) فرمایا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنگ میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جوتے بہت زیادہ رکھ لیا کرو، کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنے رہتا ہے، گویا سوار ہوتا ہے۔ (مسلم)

موزہ (چمڑے کی جراب) کو پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لینا چاہیے۔ حضرت ابن عباس اور ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے موزے طلب فرمائے۔ ابھی ایک موزہ ہی پہنا تھا کہ ایک کوا آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ تھوڑا اوپر جا کر اس نے موزے کو زمین پر پھینک دیا، تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ نکلا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کرامت سے اللہ تعالیٰ نے میرا اکرام فرمایا ہے۔ نیز فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ موزے جھاڑ کر پہنے۔ ملخصاً (خصائص کبریٰ جزء ثانی)

۹- سر میں تیل لگانے کی سنت

سر میں تیل لگانا بھی سنت ہے پھر تیل لگا کر کنگھی کرنا بھی سنت ہے کیونکہ حضور اکثر سر میں تیل لگا کر کنگھی کرتے داڑھی مبارک میں بھی کنگھی کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر انور کو کثرت سے تیل لگاتے تھے اور اپنی داڑھی شریف کو کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر مبارک پر (عمامہ کے نیچے) ایک کپڑا رکھتے۔ وہ کپڑا زیادہ تیل لگنے کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (مشکوٰۃ، شمائل ترمذی)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے کہ ایک آدمی جس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ (بکھرے ہوئے) تھے مسجد میں داخل ہوا حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دست مبارک سے ارشاد فرمایا اور بال سنوارنے کا حکم دیا اس نے اپنے بال سنوارے پھر حاضر ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بہتر نہیں ہے؟ اس بات سے کہ تم میں سے کوئی اس حال میں حاضر خدمت ہو اور اس کے بال پراگندہ ہوں گویا کہ وہ شیطان ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کے بال ہوں، وہ ان کا اکرام کرے۔" (یعنی دھوئے تیل لگائے اور کنگھی کرے۔) (سنن ابی داؤد)

حضرت حمید بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کنگھی گاہے گاہے فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جن باتوں کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے حکم نہیں دیا جاتا تھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان امور میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ اہل کتاب مانگ نہیں نکالتے تھے۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہلے "سدل" فرماتے یعنی مانگ نہ نکالتے تھے پھر مانگ نکالنے لگے۔ (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

۱۰۔ سُنّت سرمہ

مرد اور عورت کے لیے سرمہ لگانا سنت ہے سرمہ رات کو لگانا چاہیے اور دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی ڈالنا سنت ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد سرمہ کو آنکھ میں ڈالا کرو اس لیے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات تین تین سلائی سرمہ دونوں آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

۱۱۔ سُنّت خوشبو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سکہ (ایک خوشبو کی چیز) تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ (ابی داود، ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو رد نہ فرماتے تھے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت عمدہ خوشبو لگاتی تھی یہاں تک کہ میں اس کی چمک سر اور داڑھی شریف میں پاتی تھی۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو پھیلتی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کے رنگ ظاہر ہوں اور خوشبو غیر محسوس ہو۔ (بخاری و مسلم شریف)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفر سے اپنے گھر والوں کے پاس آیا میرے دونوں ہاتھ پھٹ گئے تھے۔ گھر والوں نے میرے ہاتھوں پر زعفران ملی ہوئی خوشبو کا لیپ کر دیا میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، تو تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جا اور جا کر دھو ڈال۔" (ابی داؤد) (سنن نسائی و ترمذی شریف)

ہدیہ کا قبول کرنا سنت ہے خصوصاً خوشبو، دودھ اور تکیہ کا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہییں تکیہ، خوشبو اور دودھ (شمائل ترمذی)

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کو ریحان (از قسم خوشبو) دیا جائے اُسے یہ چاہیے کہ رد نہ کرے کیونکہ یہ جنت سے آیا ہے۔" (شمائل ترمذی)

۱۲۔ سلام کہنے کی سنتیں

سلام کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا۔ اُن کا قد

ساٹھ گز تھا جب انہیں پیدا کر لیا تو فرمایا: جاؤ اور ان افراد کو سلام کرو۔ وہ کچھ فرشتے تھے۔ جو بیٹھے ہوئے تھے۔ پس غور سے سننا وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب دینا ہوگا۔ وہ گئے اور انہوں نے کہا: تم پر سلامتی ہو۔ انہوں نے کہا آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے وَرَحْمَةُ اللهِ کا اضافہ کیا لہٰذا جنت میں جو بھی داخل ہوگا۔ وہ حضرت آدم کی صورت میں داخل ہوگا اور اس کا قد ساٹھ گز ہوگا۔ اُس وقت سے لوگوں کا قد اب تک گھٹتا ہی آرہا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کھانا کھلانا اور اسلام کرنا خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔ (بخاری)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لڑکوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ (مسلم)

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچا کرو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہمیں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ وہاں ہم گفتگو کرتے ہیں۔ فرمایا جب تم نے انکار کر دیا کہ بیٹھنا ضروری ہے تو راستے کا حق ادا کیا کرو۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا کہ نگاہ نیچی رکھنا، ہاتھ روکنا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔ (بخاری شریف)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت مانگی اور کہا۔ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ پس میں نے جواباً کہا۔ بلکہ تم پر موت اور لعنت۔ فرمایا، اے عائشہ! اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں عرض گزار ہوئی کہ جو انہوں نے کہا کیا وہ آپ نے سنا نہیں؟ فرمایا کہ میں نے وَعَلَيْكُمْ کہہ دیا۔ ہے۔ ایک روایت میں صرف عَلَيْكُمْ ہے۔ اور واؤ کا ذکر نہیں کیا (متفق علیہ)

اور بخاری کی روایت میں حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہودی آئے اور انہوں نے اَلسَّامُ عَلَيْكَ کہا۔ آپ نے وَعَلَيْكُمْ کہا۔ حضرت عائشہ

نے کہا: تم لوگوں پر موت، اللہ کی لعنت اور اس کا غضب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ ٹھہرو! تم پر نرمی لازم ہے سختی اور بدزبانی سے بچو۔ عرض گزار ہوئیں کہ جو انہوں نے کہا کیا وہ آپ نے سنا نہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا: میں نے وہ بات اُن پر ہی لوٹا دی سو ان کے متعلق میری بات قبول فرمائی جاتی ہے۔ جب کہ ان کی قبول نہیں کی جاتی اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ تم فحش گو نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بدزبانی اور بیہودہ گفتگو کو پسند نہیں فرمایا۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ایمان والے کے دوسرے ایمان والے پر چھ حقوق ہیں۔ ۱۔ جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ ۲۔ مر جائے تو جنازے میں شریک ہو۔ ۳۔ بلائے تو اس کی دعوت قبول کرے۔ ۴۔ جب اس سے ملے تو سلام کرے۔ ۵۔ چھینکے تو اس کا جواب دے۔ ۶۔ اور اس کی خیرخواہی کرے خواہ وہ غائب ہو یا موجود۔ (نسائی)

(۶) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ لوگوں کو۔ (بخاری)

(۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ لوگوں کو۔ (بخاری)

(۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں داخل نہیں ہو گے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور ایمان نہیں لا سکو گے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جب تم اسے کرو گے تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ سلام کو آپس میں پھیلاؤ۔ (مسلم)

(۹) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، بت پرست، مشرک اور یہودی ملے جلے تھے تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ (بخاری)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ جب تمہیں راستے میں کوئی

اُن میں سے مل جائے تو اسے تنگ راستے کی طرف مجبور کرو۔ (مسلم)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہودی تمہیں سلام کریں اور ان میں سے کوئی اسام علیک کہے تو جواب میں وعلیک کہہ دیا کرو۔ (بخاری)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو صرف وَعَلَیْکُمْ کہہ دیا کرو (مسلم)

(۱۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر دستور کے مطابق چھ حق ہیں۔ ۱۔ جب اسے ملے تو سلام کرے، ۲۔ جب وہ بلائے دعوت قبول کرے، ۳۔ جب وہ چھینکے تو جواب دے ۴۔ جب وہ بیمار پڑے تو عیادت کرے، ۵۔ جب وہ مرے تو اس کے جنازے کے پیچھے جائے، ۶۔ اور اس کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ (ترمذی، دارمی)

(۱۴) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:۔
پس اسے جواب دیا گیا۔ پھر بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ دس
پھر دوسرا آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ پس اُسے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو فرمایا:۔ بیس۔ پھر تیسرا آیا اور کہا:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پس اسے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو فرمایا: تیس۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۱۵) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے معناً روایت کرتے ہوئے یہ بھی کہا:۔ پھر چوتھا شخص آیا اور اُس نے کہا۔
آپ نے فرمایا:۔ چالیس اور فرمایا کہ اسی طرح فضیلت بڑھتی چلی جاتی ہے۔
(ابوداؤد)

(۱۶) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بے شک اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد)

(۱۷) حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا۔ (احمد)

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جماعت کی طرف سے کافی ہے کہ جب وہ گزرے تو ان میں سے ایک آدمی بھی سلام کرے اور بیٹھنے والوں میں سے ایک آدمی کا جواب دینا بھی کافی ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

۱۳- مصافحہ و معانقہ کا سنت طریقہ

ملاقات کے وقت دوسروں سے ہاتھ ملانا سنت ہے جسے مصافحہ کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی دیر کے بعد ملاقات یا سفر سے واپسی پر گلے ملنا سنت ہے۔ ان دونوں کا سنت طریقہ حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب مصافحہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا، ہاں۔ (بخاری)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسن بن علی کو بوسہ دیا جب کہ آپ کے پاس اقرع بن حابس بھی تھے۔ اقرع نے کہا میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں ان میں سے کسی کو نہیں چومتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا، جو شفقت نہ کرے اس پر شفقت نہیں کی جائے گی (متفق علیہ) اور ہم والی حدیث ابوہریرہ کو ہم باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیان کریں گے اور ام ہانی والی حدیث پیچھے باب الامان میں پیش کی جا چکی ہے (مشکوٰۃ)

(۳) ایوب بن بشیر نے عنزہ کے ایک آدمی سے روایت کی اس نے کہا: میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ ملاقات کے وقت کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ حضرات سے مصافحہ کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ میں کبھی حضور سے نہیں ملا جب کہ آپ

نے معانقہ نہ کیا ہو اور ایک روز آپ نے مجھے بلوایا تو اپنے گھر میں نہیں تھا جب واپس آیا اور مجھے بتایا گیا تو میں حاضر بارگاہ ہو گیا اس وقت آپ تخت پر جلوہ افروز تھے تو آپ نے مجھے گلے لگا لیا۔ یہ کتنا کرم ہے۔ یہ کتنا کرم ہے۔ (ابوداؤد)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہ جب مدینہ منورہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف ننگے پیر اور کپڑے گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلے خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد آپ کو اس طرح کھلے بدن نہیں دیکھا۔ آپ نے ان سے معانقہ کیا اور انہیں بوسہ دیا۔ (ترمذی)

(۵) حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزمین حبشہ سے واپس آنے کے واقعہ میں روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آپہنچے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملے۔ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔ پھر فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا آمدِ جعفر کی اور یہ فتح خیبر کے وقت کا واقعہ ہے۔ (شرح السنہ)

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے ہیئت، عادت اور صورت میں۔ایک اور روایت میں ہے کہ بولنے اور گفتگو کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فاطمہ سے بڑھ کر مشابہت رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اُن کا ہاتھ پکڑتے، اسے بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ اُن کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر اُسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتیں۔

(ابوداؤد)

(۷) حضرت زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو عبدالقیس کے وفد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اترنے لگے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور پیروں کو بوسے دیئے۔

(ابوداؤد)

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی کہ کیا اسے گلے لگائے اور بوسہ دے؟ فرمایا نہیں۔ عرض گزار ہوا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ فرمایا، ہاں۔ (ترمذی)

(۱۰) حضرت اُسید بن حُضیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں میں باتیں کر رہے تھے اور مزاحیہ باتوں سے ہنسا رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں لکڑی چبھو دی۔ عرض گزار ہوئے کہ مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ عرض گزار ہوئے کہ آپ کے اوپر قمیص ہے جبکہ میرے اوپر قمیص نہ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قمیص اٹھا دی تو وہ آپ سے لپٹ گئے اور پہلوئے مبارک کو بوسہ دینے لگے۔ اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میرا صرف یہی ارادہ تھا۔ (ابو داؤد)

(۱۱) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ آنے پر میں پہلی دفعہ حضرت ابو بکر کے ساتھ اندر داخل ہوا تو ان کی صاحبزادی حضرت عائشہ لیٹی ہوئی تھیں جنہیں بخار چڑھا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر ان کے پاس گئے اور فرمایا: ننھی بیٹی! کیا حال ہے؟ اور ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔

(ابو داؤد)

(۱۲) حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف حسن اور حسین دوڑے تو آپ نے انہیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا: بے شک اولاد بخیل اور بزدل بنا دینے والی ہے۔ (مسند امام احمد)

(۱۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچے کو لایا گیا تو آپ نے اسے بوسہ دیا اور فرمایا: یہ بخیل اور بزدل بنانے والے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خوشبودار پھول سے ہیں۔ (شرح السنہ)

(۱۴) عطا خراسانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: معافی کیا کرو کہ دل کی کدورت جاتی رہے گی۔ تحفے دیا کرو تو محبت ہو جائے گی۔ اور عداوت جاتی رہے گی۔ روایت کیا اسے امام مالک نے۔

(۱۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ۔جو دوپہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے گویا اس نے یہ نماز شب قدر میں پڑھی اور جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا بلکہ گر جاتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

(۱۶) حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں حاضر بارگاہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ۔مہاجر سوار مرحبا۔ (ترمذی)

(۱۷) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ۔تم میں سے کسی کا مریض کی عیادت کرنا اس وقت مکمل کرنا ہوتا ہے کہ اس کی پیشانی یا ہاتھ رکھ کر پوچھے کہ اس کا کیا حال ہے اور تمہارا آپس میں سلام کرنا مصافحہ سے مکمل ہوتا ہے۔ (ترمذی)

(۱۸) شعبی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت جعفر بن ابوطالب سے ملاقات ہوئی تو انہیں گلے سے لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

(ابوداؤد اور بیہقی)

فضائل ذکر

ذکر کا مطلب بار بار یاد کرنا ہے لہذا اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء اور صفات کو دل یا زبان پر لانا ذکر الٰہی ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو یاد کرنے اور اس کی عبادت کے جو طریقے بحکم خداوندی بتائے ہیں ان کے مطابق خدا کو یاد کرنا ذکر الٰہی کہلاتا ہے۔ ذکر الٰہی کی کثرت سے ایمان میں ترو تازگی اور اعمال میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ہر مسلمان مرد عورت چھوٹے اور بڑے کیلئے ضروری ہے کیونکہ ذکر الٰہی انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے اور عبادت کی روح ہے لہذا عبادت کی روح کو بحال رکھنے کیلئے بھی ذکر الٰہی از حد لازم اور ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادات کا لب لباب اور اصل مقصد یاد الٰہی ہے۔ لہذا سب سے پہلی فرض عبادت نماز کا بھی یہی مقصد ہے کہ اللہ کا ذکر جاری رہے ایسے ہی قرآن مجید پڑھنا بڑا افضل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی کے ذکر سے بھرا ہوا ہے لہذا اس کی تلاوت ہر دم اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تازہ کرتی ہے۔ ایسے ہی روزہ میں نفسانی خواہشات کو مقررہ وقت کیلئے روکنے کا مقصد ذکر الٰہی کیطرف راغب کرنا ہے۔ کیونکہ روزہ انسانی دل اور نفس میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے اور دل کو اس قابل کرتا ہے کہ دل میں یاد الٰہی قرار پکڑ سکے کیونکہ دل جب لذات نفسی میں گھرا ہو تو وہ ذکر الٰہی میں قرار نہیں پکڑ سکتا ایسے ہی حج خانہ خدا اور مقامات مقدسہ پر حاضر ہو کر یاد الٰہی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ تمام عبادات کا اصل مقصد ذکر الٰہی ہے اور ہر عبادت میں کسی نہ کسی صورت میں یاد الٰہی کا راز پوشیدہ ہے۔

دین اسلام کا کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ عین ذکر الٰہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے معبود ہونیکا اقرار ہی ذکر کا مقصود ہے کلمہ کے علاوہ جتنی عبادات ہیں وہ اس کی تاکید میں ہیں کیونکہ ذکر الٰہی ایک ایسی بھٹی ہے جو ہر طرح کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور ذکر بندے کو حقیقی معنوں میں اس راستے پر گامزن کرتا ہے جس پر چل کر بندے اور اللہ کے درمیانی حجاب دور ہو

جاتا ہیں اور اللہ اپنے بندے پر ہر طرح سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ اپنے بندے پر خوش ہو جاتا ہے تو وہ اسے دین و دنیا میں اپنی رحمتوں سے مالا مال کر کے اس کا نام بلند و بالا کر دیتا ہے۔ اور یہی مقصد حیات ہے۔

ذکر الٰہی سب سے اعلیٰ بندگی ہے ذکر دل کی روشنی اور آنکھوں کا نور ہے ذکر حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ذکر آئینہ مسلمانی ہے۔ ذکر دل کی فرحت اور سرور ہے۔ ذکر عاشقوں کے دلوں کا سوز ہے ذکر حلاوت ایمان ہے۔ ذکر حب الٰہی کا خزانہ ہے، ذکر اسلام کی روح ہے ذکر مومن کا معراج ہے۔ ذکر اللہ کے قرب کا زینہ ہے ذکر دکھوں کا مداوا ہے ذکر گناہ اور لغزش کا تریاق ہے۔ ذکر مردہ دلوں کی زندگی ہے۔ ذکر قبر کی روشنی ہے۔ ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔ ذکر رہنمائے جنت ہے۔ ذکر اللہ سے دوستی ہے۔ ذکر ذریعہ نجات ہے۔ ذکر متاع بے بہا ہے ذکر شان بندگی ہے ذکر آتش عشق ہے ذکر کوئے یار کی گدائی ہے۔ ذکر نوائے شوق کا بے تاب ترانہ ہے۔ ذکر زندگی کی مہک ہے۔ ذکر قلب و نظر کی آواز ہے۔ ذکر غنچۂ بہار ہے۔ ذکر باغ بہشت کا پروانہ ہے ذکر طالبوں کی فریاد ہے۔ ذکر اسرار فقر ہے ذکر شراب معرفت ہے ذکر لذت آہِ سحر گاہی ہے ذکر انسانی ضمیر کی آواز ہے۔ ذکر سوز و مستی جذب و شوق ہے۔ گویا کہ ذکر ایسی دولت ہے جسے پا کر انسان بے نیاز ہو جاتا ہے

باب ۱

آیاتِ قرآنی

(۱) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔ عنکبوت ۴۵

(۲) فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ بقرہ: ۱۵۲

(۱) پس تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھونگا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

(۳) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ البقرہ: ۲۰۳

اور حج کے زمانہ میں منٰی میں بھی ٹھہر کر چند روز تک اللہ کو یاد کیا کرو۔

(۴) فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ (البقرہ ۱۹۸)

پھر جب تم حج میں عرفات سے واپس آجاؤ تو مزدلفہ میں اللہ کو یاد کرو اور اسی طرح یاد کرو جس طرح تم کو سکھلایا ہے۔

(۵) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ المزمل ۸

اور آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے قطع تعلق کرکے اسی کی طرف متوجہ رہیں

(۶) وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ اعراف ۲۹

اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو

(۷) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ مومن ۶۵

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم خالص اس کو پکارا کرو۔

(۸) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۝ طٰہٰ ۱۴

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسٰی) میری ہی عبادت کیا کرو اور میرے ذکر کیلئے نماز پڑھا کرو بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص

(سورہ طٰہٰ ۱۴-۱۵)

کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے۔

(۹) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (سورہ اسرا)

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے وہی بہتر ہے کیونکہ اس کے لیے بہت اچھے اچھے نام ہیں

(۱۰) وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (سورۃ اعراف)

اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

(۱۱) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (آل عمران ۴۱)

(۱۱) اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیجئے اور صبح و شام تسبیح کیجئے۔

(۱۲) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (احزاب ۴۱)

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔

(۱۳) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (جمعہ ۱۰)

پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کی روزی تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(۱۴) فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (مومن ۱۴)

پس اخلاص سے اللہ تعالیٰ کا اس کے دین کیلئے ذکر کرو اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو

(۱۵) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔

(کہف آیت ۲۴)

اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے۔

(۱۶) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (الاعراف ۲۰۵)

اور اپنے رب کو یاد کیا کر اپنے دل میں اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو

(۱۷) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ

بیشک تم لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ موجود تھا یعنی ہر اس شخص

وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورۃ احزاب ۲۱)

کیلئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو۔

(۱۸) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (سورہ بقرہ ۲۰۰-۲۰۲)

پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیے۔ پھر اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں جو یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا ہی میں دیدے اور اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا سو یہی ہیں جن کو اُن کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہان میں) حصہ ملیگا اور اللہ جلدی ہی حساب لینے والا ہے۔

(۱۹) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (سورۃ زمر ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے احسن کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اُس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔

(۲۰) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ

وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی یاد کرتے ہیں اور

فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝
(سورۃ ال عمران ایت ۱۹۱)

آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کر کے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا نہیں کیا ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تو ہم کو عذاب جہنم سے بچا۔

(۲۱) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (نساء ۱۰۳)

پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ۔ (   )

(۲۲) وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝
(سورہ احزاب ۳۵)

اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنیوالے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کیلئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(۲۳) رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا
بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ نور ایت ۳۷)

وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کو اللہ کے ذکر سے خرید و فروخت غفلت میں نہیں ڈالتی۔

(۲۴) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا
ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ـ
(سورہ حج آیت ۳۴ - ۳۵)

اور آپ ایسے خشوع کرنیوالوں کو جنکا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں خوشخبری سنا دیجئے

(۲۵) وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ ۝
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ
قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ
اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝
(سورہ رعد ۲۷ - ۲۸)

اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت اللہ دے دیتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہو۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے

(۲۶) وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
كُسَالٰى یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا
یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝
(سورۃ نساء ۱۴۲)

منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی سستی سے لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے تو یوں ہی تھوڑا سا۔

(۲۷) فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورہ زمر ۲۲)

پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے یہی لوگ صریحاً گمراہی میں ہیں۔

(۲۸) وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (کہف ۱۰۰-۱۰۱)

اور ہم اس روز جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔

(۲۹) وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ (سورہ قلم آیت ۵۱)

یہ کافر لوگ جب ذکر سنتے ہیں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

(۳۰) وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ (سورہ جن آیت ۱۷)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ موڑے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

(۳۱) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (سورۃ مجادلہ ۱۹)

پس منافق شیطان کے قابو آ گئے پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ کہ خبردار شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے

(۳۲) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (سورہ زخرف ۳۶)

جو شخص رحمان کے ذکر سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(۳۳) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (سورۃ مائدہ ۹۱)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تم میں آپس میں دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمکو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے بتاؤ؟ تمہیں باز رہنا چاہیے۔

(۳۴) وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ (سورہ صٰفّٰت ۷۵)

ہم کو نوح (علیہ السلام) نے پکارا پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

(۳۵) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ انبیاء ۸۷)

اور مچھلی والے یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر چل دیئے اور یہ سمجھے کہ ہم اُن پر دارگیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے۔ بیشک میں قصوروار ہوں۔

(۳۶) وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (سورۃ انبیاء ۸۳)

اور ایوب (علیہ السلام کو یاد کیجئے) جب اُنہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور تُو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے

(۳۷) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ (سورہ مریم ۲-۳)

یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی کا تذکرہ ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر کی جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

(۳۸) وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (سورۃ انبیاء ۸۹)

اور زکریا (علیہ السلام کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لاوارث نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے۔

(۳۹) وَاَدْعُوْا رَبِّىْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّىْ شَقِيًّا ۝ (مریم ۴۸)

اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۴۰) وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۖ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ (سورہ جن آیت ۲۰)

جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ ان پر بھیڑ لگانے کو جمع ہو جاتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

Marfat.com

باب ۲

احادیث ذکر الٰہی

اللہ کے ذکر کے بارے میں احادیث کثرت سے موجود ہیں بار بار یہی تاکید کی گئی ہے کہ ذکر الٰہی کو ہر حال میں جاری رکھا جائے کیونکہ اسی میں انسانیت کی فلاح و نجات ہے۔ چند احادیث حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھو

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے مجھ پر بہت سے احکام ہیں آپ مجھے ایسی بات بتا دیں جس پر میں تکیہ کروں تب نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہاری زبان اللہ تعالےٰ کی یاد میں ہمیشہ تر رہے۔ ترمذی

یوں تو ہر مسلمان کے لیے شریعت کے تمام احکامات کی بجا آوری ضروری ہے لیکن ذکر الٰہی ایک ایسا کام ہے کہ جو ہر وقت ہو سکتا ہے دنیا کے دوسرے کام سرانجام دیتے ہوئے بھی انسان اپنے دل اور زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھ سکتا ہے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی زبان پر ہمیشہ ذکر الٰہی جاری رکھو۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اس بات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ عمل بہت ہی افضل ہے۔

۲۔ گفتگو میں ذکر الٰہی کی تاکید

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِّلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی گفتگو ذکر الٰہی سے خالی نہ رکھو کیونکہ تمہارے زیادہ گفتگو کا ذکر الٰہی سے خالی ہونا قساوت قلبی کا سبب ہے اور سخت دل اللہ سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔ ترمذی

روزمرہ کی زندگی میں باہمی بات چیت کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کا کسی نہ کسی صورت میں ذکر ضرور کرنا چاہیئے۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ جس گفتگو میں اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاتا ہے وہ گفتگو خدا کی پناہ میں آجاتی ہے اور اس طرح شیطانی وسواس کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اللہ کے ذکر کے بغیر گفتگو میں شیطان کو رخنہ اندازی کا موقعہ مل جاتا ہے جس سے دو دلوں میں بغض اور عداوت پیدا کر کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے جو اللہ سے دوری کا باعث بنتی ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو میں زیادہ سے زیادہ اللہ کا نام استعمال کرنے کی تاکید کی ہے۔

۳- محافل ذکر جنت کے باغ ہیں

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا گزر جنت کے باغوں سے ہو تو اس کے میوے کھاؤ صحابہ نے عرض کیا جنت کے باغ کون سے ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ذکر و شغل کے حلقے (ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکار کی محفلوں کو جنت کے باغوں سے قرار دیا ہے اور فرمایا کہ جب تم ذکر کے باغوں سے گزرو تو ان سے کھایا کرو یعنی جب کوئی شخص کسی ذکر کی محفل سے گزرے تو اسے بھی ذکر کی محفل میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اللہ کے نیک اور

صالح بندے اکثر ذکر میں مشغول ہوتے ہیں لہٰذا ان کی صحبت میں بیٹھ کر ذکر کرنا اور بھی بہتر ہے
اس کے علاوہ خود بھی حلقہ ذکر قائم کرنا کار ثواب ہے جابر بن عبداللہ فرماتے تھے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا: لوگو! ”ریاض جنت“ میں چرو
تو ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ”ریاض جنت“ کیا چیز ہے؟ فرمایا: مجالس ذکر۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے اور فرمایا لوگو!
میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں حالانکہ مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے
لوگ بازار چھوڑ کر مسجد کی طرف گئے مگر انہیں کوئی میراث بٹتی دکھائی نہ دی۔ انہوں نے
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا ہم نے تو مسجد میں کوئی میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھا۔
آپ نے پوچھا تم نے وہاں کیا دیکھا ہے؟ بولے ہم نے وہاں ایسی جماعت دیکھی ہے
جو ذکر خدا کر رہے ہیں اور قرآن مجید پڑھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی میراث ہے۔

۴۔ اہل ذکر کا خصوصی انعام

اہل ذکر اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں کیوں کہ جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے، وہ اللہ کے انعام و کرام کا حق دار بن
جاتا ہے۔ اس لیے آخرت میں اہل ذکر کو بخشش کی صورت میں خصوصی انعام ملے گا اور وہ
ان کے ذکر کا اجر ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ذکر کے متعلق ملائکہ کی جانب سے
حوصلہ افزا سلوک کے متعلق حسب ذیل فرمایا ہے۔

عَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِى الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو راستوں میں تلاش کرتے ہیں اور جب انہیں ذکر الٰہی کرنے والے لوگ مل جاتے ہیں تو وہ ندا کرتے ہیں آؤ تمہاری مراد پوری ہو گئی ذکر کرنے والے مل گئے ہیں نبی علیہ السلام نے

إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ
رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُولُ
عِبَادِي قَالَ يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ
وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ
قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ
لَا وَاللهِ مَا رَأَوْكَ قَالَ فَيَقُولُ كَيْفَ
لَوْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ
كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ
لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ
تَسْبِيحًا قَالَ فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ
قَالُوا يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ
وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللهِ
يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ
لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا
كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ
لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً
قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ
يَقُولُونَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ
فَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ
لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا
قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا
قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا
كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَ

فرمایا پھر فرشتے ان ذاکرین کو آسمان تک اپنے
پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں نبی علیہ السلام
نے فرمایا پھر رب کریم فرشتوں سے ان کے
بارے میں دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندے
کیا کر رہے ہیں حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ
جانتا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری
تسبیح و تحمید تکبیر اور تیری بزرگی کا تذکرہ کر
رہے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر رب
تعالیٰ فرشتوں سے معلوم کرتا ہے کیا انہوں
نے مجھے دیکھا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا
فرشتے جواب دیتے ہیں تیری ذات پاک کی
قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا نبی علیہ السلام
نے فرمایا تب ان سے رب تعالیٰ فرماتا ہے
اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا نبی
علیہ السلام نے فرمایا فرشتے جواب دیتے
ہیں۔ رب کریم اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری
زیادہ عبادت کرتے تیری تسبیح زیادہ کرتے
اور تیری عظمت زیادہ بیان کرتے۔ نبی علیہ
السلام فرماتے تھے رب کریم فرشتوں سے
فرماتا ہے کہ وہ رب سے کیا مانگ رہے
ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت کے
سوالی ہیں رب کریم فرماتا ہے کیا انہوں نے
جنت کو دیکھا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا

اَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً
قَالَ فَيَقُولُ فَاُشْهِدُكُمْ
اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ
قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ
مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ فِيْهِمْ
فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ
اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ
قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ
لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ ۔

فرشتے کہتے ہیں تیری ذات اقدس کی قسم
انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اس
کی طلب میں اور زیادہ حریص ہوتے اور اس
کی طلب میں زیادہ کوشش کرتے اور بہت
زیادہ رغبت کا اظہار کرتے۔ نبی علیہ السلام
نے فرمایا! اس کے علاوہ بندے کیا کر رہے
ہیں فرشتے عرض کریں گے کہ وہ پناہ مانگ رہے
ہیں رب کریم دریافت فرماتا ہے کس چیز سے
پناہ مانگ رہے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں دوزخ
سے رب کریم فرماتا ہے کیا انہوں نے
دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں خدا کی قسم
انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا تب اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے
تو ان کا کیا حال ہوتا فرشتے کہتے ہیں اگر وہ دوزخ
کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ فرار حاصل
کرتے اور اس سے بہت ڈرتے تب رب
تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان
کی مغفرت فرما دی۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں
اس وقت ایک فرشتہ رب تعالیٰ سے عرض
کرتا ہے ان لوگوں میں ایک شخص ایسا بھی ہے
جو ذکر کرنے والوں میں شامل نہیں وہ ان کے
پاس کسی کام سے آیا تھا اور بیٹھ گیا رب تعالیٰ

فرماتا ہے کہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں ہے۔ بخاری شریف

اس حدیث میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اتفاقاً اگر کوئی شخص اہل ذکر کی محفل سے گزر رہا ہو۔ اور وہ محفل میں شامل ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ سے ضرور اجر پائیگا۔

ایک اور روایت میں ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روکے رکھا میں اسے بغیر مانگے سب سائلوں سے بہتر دوں گا۔

۵۔ ذکر الٰہی بہترین اعمال سے ہے

بعض اعمال اپنی اہمیت اور نوعیت کے اعتبار سے بہتر اجر کے حامل ہیں ذکر الٰہی بھی انہی اعمال میں سے ہے جو اللہ کے ہاں درجات کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حسب ذیل ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِیْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَیْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے ان اعمال سے خبردار نہ کروں جو تمہارے بہترین اعمال ہیں اور تمہارے مالک کو پسند ہیں اور درجات کے لحاظ سے بہت بلند ہیں اور زر و مال کے خرچ سے بھی بہتر ہیں اور اس جنگ سے بھی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں بتا دیں تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ترمذی

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور جہاد کرنا ایسے عمل ہیں جو دوسرے تمام اعمال سے افضل ہیں لیکن ذکر الٰہی کو ان اعمال سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کا ذکر دائمی ہے۔ اور اس

سے حصول روحانیت کے دروازے کھلتے ہیں اور باطنی حجابات دور ہوجاتے ہیں اسلئے یہ عمل دوسرے اعمال سے بہترین اور افضل ہے۔

۶۔ بہترین دولت ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والی زبان ہے

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا اَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَّزَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آیت والذین یکنزون الذہب والفضۃ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے اس موقع پر بعض صحابہ نے عرض کیا یہ آیت تو سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر ہمیں یہ پتہ چل جاتا کہ کونسا مال بہتر ہے تو ہم اسکو لیتے اسی وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا بہترین دولت یاد الٰہی میں مشغول رہنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور مسلمان کی بیوی اس کے ایمان پر مدد کرنے والی ہے۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ تین چیزیں بہترین دولت ہیں کیونکہ ان تینوں کے درست ہونے سے انسان کی آخرت درست ہوجاتی ہے۔ پہلی چیز زبان ہے اور اس کا درست ہونا یہ ہے کہ لغو باتوں کو ترک کرکے یاد الٰہی میں مشغول ہوجائے۔ دوسری چیز دل ہے اور اس کا درست ہونا یہ ہے کہ اللہ کا شکر کرنے والا بن جائے اور تیسری چیز نیک بیوی ہے جس کی خدمت سے انسان کے ایمان میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ بوقت ذکر بندے کے حال پر اللہ کی توجہ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ ذکر الٰہی کیلئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا اور ذکر الٰہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ بخاری شریف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں جب وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل پڑتا ہے تو میری رحمت بڑھ کر اسے سایۂ عافیت میں لے لیتی ہے یعنی میں اس کی دعاؤں کو بہت جلد قبول فرما لیتا ہوں۔

۸۔ مجلس میں ذکر الٰہی ضروری ہے

عَنْ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَّمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّھِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْھِمْ تِرَۃً فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَھُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَ لَھُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اس مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کیا اور نہ نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھا تو یہ نشست ان کے لیے خسارہ کا سبب ہوگی اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کی مغفرت فرمائے گا اور چاہیگا تو مبتلائے عذاب فرمائے گا۔ (ترمذی)

اس حدیث میں آداب مجلس کے لیے ایک نہایت ہی اہم اور ضروری ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ مجلس میں سب سے پہلے اللہ کا ذکر کیا جائے اور پھر اللہ کے رسول پر درود

بھیجا جائے اس کے بعد دیگر امور سرانجام دیئے جائیں۔ کیونکہ جو مجلس اللہ کے ذکر اور اللہ کے رسول پر درود بھیجنے سے خالی ہو وہ خسارے کا سبب ہوگی۔ اور ایسی مجلس کو اللہ تعالے چاہے تو عدم ذکر کی بنا پر عذاب میں مبتلا کر دے یا چاہے تو اپنی صفت غفور الرحیم کے باعث معاف فرما دے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ مجالس میں اللہ کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

۹ - ذکر نہ کرنے والوں کی مثال

عَنْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِّثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَّكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم ایسی نہیں جو ایک جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو ان کی حیثیت مردہ گدھے کی سی ہوتی ہے اور ان پر حسرت کی کیفیت ہوتی ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد)۔

اس حدیث میں ذکر نہ کرنے والوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ آپس میں مل کر بیٹھیں اور دنیا کی باتیں کریں اور لغو گوئی میں وقت گزاریں تو ان کی مثال ایسے لوگوں جیسی ہے جو مردہ گدھے کے پاس بیٹھے ہوں اور پھر کچھ دیر کے بعد اٹھ کر چل پڑیں۔ یعنی انہیں مردہ گدھے کی بدبو کے سوا کچھ نہ ملا مطلب یہ ہوا کہ جو مجلس اللہ کے ذکر سے خالی ہو وہ نحوست اور خرابی کا باعث ہے اور وہ مردہ گدھے کے بدبو پھیلانے کی طرح ہے۔

۱۰ - ذکر الٰہی حیات بخش ہے

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ	حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اشخاص کی مثال جو اللہ رب

يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔

العالمین کو یاد کرتے ہیں زندوں کی سی ہے اور جو ذکر الٰہی نہیں کرتے وہ مردوں کی طرح ہیں۔ بخاری شریف

ذکر کی معرفت اور اصلیت یہ ہے کہ ذکر انسانی دلوں کو زندہ کرتا ہے یعنی ذکر سے دلوں میں نور پیدا ہوتا ہے جس سے اللہ کے ساتھ ابدی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو لافانی ہے جسے روحانیت کہا جاتا ہے اس طرح روحانیت حاصل ہونے والے کو ہمیشہ کی ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اس لیے کہا گیا ہے ذکر انسان کو زندہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس ذکر نہ کرنا اللہ سے دوری اور غفلت کا سبب بنتا ہے جس سے انسان مردہ ہو جاتا ہے۔

ابو عثمان فرماتے ہیں جس نے اللہ کے ذکر سے غفلت کی وحشت کا مزہ نہیں چکھا وہ ذکر کا لطف نہیں پا سکتا۔

۱۱۔ ذکر الٰہی شیطان سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشَّیْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَ اِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان ابن آدم کے دل سے چپکا ہوا ہے لیکن جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے اور جب ابن آدم غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری شریف)۔

اللہ کا ذکر شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ جب کوئی بندہ خدا کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شیطان دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔
حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت

ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔

حکایت ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے جب اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دل میں بھرتا ہے۔

جناب سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے جب کوئی جماعت ذکر خدا کے لیے جمع ہوتی ہے تو شیطان اور دنیا علیحدہ ہو جاتے ہیں، پھر شیطان دنیا سے کہتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ دنیا کہتی ہے انہیں چھوڑ دے، جونہی یہ ذکر الٰہی سے فارغ ہوں گے، میں انہیں گردنوں سے پکڑ کر تیرے حوالے کر دوں گی۔

۱۲۔ ذکر الٰہی سے قلبی طہارت پیدا ہوتی ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَّصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کیلئے صفائی کی کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے

اللهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ قَالَ وَلَا اَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ۔

عذاب سے مکمل نجات دلا دے اور وہ ذکر الٰہی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ جہاد بھی اس کے مقابل نہیں تو رسول اللہ نے فرمایا ہاں جہاد بھی۔ حتیٰ کہ لڑتے ہوئے تمہاری تلوار بھی ٹوٹ جائے۔ (بیہقی)۔

ذکر الٰہی دل کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ گناہوں اور برائیوں سے انسانی دل گندہ ہوتا رہتا ہے بلکہ دل پر گناہوں کی سیاہی کا غلاف چڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ گناہوں کی کثرت سے دل سیاہی کے ایک لوتھڑے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ لیکن ذکر دل کی غلاظت کو صاف کرتا رہتا ہے آخر کثرت ذکر سے ایک مقام ایسا آجاتا ہے کہ دل ذکر الٰہی کی بدولت شفاف آئینے کیطرح ہو جاتا ہے۔ جس سے باطن کی ہر چیز نظر آنے لگتی ہے۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ آصف برخیا نے شام سے بیٹھے ہوئے تخت بلقیس کو جو یمن میں تھا دیکھ بھی لیا اور ساتھ بھی لائے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نہاوند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشۂ جنگ سمجھا بھی دیا: یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں: ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے، کپڑے کی صفائی صابن سے لوہے کی صفائی صیقل سے، اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے۔

۱۳- اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ اَنْ يُّكَابِدَهٗ وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ يُّنْفِقَهٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ يُّجَاهِدَهٗ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ اللهِ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص رات کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اسکو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ (بخاری۔ ترمذی)

نفلی عبادت صدقات اور جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا درجہ ہے کیونکہ یہ آخرت میں بخشش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ کتاب و سنت میں ان کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔ اگر کوئی شخص نفلی عبادت نہ کر سکے، مال نہ ہونے کی وجہ سے یا بخل کی وجہ سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر سکے اور ایسے ہی جہاد میں حصہ نہ لے سکے تو اسے چاہیئے کہ وہ ذکر کی کثرت کرے جو ان اعمال کی تلافی کر دے گا۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ جو دن گزرتا ہے حق و سبحانہ' پکارتا ہے۔ اے میرے بندے! تُو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا۔ مَیں تمہیں یاد کرتا ہوں، مگر تو مجھے بھول جاتا ہے۔ مَیں تمہیں اپنی طرف بلاتا ہوں مگر تُو دوسروں کی طرف جاتا ہے۔ مَیں تمہارے مصائب دور کرتا ہوا، تو خطا کاری پر ڈٹا رہتا ہے۔ اے ابن آدم! کل قیامت کو جب تو میرے پاس آئے گا تو تو کیا کہے گا؟

۱۴۔ ذکر الٰہی سخاوت سے افضل ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حِجْرِہٖ دَرَاہِمُ یَقْسِمُہَا وَاٰخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ لَکَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلَ۔

حضرت ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنیوالا افضل ہے۔

بارگاہ رب العزت میں سخاوت بڑا مقبول اور بلند درجہ فعل ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق ذکر الٰہی اس سے بھی افضل ہے۔ لہٰذا ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے صاحب ثروت حضرات اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ساتھ ذکر بھی کریں تو ان کے لیے یہ بہت خوش بختی ہے اور یہ کام اللہ کی توفیق اور تائید کے بغیر نہیں اس لیے اللہ تعالےٰ سے ذکر الٰہی کی توفیق طلب کرتے رہنا چاہیئے کیوں کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہ' کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ

ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی وقت کا خیال رکھتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن بکرؒ کا کہنا ہے کہ میں نے ذوالنون مصری کو فرماتے سنا۔ جس نے حقیقی طور پر اللہ کو یاد کیا وہ اس کے ذکر کے مقابلہ میں ہر چیز کو بھول جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی ہر چیز کی حفاظت کرے گا۔ اور یہ ذکر اس کے لیے ہر چیز کا نعم البدل ہوگا۔

حضرت کتانی نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ کا ذکر مجھ پر فرض نہ ہوتا تو میں اس کی تعظیم کی وجہ سے اُس کا ذکر نہ کرتا۔ بھلا میرے جیسا انسان جس نے اپنا منہ ایک ہزار مقبول توبہ کے ساتھ نہ دھویا ہو اللہ کا ذکر کیسے کر سکتا ہے؟۔

۱۵۔ اہل جنت کی خواہش

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔ بیہقی

نیک اعمال یعنی نماز روزہ زکوٰۃ حج تلاوت قرآن ذکر الٰہی اور دیگر عبادات کی بنا پر مسلمان جنت میں جائیں گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذکر کی کثرت کی بنا پر جنت میں داخل ہوں گے وہاں انہیں یہ احساس ہوگا کہ دنیا میں وہ وقت جو انہوں نے غفلت کے باعث یاد الٰہی میں نہیں گزارا کاش کہ انہوں نے یاد الٰہی میں گزارا ہوتا کیونکہ جتنا کوئی ذکر زیادہ کریگا آخرت میں اتنے ہی اس کے درجات بلند ہوں گے۔ القصہ وہ وقت جو جہاں یاد الٰہی کے

بغیر گزر رہا ہے اس کا احساس آخرت میں شدت کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ جو وقت بھی میسر آئے ذکر الٰہی میں معروف رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں جو کہیں بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے اور قیامت کے دن وہ حسرت سے دوچار نہ ہو

۱۶- صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنے کی تاکید

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَذْکُرُہُ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اُذْکُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً اَکْفِكَ فِیْمَا بَیْنَهُمَا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر، میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا۔ احمد

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ذکر کیلئے دو وقت یعنی صبح کی نماز کے بعد کا وقت اور عصر کی نماز کے بعد کا وقت بڑا بابرکت وقت ہے۔ اسلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی ہے کہ ان دونوں اوقات میں اللہ کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کی کفایت کرے گا اس کے دیگر کاموں میں آسانی اور برکت پیدا کرے گا۔

یہی بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں یوں بیان فرمائی ہے کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کیساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت

کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو۔

جناب فضیلؒ کا قول ہے کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! تو مجھے صبح کے بعد اور عصر کے بعد کچھ دیر یاد کر لیا کر۔ یہ عمل تجھے سارے دن کیلئے کافی ہوگا۔

۱۷۔ ذکر الٰہی جہاد سے بھی افضل ہے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَ اَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَ یَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ الذّٰکِرَ لِلّٰهِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا شخص بہتر ہے اور قیامت میں اسکا مرتبہ بلند ہوگا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی یاد میں زیادہ مشغول رہنے والے مرد اور عورتیں۔ سائل نے کہا کیا یہ جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم کفار و مشرکین سے جنگ کرو اور جہاد میں تمہاری تلوار ٹوٹ جائے اور تم خون میں لتھڑ جاؤ جب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا مرتبہ میں تم سے بہتر ہوگا۔

(جامع ترمذی)

اللہ کا ذکر حصول ثواب اور قربت کا ذریعہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہاد سے افضل قرار دیا ہے اور اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ اگر کوئی جہاد فی سبیل اللہ کرے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لت پت ہو جائے تو اس کا یہ فعل بارگاہِ رب العزت میں بڑا مقبول ہوگا مگر ذکر کا مقام اس سے بھی بلند اور افضل ہے کیونکہ ذکر سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے باطنی حجابات اٹھ جاتے ہیں اسرار خداوندی ظاہر ہو جاتے ہیں اس لیے ذکر کو دوسرے اعمال پر فضیلت حاصل ہے۔

۱۸۔ اہل ذکر کیلئے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کی محفل میں ذکر کرنا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِیَةُ عَلٰی حَلْقَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَالِكَ قَالُوْا آللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا غَيْرُهٗ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِّنِّیْ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مسجد میں کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر فرمایا تم لوگ یہاں کس لیے اکٹھے ہوئے ہو تو لوگوں نے کہا ہم یہاں ذکر الٰہی کیلئے بیٹھے ہیں امیر معاویہؓ نے کہا خدا کی قسم کیا تم اسی کام کیلئے بیٹھے ہو تو ان لوگوں نے کہا بیشک ہم اسی کام کیلئے بیٹھے ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا میں نے تمہیں تہمت لگانے کیلئے قسم نہیں کھائی ہے میں نے تم لوگوں کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام سے بہت کم حدیثوں کی روایت کی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے تو ان سے دریافت کیا تم لوگ کس لیے جمع ہوئے ہو تو انہوں

وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰی مَا	نے کہا کہ ہم ذکر الٰہی اور اس کی تعریف کے
هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَ	لیے جمع ہوئے ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت
مَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ	کی دولت سے سرفراز فرما کر احسان فرمایا ہے
مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ	نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم کیا تم اسی
قَالُوْا آللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا	لیے جمع ہوئے ہو ان لوگوں نے عرض کیا خدا
اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ	کی قسم ہم کو اس کے سوا اور کسی چیز نے اکٹھا
اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ	نہیں کیا اس وقت نبی علیہ السلام نے
تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ	فرمایا میں نے تہمت دینے کیلئے تمہیں قسم
اَتَانِیْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِیْ	نہیں دی لیکن جبریل امین نے آکر مجھے بتایا
اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِیْ	کہ اللہ تعالٰی عزوجل تم لوگوں پر ملائکہ کے
بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ ۔	مجمع میں فخر کرتا ہے (مسلم شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو حضرات اللہ کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالٰی ملائکہ کے مجمع میں ان کا ذکر کرکے اپنے بندوں پر فخر کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں جنت کی زمین ہموار ہے۔ جب ذاکر ذکر کرنے لگتا ہے تو ملائکہ اس میں درخت لگاتے ہیں۔ جب کبھی کوئی فرشتہ ٹھہر جاتا ہے تو دوسرے پوچھتے ہیں کہ تو کیوں ٹھہر گیا؟ وہ کہتا ہے کہ میرا انسان (جس کے لیے میں درخت لگا رہا ہوں) سست ہو گیا ہے۔

۱۹۔ ذکر الٰہی نفع بخش ہے

وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ابن آدم کا ہر کلام
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامِ ابْنِ	اس کیلئے وبال ہے اسکو اسکا کوئی نفع نہیں ملتا
اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ	سوائے نیکی کے حکم کرنے اور برائی سے روکنے

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ اور ذکرِ الٰہی کے۔ ابن ماجہ

انسان کی گفتگو تین طرح یعنی نقصان والی یا مباح یا فائدے والی ہوتی ہے اسلامی اوامر عقائد اور اعمال کے خلاف باتیں کرنا نقصان دہ گفتگو ہے کیونکہ ایسی باتیں جسے اسلام نے گناہ اور برائی قرار دیا ہے سراسر نقصان دہ ہے دوسری گفتگو مباح یعنی دنیا کی ایسی باتیں ہیں جن میں نہ فائدہ ہے نہ نقصان اگرچہ ایسی گفتگو جائز ہے لیکن فائدے اور ثواب سے وہ بھی خالی ہوتی ہے اس لیے ایسی باتیں کرنے کا کیا فائدہ جس کا آخرت میں فائدہ نہ ہو تیسری گفتگو دین کی باتیں ہیں جو سراسر نیکی اور آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔ اسلئے اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ نقصان دینے والی گفتگو نہ کرو بلکہ اللہ کا ذکر کرو اور نیک کاموں کا لوگوں کو حکم دو اور برائی سے روکو کیونکہ یہ آخرت میں کام آنے والی باتیں ہیں۔ ان کے علاوہ بے معنی باتیں آخرت میں وبال جان بنیں گی۔

دراصل اس حدیث میں اللہ سے باطنی تعلق قائم کرنے کا بنیادی اصول بتایا گیا ہے کہ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ یادِ الٰہی میں مصروف کیا جائے تاکہ انعامات الٰہیہ اور اللہ کی معرفت حاصل ہو چونکہ اللہ کی معرفت اس کی یاد ہی میں ہے۔ اسی لیے صوفیا کا کہنا ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مگن رہیں۔

۲۰۔ ذکرِ الٰہی سکونِ قلب ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ

حضرت ابوہریرہ و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جماعت ذکرِ الٰہی کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے سکون و اطمینان کی دولت ان کیلئے نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان فرشتوں

اللہ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ ۔ میں فرماتا ہے جو اس کے قریب ہوتے ہیں (مسلم)

جہاں ذکر الٰہی ہوتا ہے وہاں اللہ کے فرشتوں اور اس کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے جس سے ذکر کرنے والوں کو سکون قلب کی دولت میسر آتی ہے۔ اس لیے ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ کا ذکر کیا جائے تاکہ حقیقی اطمینان قلب حاصل ہو کیوں کہ سکون قلب صرف اللہ کی یاد اور عبادت میں ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں: تین چیزوں میں حلاوت ڈھونڈا کرو۔ نماز میں۔ ذکر میں اور تلاوتِ قرآن میں۔ اگر تمہیں حلاوت حاصل ہو فبہا۔ ورنہ سمجھ لو کہ (توفیق ایزدی کا) دروازہ بند ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ملک (الموت) ذکر کرنے والے سے اس کی روح کو قبض کرنے سے (پہلے) اس سے مشورہ کر لیتا ہے۔

۲۱۔ ذکر الٰہی کیلئے طویل عمر پانا خوش قسمتی ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ فَقَالَ طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کون شخص بہتر ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ خوش قسمت ہے جس کی عمر طویل ہو اعمال اچھے ہوں اس نے ایک اور سوال کیا کہ اچھے عمل کون سے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تو دنیا کو چھوڑ رہا ہو تو تیری زبان ذکرِ الٰہی سے تر ہو۔ ترمذی

نیک اور صالح اعمال کے لیے طویل عمر پانا خوش قسمتی ہے کیونکہ لمبی عمر میں ذکر الٰہی زیادہ ہوگا نیک اعمال زیادہ ہوں گے اس طرح طویل عمر کے باعث جنت میں بلند درجات

حاصل ہوں گے اسوجہ سے طویل عمر کو خوش بختی قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جب انسان کو موت آئے تو اس کی زبان پر ذکر الٰہی ہونا چاہیئے۔ ذکر الٰہی سے زبان کے تر ہونے کا بھی یہی مطلب ہے کہ زبان پر اللہ کا نام جاری ہو۔ یعنی جس طرح تر لکڑی کو آگ نہیں جلاتی اسی طرح ذکر الٰہی سے تر زبان کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔

۲۲۔ ذکر کا بدلہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بندے کے گمان سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جو وہ میری ذات سے رکھتا ہے جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں بھی دل میں اسکا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں میرا تذکرہ کرتا ہے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف)

یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں یعنی جس طرح کی سوچ اللہ سے انسان وابستہ کرتا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرتا ہے اگر کوئی اللہ سے گناہوں کی بخشش کی امید کرتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے اور جب کوئی اس سے دعا کی قبولیت کی امید کرتا ہے تو قبول کر لیتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کا اس سے کوئی گمان کرتا ہے اسے ویسا ہی پاتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اس کے قریب ہوتا ہے ایسے ہی جب کوئی اللہ کو دل میں یاد کرتا ہے

تو وہ بھی اسے یاد کرتا ہے، پھر فرمایا کہ جو میرا بندہ مجھے انسانوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے ان سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں جو کہ فرشتوں کی جماعت ہے۔

حضرت نوری کا قول ہے کہ میں نے حضرت ذوالنون سے ذکر کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا ذکر یہ ہے کہ ذاکر اس قدر ذکر میں محو ہو جائے کہ اسے ذکر کی خبر نہ ہو۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لَا لِاَنِّیْ اَنْسَاکَ اُکْثِرُ ذِکْرَا کَ وَلٰکِنْ بِذَاکَ یَجْرِیْ لِسَانِیْ

میں تمہارا ذکر کثرت سے کرتا ہوں۔ یہ اس لیے نہیں کرتا کہ میں تمہیں بھول جاتا ہوں بلکہ اس لیے کہ میری زبان (کسی اور کی یاد میں یا کسی اور کام کیلئے نہیں چلتی) صرف تمہارے ہی ذکر میں چلتی ہے۔

۲۳۔ میدان حشر میں ذاکرین کا مقام

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰهُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْ وُجُوْهِهِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُهُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حَلِّهِمْ لَنَا نَعْرِفْهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ

حضرت ابی الدرداؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہدا نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ

يَذْكُرُوْنَهٗ ۔

کے ذکر میں مشغول ہوں ۔ (طبرانی)

انسانیت میں سب سے بلند درجہ نبوت کا ہے اور یہ مرتبہ صرف انہی حضرات کو
ملا جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کرکے نبی بنایا۔ ایسے ہی شہدا کا مقام بھی قابل قدر ہے۔
قیامت کے روز کچھ لوگوں کو بلند مقام عطا کیا جائے اگرچہ وہ لوگ نہ انبیاء ہوں گے اور
نہ ہی شہید لیکن اللہ تعالیٰ ان انبیاء اور شہدا کے بین بین عزت افزائی کرے گا۔ اور انہیں
یہ اعزاز ان کے خاص عمل کی وجہ سے ہوگا اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
لوگوں کے تین اوصاف بیان کئے ہیں ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ ان میں اللہ کی محبت ہوتی
ہے۔ ان کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کی خاطر دور دراز سے آکر ایک مقام
پر جمع ہوتے ہیں۔ اور ان کا تیسرا وصف یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ان تینوں
اوصاف کی بنا پر اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت وہ انعامات عطا کریگا جسے لوگ دیکھتے
رہ جائیں گے۔

۲۴۔ ذکر الٰہی عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ قَالَ مَا
عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلاً اَنْجٰی
لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ
ذِكْرِ اللّٰهِ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل بھی ایسا نہیں
جو اس کو عذاب الٰہی سے نجات دلا دے
سوائے ذکر الٰہی کے ۔ مالک۔ ترمذی۔ ابن ماجہ

عذاب سے انسانی نجات کا دارومدار اعمال پر ہے ان اعمال کے مختلف مقامات
ہیں ان سب میں سب سے افضل اور اونچا عمل اللہ کا ذکر ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ وہ ذکر خفی جسے کراماً کاتبین بھی نہیں سنتے دوسرے ذکر سے ستر درجے افضل ہے۔
قیامت کے دن جب مخلوق حساب کے لیے جمع ہوگی اور فرشتے نامہ اعمال کے دفتر لے
کر حاضر ہوں گے کہ دیکھو اس کا کوئی عمل رہ تو نہیں گیا وہ عرض کریں گے جو کچھ یہ کرتا رہا ہم نے

بڑی احتیاط سے انہوں نے لکھ لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا کہ اس کی ایک نیکی ایسی ہے جس کا تمہیں علم نہیں اور وہ ذکر خفی ہے۔ (ابو یعلیٰ)

۲۵۔ اہل ذکر کے اوصاف

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حَنِيْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِمْ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَ ذُو الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ۔

حضرت عبد الرحمٰنؓ بن سہل بن حنیف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے اپنے رب کو پکارتے ہیں حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے اُنکے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ طبرانی

اس حدیث میں اللہ کے خاص بندوں کی پہچان اور علامت بیان کی گئی ہیں۔ کہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی ذکر میں بے پناہ مصروفیت کے باعث ان کے بال خشک ہو کر بکھر جاتے ہیں ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ صرف تن پر ایک کپڑے ہی سے گزارہ کر لیتے ہیں یعنی وہ حد درجے کی قناعت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو بہت پسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت

اختیار کرد۔ تاکہ آخرت سنور جائے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں۔ بتاؤ تم نے حق تعالیٰ کی ہم نشینی سے کیا حاصل کیا عبداللہ بن موسیٰ السلامی فرماتے تھے کہ میں نے شبلیؒ کو اپنی مجلس میں شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

ذَکَرْتُکَ لَا اَنِّیْ نَسِیْتُکَ لَمْحَۃً ... وَاَیْسَرُ مَافِی الذِّکْرِ ذِکْرُ لِسَانِیْ

وَکِدْتُ بِلَا وَجْدٍ اَمُوْتُ مِنَ الْھَوٰی ... وَھَامَ عَلَیَّ الْقَلْبُ بِالْخَفَقَانِ

فَلَمَّا اَرَانِی الْوَجْدُ اَنَّکَ حَاضِرِیْ ... شَھِدْتُکَ مَوْجُوْدًا بِکُلِّ مَکَانِ

فَخَاطَبْتُ مَوْجُوْدًا بِغَیْرِ تَکَلُّمٍ ... وَلَاحَظْتُ مَعْلُوْمًا بِغَیْرِ عِیَانِ

میں نے تمہیں یاد کیا۔ اس لیے نہیں کہ میں تمہیں ایک لمحہ کے لیے بھی بھول گیا تھا میری یاد میں سب سے معمولی بات زبان کی یاد ہے۔ میں عشق کی وجہ سے وجد کے بغیر ہی مرنے کو تھا۔ اور میرا دل دھڑکنے کی وجہ سے پریشان رہا جب میرے وجد نے مجھے دکھا دیا کہ تو میرے پاس موجود ہے تو میں نے تمہیں ہر جگہ موجود پایا۔

لہٰذا میں نے بغیر کلام کے موجود (محبوب) سے کلام کیا اور آنکھوں سے دیکھے بغیر معلوم کو دیکھ لیا۔

۲۶۔ اہل ذکر سب سے عقلمند ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیَّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں؟ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ	ہیں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ
یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ	آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی
وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ	نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم
هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا	کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان
عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ	لوگوں کیلئے ایک جھنڈا بنایا جائیگا جس کے
فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَاهُمْ وَقَالَ لَهُمْ	پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے
اُدْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ ۔	گا کہ ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ (ترغیب)۔

ذکرِ الٰہی عقلمندی کی دلیل ہے کیونکہ آخرت میں اسی سے فائدہ ہو گا۔

شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی نے استاد ابو علی وقاق سے سوال کیا۔ کیا ذکر میں زیادہ کمال پایا جاتا ہے یا فکر میں؟ استاد ابو علی وقاق نے فرمایا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟ شیخ ابو عبد الرحمٰن فرمانے لگے کہ میرے نزدیک تو ذکر فکر سے زیادہ کامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ذکر کی صفت بیان کی جاتی ہے مگر فکر کی نہیں۔ لہٰذا جو صفت اللہ تعالیٰ کیلئے ہو وہ اس صفت کے مقابلہ میں جو صرف مخلوق کیلئے مخصوص ہو زیادہ کامل ہو گی۔ اس جواب کو استاد ابو علی نے پسند کیا۔

فرمانِ نبوی ہے نیک محفل، مومن کیلئے دو لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، آسمان کے رہنے والے ان گھروں کو جن میں یادِ الٰہی ہوتی ہے، ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔

۲۷۔ قیامت میں سایہ رحمت والے سات اعمال

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات آدمی
وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ	ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے)
اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ	سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائیگا جس دن اس

اِلَّا ظِلُّهُ الْاِمَامِ الْعَادِلُ وَ الشَّابُّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔

سکے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر اُن کا اجتماع ہو اسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریقے سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

اس حدیث میں ذکر کے اجر کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرکے ندامت کے آنسو بہائے تو اللہ تعالیٰ یوم محشر میں اسے اپنے خاص سایہ رحمت تلے جگہ دے گا۔

حکایت ایک مرتبہ کسی شہر کے بازار میں آگ لگی اور سب مال و اسباب لونڈی غلام جو اس میں تھے جل گئے۔ مگر دو غلام رومی جو نہایت حسین بہت قیمتی تھے اتفاقاً قدرت خدا سے بچ گئے تھے قریب تھا کہ جل جائیں۔ دلال دست ملال ملتے تھے اور کہتے تھے جو کوئی ان کو سلامت نکال دے۔ ہزار دینار سرخ مجھ سے لے۔ اتفاق سے ابوالحسن نوری اس طرف سے گزرے۔ ان دونوں غلاموں کو جلتی آگ میں کھڑا دیکھ کر جی میں آیا اگر میں جل جاؤں بلا سے مگر یہ دونوں اس مصیبت سے نجات پائیں چنانچہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بسم اللہ کہہ کر جلتی آگ میں کود پڑے اور دونوں کو صاف نکال لائے سب کو اچنبا ہوا۔

تمام شہر میں شہرہ ہوا۔ پھر دنیا آپ کے قدم چومنے لگے اور درہم و دینار نذر گزارنے لگے۔ آپ نے فرمایا میں نے دنیار کے لالچ کے واسطے یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا کی مرضی چاہنے کو کیا ہے اگر دنیار کی لالچ کے واسطے کرتا تو خود نہ بچتا اوروں کی طرح میں بھی جل جاتا۔

۲۸۔ ذکر الٰہی میں اللہ کی قربت ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر عالم اور طالب علم۔ اس کے قریب ہیں۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں دنیا کی ان باتوں کو ملعون قرار دیا ہے جو انسان کو اللہ سے غافل کرتی ہیں مثلاً جھوٹ فریب دھوکہ بے ایمانی لہو ولعب وغیرہ یعنی ہر برائی اللہ سے دوری کا سبب بنتی ہے اس لیے ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس کے ساتھ تین باتوں پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے ایسے ہی اللہ کے دین کو سیکھنے اور سکھانے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ علم صرف اللہ کے لیے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لیے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے علم خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کیطرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے ان سے دوستی

کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن
کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور
چوپائے اور زہریلے جانور تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ
علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد
تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اس کا مطالعہ
روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے
ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع
ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

۲۹۔ ذکر نہ کرنا خسارا ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَّمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہ کرے اس کی یہ نشست اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کیلئے خسارہ کا سبب ہوگی اور جو شخص بستر پر لیٹ کر اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بھی اس کیلئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خسارے کی جگہ ہوگی۔ (ابوداؤد)

ذکر الٰہی سے غافل رہنا سراسر خسارے کا سودا ہے اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ
ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مصروف رہے کیونکہ جو وقت اللہ کے ذکر سے خالی گزرے گا
قیامت کے روز بندے کو اس پر بڑی حسرت اور ندامت ہوگی اور احساس پیدا ہوگا
کہ کاش کہ میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہتا۔ اللہ کے خاص بندوں کا شیوہ ہے کہ وہ ہر
وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں جو مقام قربت حاصل ہوتا ہے وہ ذکر کی

بدولت ہی حاصل ہوتا ہے۔ ذکر کی برکت کا ایک واقعہ یہ ہے۔

حکایت حامد اسودؒ فرماتے ہیں: ایک سفر میں میں ابراہیم خواصؒ کے ساتھ تھا چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سانپوں کی کثرت تھی۔ آپ نے اپنا چھاگل درکوہ۔ چمڑے کا بیگ) رکھا اور بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی اور ہوا ٹھنڈی چلنے لگی تو سانپ نکل آئے میں نے چلا کر شیخ کو پکارا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو، میں نے ایسا ہی کیا۔ سانپ لوٹ گئے پھر دوبارہ آ گئے۔ میں نے پھر شیخ کو پکارا۔ آپ نے پھر وہی پہلی بات کہی۔ میں صبح تک اسی حالت میں رہا۔ جب صبح ہوئی۔ آپ اٹھے اور چل دیئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ یکایک آپ کی توشک سے ایک بہت بڑا سانپ گرا جو آپ سے لپٹا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا آپ کو اسکا احساس نہیں ہوا؟ فرمایا: نہیں۔ مدت سے میں ایسی مزے کی نیند نہیں سویا تھا۔ جیسے آج رات سویا ہوں۔

۳۰۔ ذاکر اور غافل کی مثال

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّيْنَ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِيْ شَجَرٍ يَابِسٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ مِثْلُ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِيْ وَسَطِ الشَّجَرِ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ مِثْلُ مِصْبَاحٍ فِيْ بَيْتٍ مُّظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ

حضرت مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفلت کرنے والوں میں سے ذکر الٰہی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بھاگنے والوں کا پیچھا کرنے والا مجاہد اور غفلت کرنے والوں میں سے ذکر الٰہی کرنے والا ایسا ہی ہے جس طرح خشک درخت میں سبز شاخ۔ ایک اور روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ذکر الٰہی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی کہ خشک درختوں میں سبز درخت اور اندھیرے گھروں میں روشن

يُرِيهِ اللّٰهُ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِينَ يُغْفَرُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيحٍ وَأَعْجَمٍ وَالْفَصِيحُ بَنُو آدَمَ وَالْأَعْجَمُ الْبَهَائِمُ۔

مکان اور اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کو زندگی ہی میں اس کا جنتی مقام دکھا دیتا ہے اور ذکر الٰہی کرنے والے کے گناہ اگر انسانوں اور جانوروں کے برابر بھی ہوں تو بخشش دیئے جاتے ہیں۔ (رزین)۔

ذاکر اور غافل کی مثال یوں بیان کی گئی ہے کہ میدان جنگ میں سے ایک جماعت بھاگ کھڑی ہو اور ان میں سے ایک آدمی میدان جنگ میں ڈٹا رہے اور کافروں سے جہاد کرتا رہے تو لامحالہ وہ بھاگ جانے والوں سے افضل ہوگا لیکن اللہ کا ذکر کرنے والے کی شان اور فضیلت اس جہاد سے بھی بڑھ کر ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، الٰہ العالمین! جب تو مجھے دیکھے کہ میں ذکر کرنیوالوں کی مجلس سے اٹھ کر غافلوں کی مجلس میں جا رہا ہوں تو میرے پاؤں توڑ دے، بلاشبہ میرے اوپر یہ تیرا انعام ہوگا۔

حضرت عاصلیؒ سے ذکر کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا، غلبۂ خوف اور شدت محبت کے ہوتے ہوئے غفلت کے میدان سے نکل کر مشاہدہ کی فضا میں جانا ذکر ہے۔

روایت ہے کہ شبلیؒ ابتداء سلوک میں ہر روز ایک تہ خانہ میں چلے جاتے اور اپنے ساتھ چھڑیوں کا گٹھا لے جاتے۔ جب اُن کے دل میں غفلت طاری ہوتی تو ان چھڑیوں سے اپنے آپ کو مارتے۔ یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ رات ہونے سے پہلے یہ چھڑیاں ٹوٹ جاتیں تو آپ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو دیوار سے مارتے

باب ۳

۳۔ اقوالِ صوفیاء

ذکر کے بارے میں اولیاء اور صوفیاء کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ امام قیشری کا قول ہے کہ ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی معین وقت نہیں بلکہ بندے کو ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے خواہ فرض کے طور پر، خواہ استحباب کے طور پر، نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے اشرف ترین عبادت ہے۔ مگر بعض وقتوں میں اس کا ادا کرنا جائز نہیں اور ذکر بالقلب عام حالات میں ہمیشہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ میں نے سری سقطی کو فرماتے سنا کہ اللہ کی ایک الہامی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جب میرے بندے پر میرا ذکر غالب ہوتا ہے تو وہ مجھ پر عاشق ہو جاتا ہے اور میں اس پر عاشق ہو جاتا ہوں۔

۳۔ حضرت ابو علی وقاقؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذکر ایک قوی رُکن ہے بلکہ اس پر سارا دارومدار ہے اور ذکر دوام کے بغیر کوئی شخص اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذکر دو قسم پر منقسم ہے۔ زبان کا ذکر اور دل کا ذکر، زبان کے ذکر کے ذریعہ سے ہی انسان دل کے ذکر کو دائم رکھ سکتا ہے۔ مگر تاثیر دل کے ذکر کی ہے۔ لہٰذا جو بندہ زبان اور دل دونوں سے ذکر کرتا ہو وہ سلوک کی حالت میں اپنے وصف میں کامل ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ذکر ولایت کا پروانہ ہے لہٰذا جسے ذکر کرنے کی توفیق مل جائے اسے پروانہ مل گیا اور جس سے ذکر چھن گیا وہ معزول ہو گیا۔

۴۔ امام قیشریؒ نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ دل کا ذکر مریدین کے لیے تلوار ہے۔ اس سے وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے اور اُن آفتوں کو دور کرتے ہیں جو اُن پر آتی ہیں اور

جب بندے کا امتحان آپڑتا ہے تو اگر وہ اپنے دل سے اللہ کے ساتھ پناہ لیتے ہیں تو ہر بات جسے وہ ناپسند کرتے ہیں فوراً دور ہو جاتی ہے۔

۵۔ حضرت احمد المسجدی فرماتے تھے کہ ابو عثمانؒ سے کسی نے سوال کیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے دل میں حلاوت نہیں پاتے۔ فرمایا اللہ کی تعریف اور شکر کرو کہ اس نے تمہارے عضو کو اپنی عبادت سے مزین کر رکھا ہے۔

۶۔ ابو علی دقاق کا کہنا ہے کہ میں جب بھی تجھے یاد کرتا ہوں تو اس وقت میرا دل، میرا باطن اور میری روح مجھے ڈانٹنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ تمہارا محافظ پکار کر کہہ رہا ہے خبردار اس کا ذکر نہ کرنا۔ ذکر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تذکرہ ذکر کے مقابلہ میں ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ۔ "تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

۷۔ نوری فرماتے ہیں: ہر چیز کی سزا ہے، عارف کی سزا یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے بیگانہ ہو جائے۔

انجیل میں ہے: تو مجھے اس وقت یاد رکھ جب تو غصے میں ہو۔ میں بھی تجھے اس وقت یاد رکھوں گا جب میں غصے میں ہوں گا۔ اور میں جو تمہاری مدد کروں اسی پر راضی رہ۔ کیونکہ میرا مدد کرنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنی مدد آپ کرے۔

۸۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے اور اس کا دل تقویٰ کے وصف سے پُر ہو۔

۹۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے کہ اللہ کی محبت کی علامت زبان اور قلب سے اس کا دائمی ذکر کرنا ہے جسے ذکر الٰہی کا شوق ہوا اسے محبت الٰہی حاصل ہو جائیگی

۱۰۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ جس کا دل اور زبان اللہ کے ذکر میں لگی رہے، اللہ اس کے دل میں محبت کا نور ڈال دیتا ہے۔

۱۱۔ حضرت فتح علی موصلی کا قول ہے کہ جسے اللہ سے محبت ہو وہ ایک لمحہ بھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔

۱۲۔ حضرت ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کا محب ہو اس کا دل اپنے پروردگار کی یاد سے کبھی خالی نہ رہے اور اس کی اطاعت سے تھکنے نہ پائے

۱۳۔ حضرت ابو حفص نیشاپوری جب ذکر الہٰی کرتے تو ان کی حالت غیر ہو جاتی۔

۱۴۔ سائیں عالمگیر مجذوب یہ کہا کرتے تھے کہ جو مزہ ذکر الہٰی میں ہے وہ مزہ مال و دولت میں نہیں۔

۱۵۔ درجات ذکر

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے چار درجے ہیں۔

اوّل یہ کہ ذکر محض زبان پر ہو اور دل اس سے غافل ہو۔ اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اگرچہ اثر سے یکسر خالی بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ زبان جو ذکر الہٰی میں مشغول رہے اس زبان سے بہر حال افضل تر ہے، جو بیہودہ گوئی میں مشغول رہے یا بالکل معطل ہی رہے

دوم: دوسرا ذکر وہ ہوتا ہے کہ دل میں موجود تو ہوتا ہے لیکن پوری طرح متمکن نہیں ہوتا اور دل اس کی قرارگاہ نہیں بن جاتا۔ اور اس کی موجودگی اس امر پر موقوف ہوتی ہے کہ تکلف اور کوشش سے اسے دل میں رکھنا پڑتا ہے۔ اور اگر اس کوشش وسعی میں ذرا سی بھی ڈھیل ہو جائے تو دل پھر اپنی طبعی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے اور نفس کی باتوں میں آکر غافل ہو جاتا ہے۔

سوم: تیسرے یہ کہ ذکر الہٰی دل میں گھر کر چکا ہو اور اس پر متمکن و مسلط ہو چکا ہو۔ یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کیلئے دل کو آمادہ کرنے کیلئے خاصی جدوجہد درکار ہو۔ اور یہ درجہ عظیم ہے۔

چہارم: چوتھا درجہ وہ ہے کہ دل پر ذکر حق کا نہیں بلکہ ذاتِ حق کا غلبہ ہو جائے کہ اس شخص میں جو مذکور (یعنی حق تعالیٰ) کو دوست رکھتا ہے بڑا فرق ہوتا ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ ذکر اور آگاہی ذکر کا تصور ہی دل سے محو ہو جائے اور صرف مذکور ہی دل میں باقی رہ جائے کیونکہ ذکر خواہ عربی میں ہو خواہ فارسی میں نفس کی بات سے خالی نہیں ہو سکتا بلکہ عین سخن ہی کہلاتا ہے۔ جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دل ہر طرح کے سخن سے خالی ہو جائے چاہے وہ عربی میں ہو یا فارسی میں اور مکمل طور پر اسی کا بلکہ اسی سا ہو جائے، اور دوسری کسی شئے کی اس میں گنجائش ہی

نہ رہے اور یہ انتہائی درجہ کی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے جسے عشق کہتے ہیں۔ اور عاشق کی تمام
سرگرمیاں معشوق ہی کیلئے وقف ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی تو یوں بھی ہوتا ہے کہ دلِ عاشق تصورِ
معشوق میں اس درجہ مستغرق ہو جاتا ہے کہ خود معشوق کا نام بھی اسے بھول جاتا ہے۔ اور
جب وہ استغراق کی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور سوائے حق تعالیٰ کے
دنیا و کائنات کی چیز کو فراموش کر دیتا ہے تو تصوف کی راہِ اوّل تک پہنچ جاتا ہے کہ
یہی وہ حالت ہے جسے صوفیا نے فنا و نیستی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یعنی جو کچھ "ہے"
اس کے ذکر سے "نہیں" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور خود بھی نیست ہو کر رہ جاتا ہے۔ یعنی
اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے، اور اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے۔ اور جس طرح
حق تعالیٰ کے اور بھی بہت سے عالم ہیں کہ ہمیں ان کی قطعاً خبر تک نہیں، اور وہ ہمارے
لیے گویا کوئی وجود ہی نہیں رکھتے کیونکہ ہمارے نزدیک تو وجود اسی چیز کا ہے جس کی ہمیں خبر ہو
اسی طرح یہ عالم جس کی ہمیں خبر ہے اور جن کو ہم ہست یعنی موجود سمجھتے ہیں جب کسی کو فراموش
ہو جائیں تو اس کیلئے نیست یعنی غیر موجود ہو جاتے ہیں۔ اور جب انہوں نے اپنے آپ کو
بھی فراموش کر دیا تو گویا اپنے آپ سے بھی نیست یعنی غیر موجود ہو گئے۔ اور جب حق
تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی (حتیٰ کہ اپنی ذات بھی) تو اس کے ہست یعنی موجود
صرف ذاتِ حق ہی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب تو زمین و آسمان پر نظر ڈالتا ہے اور جو کچھ
تجھے اس میں نظر آتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ (جو کچھ دکھائی دے رہا ہے) اس سے زیادہ یا اس
کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں، بس یہی کچھ ہے جو پیشِ نگاہ ہے۔ اسی طرح یہ شخص (ذاتِ حق
میں فنا ہو جانے والا) بھی سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کو دیکھتا ہی نہیں اور کہتا ہے کہ جو کچھ
ہے وہی ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ اس کا اپنا بھی کوئی وجود نہیں۔ پس یہاں پہنچ
کر اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان جدائی ختم ہو جاتی ہے اور یگانگی حاصل ہو جاتی ہے۔
اور یہ توحید و وحدانیت کا پہلا عالم ہوتا ہے کہ جدائی کی خبر بھی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ اسے
جدائی اور دُوری کا احساس ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ جدائی کا احساس اسی کو ہوتا ہے جو دو چیزوں
کو (علیحدہ علیحدہ) جانتا ہو۔ یعنی اپنے آپ کو اور ذاتِ حق تعالیٰ کو، اور جس شخص کا ذکر

ہم کر رہے ہیں، وہ تو اپنے حال میں اپنے آپ سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔ اور سوائے ایک ذات کے اور کسی کو جانتا ہی نہیں تو پھر اسے کیا خبر کہ جُدائی کس بلا کا نام ہے!) چنانچہ جب وہ اس درجہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس کے سامنے نمودار ہونے لگتی ہیں، اور ارواح، فرشتے اور انبیا پیاری پیاری شکلوں میں اس کے روبرو بلا حجاب جلوہ نما ہونے لگتے ہیں۔ اور وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اس پہ ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ایسے عظیم الشان احوال و واردات ظاہر ہونے لگتے ہیں کہ انہیں الفاظ و عبارات کا جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے۔ اور جب اپنے آپ میں واپس آتا ہے تو اگرچہ دوسرے کاموں سے آگاہ ہوتا ہے لیکن اس کیفیت بیخودی کا اثر اس میں بدستور موجود رہتا ہے۔ لہٰذا رہ رہ کر وہ شوق اس پر غالب آنے لگتا ہے، تب دُنیا، دُنیا کی ہر چیز اور لوگوں کی (کار و بارِ دُنیا میں) مشغولیت اور انہماک اسے پسند نہیں آتے۔ چنانچہ اس کا محض جسم ہی اہلِ دُنیا کے درمیان موجود ہوتا ہے ورنہ دل سے وہ غائب ہی ہوتا ہے۔ اور وہ دُنیا داروں کو تعجب و حیرت سے دیکھتا ہے کہ آخر کیوں یہ لوگ دُنیا میں اس درجہ کھوئے ہوئے ہیں؟! یہاں تک کہ اسے ان پر ترس آنے لگتا ہے اور وہ (ناخوشی کے بجائے) ترحم انگیز نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیچارے کتنی بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کئے ہوئے ہیں۔ اور اُدھر (محروم اسرار) دُنیا والے اس پر ہنستے ہیں کہ وہ آخر کار و بارِ دُنیا میں مشغول کیوں نہیں ہو جاتا؟ اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید وہ جنون و دیوانگی میں مبتلا ہو گیا ہے (کہ اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں ہے!) پس اگر کوئی شخص فنا و نیستی کے درجے پر نہ پہنچ جائے اور یہ احوال و مکاشفات اس پر ظاہر نہ بھی ہوں لیکن ذکرِ حق اس پر غالب آجائے تو یہ بھی کیمیائے سعادت سے کم نہیں۔ کیونکہ جب ذکرِ حق غالب ہو جائے تو حق تعالیٰ سے اُنس و محبت بھی از خود غالب ہو کر رہتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تمام دُنیا سے اور دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر رکھنے لگتا ہے، اور اصلِ سعادت یہی ہے کہ جب اس کا رجوع حق تعالیٰ کی طرف رہے گا اور اسی کی صورت ہر دم پیشِ نظر ہو گی تو لا محالہ موت کے

(بوقت مشاہدہ حق کی بدولت (تکلیف نزع کے بجائے) کمال لذت وراحت اسے حاصل ہوگی۔ اور اسی قدر زیادہ حاصل ہوگی جس قدر کہ محبت الٰہی اس کے دل میں جاگزیں ہوگی۔ اور وہ شخص جس نے دُنیا ہی کو اپنا محبوب بنا رکھا ہو تو اسے دُنیا کی جُدائی کا رنج و درد باعث عذاب ثابت ہوگا اور دُنیا سے محبت جس قدر زیادہ ہوگی (بوقت مرگ) اس سے جُدائی کا رنج بھی اتنا ہی شدید ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

حصہ ہشتم

احکامِ درود شریف

اللہ تعالیٰ محب یعنی محبت کرنے والا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب ہیں جس طرح محبت کرنے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کے محبوب کا ذکر ہوتا رہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے محبوب کا نام لیتے رہیں تاکہ اللہ کے محبوب کی شان دو بالا ہوتی رہے اور عزت واحترام میں اضافہ ہوتا رہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہان کے لیے باعث رحمت ہیں اور اس انسانیت پر آپ کے بڑے احسانات ہیں کہ آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت بخشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو سیدھا راستہ بتایا کفر وشرک سے نکال کر اس انسان کو اللہ کی اطاعت اور بندگی کا درس دیا۔ اور زندگی گزارنے کا وہ ضابطہ بتایا جس میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے یہ اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کی خاطر اس کرہ ارضی کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ پھر کیوں نہ اس عظیم ہستی کی تعریف کی جائے کہ جس کی بدولت انسانوں پہ اللہ کی عنایات جلوہ فگن ہیں اس لیے مدح اور تعریف کی صورت درود پاک ہے۔

درود پڑھنے کا حکم

درود کا مطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی شان میں اضافے کی دعا ہے اس کے لیے قرآن مجید میں صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی رحمت دعا اور مدح کے ہیں جب درود پاک کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی ہے تو اس سے مراد رحمت کا نازل کرنا ہے اور جب فرشتوں کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے مراد فرشتوں کا آپ کے لیے دعا کرنا ہے اور جب درود پڑھنے کی نسبت لوگوں کی طرف کی جاتی ہے تو اس وقت صلوٰۃ کا مطلب مدح وثناء ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق امت کے ذمے ہے۔

صلوٰۃ وسلام کی صورت میں عقیدت اور محبت کا اظہار ہے درود پڑھنے کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۳۳ الاحزاب ۵۶)

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے کیوں کہ اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے رہتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی اللہ کے رسول پر درود پڑھو اور انہیں سلام بھیجتے رہو۔

صلوٰۃ سے مراد کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ صلوٰۃ کا مطلب خصوصی رحمت کا نزول ہے اور فرشتوں کی طرف سے استغفار اور دعا کا اظہار ہے۔

احادیث میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

۱۔ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے (ترمذی۔ احمد)

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری آرام گاہ (قبر مبارک) کو نمائش گاہ نہ بناؤ اور میرے لیے درود پڑھو کیونکہ تم جہاں بھی ہو وہ درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

(نسائی)

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَ لَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ۔

(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کو رمضان کی سعادت ملی اور رمضان گذر گیا اور اس شخص نے بخشش کا سامان فراہم نہ کیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کے بڑھاپے کو پایا اور ان کی خدمت سے دخول جنت کا مستحق نہ بنا۔

باب ۱۷

فضائلِ درود

درود پاک اللہ کی بابرکت نعمتوں میں سے ہے جو اپنے دامن میں بے پناہ فیوض و برکات سمیٹے ہوتے ہے یہ ایک ایسی لازوال دولت ہے جسے یہ مل جائے اس کے دین و دنیا سنور جاتے ہیں درود پاک محبوب خدا کی تعریف ہے درود اللہ کی رحمت کا خزانہ ہے درود گناہوں کا کفارہ ہے درود بلندی درجات کا ذریعہ ہے درود شفیع المذنبین کی شفاعت کی کنجی ہے۔ درود قرب خداوندی کا آئینہ ہے درود حبیب رسول کی پکار ہے درود خیر و برکت کا زینہ ہے۔ درود مجلس کی زینت ہے درود تنگ دستی کا علاج ہے درود جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔ درود دل کی طہارت ہے درود بلاؤں کا تریاق ہے۔ درود دل اور روح کی مسرت ہے درود روحانی پریشانیوں کا علاج ہے درود وہ اسم ہے جو راز محبت سے آشکار کرتا ہے گویا درود پاک کے فضائل لاتعداد ہیں ان میں سے چند ایک کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ درود اور عشق رسول

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت اور محبت جزو ایمان ہے اس کے بغیر ایمان بارسالت کی تکمیل نہیں ہوتی اور درود پاک کا پڑھنا محبت کی دلیل ہے۔ بلکہ اسی کی کثرت سے عشق رسول پیدا ہوتا ہے عشق رسول دل کا نور ہے اور روح کی غذا ہے عشق رسول سے معرفت حاصل ہوتی ہے، اور باطن کے تمام حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ عشق رسول متاع لازوال ہے اور اس دولت کو حاصل کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ درود پاک کا ورد ہے اور جوں جوں کوئی درود پاک کا ورد کرتا جاتا ہے اس میں عشق رسول بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حکایت

شیخ مسعود دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ بلاد فارس کے صلحاء میں سے تھے۔ ان کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ وہ عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اُن کا شغل

یہ تھا کہ وہ موقف میں جہاں مزدور لوگ آکر بیٹھتے ہیں تاکہ ضرورت مند لوگ ان کو مزدوری کے لیے لے جائیں جاتے اور جتنے مزدور مل جاتے اُن کو اپنے مکان میں لے آتے اور ان مزدوروں کو گمان ہوتا کہ شاید کوئی تعمیر وغیرہ کا کام ہوگا جس کے لیے ہم بلائے گئے ہیں۔

مگر حضرت موصوف اُن کو بٹھا کر فرماتے کہ درود پاک پڑھو! اور خود بھی ساتھ بیٹھ کر پڑھتے جب بوقت عصر چھٹی کا وقت آتا تو جیسے کام کرانے والے لوگ مزدوروں سے کہا کرتے ہیں "تھوڑا سا کام اور کر لو!" ایسے ہی آپ انہیں کہتے کہ تھوڑا سا کام اور کر لو پھر ان کو پوری پوری مزدوری دے کر رخصت کرتے اور شیخ مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے عشق و محبت کی بنا پر بیداری میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے۔ (سعادۃ الدارین ۱۲۷)

حکایت حضرت شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں کہ میں نے جو درود پاک کی برکتیں دیکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ جب میری شادی ہوگئی تو میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کچھ طلبہ ہونے چاہییں تاکہ نماز با جماعت پڑھی جا سکے اور دیگر دینی فوائد حاصل ہوں اور خیر خواہی کے طور پر ارادہ کر لیا کہ قرآن مجید پڑھنے والے طلبہ رکھ لیں تاکہ ان کی خدمت کرنے سے نفع حاصل ہو اور اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان طالب علموں کے ساتھ حشر کے دن اٹھائے۔

اور جب طالب علم زیادہ ہوگئے تو ان کی کثرت کی وجہ سے ہمیں زیادہ اہتمام و انتظام کرنا پڑا اور ان کے کھانے پینے کی ضروریات کے لیے ہمیں حیلہ کرنا پڑا اور اس وجہ سے میں دنیا کے دروازے میں داخل ہوگیا اور دنیا نے مجھے ایسا شکار کیا کہ دن رات اسی دھن میں گزرتے گئے۔ اور اباحت کی حدود میں رہتے ہوئے ہمیں کچھ کمانا پڑا اور اس کو ہم شریعت مطہرہ کی رو سے مستحسن جانتے تھے۔

میرے بعض مخلص دوست مجھے اس سے منع کرتے رہے لیکن میں نے ان کی نصیحت ان سنی کر کے اپنے اس شغل کو جاری رکھا حتیٰ کہ میں نے ایک دن خواب دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ نوجوان لڑکیاں ہیں جیسے کہ حوریں ہیں۔ اُن جیسا جمال و کمال دیکھنے میں نہیں آیا انھوں نے بن ٹھن کر پہن رکھے ہیں۔ وہ مجھے دیکھ کر میری طرف آئیں۔ جب وہ میرے قریب آگئیں تو میں نے

ان میں سے اپنی نانی صاحبہ کو پہچان لیا اور شریفۃ الطرفین سیدزادی اور بڑی ہی نیک و پارسا خاتون تھیں۔ میں نے اپنی نانی صاحبہ کو سلام کیا اور پوچھا "کیا آپ فوت نہیں ہو چکی تھیں" فرمایا "ہاں" میں نے پوچھا "اللہ تعالیٰ کے دربار کیا معاملہ پیش آیا؟" فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنے فضل سے رحم فرمایا ہے اور مجھے عزت و اکرام عطاء کیا اور میں خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پڑوس میں رہتی ہوں اور وہ تشریف لا رہی ہیں۔

جب سیدۃ النساء الجنت تشریف لائیں۔ تو ایک نور تھا جگمگاتا اور فرمایا کیا یہ ہے۔ احمد بن ثابت؛ جو کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہ درود پاک کثرت سے پڑھتا ہے؟ میں نے عرض کیا یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کی توفیق عطاء کی ہے یہ سُن فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ دنیا میں مشغول ہو کر ہم سے پیچھے ہٹ گیا ہے دُنیاوی شغل ترک کر دے اور یہ اہتمام چھوڑ دے۔

میں نے عرض کی بہت اچھا، فرمایا "ہم تجھے ایسے نہیں چھوڑ دیں گی۔ تاوقتیکہ تو ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار حاضر ہو! اور حضور تجھ سے عہد و میثاق لیں کہ تو آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ایک شہر آگیا جس کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ وہاں بہت سارے لوگ تھے جو بلند آواز سے درود پاک پڑھ رہے تھے۔

میں نے بھی درود پاک پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے درمیان چلتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار حاضر ہو گئے اور سیدۃ النساء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کھڑا کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں بکری کا بازو دیکھا حضورؐ اس سے گوشت تناول فرما رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے رُک گیا اور جی میں کہا کھانے سے فارغ ہو لیں تو سلام عرض کروں اور میرے ساتھ آنے والے لوگ درودِ پاک پڑھتے رہے۔ اور میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کرتا رہا اور پھر ساتھیوں کی۔ بلند آواز سے درود پاک پڑھنے کی وجہ سے میں

بیدار ہو گیا۔ (سعادۃ الدارین صفحہ)

ایک عاشق رسول کا واقعہ

بلخ میں ایک امیر کبیر سوداگر تھا اس کے دو لڑکے تھے۔ اور اس خوش نصیب کے پاس دنیاوی دولت کے علاوہ ایک نعمت عظمیٰ یہ تھی کہ اس کے پاس سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال مبارک تھے۔ جب وہ خوش بخت فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائداد آپس میں تقسیم کر لی اور جب موئے مبارک کی باری آئی تو بڑے لڑکے نے ایک بال مبارک خود لے لیا اور ایک اپنے چھوٹے بھائی کو دے دیا اور تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے نے کہا ہم اس کو آدھا آدھا کر لیں۔ چھوٹے نے کہا "اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں ہونے دوں گا"۔ کون ہے جو رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بال مبارک کو توڑے۔

بڑے نے جب چھوٹے بھائی کی عقیدت اور ایمانی تقاضا دیکھا تو بولا کہ اگر تجھے اس بال کے ساتھ اتنی ہی محبت ہے۔ تو یوں کر! کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور باپ کی جائیداد کا اپنا حصہ مجھے دے دے۔ چھوٹے نے یہ سن کر کہا "واہ رے قسمت مجھے اور کیا چاہیے ایمان والا ہی اس نعمت عظمیٰ کی قدر جانتا ہے۔ دنیا دار کمینہ کیا جانے چنانچہ بڑے نے دنیا کی دولت لے لی اور چھوٹے نے تینوں موئے مبارک لے لیے اور انہیں بڑے ادب و احترام، سے رکھ لیا جب شوق غالب ہوتا تو ان موئے مبارکہ کی زیارت کرتا اور درود پاک پڑھتا" اور پھر اس بے نیاز جل جلالہٗ کی بے نیازی دیکھو کہ اس بڑے بھائی کا مال چند دنوں میں ختم ہو گیا اور وہ فقیر و کنگال ہو گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے چھوٹے کے مال میں برکت دی کہ اس کا مال بہت زیادہ ہو گیا۔ پھر جب وہ حبیب خدا کا عاشق یعنی چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی بزرگ نے رات خواب میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ساتھ اُسے بھی دیکھا۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے میرے امتی! تو لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس کسی کو کوئی حاجت، کوئی مشکل در پیش ہو وہ اس کی قبر پہ حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ اس نے بیدار ہو کر اعلان کر دیا تو اس عاشق رسول کی قبر مبارک کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی

کہ لوگ دھڑا دھڑ اس قبر مبارک پر حاضر ہونے لگے اور پھر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اگر کوئی سوار ہو کر اس مزار کے پاس سے گذرتا تو براہِ ادب سواری سے اتر جاتا اور پیدل چلتا۔ (القول البدیع ص۱۴۸)

۲۔ شرفِ زیارت درود شریف کی سب سے بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ درود شریف کو کثرت سے پڑھنے والے کو خواب یا حالت بیداری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہل ایمان کے لیے سب سے اعلیٰ نعمت اور سعادت کی حیثیت رکھتی ہے کہ دنیا کی دیگر نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی نایاب سعادت ہے جو ہر ایک کو میسر نہیں آتی ہے کیوں کہ زیارت النبی بڑی خوش بختی کی دلیل ہے اس لیے یہ سعادت صرف ان لوگوں کو میسر آتی ہے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے والہانہ عقیدت اور محبت ہے خواب یا مراقبہ کی زیارت عینی زیارت کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری شبیہ اختیار نہیں کر سکتا۔ ایک اور روایت میں حضرت ابومالک اشجعی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایک ایسی نادر چیز ہے جو دنیا کی دولت سے نہیں خریدی جا سکتی اگر کوئی شخص لاکھوں روپیہ بھی کسی کو دے کر کہے کہ مجھے زیارت کروا دو تو پھر بھی رضائے الٰہی کے بغیر زیارت نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ کتنی عظیم چیز ہے کہ جو محبت اور خلوص سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارے تو اسے سرورِ دوجہاں کا دیدار ہو جاتا ہے۔

حکایت ایک نیک صالح بزرگ محمد بن سعید بن مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہوا تھا کہ اتنی مقدار درودِ پاک پڑھ کر سویا کروں گا اور روزانہ پڑھتا رہا۔ ایک دن میں اپنے بالاخانے میں درود پاک پڑھ کر بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی اتفاق سے میری بیوی بھی بالاخانے میں سوئی ہوئی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ذاتِ گرامی جس پر میں درودِ پاک پڑھا کرتا تھا یعنی آقائے دوجہاں رسول کریم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالاخانے کے دروازے سے اندر تشریف لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے بالاخانہ جگمگا اٹھا۔

پھر سرکار محبوب کبریا صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے پیارے امتی جس منہ سے تو مجھ پر درود پاک پڑھا کرتا ہے لا میں اس کو بوسہ دوں۔ مجھے یہ خیال کر کے رچہ نسبت خاک را با عالم پاک (شرم آئی تو میں نے اپنا منہ پھیر لیا رحمتِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر بوسہ دیا تو اس خوشبو کی مہک کی وجہ سے میری بیوی بیدار ہو گئی اور ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سارا گھر خوشبو سے مہک رہا ہے بلکہ میرے رخسار سے آٹھ دن تک خوشبو کی لپٹیں نکلتی رہیں۔ (القول البدیع از علامہ سخاوی)

حکایت

حضرت ابو محمد جرزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میرے گھر کے دروازے پر باز اشہب (شاہی باز) آیا تھا۔ لیکن ہائے میری قسمت کہ میں اسے شکار نہ کر سکا اور چالیس سال گزرنے کو میں بہتیرے جال پھینکتا ہوں مگر ایسا باز پھر ہاتھ نہیں آیا۔ کسی نے پوچھا وہ کون سا باز اشہب تھا تو فرمایا: ایک دن جب کہ میں رباط (سرائے) میں تھا۔ نماز عصر کے بعد ایک درویش سرائے میں داخل ہوا وہ نوجوان تھا زرد رنگ بال بکھرے ہوئے، برہنہ سر پاؤں ننگے۔

اس نے آکر تازہ وضو کیا اور دو رکعت پڑھ کر سر گریبان میں ڈال کر بیٹھ گیا اور درود پاک پڑھنا شروع کر دیا مغرب تک یونہی درود پاک میں مشغول رہا۔ نماز مغرب کے بعد پھر اسی طرح مشغول ہو گیا اچانک شاہی پیغام آیا کہ آج سرائے والوں کی بادشاہ کے ہاں دعوت ہے میں اس درویش کے پاس بھی گیا اور پوچھا تو بھی ہمارے ساتھ بادشاہ کے ہاں ضیافت پہ چلے گا؟ اس نے کہا مجھے بادشاہوں کے ہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن آپ میرے لیے گرم گرم حلوا لیتے آئیں۔

میں نے اس کی بات کو رد کر دیا کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں جاتا (ہم اس کے باپ کے نوکر نہیں ہیں) اور میں نے یہ سوچا کہ یہ بیچارا ابھی نیا نیا اس راہ چلا ہے اسے کیا معلوم؟

الحاصل ہم اسے چھوڑ کر چلے گئے اور شاہی مہمان بن گئے وہاں ہم نے کھانا کھایا نعمت خوانی ہوتی رہی۔ رات کے آخری حصہ میں ہم فارغ ہو کر واپس لوٹ آئے۔ جب میں سرائے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ درویش اسی طرح بیٹھا ہوا درود پاک میں مشغول ہے میں بھی مصلے بچھا کر بیٹھ گیا لیکن

مجھے نیند نے دبا لیا۔ آنکھ لگ گئی تو دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ اجتماع ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ حبیب خدا ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ اور دیگر انبیاء کرام ہیں علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں آگے بڑھا اور حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ انور دوسری طرف پھیر لیا میں نے دوسری طرف ہو کر سلام عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخ انور دوسری طرف کر لیا عرض کیا حضور توجہ نہیں فرما رہے ہیں؟"

فرمایا میری اُمت کے ایک درویش نے تجھ سے ایک خواہش ظاہر کی تھی (حلوا طلب کیا) مگر تو نے اس کی پرواہ نہیں کی" یہ سُن کر میں گھبرا کر بیدار ہوا اور ارادہ کیا کہ میں اس درویش کو جسے میں نے معمولی جان کر نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ یہ تو سچا متقی ہے یہ تو یگانہ روزگار ہے یہ وہ ہے۔ جس پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت ہے۔ میں اسے ضرور کھانا لا کر دوں گا۔ لیکن میں جب اس جگہ پر پہنچا جہاں وہ بیٹھ کر درود پاک پڑھ رہا تھا وہ جگہ خالی تھی وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

ہائے قسمت! کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اچانک میں نے سرائے کے گیٹ کے بند ہونے کی آہٹ سُنی خیال کیا شائد وہی نہ ہو میں نے جلدی سے باہر نکل کر جھانکا دیکھا تو وہی جا رہا ہے میں آوازیں دیتا رہا لیکن کون سنے۔ آخر میں نے آواز دی "اے اللہ کے بندے! آئیں تجھے کھانا لا کر دوں۔

یہ سُن کر اس نے فرمایا ہاں امیری ایک روٹی کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ) سفارش کریں تو پھر تو مجھے روٹی لا کر دے مجھے تیری روٹی کی ضرورت نہیں ہے اور وہ مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔ (سعادۃ الدارین ص۱۳۲)

حکایت حضرت شریف نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت شیخ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متوسلین میں سے تھے فرمایا میں نے خواب میں سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ایک بڑے خیمہ میں جلوہ گر ہیں اور امت کے اولیاء کرام حاضر ہو کر یکے بعد دیگرے سلام عرض کر رہے ہیں اور کوئی کہہ رہے ہیں کہ یہ فلاں ولی اللہ ہے اور یہ فلاں ہے اور آنے والے حضرات سلام عرض کر کے ایک جانب بیٹھتے جاتے ہیں۔

حتیٰ کہ ایک جمّ غفیر اور بہت سارے لوگ اکٹھے آرہے ہیں اور ندا دینے والا کہہ رہا ہے یہ محمد حنفی آرہے ہیں جب وہ سید العالمین اکرم الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پاس بٹھالیا۔ پھر سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا میں اس سے محبت کرتا ہوں مگر اس کی پگڑی جو کہ بغیر شملہ کے ہے" اور محمد حنفی کی طرف اشارہ فرمایا۔

یہ سُن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ، اجازت ہو تو میں اس کے سر پہ پگڑی باندھ دوں؟" فرمایا "ہاں" تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا عمامہ مبارکہ لے کر حضرت محمد حنفی کے سر پہ باندھ دیا اور بائیں جانب شملہ چھوڑ دیا۔

یہ خواب ختم ہوا اور جب حضرت شریف نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب حضرت محمد حنفی رضی اللہ عنہ کو سنایا تو وہ اور ان کے ہمنشین سب آبدیدہ ہو گئے۔ پھر حضرت محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ شریف نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آئندہ جب آپ کو سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو تو آپ عرض کریں کہ محمد حنفی کے کون سی عمل کی وجہ سے یہ نظر عنایت ہے۔"

پھر کچھ دنوں کے بعد شیخ شریف نعمانی زیارت کی نعمت سے سرفراز ہوئے اور وہ عرض پیش کر دی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو درود پاک ہر روز مجھ پر خلوت میں مغرب کے بعد پڑھتا ہے اور وہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ ِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ عَدَدَ مَا عَلِمْتَ وَزِنَۃَ مَا عَلِمْتَ وَمِلْءَ مَا عَلِمْتَ۔

اور جب یہ واقعہ حضرت محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا اور پھر پگڑی لی اور اس کو سر پہ باندھا اور اس کا شملہ چھوڑا پھر سب نے اپنی پگڑیاں اُتاریں اور دوبارہ باندھیں اور اُن کے شملے چھوڑے۔

(سعادۃ الدارین ص۱۳۳)

حکایت حضرت شیخ احمد غربیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں منادی کی ندا سنی کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے تو میں اس منادی کے ساتھ چل دیا اور بھی کچھ لوگ دوڑے آرہے تھے۔

جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بالاخانہ میں جلوہ افروز ہیں میں بائیں کو پھرا تاکہ دروازہ مل جائے تو لوگوں نے بلند آواز سے کہا دروازہ دائیں جانب ہے۔ میں دائیں پھرا تو دروازہ مل گیا میں اس میں داخل ہو گیا دیکھا کہ شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور جب میں قریب ہوا تو میرے اور حضور کے درمیان ایک بادل حائل ہو گیا جس کی وجہ سے میں کسی کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ پھر میں نے پڑھا۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاَھْلِ بَیْتِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ ۔

فرمایا "میرے اور تیرے درمیان دنیا کے حجاب (پردے) حائل ہو گئے ہیں اور مجھے سرکار فرماتے رہے کہ ہم تجھے منع کرتے ہیں کہ دنیا اور دنیا کے اہتمام سے باز آجا اور تو باز نہیں آتا۔ اور دیر تک سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے زجر و توبیخ فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے دل میں کہا یہ میری بدبختی ہے اور میں نے رونا شروع کر دیا اور عرض کیا "یارسول اللہ! کیا آپ میرے ضامن نہیں ہیں۔

فرمایا "ہاں! تو جنتی ہے" پھر میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اس کے دربار جو آپ کی عزت و آبرو ہے اس عزت کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس حجاب کو دور فرما دے۔

اتنا عرض کرنا تھا کہ وہ بادل آہستہ آہستہ اٹھنا شروع ہوا حتیٰ کہ میں نے سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی پھر میں حضور کے قدموں پہ لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اور عرض کرتا تھا۔ یارسول اللہ! کیا حضور میرے ضامن نہیں ہیں؟ تو فرمایا بے شک تو جنتی ہے اور ساتھ ہی فرمایا "ہم تجھے کہتے ہیں کہ دنیا کا اہتمام چھوڑ دے اور تو چھوڑتا نہیں اور پھر میں بیدار ہو گیا۔

۳۔ رحمتِ خداوندی اور نیکیوں میں اضافہ

درود شریف کا ورد رحمتِ خداوندی کا خزانہ ہے لہٰذا جو شخص خلوصِ دل سے درود پاک کا ورد کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش کر دیتا ہے یہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم اس کے محبوب کی صرف تھوڑی سی تعریف کریں تو وہ ہمیں اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دے درودِ پاک کے بدلے میں اللہ کی رحمتوں کے نازل ہونے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یہ ہیں۔

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری بارگاہ میں ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ مسلم

۲۔ اتانی ات من عند ربی عزوجل فقال من صلی علیك من امتك صلاۃ کتب اللہ له بها عشر حسنات ومحا عنه عشر سیات ورفع له عشر درجات ورد علیه مثلها۔

(جامع صغیر ص ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ جو آپ کا امتی آپ پر ایک بار درود پاک پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس امتی کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور درود پاک کی مثل اس پر رحمت بھیجتا ہے۔

۳۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم من صلی علیٰ صلاۃ صلی اللہ علیه عشرا فلیقل عبد ا

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اب بندے کی مرضی ہے کہ وہ درود پاک

(دیکھئے القول البدیع ص۱۰۱)

۴۔ من صلی علی صلاۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا ومن صلی علی عشرا صلی اللہ علیہ مائۃ ومن صلی علی مائۃ کتب اللہ بین عینیہ براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار واسکنہ یوم القیامۃ مع الشہداء

(القول البدیع ص۱۰۳ الترغیب والترغیب ص۴۹۵ ج۲)

یعنی جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر دس بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود پاک پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے کہ یہ بندہ نفاق اور دوزخ کی آگ سے بری ہے اور اس کو قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

ان احادیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ درود شریف کے ورد کی بدولت پڑھنے والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اگرچہ درود شریف کے قاری کے لیے اللہ کی ایک رحمت کا نزول ہی کافی ہے چہ جائے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوں۔ اللہ کی رحمتوں کے نزول کی صورتیں مختلف ہیں۔ رزق حلال کا میسر آنا۔ رزق میں برکت پڑ جانا۔ نیک اولاد کا ملنا۔ موقع پر بارش کا ہونا۔ دنیا میں عزت کا حاصل ہونا۔ مال و دولت میں اضافہ ہو جانا۔ سکون قلب کا میسر آنا۔ مصائب اور مشکلات سے چھٹکارا پانا۔ حتیٰ کہ جتنے بھی دنیا اور آخرت میں فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں ان سب کا شمار اللہ کی رحمت کے زمرے میں ہوتا ہے اور یاد رہے کہ درود شریف پڑھنے والے دین و دنیا کی رحمتوں سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

حکایت شب معراج سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عجائبات دیکھے ان میں سے ایک یہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرشتہ دیکھا اس کے پر جلے ہوئے تھے۔

یہ دیکھ کر فرمایا اے جبریل! اس فرشتے کو کیا ہوا؟ عرض کی یا رسول اللہ! اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے ایک شہر تباہ کرنے کے لیے بھیجا تھا اس نے وہاں پہنچ کر ایک شیر خوار بچے کو دیکھا تو اسے رحم آگیا یہ اسی طرح واپس آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی ہے۔

یہ سن کر حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبریل! کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی قرآن پاک میں موجود ہے وانی لغفار لمن تاب یعنی جو توبہ کرے میں اُسے بخش دیتا ہوں۔

یہ سن کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دربار الٰہی میں عرض کی "یا اللہ! اس پر رحمت فرما! اس کی توبہ قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کی توبہ یہ ہے کہ آپ پر دس بار درود پاک پڑھے آپ نے اس فرشتے کو حکم سنایا تو اس نے دس بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پر بال عطا فرمائے اور وہ اوپر کو اڑ گیا اور ملائکہ میں یہ شور برپا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک کی برکت سے "کروبیین" پر رحم فرمایا ہے۔ (رونق المجالس ص۱۱)

۵۔ من صلی علی صلاۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا ومن صلی علی عشرا صلی اللہ علیہ مائۃ ومن صلی علی مائۃ صلی اللہ علیہ الفا ومن صلی علی الفا زاحمت کتفہ کتفی علی باب الجنۃ۔ (القول البدیع ص۱۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر دس بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر ہزار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر ہزار بار درود پاک پڑھے، جنت کے دروازے پر اس کا کندھا میرے کندھے کے ساتھ چھو جائے گا۔

حکایت

ایک مرتبہ چند کافر ایک جگہ بیٹھے تھے ایک سائل آیا اور اس نے ان سے کچھ سوال کیا۔ انہوں نے تمسخر کے طور پر کہہ دیا کہ تم علی کے پاس جاؤ! وہ تمہیں کچھ دیں گے۔

سائل جب حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آیا اور اس نے کہا "للہ! مجھے کچھ دیجئے تنگدست ہوں"۔

آپ کے پاس اس وقت بظاہر کوئی چیز نہ تھی لیکن فراست سے جان گئے کہ کافروں نے تمسخر کے لیے بھیجا ہے آپ نے دس بار درود پاک پڑھ کر سائل کی ہتھیلی پر پھونک مار کر فرمایا:

ہتھیلی کو بند کر لو اور وہاں جا کر کھول جب سائل کافروں کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا تجھے کیا دیا ہے اس نے مٹھی کھولی تو اللہ کی رحمت سونے کے دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے۔ راحت القلوب

حدیث عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یتبرز فلم یجد احدا یتبعہ ففزع عمر فاتبعہ بمطھرۃ یعنی اداوۃ فوجدہ ساجدا فی شربۃ فتنحی عمر فجلس وراءہ حتی رفع راسہ قال فقال احسنت یا عمر حین وجدتنی ساجدا فتنحیت عنی ان جبرئیل اتانی فقال من صلی علیک واحدا صلی اللہ علیہ عشرا ورفعہ عشر درجات اخرجہ البخاری فی الادب المفرد۔

(القول البدیع)

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر فضا کی طرف تشریف لے گئے اور کوئی پیچھے جانے والا نہیں تھا۔ حضرت عمر رض دیکھ کر گھبرائے اور لوٹا لے کر پیچھے ہو لیے، تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک بالا خانہ میں سربسجود ہیں حضرت عمر رض پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے اور جب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا اے عمر تو نے بہت اچھا کیا جب کہ تو مجھے سربسجود دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب جو کوئی آپ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے درجے بلند کرے گا۔ اس حدیث پاک کو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ادب مفرد میں نقل کیا ہے۔

اللہ کی رحمت حاصل ہونے کے ساتھ درود پاک کے ورد سے نیکیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے کیوں کہ ہر وہ کام جو اطاعت الٰہی میں سرانجام دیا جائے وہ نیکی ہے لہٰذا درود شریف کا پڑھنا نیکیوں میں اضافے کا باعث ہے کیوں کہ اللہ اور اس کے محبوب کی شان میں جو بھی الفاظ ادا کیے جائیں۔ ان کے بدلے میں ہر لفظ پر انسان کے اعمال نامے میں دس نیکیوں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ اس کے بدلے میں اس

کے حق میں دس نیکیوں کا اضافہ فرما دیتا ہے لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کثرت سے درود پاک پڑھنا چاہیے۔ درود پاک سے نیکیوں میں اضافے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسب ذیل ہیں۔

۷۔ عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال من صلی علی کتب اللہ بہا عشر حسنات ومحا عنہ بہا عشر سیئات ورفعہ بہا عشر درجات وکن لہ عدل عشر رقاب۔ (القول البدیع ص ۔۔۔)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس درود پاک کے بدلے اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

حکایت مواہب لدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم وزن ہو جائیں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرچہ سرانگشت کے برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ کون ہیں؟ آپ کی صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے۔ آپ فرمائیں گے میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔

حکایت ایک مرتبہ کسی سوداگر کا بحری جہاز سمندر میں جا رہا تھا اس میں ایک آدمی روزانہ درود پاک پڑھا کرتا تھا ایک دن وہ درود پاک پڑھ رہا تھا دیکھا کہ ایک مچھلی جہاز کے ساتھ آ رہی ہے اور وہ درود پاک سن رہی ہے ازاں بعد وہ مچھلی اتفاق سے شکاری کے جال میں پھنس گئی۔ شکاری اس کو پکڑ کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے لے گیا وہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید لی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کروں گا۔
وہ مچھلی لے کر گھر گئے اور بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ اس کو اچھی طرح بنا کر پکاؤ! اس نے مچھلی کو ہنڈیا میں ڈال کر چولہے پر رکھا اور نیچے آگ جلائی مچھلی کا پکنا تو درکنار آگ بھی نہ جلتی تھی

جب آگ جلاتے بجھ جاتی۔ تھک ہار کر دربار رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا گیا۔

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "دنیا کی آگ کیا! اسے تو دوزخ کی آگ بھی نہیں جلا سکتی۔ کیوں کہ جہاز پر سوار ایک آدمی درودِ پاک پڑھ رہا تھا یہ سنتی رہی ہے۔

(منقول از وعظ بے نظیر ص ۱۲)

حکایت حضرت عبد اللہ شاہ صاحب اپنے پیر و مرشد کے خلیفہ عالم شاہ صاحب کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک آوہ آیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی خلیفہ صاحب نے فرمایا عبد اللہ شاہ تم ہماری بات مانو گے انھوں نے کہا "ہاں! خلیفہ صاحب نے فرمایا" اچھا اس پزداے (آوے) میں جا کر کھڑے ہو جاؤ!

یہ حکم سنتے ہی عبد اللہ شاہ صاحب اس بھڑکتی ہوئی شعلہ زن آگ میں جا کھڑے ہوئے اور خلیفہ صاحب باہر جنگل کو چلے گئے جب جنگل سے فارغ ہو کر اندازاً آدھ گھنٹے بعد واپس آئے تو دیکھا عبد اللہ شاہ صاحب اسی پزاوہ میں کھڑے ہیں اور آگ خوب جل رہی ہے۔ مگر ان کا کپڑا تک نہیں جلا۔

آخر ان کو بلایا گیا تو وہ خاموش کھڑے رہے بہت آوازیں دیں تو وہ کسی قدر باہر آئے پھر لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا بدن پر پسینہ تھا خلیفہ صاحب نے پوچھا "کیا حال ہے" عرض کیا جب میں اس پزاوہ میں داخل ہوا تو مدینہ منورہ کی طرف خیال کر کے درودِ شریف پڑھنے لگا اچانک مدینہ منورہ کی طرف سے ایک نور آیا اس نور کو میں نے چادر کی طرح اپنے تمام جسم پر لپیٹ لیا اور آگ کی گرمی مجھے بالکل محسوس نہیں ہوئی اور یہ جو میرے بدن پر پسینہ ہے یہ آگ کی گرمی سے نہیں بلکہ اس نور کی گرمی سے آیا ہے۔"

(ذکر خیر ص ۱۲۹)

حکایت بغداد میں ایک تاجر رہتا تھا جو کہ بہت مال دار، صاحب ثروت تھا اس کا کاروبار اتنا وسیع تھا کہ سمندروں اور خشکی میں اس کے قافلے رواں دواں رہتے تھے لیکن اتفاق سے گردش کے دن آ گئے۔

کاروبار ختم ہو گیا قرضے سر پر چڑھ گئے ہاتھ خالی ہو گئے۔ قرض خواہوں نے پریشان کر دیا ایک صاحب دین آیا اس نے اپنے قرضہ کا مطالبہ کیا مقروض نے معذرت کی لیکن صاحب دین

نے کہا ہم نے تیرے ساتھ وفا کا معاملہ کیا تھا مگر تجھ میں وفا نہیں پائی۔ مقروض نے کہا "خدا کے لیے مجھے رسوا نہ کر میرے ذمے اور لوگوں کے بھی قرضے ہیں آپ کے ایسا کرنے سے وہ بھی بھڑک اٹھیں گے۔ حالانکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔" صاحب دین نے کہا "میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔" اور اسے عدالت میں قاضی کے ہاں لے گیا۔

قاضی صاحب نے پوچھا "تو نے اس سے قرض لیا ہوا ہے؟" مقروض نے کہا "ہاں لیا تھا! لیکن اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ میں ادا کر سکوں۔" قاضی صاحب نے ضامن مانگا "ضامن دو ورنہ جیل جاؤ۔" ضامن بننے گیا مگر کوئی شخص ضمانت اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوا۔

صاحب دین نے اسے جیل بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ مقروض نے منت سماجت کی لیکن کسی کو رحم نہ آیا۔ آخر کار صاحبِ دین سے عرض کیا کہ اللہ کے نام پر مجھے آج رات بچوں میں گذارنے کی مہلت دی جائے کل میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور پھر مجھے بیشک جیل بھیج دینا، پھر میری قبر بھی وہیں ہوگی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل بنا دے۔

یہ سن کر صاحبِ دین نے ایک رات کے لیے بھی ضامن مانگا۔ مقروض نے کہا اس رات کے لیے میرے ضامن مدینے کے تاجدار ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ صاحبِ دین نے منظور کر لیا اور وہ مقروض گھر آ گیا لیکن غمزدہ حد درجے کا پریشان۔ دیکھ کر بیوی نے سبب پوچھا تو سارا ماجرا کہہ سنایا اور بتایا کہ آج کی رات کے لیے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضامن دے کر آیا ہوں۔

بیوی جو کہ نہایت ہی بیدار بخت عورت تھی۔ اس نے تسلی دی کہ غم نہ کھا فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔ جس کے ضامن رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں وہ کیوں مغموم و پریشان ہو۔" یہ سن کر غم کافور ہوئے ڈھارس بندھ گئی سلامت کو درود پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ اور درود پاک پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ جب سویا تو امت کے والی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور تسلی دی اور بشارت سنائی (میرے پیارے امتی کیوں پریشان ہے، فکر مت کر!) تم صبح صبح بادشاہ کے وزیر کے پاس جانا اور اسے کہنا تمہیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے سلام فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ میری طرف سے پانصد دینار قرضہ ادا کر دو۔ کیونکہ قاضی نے اس کے بدلے مجھے جیل بھیجنے کا حکم صادر کیا ہے۔

اور میں اللہ تعالیٰ کے حبیب کی ضمانت پر آج باہر ہوں اور اس امر کی صداقت کہ مجھے رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ آپ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم پر ہر رات ہزار مرتبہ درود پاک پڑھتے ہیں لیکن گذشتہ رات آپ کو غلطی لگ گئی اور آپ
شک میں پڑ گئے۔ کہ پورا۔ ہزار مرتبہ پڑھا گیا ہے یا نہیں حالانکہ وہ تعداد پوری ہی تھی۔

یہ فرما کر امت کے والی تشریف لے گئے اور وہ مقروض بیدار ہوا بڑا ہی خوش تھا مسرت
سے پھولا نہیں سماتا تھا۔ صبح نماز پڑھا کر وزیر صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا تو وزیر صاحب دروازے
پر کھڑے تھے۔ اور سواری تیار تھی پہنچ کر فرمایا "السلام علیکم"؟ وزیر صاحب نے سلام کا جواب دیتے
ہوئے پوچھا "کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا "آیا نہیں ہوں بھیجا گیا ہوں۔ وزیر نے استفسار کیا کس
نے بھیجا ہے"؟ فرمایا "مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے" پوچھا کس لیے بھیجا ہے؟
فرمایا اس لیے کہ آپ میرا قرضہ جو کہ پانصد دینار ہے" ادا کر دیں" جب وزیر نے نشانی طلب کی
تو سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا دیا۔

وزیر صاحب سنتے ہی اسے مکان کے اندر لے گئے اور بہترین جگہ بٹھا کر عرض کیا "ایک
مرتبہ پھر مجھے میرے آقا کا پیغام سنا دیجیے۔ وزیر سن کر باغ باغ ہو گیا اور اس آنے والے کی دونوں
آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا کہ یہ رحمت دو عالم امت کے والی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر
کے آیا ہے نیز وزیر صاحب نے کہا "مرحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

پھر وزیر صاحب نے اسے پانصد دینار دیئے کہ یہ آپ کے گھر والوں کے لیے، پھر
پانچ سو دیا کہ یہ آپ کے بچوں کے لیے پھر پانچ سو دیا کہ یہ اس لیے کہ آپ خوشخبری لائے ہیں
اور پھر پانصد دینار پیش کئے کہ آپ نے سچا خواب سنایا ہے" وہ مقروض یہ رقم لے کر خوشی خوشی
گھر آیا اور ان میں سے پانچ صد دینار گن کر لے لیے اور صاحبِ دین کے گھر آیا اور اسے کہا چلو میرے
ساتھ قاضی کی عدالت میں چلو اور اپنا قرضہ وصول کر لو۔

جب قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی صاحب اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور قاضی صاحب
نے اس مقروض کو مؤدبانہ سلام پیش کیا اور کہا کہ رات مدینہ کے تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم رویا میں تشریف لائے تھے اور مجھے حکم دیا کہ اس مقروض کا قرضہ ادا کر دے۔ اور اتنا اپنے پاس سے دے دے۔ یہ سن کر صاحب دین نے کہا "میں نے قرضہ معاف کیا اور پانچ سو میں اس کو بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی سرکار دو عالم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی حکم دیا ہے وہ شخص خوشی خوشی گھر واپس آ گیا تو اس کے پاس چار ہزار دینار تھے (سعادۃ الدارین)

۴۔ گناہوں کی بخشش اور معافی

درود شریف کی ایک فضیلت اور فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ورد سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی خطائیں معاف کر دینا انسان کی بڑی خوش بختی کی دلیل ہے اور یہ اللہ کی بے مثل رحمت ہے کہ جو اس کے محبوب کی تعریف کرے وہ اس پر رحمت نازل فرما کر اس کی خطاؤں کی معافی کا سر عام اعلان کر دیتا ہے۔ چونکہ اللہ کے محبوب نے اس کے متعلق خود یوں فرمایا ہے۔

۱۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَّرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کی دس خطاؤں کو معاف فرماتا اور دس درجات بلند فرماتا ہے۔ (نسائی)

اللہ اپنے بندوں پر بڑا غفور الرحیم ہے اسے تخلیق آدم سے پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ دنیا میں جا کر طرح طرح کی خطائیں کرے گا عجیب و غریب انداز میں نافرمانی کرے گا۔ لہذا اللہ نے اس کی بخشش کے کچھ راستوں کی ہدایت فرمائی تاکہ جب وہ انہیں اختیار کرے تو اسے معاف کرتا چلا جاؤں لہذا اللہ کے محبوب پر درود بھیجنا بھی اپنی بخشش کے بہانوں میں سے ہے اس لیے اللہ کے محبوب پر جو بھی درود پڑھتا ہے اللہ اس کی خطائیں معاف کر دیتا ہے اور اس کے اعمال نامے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے یہ بات احادیث میں کثرت سے دہرائی گئی ہے لہذا بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بشاشت سے بہت ہی چمک رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرۂ انور پر بہت ہی محسوس ہو رہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

جتنی خوشی آج چہرۂ انور پر محسوس ہو رہی ہے اتنی تو پہلے محسوس نہیں ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کیوں نہ خوشی ہو ابھی جبرئیل میرے پاس سے گئے ہیں اور وہ یوں کہتے تھے کہ آپ کی امت میں سے جو شخص ایک دفعہ بھی درود پڑھے گا اللہ جل شانہ اس کی وجہ سے دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجے بلند کریں گے اور ایک فرشتہ اس سے وہی کہے گا جو اس نے کہا۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ فرشتہ کیسا؟ تو جبرئیل نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ کو قیامت تک کے لیے مقرر کر دیا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے وہ اس کے لیے وَاَنْتَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ کی دعا کرے۔

(الترغیب)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ ہم چار پانچ آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا کہ کوئی ضرورت اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے تو اس کی تعمیل کی جائے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جا کر نماز پڑھی اور اتنا طویل سجدہ کیا مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر گئی۔ میں اس تصور سے رونے لگا، حضورؐ کے قریب جا کر حضورؐ کو دیکھا۔ حضورؐ نے سجدہ سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا عبدالرحمان کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ کی روح تو پرواز نہیں کر گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے میری امت کے بارے میں مجھ پر ایک انعام فرمایا ہے اس کے شکرانہ میں اتنا طویل سجدہ کیا۔ وہ انعام یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے یوں فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے۔ ایک روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عبدالرحمان کیا بات ہے؟ میں نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے یوں کہا کہ کیا تمہیں اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اللہ جل شانہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے جو تم پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا۔

(الترغیب)

۲۔ عن ابی کاهل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یا ابا کاهل من صلی علی کل یوم ثلاث مرات وکل لیلۃ ثلاث مرات حبا لی وشوقا الی کان حقا علی اللہ ان یغفر لہ ذنوبہ تلک اللیلۃ و

سیدنا ابو کاہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو کاہل جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دے (القول البدیع)

۳۔ مامن عبد ین متحابین یستقبل احدهما صاحبہ فیصافحان ویصلیان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لم تتفرقا حتی یغفر لهما ذنوبهما ما تقدم منهما وما تاخر۔

(الترغیب والترہیب)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب دو دوست آپس میں ملتے ہیں اور وہ مصافحہ کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے پہلے دونوں کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

۴۔ ذکر فی بعض الاخبار مکتوب علی ساق العرش من اشتاق الی رحمتہ ومن سالنی اعطیتہ ومن تقرب الی بالصلوٰۃ علی محمد غفرت لہ ذنوبہ ولو کانت مثل زبد البحر۔

(دلائل الخیرات)

بعض روایتوں میں ہے کہ ساق عرش پر لکھا ہوا ہے جو میرا مشتاق ہو، میں اس پر رحم کرتا ہوں اور جو مجھ سے سوال کرے میں اسے دیتا ہوں۔ اور جو میرے حبیب پر درود پاک پڑھ کر میرا قرب چاہے میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں خواہ وہ سمندروں کی جھاگ کے برابر ہوں۔

حکایت

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حج کرنے گیا تو وہاں ایک آدمی کو دیکھا جو ہر جگہ کثرت سے درود پاک پڑھتا ہے حرم شریف میں دیکھا طواف کرتے دیکھا، منیٰ میں دیکھا عرفات میں دیکھا، قدم اٹھاتا ہے تو درود پاک قدم رکھتا ہے تو درود پاک ہی پڑھتا۔ آخر میں نے سوال کیا اے اللہ کے بندے یہاں ہر مقام کی علیحدہ علیحدہ دعائیں میں نوافل ہیں مگر تو ہر جگہ درود پاک ہی پڑھتا ہے دعا کی جگہ بھی درود پاک، نوافل کی جگہ بھی درود پاک یہ کیوں؟

میں اٹھا اور میں نے کپڑا اٹھایا تو میرے باپ کا چہرہ روشن تھا جگمگا رہا تھا۔ پھر میں نے اچھے طریقے سے کفن دفن کر دیا اور بتایا کہ میرا باپ کثرت سے درود پاک پڑھا کرتا تھا۔

(سعادۃ دارین)

دوزخ سے بری ہونے کی بشارت

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور دوسرے شخص پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے میرا اونٹ چوری کر لیا ہے۔ اور دو گواہ بھی لے آیا۔ ان دونوں نے گواہی بھی دے دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ فرمایا تو مدعیٰ علیہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اونٹ کو حاضر کرنے کا حکم دیجئے اور اونٹ سے پوچھ لیجئے کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کرتا ہوں کہ وہ اونٹ کو بولنے کی قوت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اونٹ آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اے اونٹ! میں کون ہوں؟ اور یہ ماجرا کیا ہے؟"

اونٹ فصیح زبان سے بولا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حقاً حقاً یا رسول اللہ! اس میرے مالک کا ہاتھ نہ کاٹیں کیونکہ مدعی منافق ہے اور دونوں گواہ بھی منافق ہیں۔ انہوں نے حضور کی عداوت اور دشمنی کی بنا پر میرے مالک کے ہاتھ کٹوانے کا منصوبہ بنایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کے مالک سے پوچھا وہ کون سا عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس مصیبت سے بچایا ہے؟ عرض کیا حضور میرے پاس کوئی بڑا عمل نہیں ہے لیکن ایک عمل ہے وہ یہ کہ اٹھتا بیٹھتا میں حضور کی ذات گرامی پر درود پاک پڑھتا رہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس عمل پر قائم رہ۔

اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ سے یوں ہی بری کر دے گا جیسے تجھے ہاتھ کٹ جانے سے بری کیا ہے۔ (سعادۃ الدارین ص ۱۴۲)

حکایت

ابن بنان اصفہانی فرماتے ہیں کہ میں خواب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے امام شافعی کو نفع عطا کیا ہے؟

فرمایا" ہاں! میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کر دیا ہے کہ شافعی کا حساب نہ لیا جائے" میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ کس عمل کی وجہ سے ہے؟ فرمایا وہ مجھ پر ایسا درود پاک پڑھتے ہیں۔ جیسا کسی اور نے نہیں پڑھا" میں نے عرض کی حضور! وہ کون سا درود پاک ہے؟ فرمایا امام شافعی یوں پڑھا کرتے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذّٰاکِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ" (سعادۃ الدارین ص۱۲۹)

حکایت

ابو المواہب شاذلی قدس سرہٗ نے فرمایا میں نے ہزار بار درود پاک پڑھنا تھا تو میں نے جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا تو مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا" اے شاذلی! تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے"۔ پھر فرمایا" آہستگی اور ترتیب سے یوں پڑھو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ ہاں اگر وقت تھوڑا ہو تو پھر جلدی جلدی پڑھنے میں حرج نہیں ہے۔ پھر" فرمایا یہ جو میں نے تجھ سے کہا ہے کہ آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ! یہ افضل ہے ورنہ جیسے بھی تو پڑھے یہ درود پاک ہی ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب تو درود پاک پڑھنا شروع کرے تو اول آخر درود تام پڑھے خواہ ایک ہی بار پڑھے اور درود تام یہ ہے" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" (سعادۃ الدارین ص۱۳۲)

تنبیہہ اس واقعہ سے اور اس کے ماقبل و مابعد دیگر واقعات سے معلوم ہوا کہ درود پاک میں لفظ "سیدنا" کتنا محبوب و مرغوب ہے۔

۵۔ دنیا کے غموں کا علاج

درود شریف دنیا کے دکھوں اور غموں کا علاج ہے کیونکہ دنیا میں دکھ اور سکھ پہلو بہ پہلو ہے مگر بعض اوقات دکھ اور غم انسان کو اس حد تک گھیر لیتے ہیں کہ زندگی کے دن گزارنا مشکل ہو جاتے ہیں یعنی قدم قدم پر

کوئی نہ کوئی رکاوٹ اور مصیبت سر اٹھا لیتی ہے جو بے سکونی اور رنج والم کا باعث بنتی ہے تو ایسے حالات میں غموں سے چھٹکارے کے لیے درود شریف بہت مؤثر اور اکسیر ہے۔

۱- وَعَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِیْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا تُكْفٰى هَمُّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں آپ فرمائیں کہ میں درود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کر لوں آپ نے فرمایا جتنا تم چاہو میں نے عرض کیا چوتھائی وقت آپ نے فرمایا جتنا چاہو اگر اس میں زیادہ کرو۔ تو تمہارے حق میں بہتر ہے میں نے عرض کیا نصف عبادت کا وقت۔ سرکار نے فرمایا جتنا چاہو اگر اس میں زیادہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا میں نے عرض کیا کہ میں عبادت کے اوقات میں صرف آپ پر درود شریف پڑھوں گا تب آپ نے فرمایا تم غموں سے آزاد ہو اور تمہارے گناہ ختم ہو جائیں گے (ترمذی)

درود پاک پڑھنے کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں بلکہ جب چاہو درود پاک پڑھا جا سکتا ہے اور جتنی تعداد میں چاہو پڑھو لیکن درود پاک کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ درود پاک کی برکت سے دنیا کے دکھوں اور غموں سے نجات ملتی ہے اور دنیا اور آخرت کے تمام معاملات درست ہو جاتے ہیں یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

۲- قال رجل یا رسول اللّٰه ارایت ان جعلت صلاتی کلها علیک قال اذا یکفیک اللّٰه تبارک و تعالٰی ما اهمک من امر دنیاک

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فرمائیں کہ اگر آپ کی ذات بابرکات پر درود پاک ہی وظیفہ زبان ہو کر رہے گا؟ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا اگر تو ایسا کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ

واخرتك واسناده جيد۔

دنیا و آخرت کے تیرے سارے معاملات کے لیے کافی ہے۔ (القول البدیع ص۱۱۹)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ درود پاک پڑھنے والے پر اللہ کی اتنی عنایات ہو جاتی ہیں کہ اللہ اپنی رحمت اور طاقت سے اس کے ہر کام کی کفایت کر دیتا ہے اور اس کے کام ہوتے چلے جاتے ہیں۔

۳۔ عن الحسن (البصری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم من قرا القرآن وحمد ربہ وصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم فقد التمس الخیر من مظانہ۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کریم پڑھا اور اپنے رب کریم کی حمد کی اور مجھ پر درود پاک پڑھا تو اس نے خیر کو اپنی جگہوں سے ڈھونڈ لیا (القول البدیع ص۱۳۰)

حکایت حضرت قاضی شرف الدین بارزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب توثیق عری الایمان میں حضرت شیخ محمد بن موسیٰ ابن نعمان کا واقعہ نقل فرمایا۔

شیخ ابن نعمان نے فرمایا ۶۳۷ھ میں ہم حج سے واپس لوٹے قافلہ رواں دواں تھا کہ مجھے راستہ میں حاجت پیش آگئی اور میں اپنی سواری سے اُترا پھر مجھ پر نیند غالب ہو گئی اور میں سو گیا۔ اور بیدار اس وقت ہوا جب کہ سورج غروب ہونے کو تھا۔ میں نے بیدار ہو کر دیکھا کہ میں غیر آباد جنگل میں ہوں۔ میں بڑا خوف زدہ ہوا۔ اور ایک طرف چل دیا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ کس طرف جانا ہے؟ اور اُدھر رات کی تاریکی چھا گئی۔ مجھ پر اور زیادہ خوف اور دہشت طاری ہوئی۔ پھر مصیبت پہ مصیبت یہ کہ پیاس کی شدت تھی اور پانی کا نام و نشان تک نہ تھا گویا میں ہلاکت کے کنارے پہنچ چکا تھا اور موت کا منہ دیکھ رہا تھا۔

زندگی سے نا اُمید ہو کر رات کی تاریکی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے آواز سنی "ادھر آؤ" میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا بس اُن کا میرے ہاتھ کو تھامنا تھا کہ نہ تو کوئی تھکاوٹ رہی نہ پریشانی نہ پیاس اور مجھے ایسے انسیں سا ہو گیا پھر وہ مجھے لے کر چلے چند قدم چلے تھے کہ سامنے رہی

حاجیوں کا قافلہ جا رہا تھا اور امیر قافلہ نے آگ روشن کی ہوئی تھی۔ اور وہ قافلہ والوں کو آواز دے رہا تھا۔

اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری سواری میرے سامنے کھڑی ہے میں مارے خوشی کے پکار اٹھا اور اُن بزرگ نے فرمایا "یہ تیری سواری ہے" اور مجھے اٹھا کر سواری پر بٹھا کر چھوڑ دیا۔ اور وہ واپس ہونے پر فرمانے لگے "جو ہمیں طلب کرے اور ہم سے فریاد کرے ہم اُسے نامراد نہیں چھوڑتے اس وقت مجھے پتہ چلا کہ یہی تو حبیب خدا ہیں یہی تو اُمت کے والی اور اُمت کے غم خوار ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جب سرکار واپس تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ رات کے اندھیرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار چمک رہے تھے پھر مجھے سخت شدید کوفت ہوئی کہ ہائے قسمت! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دست بوسی کیوں نہ کی؟ ہائے میں کیوں آپ کے قدموں سے نہ لپٹ گیا؟ میری ساری پریشانی درود شریف کی بدولت ختم ہو گئی۔ (نزہتہ الناظرین ص ۲۴)

حکایت ایک مولوی صاحب نے ایک شخص کو بطور وظیفہ روزانہ پڑھنے کے لیے درود پاک بتا دیا اور ساتھ ہی کچھ فوائد درود پاک کے سنا دیئے۔

وہ شخص بڑے شوق و ذوق سے دن رات درود پاک پڑھتا رہا۔ اور ایسا اس میں محو ہوا کہ دنیا کے کام چھوٹ گئے اس کی بیوی فاجرہ تھی جب کبھی خاوند کو دیکھتی تو اس کے منہ سے درود پاک کا ورد جاری رہتا اُسے بے حد ناگوار معلوم ہوتا۔ ایک دن وہ عورت بولی "ارے بد بخت! کیا تم ہر وقت صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد کہتے رہتے ہو اس کو چھوڑو اور کچھ کما کر لاؤ۔ مگر اس کا خاوند باوجود ایسی طعن و تشنیع کے درود پاک کا ورد نہ چھوڑتا تھا۔ اتفاق سے وہ شخص کسی مہاجن کا مقروض تھا۔ اس کے ذمہ سو روپیہ مہاجن کا قرضہ تھا۔ اس نے مطالبہ کیا یہ نہ دے سکا۔ مہاجن نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔

اب اس کی عورت کو اور بھی موقع مل گیا۔ خوب زبان درازی کی اور خاوند کو برا بھلا کہا وہ مرد صالح تنگ آ کر آدھی رات کو اٹھا اور دربار الٰہی میں نہایت ہی زاری کی اور عاجزی سے عرض کی "یا اللہ! تو سب کچھ جانتا ہے میں بیوی اور مہاجن سے لاچار ہو گیا ہوں تو بے سہاروں کا سہارا

آج ہے تو حاجت مندوں کا حاجت روا ہے" دریائے رحمت جوش میں آیا اور اس مردِ صالح پر
اللہ تعالیٰ نے نیند مسلط کر دی۔ اور اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نہایت ہی حسین و جمیل
بیر صورت سامنے آئے۔ اور نہایت شیریں زبان سے گویا ہوئے "اے پیارے! کیوں اتنے
بے قرار ہو؟ گھبراؤ نہیں! تمہارا سارا کام بن جائے گا میں خود تمہارا مددگار ہوں۔ اس مردِ صالح
نے عرض کی کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا "میں وہی ہوں جن پر تو درود پاک پڑھتا رہتا ہے"۔

یہ سن کر بہت خوش ہوا اور دل کی ساری بے قراری دور ہو گئی۔ اور پھر سرکار دو عالم صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "گھبرانے کی ضرورت نہیں تم صبح وزیر اعظم کے پاس جانا اور اس کو
وظیفہ کی مقبولیت کی خوشخبری سنانا۔ جب وہ مردِ درویش بیدار ہوا اور صبح کو اپنے ٹوٹے پھوٹے
لباس کے ساتھ وزیر اعظم کی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ دروازہ پر جا کر دربانوں سے کہا "میں
وزیر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں" دربان اس کی حیثیت اور لباس دیکھ کر مسکرا دیئے اور کہا کیا
آپ وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات کرنے کے قابل ہیں، چلو یہاں سے بھاگو!"

لیکن ان دربانوں میں ایک رحم دل بھی تھا۔ اس کو رحم آیا اور کہا بھائی! ٹھہر جا، میں
وزیر صاحب سے عرض کرتا ہوں اگر اجازت ہو گئی تو ملاقات کر لینا۔ جب وزیر صاحب سے
ماجرا بیان کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا "اس آدمی کو بلاؤ" جب وہ وزیر کے ہاں پہنچا تو وزیر کے استفسار
پر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ وزیر اعظم وظیفہ کی مقبولیت کی خوشخبری سن کر بہت خوش ہوا اور اُسے
بجائے ایک سو کے تین سو روپیہ دے کر رخصت کیا۔

جب وہ مردِ صالح وہ روپیہ لے کر گھر پہنچا اور بیوی کو دیا تو وہ بھی خوش ہو گئی وہ مرد
صالح بیوی کو روپے دے کر اپنے کام یعنی درود پاک پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب مقدمہ کی
تاریخ آئی تو وہ سو روپیہ لے کر عدالت میں جا پہنچا اور حاکم کے سامنے رکھ دیا اور وہ قرضہ خواہ
مہاجن روپیہ دیکھ کر حاکم سے کہنے لگا جناب! یہ روپیہ کہیں سے چوری کر کے لایا ہے کیونکہ اس
کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ سن کر حاکم نے پوچھا "بتاؤ! یہ روپیہ کہاں سے لیا ہے؟ ورنہ
قید کر لیے جاؤ گے"۔ اس نے کہا "یہ بات وزیر اعظم سے معلوم کرو کہ میرے پاس روپیہ کہاں
سے آیا ہے"۔

حاکم نے وزیر اعظم کی خدمت میں خط لکھا، وزیر صاحب نے خط پڑھ کر جواب لکھا صاحب! خبردار! خبردار! اگر اس بندے کے ساتھ ذرا بھی بے ادبی کرو گے تو معزول کر دیے جاؤ گے" جج صاحب یہ جواب پڑھ کر خوفزدہ ہو گئے اور مرد صالح کو اپنی کرسی پر بٹھایا اور بڑی خاطرداری کی اور جو سو روپیہ اس مرد صالح نے دیا تھا وہ واپس کر کے مہاجن کو اپنی طرف سے سو روپیہ دے دیا۔

مہاجن نے جب یہ منظر دیکھا تو خیال کیا کہ جب وزیر اعظم اور حاکم بھی اس کے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا بھی اس کے ساتھ ہے۔ اس نے وہ سو روپیہ واپس دے دیا۔ معلوم ہوا کہ درود پاک دونوں جہان کی مرادیں پوری کرتا ہے۔ (آب کوثر)

حکایت زہرۃ الریاض میں ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے آج ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے" حضور نے پوچھا "وہ واقعہ کیا ہے؟"

جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوہ قاف جانے کا اتفاق ہوا مجھے وہاں آہ و فغاں رونے چلانے کی آوازیں سنائی دیں جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں میں ادھر کو گیا تو مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا جس کو میں نے اس سے پہلے آسمان پر دیکھا تھا جو کہ اس وقت بڑے اعزاز و اکرام میں رہتا تھا وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا رہتا ستر ہزار فرشتے اس کے گرد صف بستہ کھڑے رہتے تھے وہ فرشتہ سانس لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس سانس کے بدلے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا تھا۔

لیکن آج میں نے اسی فرشتہ کو کوہ قاف کی وادی میں سرگرداں و پریشان آہ و زاری کنندہ دیکھا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

اس نے بتایا معراج کی رات جب میں اپنے نورانی تخت پر بیٹھا تھا میرے قریب سے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم گذرے تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و تکریم کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو میری یہ ادا بہت بڑی ناپسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر کے نکال دیا۔ اور اس بلندی سے اس پستی میں پھینک دیا۔ پھر اس نے کہا۔

...ئیل، اللہ کے دربار میں میری سفارش کر دو کہ اللہ تعالیٰ میری اس غلطی کو معاف فرمائے
...اور مجھے... بحال کر دے۔"
...یا ...ہوا، اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کے دربارِ بے نیاز میں نہایت عاجزی کے ساتھ معافی
...ں کی درخواست کی۔ دربارِ الٰہی سے، ارشاد ہوا اے جبریل! اس فرشتہ کو بتا دو اگر وہ معافی چاہتا
...ہے تو میرے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) پر درود پاک پڑھے۔
یارسول اللہ! جب میں نے اس فرشتہ کو فرمانِ الٰہی سنایا تو وہ سنتے ہی حضور کی ذات
گرامی پر درود پاک پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بال و پر
نکلنا شروع ہو گئے اور پھر وہ اس ذلت و پستی سے اڑ کر آسمان کی بلندیوں پر جا پہنچا اور اپنی مسند
اکرام پر براجمان ہو گیا۔ (معارج النبوۃ ص ۳۱۷ جلد اول)

حکایت

حضرت شیخ موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ شور دریا میں بحری
جہاز پر سوار ہوا۔ اچانک طوفان آ گیا اقلابیہ کی آندھی چل گئی اور یہ ایسا طوفان
تھا کہ جو اس کی زد میں آیا شاید ہی کوئی بچا ہو۔
پریشانی حد سے بڑھ گئی جہاز والے زندگی سے ناامید ہو گئے۔ میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھ
سو گئی تو قسمت جاگ اٹھی میں زیارتِ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سرفراز ہوا امت
کے والی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اے میرے امتی! پریشان نہ ہو جہاز پر سوار لوگوں کو کہہ دے
کر وہ ہزار مرتبہ درود تنجینا پڑھیں یہ فرمایا اور میری آنکھ کھل گئی۔
میں نے جہاز والوں سے کہا گھبراؤ نہیں! کوئی فکر کی بات نہیں اٹھو! درود پاک پڑھو!
ہم نے ابھی تین صد بار ہی پڑھا تھا کہ ہوا تھم گئی طوفان ختم ہو گیا۔ اور ہم درود پاک کی برکت سے
صحیح سلامت منزلِ مقصود پر پہنچ گئے یہ بیان کر کے علامہ شمس الدین سخاوی قدس سرہ نے
فرمایا کہ حضرت حسن بن علی الاسوانی کا ارشاد ہے جو شخص کسی مہم یا پریشانی، اور مصیبت میں ہو وہ اس
درود پاک کو ہزار مرتبہ محبت و شوق سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت ٹال دے گا اور وہ اپنی
مرادیں کامیاب ہو گا۔

(القول البدیع ص ۲۱۹ نزہۃ الناظرین ص ۳۱)

٦- درود پاک غربت اور افلاس کا حل ہے

غربت اور افلاس دور کرنے کے لیے درود پاک بڑا اکسیر ہے لہٰ[ذا] جو شخص یہ چاہیے اس کی روزی میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ کثرت سے درود پاک کا ورد کرے کیوں کہ اللہ اپنے محبوب پیغمبر پر درود پڑھنے سے راضی ہوتا ہے اس لیے اس کے لیے اپنے رزق کے خزانے کھول دیتا ہے۔ تھوڑی مدت میں افلاس اور غربت ختم ہو جاتی ہے

جاء رجل الى النبي صلى الله تعالى عليه واله وسلم فشكا اليه الفقر وضيق العيش والمعاش فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم اذا دخلت منزلك فسلم ان كان فيه احد ولم يكن فيه احد ثم سلم علي واقرأ قل هو الله احد مرة واحدة ففعل الرجل فادر الله عليه الرزق حتى افاض على جيرانه وقراباته۔

ایک شخص نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگی معاش کی شکایت کی، تو اس کو رسو[ل] اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہہ چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو۔ پھر مجھ پر سلام عرض کر والسلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کو کھول دیا حتی کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے پہنچا۔ (القول البدیع)

اس حدیث پاک سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ درود پاک کی برکت سے سائل کا فقر و فاقہ اور معاشی تنگی دور ہو گئی اور اللہ نے اس کے لیے اتنا رزق فراخ کر دیا کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں نے بھی اس کے مال سے فائدہ اٹھایا یہی بات ایک اور حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

عن سمرة رضي الله تعالى عنه قال كنا عند رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم اذ جاءه رجل فقال يارسول الله ما اقرب الاعمال الى الله تعالى قال صدق الحديث

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم دربار نبوت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ تعالیٰ کے قریب تر اعمال کیا ہیں فرمایا، سچ بولنا اور امانت کا ادا کرنا۔ عرض کیا گیا حضور کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا تہجد

واداء الامانة قلت یارسول الله زدنا قال صلوٰة اللیل وصوم الهواجر قلت یارسول الله زدنا قال کثرة الذکر والصلوٰة علی تنفی الفقر قلت زدنا قال من ام قوما فلیخفف فان فیهم الکبیر والعلیل والصغیر وذا الحاجة ۔ (سعادۃ دارین)

کی نماز اور گرمیوں کے روزے۔ پھر میں نے عرض کیا حضور کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا ذکر الٰہی کی کثرت کرنا اور مجھ پر درود پاک پڑھنا فقر کو دور کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور ارشاد فرمائیے فرمایا جو کسی قوم کا امام بنے، تو ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی بچے بھی اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔

درود پاک کی برکت سے قرضہ بھی اتر جاتا ہے لہٰذا قرضہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بعد نماز فجر گیارہ سو مرتبہ روزانہ درود پاک پڑھنے سے قرضہ اترنے کے بہت جلد اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درود پاک پڑھنے سے قرضہ اتر گیا فقر وفاقہ دور ہو گیا معاشی تنگی خوشحالی اور فراخی رزق میں تبدیل ہو گئی۔

حکایت

ایک شخص کے ذمہ پانچ صد درہم قرضہ تھا۔ مگر حالات ایسے تھے کہ وہ قرضہ ادا نہیں کر سکتا تھا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا عالم رویا میں دیدار نصیب ہوا اور اپنی پریشانی کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتی کی پریشانی کی کہانی سن کر فرمایا۔ تم ابو الحسن کیسائی کے پاس جاؤ اور میری طرف سے انہیں کہو کہ وہ تمہیں پانچ سو درہم دے دیں وہ نیشاپور میں ایک سخی مرد ہے۔ ہر سال دس ہزار غریبوں کو کپڑے دیتا ہے اور اگر وہ کوئی نشانی طلب کرے تو کہہ دینا کہ تم ہر روز دربار رسالت میں سو بار درود پاک کا تحفہ حاضر کرتے ہو، مگر کل تم نے درود پاک نہیں پڑھا۔"

وہ شخص بیدار ہوا اور ابو الحسن کیسائی کے پاس پہنچ گیا اور اپنا حالِ زار بیان کیا مگر اس نے کچھ توجہ نہ دی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا پیغام دیا تو اس نے نشانی طلب کی اور جب نشانی بیان کی تو ابو الحسن سنتے ہی تخت سے زمین پر گر پڑا۔ اور دربار الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر کہا "اے بھائی! یہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز تھا۔ کوئی دوسرا اس راز سے واقف نہ تھا۔ واقعی کل میں درود پاک پڑھنے سے محروم رہا تھا۔

پھر ابوالحسن کیسائی نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اسے پانچ سو کے بجائے دو ہزار پانچ سو درہم دے دو۔ اور ابوالحسن کیسائی نے عرض کیا "اے بھائی! یہ ہزار درہم آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام اور بشارت لانے کا شکرانہ ہے اور یہ ہزار درہم آپ کے یہاں قدم رنجہ فرمانے کا شکرانہ ہے اور پانچ سو درہم سرکار کے حکم کی تعمیل ہے"۔ اور مزید کہا کہ آپ کو آئندہ کوئی ضرورت درپیش ہو تو میرے پاس تشریف لایا کریں۔ (معارج النبوۃ ص۲۹ جلد اول)

حکایت کسی شخص نے کسی دوست سے تین ہزار دینار قرض لیا اور واپسی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو وہی ہوتا ہے۔ اس شخص کا کاروبار معطل ہو گیا اور وہ بالکل کنگال ہو گیا قرض خواہ نے تاریخ مقررہ پر پہنچ کر قرضہ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس مقروض نے معذرت چاہی کہ بھائی میں مجبور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے قرض خواہ نے قاضی کے ہاں دعوےٰ دائر کر دیا۔ قاضی صاحب نے اس مقروض کو طلب کیا اور سماعت کے بعد اس مقروض کو ایک ماہ کی مہلت دی اور فرمایا کہ اس قرضہ کی واپسی کا انتظام کرو۔ وہ مقروض عدالت سے باہر آیا اور سوچنے لگا کہ کیا کروں آخر اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی یاد آیا کہ جس بندے پر کوئی مصیبت یا پریشانی آجائے تو وہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کرے کیوں کہ درود پاک مصیبتوں پریشانیوں کو لے جاتا ہے اور رزق بڑھاتا ہے۔ الحاصل اس نے عاجزی اور زاری کے ساتھ مسجد کے گوشے میں بیٹھ کر درود پاک پڑھنا شروع کر دیا جب ستائیس دن گذر گئے تو اُسے رات کو ایک خواب دکھائی دیا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے "اے بندے! تو پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ کارساز ہے تیرا قرض ادا ہو جائے گا۔ تو علی بن عیسیٰ وزیر سلطنت کے پاس جا اور جا کر اُسے کہہ دے کہ قرضہ ادا کرنے کے لیے مجھے تین ہزار دینار دے دے۔ چنانچہ نیند سے جب وہ شخص بیدار ہوا تو بڑا خوش ہوا کہ پریشانی ختم ہونے کی تدبیر مل گئی مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اگر وزیر صاحب کوئی دلیل یا نشانی طلب کریں تو میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کیا کروں گا۔ آخر جب پھر رات ہوئی تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جانے کا ارشاد فرمایا جب آنکھ کھلی تو خوشی کی انتہا نہ تھی تیسری رات پھر خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وزیر علی بن عیسیٰ

کے پاس جاؤ اور اُسے یہ فرمان سُنادو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میں کوئی دلیل یا علامت چاہتا ہوں جو کہ اس ارشاد کی صداقت کی دلیل ہو۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وزیر تجھ سے کوئی علامت دریافت کرے تو کہہ دینا اس سچائی کی علامت یہ ہے کہ تم نمازِ فجر کے بعد کسی کے ساتھ کلام کرنے سے پہلے پانچ ہزار بار درود پاک کا تحفہ دربار رسالت میں پیش کرتے ہو جسے اللہ تعالیٰ اور کراماً کاتبین کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یہ فرما کر سید دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے گئے میں بیدار ہوا نمازِ فجر کے بعد مسجد سے باہر قدم رکھا اور آج مہینہ پورا ہو چکا تھا کہ وہ شخص وزیر صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ اور وزیر صاحب سے سارا قصہ کہہ سنایا جب وزیر صاحب نے کوئی دلیل طلب کی تو اس نے حضور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا تو وزیر صاحب خوشی اور مسرت سے چمک اُٹھے اور فرمایا "مرحبا! برسول اللہ حقا" اور پھر وزیر صاحب اندر گئے اور نو ہزار دینار لے کر آگئے ان میں سے تین ہزار گن کر میری جھولی میں ڈال دیئے اور فرمایا "یہ تین ہزار قرضہ کی ادائیگی کے لیے" اور پھر تین ہزار اور دیئے کہ یہ تیرے بال بچے کا خرچہ اور پھر تین ہزار اور دیئے اور فرمایا "یہ تیرے کاروبار کے لیے" اور ساتھ ہی وداع کرتے وقت قسم دے کر کہا "اے بھائی! تو میرا دینی اور ایمانی بھائی ہے خدارا یہ تعلق محبت والا نہ توڑنا اور جب بھی آپ کو کوئی کام کوئی حاجت درپیش ہو بلا روک ٹوک آجانا میں آپ کے کام دل و جان سے کیا کروں گا۔" فرمایا کہ میں وہ رقم لے کر سیدھا قاضی صاحب کی عدالت میں پہنچ گیا اور جب فریقین کو بلوایا تو میں قاضی صاحب کے ہاں پہنچا اور دیکھا کہ قرض خواہ مبہوت کھڑا ہے۔

میں نے تین ہزار دینار گن کر قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیئے اب قاضی صاحب نے سوال کر دیا کہ بتاؤ یہ اتنی دولت کہاں سے لے آیا ہے حالانکہ تو مفلس تھا، کنگال تھا۔ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ قاضی صاحب یہ سن کر خاموشی سے اُٹھ کر گھر گئے اور گھر سے تین ہزار دینار لے کر آگئے اور فرمایا "ساری برکتیں وزیر صاحب نے ہی کیوں لوٹ لیں میں بھی اسی سرکار کا غلام ہوں، تیرا یہ قرضہ میں ادا کرتا ہوں جب صاحب دین (قرض خواہ) نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ بولا کہ ساری رحمتیں تم لوگ ہی کیوں سمیٹ لو میں بھی ان کی رحمت کا حقدار ہوں" یہ کہہ کر اس نے

تحریر کر دیا کہ میں نے اس کا قرض اللہ رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے معاف کر دیا۔ اور پھر مقروض نے قاضی صاحب سے کہا۔ آپ کا شکریہ! لیجئے اپنی رقم سنبھال لیجئے؛ تو قاضی صاحب نے فرمایا" اللہ اور اس کے پیارے رسول کی محبت میں جو دینار لایا ہوں وہ واپس لینے کو ہر گز تیار نہیں ہوں یہ آپ کے ہیں لہٰذا آپ انہیں لے جائیں" تو وہ شخص بارہ ہزار دینار لے کر گھر آ گیا اور قرضہ بھی معاف ہو گیا۔ یہ برکت ساری کی ساری درود پاک کی تھی۔

(جذب القلوب ص۲۶۳ مع تصرف)

حکایت حضرت شیخ ابوالحسن بن حارث لیثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ پابند شرع اور متبع سنت اور درود پاک کی کثرت کرنے والے تھے فرماتے ہیں کہ مجھ پر گردش کے دن آ گئے۔ فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی اور عرصہ گذر گیا یہاں تک کہ عید آ گئی اور میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ جس سے میں بچوں کو عید کرا سکوں۔

جب عید کی رات آئی وہ رات میرے لئے نہایت ہی کرب و پریشانی کی رات تھی اور رات کی کچھ گھڑیاں گذری ہوں گی کہ کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے دروازے پر کچھ لوگ ہیں۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ کافی لوگ ہیں انھوں نے شمعیں (قندیلیں) اٹھائی ہوئی ہیں اور ان میں سے ایک سفید پوش جو کہ اپنے علاقے کا رئیس تھا وہ آگے آیا ہم حیران رہ گئے کہ یہ اس وقت کیوں آئے ہیں؟ اس رئیس نے بتایا کہ میں آپ کو بتلاؤں کہ ہم کیوں آئے ہیں آج رات میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شاہ کونین اُمت کے والی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں اور مجھے فرمایا کہ ابوالحسن اور اس کے بچے بڑی تنگدستی اور فقر و فاقہ کے دن گذار رہے ہیں۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ جا! جا کر ان کی خدمت کر اس کے بچوں کے کپڑے لے جاؤ! اور دیگر ضروریات خرچہ وغیرہ تاکہ وہ اچھے طریقے سے عید کر سکیں اور خوش ہو جائیں۔ لہٰذا یہ کچھ سامان عید قبول کیجئے! اور میں درزی بلا کر ساتھ لایا ہوں جو کپڑے ہیں لہٰذا آپ بچوں کو بلائیں تاکہ ان کے لباس کی پیمائش کر لیں ان کے کپڑے سل جائیں پھر اس نے درزیوں کو حکم دیا کہ پہلے بچوں کے کپڑے تیار کرو بعد میں بڑوں کے لہٰذا صبح ہونے سے پہلے پہلے سب کچھ تیار ہو گیا اور صبح کو گھر والوں نے خوشی خوشی عید منائی۔ (سعادۃ الدارین ص۱۴۰)

حکایت کتاب مصباح الظلام میں ہے کہ حضرت ابو حفص حداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ حاضر ہوا ایک وقت ایسا آیا کہ کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بھوک سخت لگی ہوئی تھی۔ یوں ہی پندرہ دن گذر گئے۔

جب میں زیادہ ہی نڈھال ہو گیا تو میں نے اپنا پیٹ روضہ مقدسہ کے ساتھ لگا دیا۔ اور کثرت سے درود پاک پڑھا اور عرض کی یا رسول اللہ! اپنے مہمان کو کچھ کھلا کھلایئے۔ بھوک نے نڈھال کر دیا ہے۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند غالب کر دی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر حضور کے دائیں جانب اور فاروق اعظم بائیں جانب ہیں اور حیدر کرار سامنے ہیں رضی اللہ عنہم۔

مجھے مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بلایا اور فرمایا "اٹھو! سرکار تشریف لائے ہیں"۔ میں اٹھا اور دست بوسی کی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے روٹی عنایت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور آنکھ کھل گئی میں بیدار ہوا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔ (سعادۃ دارین)

حکایت علی بن عیسیٰ وزیر نے فرمایا کہ میں کثرت سے درود پاک پڑھا کرتا تھا۔ اتفاقاً مجھے بادشاہ نے وزارت سے معزول کر دیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دراز گوش پر سوار ہوں اور پھر دیکھا کہ آقائے دو جہاں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں میں براہ ادب جلدی سے سواری سے اتر کر پیدل ہو لیا۔ تو حضور نے فرمایا "اے علی! اپنی جگہ واپس چلا جا" آنکھ کھل گئی صبح ہوئی تو بادشاہ نے مجھے بلا کر وزارت سونپ دی یہ برکت درود پاک کی ہے۔ (سعادۃ الدارین ص ۱۳۳)

حکایت محمد بن خالک نے بیان کیا کہ ہم شیخ القرا ابو بکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ سے پڑھتے تھے کہ ایک دن ایک شخص آیا جس نے پھٹی پرانی پگڑی باندھی ہوئی تھی اور پھٹا پرانا اس کا لباس تھا۔

ہمارے استاد اٹھے اور اسے اپنی جگہ بٹھا کر خیریت پوچھی اس آنے والے نے عرض کی "آج میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور گھر والے مجھ سے گھی وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے"۔ شیخ ابو بکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں پریشانی کے عالم میں رات کو سویا۔ تو خواب

کے والی، بے سہاروں کے سہارے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور فرمایا "یہ کیا پریشانی ہے؟ جاؤ! علی بن عیسٰی وزیر کے ہاں! اور اُسے میرا سلام کہو اور اُسے حکم دو کہ وہ اس شخص کو سو دینار دیدے اور اس کی سچائی کی علامت یہ بیان کرنا کہ تم ہر جمعہ کی رات ہزار بار مجھ پر درود پاک پڑھتے ہو اور گذشتہ شب جمعہ تم نے سات سو بار درود پاک پڑھا تھا کہ بادشاہ کی طرف سے آپ کو بلاوا آ گیا تھا۔ آپ وہاں گئے اور باقی درود پاک آپ نے واپس آ کر پڑھا تھا۔

حضرت شیخ ابوبکر اُٹھے اور اس شخص کو ساتھ لیا اور وزیر صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ پہنچ کر وزیر سے فرمایا، وزیر صاحب! یہ آپ کی طرف رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قاصد ہے" یہ سنتے ہی وزیر صاحب فوراً اٹھ کھڑے ہو گئے اور بڑی تعظیم و توقیر کی اور ان کو اپنی مسند پر بٹھایا اور غلام کو حکم دیا کہ وہ دیناروں والی تھیلی لائے۔

وزیر صاحب نے ہزار دینار لا کر سامنے رکھ دیئے اور عرض کیا "اے شیخ! آپ نے سچ فرمایا ہے یہ بھید میرے اور میرے رب کے درمیان تھا" پھر وزیر صاحب نے عرض کیا "حضرت! یہ سو دینار قبول کریں یہ اس بچے کے باپ کے پیسے ہیں اور پھر سو دینار گن کر اور حاضر کئے اور کہا یہ اس لئے کہ آپ سچی بشارت لے کر تشریف لائے ہیں اور پھر سو دینار اور حاضر کئے کہ آپ کو یہاں آنے میں تکلیف اُٹھانا پڑی یوں کرتے کرتے وزیر صاحب نے ہزار دینار حاضر کیا۔ مگر حضرت شیخ ابوبکر نے فرمایا "ہم اتنے ہی لیں گے جتنے ہمیں آقائے دوجہاں شیخ ابوبکر نے فرمایا "ہم اتنے ہی لیں گے جتنے ہمیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لینے کو فرمایا ہے یعنی ایک سو دینار۔

(سعادۃ الدارین ص ۱۲۳، بدایع المجالس ص ۱۱)

۷۔ برکات درود شریف

یوں تو اللہ اور اس کے رسول کی تعریف ہر حال میں باعث برکت ہے لیکن بعض کلمات ایسے ہیں جن میں برکت کی تاثیر عام کلمات سے زیادہ اور خاص ہے درود پاک کا ورد انہی خاص کلمات میں سے ہے جس کی برکت بے پناہ ہے۔ درود پاک کی برکت سے اللہ کا غضب دور ہو جاتا ہے۔ اسی کی برکت سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اس کی برکت سے دینی و دنیاوی حاجات

پوری ہوتی ہیں اس کی برکت سے اتفاق میں اضافہ ہوتا ہے اس کے باعث اولاد نیک اور نیک اور صالح پیدا ہوتی ہے اس سے عمر میں برکت پیدا ہوتی ہے اس کی برکت سے بیماریوں سے شفا ملتی ہے درود پاک کی وجہ سے بندوں کے ہر عمل میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ درود پاک کی برکت سے بھولی ہوئی چیزیں یاد آجاتی ہیں۔ اس کی برکت سے دشمنوں پر فتح یابی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی برکت سے ہر طرح سلامتی رہتی ہے القصہ درود پاک کے اتنے فوائد ہیں کہ شمار میں نہیں لائے جا سکتے۔ چند احادیث برکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّكْتَالَ بِالْمِكْیَالِ الْاَوْفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے پیمانہ سے ناپ کر پورا اجر دیا جائے تو اس کو چاہیئے کہ اس طرح کہے خداوندا رحمتیں نازل فرما جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی امی ہیں ان کی ازواج مطہرات پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں حضور علیہ السلام کی ذریت پر ان کے اہل بیت پر جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم پر اپنی رحمتوں کو نازل فرمایا تھا بیشک تو قابل ستائش اور بزرگ ہے۔

۲۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یَّكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَا لَكَ فَذَكَرْتُ

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دولت سرائے اقدس سے باہر آئے اور مدینہ سے باہر ایک نخلستان میں تشریف لے گئے اور مصروف نماز ہو گئے اور طویل سجدہ فرمایا یہاں تک کہ موجود صحابہ کو یہ گمان ہوا کہ آپ وصال

ذٰلِكَ لَهُ قَالَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

بحق ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اس وقت آپ کے قریب گیا تو آپ نے سر مبارک اٹھا دیا اور فرمایا کیا بات ہے تو میں نے اپنے گمان کے مطابق عرض کیا۔ راوی کہتے ہیں اس وقت آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کیا میں آپ کو یہ بشارت نہ دوں کہ خالق و مالک نے یہ فرمایا ہے کہ جو تم پر نبی علیہ السلام پر درود پڑھے گا میں اس پر رحمتیں نازل کروں گا اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر سلامتی سلام بھیجوں گا (احمد)

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ جَاءَنِيْ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَّلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔

(نسائی۔ دارمی)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مجمع صحابہ میں) اس انداز میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرہ مبارک سے مسرت کے آثار نمایاں تھے آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس بات سے مسرور نہیں ہوں گے کہ اگر آپ کا کوئی امتی ایک بار درود شریف پڑھے تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں اور ایک بار آپ پر سلام پڑھے تو میں اس پر دس بار سلامتی بھیجوں۔

درود پاک کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے دل کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ دل میں اکثر اوقات برے خیالات پیدا ہوتے ہیں جس سے دل پر گناہوں کی غلاظت کا غلاف چڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان کا باطن گندہ ہو جاتا ہے یعنی دل مختلف قسم کی اخلاقی برائیوں یعنی حسد تکبر کینہ ریاکاری لالچ عداوت اور بغض کا شکار رہتا ہے جو اللہ سے غفلت اور دوری کا باعث

بنتا ہے اور اس کا علاج درود پاک کا ورد ہے جو دلوں کے زنگ کو دھو ڈالتا ہے اور دل کو پاکیزہ کر دیتا ہے۔

۴۔ لکل شیئ طھارۃ وغسل وطھارۃ قلوب المومنین من الصداء الصلاۃ علی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

ہر چیز کے لیے طہارت اور غسل ہوتا ہے اور ایمان والوں کے دلوں کی زنگ سے طہارت مجھ پر درود پاک پڑھنا ہے۔

(القول البدیع)

صلی اللہ علی النبی الامی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

۵۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صلوا علی فان الصلوٰۃ علی کفارۃ لکم وزکاۃ فمن صلی علی صلاۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ عشرا۔

رسولِ اکرم نورِ مجسم شفیعِ معظم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود پاک پڑھو کیونکہ مجھ پر درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور تمہارے باطن کی طہارت ہے اور جو مجھ پر ایک بار بھی درود پاک پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔

دل کو جسم میں بڑا اہم مقام حاصل ہے یعنی جسم کے تمام اعضاء کے افعال کا مرکز دل ہے لہٰذا دل اگر گناہوں کی طرف راغب ہو جائے تو جسم کے سارے اعضاء خود بخود گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دلوں کی طہارت مجھ پر درود پاک پڑھنا ہے۔

حکایت جب شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے مندرجہ بالا درود پاک کے فضائل بیان فرمائے تو اچانک پانچ درویش حاضر ہوئے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گئے اور عرض کی ہم مسافر ہیں خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں لیکن خرچہ پاس نہیں ہے مہربانی فرمائیے!" یہ سن کر حضرت خواجہ نے مراقبہ کیا اور سر اٹھا کر کھجور کی چند گٹھلیاں لیں اور کچھ پڑھ کر ان پر پھونکا اور ان درویشوں کو دے دیا

وہ حیران ہو گئے کہ ہم ان گٹھلیوں کو کیا کریں گے؛

شیخ الاسلام قدس سرہ نے فرمایا حیران کیوں ہوتے ہو؟ ان کو دیکھو تو سہی" جب دیکھا تو وہ سونے کے دینار تھے۔ آخر شیخ بدالدین اسحاق سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ نے درود پاک پڑھ کر پھونکا تھا اور وہ گٹھلیاں درود پاک کی برکت سے دینار بن گئے تھے۔ (راحۃ القلوب)

حکایت ایک دن آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور حکم دیا کہ یہیں پر جو کچھ کھانا ہے کھا لو!

جب کھانا کھانے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! روٹی کے ساتھ سالن نہیں ہے پھر صحابہ نے دیکھا کہ ایک شہد کی مکھی ہے اور بڑے زور زور سے بھنبھناتی ہے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مکھی کیوں شور مچاتی ہے؟ فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ کھیاں بے قرار ہیں اس وجہ سے کہ صحابہ کرام کے پاس سالن نہیں ہے حالانکہ یہاں قریب ہی غار میں ہم نے شہد کا چھتہ لگایا ہوا ہے وہ کون لائے کیونکہ ہم تو اسے لا نہیں سکتیں۔

پھر فرمایا پیارے علیؓ! اس مکھی کے پیچھے پیچھے جاؤ اور شہد لے آؤ چنانچہ حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چوبی پیالہ پکڑ کر اس کے پیچھے ہو لئے وہ مکھی آگے آگے اس غار میں پہنچ گئی اور آپ نے وہاں جا کر شہد صاف صاف نچوڑ لیا اور دربار رسالت میں حاضر ہو گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ شہد تقسیم فرما دیا جب صحابہ کرام کھانا کھانے لگے تو مکھی پھر آگئی اور بھنبھنانا شروع کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ! مکھی پھر اسی طرح شور کر رہی ہے" تو فرمایا میں نے اس سے ایک سوال کیا ہے اور یہ اس کا جواب دے رہی ہے میں نے اس سے پوچھا ہے کہ تمہاری خوراک کیا ہے مکھی کہتی ہے کہ پہاڑوں اور بیابانوں میں جو پھول ہوتے ہیں وہ ہماری خوراک ہے۔

میں نے پوچھا" پھول تو کڑوے بھی ہوتے ہیں پھیکے بھی بدمزہ بھی ہوتے ہیں تو تیرے منہ میں جا کر نہایت شیریں اور صاف شہد کیسے بن جاتا ہے۔ تو مکھی نے جواب دیا یا رسول اللہ

ہمارا ایک امیر اور سردار ہے جب ہم پھولوں کا رس چوستی ہیں تو ہمارا امیر آپ کی ذات مقدسہ پر درود پاک پڑھنا شروع کرتا ہے اور ہم بھی اس کے ساتھ مل کر درود پاک پڑھتی ہیں تو وہ بدمزہ اور کڑوے پھولوں کا رس درود پاک کی برکت سے میٹھا ہو جاتا ہے اور اسی کی برکت و رحمت کی وجہ سے وہ شہد شفا بن جاتا ہے۔

اگر درود پاک کی برکت سے کڑوے اور بدمزہ پھولوں کا رس نہایت میٹھا شہد بن سکتا ہے تلخی شیرینی میں بدل سکتی ہے تو درود پاک کی برکت سے گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔
(مقاصد السالکین ص۵۲)

حکایت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ مجھے بخار کا عارضہ لاحق ہوا اور بیماری طول پکڑ گئی۔ حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی اس دوران مجھے غنودگی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کَیْفَ حَالُكَ یَا بُنَیَّ "اے میرے بیٹے! کیا حال ہے؟"

اس ارشاد گرامی کی لذت مجھ پر ایسی غالب ہوئی کہ مجھے وجد آگیا اور زاری و بے قراری کی عجیب حالت مجھ پر طاری ہوئی پھر مجھے میرے آقا امت کے والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح گود مبارک میں لے لیا کہ حضور کی ریش مبارک میرے سر پر تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ حالت سکون سے بدل گئی پھر میرے دل میں خیال آیا کہ مدت گذر گئی۔

اس شوق سے کہ کہیں سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک دستیاب ہوں کتنا کرم ہو گا، اگر آقا مجھے یہ دولت عنایت فرمائیں۔ بس یہ خیال آنا ہی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے اس خطرہ پر مطلع ہوئے اور شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ریش مبارک پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور دو بال مبارک مجھے عنایت فرمائے۔
پھر مجھے یہ خیال آیا کہ بیدار ہونے کے بعد یہ نعمت (بال مبارک) میرے پاس رہے گی یا نہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً فرمایا "بیٹا یہ دونوں بال مبارک

تیرے پاس رہیں گے۔ بعد ازاں بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحت کلی اور دائمی شرکہ بشارت دی تو مجھے اسی وقت آرام ہو گیا۔

میں نے چراغ منگایا اور دیکھا تو میرے ہاتھ میں وہ موئے مبارک نہ تھے میں غمگین ہو کر پھر دربار رسالت کی طرف متوجہ ہوا اور دیکھا کہ آقائے دوجہاں جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں بیٹا ہوش کر! میں نے دونوں بال تیرے تکیے کے نیچے احتیاط سے رکھ دیئے ہیں وہاں سے لے لو!۔

میں نے بیدار ہوتے ہی تکیے کے نیچے سے لے لئے اور ایک پاکیزہ جگہ میں نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ محفوظ کر لئے بعد ازاں بعد چونکہ بخار یکدم اتر گیا تو کمزوری غالب آگئی حاضرین نے سمجھا شاید موت کا وقت آگیا ہے اور وہ رونے لگے چونکہ مجھ میں بات کرنے کی طاقت نہ تھی اس لیے میں اشارہ کرتا رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد مجھے قوت حاصل ہو گئی اور میں بالکل تندرست ہو گیا۔

نیز حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ ان دونوں موئے مبارک کا خاصہ تھا کہ آپس میں لپٹے رہتے تھے لیکن جب درود پاک پڑھا جاتا تو دونوں علیحدہ علیحدہ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ تین آدمی جو اس معجزے کے منکر تھے آئے اور آزمائش چاہی میں بے ادبی کے خوف سے آزمانے پر رضامند نہ ہوا لیکن جب مناظرہ طول پکڑ گیا تو عزیزوں نے وہ بال مبارک پکڑے اور دھوپ میں لے گئے اسی وقت بادل آیا اور اس نے سایہ کر دیا حالانکہ سخت دھوپ تھی اور بادل کا موسم بھی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر ان میں سے ایک نے توبہ کی اور مان گیا۔

دوسرے دونوں نے کہا یہ اتفاق امر تھا۔ دوسری بار پھر موئے مبارک دھوپ میں لے گئے تو پھر بادل نے آکر سایہ کر دیا دوسرا بھی تائب ہوا۔ تیسرے نے کہا اب بھی اتفاقی امر ہے۔ تیسری بار پھر دھوپ میں لے گئے تو پھر فوراً بادل نے سایہ کر دیا تو تیسرا بھی تائب ہو کر مان گیا۔

ایک بار کچھ لوگ موئے مبارکہ کی زیارت کے لیے آئے تو میں موئے مبارکہ والے صندوق کو باہر لایا۔ لوگ کافی جمع تھے۔ میں نے تالا کھولنے کے لیے چابی لگائی تو تالا نہ کھلا۔

بڑی کوشش کی مگر میں تالا کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر میں اپنے عمل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں میں فلاں آدمی جنبی ہے اس کی شامت ہے کہ تالا نہیں کھل رہا میں نے پردہ پوشی کرتے ہوئے سب کو کہا جاؤ دوبارہ طہارت کر کے آؤ۔ جب وہ جنبی مجمع سے باہر ہوا تو تالا کھل گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب میرے والد ماجد نے آخری عمر میں تبرکات تقسیم فرمائے تو ایک بال مبارک مجھے بھی عنایت ہوا۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(انفاس العارفین ص۳۶)

حکایت

حضرت ابو سعید شعبان قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ۱۱۸۵ھ میں بیمار ہو گیا، ایسا بیمار ہوا کہ موت کے قریب پہنچ گیا تو میں نے وہ قصیدہ جس میں ہر دو جہاں کے سردار رفیع الشان شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح لکھی تھی، پڑھ کر جناب الٰہی میں فریاد کی اور شفا طلب کی اور میری زبان ورد پاک کے ورد سے تر تھی۔

جب صبح ہوئی تو مکہ مکرمہ کا ایک باشندہ شہاب الدین احمد آیا اور کہا آج رات میں نے بڑا اچھا خواب دیکھا ہے کہ میں اپنے گھر سویا ہوا تھا اور اذان کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ میں حرم شریف میں باب عمر کے پاس کھڑا ہوں اور کعبہ مکرمہ کی زیارت کر رہا ہوں۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل رہے ہیں۔ اور خلق خدا محو نظارہ ہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب مدرسہ منصوریہ سے گذر کر باب ابراہیم کی طرف تشریف لا کر رباط خوری کے دروازے کے پاس ضیا خوری کے چبوترے پر تشریف لائے۔ اور تو اس چبوترے پر بیٹھا تھا تیرے پیچھے سبز رنگ کا جائے نماز تھا۔ اور تو رکن یمانی کی طرف منہ کر کے بیت اللہ کی زیارت کر رہا تھا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے سامنے تشریف لائے تو اپنے داہنے دست مبارک کی شہادت کی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور مرحبا فرمایا۔ وعلیک السلام یا شعبان! یہ میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

میں نے شیخ شہاب الدین احمد سے پوچھا کہ میں اس وقت کس حال میں تھا، تو فرمایا۔ تو اپنے قدموں پر کھڑا عرض کر رہا تھا۔ یا سیّدی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وعلی آلک واصحابک! پھر حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم باب صفا سے اوپر چڑھ گئے۔ اور تو اپنے مکان کی طرف لوٹ گیا۔ یہ سن کر میں نے شیخ شہاب الدین احمد سے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور آپ پر احسان کرے اگر میری جان میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیتا۔ (سعادۃ الدارین ص ۱۳۰)

حکایت ایک شخص کو پیشاب کی بندش کا عارضہ لاحق ہوا جب وہ علاج معالجے سے عاجز آگیا تو اس نے عالم زاہد عارف باللہ شیخ شہاب الدین ابن ارسلان کو خواب میں دیکھا اور ان کی خدمت میں اس عارضہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا۔ ارے بندۂ خدا تریاقِ مجرب کو چھوڑ کر کہاں کہاں بھاگا پھرتا ہے۔ یہ پڑھ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَلْبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے یہ درود پاک پڑھنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی۔ (نزہۃ المجالس ص ۔)

۸۔ دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا اللہ کے حضور دعا مانگنے سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔ کیوں کہ یہ عمل اللہ کو بہت پسند ہے کہ اس سے مانگنے سے پہلے اس کے محبوب کی تعریف کی جائے اس طرح اللہ تعالیٰ دعا جلد قبول کرتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَآءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود پیش نہ کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ درود شریف کے بغیر دعا زمین آسمان کے درمیان رک جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دعا سے قبل درود شریف کا پڑھنا ضروری ہے ایک اور روایت میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر دعا روک دی جاتی ہے۔ تاوقتیکہ نبی اکرم نورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھا جائے۔

(سعادت دارین)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب لوگ قبروں سے نکلیں گے، تو میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ اور جب لوگ جمع ہوں گے، تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہو جائیں گے، تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا اور جب سب ناامید ہوں گے، تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا اور کرامت کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میری عزت دربار الٰہی میں سب بنی آدم سے زیادہ ہوگی اور میں فخر سے نہیں کہتا۔ میرے گرد اگرد ہزار خادم پھریں گے جیسے کہ وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے اور کوئی دعا نہیں مگر اس کے اور آسمان کے درمیان ایک حجاب (پردہ رکاوٹ) ہے، تاوقتیکہ مجھ پر درود پاک پڑھ لیا جائے اور جب کہ درود پاک پڑھ لیا جائے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا اوپر کی طرف قبولیت کے لیے چڑھ جاتی ہے۔

وَعَنْ فَضَالَةَ ابْنِ عُبَيْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهٗ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی خداوندا میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر سرکار نے اس شخص سے فرمایا اے نمازی تو نے مانگنے میں جلدی کی طریقہ یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرتے وقت پہلے اللہ تعالیٰ اس کی شان کے لائق حمد و ثنا کرتے اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ نَحْوَہٗ۔

(ترمذی ابوداؤد نسائی)

پھر اللہ تعالیٰ سے جو چاہتے مانگتے۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد ایک اور شخص آیا جس نے نماز پڑھنے کے بعد دعا کی تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں درود کا ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا اے نمازی اب اپنے لیے دعا کر وہ مقبول ہو گی۔

اس حدیث پاک میں دعا مانگنے کا ایک بہتر طریقہ بتایا گیا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے اس کے بعد دعا کی جائے اس طرح دعا میں قبول ہونے کی تاثیر بڑھ جائے گی۔ ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ مَعَہٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَاْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰہِ ثُمَّ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ۔

(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا وہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے آپ کے پاس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے میں نے نماز سے فارغ ہو کر دعا میں پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر رسول اللہ کی خدمت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اب مانگ تو تمہیں دیا جائے گا اس جملہ کو سرکار نے دو مرتبہ فرمایا۔

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو، تو پہلے درود پاک پڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ اس کے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ اس سے دو دعائیں مانگی جائیں تو وہ ایک کو قبول کر لے اور دوسری کو رد کر دے۔ سعادت دارین

درود پاک بھی دُعا ہے اور بزرگانِ دین کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر عبادت مقبول بھی ہو سکتی ہے۔ اور مردود بھی سوا درود پاک کے کہ درود پاک کبھی رد نہیں ہوتا تو جب درود پاک دُعا کے ساتھ مل جائے گا، تو اللہ کریم و رحیم کے کرم و فضل سے یہ امید رکھو کہ وہ درود پاک کو دعا سے

ہلک کرکے اسے تو قبول کرے اور دوسری دعا کو رد دے بلکہ درود پاک کی برکت سے دعا بھی قبول ہو جاتی ہے، اگرچہ اس کا اثر وانجام کسی بھی رنگ میں ظاہر ہو۔ آب کوثر ست درایں میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم مجھے مسافر کے پیالے کی طرح نہ بنالو۔ دربارِ نبوت میں عرض کیا گیا حضور مسافر کا پیالہ کیسے ہوتا ہے تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا مسافر جب ضروریات سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پیالہ میں پانی ڈال دیتا ہے۔ زاں بعد اگر اسے ضرورت محسوس ہوتی، تو اس سے پانی پی لیا، ورنہ پانی کو گرا دیتا ہے تم ایسا نہ کرو، بلکہ جب دعا مانگو تو اس کے شروع میں بھی مجھے رکھو اور درمیان میں اور آخر میں بھی۔

حکایت ایک بادشاہ بیمار ہو بیماری کی حالت میں چھ مہینے گذر گئے کہیں سے آرام نہ آیا بادشاہ کو پتہ چلا کہ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ یہاں آئے ہوئے ہیں اس نے عرض کر بھیجا کہ تشریف لائیں جب آپ تشریف لائے تو دیکھ کر فرمایا "فکر نہ کرو! اللہ تعالےٰ کی رحمت سے آج ہی آرام ہو جائے گا۔ آپ نے درود پاک پڑھ کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اسی وقت وہ تندرست ہو گیا یہ برکت ساری درود پاک کی ہے۔ راحت القلوب

حکایت نیز حضرت شیخ احمد بن ثابت مغربی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے درود پاک کے فضائل جو دیکھے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہیں ایک نے کہا "آ میرے ساتھ چل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیصلہ کرالیں۔

چنانچہ وہ دونوں چلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا دیکھا تو سید دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بلند جگہ پر جلوہ افروز ہیں جب حاضر ہوئے تو ایک نے عرض کی "یا رسول اللہ! اس شخص نے مجھ پر گھر جلا دینے کا الزام لگایا ہے۔

یہ سن کر شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس نے تجھ پر افترا کیا ہے اسے آگ کھا جائے گی پھر میں بیدار ہو گیا اور میں دربارِ رسالت میں کچھ عرض نہ کر سکا۔ پھر میں نے دربار الٰہی میں دعا کی یا اللہ! مجھے پھر زیارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف فرما۔ دعا کے بعد میں سو گیا دیکھتا ہوں کہ منادی ندا کر رہا ہے کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

زیارت کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے اور میں نے دیکھا کہ کافی لوگ اس ندا کرنے والے کے پیچھے جا رہے ہیں جن کے لباس سفید ہیں تو میں نے ایک سے پوچھا کہ خدا کے لیے اور رسول اکرم کے لیے مجھے بتاؤ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں؟

اس نے کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلاں مکان میں جلوہ گر ہیں یہ سن کر میں نے دعا کی "یا اللہ! درود پاک کی برکت سے مجھے اپنے حبیب پاک تک ان لوگوں سے پہلے پہنچا دے" صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! تاکہ میں تنہائی میں زیارت کر سکوں اور اپنی مراد حاصل کر سکوں۔ تو مجھے کسی چیز نے بجلی کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربار میں حاضر کر دیا جب حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تنہا قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرہ انور سے نور چمک رہا ہے میں نے عرض کی الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ!

یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے "مرحبا!" فرمایا تو میں اپنے چہرے کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود مبارک میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ فرمایا "درود پاک کی کثرت کرو۔" پھر میں نے عرض کی "حضور! آپ اس بات کے ضامن ہو جائیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی بن جائیں۔ تو فرمایا "میں تیرا ضامن ہوں کہ تیرا ایمان پر خاتمہ ہوگا" پھر میں نے وہی عرض کی تو فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی سارے کے سارے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو جائے لہٰذا میں تیرا ضامن ہوں کہ تیرا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

میں نے عرض کی "ہاں! یا رسول اللہ مجھے منظور ہے" پھر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرائے میں یہ دربار رسالت میں عرض کرنے ہی والا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "مجھ پر درود پاک کی کثرت کو لازم پکڑو اور مقام کی زیارت اور ہر وہ بات جو تجھے درجات تک پہنچانے والی ہے۔ ہم اس کو پورا کریں گے۔

پھر میرے دل میں اس بات کی حشمت در عجب پیدا ہوا کہ جب میں کون و مکان، زمین و

آسمان کے آقا کی زیارت سے نواز آگیا ہوں تو مجھے اور کیا چاہیئے ؟ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ!
ہر نبی و رسول ہر ولی اور حضرت خضر علیہ السلام نے حضور کے نور سے ہی اقتباس کیا ہے اور حضور
کے بحرِ ذخار سے سب نے چلو بھرا ہے تو جب مجھے حضور کی زیارت ہو گئی تو گویا میں نے سب
کی زیارت کر لی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

زاں بعد باقی لوگ جن کو میں پیچھے چھوڑ آیا تھا وہ حاضر ہو گئے اور وہ بلند آواز سے پڑھتے
آرہے تھے: "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! جب وہ حاضر ہوئے تو میں آقائے
دو جہاں صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حضور ایک جانب بیٹھا تھا۔

رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو بشارتیں
دیں لیکن ان کے ساتھ ایک شخص اور بھی آیا تھا اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دھتکار
دیا۔ اور فرمایا: اے مردود! اے آگ کے چہرے والے! تو پیچھے ہٹ جا! میں نے اس کی صورت
دیکھی تو وہاں آنے والوں جیسی نہ تھی کیونکہ وہ شیطان تھا اور پھر سید دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہٖ وسلم ان حاضرین کے ساتھ گفتگو سے فارغ ہوئے تو فرمایا" اب تم جاؤ! اللہ تعالیٰ
تمہیں برکتیں عطا کرے اور مجھے میرے پوتے کے ساتھ (میری طرف اشارہ کر کے) رہنے دو۔

تو میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں سید ہوں؟ فرمایا ہاں! تو سید ہے؟ میں نے عرض
کی کیا میں حضور کی اولاد پاک سے ہوں فرمایا ہاں! تو میری نسل پاک سے ہے؟ تو میں نے اللہ
تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں نے عرض کیا" حضور مجھے نصیحت فرمائیے جس کے ساتھ اللہ
مجھے نفع دے" تو فرمایا" تجھ پر لازم ہے کہ درود پاک کی کثرت کرے اور کھیل تماشے سے
پرہیز کرے"۔

میں بیدار ہوا تو میں نے سوچا وہ کون سا کھیل تماشا ہے کہ میں اُسے ترک کر دوں میں نے
بہتیرا غور کیا مگر مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے؟ پھر میں نے خیال کیا شاید کوئی آئندہ رونما ہونے
والی کوئی بات ہو" لا حول ولا قوۃ الا باللہ" فعل بد سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ
تعالیٰ رحم فرمائے۔ (سعادۃ الدارین)

۹۔ درود پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا ذریعہ ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا حاصل ہونا بڑی خوش بختی کی دلیل ہے اور یہ قربت اہل روحانیت کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ کثرت سے درود پاک پڑھتے ہیں وہ قیامت کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں گے۔ اس کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری بارگاہ میں کثرت سے درود پڑھنے والوں کو میرا زیادہ قرب میسر ہوگا (ترمذی)

۲۔ ان اقربکم منی یوم القیامة فی کل موطن اکثرکم علی صلاة فی الدنیا من صلی علی فی یوم الجمعه ولیلة الجمعة قضی الله له مائة حاجة سبعین من حوائج الآخرة وثلاثین من حوائج الدنیا ثم یوکل الله بذالک ملکا یدخله فی قبری کما تدخل علیکم الهدایا یخبرنی بمن صلی علی باسمه ونسبه الی عشیرته فاثبته مندی فی صحیفة بیضاء۔

(سعادة الدارین)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، روز قیامت تم میں سے ہر مقام اور ہر جگہ میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر درود پاک کی کثرت کی ہوگی اور تم میں سے جو جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پاک پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو کہ اس درود پاک کو لے کر میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے آتے ہیں اور وہ فرشتہ عرض کرتا ہے حضور یہ درود پاک کا ہدیہ فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا فلاں قبیلے کا ہے، اس نے بھیجا ہے، تو میں اس درود پاک کو نور کے سفید صحیفے میں محفوظ کر لیتا ہوں۔

۳۔ اکثروا من الصلاة علی فی

اے میری امت! مجھ پر ہر جمعہ کے دن درود

كل يوم جمعة فان صلاة امتى تعرض على فى كل يوم جمعة فمن كان اكثرهم على صلاة كان اقربهم منى منزلة - (جامع صغیر)

پاک کی کثرت کرو، کیونکہ میری اُمت کا درود پاک مجھ پر ہر روز پیش ہوتا ہے۔ لہٰذا جس نے مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا ہوگا اس کی منزل مُجھ سے زیادہ قریب ہوگی۔

۴۔ عن على بن ابى طالب رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم قال من صل على صلاة كتب الله له قيراطا والقيراط مثل احد (القول البديع)

حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔

حکایت ایک مولوی صاحب جو کہ لوگوں کو درود پاک کی عموماً ترغیب دیتے رہتے تھے اور خود بھی لوگوں میں بیٹھ کر درود پاک پڑھا کرتے تھے۔ ان کا ایک شاگرد حج کرنے گیا جب وہ مدینہ منورہ حاضر ہوا تو اس کا بیان ہے کہ میں روضۂ انور کے مواجہ شریف کے سامنے کھڑا نعت پاک پڑھ رہا تھا اسی حالت میں نیند آ گئی۔

دیکھا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جلوہ افروز ہیں اور ایک طرف سیدنا صدیق اکبر اور دوسری طرف سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے ہیں اور پیچھے کافی لوگ بیٹھے ہیں اور اس حالت میں بھی نعت پاک پڑھ رہا ہوں۔ جب نعت پاک ختم ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے میری جھولی میں کچھ ڈال دیا میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حج بدل کرنے آیا ہوں اور انھوں نے مجھے کچھ نہیں دیا"

یہ سُن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کچھ میری جھولی میں ڈال دیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کی "حضور! کوئی اور بھی فرمان ہے" تو فرمایا اپنے استاد صاحب کو ہمارا سلام کہہ دینا"

"والحمد لله رب العالمين"

حکایت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے پاس آیا سلام کرنے کے لیے، تو حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
"مرحبا! اے بھائی! میں نے رات عالم رویا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کی ہے
مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ڈول دیا میں نے اس میں سے سیر ہو کر پیا ہے جس کی ٹھنڈک
میں ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا حضرت آپ پر یہ عنایت کس وجہ سے ہے فرمایا
"کثرت درود پاک کی وجہ سے" (سعادۃ دارین)

۱۰ درود پاک قبر کا ساتھی ہے

درود شریف قبر کا ساتھی ہے یعنی یہ اس مقام پر بھی کام آئے گا جہاں سوائے نیک اعمال کے اور کوئی
چیز کام نہیں آئے گی۔ دنیا کا مال دنیا میں پڑا رہ جائے گا لہٰذا میرے اسلامی بھائی یہ بات
اپنے ذہن میں رکھ لیں کہ قبر میں سب سے پہلے امتحان کا وقت آتا ہے جونہی مردہ عالم برزخ
میں داخل ہوا تو امتحان والے فرشتے حاضر ہو گئے جو کچھ دنیا میں کیا تھا آج وہ مکمل کر سامنے آجائے
گا۔ وہ سوال کریں گے کہ تمہارا رب کون ہے تو جس نے اللہ کو مانا ہو گا وہ جواب دے گا کہ میرا
رب اللہ ہے پھر سوال ہو گا تیرا دین کیا ہے تو جس نے دین اسلام کو قبول کر کے اس پر عمل کیا ہو
گا تو وہ جواب دے گا میرا دین اسلام ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جائے
گا کہ یہ ہستی کون ہے تو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر جواب دے گا کہ یہ میرے محبوب
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان وہی کرے گا جسے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایمان اور محبت ہو گی۔ اور درود شریف کا پڑھنا رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل ہے کیوں کہ جو دنیا میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ان پر درود
بھیجتا ہے وہ انہیں اس روز پہچان لے گا اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے
درود پڑھنے کی تلقین کی ہے لہٰذا میرے بھائی یہ یاد رکھ کہ درود قبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعے قبر روشن ہو جائے گی۔ اور یہی قبر میں
راحت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنا چاہیے۔

حکایت

القول البدیع میں علامہ سخاوی نے درج کیا ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میرا ایک ہمسایہ فوت ہو گیا تھا

میں نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا۔ حضرت! آپ کیا پوچھتے ہیں؟ بڑے بڑے خوفناک منظر میرے سامنے آئے منکر نکیر کے سوال وجواب کا وقت تو مجھ پر بڑا ہی خطرناک اور دشوار آیا حتیٰ کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوا ہے کہ نہیں۔

اچانک مجھ سے کہا گیا کہ دنیا میں تیری زبان بیکار رہی اس وجہ سے تجھ پر یہ مصیبت آئی ہے۔ پھر جب عذاب کے فرشتوں نے مجھے مارنے کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اور اُن فرشتوں کے درمیان ایک نوری انسان حائل ہو گیا جو کہ نہایت حسین وجمیل تھا اور اس کے جسم پاک سے خوشبو مہکتی تھی۔

منکر نکیر کے سوالات کے جوابات وہ مجھے پڑھاتا گیا اور میں فرشتوں کو جواب دیتا گیا اور میں کامیاب ہوتا گیا۔ پھر میں نے اس نوری انسان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا میں تیرا وہ درود پاک ہوں جو تو نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پڑھا۔ اب تو فکر نہ کر میں تیرے ساتھ ہی رہوں گا قبر میں، حشر میں، پل صراط، میزان پر ہر مشکل مقام پر تیرے ساتھ رہوں گا اور تیرا مددگار رہوں گا۔

حکایت نیز حضرت شیخ جزولی صاحب دلائل الخیرات قدس سرہٗ کے وصال کے ستتر سال بعد آپ کو قبر مبارک سے نکالا گیا اور سوس سے مراکش منتقل کیا گیا جب آپ کا جسد مبارک کھولا گیا تو دیکھا کہ آپ کا کفن بھی بوسیدہ نہیں ہوا تھا اور آپ بالکل صحیح وسالم ہیں جیسے کہ آج ہی لیٹے ہیں۔

نہ تو زمین نے آپ کو چھیڑا ہے نہ آپ کی کوئی حالت بدلی ہے بلکہ جب آپ کا وصال ہوا تھا تو آپ نے تازہ تازہ خط بنوایا تھا اور ستتر سال کے بعد جب آپ کا جسد مبارک نکالا گیا تو ایسے تھا جیسے آج ہی خط بنوایا ہے۔ بلکہ کسی نے براہِ امتحان آپ کے رُخسار مبارک پر انگلی رکھ کر دبایا اور انگلی اٹھائی تو اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور وہ جگہ سفید نظر آرہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ جگہ سرخ ہو گئی۔ جیسے کہ زندوں کے جسم میں خون رواں ہوتا ہے اور دبانے سے یوں ہی ہوتا ہے۔ اور یہ ساری بہاریں درود پاک کی کثرت کی برکت سے ہیں۔ (مطالع المسرات)

حکایت حضرت احمد بن ثابت مغربی قدس سرہ نے فرمایا میں نے جو درود پاک کی برکتیں دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ایک رات تہجد کے لیے اٹھا تہجد پڑھ کر بیٹھ کر درود پاک پڑھنا شروع کر دیا پڑھتے پڑھتے مجھے اونگھ آگئی تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو پکڑے ہوئے گھسیٹتے لے جا رہے ہیں جس کے گلے میں طوق تھا۔

گندھک کا لباس جو کہ ٹخنوں تک تھا پہنا ہوا ہے اور وہ بڑے جسم والا بڑے سر والا آدمی تھا۔ اس کا چہرہ سیاہ ناک بڑی اور منہ پر چیچک کے داغ تھے۔ میں نے ان گھسیٹنے والوں سے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام دیکر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ! یہ کون ہے"؟

انھوں نے جواب دیا یہ ابوجہل ملعون ہے" تو میں نے اس سے کہا "اے خدا تعالیٰ کے دشمن! تیری یہی سزا ہے اور یہ سزا اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کرے پھر میں نے دعا کی یا اللہ! یہ تو تھا تیرا اور تیرے پیارے نبی کا دشمن ہو یا اللہ! اب مجھے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار سے مشرف فرما! یا اللہ! مجھے یہ انعام عطا کر! ارحم الراحمین ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ میں ہوں جس کو میں پہچانتا نہیں اچانک ایک جان پہچان والا دوست جو کہ حاجی اور نیک بزرگ تھا میں سے ملے اسے سلام کہا اس نے جواب دیا میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔

فرمایا میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف کو جا رہا ہوں۔ میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا ایک گھڑی گذری تھی کہ ہم مسجد نبوی شریف میں پہنچ گئے تو ساتھی نے فرمایا یہ ہے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد مبارک۔

میں نے کہا "یہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد ہے لیکن مسجد والے آقا کہاں ہیں"؟۔ اس نے کہا" ذرا صبر کرو! ابھی حضور تشریف لانے والے ہیں" تو شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور ان کے ساتھ ایک اور کامل بزرگ بھی تھے جن کے چہرہ انور میں نور تھا میں نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور سلام عرض کیا تو حضور نے فرمایا اللہ کے پیارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام عرض کرو پھر میں نے ان

کی خدمت بابرکت میں بھی سلام عرض کیا اور دونوں سرکاروں سے دعا کی درخواست کی تو دونوں حضرات نے دعا فرمائی۔

پھر میں نے دونوں کے حضور عرض کی کہ آپ دونوں میرے ضامن ہوجائیں تو آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں تیرے لیے اس بات کا ضامن ہوں کہ تیرا خاتمہ ایمان پر ہوگا؛ پھر میں نے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع عطا کرے۔ یہ سن کر فرمایا" زد فی الصلوٰۃ علیّ یعنی مجھ پر درود پاک کی کثرت کرو!؟

پھر میں نے عرض کیا" یارسول اللہ! جب میں درود پاک پڑھتا ہوں تو کیا آپ میرا درود پاک سنتے ہیں تو فرمایا ہاں! سنتا ہوں اور تیری مجلس میں ملائکہ مقربین بھی آتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ میرے ضامن ہوجائیں! تو فرمایا تو میری ضمانت میں ہے۔ میں نے عرض کی حضور! میرے متوسلین کے بھی ضامن ہوجائیں! فرمایا میں ان کا بھی ضامن ہوا۔

میں نے عرض کی حضور! میرے متوسلین میں سے فلاں بھی ہے؟ فرمایا وہ نیکو کاروں سے ہے۔ پھر میں نے اپنے شیخ کے متعلق عرض کی تو فرمایا وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ حضور ان سب کے ضامن ہوجائیں۔ جو میری اس کتاب کو پڑھیں جو میں نے درود پاک کے متعلق لکھی ہے فرمایا میں اس کتاب کے پڑھنے والوں کا اور جو اس میں مندرجہ درود پاک پڑھنے والے ہیں سب کا ضامن ہوا اور تجھ پر لازم ہے کہ تو اس درود پاک کو پڑھے اور کثرت کرے۔ اور تیرے لیے ہر وہ نعمت ہے جو تو نے سوال کیا۔

پھر میں بیدار ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے درود پاک کی کثرت کی توفیق عطا فرمائے گا اور یہ کہ وہ ہمیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے دونوں جہان میں محروم نہیں رکھے گا۔ (سعادۃ الدارین صفحہ ۱۰۶)

حکایت امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک مالدار آدمی تھا۔ جس کا کردار اچھا نہیں تھا۔ لیکن اسے درود پاک پڑھنے کا بڑا شوق تھا کسی وقت وہ درود پاک سے غافل نہیں رہتا تھا۔ جب اس کا آخری وقت آیا اور جانکنی کی حالت طاری ہوئی تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور بہت زیادہ تنگی لاحق ہوئی۔

پوچھا کس عمل کے سبب؟ فرمایا پانچ کلموں کے سبب جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود پاک پڑھا کرتا تھا۔ وہ پانچ کلمات کون سے ہیں؟ فرمایا وہ یہ ہیں۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اُمِرْتَ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ وَ۔ ساری نیکیاں سب عبادتیں اور ساری دعائیں روک دی جاتی ہیں۔ جب تک مجھ پر درود پاک نہ پڑھا جائے سن لے! اگر کوئی بندہ قیامت کے دن دربار الٰہی میں سارے جہاں والوں کی نیکیاں لے کر حاضر ہو جائے اور ان نیکیوں میں مجھ پر درود پاک نہ ہوا تو ساری کی ساری نیکیاں اس کے منہ پر مار دے جائیں گی ان میں سے ایک بھی نیکی قبول نہ ہو گی۔ (درۃ الناصحین)

ایک اور روایت میں عبداللہ بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے خواب میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا اور پوچھا "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

فرمایا" مجھ پر رحم فرمایا اور بخش دیا اور میرے لیے جنت یوں سجائی گئی جیسے کہ دلہن کو سجایا جاتا ہے اور مجھ پر نعمتیں یوں نچھاور کی گئیں، جیسے کہ دولہا پر نچھاور کرتے ہیں"۔ میں نے پوچھا "کس عمل کے سبب؟ فرمایا" رسالہ میں جو درود پاک لکھا ہے اس کے سبب" میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ یوں ہے۔

"صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ"

میں بیدار ہوا، صبح کو میں نے رسالہ" دیکھا تو وہی لکھا ہوا دیکھا جو انھوں نے خواب میں فرمایا تھا۔ (سعادۃ الدارین)

۱۱۔ درود شریف لکھنے کا ثواب

تحریر لکھتے ہوئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے تو اس کے ساتھ درود لکھنے کا بہت اجر ہے کیوں کہ جب کوئی پڑھنے والا اسے پڑھے گا تو لکھنے والے کو ثواب ملے گا اور اس طرح لکھنے والے کی نیکیوں میں اس وقت تک اضافہ رہے گا جب تک وہ تحریر رہے گی۔

من كتب عنی علما فكتب معه صلاة علی لم يزل فی اجر ما قوی ذالك الكتاب۔

جس شخص نے میری طرف سے کوئی علم کی بات لکھی اور اس کے ساتھ مجھ پر درود پاک لکھ دیا تو جب تک وہ کتاب پڑھی جائے گی، اس کو ثواب ملتا رہے گا۔

(سعادۃ الدارین ص۳۵)

آپ کے نام نامی پر درود شریف لکھنے میں اظہار عقیدت اور محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اور تقاضا محبت یہی ہے کہ آپ کا نام جب لکھے سنے یا پڑھے تو درود پاک کا اظہار کرے اور جب لکھے تو اس کے ساتھ درود ضرور لکھے درود شریف لکھنے والے بہت سے نیک اور صالح حضرات ایسے ہوئے ہیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے کچھ واقعات حسب ذیل ہیں۔

حکایت حضرت شیخ احمد بن ثابت غربی نے بیان کیا ہے کہ "میں نے خواب میں سید علی الحاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بعد وصال دیکھا اور پوچھا "حضرت آپ کے ساتھ دربار الٰہی میں کیا معاملہ پیش آیا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے مجھے اکرام عطاء فرمایا ہے اور میں نے رب تعالیٰ جل شانہ کو بڑا ہی رحیم و کریم پایا ہے۔"

پھر میں نے ان دوستوں کے متعلق پوچھا جو کہ پاس ہی مدفون تھے۔ فرمایا "وہ سب خیریت سے ہیں۔" پھر میں نے عرض کی آپ مجھے کچھ وصیت کریں۔ فرمایا تجھ پر اپنی والدہ کی خدمت لازم ہے کیونکہ وہ بڑھی نیک ہے۔ پھر میں نے عرض کی میں آپ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو ہمارے حال سے کچھ پتہ چلا ہے یا نہیں؟۔

فرمایا کہ تجھے بڑی تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک کی کثرت رکھو اور جو آپ نے درود پاک کے متعلق لکھا۔ اس کو پڑھو اور زیادہ پڑھو!" میں نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے درود پاک کے متعلق کتاب لکھی ہے حالانکہ میں نے آپ کے انتقال کے بعد لکھی ہے۔ فرمایا اللہ کی قسم! اس کا نور ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں چمک رہا ہے۔ سعادۃ الدارین

حکایت شیخ احمد بن ثابت مغربیؒ نے فرمایا کہ جب میں نے درودِ پاک کے متعلق کتاب لکھنا شروع کی میں غار طلع میں جو کہ شیخ علی کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے قریب ہے تھا میں نے تقریباً دو باب لکھے تھے کہ میرے پاس میرے پیر بھائی حضرت احمد بن ابراہیم حیدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ اور ہم دونوں شیخ احمد بن موسیٰ کے ساتھ اکٹھے ہوئے جب ہم نے عشاء کی نماز ادا کی اور ہر ایک نے اپنا اپنا وظیفہ پڑھا اور اپنے بستروں پر لیٹ گئے میرے ساتھی تو سو گئے، اور میں درود پاک کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جب ایک تہائی رات گذری تو شیخ احمد بن ابراہیم بیدار ہوئے انہوں نے تازہ وضو کیا نوافل پڑھے اور دعا مانگ کر پھر سو گئے اور میں اپنے کام میں مشغول رہا۔ وہ پھر بیدار ہوئے اور مجھ سے کہا "اے بھائی! میرے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دعا سے نفع عطا کرے"۔ میں نے کہا آپ کو میرے حال سے کیا ظاہر ہوا ہے کہ میں آپ کے لیے دعا کروں۔

یہ سن کر فرمایا "میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص منادی کر رہا ہے جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم دونوں چلنے والوں کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اچانک ایک مکان سامنے آگیا اس کا دروازہ بند تھا اور سب لوگ منتظر تھے کہ کب کھلے چنانچہ میں آگے بڑھا تاکہ دروازہ کھولوں۔ میں نے کوشش کی لیکن مجھ سے دروازہ نہ کھل سکا اور پھر، آپ نے کہا "پیچھے ہٹ جاؤ، میں کھولتا ہوں" آپ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو کھل گیا۔ جب دروازہ کھلا تو میں آپ کو پیچھے کر کے خود آگے ہو کر جلدی سے اندر داخل ہوا دیکھا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔

میں نے جب حضور کو دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرۂ انور مجھ سے دوسری طرف پھیر لیا، بلکہ چہرہ انور ڈھانپ لیا اور مجھے فرمایا "اے فلاں! پیچھے ہٹ جا" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کو پکڑ کر سینہ کے ساتھ لگا لیا۔ تو میں پریشان ہو کر بیدار ہوا اور وضو کر کے نوافل پڑھے کچھ تلاوت کی، دعا کر کے سو گیا کہ یا اللہ! مجھے پھر اپنے حبیب پاک کی زیارت کرا!

جب میں سو گیا تو پھر منادی کی صدا سنائی دی پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم نے بھاگنا شروع کیا جب اس مکان پر پہنچے تو اسی طرح اسے بند پایا اور لوگ کھلنے کے انتظار میں کھڑے ہیں پھر میں اسی طرح آگے بڑھا مجھ سے نہ کھلا اور پھر آپ نے آگے بڑھ کر کھولا اور پھر میں آپ سے آگے ہو کر جلدی سے اندر داخل ہوا تو دیکھا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں پھر مجھے فرمایا "اے فلاں! مجھ سے دور ہو جا" اور جب آپ حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ پر بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو پکڑ کر سینۂ انور کے ساتھ لگا لیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کا کوئی عمل ہے جس نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے راضی کر دیا ہے اس لیے میں کہتا ہوں کہ آپ میرے لیے دعائے خیر کریں۔

اس واقعہ سے میں نے جان لیا کہ میری نیت خیر ہے اور میرا درود پاک مقبول ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل ہم پر زیادہ کرے گا۔ اور ہم پر اپنے حبیب کی زیارت سے احسان فرمائے۔ بحرمت اس ذات والا صفات کے جس پر وہ خود اور اس کے جن و انس سب درود بھیجتے ہیں۔ (سعادۃ الدارین صـ۱۴۳)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ وسلم لکھنے کی تاکید

ہناد بن ابراہیم نسفی نے بیان کیا کہ میں خواب میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف سے منقبض ہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی "یا رسول اللہ! میں اصحابِ حدیث سے ہوں اور اہل سنت سے ہوں اور غریب ہوں"۔

یہ سن کر آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ جب تو مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے۔ تو سلام کیوں چھوڑ دیتا ہے؟ اس کے بعد جب بھی میں درود پاک لکھتا تو صرف صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ پورا صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا۔ (سعادۃ دارین)

درود شریف لکھنے کے متعلق شیخ احمد مغربی کا واقعہ

شیخ احمد بن ثابت مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا جو میں نے درود پاک پڑھنے کے فیوض و برکات دیکھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن میں رات کے آخری حصے میں اٹھا وضو کیا نماز تہجد پڑھی اور دیوار کے ساتھ پشت لگا کر صبح کے انتظار میں بیٹھ گیا تو مجھے نیند آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ میرے قریب چل رہے ہیں میں ان کے ساتھ چلا اور میں ایک نوجوان نو عمر کے پاس پہنچ گیا۔ چونکہ وہ میرا ہم عمر تھا اس لیے مجھے اس سے انس ہوا تو میں جلدی سے اس کی طرف گیا تا کہ اس سے پوچھوں کہ آپ لوگ کون ہیں؟ میں نے اس کے قریب جا کر سوال کیا "اے اللہ کے بندے! میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کے نام پہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پہ پوچھتا ہوں کہ آپ کس مخلوق سے ہیں؟

اس نے کہا ہم جن ہیں اور ہم مسلمان ہیں اور ہم جنوں میں سے ایک عابد جن کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔ مگر یہ اس نے پست آواز میں کہا پھر میں نے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے نام سے سوال کرتا ہوں کہ آپ لوگ کون ہیں؟ تو اس نے بلند آواز سے کہا ہم مسلمان جن ہیں۔ اس کی اس بات کو سب نے سن لیا۔ پھر ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ایک شہر پہنچ گئے جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ ہم شہر میں داخل ہوتے تو اس نوجوان ساتھی نے مجھے کہا کہ ہمارے گھر چلو تا کہ میری والدہ آپ کی زیارت کرے میں اس کے ساتھ اس کے گھر چلا تو اس ساتھی نے اپنی والدہ سے کہا امی جان! یہ ہے احمد بن ثابت۔

یہ سن کر اس کی والدہ نے پوچھا آپ احمد بن ثابت ہیں؟ تو میں نے اس کو سلام کیا اور پھر پوچھا "آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہے کہ میں احمد بن ثابت ہوں؟" اس پر اس ساتھی کی والدہ نے کہا "ہم اس وقت سے تجھے جانتے ہیں جب سے آپ نے درود پاک کے متعلق کتاب لکھنا شروع کی تھی۔" پھر میں نے سوال کیا کہ کیا تم کسی ولی اللہ کو جانتے ہو؟ جس کے ساتھ تم ولیوں کا کا معاملہ کرتے ہو اور اس کی خدمت کرتے ہو تو اس کی والدہ نے کہا "ہم صرف سید محمد سعدی کو جانتے ہیں جو کہ علاقہ عردی کے باشندے ہیں۔"

میں نے کہا "سبحان اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کا ولی صرف سید محمد سعدی ہی ہے" تو اس نے کہا ہم صرف ان کو جانتے ہیں اور وں کو نہیں جانتے۔ وہ مرد ہے کہ تمہارے نزدیک چھپا ہوا ہے لیکن ہمارے جنوں کے ہاں اس کی ولایت ظاہر ہے۔

پھر میرے اُس ساتھی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ان اللہ والے کے پاس لے گیا جس کی زیارت کے لیے ہم چلے تھے تو میں نے انھیں اُونچے مکان میں دیکھا کہ ایک جماعت ان کے ساتھ ہے اور وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔ اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھ رہے ہیں اور وہ بار بار یوں عرض کرتے ہیں " ماطلعت شمس ولاقمر ا ضوء من وجھک یا سید البشر " یعنی لے انسانوں کے سردار! نہیں چمکا کبھی سورج نہ چاند، جو آپ کے چہرۂ انور سے زیادہ روشن ہو" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

اور جب اس بزرگ نے مجھے دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے سلام کرنے کے بعد اپنے پاس بٹھالیا اور جو لوگ وہاں حاضر تھے وہ خاموش ہوگئے وہ بزرگ اپنے ہمنشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "یہ ہے احمد بن ثابت"۔

یہ سن کر اُن کے ہم نشین کھڑے ہوگئے اور میرے پاس آگئے پھر میں نے کہا "اے میرے آقا! میں اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا ہوسکتا ہے کہ وہ احمد بن ثابت کوئی اور ہو جس کی تعریف آپ نے اپنے معتقدین سے کی ہے" فرمایا نہیں! بلکہ وہ آپ ہی ہیں"۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپ مجھے کب سے جانتے ہیں تو فرمایا جب سے آپ نے درود پاک کے متعلق کتاب لکھنا شروع کی ہے۔ اس وقت سے ہم آپ کو جانتے ہیں۔ آپ کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کے لیے خیر و بھلائی ہے۔ اور آپ ڈریں نہیں"۔ پھر میں نے کہا "اے آقا! مجھے خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بتائیں کہ آپ کا نام اور نسب کیا ہے؟"

فرمایا "میرا نام عبداللہ خنجرہ بن محمد ہے اور میں شہر واق واق کا رہنے والا ہوں میں یہاں جنوں کی ملاقات کے لیے آیا ہوں" اور پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور وصیت فرمائی کہ درود پاک کی کثرت رکھنا اور فرمایا کہ اس سے آپ کو فوائد کثیرہ حاصل ہوں گے"۔

(سعادۃ دارین)

حکایت حضرت شیخ احمد بن ثابت مغربی قدس سرہٗ نے فرمایا حکومت کے دو سپاہی تھے

جن کو میں جانتا تھا۔ وہ دونوں فوت ہو گئے۔ بعد ازاں میں نے ان دونوں کو دیکھا تو میں نے پوچھا "کیا تم دونوں فوت نہیں ہو چکے؟" دونوں نے کہا "ہاں! ہم فوت ہو چکے ہیں" پھر میں نے پوچھا "خدا کے لیے مجھے بتاؤ! کہ تمہارا کیا حال ہے؟" دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر رحم فرمایا ہے۔"

میں نے کہا تم جب فوت ہوئے تھے تو تم حکومت کے سپاہی تھے؟" انھوں نے کہا ہاں! "ایسے ہی ہے لیکن ہم طاعون سے مرے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور ہمیں بخش دیا۔ میں نے سوال کیا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم پر ہمارا حال بھی کچھ ظاہر ہوتا ہے یا نہیں؟" انھوں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ صدیقوں میں سے ہیں۔"

پھر میں نے کہا "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا وہ سچ ہے؟ دونوں نے کہا ہاں! اللہ کی قسم! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر کثیر ہے میں نے پوچھا یہ کس وجہ سے ہے؟ تو دونوں نے بتایا کہ آپ نے درود پاک کے متعلق کتاب لکھی ہے۔ اس وجہ سے یہ اجر ہے۔"

پھر میں نے ایک دوست کے متعلق سوال کیا جو فوت ہو چکا تھا انہوں نے بتایا کہ وہ خیریت سے ہے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہمیں نفع دے اور رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھنے کی محبت عطا فرمائے۔ (سعادۃ الدارین)

حکایت حضرت سید محمد بن سلیمان جزولی صاحب دلائل الخیرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ تشریف لے گئے اور وہاں پر نماز کا وقت ہو گیا آپ نے وضو کا ارادہ کیا دیکھا تو ایک کنواں ہے جس میں پانی موجود ہے لیکن اس پر کوئی پانی نکالنے کا سامان (رسی ڈول) وغیرہ نہیں ہے۔"

فرمایا میں اسی فکر میں تھا کہ ایک بچی نے مکان کے اوپر سے جھانکا اور پوچھا "آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟" فرمایا "بیٹی مجھے وضو کرنا ہے مگر پانی نکالنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

اس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟

فرمایا مجھے محمد بن سلیمان جزولی کہتے ہیں۔ یہ سن کر اس بچی نے کہا اچھا آپ ہی ہیں کہ جن کی مدح وثنا کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ مگر کنویں سے پانی نہیں نکال سکتے۔

یہ کہہ کر اس بچی نے کنویں میں اپنا آب دہن ڈال دیا۔ تو آنا فانا پانی کناروں تک آگیا بلکہ زمین پر بہنے لگا۔ آپ نے وضو کیا اور نماز سے فارغ ہو کر اس بچی سے پوچھا بیٹی میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتا! تو نے یہ کمال کیسے حاصل کیا؟

بچی نے کہا "یہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے یہ اس ذات گرامی پر درود پاک کی برکت ہے جو کہ اگر جنگل میں تشریف لے جائیں تو درندے چرندے آپ کے دامن میں پناہ لیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو حضرت شیخ جزولی قدس سرہ نے وہاں قسم کھائی کہ درود پاک کے متعلق کتاب لکھوں گا اور پھر آپ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "دلائل الخیرات" ہے۔ (سعادۃ الدارین)

۱۲۔ درود پڑھنے والوں پر اللہ کے فرشتے درود پڑھتے ہیں

یہ خدا کا کتنا بڑا انعام ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسول پر درود بھیجیں تو اس کے بدلے میں فرشتے ان کی صفت کریں اور اللہ کے حضور درود پڑھنے والوں کے لیے رحمت کی دعائیں کریں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس درود خواں پر ستر رحمتیں بھیجتے (احمد)

علامہ سخاوی نے القول البدیع میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ مسجدوں کے اوتاد ہوتے ہیں، ان کے ہمنشین فرشتے ہیں کہ اگر وہ کہیں چلے جائیں تو فرشتے ان کو تلاش کرتے ہیں اور اگر وہ بیمار ہو جائیں، تو فرشتے ان کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور جب فرشتے ان کو دیکھتے ہیں تو ان کو مرحبا کہتے ہیں اور اگر وہ کوئی حاجت طلب کریں تو فرشتے ان کی امداد و اعانت کرتے ہیں اور جب وہ بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کے قدموں سے لے کر آسمان تک

انہیں گھیر لیتے ہیں۔ ان فرشتوں کے ہاتھوں میں چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم ہوتے ہیں جن سے وہ رسولِ اکرم روحِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھنے والوں کا درود پاک لکھتے ہیں اور وہ فرشتے کہتے ہیں تم ذکر و درود پاک زیادہ کرو، تم پر اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرے۔ تم زیادہ پڑھو تمہیں اللہ تعالیٰ زیادہ انعام واکرام سے نوازے اور جب وہ ذکر کرتے ہیں تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کی دعا قبول کی جاتی ہے اور ان پر خوبصورت آنکھوں والی حوریں جھانکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت خاصہ ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے جب تک کہ وہ دنیا کی باتوں میں نہ مشغول ہو جائیں یا اٹھ کر نہ چلے جائیں اور جب وہ چلے جاتے ہیں، تو ان کی زیارت کرنے والے وہ فرشتے بھی اٹھ جاتے ہیں اور وہ ذکر کے حلقے تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔

۲- ان للہ سیارۃ من الملائکۃ اذا مروا بحلق الذکر قال بعضھم لبعض اقعدوا فاذا دعا القوم امنوا علی دعائھم فاذا صلوا علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صلوا معھم حتی یفرغوا ثم یقول بعضھم لبعض طوبیٰ لھؤلاء یرجعون مغفورا لھم۔

(القول البدیع)

رسول اکرم حبیب محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے سیاحت کے لیے مقرر ہیں، جب وہ ذکر کے حلقے کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں بیٹھو بیٹھو تو جب وہ لوگ دعا مانگتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور جب لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو فرشتے بھی ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں اور جب لوگ فارغ ہو جاتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے اب یہ اپنے گھروں کو بخشے ہوئے جا رہے ہیں۔

سعادۃ دارین میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو کہ ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پس جب کہ کسی حلقۂ ذکر پر آتے، تو ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں۔ پھر اپنے میں سے ایک گروہ فرشتوں کو قاصد بنا کر آسمان کی طرف رب العزۃ جل شانہ کے دربار بھیجتے ہیں۔ وہ فرشتے جا کر عرض کرتے ہیں یا اللہ ہم تیرے بندوں میں سے

کچھ ایسے بندوں کے پاس گئے تھے جو تیرے انعامات کی تعظیم کرتے ہیں۔ تیری کتاب پڑھتے ہیں اور تیرے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجتے ہیں اور تجھ سے اپنی آخرت اور دنیا کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربِ کریم ان میں فلاں شخص بڑا مجرم اور گنہ گار ہے وہ کسی کام کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو کہ یہ آپس میں مل بیٹھنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کوئی بھی بدنصیب نہیں رہتا۔

۳۔ من صلی علی فی کتاب لم تزل الملائکۃ یستغفرون لہ مادام اسمی فی ذالک الکتاب۔

جس نے کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھا تو جب تک میرا نام مبارک اس کتاب میں رہے گا، فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

(سعادۃ دارین)

حضرت زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم باہر نکلے جب ہم ایک چور لے پر کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی آیا، اس نے سلام عرض کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا۔ اے اعرابی جب تو آیا تھا تو تو نے کیا پڑھا تھا کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہاں فرشتوں نے آسمانوں کے کناروں کو بھرا ہوا ہے۔ اعرابی نے عرض کیا حضور میں نے یہ درود پاک پڑھا تھا:
اللھم صل علی محمد حتی لا تبقی صلاۃ اللھم بارک علی محمد حتی لا تبقی برکۃ اللھم سلم علی محمد حتی لا یبقی سلام اللھم ارحم محمدا حتی لا تبقی رحمۃ۔ سعادۃ دارین

۴۔ عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب و یقول من صلی علی صلاۃ لم تزل الملائکۃ یصلی

حضرت عامر بن ربیعہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے دوران خطبہ فرماتے سنا بندہ جب تک مجھ پر درود پاک پڑھتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر رحمتیں نازل

علیہ ما صلی علی فیلیغل عبد منکم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ
اور لیکنٹر۔ (القول البدیع ص۱۲۱) تم مجھ پر درود پاک کم پڑھو یا زیادہ۔

حکایت

حضرت شیخ احمد بن ثابت مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں ایک دن درود پاک کے متعلق کتاب لکھ رہا تھا اور میں دیوار کے ساتھ پشت لگا کر قبلہ رو بیٹھا تھا قلم میرے ہاتھ میں تھا اور تختی میری گود میں تھی۔

مجھے نیند آ گئی میں نے عالم رویا میں دیکھا۔ میں خالی زمین میں ہوں کہ عمارت وغیرہ نہیں ہے ہاں جو لوگ دروازے میں موجود تھے اور کچھ وہ لوگ جامع مسجد کے اندر تھے میں اندر گیا اور دیکھا کہ بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

ایک آدمی نے اشارہ کیا میں اس کے پاس گیا اور میں نے اپنی دائیں طرف ایک نوجوان حسین، وجمیل کو دیکھا اور اس کے چہرہ کے نور اور اس کے حسن قامت کو دیکھ کر میں بہت متعجب ہوا اور مجھے شوق دامنگیر ہوا کہ میں اس کا نام ونسب پوچھوں۔ میں نے اس سے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اور آپ کا نسب کیا ہے؟

اس نے کہا آپ کو میرا نام ونسب معلوم کر کے کیا حاصل ہوگا۔ میں نے کہا "میری نظر میں آپ نیک آدمی ہیں اور میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں" اس نے کہا میرا نام روحان ہے اور میرا نسب یہ ہے کہ میں فرشتہ ہوں انسان نہیں ہوں"۔

میں نے کہا "میں تجھے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا نسب کیا ہے؟ یہ سن کر کہا اے اللہ کے بندے میرا نام روحان ہے اور میں ملائکہ کرام سے ہوں" پھر میں نے تیسری بار پوچھا تو اس نے تیسری بار بھی مجھے یہی بتایا۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپ آدمیوں میں کیوں آئے ہیں؟ فرمایا یہ جو آپ کو نظر آ رہے ہیں یہ سب فرشتے ہیں"۔

میں نے کہا "میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہا کیا آپ ہمیشہ کی

صحبت میں رہنا چاہتے ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس نے کہا "نہیں! آپ ایک گھڑی بھی میرے ساتھ نہیں رہ سکتے لیکن میں آپ کو ایک ایمان دار جن اور جنی کے ساتھ کر دیتا ہوں جو آپ کے ساتھ رہیں گے۔

میں نے کہا "ہاں!" اور میں نے دل میں خیال کیا کہ جن ساتھ رہیں گے تو میری حفاظت کریں گے اور میرے دشمنوں پر قہر کریں گے پھر اس نے دو جنوں کو آواز دی تو دیکھا کہ جن اور جنی حاضر موجود ہیں۔ اس فرشتہ نے ان کو حکم دیا کہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہو! تو جنوں نے کہا یہ شخص چاہتا ہے کہ ہماری وجہ سے لوگوں پر قہر اور زیادتی کرے اور ہمیں اس پر قدرت نہیں ہے یہ تو قضا کے سامنے حائل ہونے والی بات ہے جو ناممکن ہے" مجھے یہ بات سن کر نفرت سی پیدا ہو گئی اور میں نے کہہ دیا" مجھے آپ کی صحبت کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اس فرشتہ سے عرض کی حضور! یہ تو فرمائیں کہ ان فرشتوں میں کون کون ہے؟ فرمایا ان میں جبرائیل علیہ السلام میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام، عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

میں نے اللہ رسول کا واسطہ دے کر کہا "آپ مجھے جبرائیل علیہ السلام دکھائیں۔ جو کہ ہمارے آقا حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے ہیں"

اچانک محراب کے پاس سے آواز آئی "اے اللہ کے بندے! میں جبرائیل یہاں ہوں"

میں گیا تو دیکھا کہ نہایت ہی حسین وجمیل ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور ان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور میں نے دعائے خیر کی طلب کی۔ آپ نے دعا فرمائی پھر میں نے قسم دے کر عرض کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں جس سے مجھے فائدہ ہو۔ فرمایا تیرے سامنے ایک بیہودہ امر آئے گا۔ اس سے بچے رہنا اور امانت کو ادا کر دو"

پھر میں نے واسطہ دے کر عرض کی کہ میں میکائیل علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہوں اچانک ان بیٹھے ہوئے حضرات میں سے ایک بولے "میں ہوں میکائیل!" میں ان کے پاس حاضر ہوا اور دست بوسی کرنے کے بعد دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا فرمائی۔ پھر میں نے واسطہ دے کر عرض کی کہ مجھے کوئی مفید نصیحت کیجیے "فرمایا" وفا کرو! اور عہد پورا کرو!

پھر میں نے سوال کیا کہ میں سیدنا اسرافیل علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہوں" تو دیکھا کہ ان میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا "میں ہوں اللہ کا بندہ اسرافیل ان کا چہرہ نہایت ہی نورانی تھا۔ میں نے آگے جاکر دست بوسی کی اور دعائے خیر طلب کی انھوں نے دعا فرمائی۔

پھر مجھے خیال آیا کہ واقعی یہ فرشتے ہی یا میں غلطی پر ہوں یہ اسرافیل کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ حدیث پاک ہے کہ اسرافیل علیہ السلام کا سر عرش تک ہے اور پاؤں ساتوں زمینوں کے نیچے تک ہیں۔ یہ خیال آتے ہی دیکھا کہ اسرافیل علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے سر آسمانوں تک دکھائی دیا اور پاؤں زمین کے نیچے دھنس گئے تو میں اُن سے لپٹ گیا اور عرض کی ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ اس پہلی صورت میں آجائیں میں ملتا ہوں کہ آپ واقعی اسرافیل ہیں۔"

پھر میں نے سوال کیا کہ مجھے کوئی مفید نصیحت فرمائیں۔ تو فرمایا دنیا کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ پھر میں نے واسطہ دے کر عرض کی کہ میں عزرائیل علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ اچانک ایک نہایت ہی حسین وجمیل صاحب اُٹھے اور فرمایا "میں ہوں اللہ کا بندہ عزرائیل" میں حاضر ہوا اور دست بوسی کر کے دعا خیر کی درخواست کی آپ نے دعا فرمائی۔

پھر میں نے عرض کی حضور! جان تو آپ ہی نے نکالنی ہے لہٰذا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ میری جان نکالتے وقت مجھ پر نرمی کریں۔ فرمایا "ہاں! لیکن شرط یہ کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر بکثرت سے درود پاک پڑھا کریں، پھر میں نے عرض کی کہ آپ مجھے کوئی مفید نصیحت کریں" فرمایا "لذتوں کو توڑنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، بھائیوں، بہنوں میں جدائی ڈالنے والی (موت) کو یاد رکھا کریں" اس پر میں بیدار ہوگیا۔ اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی دعاؤں سے مجھے نفع دے گا۔ اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے کر موت کے وقت آسانی عطا فرمائے گا اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم کی زیارت سے دونوں جہان میں انعام کرے گا۔ (سعادۃ الدارین صفحہ)

۱۳۔ درودِ پاک اور شفاعت

درود شریف چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت حاصل ہو جاتے گی اور روزِ قیامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کریں گے یعنی یوم حساب کو جب اعمال کا حساب ہو گا تو درود شریف پڑھنے والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفارش کی بنا پر بخشش پائیں گے۔

۱۔ وَعَنْ رُوَيْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر یہ کہا خداوند انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما اس درود پڑھنے والے کے لیے میری شفاعت واجب ہو گی (احمد)

۲۔ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی کنت شفیعہ یوم القیامۃ

(القول البدیع صفحہ ۱۲۱)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جو مجھ پر درود پاک پڑھے میں اس کا قیامت کے دن شفیع بنوں گا

۳۔ اکثروا الصلوٰۃ علی فان صلاتکم مغفرۃ لذنوبکم واطلبوا لی الدرجۃ والوسیلۃ فان وسیلتی عند ربی شفاعۃ لکم۔

(جامع صغیر صفحہ ج ۱)

مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو، اس لیے کہ تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے درجہ اور وسیلہ کی دعا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا وسیلہ تمہارے لیے شفاعت ہے۔

۴۔ من صلی علی عشرا صلی اللہ علیہ مائۃ ولمن صلی علی مائۃ صلی اللہ علیہ الفا ومن زاد صبابۃ وشوقا کنت لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامۃ۔ (القول البدیع ص۱۱۳)

جس نے مجھ پر دس بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر ہزار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو محبت وشوق سے اس سے بھی زیادہ پڑھے میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

قیامت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود پر کھڑے ہوں گے جہاں کوئی اور نہ ہو گا اور یہ مقام اللہ کے بہت قریب ہوگا آپ وہاں کھڑے ہو کر اپنے بیرو کاروں کی اللہ کی بارگاہ میں سفارش کریں گے۔ اور یہ سفارش نیک لوگوں کو اور درود شریف پڑھنے والوں کو حاصل ہوگی۔

حکایت حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرا ایک ہمسایہ تھا جو کہ بادشاہ کا ملازم تھا جو فسق وفجور اور غفلت میں مشہور تھا ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دست مبارک میں ہاتھ دیا ہوا ہے یہ دیکھ کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ بدکردار بندہ ہے یہ اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرے ہوئے ہے۔ تو اس نے اپنا ہاتھ سرکار کے دست مبارک میں کیسے رکھ دیا ہے تو میرے آقا رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا میں اس کی حالت کو جانتا ہوں اور میں اسے دربار الٰہی میں لے جا رہا ہوں اور اس کے لیے دربار الٰہی میں شفاعت کروں گا۔

میں نے یہ سن کر عرض کیا "یا رسول اللہ! کس سبب سے اس کو یہ مقام حاصل ہوا اور کس وجہ سے اس پر سرکار کی اتنی زیادہ نظر عنایت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ اس کے درود پاک پڑھنے کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے مجھ پر ہزار مرتبہ درود پاک پڑھتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ وہ غفور رحیم میری شفاعت کو قبول فرمائے گا۔ پھر میں بیدار ہوا اور جب صبح ہوئی تو دیکھا وہی شخص مسجد میں داخل ہوا وہ رو رہا تھا اور میں اس وقت رات والا واقعہ دوستوں اور نمازیوں کو سنا رہا تھا۔

وہ آیا اور سلام کر کے میرے سامنے بیٹھ گیا اور مجھ سے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ

کے ہاتھ پر توبہ کروں کیوں کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے کہ عبدالواحد کے ہاتھ پر جاکر توبہ کرو پھر میں نے اس سے رات والے خواب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ سرکار دو عالم تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں تیرے لیے اپنے رب کریم کے دربار شفاعت کرتا ہوں کیوں کہ تو مجھ پر درود پاک پڑھا کرتا ہے اور مجھے دربار الہٰی میں لے جا کر شفاعت کردی اور فرمایا "پچھلے گناہ میں نے معاف کرادیئے ہیں اور آئندہ کے لیے صبح جاکر شیخ عبدالواحد کے ہاتھ پر توبہ کرے اور اس توبہ پر قائم رہو اور نیک اعمال کرو۔ (سعادۃ الدارین)

حکایت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متعلق ایک واقعہ یہ ہے کہ دفعہ ایک شخص پر ظالم بادشاہ کا عتاب نازل ہوا۔ تو وہ خوف کی وجہ سے جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ ایک مقام پر جاکر اپنے ذہن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کا تصور کر کے ایک ہزار مرتبہ درود پاک پڑھ کر دربارِ الہٰی میں عرض کی "یا اللہ! میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو تیرے دربار میں شفیع بناتا ہوں مجھے اس ظالم بادشاہ کے خوف سے امن عطا فرما" ہاتف سے ندا آئی جا! ہم نے تیرے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے جب وہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ ظالم بادشاہ مرگیا ہے۔ نزھۃ المجالس

حکایت

منصور ابن عمار کو موت کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا "اللہ تعالے نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟" جواب دیا کہ مجھے میرے مولی نے کھڑا کیا اور فرمایا "تو منصور بن عمار ہے؟" میں نے عرض کی "اے رب العالمین! میں ہی منصور بن عمار ہوں" پھر فرمایا "تو ہی ہے جو لوگوں کو دنیا سے نفرت دلاتا تھا۔ اور خود دنیا میں راغب تھا"

میں نے عرض کی "یا اللہ ایسی ہی ہے لیکن جب بھی میں نے کسی مجلس میں وعظ شروع کیا تو پہلے تیری حمد و ثنا کی اس کے بعد تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا اس کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔

اس عرض پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تو نے سچ کہا ہے" اور حکم دیا "اے فرشتو! اس کے لیے آسمانوں میں منبر رکھو! تاکہ جیسے دنیا میں بندوں کے سامنے میری بزرگی بیان کرتا تھا آسمانوں میں بھی فرشتوں کے سامنے میری بزرگی اور عظمت بیان کرے" (سعادۃ دارین)

حکایت ابو زرعہ کو بعد موت جعفر بن عبداللہ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر فرشتوں کو نماز پڑھاتا ہے۔ میں نے پوچھا اے ابو زرعہ یہ درجہ تو نے کیسے حاصل کر لیا۔ جواب دیا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث مبارکہ لکھی ہیں۔ اور یوں لکھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہر بار سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ درود پاک لکھا ہے اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔" (شرح الصدور)

حکایت ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "میں شفیع اعظم، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درود پاک پڑھا کرتا تھا ایک دن میں درود پاک پڑھ رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں تو میں نے دیکھا کہ ایک لکھنے والا سیاہی کے ساتھ میرا درود پاک لکھ رہا ہے۔ اور میں کاغذ پر حروف دیکھ رہا تھا۔ میں نے آنکھ کھولی تا کہ اس کو آنکھ کے ساتھ دیکھوں تو وہ مجھ سے چھپ گیا اور میں نے اس کے کپڑوں کی سفیدی دیکھی۔ (سعادۃ الدارین)

۱۴۔ روزِ قیامت میں درود پاک کے انعامات

روزِ قیامت درود پاک پڑھنے والوں کو درود پاک کی بدولت کچھ خصوصی مراعات اور انعامات حاصل ہوں گے جو دوسروں کو میسر نہیں ہوں گے ان کے چہرے نورانی ہوں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ شفقت میں ہوں گے اور آخرت درود پاک کی بنا پر انہیں بخشش حاصل ہوگی اس کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ زینوا مجالسکم بالصلاۃ علی فان صلاتکم علی نور لکم یوم القیامۃ۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پاک پڑھ کر مزین کرو، کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پاک پڑھنا قیامت کے دن تمہارے لیے نور ہوگا۔

(جامع صغیر ص ۲۸ ج دوم)

۲۔ من صلی علی فی یوم خمسین مرۃ صافحتہ یوم القیامۃ۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر دن بھر میں پچاس بار درود پاک پڑھے قیامت کے دن میں اس سے مصافحہ کروں گا۔

(القول البدیع ص ۱۳۶)

۳۔ ان انجاکم یوم القیامۃ من اھوالھا و مواطنھا اکثرکم علی صلاۃ۔ (شفاء شریف ص۳۶ جلد دوم)

اور القول البدیع میں اتنا زیادہ ہے۔

انہ کان فی اللہ وملئکتہ کفایۃ اذ یقول ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الایۃ فامر بذالک المؤمنین لیثیبھم علیہ (القول البدیع ص۱۲)

اے لوگو! بیشک تم سے قیامت کے دن قیامت کے ہولوں اور اس کی دشوار گزار گھاٹیوں سے جلد از جلد نجات پانے والا وہ شخص ہوگا جس نے دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا ہوگا۔

ہاں ہاں! اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا درود پاک بھیجنا ہی کافی تھا، مگر ایمان والوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ انہیں ان کا اجر عطا کیا جائے۔

۴۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من سرہ ان یلقی اللہ راضیا فلیکثر الصلاۃ علی۔

(القول البدیع)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم شفیع اعظم سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ دربار الٰہی میں حاضر ہو، تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو، اسے چاہیے کہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کرے۔

۵۔ صلاتکم علی محرزۃ لدعائکم ومرضاۃ لربکم وزکاۃ اعمالکم۔

(سعادۃ الدارین ص۴۸)

اے میری اُمت! تمہارا مجھ پر درود پاک پڑھنا تمہاری دعاؤں کا محافظ ہے اور تمہارے لیے رب تعالیٰ کی رضا ہے اور تمہارے اعمال کی طہارت ہے۔

۷۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انہ قال ثلاثۃ تحت ظل عرش اللہ یوم القیامۃ یوم لا ظل الا ظلہ قیل من ھم یا رسول اللہ قال من فرج عن

رسول اکرم شفیع اعظم رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین شخص عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے۔ جس دن کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔

مکروب من امتی واحیا سنتی واکثر الصلاۃ علی۔

(القول البدیع ص۱۲۳۔ سعادۃ الدارین ص۱۳)

یارسول اللہ وہ خوش نصیب کون ہیں؟ فرمایا ایک وہ جس نے میرے کسی مصیبت زدہ امتی کی پریشانی دور کی، دوسرا وہ جس نے میری سنت کو زندہ کیا تیسرا وہ شخص کہ جس نے مجھ پر درود پاک کی کثرت کی۔

حکایت حضرت ابوالحسن بغدادی نے ابن حامد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کی وفات کے بعد عالم رویا میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا" فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا پھر ابوالحسن بغدادی نے کہا "مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کی وجہ سے میں جنتی ہو جاؤں"

ابن حامد نے فرمایا ہزار رکعت نفل پڑھو اور ہر رکعت میں ہزار بار قل ہو اللہ احد پڑھو ابوالحسن نے کہا مجھ میں اتنی طاقت نہیں ابن حامد نے فرمایا اگر یہ نہیں کرسکتا تو ہر رات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہزار بار درود پاک پڑھا کر۔ (القول البدیع)

حکایت سیدی عبدالجلیل مغربی نے "تنبیہ الانام" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جب میں درود پاک کے متعلق کتاب لکھ رہا تھا اس دوران میں نے دیکھا کہ میں خچر پر سوار ہوں اور میں اس قوم کے ساتھ ملنا چاہتا ہوں جو کہ کسی امر کی تلاش میں مجھ سے آگے جا چکے ہیں میرا خچر پیچھے رہ گیا میں نے اسے ڈانٹا تو وہ تیز چلنے لگا اور راستہ ایک آدمی نے لگام سے پکڑ کر روک لیا اور میں اس کی اس حرکت سے پریشان ہو گیا۔ اچانک ایک صاحب تشریف لائے جو کہ نہایت پاکیزہ صورت، پاکیزہ سیرت تھے۔

انہوں نے اس شخص کو ڈانٹا اور میرے خچر کو اس کے ہاتھ سے یہ کہہ کر چھڑایا کہ چھوڑ اس کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ اور اس کو اس کے گھر والوں کے لیے شفاعت کنندہ بنایا ہے اور اس سے بوجھ اتار دیا ہے۔

میں بیدار ہوا تو نہایت خوش تھا اور میرے دل میں آیا کہ جس شخص نے مجھ کو روکنے والے کے ہاتھ سے چھڑایا اور مندرجہ بالا کلمات فرمائے ہیں یہ سیدی مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔۔

اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ ساری عنایت سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھنے کی برکت سے ہے۔ سعادۃ الدارین

حکایت صاحب تنبیہ الانام قدس سرہٗ نے فرمایا مذکورہ بالا زیارت کے کچھ عرصہ بعد پھر مجھے خواب میں دیدار نصیب ہوا یوں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے ہیں اور میرا گھر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ اور میں نے تین مرتبہ کہا "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ"۔ حضور! میں آپ کے جوار میں ہوں اور حضور کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔

جب یہ عرض کیا تو رحمت دوعالم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے بوسہ دیا۔ اور فرمایا "ای واللہ ای واللہ" نیز میں نے دیکھا کہ ہمارا ہمسایہ جو کہ فوت ہو چکا تھا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدام سے ہے۔ جو کہ سرکار کی مدح سرائی کرنے والے ہیں میں نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا "ہاں! اللہ کی قسم! تیرا ذکر تو آسمانوں میں ہو رہا تھا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرا رہے تھے۔ میں بیدار ہو گیا اور میں نہایت ہی ہشاش بشاش تھا۔ سعادۃ الدارین ص ۱۳۶

حکایت ایک شخص مسطح نامی جو کہ آزاد طبع نفسانی خواہشات کا پیروکار تھا۔ وہ فوت ہو گیا بعد وفات کسی صوفی بزرگ نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ پوچھا کس سبب سے بخشش ہوئی! کہا میں نے ایک محدث صاحب کے ہاں حدیث پاک باسند پڑھی حضرت شیخ محدث نے سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھا اور میں نے بھی بلند آواز سے درود پاک پڑھا اور جب اہل مجلس نے سنا تو انھوں نے بھی درود پاک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے درود پاک کی برکت سے ہم سب کو بخش دیا ہے۔ (القول البدیع ص ۱۱۱)

حکایت بنی اسرائیل میں ایک شخص جو کہ نہایت گنہگار اور مجرم تھا اس نے سو سال یا دو سو سال فسق و فجور میں گذار دیئے جب وہ مر گیا۔ تو لوگوں نے اسے بطور نصیحت کے کوڑا کرکٹ کی جگہ ڈال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر وحی بھیجی "اے پیارے کلیم! ہمارا ایک بندہ فوت ہو گیا ہے اور بنی اسرائیل نے اسے گندگی میں پھینک دیا ہے آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ وہ اسے وہاں سے اٹھائیں تجہیز و تکفین کر کے آپ اس کا جنازہ پڑھیں۔ اور لوگوں کو بھی جنازہ پڑھنے کی رغبت دلائیں۔

جب کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں پہنچے تو اس میت کو دیکھ کر پہچان لیا۔ تعمیل حکم کے بعد عرض کی" یا اللہ! یہ شخص مشہور ترین مجرم تھا تو بجائے سزا کے یہ اس عنایت کا حقدار کیسے ہوا، فرمان آیا کہ بے شک یہ بہت بڑی سزا و عذاب کا مستحق تھا لیکن اس نے ایک دن توریت مبارکہ کھولی اور اس میں میرے حبیب محمد مصطفےٰ کا نام پاک لکھا ہوا دیکھا محبت سے اسے بوسہ دیا اور درود پاک پڑھا۔ تو اس نام پاک کی تعظیم کرنے کی وجہ سے میں نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ القول البدیع

حکایت ایک نیک صالح آدمی نے خواب میں ایک مہیب (ڈراؤنی) اور قبیح صورت دیکھی اور گھبرا کر پوچھا "تو کون ہے"؟ اس نے جواب دیا میں تیرے عمل ہوں۔ پھر اس سے پوچھا کہ تجھ سے نجات کی کیا صورت ہو سکتی ہے"؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک کی کثرت کرنے سے نجات ہو سکتی ہے۔ (سعادۃ الدین ص۱۴۰)

۱۵۔ درود پاک پل صراط سے گزرنے پر معاون ہوگا

درود پاک روز قیامت میں پل صراط سے گزرنے میں مدد گار اور معاون ثابت ہوگا صراط ایک پل ہے جس سے گزر کر جنت میں جانا ہوگا۔ روز قیامت جنت میں جانے کے لیے صرف یہی ایک راستہ ہوگا جس سے سب کو گزرنا پڑے گا یہ صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ مگر لوگ اپنے اعمال کی بنا پر اس بال جیسے باریک پل سے گزریں گے جنہوں نے دنیا میں نیک اعمال کیے ہوں گے وہ بڑی آسانی سے حکمت خداوندی کے تحت اس پل سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے اس نازک اور مشکل وقت میں کثرت سے درود شریف پڑھنے والے بھی بڑی تیزی اور آسانی سے پل صراط سے گزر جائیں گے۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا اس روز ایک نور کی

صورت میں ظاہر ہوگا جس کی مدد سے درود پاک پڑھنے والا بڑی تیزی کے ساتھ پل صراط سے گزر جائے گا۔ اس کے متعلق روایات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عن عبد الرحمن بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه قال خرج علینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فقال انی رأیت البارحة عجبا رأیت رجلا من امتی یزحف علی الصراط مرة ویحبو مرة ویتعلق مرة فجائته صلاته علی فاخذت بیده فاقامته علی الصراط حتی جاوز (القول البدیع)

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا میں نے آج رات عجیب منظر دیکھا کہ میرا ایک امتی پل صراط پر سے گزرنے لگا۔ کبھی وہ چلتا ہے، کبھی گرتا ہے کبھی لٹک جاتا ہے، تو اس کا مجھ پر درود پاک پڑھا ہوا آیا اور اس امتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا اور پکڑے پکڑے اس کو پار کر دیا۔

۲۔ عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم قال للمصلی علی نور علی الصراط ومن کان علی الصراط من اهل النور لم یکن من اهل النار۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود پاک پڑھنے والے کو پل صراط پر عظیم الشان نور عطا ہوگا۔ اور جس کو پل صراط پر نور عطا ہوگا، وہ اہل دوزخ سے نہ ہوگا۔ (دلائل الخیرات)

سبعة السنابل میں ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اللہ کے چاروں مقرب فرشتے حاضر ہوئے حضرت جبرائیل نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپؐ کوئی دس بار درود پاک پڑھے گا میں اسے پل صراط سے بجلی کی طرح تیزی سے گزار دوں گا حضرت میکائیل علیہ السلام نے آگے بڑھ کر عرض کی یا رسول اللہ ایسے شخص کو میں آب کوثر پر پہنچا کر سیراب کر دوں گا اسرافیل کہنے لگے میں بارگاہ رب العزت میں اس وقت تک پڑا رہوں گا جب تک وہ بخشا نہیں جاتا عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی اس کی روح اتنی آسانی سے قبض کروں گا کہ اسے ذرا دقت محسوس نہ ہوگی۔

حکایت | حضرت احمد بن ثابت مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جو برکتیں

درود پاک کی دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چٹیل میدان ہے۔ اس میں ایک منبر ہے میں نے اس پر چڑھنا شروع کر دیا جب میں کچھ درجے چڑھ گیا۔ زمین کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ منبر ہوا میں ہے اور اوپر کو جا رہا ہے اور وہ زمین سے کافی اونچا جا چکا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ میں اوپر کے درجے تک چڑھتا ہوں۔ پھر جہاں تک مجھے اللہ تعالیٰ لے جائے جاؤں گا۔ حالانکہ واپس آنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی جب میں اوپر کے درجہ تک پہنچا اور نیچے کو دیکھا تو نیچے والے درجے غائب ہیں۔ پھر میں نے دائیں بائیں دیکھا تو ہوا ہی ہوا ہے۔ اور میں نے دربار الٰہی میں دعا کی یا اللہ! مجھے درود پاک کی برکت سے سلامتی کے راستہ پر لے چل! پھر میں نے ایک باریک سا دھاگہ دیکھا جو کہ اندھیرے میں گھنچا ہوا ہے گویا کہ وہ پل صراط ہے میں نے یہ منظر دیکھا تو اپنے آپ کو کہا تجھ پر افسوس! اگر پل صراط پر تو پہنچ گیا ہے لیکن تیرے پاس کوئی عمل نہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے اور سوا درود پاک کے اچانک میں نے ہاتف کی آواز سنی: اے احمد! اگر تو پل صراط کو عبور کر گیا تو تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور میں نے درود پاک کا وسیلہ پیش کر کے دعا کی۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نور کا بادل نمودار ہوا اور اس نے مجھے پل صراط کے پار اتار کر سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کر دیا آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جلوہ افروز ہیں اور دائیں طرف سیدنا صدیق اکبر، بائیں جانب سیدنا فاروق اعظم پیچھے سیدنا عثمان ذوالنورین آگے سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور آپ میرے ضامن ہو جائیں؟ فرمایا میں تیرا ضامن ہوں اور تیرا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ پھر میں نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا "تجھ پر درود پاک کی کثرت لازم ہے اور کھیل کود سے پرہیز کر۔"

پھر میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ میں دربار الٰہی میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے لہو و لعب اور دنیا کے جھگڑے میں ملوث ہونے کی وجہ سے ڈانٹ رہا ہے اور میں عرض کئے جا رہا ہوں یا اللہ! تیری رحمت، یا اللہ! تیرا فضل، یا اللہ! تیرا کرم۔ لیکن مجھ پر مسلسل ڈانٹ پڑ رہی ہے

تو میں نے خیال کیا کہ شائد میں دوزخی ہوں۔

مگر فوراً یاد آیا کہ میں کیسے دوزخ والوں سے ہو سکتا ہوں حالانکہ میرے ضامن مصطفےٰ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو میں نے دربار الٰہی میں عرض کی یا اللہ! میں تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درودِ پاک پڑھتا ہوں اور وہ میرے ضامن ہیں" اتنا عرض کرنا تھا کہ دیکھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم موجود ہیں اور فرما رہے ہیں" میں صاحب شفاعت ہوں، میں صاحبِ عنایت ہوں میں صاحب وسیلہ ہوں"

پھر میں نے کسی کہنے والے کو کہتے سُنا کہہ رہا ہے" یا اللہ کیا یہ دوزخ والوں سے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" نہیں! یہ دوزخ سے امن میں ہے۔ پھر میں گھبرا کر بیدار ہو گیا اور میں اللہ تعالیٰ کی کریم بارگاہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہم پر اپنی رحمت سے احسان فرمائے گا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا۔ (سعادۃ الدارین)

حکایت

ایک مولوی صاحب جو کہ لوگوں کے سامنے عظمت و محبت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور فضائل درود پاک عموماً بیان کیا کرتے تھے اُن کے شاگرد نے خواب دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے۔ جس میں مخلوق خدا جمع ہے۔

حشر کا دن ہے سب لوگ مارے ڈر کے کانپ رہے ہیں ایک طرف دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے اچانک ہمارے قریب سے ہمارے استاد گذرے اور اس طرف جا رہے ہیں جس طرف سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جلوہ افروز تھے میں نے اپنے ساتھ والے طالب علموں سے کہا دیکھو! استاد صاحب جا رہے ہیں اور ہم بھی پیچھے ہو لئے جب استاد صاحب حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو سرکار نے ہاتھ مبارک سے لوگوں کو اشارہ کیا کہ "راستہ چھوڑ دو!

لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا جب استادِ صاحب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو، سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ردا (چادر) مبارکہ اٹھائی اور اس میں استاد صاحب کو چھپا لیا۔ استاد صاحب کی چادر کا صرف ایک کونہ باہر رہ گیا تو ہم نے وہ کونہ تھام لیا کہ کہیں استاد صاحب غائب نہ ہو جائیں۔

تھوڑی دیر بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک اٹھائی اور فرمایا "اب جاؤ! اب کوئی فکر نہیں ہے" یہ سن کر استاد صاحب چلے تو ہم بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔ ہم آگے گئے تو دیکھا کہ پل صراط ہے وہاں پہرہ لگا ہوا تھا دونوں طرف فرشتے کھڑے ہوئے تھے جب ہم پل سے گذرنے لگے تو ایک پہریدار نے پکارا "تم کون ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟"

لیکن ہمارے استاد صاحب نے اس کے پکارنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور چلتے رہے پہریدار نے دو تین دفعہ آوازیں دیں اور پھر خاموش ہو گیا اور ہم چلتے رہے جب ہم پل صراط سے پار ہوئے تو دیکھا کہ رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف فرما ہیں اور استاد صاحب سے پوچھا کہ خیریت سے پہنچ گئے؟ عرض کی جی حضور! خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ پھر سرکار نے فرمایا "یہ سامنے جنت کا دروازہ ہے داخل ہو جاؤ" اور آنکھ کھل گئی۔

(سعادۃ دارین)

۱۶۔ درود پاک پڑھنے والا جنت میں جائے گا

کثرت سے درود شریف پڑھنے والے آخرت میں جنت میں جائیں گے۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے اس لیے جو اس کے محبوب کا نام لے وہ بھی بارگاہ رب العزت میں ہو جاتا ہے اور جنت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے لیے بنایا ہے اس لیے جو حضرات اللہ کے محبوب پر درود پڑھیں گے وہ ضرور جنت میں جائیں گے کیوں کہ جہاں محبوب ہو وہاں ہی اس کے چاہنے والے ہوتے ہیں لہٰذا جو شخص محبت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اور جو کوئی جتنا زیادہ درود پڑھے گا ایسے اتنا ہی زیادہ جنت میں انعام و اکرام نعمتوں کی صورت میں دیا جائے گا۔

۱۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من صلی علی فی یوم الف مرۃ

جس نے مجھ پر دن بھر میں ہزار بار درود پاک پڑھا، وہ مرے گا نہیں، جب تک کہ وہ جنت میں اپنی آرام گاہ دیکھ نہ لے (رہائش)

لم یمت حتی یری مقعدہ من الجنۃ۔

نہ دیکھ لے گا۔ (القول البدیع)

۲۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انہ قال اکثرکم علی صلوٰۃ اکثرکم ازواجاً فی الجنۃ۔

(القول البدیع)

نبی کریم رؤف ورحیم علیہ التحیۃ الثناء والتسلیم نے فرمایا کہ میری امت تم میں سے جو مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھے گا، اس کو جنت میں حوریں زیادہ دی جائیں گی۔

۳۔ ان جبرائیل علیہ السلام قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد اعطاك قبۃ فی الجنۃ عرضھا ثلاثمائۃ عام قد حفتھا ریاح الکرامۃ لا یدخلھا الا من اکثر الصلوٰۃ علیك۔

(نزہۃ المجالس)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت میں ایک قبہ عطا کیا ہے۔ جس کی چوڑائی تین سو سال کی مسافت ہے اور اسے کرامت کی ہواؤں نے گھیر رکھا ہے۔ اس قبہ مبارکہ میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو حضور کی ذات گرامی پر کثرت سے درود پاک پڑھتے ہیں۔

حکایت

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام عرش الٰہی کے پاس سبز حلہ پہن کر تشریف فرما ہوں گے اور یہ دیکھتے ہوں گے کہ میری اولاد میں کس کس کو جنت لے جاتے ہیں اور کس کس کو دوزخ لے جاتے ہیں۔

اچانک آدم علیہ السلام دیکھیں گے کہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ایک امتی کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جارہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ دیکھ کر ندا دیں گے "اے اللہ تعالیٰ کے حبیب! آپ کے ایک امتی کو ملائکہ کرام دوزخ لے جارہے ہیں۔ سید دو عالم صلی تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں یہ سن کر میں اپنا تہبند مضبوط پکڑ کر ان فرشتوں کے پیچھے دوڑوں گا اور کہوں گا اے رب تعالیٰ کے فرشتو! ٹھہر جاؤ!

فرشتے یہ سن کر عرض کریں گے" یا حبیب اللہ! ہم فرشتے اور اللہ تعالےٰ کی حکم عدولی

نہیں کر سکتے۔ اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس کا ہمیں دربار الٰہی سے حکم ملتا ہے۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر دربارِ الٰہی میں عرض کریں گے" اے میرے رب کریم! کیا تیرا، میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہے کہ تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہیں کروں گا۔"

تو عرش الٰہی سے حکم آئے گا "اے فرشتو! میرے حبیب کی اطاعت کرو! اور اس بندے کو واپس میزان پر لے چلو!" فرشتے اس کو فوراً میزان کے پاس لے جائیں گے اور جب اس کے اعمال کا وزن کریں گے تو میں اپنی جیب سے ایک نور کا سفید کاغذ نکالوں گا اور اس کو بسم اللہ شریف پڑھ کر نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دوں گا تو اس کا نیکیوں والا پلڑا وزنی ہو جائے گا۔

اچانک ایک شور برپا ہو گا کہ کامیاب ہو گیا، کامیاب ہو گیا اس کی نیکیاں وزنی ہو گئیں اس کو جنت لے جاؤ! جب فرشتے اسے جنت کو لے جاتے ہوں گے تو وہ کہے گا "اے میرے رب کے فرشتو! ٹھہرو، اس بزرگ سے کچھ عرض کر لوں!"

پھر وہ عرض کرے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کا کیسا نورانی چہرہ ہے اور آپ کا خلق کتنا عظیم ہے آپ نے میرے آنسوؤں پر رحم کھایا اور میری لغزشوں کو معاف کرایا۔ آپ کون ہیں؟" فرمائیں گے "میں تیرا نبی محمد مصطفٰے ہوں اور یہ تیرا درود پاک تھا جو تو نے مجھ پر پڑھا ہوا تھا وہ میں نے تیرے آج کے دن کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا۔

(معارج النبوت)

حکایت

حضرت شیخ احمد بن ثابت مغربی قدس سرہ نے فرمایا "میں نے جو درود پاک کی برکتیں دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ کہ میں نے خواب میں دیکھا میں دوزخ میں ہوں اور میں درود پاک پڑھ رہا ہوں اور دوزخ کی آگ نے مجھ پر کسی قسم کا اثر نہیں کیا اور میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جس کا خاوند میرا دوست تھا۔

مجھے دیکھ کر اس عورت نے کہا اے شیخ احمد! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کا دوست اور اس کی بیوی دوزخ میں ہیں"۔ یہ سن کر مجھے بڑا صدمہ ہوا کہ میرا دوست دوزخ میں ہے۔

میں اس کے گھر میں (جو اس کا ٹھکانہ دوزخ میں تھا) داخل ہوا اور دیکھا کہ ہنڈیا ہے اور اس میں کھولتا ہوا گندھک ہے اور اس عورت نے کہا یہ آپ کے دوست کے پینے کی چیز ہے۔ میں نے پوچھا کہ اسے یہ سزا کیسے ملی؟ حالانکہ وہ ظاہر میں نیک آدمی تھا، تو اس کی بیوی نے جواب دیا" اس نے مال جمع کیا تھا خواہ وہ حلال تھا یا حرام۔

پھر میں نے دوزخ میں بڑی بڑی آگ کی خندقیں اور وادیاں دیکھیں پھر میں نے ہوا میں آسمان کی طرف پرواز کی حتیٰ کہ میں آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا اور میں نے فرشتوں کو سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور توحید بیان کر رہے ہیں۔ پھر میں نے کسی کہنے والے کو کہتے سنا اے شیخ احمد! تجھے خیر کی بشارت ہو کہ تو اہل خیر سے ہے۔"

پھر میں نیچے اتر آیا اور اسی جگہ اترا جہاں سے اوپر گیا تھا اور وہی عورت کھڑی ہے اور پھر دروازہ کھلا تو اس کا خاوند نکلا اور کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری وجہ سے اور اور درود پاک کی برکت سے نجات عطا فرمادی ہے۔ پھر وہاں سے چلا تو ایسی جگہ پہنچ گیا جس سے اچھی جگہ کسی دیکھنے والے نے نہ دیکھی ہو۔ اس میں ایک بالاخانہ دیکھا جو کہ نہایت ہی عالی شان اور بلند ہے۔ اور اس میں ایک عورت کہ اس جیسی حسن وجمال والی عورت نہیں دیکھی گئی۔ بیٹھی آٹا گوندھ رہی ہے۔

میں نے اس آٹے میں ایک بال دیکھا میں نے اس عورت سے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اس بال کو آٹے میں سے نکال دے کہ اس بال نے سارا آٹا خراب کر رکھا ہے۔ وہ بولی یہ بال میں نہیں نکال سکتی یہ تو ہی نکال سکتا ہے اور یہ بال تیرے دل میں دنیا کی محبت کا بال ہے لہٰذا اگر تو چاہے تو اس کو نکال دے چاہے تو رہنے دے اور اس عورت کی اس بات پر میں بیدار ہو گیا۔ (سعادۃ الدارین ص ۱۱۱)

حکایت ایک بزرگ فرماتے ہیں میرا ایک ہمسایہ تھا جو کہ اوباش ذہن کا فسق و فجور میں پڑا ہوا تھا۔ میں اسے توبہ کی تلقین کیا کرتا تھا لیکن وہ اس طرف نہیں آتا تھا۔

جب وہ مر گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے میں نے اس سے پوچھا

تو یہاں کیسے اور کس عمل کی وجہ سے تجھے جنت نصیب ہوئی۔ اس نے کہا میں ایک محدث کی مجلس میں حاضر ہوا تو میں نے ان کو یہ بیان کرتے سنا کہ جو کوئی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلند آواز سے درودِ پاک پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر میں نے اور سب حاضرین نے بلند آواز سے درود پاک پڑھا تو اللہ تعالےٰ نے ہم سب کو بخش دیا اور جنت عطا کر دی۔ (نزہۃ المجالس صہ ۱۱۴)

یہ لکھ کر علامہ صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے المورد العذب میں حدیث پاک دیکھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں مجھ پر درود پاک پڑھتے وقت آواز بلند کرتا ہے آسمانوں میں فرشتے اس پر صلوٰۃ کے لیے آواز کرتے ہیں۔

حکایت شیخ احمد بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب فوت ہوئے تو اہل شیراز میں سے کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ جامع شیراز کے محراب میں کھڑے ہیں اور انھوں نے بہترین حلہ زیب تن کیا ہوا ہے اور ان کے سر پر تاج ہے جو کہ موتیوں سے جڑا ہے۔

خواب دیکھنے والے نے پوچھا حضرت! کیا حال ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور میرا اکرام فرمایا اور مجھے تاج پہنا کر جنت میں داخل کیا۔ پوچھا کس سبب سے؟ تو جواب دیا کہ میں نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک کی کثرت کیا کرتا تھا یہی عمل کام آیا ہے۔ (القول البدیع صہ ۱۱۱)

حکایت ابوالحفص کاغذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کے فوت ہو جانے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے؟" اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا" فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا مجھے بخش دیا اور مجھے جنت میں بھیج دیا۔"

دیکھنے والے نے پھر سوال کیا کس عمل کی وجہ سے آپ کو یہ انعامات حاصل ہوئے تو فرمایا کہ جب میں دربار الٰہی میں حاضر کیا گیا تو اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا اس کے گناہ شمار کرو! چنانچہ فرشتوں نے میرے نامہ اعمال سے میرے صغیرہ کبیرہ غلطیاں لغزشیں سب شمار کر کے دربار الٰہی میں پیش کر دیئے۔

پھر فرمانِ الٰہی ہوا کہ اس بندے نے اپنی زندگی میں میرے حبیب پر جتنا درودِ پاک پڑھا ہے وہ بھی شمار کرو۔ جب فرشتوں نے درودِ پاک شمار کیا تو وہ گناہوں کی نسبت زیادہ نکلا تو مولیٰ کریم جل مجدہ الکریم نے فرمایا اے فرشتو! میں نے اس کا حساب بھی معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا اسے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں لے جاؤ!" (القول البدیع)

حکایت

ایک بزرگ فرماتے ہیں "میں موسم ربیع (بہار) میں باہر نکلا اور یوں گویا ہوا۔ یا اللہ! درود بھیج اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درختوں کے پتوں کے برابر، یا اللہ! درود بھیج! اپنے نبی پر! پھولوں اور پھلوں کی گنتی برابر، یا اللہ! درود بھیج! اپنے رسول پر! سمندروں کے قطروں کے برابر۔

یا اللہ! درود بھیج! ریگستان کی ریت کے ذروں کے برابر، یا اللہ! درود بھیج اپنے حبیب پر ان چیزوں کی گنتی کے برابر، جو سمندروں اور خشکی میں ہیں"۔

تو ہاتف سے آواز آئی اے بندے! تو نے نیکیاں لکھنے والے فرشتوں کو قیامت تک تھکا دیا ہے اور تو رب کریم کی بارگاہ سے جنت عدن کا حقدار ہوا اور وہ بہت اچھا گھر ہے۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۰۴)

۱۷۔ رسول اکرم پر درود و سلام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود پاک پڑھا جاتا ہے وہ آپ اپنے روضہ مبارک میں سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کے نزدیک درود شریف پڑھا تو میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور دراز جگہ سے پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچایا جاتا۔

القول البدیع میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کی آواز سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا جب کوئی بندہ مجھ پر درود پاک پڑھتا

ہے، تو وہ فرشتہ درود پاک میرے دربار میں پہنچا دیتا ہے اور میں نے اپنے رب کریم سے یوں کہا ہے کہ مولا کریم جو بندہ مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے، تو اس پر دس رحمتیں نازل فرما۔ (القول البدیع)

دلائل الخیرات میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ فرمایئے جو لوگ آپ پر درود پاک پڑھتے ہیں اور یہاں موجود نہیں ہیں اور وہ لوگ جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال شریف کے بعد آئیں گے، ایسے لوگوں کے درود پاک کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟ تو فرمایا محبت والوں کا درود پاک میں خود سنتا ہوں اور دوسرے لوگوں کا درود پاک میرے دربار میں پیش کیا جاتا ہے۔

درۃ الناصحین میں ہے کہ سیدنا ابو امامہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے جب میرا وصال ہو گا تو وہ مجھے ہر ایک درود پاک پڑھنے والے کا درود پاک سنائے گا، حالانکہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور میری امت مشرق و مغرب میں ہو گی اور فرمایا اے ابو امامہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو میرے روضۂ مقدسہ میں کر دے گا اور میں ساری خلوق کو دیکھتا ہوں گا اور ان کی آوازیں سن لوں گا اور جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس ایک درود پاک کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور جو مجھ پر دس بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرمائے گا۔

نزہۃ المجالس میں ہے کہ رسول اکرم شفیع اعظم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو درود پاک کی کثرت کرو، کیونکہ باقی دنوں میں فرشتے تمہارا درود پاک پہنچاتے رہتے ہیں، مگر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جو مجھ پر درود پاک پڑھتے ہیں، اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھ پر کوئی شخص سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتا ہے اور میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ابو داؤد، بیہقی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ خطہ زمین پر گھومتے رہتے ہیں تاکہ میرے امتیوں کے پیش کردہ سلام مجھے پہنچائیں (نسائی، دارمی)

حکایت

عارف باللہ علی بن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو ان کو شفیع معظم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیتے اور نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جواب سے سرفراز فرما دیتے اور جب شیخ موصوف تشہد یا غیر تشہد میں عرض کرتے "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" تو سن لیتے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وعلیک السلام یا شیخ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اور کبھی کبھی السلام علیک ایھا النبی کو بار بار پڑھتے، جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ بار بار کیوں پڑھتے ہیں تو فرماتے ہیں جب تک آقائے دو جہاں سے جواب نہ سن لوں آگے نہیں پڑھتا۔ نیز امام شعرانی قدس سرہٗ سے منقول ہے فرمایا کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو پانچوں نمازیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھتے ہیں۔

اور حضرت سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی کا ولایت محمدیہ میں قدم راسخ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ سید الوجود رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خضر والیاس علیہما السلام کی زیارت سے مشرف نہ ہو پھر فرمایا کہ بعض لوگ جو اس دولت سے محروم ہیں ان کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (سعادت دارین)

حکایت

"تحفۃ الاخیار" میں یہ حدیث پاک کہ جو شخص مجھ پر روزانہ پانچ سو بار درود پاک پڑھے وہ کبھی محتاج نہ ہوگا" نقل کرنے کے بعد فرمایا ایک نیک عقیدہ آدمی نے یہ حدیث پاک سنی تو اس نے محبت اور شوق سے مذکورہ تعداد میں درود پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو غنی کر دیا اور ایسی جگہ سے رزق عطا کیا کہ اسے پتہ بھی نہ چل سکا حالانکہ وہ اس سے پہلے حاجتمند اور مفلس تھا۔

پھر صاحب "تحفۃ الاخیار" نے فرمایا اگر کوئی شخص تعداد مذکورہ میں روزانہ درود پاک پڑھے اور پھر اس کا فقر دور نہ ہو تو یہ اس کی نیت کا فتور ہو گا - اور اس کے باطن میں خرابی کی وجہ سے ہے ورنہ جو شخص درود پاک سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہے وہ کبھی محتاج نہ ہو گا۔ خواہ اس کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہ ہو کیوں کہ قناعت غنا ہے بلکہ قناعت وہ خزانہ ہے جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے اور یہ دنیاوی مال سے افضل ہے کیوں کہ مال ختم ہو جاتا ہے اور قناعت فنا ہونے والی چیز نہیں ہے اور یہی نیکی زندگی کی علامت ہے ۔

حکایت

حضرت محمد کردی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "باقیات صالحات" میں لکھا ہے کہ مجھ پر جو اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا - تو میں خواب میں سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور مجھے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گود میں اٹھا لیا یوں کہ میرا سینہ سرکار کے سینۂ انور اور میرا منہ حضور کے منہ مبارک اور میری پیشانی حضور کی پیشانی مبارک کے برابر تھی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اور فرمایا مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو اور مجھے سرکار نے اپنی رضا کی بشارت دی جو کہ رضائے الٰہی کا جامع ہے - تو میں آبدیدہ ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مجھ پر اتنا کرم عظیم ہے ۔

اور میں نے دیکھا کہ میری اس حالت کو دیکھ کر اُمت کے والی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمانِ مبارکہ سے بھی آنسو جاری ہیں اور میں بیدار ہوا تو میری آنکھیں اشک بار تھیں ۔ میں اٹھا اور مواجہ شریف کے سامنے حاضر ہو گیا اور میں نے روضۂ مقدسہ کے اندر سے سنا کہ حبیب خدا شاہِ انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین نے مجھے ایسی ایسی بشارتیں دیں کہ میں عوام کے سامنے بیان نہیں کر سکتا ۔

الغرض میں بڑا خوش ہو کر سلام عرض کر کے واپس ہوا تو میں نے سلام کا جواب سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان پاک سے سُنا - حالانکہ میں جاگ رہا تھا اور مجھے حق یقین حاصل ہوا کہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم روضۂ انور میں حیات ہیں اور مسلمانوں کے سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں ۔

ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم (سعادۃ الدارین ۱۲۵)

حکایت حضرت شیخ ابو المواہب شاذلی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ جب میں زیارت سے نوازا گیا تو میں نے حضور کو دیکھ کر پڑھا "الصلٰوۃ والسلام علیک یارسول اللہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اپنے رب کا بندہ ہوں اور تو میرا بندہ ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ! ہاں میں اس پر راضی ہوں فرمایا اگر تو راضی ہے تو تو مجھ پر درودِ تام کیوں نہیں پڑھتا؟ عرض کی، یارسول اللہ! یہ لمبا ہے اس لیے میں کوئی چھوٹا درود شریف پڑھ لیتا ہوں۔

فرمایا درودِ تام پڑھا کر! خواہ ایک ہی مرتبہ اوّل آخر پڑھ لیا کر! میں نے عرض کی "وہ درودِ تام کیا ہے؟ تو سرکار نے فرمایا!۔

"درودِ تام" یہ ہے۔

"اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" (سعادۃ دارین)

باب ۔ ۲

آدابِ درود شریف

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

عظیم المرتبت ہستی کا نام لینے کے لیے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اس لیے درود شریف پڑھتے ہوئے ظاہری اور باطنی آداب کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کیوں کہ تقاضہ محبت یہی ہے کہ ادب سے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں درود شریف پیش کیا جائے۔ لہٰذا درود پڑھتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ درود پاک پورے ذوق و شوق اور لگن سے پڑھنا چاہیے دل و دماغ کو پوری طرح حاضر رکھنا ضروری ہے اور دل سے ہر طرح کے خیالات نکال کر اپنی پوری توجہ درود شریف پر رکھنی چاہیے۔ اور اپنے ذہن میں یوں خیال کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری ہے اس لیے ان کی عظمت اور رفعت کا نقش اپنی آنکھوں کے سامنے قائم کرے۔

۲۔ درود پاک پڑھتے وقت اپنے چہرے کا رخ اس طرف کرنا چاہیے جس طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس ہے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی صورت درود پڑھنا شروع کرے اور کوشش کرے کہ جتنا عرصہ درود پاک پڑھا جائے مراقب رہے۔

۳۔ درود پڑھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرنا چاہیے۔ اگر خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی ہے تو وہ صورت دل نشین کر کے اس پہ اپنا تصور رکھنا چاہیے۔ اگر زیارت نہ ہوئی ہو زیارت کا طلب گار رہنا چاہیے۔ جب درود پاک پڑھتے پڑھتے تعداد کی کثرت ہو جاتی ہے تو پھر درود پڑھنے والے کی روح کا مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنا جانا ہو جائے گا وہ روح کی آنکھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں گم ہو جائے اور جوں جوں

ان کی محبت میں زیادہ محو ہوگا اسی نسبت سے اس کی روح پر انوارات الٰہیہ کا نزول ہوگا اور
دن بدن اس پر رحمت خداوندی بڑھتی جائے گی۔ حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آجائے گا کہ وہ اپنے
گرد نور کا بحر بیکراں محسوس کرے گا۔ اور اس کا بحر بیکراں میں درود پڑھنے والے کی روح غوطہ
زن ہو کر روحانیت سے مالا مال ہو جائے گی۔

۴۔ درود شریف کو حکم الٰہی کی اتباع تصور کرنا چاہیے اور درود شریف پڑھنے کا مقصد رضائے
الٰہی رکھنا چاہیے۔ بلکہ یہ نیت پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود شریف پڑھنا اللہ کا حکم ہے اس لیے
اس حکم کی اتباع کر رہا ہے اگر اس نیت کے علاوہ کوئی اور نیت ذہن میں رکھے گا تو درود شریف
کا اجر کم ہو جائے گا۔

۵۔ درود پاک پڑھنے والے کا جسم اور لباس پاک صاف ہونا چاہیے کیوں کہ ہر عبادت
کے لیے پاکیزگی اور طہارت ضروری ہے اس لیے درود پاک کے لیے بھی پاکیزہ ہونا ضروری ہے
لہٰذا درود شریف باوضو پڑھے تو زیادہ بہتر ہے مسواک سے اپنے منہ کو صاف رکھنا چاہیے۔
خوشبو لگانا بھی بہت بہتر ہے پھر ذہن کو بھی ہر طرح کے خیالات سے پاک کر کے درود شریف
پڑھنا چاہیے۔

۶۔ درود شریف جس مقام پر پڑھا جائے اس کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے
ناپاک اور گندی جگہ پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔ لہٰذا ایسی جگہ جہاں پہ غلاظت کا احتمال
ہو یا کوئی حکمی یا حقیقی غلاظت لگی ہو تو وہاں پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔ نہ ہی ایسی جگہ
جہاں پر حقہ نوشی ہوتی ہو درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔ ایسی جگہ جہاں افیون بھنگ چرس اور شراب
وغیرہ کا نشہ کیا جاتا ہو وہاں بھی درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔ ایسے ہی وہ جگہ جہاں عیش و
عشرت کی محفل گرم ہو ناچ گانا اور لہو و لعب کی مجلس ہو یا جھوٹ بولا جا رہا ہو غیبت یا جھوٹے
لطیفے بازی ہو رہی ہو یا تمسخر ہوتا یا غیر شرعی گفتگو ہوتی ہو یا الٰہی باتیں ہوتی ہوں جن سے نفرت
پیدا ہوتی ہو تو ان مقامات پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔

۷۔ درود پڑھتے ہوئے شہرت اور ریا کاری سے بچنا چاہیے۔ دنیاوی جاہ و جلال حاصل
کرنے کی نیت نہیں رکھنی چاہیے۔ اگر کسی کے مدعو کرنے پر محفل درود میں شرکت کرے تو

دعوت دینے والے یا کسی اور پر احسان نہیں رکھنا چاہیے۔ بلکہ درود شریف کے پڑھنے میں رضائے الہیٰ کا مقصد ہی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۸۔ نبی اکرم صلی اللہ وسلم کا نام سنے یا لکھے تو اس پر درود ضرور پڑھے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پڑھے چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے اس لیے صلی اللہ علیہ وسلم کہنا یا لکھنا ضروری ہے۔ حضرت ابو عباسؓ مشہور محدث تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو لکھتے وقت صرف صلی اللہ لکھا کرتے تھے یعنی وسلم کا لفظ ترک کر دیا کرتے تھے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم چالیس نیکیوں کو کیوں ضائع کر دیتے ہو وسلم کے چار حروف کو نظر انداز کر کے ان نیکیوں سے کیوں محروم رہتے ہو کیوں کہ ایک ایک حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں تو اس روز سے حضرت ابو عباسؓ نے درود شریف کے پورے الفاظ لکھنے شروع کر دیئے۔

۹۔ درود پاک دونوں طرح یعنی بلند آواز یا پست آواز سے پڑھ سکتا ہے اگر اونچی پڑھے تو بھی معتدل آواز سے پڑھنا چاہیے درود پڑھتے وقت آواز کو دلکش انداز میں نکالنا چاہیے درود پست آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اس سے دلجمعی پیدا ہوتی ہے اور روحانی اثرات جلد اور کثرت سے مرتب ہوتے ہیں۔

۱۰۔ درود شریف میں جہاں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور وہاں سیدنا کا لفظ نہ لکھا ہوتو وہاں سیدنا کا لفظ ادباً اور عقیدتاً خود پڑھ لینا چاہیے۔ کیوں کہ سیدنا کا لفظ ادب و تعظیم کا ہے اس لیے آپ کے ذاتی نام کے ساتھ اس لفظ کا اضافہ کرنا بہتر ہے۔

۱۱۔ درود پاک اگرچہ ہر مسلمان کو کثرت سے پڑھنا چاہیے اگر اس کے پڑھنے میں شیخ کامل کی اجازت سے تائید حاصل کر لی جائے تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ شیخ کامل کی اجازت سے اس کی دعا شامل حال ہو جاتی ہے جو زیادہ روحانی فوائد کا باعث بنتی ہے اگر کسی نے خ بیعت نہ کی ہو تو اسے درود شریف پڑھنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

۱۲۔ حضرت ابو المواہب شاذلی قدس سرہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے درود پاک جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا تاکہ میرا ورد جو کہ ایک ہزار بار روزانہ کا تھا جلدی پورا ہو جائے تو شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے شاذلی تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی

شیطان کی طرف سے ہے پھر فرمایا یوں پڑھ !" اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمدٍ" آہستہ آہستہ اور ترتیب کے ساتھ پڑھ ! ہاں اگر وقت تھوڑا ہو تو پھر جلدی جلدی پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہے نیز فرمایا کہ یہ جو میں نے تجھے کہا ہے کہ جلدی جلدی نہ پڑھو ! یہ افضلیت کے طور پر ہے ورنہ جیسے بھی درود پاک پڑھو وہ درود ہی ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب تو درود پاک پڑھنا شروع کرے تو اول اور آخر درودِ تام پڑھ لیا کرے اگرچہ ایک ایک بار ہی پڑھے اور وہ یہ ہے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمدٍ کما صلیت
علیٰ سیدنا ابراھیم وعلیٰ ال سیدنا ابراھیم و بارک علیٰ
سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمد کما بارکت علیٰ سیدنا ابراھیم
وعلیٰ ال سیدنا ابراھیم فی العالمین انک حمید مجیدٌ
السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(سعادۃ الدارین ص۱۳۱)

باب ۔ ۳

درود شریف نہ پڑھنے کی مذمت

بارگاہ رسالت میں درود نہ بھیجنے والا اللہ کی رحمت اور فضل سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور وہ فیوض و برکات جو درود شریف کی بدولت حاصل ہوتے ہیں نہ پڑھنے والے کو حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ احادیث میں درود شریف نہ پڑھنے والے کی بڑی مذمت کی گئی ہے اور احادیث حسب ذیل ہیں۔

درود شریف نہ پڑھنے والا گم گشتہ راہ ہو جائے گا

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پہ درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے ہٹ گیا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر درود پاک نہیں پڑھتے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو گئے لیکن ان پر حسرت طاری ہوگی جب وہ جنت میں درود پاک کی اعلیٰ جزا دیکھیں گے۔

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درود شریف کے پڑھنے کا ثواب نیک اعمال کی جزا کے ساتھ آخرت میں اضافے کا سبب بنے گا۔ اور یہ انسان کو اس راستے پر گامزن کر دیتا ہے جس کی جزا آخرت میں جنت ہے۔ پھر جنت میں داخل ہونے کے بعد درود شریف کی بدولت بلند درجات حاصل ہوں گے۔ اور جو لوگ دنیا میں درود شریف پڑھنے کی نعمت سے محروم رہیں گے انہیں وہ بلند درجات حاصل نہیں ہوں گے جو اہل درود کو ملیں گے اور محروم لوگ

ان اعلیٰ درجات کو دیکھ کر للچائیں گے کہ کاش ہم دار العمل میں نیک اعمال کے ساتھ درود شریف بھی پڑھتے اور آج ہمیں بلند درجات حاصل ہونے کی حسرت نہ ہوتی۔

درود شریف نہ پڑھنا بخیل ہونے کی علامت ہے

۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑا بخیل کون ہے اور لوگوں میں عاجز کون ہے آپ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے (اور عاجز وہ ہے جو درود پڑھے)

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ سوئی تلاش کرنے لگیں اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ کی روشنی سے سارے گھر میں روشنی ہوگئی اور سوئی مل گئی اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کا چہرہ مبارک کتنا روشن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ویل یعنی ہلاکت ہے اس بندے کے لیے جو مجھے قیامت کے دن نہیں دیکھ سکے گا عرض کی یا رسول اللہ وہ کون ہوگا۔ جو حضور کو نہ دیکھ سکے گا آپ نے فرمایا وہ بخیل ہے عرض کیا بخیل کون ہے فرمایا جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھنا بخل ہے اور جو شخص آپ کا نام سن کر یا لکھ کر درود شریف نہ پڑھے یا نہ لکھے تو وہ بخیل ہے کتاب و سنت کی رو سے بخل ایک ایسی برائی اور گناہ ہے جس کی آخرت میں سزا ہے۔

حکایت

سعادت دارین میں ہے کہ حضرت ابو علی عطارؒ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ میرے لیے ابو طاہر نے کچھ تحریر لکھ کر بھیجی تو اس تحریر کو جب میں نے دیکھا کہ جہاں کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھا تو اس کے ساتھ ہر بار درود شریف لکھا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا تو میں نے ابو طاہر سے پوچھا یہ آپ نے کس لیے

لکھا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابتداء میں جہاں کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھتا تو اس کے ساتھ درود شریف نہ لکھتا تھا آخر ایک دن میں خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوا اور میں نے سلام عرض کیا تو آپ خاموش رہے اور چہرہ مبارک کا رخ دوسری طرف کر لیا پھر میں نے دوسری طرف ہو کر سلام عرض کیا مگر پھر آپ خاموش رہے آخر میں نے التجا کی کہ حضرت مجھ سے کیا ہوا ہے کہ آپ سلام کے جواب میں خاموش ہیں تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کتاب لکھتے ہوئے میرے نام کے ساتھ درود پاک نہیں لکھتے اس لیے تمہاری محبت میں کمی ہے لہٰذا شیخ طاہر کا کہنا ہے کہ اس روز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی میں نام لکھتا ہوں تو اس کے ساتھ ہر مرتبہ درود پاک لکھتا ہوں۔

حکایت

معارج النبوۃ میں ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص بڑا پرہیزگار اور پابند صوم و الصلوٰۃ تھا مگر درود شریف پڑھنے میں کوتاہی کیا کرتا تھا ایک دفعہ اسے خواب میں یوں محسوس ہوا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی وہ بار بار کوشش کرتا تھا کہ سرور دوعالم اس کی طرف توجہ فرمائیں مگر وہ ہر بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے محروم رہا۔ آخر اس نے گھبرا کر عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہیں فرمایا نہیں میں تجھے پہچانتا ہی نہیں عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کی امت سے ایک ادنیٰ سا امتی ہوں اور میں نے نیک لوگوں سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بیٹوں سے بھی عزیز رکھتے ہیں فرمایا ایسا ہی ہے مگر تم درود پاک پڑھنے سے اعراض کرتے ہو اور شفقت اس امتی پر ہوتی ہے جو درود شریف کثرت سے پڑھتا ہے جب وہ شخص بیدار ہوا تو اسے درود شریف نہ پڑھنے کا بڑا احساس ہوا۔ چنانچہ اس روز سے اس نے بڑے شوق سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا ایک دن پھر اسے خواب میں زیارت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میں تمہیں پہچانتا ہوں اور قیامت کے دن میں تمہاری شفاعت کا ضامن ہوں۔

منکرِ درود کی ناک رگڑی جائے گی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ناک خاک آلود ہو یعنی وہ ذلت اور

رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود شریف نہ پڑھے۔ جس نے رمضان المبارک کو پایا مگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور جس نے اپنے والدین کو ضعیف پایا مگر ان کی خدمت نہ کر کے دخول جنت کا سامان نہ بنایا۔

۴ **درود نہ پڑھنے والا ظالم ہے**

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بڑے ظلم و جفا کی بات ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

درود نہ پڑھنے کا نقصان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور وہاں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن وہ خسارے میں ہوں گے پھر اللہ چاہیے تو انہیں عذاب میں مبتلا کرے یا انہیں بخش دے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قوم جمع ہو اور اس حالت میں اٹھ کر چلی جائے کہ انہوں نے نہ اللہ کا ذکر کیا اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ یوں اٹھے جیسے وہ بدبودار مردار کھا کر اٹھے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر با مقصد کام جو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درود پاک پڑھنے کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے اور خیر سے کٹا ہوا ہے

حکایت

حضرت ابو زکریا عابدیؒ نے فرمایا کہ مجھے ایک دوست نے بتایا کہ بصرہ میں ایک آدمی حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتا تو قصداً اس پر درود پاک نہ لکھتا اور اپنے ذہن میں سوچتا کہ میں کاغذ کی بچت کر رہا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاتھ پر جس سے وہ درود پاک نہ لکھتا تھا آکلہ کی بیماری لگ گئی حتیٰ کہ اسے بڑی تکلیف ہوئی اور پھر اسی بیماری سے چل بسا۔

ایسے ہی ایک کاتب تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ درود شریف نہ لکھتا تھا۔ بلکہ سوچتا تھا کہ بار بار درود ہی لکھتا رہوں حتیٰ کہ ایک روز کسی حادثے میں اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ اور اس نے درود نہ لکھنے کا مزا چکھ لیا۔

۶- زیارت سے محرومی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین خصائل والے اشخاص میری زیارت سے محروم رہیں گے۔

۱- اپنے والدین کا نافرمان۔

۲- میری سنت کا تارک۔

۳- جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔

۷- درود شریف نہ پڑھنا بدبختی ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوتے تو کہا آمین۔ یوں ہی دوسری اور تیسری سیڑھی پر آمین کہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی حضور اس تین بار آمین کہنے کا کیا سبب ہوا تو فرمایا جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا بدبخت ہوا وہ شخص کہ جس نے رمضان المبارک پایا، رمضان المبارک نکل گیا اور وہ روزے نہ رکھ کر بخشا نہ گیا۔ میں نے کہا آمین! دوسرا بدبخت وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی میں والدین کو یا ایک کو پایا اور انہوں نے خدمت کے سبب اسے جنت میں نہ پہنچایا (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا) میں نے کہا آمین! تیسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے پاس آپ کا ذکر پاک ہو اور اس نے آپ پر درود پاک نہ پڑھا، تو میں نے کہا آمین!

ایک شخص نے ایک ہرنی شکار کی اور وہ اسے پکڑ کر جا رہا تھا۔ جب نبی رحمت شفیق امت مرجع خلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی عطا فرما دی تو ہرنی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے دودھ پیتے ہیں اور اس وقت وہ بھوکے ہیں، لہٰذا آپ شکاری کو ارشاد فرمائیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔ شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو واپس نہ آئی تو پھر؟ ہرنی نے جواب دیا اگر میں واپس نہ آؤں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جیسے اس شخص پر لعنت ہوتی ہے جس کے سامنے آپ کا ذکر پاک ہو اور وہ آپ پر درود پاک نہ پڑھے یا جیسی لعنت اس شخص پر ہوتی ہے جو نماز

پڑھے اور پھر دعا نہ مانگے۔ پھر سرکار دوعالم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شکاری کو حکم دیا کہ اسے چھوڑ دے اور میں اس کا ضامن ہوں۔ اس نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ پھر جبریل علیہ السلام بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا حبیب اللہ! اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں آپ کی امت کے ساتھ اس سے بھی زیادہ مہربان ہوں جیسے کہ اس ہرنی کو اپنی اولاد کے ساتھ شفقت ہے اور میں آپ کی امت کو آپ کی طرف لوٹاؤں گا جیسے کہ یہ ہرنی آپ کی طرف لوٹ کر آئی ہے۔

حصہ نہم

حقوق العباد

حقوق العباد کا مطلب بندوں کا حق ہے۔ ہر انسان پر دوسروں کے کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جنہیں حقوق العباد کہا جاتا ہے ان حقوق کا ادا کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے کیوں کہ باقاعدگی سے حقوق کی ادائیگی میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے حقوق العباد کی ادائیگی کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔

(۱) وَفِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

اور ان کے مال میں سائل اور بے نصیب کا حق ہے۔ (ذاریات آیت ۱۹)

(۲) وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہے۔

(بنی اسرائیل آیت ۲۶-۲۷)

(۳) یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۝

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ راہ خدا میں کیا خرچ کریں تو سمجھا دے کہ جو مال خیرات کرو۔ وہ ماں باپ کا حق ہے۔ اور قریب کے رشتہ داروں کا۔ اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا۔ اور تم کوئی سی بھلائی بھی کرو گے۔ تو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ البقرہ آیت ۲۱۵

(۴) وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝

اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

(الرعد آیت ۲۱)

(۵) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝

اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور احسان کرنے کا۔ اور قرابت والوں کا دینے کا اور بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں اور زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ تم لوگوں کو نصیحتیں کرتا ہے تاکہ تم خیال رکھو۔

(پ ۱۴ النحل آیت ۹۰)

حقوق العباد میں سب سے پہلے حق تو یہ ہے دوسرے مسلمان بھائی کو اپنے جیسا خیال کرنا چاہیے اور اس کے لیے وہی چیز پسند کرنی چاہیے جو اپنے لیے کی جائے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کرنے کی آرزو لاحق ہو تو اسے چاہیے کہ آپ کو یوں رکھے کہ موت جب بھی اور جہاں آئے اسے کلمہ شہادت کہتے ہوئے پالے۔ نیز یہ کہ جو چیز اسے خود ناپسند ہو اسے نہ چاہتا ہو کہ اس پر مسلط کی جائے۔ اسے دوسروں کے لیے پسندیدہ اور گوارا قرار نہ دے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا بار خدایا! تیرے بندوں میں عادل تر کون ہے کا

مستحق کون ہے؟ ارشاد ہوا وہ جو خود بخود انصاف کر سکے۔

دوسرا حق یہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے مہربانی محبت اور شفقت رکھنی چاہیے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! تم مسلمانوں کو آپس میں مہربانی محبت اور شفقت کرتے ہوئے یوں دیکھو گے جیسے ایک جسم۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کے اعضاء بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔

(بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھ پر مسلمانوں کے چار حق ہیں۔ ان کے نیک کی امداد کر۔ گنہگار کے لیے طلب مغفرت کر۔ ان میں سے جانے والے (مرنے والے) کے لیے دعا مانگ اور ان میں سے توبہ کرنے والے کے ساتھ محبت رکھ۔

تیسرا حق یہ ہے کہ کسی کے ساتھ تکبر اور غرور سے پیش نہ آؤ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔

(۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اور ایسا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل

خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ۔ میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو۔

(مسلم شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بذریعہ وحی یہ حکم دیا گیا کہ عاجزی اور انکساری اختیار کرتا کہ (تمہاری تقلید میں) کوئی شخص کسی شخص کے ساتھ متکبروں جیسا سلوک نہ کرے اور فخر و غرور نہ کرتا رہے۔ اسی لیے آنحضرت کا معمول تھا کہ بیوہ عورتوں محتاجمندوں اور مسکینوں کے پاس خود تشریف لے جاتے اور ان کی حاجت روائی کا اہتمام فرماتے تھے۔ اور کسی کی طرف کبھی حقارت سے نہ دیکھنا چاہیے۔ کیوں کہ کیا معلوم وہ حق تعالیٰ کا دوست ہی ہو۔ اور وہ نہ جانتا ہو کہ اللہ اسے دوست رکھتا ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں اور ولیوں کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ تاکہ کسی کو ان کا پتہ نہ چل سکے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کے خلاف اگر کوئی شخص چغلی کھائے تو اس کی بات پر کان نہ دھریں۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاِنْ لَّمْ یَنْصُرْہُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ اَدْرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہے لہذا مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اگر وہ اس کی مدد پر قادر ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا مواخذہ کرے گا۔

(شرح السنۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ چغل خوری سے محتاط رہنا چاہیے نہ خود کسی کی چغلی کریں اور نہ ہی کسی سے سنیں کیوں کہ یاد رکھیں کہ جو شخص دوسروں کی برائی تیرے سامنے کر سکتا ہے۔

اُسے دوسروں کے سامنے تیری چغلی کھانے سے کیا باک ہو سکتا ہے! ایسے شخص کو منہ لگانے کی بجائے دور ہی رکھنا چاہیے

پانچواں حق یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ترک کلام نہ کرے اور اگر ایسا ہو ہی جائے تو تین دن یا اس سے قبل صلح کی طرف جلد لوٹ آئے۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو متواتر تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے کہ یہ ادھر کو منہ پھیرے اور وہ اُدھر کو اور دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

(بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر تو اپنے بھائی کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھے عزت و بزرگی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ (یعنی عزت و بزرگی ضرور حاصل ہوگی)

چھٹا حق یہ ہے کہ جس سے بھی ہو سکے اور جس قدر بھی ہو سکے نیکی کرنی چاہیے اور نیک و بد کا امتیاز کیے بغیر کرنی چاہیے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں لوٹاتی تقدیر کو مگر دعا اور نہیں بڑھاتی عمر کو مگر نیکی اور آدمی گناہ کے باعث روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے جو اس سے سرزد ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نیکی کر جس سے بھی ہو سکے۔ یہ نہ دیکھو کہ وہ کون ہے۔ اور کیسا ہے۔ اگر وہ اس کا اہل نہ ہو تو تجھے اپنی اہلیت پہ تو شک نہ ہونا چاہیے۔ یعنی وہ اگر اہل نہیں کہ اس سے نیکی کی جائے مگر تو اس کا اہل ہے کہ اس سے نیکی کر سکے۔ اور ایمان کے بعد اگر عقل کی کوئی اصل ہے تو وہ دوستی ہے، جس میں خوش خلقی اور جذبہ نیکی غالب ہو اور یہ نیکی ہر کسی کے ساتھ کی جائے خواہ کوئی پارسا خواہ غیر پارسا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا کہ آپ اس سے گفتگو فرمائیں، تو آپ اسے کبھی مایوس نہ فرماتے اور اپنا ہاتھ کبھی اس سے نہ چھڑاتے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ اور پھر اس سے ہم کلام ہونے کے بعد ساری توجہ اسی کی طرف مبذول رکھتے۔ بڑی شفقت سے خطاب کرتے اور آخر تک نہایت صبر و سکون سے اس کی باتیں سنا کرتے۔

(کیمیائے سعادت)

جب بھی دو مسلمانوں کو آپس میں خفا دیکھے تو ان کے درمیان صلح کرانے کی پُر خلوص کوشش کرے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلَاةِ قَالَ قُلْنَا بَلَى قَالَ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں روزے، صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہو، ہم عرض گزار ہوئے، کیوں نہیں۔ فرمایا کہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کروا دینا اور دو شخصوں کے درمیان فساد ڈالنا مونڈ دینے والی حرکت ہے۔

(ترمذی اور ابو داؤد)

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتہً ہنس دیے۔ حضرت عمر نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پہ فدا ہوں،

اس ہنسی کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قیامت کا میدان ہے۔ میری امت کے
آدمی وہاں آگئے ہیں اور زانوؤں کے بل کھڑے ہو گئے ہیں (ایک کہہ رہا ہے بارِ خدایا! میرا
انصاف اس (دوسرے) سے طلب فرما کہ اس نے مجھ پر ظلم ڈھایا ہے! حق تعالیٰ حکم دیتے ہیں
کہ "اس کا حق ادا کر دو" وہ کہتا ہے کہ اے پروردگار! میرے پاس دینے کو کیا رہا ہے، میری
سب نیکیاں تو مدعی لے گئے ہیں۔ حق تعالیٰ داد خواہ سے کہتا ہے کہ کہو اب کیا کہتے ہو۔
اس کے پاس تو ایک بھی نیکی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہ اس کے
ذمے کر دے! اور لو، اس کے گناہ اس کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ لیکن مظلوم سے رہائی
پھر بھی حاصل نہیں ہوئی (وہ بدستور جواب دہ ہے)" اور یہ کہتے ہوئے حضورؐ آبدیدہ
ہو گئے اور فرمایا۔ کتنا عظیم دن ہے یہ کہ ہر شخص اپنے گناہوں کے بوجھ سے گرانبار ہو
رہا ہے اور اسے کسی جگہ ڈال دینے کا آرزو مند ہے۔ اور پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے
ہوئے فرمایا کہ اب حق تعالیٰ نے داد خواہ سے کہا ہے کہ ذرا پیچھے جھانک کر دیکھ تو بھلا
کیا ہے؟ اب وہ شخص (داد خواہ) کہہ رہا ہے کہ یہ تو بڑے پیارے پیارے شہر ہیں۔ جن میں
سونے چاندی کے محلات بنے ہوئے ہیں جو ہیرے جواہرات سے مزین ہیں کس کا راستہ ہیں سا
پھر ساتھ ہی کہتا ہے کہ) اے پروردگار! یہ کن پیغمبروں یا شہیدوں یا صدیقوں کے لیے بنائے
گئے ہیں؟ حق تعالیٰ کا جواب ہے کہ یہ اس شخص کے ہیں جو ان کی قیمت ادا کرے۔ وہ عرض
پرداز ہے کہ اے پروردگار! کون ہے جو ان کی قیمت ادا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تو بھی
ادا کر سکتا ہے! وہ کہتا ہے بھلا الٰہی! میری کیا مجال ہے میں اتنی قیمت کہاں سے ادا کر سکتا
ہوں؟ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ: سن۔ اس کی قیمت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ تو اپنے اس بھائی
کو معاف کر دے! اب وہ شخص خوشی سے اچھل کر کہہ رہا ہے کہ بارِ خدایا! میں اسے معاف
کرتا ہوں۔ میں نے معاف کر دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ
لیا ہے اور لو۔ وہ دونوں جنت میں چلے جا رہے ہیں! اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
سے ڈرو اور لوگوں سے صلح صفائی کے ساتھ رہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ قیامت کے دن
مومنوں میں صلح کرائے گا (کیمیائے سعادت)

ساتویں یہ کہ بڑے بوڑھوں کی عزت کریں، اور بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور ان پر رحم کریں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بھلائی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے۔

گویا یہ ایک طرح کی بشارت ہے کہ جو شخص بوڑھوں کا احترام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی اتنی عمر عطا کرتا ہے کہ وہ بڑھاپے تک پہنچے اور اس کا ثمرہ اس کو ملے (یعنی جب وہ بوڑھا ہو تو لوگ اس کی تعظیم کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو سفید بالوں کی تعظیم کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کی تعظیم کرتا ہے، اکہ سفیدی کی مشابہت نور سے ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو لوگ بچوں کو آپ کے پاس لے جاتے۔ حضورؐ ان میں سے کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے اپنے سواری کے جانور پر بٹھا لیتے اور لڑکے بالے آپس میں باتیں کرتے ہوئے فخریہ کہتے کہ دیکھو مجھے آگے بٹھایا گیا اور تمہیں پیچھے جگہ دی گئی ہے۔ ایک مرتبہ ایک چھوٹے سے بچے کو آپ کے سامنے لائے اور عرض کیا کہ دعا فرمائیں اور اس کا نام تجویز فرمائیں۔ آپ نے پیار سے اسے آغوش میں لے لیا اور قریب تھا کہ وہ بچہ پیشاب کر دے کہ لوگوں نے چلا کر کہا کہ حضورؐ سے بچہ واپس لے لو (کہیں پیشاب نہ کر دے) لیکن جب وہ لینے گئے تو آپ نے انھیں روکتے ہوئے فرمایا کہ چھوڑ دو (اسے میری گود ہی میں رہنے دو تاکہ پیشاب اچھی طرح کر لے، اس کا پیشاب کیوں روکتے ہو آخر بچہ ہی تو ہے)، اور جب کبھی ایسا ہوتا (یعنی کوئی بچہ پیشاب کر دیتا) تو اپنے کپڑے اس بچے کے باپ کی موجودگی میں نہ دھوتے کہ وہ رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ چنانچہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد دھویا کرتے تھے اور بچہ اگر بہت چھوٹا ہوتا تو کپڑوں کو دھونے کے بجائے صرف پانی اوپر بہا کر صاف کر لیتے تھے۔

مسلمانوں کا آپس میں ایک حق یہ ہے کہ آپس میں خندہ پیشانی سے پیش آیا جائے کسی کو حقیر اور رسوا نہ کیا جائے درجہ بدرجہ ہر ایک کی عزت کی جائے کسی کا مال ناحق نہ کھایا جائے کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کیا جائے۔ غریبوں اور فقیروں کی عزت کی جائے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ۔ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ" بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو باہم بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو۔ اور کوئی شخص دوسرے کے لیے سودے پر سودا نہ کرے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے۔ نہ اسے حقیر جانتا ہے۔ اور نہ اسے رسوا کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے آپ نے تین بار سینہ اقدس کی طرف ارشاد فرمایا۔ کسی انسان کی اتنی ہی برائی کافی ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہیں (مسلم شریف)

حضرت عائشہ نے ایک دفعہ سفر کے دوران دسترخوان بچھایا تو ایک فقیر وہاں آنکلا فرمایا کہ ایک روٹی اسے دے دو۔ اسی اثنا میں ایک سوار آگیا وہاں سے ہو افرمایا کہ اسے دسترخوان پر بلا لاؤ۔ بعضوں نے عرض کیا کہ آپ نے درویش کو جانے دیا اور اس امیر آدمی کو طلب فرمایا، حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ جس کو حق تعالیٰ نے عزت دی ہو اور وجہ عطا فرمایا ہو تو لازم ہے کہ اس کے عطا کردہ درجے کا احترام بھی کریں۔ درویش کا کیا ہے، وہ بیچارا تو ایک روٹی سے کرہی خوش ہو گیا تھا۔ لیکن یہ امیر ہے اور امیروں کے ساتھ درویشوں جیسا سلوک

کرنا پڑا ہے۔ ان کے ساتھ وہی سلوک زیب دیتا ہے جو ان کی خوشی کا باعث ہو۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی قوم کا معزز شخص تمہارے سامنے آ لے تو اسے معزز جانو (یعنی اس کی عزت کرو)۔ اور ایک شخص کے آنے پر ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنی چادر بچھا دی اور کہا کہ اس پر بیٹھو۔ ایک بڑھیا جس نے حضورؐ کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنی چادر پر اسے بٹھا لیا اور فرمایا مرحبا اے مادر مہربان! جو تیرا دل چاہے بیان کریں اسے پورا کروں گا۔ اور پھر مال غنیمت سے جو حصہ آپ کو ملا تھا اس عورت کے حوالے کر دیا۔ جو اس نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں فروخت کر ڈالا۔

حضرت عمرؓ ایک رات گشت پر تھے کہ ایک گھر سے سرود کی آواز سنائی دی۔ آپ چھت پر چڑھ کر صحن میں اتر آئے۔ دیکھا کہ ایک آدمی ایک عورت کے ساتھ مے نوشی میں مشغول ہے۔ فرمایا۔ اے دشمن خدا! تو سمجھا تھا کہ حق تعالےٰ تیرے اس طرح کے گناہ کی بھی پردہ پوشی ہی کرے گا؟ وہ بولا اے امیر المومنین! جلدی نہ فرمائیے، یہ ٹھیک ہے کہ میں ایک گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ لیکن (اس ایک کے مقابلے میں) تین گناہ آپ نے بھی تو کیے ہیں! کیونکہ (۱) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ — تجسس نہ کیا کرو (یعنی کرید نہ کرو) لیکن آپ نے تجسس کیا۔ (۲) پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ — گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ — لیکن آپ چھت کی راہ سے اندر داخل ہو گئے۔ (۳) پھر اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ — (اے ایمان والو) تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ ان سے اجازت حاصل نہ کر لو۔ اور اجازت لینے سے قبل ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔ لیکن آپ نہ صرف بلا اجازت اندر چلے آئے بلکہ سلام تک بھی نہیں کیا! آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا اب اگر میں تجھے معاف کر دوں تو کیا تو اس سے توبہ کرے گا؟ وہ بولا۔ ضرور کر لوں گا، بلکہ پھر کبھی اس کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔ چنانچہ آپ نے اسے معافی دے دی اور وہ تائب ہو گیا۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دوسروں کی پوشیدہ باتیں کان لگا لگا کر سنتا ہے قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالیں گے۔

(کیمیائے سعادت)

مسلمان کے جنازہ میں شامل ہونا بھی حقوق العباد سے ہے لہٰذا ہر قریبی آدمی کے جنازہ میں شمولیت کرنی چاہیے کیوں کہ اس طرح ایک تو جنازے میں شامل ہونے کا ثواب ملتا ہے اور دوسرے فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبُوْهُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّکَانَ مَعَہٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِّثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایمان اور طلب ثواب کی خاطر کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ گیا۔ اور نماز جنازہ پڑھنے اور دفن تک ساتھ رہا تو وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ واپس لوٹے گا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کی مثل ہے اور جو آدمی نماز جنازہ پڑھ کر دفنانے سے پہلے واپس آگیا وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ واپس آتا ہے۔

(بخاری شریف)

جنازہ میں شمولیت کے آداب یہ ہیں کہ خاموش رہیں۔ ہنسی مذاق نہ کریں۔ بلکہ عبرت حاصل کریں اور اپنی موت کا تصور باندھیں۔ حضرت اعمش کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو یہ جاننا مشکل ہو جاتا تھا کہ اظہار تعزیت کس سے کیا جائے، کیونکہ ایک سے ایک بڑھ کر پژمردہ اور اندوہ گین نظر آتا تھا۔ کچھ لوگوں کو ایک مرنے والے کیلئے ملول و غمگین دیکھ کر ایک بزرگ نے کہا کہ غم کھانا ہو تو اپنا کھاؤ، کیونکہ اسے (یعنی مرنے والے کو) تو تین ہولوں سے نجات مل چکی۔ یعنی فرشتہ موت کا منہ وہ دیکھ چکا، موت کی تلخی وہ چکھ چکا اور خاتمہ زندگی کے خوف سے اسے فراغت مل چکی! حضور نے فرمایا کہ مردے کے پیچھے تین چیزیں ہوتی ہیں یعنی اہل۔ مال اور عمل ان میں سے اہل (یعنی اس کے عزیز و اقارب) اور مال (جو خیرات وغیرہ کے لیے ساتھ لے جاتے ہیں) واپس آجاتے ہیں۔ لیکن عمل (جو اس کے اپنے ہوتے ہیں) اس کے ساتھ رہ جاتے ہیں۔

جنازے میں شامل ہونے کے علاوہ مسلمان بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ایک مرتبہ قبرستان میں گئے اور ایک قبر کے سرہانے بیٹھ کر زار و قطار آنسو بہانے لگے۔ میں ان کے قریب ہی تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ اس طرح روتے کیوں ہیں؟ فرمایا کہ یہ قبر میری والدہ کی ہے۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے اجازت مانگی تھی کہ اس کی زیارت کروں اور بخشش کے لیے دعا کروں۔ وہاں سے زیارت کی اجازت تو مل گئی لیکن دعا کی اجازت نہ مل سکی۔ شفقت فرزندی نے میرے دل میں ایک تلاطم بسپا کر دیا اس لیے میں رونے لگا۔

سفیان ثوری رحؒ کہتے ہیں کہ جو شخص قبر کو اکثر یاد کرتا رہتا ہے، وہ مرنے کے بعد اپنی قبر کو بہشت کے باغوں میں سے کسی خوب صورت باغ میں پالے گا۔ اور جسے قبر کا کبھی خیال ہی نہ آئے تو اسے اپنی قبر دوزخ کے خوف ناک غاروں میں نظر آئے گی۔

اپنے اور پرائے کی بیمار پرسی کرنا بھی حقوق العباد کا حصّہ ہے کیوں کہ بیمار کی عیادت سے بیمار کی دل جوئی ہوتی ہے اور بحالی صحت میں مسرت محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا بیمار کی عیادت کے لیے ضرور جانا چاہیے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے شام تک رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ اور

يُصْبِحَ ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ۔ اس کے لیے جنت میں چنے ہوئے پھل ہیں (ترمذی)

بیمار پرسی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیمار کے ہاتھ پر ہاتھ رکھیں یا پیشانی پر ہاتھ پھیریں اور پوچھیں کہ مزاج کیسے ہیں؟ اور یہ دعا پڑھیں۔ اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے، پناہ مانگتا ہوں تیرے لیے خداوند عالم سے جو واحد ہے، جس سے کوئی نہیں جنتا اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میری بیماری کے دوران حضور تشریف لائے اور کئی مرتبہ یہی (مذکورہ) کلمات دہراتے رہے اور بیمار کے لیے (اس کے جواب میں) یہ پڑھنا مسنون ہے۔ خدا سے پناہ کا طالب ہوں اور اس بدی کو دور کرنے کی التجا کرتا ہوں جو مجھ میں راہ پا گئی ہے کہ وہ اپنی عزت اور قدرت سے اسے دور کر دے۔ اور جب اس سے اس کا حال پوچھیں تو شکایت اور گلہ کے کلمات زبان پہ نہ لائے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو اس پر اس لیے مقرر کر دیتا ہے کہ آیا وہ مزاج پرسی کرنے والوں کے سامنے شکر بجا لاتا ہے۔ یا شکایت کے دفتر کھول بیٹھتا ہے۔ اور جو بیمار شکر کرتا ہے اور الحمد اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ کہتا ہے کہ اب مجھ پر واجب ہے کہ اگر اس بیمار کو (اس دنیا سے) لے جانا ہے تو اپنی رحمت کے سایے میں لے جا کر جنت میں داخل کر دوں۔ اور اگر شفا بخشوں تو ساتھ ہی اس کے گناہ بھی معاف کر دوں۔ اور پہلے سے بھی بہتر گوشت پوست اور خون اس کے جسم کو عطا کر دوں۔

اور حضرت علی رضؓ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو پیٹ درد کی تکلیف ہو تو اپنی بیوی کے حق مہر میں سے کچھ رقم لے کر اس کا شہد خریدے اور پھر اسے بارش کے پانی میں ملا کر پی لے تو وہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے بارش کو رحمت سے تعبیر کیا ہے اور شہد کو شفا کہا ہے اور عورت کے بخشے ہوئے حق مہر کو فرحت افزا اور سازگار کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اور جہاں یہ تینوں چیزیں یکجا ہو جائیں وہاں لامحالہ شفا حاصل ہوگی۔ بیمار کو بیماری میں جن آداب کا لحاظ رکھنا چاہیے وہ یہ ہیں کہ گلہ اور

شکایت نہ کرے، آہ و فریاد سے گریز کرے، بلکہ اس بات کا امیدوار رہے کہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ اور دوا کھاتے (یا پیتے) وقت بھروسہ اور توکل اپنے پیدا کرنے والے (حق تعالیٰ) پر ہونا چاہیے نہ کہ دوا پر عیادت کے آداب یہ ہیں:۔

(۱) زیادہ دیر تک بیمار کے پاس نہ بیٹھے رہیں۔

(۲) بہت زیادہ (یعنی بار بار) اس کا حال نہ پوچھتے رہیں۔

(۳) اس کی صحت کے لیے دعا کریں۔

(۴) بیمار کے سامنے غمگین انداز سے رہیں۔

(۵) مکان کے اندرونی حصوں یعنی در و دیوار کو گھورتے نہ رہیں۔

(۶) بیمار کے مکان پر جا کر دروازے کے باہر ہی سے اجازت طلب کی جائے اور دروازے کے عین سامنے نہ کھڑے ہوں۔ بلکہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے۔

(۷) دروازے پر آہستہ سے دستک دیں۔ اور چلا چلا کر (نوکر نوکر (اے او فلانے) وغیرہ نہ پکارنے لگیں۔ اور جب اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو یہ نہ کہے کہ "میں ہوں"۔ اور "اے نوکر" کے بجائے سبحان اللہ اور الحمد اللہ کہیں۔ اور دروازے پر دستک دینے والے کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ (کیمیائے سعادت)

ایک حق یہ ہے کہ دوسروں کی حاجات پوری کرنے کی کوشش کرے تاکہ دوسرے خوش رہیں مخلوق خدا کے خوش ہونے اور راضی ہونے سے اللہ راضی ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی مسلمان سے دنیوی مصائب میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اخروی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرمائے گا۔ جو کسی تنگ دست کے لیے فراخی پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و

وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ
مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی
الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَ
اللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا
كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ،
وَمَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ
فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَمَا
اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ
مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ
كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ
بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ
السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ،
وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ،

آخرت میں کشادگی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
بندے کا مددگار رہتا ہے جب تک بندہ
اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں مصروف رہتا
ہے۔ جو شخص طلب علم میں سفر کرتا ہے،
اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف راستہ
آسان کر دیتا ہے اور جب کچھ لوگ کسی
خانہ خدا میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب
پڑھتے اور درس تدریس میں مصروف ہوتے
ہیں۔ ان پر سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے
رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں
گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی (خاص) مجلس
(فرشتوں) میں ان کا تذکرہ فرماتا ہے۔ جس
شخص کا عمل اسے پیچھے رکھے، نسب اسے
آگے نہیں لے جا سکتا۔

(مسلم شریف)

حضورؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کرنا ساری عمر حق تعالیٰ کی عبادت
میں گزارنے کے برابر ہے۔ اور فرمایا مسلمان کی آنکھ روشن کرنے والے کی آنکھیں قیامت
کے دن حق تعالیٰ کی طرف سے روشن کی جائیں گی۔ اور فرمایا دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں
سے ایک لحہ بھر کے لیے کسی مسلمان کی حاجت روائی کو جانا مسجد میں دو ماہ کے اعتکاف
سے افضل تر ہے، خواہ اس کی حاجت پوری ہو یا نہ ہو۔ اور فرمایا کہ کسی مغموم کو خوش کرنے
یا کسی مظلوم کو رہائی دلانے والے کو حق تعالیٰ کی طرف سے تہتر مغفرتیں مرحمت فرمائی
جاتی ہیں۔ اور فرمایا مسلمان بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ظالم کی مدد کس
طرح کی جائے! فرمایا کہ اس کو ظلم سے باز رکھنا اس کی مدد کرنا ہے۔ اور فرمایا کہ خدا خفتگیں

ایسی ہیں کہ کوئی گناہ ان سے بڑھ کر نہیں ہے بلکہ ان کے برابر نہیں ہے۔ یعنی اللہ سے شرک اور خلق کی دلآزاری۔ اور دو خصلتیں ایسی ہیں کہ کوئی نیکی ان تک نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی اللہ کے دین پر ایمان اور خلق کی دلجوئی۔ اور فرمایا جس کا دل مسلمانوں کے غم سے خالی ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ فضیل ؒ سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو کہا کہ ان بیچارے مسلمانوں کے لیے روتا ہوں، جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ (لوگوں نے کہا وہ کیوں) تو کہا اس لیے کہ قیامت کے دن ان سے پرسش ہوگی اور (ظاہر ہے کہ) وہ کوئی عذر یا دلیل پیش نہ کر سکیں گے اور لا محالہ ان کی رسوائی ہوگی! حضرت معروف کرخی ؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا نام ابدالوں میں لکھا جائے گا جو دن میں (روزانہ) تین بار یہ دعا پڑھے گا۔

(ترجمہ): اے پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نیک کر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خوش حال کر۔ (کیمیائے سعادت)

جب کسی کے پاس جائیں تو آغازِ گفتگو سے قبل اس کو سلام کہیں، اور اس سے ہاتھ ملائیں حضور ؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص سلام کیے بغیر بات کرنے لگے، اس کی بات کا جواب نہ دو جب تک کہ وہ سلام نہ کر لے۔ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام نہ کیا۔ آپ نے فرمایا باہر چلے جاؤ، دوبارہ آؤ اور سلام کرو۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے آٹھ برس حضور ؐ کی خدمت میں آتے جاتے گزر گئے تو ایک دن فرمانے لگے۔ کہ اے انس۔

(۱) طہارت پوری طرح کیا کرو تاکہ تمہاری عمر لمبی ہو اور۔

(۲) جس طرح کسی کے ہاں جاؤ۔ اسے سلام کیا کرو تاکہ تمہاری نیکیوں میں اضافہ ہو۔

(۳) گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو تاکہ تمہارے گھر میں برکت زیادہ ہو۔

ایک شخص حضور ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا والسلام علیکم۔ آپ نے فرمایا اس کے اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اتنے میں دوسرے شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ فرمایا اس کے لیے بیس نیکیاں لکھیں گے۔ پھر ایک اور شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فرمایا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔

اور فرمایا جب گھر میں جاؤ تو سلام کرو اور جب گھر سے باہر جاؤ تب بھی اور

یاد رکھو کہ پہلے سلام کو پچھلے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ (اگر یہ سلام دونوں صورتوں میں یکساں ہے) ۔اور فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں تو ستر نیکیاں ان دونوں میں یوں تقسیم کر دیتے ہیں کہ (انہتر (۶۹) اس کے حصے میں آجاتی ہیں جو زیادہ خندہ پیشانی سے اور زیادہ خوشی کے ساتھ دوسرے سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور فرمایا جب دو مسلمان باہمی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں تو ایک سو رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں اور ان میں سے نوے پہلے کرنے والے کے لیے ہوتی ہیں۔ (اور دس جواب دینے کے لیے) بزرگان دین سے مصافحہ کرتے وقت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا مسنون ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ:

(۱) جب ہم ایک دوسرے سے ملیں تو کیا پشت کو خم کر سکتے ہیں؟ فرمایا نہیں (یعنی جھکنا نہ چاہیے)۔

(۲) کیا دوسرے کا ہاتھ چوم سکتے ہیں؟۔ فرمایا نہیں۔ (یعنی ہر کسی کو نہیں سوائے بزرگان دین کے)

(۳) کیا مصافحہ کیا کریں؟۔ فرمایا ہاں (ہاتھ ضرور ملانا چاہیے)۔ اور جب کوئی سفر سے واپس آئے تو اس کے منہ پر بوسہ دینا اور اس سے بغل گیر ہونا سنت ہے۔

لیکن رسول اللہ صلعم کو یہ بات قطعی پسند نہ تھی کہ کسی کے سامنے سروقد کھڑے رہیں چنانچہ انس رضؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ سے زیادہ کون معزز و محترم ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ہم آپ کے حضورؐ میں بھی سروقد کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ ہمیں اچھی طرح معلوم تھا کہ آپ کے نزدیک یہ پسندیدہ نہیں۔ اگر کوئی اٹھ کر تعظیم بجا لانے کا عادی ہو گیا ہو تو کسی کی آمد پر احتراماً اٹھ سکتا ہے۔ تاہم کسی کے سامنے کھڑا رہنا گناہ ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص اس بات کا آرزومند ہو (یا اس بات کو پسند کرتا ہو) کہ ہم لوگ اس کے سامنے کھڑے رہا کریں اور وہ بیٹھا رہے اس سے کہہ دو کہ تیری جگہ جہنم میں ہے

(کیمیائے سعادت)

باب ۱۸

حقوق والدین

اللہ تعالیٰ نے والدین کو بڑا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اور والدین کی اطاعت و خدمت کو ضروری قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ،

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (البقرہ)

اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں اُف تک نہ کہو نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔

(بنی اسرائیل آیت ۲۳، ۲۴)

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ والدین سے اچھا سلوک کرو اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے سامنے اف تک کہنا جائز نہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ والدین کو جھڑکنے کا تو تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور صرف یہی کافی نہیں کہ اف تک نہ کریں اور جھڑکنے سے

احتراز کریں بلکہ والدین سے قولاً کریماً یعنی ادب سے بات کرنے کا حکم ہے۔ حضرت زبیر بن محمد نے قولاً کریماً کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ماں باپ جب تجھے بلائیں تو کہو کہ ہیں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہوں۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کا کہنا ہے کہ زرخرید غلام جس طرح سخت آقا کے ساتھ گفتگو کرتا ہے اس طرح والدین سے بات کرے تو قولاً کریماً ہوگا۔

حضرت حسنؓ کا قول ہے کہ اُف کے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ جل شانہٗ اس کو بھی حرام قرار دے دیتے۔

والدین کے اولاد پر اس قدر احسانات ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر تمام عمر اولاد ان کی خدمت کرتی رہے تو بھی ان کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

والدین کی اطاعت و خدمت ہر حال میں لازم ہے مگر اس حال میں اطاعت جائز نہیں جہاں ان کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ہو۔ لیکن ایک صورت میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے مشرک والدین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو اور بھلائی سے پیش آؤ مگر ان کے کہنے پر ایمان کو چھوڑنا بالکل جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط	ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے معبود کو شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو تو ان کی اطاعت نہ کر۔

(العنکبوت، ۸)

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت حضرت سعد بن وقاصؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اٹھارہ انیس سال کے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی ماں حمنہ بنت سفیان بن امیہ کو جب معلوم ہوا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا ہے۔ تو اس نے کہا جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرے گا میں نہ کچھ

کھاؤں گی نہ پیوؤں گی، ماں کا حق ادا کرنا اللہ کا حکم ہے تو میری بات نہ مانے گا اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ حضرت سعدؓ اس پر سخت پریشان ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا اس پر یہ آیت نازل فرمائی

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۚ

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اس کی ماں نے اس کو بے حد مشکل اٹھا کر پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا۔ کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مانے میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اگر وہ دونوں تجھ کو اس پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ اس کو شریک کر جس کو تو نہیں جانتا، تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھائی کر۔

(سورہ لقمان آیت ۱۵)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ماں حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے کیوں کہ ماں تکلیف اٹھا کر نو مہینے بچے کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہے اس کے بعد ناقابل برداشت تکلیف اٹھا کر اسے جنتی ہے۔ اپنا دودھ پلاتی ہے پھر پرورش کے مراحل برداشت کرتی ہے معلوم ہوا کہ جب ماں اولاد کے لیے ہر طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا مقام بلند کر رکھا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَأَلْتُ — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا خدا کے نزدیک کون سا کام زیادہ پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا۔ وقت پر نماز ادا کرنی میں نے پوچھا پھر کونسا کام آپ نے فرمایا۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا۔ میں نے کہا پھر کون سا آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں چندان کاموں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کے نزدیک بہت افضل ہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا بھی انہی افضل کاموں میں سے ہے۔ ایک اور روایت میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا اور کہا میں جہاد کی تمنا رکھتا ہوں مگر چند مجبوریوں کی بنا پر معذور ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔ عرض کی کہ میری ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے توفیق مانگ کر ماں سے حسن سلوک کرتا رہ۔ تجھے حج، عمرہ، اور جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا۔

(الطبرانی)

فرمان نبوی ہے کہ والدین سے نیکی، نماز، روزہ، صدقہ، حج، عمرہ اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایسے شخص کا مجلس نبوی کے قریب سے گزر ہوا جس کا جسم دبلا پتلا تھا اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) دبلا ہوتا۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شاید اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کے لیے روزی کمانے کی وجہ سے دبلا ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی ان کی خدمت پرورش اور ان کے لیے رزق مہیا کرنے میں دبلا ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ (پھر فرمایا کہ شاید وہ اپنے نفس

پر محنت کرتا ہو اور اپنی جان کے لیے محنت کرتا ہو اور اپنی جان کے لیے محنت کر کے روزی کماتا ہو تاکہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کر دے اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے، اگر ایسا ہے تو وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص جہاد میں شریک ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا ان ہی کی خدمت میں رہ کر جہاد کر۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَّلَا عَاقٌّ وَّلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں نہ تو وہ شخص داخل ہوگا جو بہت زیادہ احسان جتانے والا ہو۔ اور نہ وہ شخص جو ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ اور نہ شراب کا پینے والا۔ (نسائی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا یعنی ماں باپ کی نافرمانی آخرت میں جنت سے محرومی کا باعث بنے گی اس لیے والدین کا ہر جائز حکم ماننا چاہیے۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! جس نے والدین کی فرمانبرداری کی اور میری نافرمانی کی، میں نے اسے نیکوں میں لکھا ہے اور جو والدین کی نافرمانی کرتا ہے مگر میرا فرمانبردار ہوتا ہے میں نے اسے نافرمانوں میں لکھ دیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتاؤں ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا خدا کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ (بخاری)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا رسول اللہ میرے اچھے سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں! اس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تمہارا باپ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر تیرا قریبی عزیز پھر اس کے بعد رشتہ دار۔

(بخاری و مسلم)

سب سے زیادہ عزت اور اچھے سلوک کی حقدار والدہ ہے اس کے بعد والد اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے رشتہ دار لہذا اولاد کو چاہیے کہ والدہ کا از حد احترام کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم پیدائش سے پہلے فوت ہو چکے تھے حضورؐ کی عمر مبارک چھ سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں اور دو سال کے بعد جدِ امجد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اس کے بعد حضورؐ پاک اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں رہے۔ حضورؐ ہمیشہ ان سے عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضورؐ کو دودھ پلانے کا شرف قبیلہ سعد کی خوش نصیب عورت حضرت حلیمہؓ کو حاصل ہوا اس طرح وہ رضاعی والدہ ہوئیں۔ بچپن کے بعد وہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت تشریف لائیں جب آپ انسانیت کی راہبری کے لیے فرائض رسالت میں مصروف تھے۔ حضور تعظیم کے طور پر اٹھ کر ملے اور ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئیں ، ایک صاحب نے پوچھا یہ کون خاتون ہیں۔ صحابہ رضؓ نے کہا کہ

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت اویس قرنیؒ کی ضعیف والدہ بقید حیات تھیں۔ ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بھر خاص جذبہ و لگن سے ان کی خدمت کرتے رہے اور باوجود شدت اشتیاق، زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کر سکے۔ والدہ کی خدمت میں ہمہ تن معروف رہے، ان کی یہ ادا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد پسند آئی۔

طبرانی میں ہے، ایک آدمی نے جہاد کی تمنا ظاہر کی تو آپ نے پوچھا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا ماں کے قدموں کو پکڑو، جنت پائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے آپ نے فرمایا کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

دین اسلام نے والدین کے احترام کو اس حد تک ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ کسی کے والدین کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں دی یعنی دوسروں کے والدین کی بھی عزت کی جائے اور انہیں بھی احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی سزا جہنم ہوگی اس لیے ماں باپ کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَی الْبَابِ اَوْ ضَیِّعْ۔

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ باپ بہشت کے بہترین دروازوں میں سے ہے۔ اب تو چاہے تو اس دروازہ کی حفاظت کر اور چاہے کھو دے۔

(ابن ماجہ)

اس حدیث میں باپ کو جنت کا دروازہ کہا گیا ہے یعنی باپ کی خدمت اولاد کو بہشت کا حق دار بنا دیتی ہے اس لیے اولاد کو اس دروازے کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے باپ کی خدمت کی جائے اور اس سے عمدہ سلوک کیا جائے تاکہ اللہ راضی ہو اور جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں تشریف لائے تو وہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے نہ ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ کیا تم اپنے والد کے لیے کھڑے ہونے کو بہت بڑی بات سمجھتے ہو، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! میں تمہارے صلب میں سے نبی پیدا نہیں کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دو اشخاص کو ایک ساتھ دیکھا آپ نے ان میں سے ایک سے دریافت کیا یہ دوسرے کون ہیں؟ اس نے جواب دیا "میرے والد ہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو، نہ ان کا نام لے کر پکارنا نہ کبھی ان کے آگے چلنا نہ ان کے برابر بیٹھنے کی کوشش کرنا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے راضی ہوں اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور جو اسی حالت میں شام کرتا ہے اس کے لیے بھی اسی طرح کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اگرچہ والدین زیادتی کریں، اگرچہ وہ زیادتی کریں، اگرچہ وہ زیادتی کریں، اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس پر ناراض ہوں تو اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جو شام اسی حالت میں کرتا ہے اس کے لیے بھی جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں، اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اگرچہ وہ زیادتی کریں۔ اگرچہ وہ زیادتی کریں، اگرچہ وہ زیادتی کریں۔

طبرانی کی ایک روایت ہے، والد یا والدین کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے اور والد یا والدین کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے۔ بزار کی ایک روایت ہے۔ آپ نے فرمایا والدین کی رضا میں رب کی رضا ہے۔ اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

فرمان نبوی ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے سفر کی دوری سے پائی جاتی ہے مگر والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رسوا ہوا۔ رسوا ہوا، رسوا ہوا، جس نے اپنے والدین کو دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا (مسلم)

بڑھاپا عمر کا ایک ایسا حصہ ہے جس میں جسمانی طاقت جواب دے جاتی ہے اور اس وقت اولاد کے سہارے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ بڑھاپے

کے دن آسانی سے گزرجائیں۔ اس لیے بڑھاپے میں لہٰذا جو اولاد بوڑھے والدین کی خدمت کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کردیتا ہے۔

طبرانی کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا آمین آمین آمین۔ پھر فرمایا جبرئیل آئے اور انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور اس سے حسن سلوک نہ کیا اور مرگیا تو وہ جہنم میں گیا، اللہ اسے دور کرے، آپ آمین کہیں، تو میں نے آمین کہی، پھر جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! جس نے ماہ رمضان کو پایا اور گناہ بخشوائے بغیر مرگیا تو وہ جہنم میں گیا اللہ نے اسے دور کردیا، آپ آمین کہیں تو میں نے آمین کہی، پھر جبریل نے عرض کی کہ یارسول اللہ جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا اور مرگیا تو وہ جہنم میں گیا، اللہ نے اسے اپنی رحمت سے دور کردیا، کہیے آمین، تو میں نے آمین کہی۔

ابن حبان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں، جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا اور وہ مرگیا تو جہنم میں گیا، اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے، میں نے آمین کہی۔

حاکم وغیرہ کی روایت کے آخر میں ہے کہ وہ رحمت سے دور ہوگیا جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہوں نے اسے جنت میں نہیں پہنچایا، میں نے آمین کہی۔

طبرانی کی ایک روایت یہ ہے کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوا اور غضب خدا کا مستحق بنا، میں نے آمین کہی، احمد کی روایت ہے، جس نے کسی غلام کو آزاد کیا، وہ جہنم سے آزاد ہوگیا، اور جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا پھر بھی اس کی بخشش نہ ہوئی، اللہ اسے رحمت سے دور کردے۔

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ　　　حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ماں باپ کے ساتھ سلوک و نیکی کرنے کو میرے لیے کچھ باقی ہے کہ اُن کے مرنے کے بعد اس کو کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں اُن کے لیے دعا کرنا استغفار کرنا اور ان کی وصیت پورا کرنا۔ اور ان کے رشتہ داروں سے سلوک کرنا۔ کہ وہ ان ہی کے سبب سے ہیں اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا (ابن ماجہ)

ماں باپ کے وصال کے بعد ان کے لیے حسن سلوک کی بہتر صورت یہ ہے کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے کیوں کہ والدین کے لیے دعائے مغفرت سے انہیں فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن تین چیزوں کا نفع اُسے پہنچتا رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ اپنے ماں، باپ، بہن اور بھائی سے احسان کر، پھر قریبی سے بھلائی کر۔

فرمان نبوی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان والدین کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کمی کئے بغیر اس آدمی کو بھی ان کے برابر اجر ملتا ہے۔ ابن حبان کی روایت ہے اتنا اضافہ ہے کہ اس جوان

نے کہا یہ کتنی عمدہ اور جامع بات ہے، آپ نے فرمایا جاؤ اور اس پر عمل کرو۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ماں باپ کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا وہی تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ماں باپ کی خدمت اور اچھا سلوک اولاد کو جنت کا حق دار بنا دیتا ہے اور جو کوئی والدین سے اچھا سلوک نہ کرے وہ سیدھا دوزخ میں جائے گا۔

والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا بھی ثواب ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہ اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اگرچہ روزانہ سو بار اسی طرح دیکھے۔ فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے۔ (بیہقی)

مسند احمد میں روایت ہے کہ جو درازی عمر اور فراخی رزق کی تمنا رکھتا ہو وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے ایسے ہی ابو یعلیٰ اور حاکم کی روایت ہے، آپ نے فرمایا جس نے والدین سے حسن سلوک کیا اسے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر بڑھا دی۔

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے، آپ نے فرمایا آدمی گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے، دعا تقدیر کو لوٹا دیتی ہے اور حسن خلق عمر کو درازی عطا کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْجِعُ اَحَدٌ فِیْ ھِبَتِہٖ اِلَّا الْوَالِدُ مِنْ وَّالِدِہٖ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے ہبہ کو واپس نہ لے مگر اس ہبہ کو واپس لینا جائز ہے جو باپ نے بیٹے کو کیا ہو۔ (نسائی۔ ابن ماجہ)

ہبہ کے معنی دینے کے ہیں۔ عام حالات میں کسی کو دی ہوئی چیز واپس لینا جائز نہیں۔ لیکن والد اپنی اولاد کو دی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔ یہ کتنا اعزاز ہے جو صرف والدین کو دیا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ کَانَ لَہٗ حِمَارٌ یَتَرَوَّحُ عَلَیْہِ اِذَا مَلَّ رُکُوْبَ الرَّاحِلَۃِ وَعِمَامَۃٌ یَشُدُّ بِھَا رَأْسَہٗ فَبَیْنَا ھُوَ یَوْمًا عَلٰی ذٰلِکَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِہٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ اَلَسْتَ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ قَالَ بَلٰی فَاَعْطَاہُ الْحِمَارَ فَقَالَ ارْکَبْ ھٰذَا وَاَعْطَاہُ الْعِمَامَۃَ وَقَالَ اشْدُدْ بِھَا رَأْسَکَ فَقَالَ لَہٗ بَعْضُ اَصْحَابِہٖ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ اَعْطَیْتَ ھٰذَا الْاَعْرَابِیَّ حِمَارًا کُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَیْہِ وَعِمَامَۃً کُنْتَ تَشُدُّ بِھَا رَأْسَکَ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب مکہ جاتے تو ان کے پاس ایک حمار رہتا کہ جب اونٹ کی سواری سے اکتا جائیں تو اس پر سوار ہو کر آرام حاصل کریں اور ایک عمامہ ہوتا تھا جو سر پہ باندھتے۔ ایک دن جب آپ حمار پر سوار تھے تو آپ کی ملاقات ایک دیہاتی سے ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کیا تم فلاں کے بیٹے فلاں نہیں ہو۔ اس نے کہا ہاں یہ سن کر آپ نے اسے اپنا حمار دے دیا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔ اور عمامہ دے دیا کہ اسے سر پہ باندھ لو۔ یہ دیکھ کر ان کے ایک ساتھی نے کہا خدا آپ کو بخشے آپ نے اس دیہاتی کو اپنی سواری کا حمار اور سر پہ باندھنے کا دستار دے دی آپ نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ وَاِنَّ اَبَاهُ كَانَ صَدِيْقًا لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

کو فرماتے سنا ہے کہ بہترین نیکی انسان کی اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے سلوک کرنا ہے۔ اس دیہاتی کا باپ حضرت عمر کا دوست تھا۔ (مسلم شریف)

صحیح ابن حبان میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں آیا تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں۔ میں نے کہا نہیں، انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قبر میں سوئے ہوئے باپ سے نیکی چاہتا ہے وہ اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے، میرے باپ عمر رضی اللہ عنہ اور تمہارے باپ میں بھائی چارہ تھا میں اس لیے حاضر ہوا ہوں

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کے ایک آدمی نے آکر عرض کی یا رسول اللہ کوئی ایسی نیکی ہے جو میں اپنے والدین کے لیے ان کی وفات کے بعد کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کے لیے دعا کرو، بخشش طلب کرو، ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو۔ ان کے دوستوں کی عزت کرو اور ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَأَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے نکاح میں ایک عورت تھی جسے میں پسند کرتا تھا اور میرے باپ عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا اسے طلاق دے دو میں نے انکار کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔ ترمذی

طلاق دینا حضور سرورِ عالم کو کبھی پسند نہ تھا۔ خود آپ کا ارشاد ہے کہ "حلال باتوں میں سب سے ناپسندیدہ امر اللہ کے نزدیک طلاق ہے"۔ لیکن باپ کی رضا کی خاطر آپ نے طلاق کا حکم دیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْکًا فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹا اپنے باپ کا بدلہ ہرگز نہیں اتار سکتا بجز اس صورت کے کہ اس کو غلامی کی حالت میں پائے اور پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔

(مسلم شریف)

حکایت صحیحین اور دوسری کتب احادیث میں مروی ہے کہ اگلے وقتوں میں تین آدمی تلاش معاش کے لیے سفر میں نکلے، راستہ میں انہیں بارش نے آلیا اور وہ بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے۔ اچانک ایک چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر آ کر رک گئی اور غار کا منہ بند ہو گیا، انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہر ایک اپنے اچھے اعمال کو یاد کر کے دعا مانگے تاکہ یہ چٹان ہٹ جائے۔

ایک روایت کے لفظ یہ ہیں، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ذرا سوچو اور کوئی ایسا عمل یاد کرو جو تم نے اللہ کی رضا جوئی میں کیا ہو اور اس پر عمل کو واسطہ بنا کر اس چٹان سے نجات کی دعا مانگو۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں، چٹان گرنے کی وجہ سے غار کا نشان مٹ گیا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہم کہاں ہیں، اللہ تعالیٰ سے اپنے بہترین عمل کو سامنے رکھتے ہوئے دعا کریں، تب ان میں سے ایک نے کہا، الٰہ العالمین! میرے والدین بوڑھے تھے، میں ان سے پہلے شام کو کسی بچے کو دودھ نہیں پلایا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، میں کسی کام سے چلا گیا، جب میں واپس آیا تو وہ سو چکے تھے، میں نے دودھ دوہا اور ساری رات دودھ پکڑ کر سرہانے کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میرے بچے ساری رات بھوکے سوتے رہے، اے رب ذوالجلال! میں نے یہ سب کچھ تیری رضا جوئی کے لیے

کیا تھا، اب تو یہ چٹان ہم سے ہٹا دے اس دعا کے بعد چٹان اتنی ہٹ گئی کہ سورج کی روشنی اندر آنے لگی۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، میرے چھوٹے بچے تھے، میں جب بکریاں چرا کر واپس آتا تو دودھ دوہ کر پہلے والدین کو پلاتا پھر بچوں کو دیتا۔ ایک مرتبہ مجھے ضروری کام کے لیے جانا ہوا، واپسی اس وقت ہوئی جب میرے والدین سو چکے تھے، میں نے حسب معمول دودھ نکالا اور لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور بچے میرے قدموں میں پڑے دودھ طلب کرتے رہے مگر میں نے والدین کو دودھ پلائے بغیر انہیں دودھ دینا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا جوئی میں تھا تو اس چٹان کو ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چٹان اتنی ہٹ گئی کہ انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے چچازاد بہن سے زنا سے باز رہنے کا ذکر کیا اور تیسرے نے مزدور کی اجرت کی امانت داری کا ذکر کیا یہاں تک کہ چٹان مکمل طور پر ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے۔

احترام حسن سلوک اور خدمت کے سلسلے میں ماں والد سے بھی زیادہ مستحق ہے کیوں کہ وہ وضع حمل دوران حمل اور پرورش میں سب سے زیادہ تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کا مرتبہ بہت بلند رکھا ہے۔ ماں سے حسن سلوک کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی و اذیت رسانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا اور بخل و گدائی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور قیل وقال۔ زیادتی سوال اور مال کو ضائع کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔

(مسلم شریف)

(۲) عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُھَا قَالَ نَعَمْ صِلِیْھَا۔

حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتے ہیں میری والدہ مشرک ہونے کی حالت میں قریش سے مصالحت کے زمانہ میں میرے پاس آئیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ اسلام سے بیزار ہیں کیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(بخاری)

(۳) عَنِ الْمُغِیْرَۃِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کر دی ہے۔

(مسلم شریف)

(۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَھَلْ لَکَ مِنْ خَالَۃٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّھَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے تو کیا میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تمہاری ماں زندہ ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہاری خالہ ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

(ترمذی)

(۵) عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ جَاھِمَۃَ

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

اَنَّ جَاهِمَةَ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔

جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا تمہاری ماں موجود ہے انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اسے نہ چھوڑو کیوں کہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔ (نسائی)

عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ الْغَنَوِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتْ اِمْرَاَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهُ حَتّٰى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيْلَ هٰذِهِ اَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو طفیل غنوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عورت آئی آپ نے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئی۔ جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا کہ اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔

(ابو داؤد)

باب ۲

اولاد کے حقوق

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے اس لیے اولاد کا ہونا خوش بختی تصور کیا جاتا ہے جنہیں یہ نعمت میسر آتی ہے۔ وہ بہت خوش و خرم رہتے ہیں، اور جن کے ہاں اولاد نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ اولاد کی محرومیت کے صدمے میں پڑے رہتے ہیں، مگر جب اولاد مل جاتی ہے تو گویا دنیا کی ہر نعمت مل گئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اپنی اس نعمت کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔

(سورۃ الفرقان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، رحمان کے بندے وہ ہیں جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ ہیں، جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالاخانے دیے جائیں گے جہاں انہیں سلام پہنچایا جائے گا، اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔

اس آیت میں حصول اولاد کے لیے اللہ کے حضور التجا کا طریقہ بتایا گیا ہے اور اسی اولاد کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں نے اللہ کے حضور دعائیں کیں۔ اور اللہ نے قبول فرما کر اولاد کی نعمت سے نوازا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اس طرح دعا مانگی۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔

اے پروردگار! تو عطا فرما اپنی جانب سے نیک اولاد تو ہی تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ (آل عمران)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

اے اللہ! تو ہمیں نیک اولاد عطا فرما۔ (الصافات)

نیک اولاد والدین کی زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے جہاں اللہ نے اولاد پر والدین کی خدمت کا فرض عائد کیا ہے وہاں اولاد کے کچھ حقوق بھی والدین کے ذمے لگائے ہیں تاکہ فطری تقاضے قائم رہیں اور کسی فریق کی حق تلفی نہ ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! نیکی کس سے کروں؟ فرمایا۔ اپنے ماں باپ سے کرو۔ اس نے کہا وہ تو فوت ہو چکے۔ فرمایا پھر اولاد سے کرو کیونکہ جس طرح ماں باپ کے حقوق ہیں اسی طرح اولاد کے بھی تو حقوق ہیں اور فرزند کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی بدخوئی کی وجہ سے ضروری نہیں کہ اسے عاق ہی کیا جائے۔ اور فرمایا کہ۔ خدا رحمت کرے اس باپ پر جو اپنے بیٹے کو نافرمانی کی راہ پر نہیں چلنے دیتا۔

اولاد کے حقوق کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ **حفاظت اولاد** اولاد کا فطری حق ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے کیونکہ بچے کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذمہ دار ٹھہرایا ہے اس لیے اس پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ اپنی اولاد کی حفاظت کرے اسلام سے پہلے اولاد کو جینے کا حق حاصل نہ تھا بلکہ اولاد کی زندگی کو مختلف صورتوں سے ختم کر دیا جاتا تھا۔ اولاد کی جان کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ والدین اپنی اولاد کو دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے خود ذبح کر کے ان پر چڑھاوا چڑھا دیتے تھے یہ رسم عرب اور دیگر قوموں میں بھی عام تھی۔ اولاد کو مارنے کی دوسری صورت یہ تھی کہ بعض لوگ فقر و فاقہ کے خوف

سے خود اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ ایسے ہی اولاد کو قتل کرنے کی تیسری صورت یہ تھی کہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ کیوں کہ وہ لڑکیوں کو اپنی ذلت اور شرم کی علامت خیال کرتے تھے۔ اسلام نے اولاد کشی ان تمام صورتوں کا انسداد کیا اور اولاد کو ہر طرح سے تحفظ کا حق دیا۔ قرآن پاک میں ان تمام طریقوں کی مذمت کرتے ہوئے اولاد کو قتل کرنے سے منع فرمایا بلکہ قتل کو سنگین جرم اور گناہ قرار دے کر قاتل کو سزاوار ٹھہرایا ہے۔

(۱) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۔

اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

(۲) قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا۔ یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

(۳) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔ ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

☆

رضاعت مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کے کانوں میں سب سے پہلے اذان دی جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنات خود حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان دی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔

(ترمذی۔ ابوداؤد)

ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک موقع حضور اکرم نے فرمایا دو جس کے گھر بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے وہ بچہ ام الصبیان بیماری سے محفوظ رہے گا۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر اقامت پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی ہے اور اس کی برکت بیان فرمائی ہے۔

(کنز العمال)

اذان کے بعد بچے کے منہ میں میٹھی چیز ڈالنا بھی سنت ہے جسے تحنیک کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھجور چبا کر بچے کے منہ میں لگا دی جاتی یا تالو پر مل دی جاتی۔ اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو مولود بچوں کو لایا جاتا تو آپ ان کے حق میں برکت کی دعا فرماتے اور ان کے تالو میں کھجور چبا کر لگا دیتے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ہاں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر تھے۔ حضرت اسماء خود روایت کرتی ہیں کہ جب ابن زبیر پیدا ہوئے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا گیا۔ آپ نے خرما منگوایا۔ اسے چبا کر اپنا لعاب دہن بچہ کے منہ میں ڈالا اور خرما تالو میں ملا۔ نیز خیر و برکت کی دعا دی۔

بچہ پیدا ہونے کے ساتویں روز بچے کے سر کے بالوں کو منڈا کر چاندی کے برابر تول کر اس چاندی کو صدقہ خیرات کر دینا چاہیے اور اس کے بعد بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے

بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے ساتویں روز اس کی طرف سے کوئی جانور ذبح کیا جائے اور اسی دن اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بالوں کو مونڈ دیا جائے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بچے کے لیے عقیقہ ہے اس واسطے اس کی طرف سے جانور کی قربانی دو اور گندگی صاف کرو سر کے بالوں کو منڈوا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی۔ اور فرمایا اے فاطمہؓ! اس کا سر منڈاؤ، اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو سو انہوں نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر، یا کچھ کم نکلا۔ جس کے برابر چاندی صدقہ کر دی گئی۔

حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے گھر میں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے عقیقہ کے طور پر قربانی کرنا چاہے عقیقے کی قربانی لڑکے کے لیے دو بکریاں اور دختر کے لیے ایک بکری ہے۔

(ابوداؤد)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں، جو نوزائیدہ بچے کی طرف سے خدا کے شکریہ میں ذبح کیا جاتا ہے لڑکے کی جانب سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک ہے۔

اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں تاریخ یا جب ممکن ہو کر دینا چاہیے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عقیقہ ساتویں، یا چودھویں یا اکیسویں روز کیا جائے۔

بچے کا اچھا سا نام رکھنا بھی والدین کا فرض ہے کیوں کہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آدمی سب سے پہلے اپنی اولاد کو جو تحفہ دیتا ہے وہ اس کا نام ہے۔ لہٰذا نام اچھا رکھنا چاہیے کیوں کہ تم قیامت کے دن اپنے باپ کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لیے تم اچھا سا نام رکھو۔ (ترمذی)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے سب سے پیارے نام عبداللہ، عبدالرحمن اور اس جیسے ہیں۔ (صحیح مسلم)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا "نبیوں کے ناموں پر نام رکھا کرو۔ (سنن ابوداؤد)
البتہ غلط قسم کے نام نہیں رکھنے چاہئیں۔

بچے کا ختنہ کرنا بھی سنت ہے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں روز حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا ختنہ کروایا۔

بچے کو شیر خوارگی کے زمانے میں دودھ پلانا بھی ضروری ہے۔ کیوں کہ ارشاد الٰہی ہے کہ۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ	جو باپ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد پوری
أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ	مدت رضاعت تک دودھ پیئے، تو مائیں
لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ	اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَ	اس صورت میں اس کے باپ کو معروف
كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ	طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔

(البقرہ، ۲۳۳)

اسلام نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ والدہ کے علاوہ دوسری عورت بھی بچہ کو دودھ پلا سکتی ہے۔ اور رضاعی ماں کا درجہ بھی تقریباً حقیقی ماں کے برابر ہے۔ ماں بیماری اور نقاہت کی صورت میں بچے کا عام دودھ سے نشوونما کر سکتی ہے۔ بہرحال۔ مقصد بچے کو معینہ عرصہ تک دودھ پلانا ہے، تاکہ اس کی مناسب نشوونما ہو۔

مندرجہ بالا آیت کی رو سے شیر خوارگی کی مدت دو سال ہے اگر بچہ خدانخواستہ ماں اور باپ دونوں سے محروم ہو جائے تو اس کے ورثا کو دودھ پلانے کا انتظام کرنا چاہیے

اولاد کی صالح خطوط پر پرورش کے ساتھ انہیں تعلیم سے آراستہ کرنا بھی والدین

کا فرض ہے کیونکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کے متعلق ارشادِ نبوی یہ ہے کہ۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ — علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ انہیں فرائض کی تعلیم دو اور قرآن کی۔ اور لوگوں کو علم سکھاؤ کیونکہ میں تو اُٹھ جانے والا ہوں۔

سنن بیہقی کی روایت ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ..... سے بچے کو بولی سکھانے کا آغاز کرو۔

عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔

حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی تعلیم و تربیت سے زیادہ ایک باپ کا اپنی اولاد کے لیے کوئی عطیہ نہیں ہے۔ (ترمذی)

علم وہ دولت ہے کہ جس سے انسان کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ لہٰذا والدین پر فرض ہے کہ وہ خود علم حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی دولت علم سے مالا مال کریں۔ والدہ کی گود بچے کی پہلی اور بہترین درس گاہ ہے۔ جہاں انسانی سیرت سنورتی ہے کیونکہ بچے کا سب سے زیادہ رابطہ ماں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ماں اور اس کے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے۔ لہٰذا والدہ کو بچے کی ابتدائی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں علم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے تعلیم کی قدر و قیمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے ظاہر ہوتی ہے کہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قیدی پڑھے لکھے ہیں وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔

حکایت حضرت امام ربیعہ ؒ ایک بہت بڑے مشہور محدث اور عالم گذرے ہیں جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ بچپن کے زمانے میں ان کے والد کسی سفر میں چلے گئے، چلتے وقت ربیعہ ؒ کی والدہ کو تیس ہزار اشرفیاں دے گئے تھے۔ حضرت ربیعہ کی والدہ نے اپنے بچے کی اچھی تعلیم اور اچھی تربیت کے لیے نیک عالموں اور بڑے بڑے محدثوں اور ادیبوں کے پاس بٹھایا، اور بچے کی تعلیم و تربیت میں تیس ہزار اشرفیاں ختم کر دیں۔ حضرت ربیعہ لکھ پڑھ کر فارغ ہو گئے۔ تو ربیعہ کے والد ایک عرصہ کے بعد تشریف لائے، تو بیوی سے دریافت کیا، کہ وہ تیس ہزار اشرفیاں کہاں ہیں بیوی نے کہا کہ بہت حفاظت سے رکھی ہیں۔ پھر جب مسجد میں آئے۔ تو اپنے بیٹے امام ربیعہ کو دیکھا کہ درس حدیث کی مسند پر بیٹھے ہیں۔ اور محدثین کو درس دے رہے ہیں، اور لوگ ان کو اپنا امام اور پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔ تو مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے، جب گھر واپس تشریف لائے، تو بیوی نے کہا کہ وہ تمام اشرفیاں تمہارے بیٹے کی تعلیم پر خرچ ہو چکی ہیں۔ آپ نے اب اپنے صاحبزادے کو دیکھ لیا ہے۔ اب فرمائیے، کہ آپ کی تیس ہزار اشرفیاں اچھی ہیں یا یہ دولت جو صاحبزادے کو حاصل ہوئی ہے تو وہ فرمانے لگے۔ بخدا اس عزت کے مقابلے میں اشرفیاں کو کیا حقیقت ہے، تم نے اشرفیوں کو ضائع نہیں کیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق بچوں کی تربیت کرنا والدین کا فرض ہے تاکہ بچوں کی عادات میں بچپن میں ہی اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ جوان ہو کر احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ انسانی زندگی کے لیے دنیوی خوش حالی کے علاوہ آخرت میں نجات کی بھی ضرورت ہے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

(التحریم - ۶)

اس آیت میں یہی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ یعنی

اپنی اولاد کی تربیت ایسی اخلاق اور دینی بنیادوں پر کرو تاکہ برائیوں سے بچ جائیں اور نیکیوں کی طرف مائل ہیں۔ اس طرح وہ آخرت میں دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تربیت عمدہ طریقے سے کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" اپنی اولاد کا اکرام واحترام کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔ (ابن ماجہ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	نے کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُّؤَدِّبَ	فرمایا کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو ادب
الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ	سکھائے تو اس کے لیے ایک صاع صدقہ
يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔	کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ اور اُسے الگ سلایا کرو۔ ابوداؤد

اس ارشاد گرامی کے پیش نظر والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر تک نماز اور اخلاق کے بنیادی اصول سکھائیں۔

عام طور پر والدین کی تربیت کا عکس ان کی اولاد پہ مرتب ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی کی شخصیت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کتنی بے مثال تربیت کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی الزہرا سب عورتوں سے بڑھ کر دانا تھیں۔ انداز کلام، حسن اخلاق اور وقار و متانت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

صالح تربیت کے ساتھ اولاد سے شفقت سے پیش آنا بھی والدین کے لیے ضروری ہے کیوں کہ اولاد پر رحم کرنا مسلمان ہونے کی نشانی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ

کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بچوں کو پیار کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہیں ہم تو ایسا نہیں کرتے تو آپؐ نے فرمایا کیا میں اس پر قادر ہوں کہ تیرے دل کو پیار کرتے وقت ہر ایک سے ایک جیسا پیار کریں۔ اور بچہ چھوٹا ہو اسے بوسہ دینا سنت ہے۔ رسول اللہ صلعم حضرت حسن رضؓ کو چوما کرتے تھے۔ ایک دن قرع بن حابس نے عرض کیا کہ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے ان میں سے کسی کو کبھی بوسہ نہیں دیا۔ فرمایا جو ان پر رحم نہیں کرتا (اسے یاد رہے کہ) خود اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ حضرت حسن رضؓ اوندھے منہ گر پڑے۔ آپ نے فوراً منبر سے اُتر کر ان کو گودی میں اٹھالیا، اور یہ آیت پڑھی ۔ "تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لیے فتنہ ہیں۔" (یعنی ایک آزمائش ہے اولاد بھی۔

(سورہ التغابن آیت ۱۵)

ایک مرتبہ حضورؐ نماز ادا کر رہے تھے، سجدہ میں گئے تو حضرت حسین نے اپنا پاؤں آپ کی گردن پر رکھ دیا۔ آپ نے حالت سجدہ میں اس قدر توقف کیا کہ صحابہ سمجھے غالباً وحی آگئی ہے جو سجدہ میں اتنی دیر کر دی ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ حضورؐ! وحی آئی ہے کیا؟ فرمایا۔ (نہیں بلکہ) حسین نے مجھے اونٹ جو بنا لیا تھا۔ اور مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے اپنے سے جدا کروں۔

اولاد کو کچھ دیتے وقت یا سلوک کرتے وقت بھی والدین کو چاہیے کہ عدل و انصاف کو مدنظر رکھیں اسلام میں چھوٹے بڑے لڑکے اور لڑکی کے حقوق یکساں ہیں اسلام لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے مقابلہ میں ترجیحی سلوک کو روا نہیں رکھتا لڑکے اور لڑکیوں کا جو حصہ وراثت میں مقرر ہے انہیں دینا چاہیے کیوں کہ اسی سے انصاف کا تقاضا پورا ہوتا ہے اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز دے دینا اور دوسرے کو محروم رکھنا جائز نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا ظلم ہوگا۔ جو خلاف اسلام ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو ایک غلام دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے آکر عرض کرنے لگا آپ اس کی گواہی دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا دوسرے بچوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے اس نے عرض کیا نہیں آپؐ نے فرمایا میں اس ظلم کا گواہ نہیں بننا چاہتا۔

اولاد سے ناانصافی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے۔ کہ بہن بھائیوں میں عداوت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے سکون ختم ہو جاتا ہے۔

بچوں کی پرورش کے لیے مال وزر خرچ کرنا اور ان کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنا بھی والدین کے ذمے ہیں یعنی بچوں کی کفالت کا تمام تر ذمہ باپ کے ذمے ہے۔ جیسے حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انفق علی عیالك من طولك.... فی اللہ اہل وعیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرو، اور تؤدب کرنے کے لیے (حسب ضرورت) سختی بھی کرو اور انہیں اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔" (مسند احمد)

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اِمْرَاَةً قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اِبْنِيْ هٰذَا كَانَ بَطْنِيْ لَهٗ وِعَاءً وَثَدْيِيْ لَهٗ سِقَاءً وَحِجْرِيْ لَهٗ حِوَاءً وَاَنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِيْ وَاَرَادَ اَنْ يَّنْزِعَهٗ مِنِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْكِحِيْ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ میرا یہ بیٹا ہے مدتوں میرا پیٹ اس کا برتن رہا۔ اور میری چھاتی اس کی مشک رہی اور میری گود اس کا گہوارہ۔ یعنی میں نے اپنے اس بیٹے کو مدتوں پالا ہے۔ اب اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دے دی ہے۔ اور وہ اس کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تک تو نکاح نہ کرے اس کی پرورش کی زیادہ مستحق ہے۔

(ابو داؤد)

والدین کا فرض ہے کہ جب بچے جوان ہو جائیں تو ان کی شادی کر دیں لیکن شادی میں لڑکے اور لڑکی کا رضامند ہونا ضروری ہے کیوں کہ اسلام میں زبردستی نہیں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے اسی طرح کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے دریافت نہ کیا جائے غرض کہ اسلام نے شادی میں مرد اور عورت کا حق ایک جیسا رکھا ہے لیکن لڑکے کے لیے مزید یہ وسعت دی ہے کہ اگر وہ لڑکی کو ایک نظر دیکھ بھی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس گھر میں بچہ پیدا ہو۔ اسے اچھا نام دے اس کی تربیت کرے جب بالغ ہو جائے اس کی شادی کرے اگر بالغ ہونے پر اس کی شادی نہ کی اور وہ گناہ میں پڑ گیا تو اس گناہ میں اس کا باپ بھی شریک ہوگا۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

(۱) بچہ جب ایک ہفتے کا ہو جائے تو اس کا عقیقہ کرو اور نام رکھو اور اسے پاک کرو اور

(۲) چھ سال کا ہو جائے تو اسے آداب کی تعلیم دو۔ اور

(۳) نو سال کا ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کر دو۔ اور

(۴) تیرہ سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے سزا دو (مارو پیٹو) اور

(۵) سولہ سال کا ہو جائے تو اس کا بیاہ کر دو۔ تب اس کا ہاتھ پکڑ کر کہو کہ لو بیٹا! میں نے تجھے (پالا پوسا) ادب و تہذیب سے آراستہ کیا۔ جن چیزوں کی تعلیم لازمی تھی وہ تجھے دلوائی اور اب تیرا نکاح بھی کر دیا۔ پس اب اس دنیا میں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اسی طرح لڑکی کے بارہ میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب لڑکی بارہ برس کی ہو جائے (عرب میں یہ بلوغت کی عمر تھی) اور اس

کے والدین شادی نہ کریں تو اب اگر اس لڑکی سے کوئی گناہ ہو گیا تو اس گناہ کی ذمہ داری ماں باپ کی ہوگی۔ (بیہقی)

بیٹیوں کے سلسلے میں اسلام نے ان کے حقوق خاص طور پر ادا کرنے کی بڑی تاکید کی ہے۔ کیوں کہ اسلام سے پہلے بیٹیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا اس لیے اسلام نے اس تصور کی تردید کی اور بیٹیوں کو رفیع مقام عطا کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹیوں سے بڑا پیار تھا۔ لہٰذا بیٹیوں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکُوْنُ لِاَحَدِکُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ فَیُحْسِنُ اِلَیْھِنَّ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کو یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کو پالا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس شخص کے لیے جنت ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ بیٹیوں کی پرورش حصول جنت کا بہترین ذریعہ ہے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی دو بچیاں اس کے ساتھ تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا۔ میرے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی۔ میں نے وہی دے دی اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں بچیوں کو دے دیئے خود کچھ نہ کھایا۔ حضور اقدسؐ تشریف لائے تو میں نے انہیں یہ واقعہ بھی سنایا۔ آپ نے فرمایا ان بچیوں کی وجہ سے جو شخص تکلیف میں مبتلا ہو، پھر بھی ان سے حسن سلوک کرے، وہ بچیاں اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ دیوار بن جائیں گی۔

(بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے بیٹی ہو اور وہ اسے نہ زندہ درگور کرے اور نہ

يَادِهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُورَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ ۔

اسے حقیر سمجھے اور نہ اس پر بیٹوں کو ترجیح دے تو خدا اسے جنت میں داخل فرمائے گا ۔

(ابوداؤد)

اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے فرمایا) جس کے دو بیٹیاں ہوئیں اور اس نے ان کی کفالت کی، یہاں تک کہ وہ سن بلوغت کو پہنچ گئیں، قیامت کے دن وہ اور میں اس طرح یکجا ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کے ہاں اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں، گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ پھر فرشتے بچی کو اپنے سایہ میں لے لیتے ہیں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں، یہ کمزور جان ہے، جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوتی ہے۔ جو اس کی پرورش اور تربیت کرے گا، روز حشر اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی۔ (طبرانی)

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ ۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا میں تم کو یہ نہ بتادوں کہ افضل صدقہ کیا ہے، اور وہ اپنی اس لڑکی پر صدقہ کرنا ہے جو تمہاری طرف (مطلقہ یا بیوہ ہونے کے سبب) واپس لوٹ آئی اور تمہارے سوا کوئی اور کفیل نہیں۔ (ابن ماجہ)

باب ۳

خاوند کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فوقیت اور فضیلت دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورت سے پیدائشی طور پر قوی ہے زیادہ ذہنی قوت کا مالک ہے عورت کی نسبت زیادہ انتظامی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو محنت و مشقت میں ڈال کر مال کما کر عورت پر خرچ کرتا ہے ان خوبیوں کی بنا پر مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمائی ہے۔

(۱) وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ

مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔

(بقرہ ۲۲۸)

(۲) اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○

مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں اپنی حفاظت اور نگہداشت رکھنے والیاں ہیں، اور جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مار کی سزا دو، پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ بڑا بلند اور بڑی بڑائی والا ہے۔ (النساء آیت ۳۴)

اس آیت میں مرد کی فضیلت کی وجہ یہ بیان کی گئی۔ کہ مرد اپنی کمائی سے عورت کی ہر لحاظ سے کفالت کرتا ہے اور اس پر بے دریغ اپنی دولت خرچ کرتا ہے اسے بیرونی طاقتوں کے ظلم وستم سے بچاتا ہے۔ اس لیے اسے برتری حاصل ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

(۲) یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝	اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (الحجرات ۱۳)

عورتیں دراصل انسانی جنس ہی سے پیدا کی گئی ہیں اور مردوں کی دل جوئی کے لیے بنائی گئی ہیں تاکہ مردوں کو ان سے محبت اور سکون حاصل ہو۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ	اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں، تاکہ تم کو ان سے آرام پاؤ اور تم میں محبت و مہربانی پیدا کی۔ (الروم آیت ۲۱)

کتاب و سنت کے مطابق خاوند کے حقوق حسب ذیل ہیں۔

اطاعت: بیوی پر خاوند کا سب سے پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ بیوی خاوند کی خدمت گزار اور ہر جائز معاملے میں خاوند کی اطاعت شعار ہو۔ اور یہی اس کے نیک ہونے کی دلیل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ نیک بیبیاں مردوں کا کہنا مانتی ہیں (النساء ۳۴)

فرمانبردار عورت کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ:۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَھَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَآءَتْ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کا حکم مانے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے اندر داخل ہو جائے۔ اسے ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عورتوں کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا حاملہ بچہ جننے اور دودھ پلانے والی، اپنی اولادوں پر مہربانی کرنے والی عورتیں، اگر اپنے شوہر کی نافرمانی نہ کریں تو ان میں جو نماز پڑھنے والی ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گی۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَآءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَہٗ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَسْجُدُ لَکَ الْبَھَآئِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَکَ فَقَالَ اعْبُدُوْا اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ وَلَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے تو ایک اونٹ نے حاضر بارگاہ ہو کر آپ کو سجدہ کیا۔ آپ کے اصحاب عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! آپ کے لیے چار پائے اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں لہذا ہمارا زیادہ حق ہے کہ آپ کے لیے سجدہ کریں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو تمہارا رب ہے اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ دوسرے کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ

وَلَوْ اَمَرَهَا اَنْ تَنْتَقِلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تَفْعَلَهٗ۔

کیا کرے۔ اگر وہ اُسے حکم دے کہ زرد پہاڑ سے کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف لے جائے تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے (احمد)

ایک شخص سفر پر روانہ ہوا اور اس نے اپنی بیوی سے عہد لیا کہ وہ اوپر سے نیچے نہ اترے، اس کا باپ نیچے رہتا تھا، وہ بیمار ہوگیا، اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیج کر باپ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر، پھر وہ مرگیا اور عورت نے پھر اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے خاوند کی اطاعت کر، اس کے باپ کو دفن کر دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کی اطاعت کی وجہ سے اس کے باپ کو بخش دیا ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوان عورت نے آکر عرض کی یا رسول اللہ! میں جوان عورت ہوں مجھے نکاح کے پیغام آتے ہیں مگر میں شادی کو مکروہ سمجھتی ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ بیوی پر خاوند کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا اگر خاوند کی چوٹی سے ایڑی تک پیپ ہو اور وہ اسے چاٹے تو خاوند کا حق ادا نہیں کر پائے گی، اس نے پوچھا تو میں شادی نہ کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم شادی کرو کیونکہ اس میں بھلائی ہے۔

حقِ زوجیت مرد کی نفسانی خواہشات کو پورا کرنا عورت کا فرض ہے یعنی بیوی خاوند کی خواہش کے مطابق اس کا حقِ زوجیت ادا کرے اور دلی طور سے اپنے خاوند سے محبت رکھے کیونکہ بیوی کی محبت ہی باقی تمام حقوق کی ادائیگی کا سبب بنتی ہے اگر عورت کے دل میں اپنے مرد کے لیے محبت نہ ہو تو پھر مرد کی زندگی تلخ ہو جائے گی جس سے زندگی کی رعنائی اور سکون ختم ہو جائے گا اس لیے میاں بیوی میں محبت کا ہونا ضروری ہے۔

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَہٗ لِحَاجَتِہٖ فَلْتَاتِہٖ وَاِنْ کَانَتْ عَلَی التَّنُّوْرِ۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے بلائے تو عورت کو اس کا حکم ماننا چاہیے اگرچہ وہ کھانا پکانے میں مشغول ہو۔

(ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو خثعم کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا میں غیر شادی شدہ عورت ہوں اور شادی کرنا چاہتی ہوں، خاوند کے کیا حقوق ہیں! آپ نے فرمایا بیوی پر خاوند کا یہ حق ہے کہ جب وہ اس کا ارادہ کرے، اگر اس کو ارادے کے وقت وہ اونٹ کی پیٹھ پر ہو تب بھی اسے نہ روکے خاوند کا یہ بھی حق ہے کہ بیوی اس کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ دے، اگر اس نے بلا اجازت کچھ دے دیا تو گنہگار ہو گی اور خاوند کو ثواب ہو گا۔ بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بھوکی پیاسی رہی اور اس کا روزہ قبول نہیں ہو گا اور اگر گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکلی تو جب تک وہ واپس نہ ہو جائے یا توبہ نہ کرے، فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ یہی بات ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ امْرَأَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْھَا الْمَلٰئِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ہم بستر ہونے کے لیے بلائے اور وہ انکار کر دے اور شوہر اس کے انکار سے رات بھر غضب ناک رہے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (بخاری شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اس میں رہنے والی اکثر عورتیں تھیں تو خواتین میں سے بعض نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس وجہ سے ہمیں یہ سزا ملی آپ نے فرمایا کثرت سے لعنت کرتی ہیں اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہے یعنی جو انہیں زندگی گزارنے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے شکر کی بجائے اس کا انکار کرتی ہیں۔

عَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِیْ امْرَأَۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْشِکُ اَنْ یُّفَارِقَکِ اِلَیْنَا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف واذیت دیتی ہے تو اس کی جنت والی بیوی یعنی بڑی آنکھوں والی حور کہتی ہے خدا تجھ کو برباد کرے تو اپنے شوہر کو نہ ستا وہ تیرا مہمان ہے جو جلد تجھ سے جدا ہو جائے گا۔ اور ہمارے پاس آجائے گا یعنی بہشت میں۔

(ابن ماجہ)

جو عورت اس دنیا میں اپنے خاوند کو ستائے اور اذیت پہنچائے تو آخرت میں اس کی بخشش نہ ہوگی۔ اور وہ دوزخ میں جائے گی۔ اور اس کی جگہ جنت میں بڑی آنکھوں والی حور اس کی ساتھی بن جائے گی۔

تحفظ گھر — شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ اس کی بیوی اس کے گھر اور مال و اسباب کی نگہداشت کرے، حدیث ہے کہ جب شوہر باہر کہیں جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی گھر بار اور ہر امانت کی حفاظت کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النِّسَآءِ خَیْرٌ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِیْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِیْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا یَکْرَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ فرمایا کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو خوش کرے جب حکم دے تو تعمیل کرے اور جان و مال میں اس کے خلاف نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔
نسائی شریف

بیوی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ خاوند کے مال کو ضائع نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کرے فرمان نبوی ہے، عورت کے لیے حلال نہیں کہ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ کھائے ہاں ایسا کھانا کھا سکتی ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اگر بیوی، خاوند کی رضامندی سے کھائے گی تو اسے خاوند کے برابر ثواب ملے گا ورنہ خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ کھائے گی تو خاوند کو اجر ملے گا بیوی پر گناہ ہوگا اس لیے والدین کا فرض ہے کہ وہ لڑکی کی بہترین تربیت کریں، اسے ایسی تعلیم دیں جس سے وہ عمدہ رہن سہن اور خاوند سے بہتر برتاؤ کے آداب سیکھ جائے۔

گھر کی نگہبانی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ بیوی امور خانہ داری میں دلچسپی لے اور اس سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے۔

حضرت عائشہؓ اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دھوتیں اور سر مبارک میں تیل لگاتی تھیں، گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں۔
حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ گھر کا تمام اندرونی کام کاج کھانا پکانا، چکی پیسنا، کپڑے

دھونا، گھر میں جھاڑو دینا وغیرہ سب تمہاری مادر گرامی خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتی تھیں اور انہیں کاموں کے درمیان ہماری ضرورتیں دوا پلانا، نہلانا، کپڑے بدلوانا، وقت پر پوری کرتی جاتی تھیں۔ پھر خاتون جنت کا یہ بھی اصول تھا کہ خواہ دو دو وقت کا فاقہ ہو جب تک شوہر اور بچوں کو نہ کھلا لیتیں خود ایک دانہ نوش نہ فرماتی تھیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس کو دی گئیں تو اسے دنیا و آخرت کی بھلائی مرحمت فرمائی گئی۔ شکر ادا کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان، تکلیفوں میں صبر کرنے والا بدن اور پس پشت اپنی جان اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرنے والی بیوی۔

(بیہقی شعب الایمان)

ایک روایت میں ہے کہ اسماء بنت خارجہ الفزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اسے کہا، اب تم اس نشیمن سے نکل رہی ہو جو تمہارا بچپن کا آشیانہ تھا، اب تم ایسے بستر پر جا رہی ہو جس سے تم کبھی بھی الفت نہیں کی تو اس کے لیے زمین بن جا وہ تیرا آسمان ہو گا تو اس کا بچھونا بن جا وہ تیری حفاظت بن جائے گا تو اس کی باندی بن وہ تیرا خادم ہو گا اس سے کنارہ کش نہ رہنا اور نہ وہ تجھ سے دور ہو جائے گا اس سے دور نہ ہونا اور نہ وہ تجھے بھول جائے گا اگر وہ تیرا قرب چاہے تو اس کے قریب ہو، اگر وہ تجھ سے دور ہونا چاہے تو تو بھی دور ہو جا اس کی ناک، کان، آنکھ کی حفاظت کرنا تاکہ وہ تجھ سے عمدہ خوشبو کے علاوہ اور کچھ نہ سونگھے، عمدہ بات کے سوا اور کچھ نہ سنے اور وہ تجھے ہمیشہ خوب صورت ہی دیکھے۔

عورت کو ڈانٹ ڈپٹ اور مارنے کا حق

شریعت نے ایک حد تک مرد کو یہ حق دیا ہے کہ وہ نافرمان اور

بدکار عورت کی اصلاح کے لیے اسے مار سکتا ہے مگر پہلے عورت کو زبانی طور پر سمجھانا ضروری ہے مگر بے جا عورت کو مارنا درست نہیں، سورت نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جن عورتوں کے بارے میں تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ سرکشی کرنے لگی ہیں تو انہیں سمجھاؤ اگر وہ نہ مانیں تو ان کے ساتھ سونا چھوڑ دو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو پھر انہیں سزا دو۔ اس کے بارے میں احادیث حسب ذیل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَتْ زَوْجِیْ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ وَیُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ وَلَا یُصَلِّی الْفَجْرَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَہٗ قَالَ فَسَاَلَہٗ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا قَوْلُہَا یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ فَاِنَّہَا تَقْرَاُ بِسُوْرَتَیْنِ وَقَدْ نَہَیْتُہَا قَالَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتْ سُوْرَۃً وَّاحِدَۃً لَکَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَاَمَّا قَوْلُہَا یُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ فَاِنَّہَا یَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا اَصْبِرُ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی جب کہ ہم حاضر خدمت تھے تو عرض گزار ہوئی! میرے خاوند حضرت صفوان بن معطل مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں اور روزے چھڑا دیتے ہیں جب میں روزے رکھتی ہوں اور صبح کی نماز پڑھتے ہیں جب سورج طلوع ہو جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت صفوان حاضر خدمت تھے تو آپ نے عورت کی شکایات کے متعلق ان سے پوچھا، عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! جہاں تک اس کی یہ بات ہے کہ نماز پڑھتی ہوں تب مجھے مارتے ہیں۔ تو یہ دو سورتیں پڑھتی ہے جن سے میں نے منع کیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، اگر ایک سورت ہوتی تو بھی لوگوں کو کفایت کرتی، اس کا یہ کہنا کہ روزے رکھتی ہوں تو روزے چھڑا دیتے ہیں۔ یہ برابر روزے رکھتی چلی جاتی ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَأَۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِھَا وَاَمَّا قَوْلُھَا اِنِّیْ لَا اُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّا اَھْلُ بَیْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاکَ لَا نَکَادُ نَسْتَیْقِظُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَاِذَا اسْتَیْقَظْتَ یَا صَفْوَانُ فَصَلِّ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

جب کہ میں جوان آدمی ہوں لہذا صبر نہیں کر سکتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت روزے نہ رکھے مگر اپنے خاوند کی اجازت سے۔ اس کا یہ شکوہ کہ میں نماز نہیں پڑھتا مگر سورج نکلے، تو حضور! ہم ایسے گھر والے ہیں کہ ہمارے متعلق عام مشہور ہے کہ ہم بیدار نہیں ہوتے مگر سورج طلوع ہونے پر۔ فرمایا کہ صفوان جب تم بیدار ہو جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو۔

(ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ تمہاری پابندی میں ہیں تم اس کے سوا ان پر کسی بات کا اختیار نہیں رکھتے کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں اگر وہ ایسا کریں تو ان سے اپنا بستر جدا کر لو۔ انہیں مارو مگر اتنی شدت سے نہیں کہ ان کے جسم پر نشان پڑ جائیں۔

(ابن ماجہ)

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُسْاَلُ الرَّجُلُ فِیْمَا ضَرَبَ امْرَاَتَہٗ عَلَیْہِ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد سے اپنی بیوی کو مارنے کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔

(ابوداؤد)

القصہ اس حق سے ناجائز فائدہ اٹھانا بہتر نہیں۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بے دردی کی مار دھاڑ سے باز رہنے کو نہایت حکیمانہ انداز میں یوں فرمایا کہ بیوی پر کوڑے برسانے والے کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ عین ممکن ہے۔ اسی دن ڈھلے اس کے بستر پر جانا ہو، پھر یہ سلوک کس قدر افسوس ناک ہوگا۔

گھریلو ماحول کی درستگی بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھریلو ماحول کو خوشگوار رکھے خاوند سے بد کلامی اور بدمزاجی سے پیش نہ آئے ورنہ گھر کا ماحول خراب ہوگا جو خاوند کے لیے بے سکونی کا باعث بنے گا۔ ایسے ہی خاوند کی آمدن کے مطابق بیوی کو سلیقہ شعاری سے کام لینا چاہیے۔ اگر وہ اچھے طریقے سے کام نہیں کرے گی تو خاوند کی نگاہوں سے گر جائے گی۔ پھر آہستہ آہستہ یہ بات نفرت میں تبدیل ہوگی اس طرح گھر کی زندگی بے سکون ہو جائے گی۔ لہذا بیوی کو ان امور کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

باب ۴

عورت کے حقوق

اسلام نے عورت کو چادر اور چار دیواری کے اندر احترام کا خاص مقام عطا کیا ہے اور ہر لحاظ سے اس کے حقوق مقرر فرما دیئے ہیں تا کہ اس کی کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔ عورت چونکہ پیدائشی لحاظ سے صنف نازک ہے اس لیے اس کی دلجوئی حقوق کی ادائیگی اور عمدہ اخلاق سے پیش آنا چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقوں سے زندگی بسر کرو پھر اگر تم ان سے نفرت کرو تو شاید تمہیں کوئی چیز پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھی ہو۔

(النساء آیت ۱۹)

اس فرمان خداوندی میں یہی تاکید کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ خاوند پر بیوی کے حقوق حسب ذیل ہیں۔

مردوں کو چاہیے کہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں، ان کی عقل کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے مہربانی کا سلوک کریں اور ان کے دکھ درد کو دور کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کی عظمت میں فرمایا ہے:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا

وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

(النساء ۲۱)

سورہ بقرہ میں خاوند بیوی کے تعلق کو انتہائی بلیغ الفاظ میں اس طرح سمویا گیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط   عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔ (البقرہ ۱۸۷)

عورت سے اچھے سلوک کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ:

سب سے زیادہ کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو اور تم میں بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی اہلیہ کے ساتھ سب سے اچھا ہو۔

(ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین باتوں کی اس وقت وصیت فرمائی جب کہ آپ کی زبان اقدس وصال شریف کے وقت لڑکھڑا رہی تھی اور کلام انور میں ہلکا پن پیدا ہو چلا تھا آپ نے فرمایا نماز، نماز، اور وہ تمہارے ہاتھ جن کے مالک ہو گئے انہیں وہ تکلیف نہ دو جس کے برداشت کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتے، عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو وہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں، یعنی وہ ایسی قیدی ہیں جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے کلام سے ان کی شرمگاہیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں۔

عورت کی ایک فطرت یہ ہے کہ وہ شدت جذبات سے مغلوب ہوتی ہے اس لیے اگر اس سے ہر کام سختی سے لیا جائے گا تو وہ اکڑ جائے گی اور اس شدت جذبات کے تحت گھر ویران کر ڈالے گی اس لیے عورتوں کے سلسلے میں اعتدال سے تعلقات رکھے جائیں۔ اس کی فطرت کے بارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے تم سے ہرگز سیدھی

لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ وَبِهَا عِوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

نہ ہوگی ایک راہ پر، پس اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو، تو کجی ہی کی حالت میں فائدہ اٹھالو، اور اگر تم اسے سیدھا کرنے لگ گئے تو تم اسے توڑ ڈالوگے اور اس کا ٹوٹنا طلاق ہے (مسلم شریف)

جس طرح پسلی خلقی طور پر ٹیڑھی ہے، اور ٹیڑھی ہونے کی وجہ سے وہ مفید بھی ہے یہی حال عورت کا بھی ہے، اس میں جذبات کی شدت اور نزاکت بہت ہے، اور اس کے اندر اس کا ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ وہ اولاد کی پرورش نہ کر پاتی، اس لیے اس کی فطری خصوصیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بدکردار عورت کی اصلاح کے لیے اگرچہ اسے مارنا جائز ہے لیکن بلاوجہ بیوی کو مارنا اور ستانا درست نہیں کیوں کہ جو شخص بلاوجہ عورت کو مارتا رہے وہ اس امر کا جواز بن جاتا ہے کہ وہ خود اچھا نہیں. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی سے بلاوجہ بدسلوکی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ایاس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنی بیویوں کو نہ مارا کرو۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا عورتیں اپنے شوہروں پر غالب ہوگئی ہیں ان کی جرات و دلیری بڑھ گئی ہے یہ سن کر آپ نے بیویوں کو مارنے کی اجازت عطا فرمادی۔ اس کے بعد بہت سی عورتیں ہیں ازواج مطہرات کے پاس جمع ہوئیں اور اپنے خاوندوں کا شکایتیں کیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ۔

صحابہ سے فرمایا، محمدؐ کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آئی ہیں تم میں سے وہ شخص اچھا نہیں ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بدسلوکی کرے

(ابوداؤد)

اگر بیوی نافرمان ہو خاوند کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے چلی جائے بدزبانی کرتی ہو اور گفتگو میں خاوند کے مقام کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے بداخلاقی کرتی ہے بات بات پر گالی نکالتی ہے، تو اس صورت میں اسے زبانی کلامی سمجھانا چاہیے اگر وہ نصیحت کرنے سے باز نہ آئے تو کچھ دنوں تک اس سے بیٹھنا اٹھنا چھوڑ دے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو پھر اُسے مار کر سمجھانا چاہیے مگر غلاموں کی طرح عورت کو نہیں مارنا چاہیے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل ایمان میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کی عادت سب سے اچھی ہو اور اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔

(ترمذی)

اپنی بیوی پر اور اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی عادت قرار دیا ہے اور اچھی عادت اہل ایمان کا خاصہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کیا اللہ تعالیٰ اسے مصائب پر حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے اجر کے برابر اجر دے گا اور جس عورت نے خاوند کی بدخلقی پر صبر کیا اللہ تعالیٰ اسے فرعون کی بیوی آسیہ کے ثواب کے مثل ثواب عطا فرمائے گا۔

بیوی سے حسن سلوک یہ نہیں کہ اس کی تکالیف کو دور کیا جائے بلکہ ہر ایسی چیز کو اس

سے دور کرنا بھی شامل ہے جس سے تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو اور اس کے غصہ اور ناراضگی کے
وقت علم کا مظاہرہ کرنا اور اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھنا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات آپ کی بات کو (بتقاضائے قدرت) (مورۃ) نہ بھی
مانتیں اور ان میں سے کوئی ایک، رات تک گفتگو نہ کیا کرتی تھی مگر آپ ان سے حسن سلوک ہی سے
پیش آیا کرتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات سے ذاتی رویہ بڑا عمدہ تھا اور آپ
ہر بیوی سے بڑا اچھا سلوک کرتے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی بات میں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم سے خفا ہو گئیں اور کہا کہ کیا آپ وہی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں؟
آپ یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور علم و کرم کی بنا پر یہ بات برداشت کر گئے۔

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کچھ بات
ہو گئی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور انہیں فیصل بنایا گیا۔ جب انہوں نے
بات سننا چاہی تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا، تم بات کرو گی یا
میں حضرت عائشہ بولیں کہ بات آپ کہیں مگر درست، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان
کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے منہ سے خون جاری ہو گیا اور آپ نے کہا اے اپنی جان کے
دشمن! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناحق بات کہیں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی پناہ تلاش کی اور آپ کی پشت مبارک کے پیچھے بیٹھ گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا تھا اور نہ ہی ہمارا یہ
ارادہ تھا کہ ہم تم سے یہ بات چاہیں۔ مکاشفۃ

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے سب سے زیادہ
خوش طبعی فرمانے والے تھے۔

بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی خوش طبعی کا خیال رکھا جائے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ

فِیْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ عَلٰی رِجْلَیَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهٗ فَسَبَقَنِیْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آگے نکل گئی۔ جب میرا جسم بھاری ہو گیا اور دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے اور فرمایا، یہ تمہاری پہلی سبقت کا بدلہ ہو گیا

(ابو داؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور ان سے ان کی عقلوں کے مطابق اقوال و افعال فرمایا کرتے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ میں مقابلہ کرتے، کبھی حضرت عائشہ آپ سے آگے نکل جائیں اور کبھی آپ سبقت لے جاتے اور فرماتے کہ یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حبشی اور دوسرے لوگوں کی آوازیں سنیں جو عاشورہ کے دن کھیل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ کیا تم ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں آپ نے ان کی طرف آدمی بھیجا، جب وہ آگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور اپنا دست اقدس دروازہ پر رکھ دیا اور ساتھ لمبا کر لیا میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر جما دی وہ لوگ کھیلتے رہے اور میں دیکھتی رہی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پوچھتے بس کافی ہے میں عرض کرتی ذرا چپ رہیے۔ آپ نے دریافت تین مرتبہ پوچھا پھر فرمایا عائشہ اب بس کرو۔ میں نے عرض کی ٹھیک ہے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا تو وہ واپس چلے گئے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کی دلجوئی کے لیے ان کے گھر کے کام کاج میں تعاون بھی فرماتے تھے۔ اپنے اہل کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اپنی پوشاک خود دھوتے۔ پیوند لگانا ہوتا تو اپنے دست مبارک سے رفو کرتے۔ بکری کا دودھ دوہتے۔ اپنی ناقہ خود باندھتے خادم کے ساتھ ایک برتن میں کھا لینے میں تکلف

نہ تھا اپنے گھر کی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اگرچہ خود کتنی تکلیف برداشت کرنی پڑتی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی۔ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ فَقَالَ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَھْجُرُ اِلَّا اِسْمَکَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے کب خوش ہوتی ہو اور کب ناراض۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں کر پہچان لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب تم مجھ سے خوش اور راضی ہوتی ہو تو اس طرح کہا کرتی ہو یہ بات اس طرح نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کی قسم اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو یہ بات اس طرح نہیں ہے ابراہیم کے پروردگار کی قسم حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ یہ بات ٹھیک ہے۔ میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں لیکن دل میں آپ کی ہی محبت رہتی ہے۔

(بخاری شریف)

بیوی کا یہ بنیادی حق ہے کہ خاوند اس کے اخراجات مہیا کرے کیوں کہ بیوی کا نان نفقہ ہر لحاظ سے اس کے ذمے ہے اس لیے مرد کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ محنت کرے اپنے بیوی بچوں کے لیے حلال روزی کمائے اور انہیں کھلائے یہی وجہ ہے کہ رزق حلال کمانے کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ مُعَاوِیَةَ الْقُشَیْرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔

عرض کیا یا رسول اللہ شوہر پہ بیوی کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا جب تو کھائے اس کو بھی کھلا اور جب تو پہنے اس کو بھی پہنا اس کے منہ پر نہ مار۔ اس کو برا نہ کہہ اور اس سے علیحدگی اختیار نہ کر مگر گھر کے اندر

(ابو داؤد)

اس حدیث میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ بیوی کے لباس خوراک رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کی تمام تر ذمہ داری مرد کی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشہور خطبہ حجۃ الوداع میں مردوں کو ان کے اس فریضہ کی طرف بدیں الفاظ متوجہ فرمایا تم عورتوں کے بارے میں خوف خدا دل میں رکھو تم نے انہیں اللہ کی امان کے ذریعہ حاصل کیا ہے...... ان کا کھانا پینا اور ان کی پوشاک کہ مقدور کے مطابق تمہارے ذمے لازم ہے۔ (صحیح مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَاؤُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے لگے انہوں نے دیکھا کہ دروازہ پر کافی لوگ بیٹھے ہیں جن میں سے کسی کو بھی اجازت نہیں ملی راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر کو اجازت دے دی اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ پھر حضرت عمر نے آ کر اجازت مانگی تو انہیں اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں غمگینی اور خاموشی کی حالت میں اور گرد

شَيْئًا أُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ
اللهِ لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِيْ
النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ
عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
هُنَّ حَوْلِيْ كَمَا تَرٰى يَسْأَلْنَنِيْ
النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُوْ بَكْرٍ إِلٰى
عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ
إِلٰى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا
يَقُوْلُ تَسْأَلِيْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ
فَقُلْنَ وَاللهِ لَا نَسْأَلُ رَسُوْلَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا
لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ
شَهْرًا أَوْ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ
ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ
لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا
قَالَ فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا
عَائِشَةُ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ
أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ
أَلَّا تَعْجَلِيْ فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَشِيْرِيْ

انداز میں باتیں تھیں، دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی
بات کہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس
پڑیں، عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ابنت
خارجہ کا حال ملاحظہ فرمائیے کہ مجھ سے خرچہ مانگا
تو میں کھڑا ہوا اور اس کی گردن مروڑ دی، چنانچہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے
اور فرمایا کہ یہ جو میرے گرد تم دیکھ رہے ہو
یہ بھی مجھ سے خرچہ مانگ رہی ہیں۔ پس حضرت
ابوبکر کھڑے ہوئے کہ حضرت عائشہ کی گردن
مروڑیں اور حضرت عمر کھڑے ہوئے کہ حضرت
حفصہ کی گردن مروڑیں، دونوں فرمارہے
تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز
مانگ رہی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے چنانچہ
ہم عرض گزار ہوئیں، خدا کی قسم ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں
کریں گی جو آپ کے پاس نہ ہو۔ پھر آپ ایک
مہینہ یا انتیس روز ان سے کنارہ کش رہے
پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ "اے غیب کی خبریں
بتانے والے! اپنی بیویوں سے فرمادو.... تم
میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا ثواب
ہے (۳۳-۲۸، ۲۹) چنانچہ آپ نے حضرت
عائشہ سے ابتدا کرتے ہوئے فرمایا، اے عائشہ
میں تمہیں ایک بات کا اختیار دینے لگا ہوں

اَبَوَیْكِ قَالَتْ وَمَا ھُوَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ فَتَلَا عَلَیْھَا الْاٰیَۃَ
قَالَتْ اَفِیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَسْتَشِیْرُ اَبَوَیَّ بَلْ
اَخْتَارُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ
الْاٰخِرَۃَ وَاَسْاَلُكَ اَنْ لَّا
تُخْبِرَ امْرَاَۃً مِّنْ نِّسَائِكَ
بِالَّذِیْ قُلْتُ قَالَ
لَا تَسْاَلُنِیْ امْرَاَۃٌ
مِّنْھُنَّ اِلَّا اَخْبَرْتُھَا
اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَبْعَثْنِیْ
مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰکِنْ
بَعَثَنِیْ مُعَلِّمًا مُّیَسِّرًا۔

اور چاہتا ہوں کہ اس میں تم جلدی نہ کرو گی
بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو گی۔ عرض گزار
ہوئیں کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے چنانچہ آپ نے
انہیں آیت پڑھ کر سنائی۔ عرض گزار ہوئیں۔
"یا رسول اللہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں
بلکہ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے
گھر کو اختیار کرتی ہوں اور میں آپ سے سوال
کرتی ہوں کہ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی
کو نہ بتائیں جو میں نے عرض کیا ہے فرمایا کہ اگر
کسی بیوی نے ان سے پوچھا تو میں بتا دوں
گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غم پہنچانے والا
اور غم میں گھٹنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ علم اور
آسانی کرنے والا مبعوث فرمایا ہے۔

(مسلم شریف)

باب ۸

رشتہ داروں کے حقوق

قریبی رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی بڑی لازم ہے کیوں کہ اسلام نے اولاد اور والدین کے بعد دوسرے خونی رشتہ داروں کے درجہ بدرجہ حقوق کو ملحوظ رکھنے کی بڑی تاکید ہے اہل قرابت کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کا بڑا درجہ ہے۔ لہٰذا رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے ان کی ضروریات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ کمزور مالی حالت میں ان کی مالی امداد کرنی چاہیے۔ ان سے ہمیشہ محبت اور مروت سے پیش آنا چاہیے۔ ان سے ملتے رہنا چاہیے۔ بیماری کی حالت میں عزیز و اقارب کی تیمارداری میں دل و جان سے توجہ دینی چاہیے ترکہ میں رشتہ داروں کو ان کا حصہ دینا چاہیے۔ غرض کہ ہر لحاظ سے ان کے دکھ درد اور خوشی میں شامل رہنا چاہیے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے ان پر احسان نہیں جتلانا چاہیے۔ بلکہ جو کچھ کیا جائے رضا الٰہی کی خاطر کیا جائے۔ اللہ کے خاص بندوں کا اہل قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ رشتہ داروں کی از حد خدمت کی جائے بلکہ اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

قرآن سنت کی رو سے رشتہ داروں کے حقوق حسب ذیل ہیں۔

حسن سلوک رشتہ داروں سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنا چاہیے کیوں کہ اللہ کو یہی پسند ہے کہ عزیز و اقارب کی عزت کی جائے اور ان کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا رویہ اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ۔

اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تم رشتہ داری کی محبت کو قائم رکھو۔
الشوریٰ آیت ۲۳ ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرابت کو اسلام میں بہت اہمیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام کاوشوں اور تکلیفوں کا جو تبلیغ دین میں آپ کو پیش آئیں اس کا آپ نے عوضانہ نہ مانگا البتہ اس کے بدلے میں یہ خواہش کی کہ آپس میں رشتہ داروں اور قرابت داروں کا حق ادا کرو، اور ان سے لطف و محبت سے پیش آؤ یعنی مصیبت اور پریشانی کے وقت رشتہ داروں کی ہر طرح سے دلجوئی کی جائے اگر کوئی احسان کرے تو اسے نہ جتائے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کی خواہش ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور عمر میں زیادتی تو رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری شریف)

ابوالشیخ، ابن حبان اور بیہقی کی روایت ہے یا رسول اللہ! سب سے بہترین انسان کون ہے؟ صحابہ کرام نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا رب سے زیادہ ڈرنے والا، زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور نیکیوں کا حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا۔

ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر دوں جس سے اللہ تعالیٰ عزت دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور بتلائیے یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا جو تم سے اعراض کرے اس سے درگزر کرو، جس نے تم پر ظلم کیا اسے معاف کر دو، جس نے تم کو محروم کیا اسے عطا کرو اور جس نے تعلقات ختم کیے اس سے تعلقات استوار کرو۔ (طبرانی)

ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، توبہ کی کوئی صورت بتلایئے! آپ نے پوچھا تیری ماں زندہ ہے؟ کہا نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا تمہاری خالہ زندہ ہے، عرض کی ہاں یا رسول اللہ، فرمایا جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ (یہ بھی صلہ رحمی ہے)

۲۔ مالی امداد

رشتہ داروں میں بعض لوگ امیر اور بعض غریب اور محتاج ہوتے ہیں امیر لوگوں کی دولت عزت اور مقام اللہ کا عطا کردہ ہے۔ لہذا اللہ چاہتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے سے اس کی مخلوق کی بہتری کے لیے خرچ کیا جائے اور مصرف کی بہترین صورت غریب اور محتاج عزیز و اقارب پر خرچ کرنا ہے۔ رشتہ داروں کی مالی امداد خفیہ طریقے سے کرنی چاہیے تاکہ سفید پوشی کا بھرم قائم رہے۔ رشتہ داروں کی مالی امداد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

(۱) قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ،

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو تو وہ ماں باپ قرابت والے اور یتیموں اور غریبوں کو دو۔ (البقرہ ۲۱۵)

(۲) قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔

فائدہ کی جو چیز بھی تم خرچ کرو، تو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے ہے۔ (البقرہ آیت ۲۱۵)

(۳) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى۔

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف، احسن سلوک اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے (النحل ۹۰)

(۴) وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ۔

جو لوگ تم میں زیادہ کشائش والے ہیں وہ قرابت مندوں اور محتاجوں کو دینے کی قسم نہ کھائیں۔ (النور ۲۲)

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَّهِىَ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ۔

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا ایک اجر ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا دوہرے اجر کا سبب ہوتا ہے ایک صدقہ کا ثواب اور دوسرا صلہ رحمی کا (ترمذی)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰی نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰی وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰی اَهْلِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰی خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے پاس ایک دینار ہے (میں اس کا کیا کروں) نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے اوپر خرچ کرو تو اس نے کہا کہ ایک دینار اور بھی ہے تو آپ نے فرمایا اپنی اولاد پر خرچ کرو سائل نے کہا کہ دو دینار کے علاوہ بھی ہے تو آپ نے فرمایا رشتہ داروں پر کرو۔ تو وہ کہنے لگا کہ تین سے ایک اور زیادہ بھی ہے تو آپ نے فرمایا اسکو اپنے خادم پر خرچ کر دیں۔ اس نے کہا کہ ایک اور بھی ہے تب سرکار نے فرمایا اب تمہیں اختیار ہے اور تم بہتر جان سکتے ہو۔

(ابوداؤد ونسائی)

صحیحین کی روایت ہے، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر اپنی لونڈی آزاد کر دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا ہے! آپ نے فرمایا واقعی؟ عرض کی جی ہاں! آپ نے فرمایا اگر تم وہ لونڈی اپنے خالہ زاد کو دے دیتیں تو تمہیں بہت زیادہ ثواب ملتا۔

رشتہ داروں سے احسان کرنا احسان کا مطلب نیکی اور بھلائی کرنا ہے رشتہ داروں کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں احسان کیا جائے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی یوں تاکید کی گئی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

اللہ ہی کی عبادت کرو، اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت

وَبِذِی الْقُرْبٰی۔ والوں کے ساتھ احسان کرو۔

(النساء ۳۶)

اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بعد سب سے اہم چیز رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی (سورۃ البقرۃ)

اور بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا، کہ خدا ہی کو پوجنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا۔ (البقرہ)

اس آیت میں بھی رشتہ داروں سے احسان کی اہمیت واضح کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ان اہم احکامات سے ہے جن کا بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا گیا اسی بات یعنی رشتہ داروں سے احسان اور رحم کرنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں وضاحت کی ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَۃٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رحم عرش الٰہی سے معلق ہے اور وہ دعا کے طور پر کہتا رہتا ہے کہ جو شخص مجھ کو ملائے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جو شخص مجھ کو قطع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قطع کرے گا۔

(بخاری شریف)

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ سب اعمال سے جلدی اجر پانے والی چیز احسان اور صلہ رحمی ہے یعنی احسان اور صلہ رحمی سے زیادہ جلدی اجر اور کسی عمل کا نہیں ملتا اور سب اعمال سے جلدی عذاب لانے والی چیز ظلم و زیادتی اور قطع رحمی ہے۔

۴۔ حق صدقہ: زکوٰۃ اور صدقہ دیتے وقت یہ بات مدنظر رکھی جائے کہ رشتہ داروں میں اگر کوئی غریب ہو تو پہلے اسے دیا جائے کیوں کہ رشتہ داروں کو دینے

سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۱) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔
تو قرابت دار کو اس کا حق دے دے تم

(۲) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔
قرابت داری کے حق کو ادا کرو۔

(بنی اسرائیل)

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى۔
مال کی محبت کے باوجود اپنے قریبیوں کو دے دینا بہتر ہے۔ (البقرہ)

طبرانی کی روایت ہے کہ سب سے بہترین صدقہ کینہ پرور رشتہ دار کو کچھ دینا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو رشتہ دار تجھ سے تعلق منقطع کرے تو اس سے تعلق جوڑلو۔

صلہ رحمی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے کتاب و سنت میں صلہ رحمی کی تاکید اور قطع تعلق کی مذمت کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اپنے نسبوں کو یاد رکھو جس سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو کیونکہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خاندان میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت پیدا کرتا ہے۔

(ترمذی)

اس حدیث میں صلہ رحمی کا یہ اجر بتایا گیا ہے کہ صلہ رحمی سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے کیوں کہ صلہ رحمی دو طرح کی ہے ایک یہ کہ ضرورتمند رشتہ داروں کی مالی امداد کی جائے دوسری یہ کہ خدا کی دی ہوئی عمر کا کچھ حصہ ان کی خدمت میں صرف

کیا جائے، پہلے کا نتیجہ خدا کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی اور دوسرے کا نتیجہ عمر میں برکت اور زیادتی کی صورت میں ملتا ہے۔ صلہ رحمی سے چونکہ سارے خاندان والے راضی ہوں گے اور اس کے حق میں دعائیں کریں گے جس سے اس کے مال و دولت، در عمر میں برکت و کثرت ہوگی۔ اگر کوئی عزیز رشتہ دار اپنے حق کو ادا نہ کرتا ہو تو اس کے دوسرے عزیز و اقارب کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بھی اپنے حق کو ادا نہ کریں بلکہ اصل صلہ رحمی تو یہی ہے کہ جو حق کو ادا نہ کرے، اس کے حق کو ادا کیا جائے۔

طبرانی کی روایت ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اچھی چیزوں کی وصیت فرمائی ہے اور وہ یہ ہیں، میں اپنے سے اوپر والے کو نہیں بلکہ نیچے والے کو دیکھوں، میں یتیموں سے محبت رکھوں اور ان سے قریب رہوں، میں صلہ رحمی کروں اگرچہ رشتہ دار پیٹھ پھیر جائیں، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی سے نہ ڈروں سچی بات اگرچہ تلخ ہو کہتا رہوں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھتا رہوں کیونکہ یہ جنت کا خزانہ ہے۔

اچھے اخلاق کا یہی تقاضا ہے کہ قطع تعلق کرنے والوں سے تعلق جوڑا جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں دونوں جہان کے بہترین اخلاق بتاتا ہوں کہ قطع تعلق کرنے والوں سے جوڑو، نہ دینے والوں کو دو، اور ظالم کے قصور کو معاف کرو۔

(ترغیب)

احمد کی روایت ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا دستِ اقدس تھام کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بہترین اعمال بتلایئے۔ آپ نے فرمایا عقبہ، قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کر، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کر محروم کرنے والے کو عطا کر اور جس نے تجھے گالیاں دیں اُن سے درگزر کر۔

(طبرانی)

ترمذی کی روایت ہے، ان لوگوں سے نہ بنو جو کہتے ہیں اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ہم پر زیادتی کریں گے تو ہم بھی زیادتی کریں گے بلکہ تم اس بات کے عادی بنو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر وہ زیادتی کریں تو تم زیادتی نہ کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشتہ داری کا برتاؤ برتنے والا وہ نہیں ہے جو رشتہ داروں کا بدلہ دے بلکہ وہ ہے جو ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑے۔ (بخاری)

طبرانی کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں تم کو دنیا اور آخرت کی بہترین عادتیں بتلاتا ہوں۔ تم تعلقات منقطع کرنے والے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے رہو، جو تم کو محروم رکھے، اسے دیتے رہو اور جو زیادتی کرے۔ اسے معاف کرتے رہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ شُجْنَۃٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ وَّصَلَکِ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رحم رحمٰن سے نکلا ہے۔ لہٰذا خدا نے اس کو کہہ دیا ہے جو تجھے جوڑے گا میں اس سے لگاؤ رکھوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے چھوڑ دوں گا۔

(بخاری)

طبرانی کی روایت ہے، جھوٹ، قطع رحمی اور خیانت کا مرتکب اس لائق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی عذاب دے اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق گردانے اور سب اعمال سے جلدی اجر صلہ رحمی کا ملتا ہے اگرچہ اس گھر کے لوگ گنہگار ہوتے ہیں، مگر صلہ رحمی کی وجہ سے ان کا مال بھی خوب بڑھتا ہے اور ان کی اولاد بھی بکثرت ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنَ وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذَالِكَ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق قائم کرتا ہوں مگر وہ بے تعلقی کا برتاؤ برتتے ہیں، میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان کی حرکتوں کو برداشت کرتا ہوں، مگر وہ جہالت پر اتر آتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم انہیں گرم راکھ پھنکار رہے ہو اور تمہارے ساتھ جب تک تم ایسا کرتے رہو گے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے خدا کی طرف سے ایک فرشتہ رہے گا۔ (مسلم)

طبرانی کی روایت ہے کہ جس میں یہ تین صفات پائی جائیں گی اس کا حساب انتہائی آسان ہوگا، صحابہ نے عرض کی حضور وہ کون سی ہیں، فرمایا جو تجھے محروم رکھے تو اسے دیتا رہ جو تعلق توڑے تو اس سے تعلق جوڑتا رہ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کرتا رہ، تیرا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔

بیہقی کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام پندرہویں شعبان کی رات کو میرے پاس آئے اور کہا آج کی رات اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کو بخش دیتا ہے مگر مشرک، کینہ پرور، قاطع رحم، تکبر سے اپنے تہبند کو گھسیٹ کر چلنے والا، والدین کا نافرمان اور شرابی کو نہیں بخشا جاتا۔

ابن حبان سے مروی ہے، تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گی، شرابی، قاطع رحم، جادوگر۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہو گیا تو قرابت میں کھڑے ہو کر عرض کیا میں تجھ سے قطع رحمی کی پناہ چاہتی ہوں، رب تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ جس نے تجھ سے تعلق جوڑا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جس نے تجھ سے قطع کر لیا میں اسے قطع کر دوں گا۔ اس نے کہا میں راضی ہوں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فَهَلْ عَسَيْتُمْ والی آیت پڑھی۔

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغاوت اور قطع رحمی دو ایسے گناہ ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں عذاب دیا جاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے انسانوں کے اعمال ہر جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں مگر قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔

باب ۱۳۶

ہمسایہ کے حقوق

ایک دوسرے کی قربت میں رہنے والے کو ہمسایہ کہا جاتا ہے اسلام میں ہمسایہ کا بہت درجہ ہے۔ انسانی زندگی قدم قدم پر آپس میں ایک دوسرے کے تعاون کی خواہاں ہے بلکہ معاشرتی زندگی بنائی اس لیے گئی ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کا مددگار بن کر رہے۔ اگر کسی کو کوئی دکھ تکلیف ہو تو اسے دور کرنے کے لیے دوسرے انسان کی مدد کرے اگر کوئی بھوکا ہو تو دوسرے پر حق ہے کہ اپنے کھانے میں سے کچھ اسے کھلا دے ایسے ہی تندرست کے لیے ضروری ہے کہ وہ قریبی بیمار کی تیمارداری کرے اگر کسی کو قرضہ کی ضرورت ہو تو اسے قرضِ حسنہ دیا جائے تاکہ وہ بھی آسانی سے اپنی زندگی کا کاروبار چلا سکے۔ کیوں کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ایسے معاشرے کا درس دیا کہ جس میں اخوت پیار اور ہمدردی ہو۔ انسان ایک دوسرے کا چارہ ساز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہمسایہ کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے تاکہ قریب رہنے والوں میں جتنا پیار الفت اور ہمدردی ہوگی اتنی ہی زیادہ زندگی خوشگوار گزرے گی۔ اس لیے ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

ہمسایہ کے حقوق کو مقدم جاننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو عموماً اسی شخص سے تکلیف یا دکھ پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے جو اس کے قریب ہوتا ہے اس لیے اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایک دوسرے انسان کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں تاکہ ایک انسان سے دوسرے کی حق تلفی نہ ہو اور دوسرا انسان انتقامی صورت میں دکھ اور تکلیف نہ پہنچائے بلکہ باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے رکھنے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام سکھایا جاتا ہے تاکہ برائیاں جنم نہ لیں اور ہمسایوں کی زندگی آپس میں پرامن گزرے ایک سفر کے دو مسافر ایک ہی مدرسہ کے طالب علم ایک کارخانے کے ملازم ایک ہی استاد کے شاگرد

ایک ہی دفتر میں کرنے والے اہل کار ایک ہی کاروبار میں شریک کار درحقیقت ہمسایوں کی طرح ہیں اور انہیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔

ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو

ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا	اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ	کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت
اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى	والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ	ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے
الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ	پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں
الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ	اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے
وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ	ساتھ احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں
اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ	کو دوست رکھتا ہے اور تکبر کرنے والے
مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ	بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

(النساء۔ ۳۶)

ہمسائیگی اخوت اسلامی سے زیادہ کچھ حقوق کی بھی متقضی ہے لہذا ہر مسلمان ہمسایہ کے اخوت اسلامی کے سلوک کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں آیت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمسایہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس حکم الٰہی کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز میں یوں کی ہے۔

۱۔ ہمسایہ سے حسن سلوک ہمسایہ سے حسن سلوک سے پیش آنا اسلامی اخلاق کا لازمی حصہ ہے کیوں کہ دوسروں سے اچھا سلوک ہی انسانی عظمت کا مظہر ہے۔

عَنْ اَبِی شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِہٖ۔

حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(بخاری)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا جائے۔ اس حسن سلوک کی بہت سی صورتیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جانتے بھی ہو کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہوتے ہیں اور پھر ان حقوق کا شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمسایہ کا حق تب ہوتا ہے کہ۔

"(۱) اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرو۔

(۲) اگر وہ کچھ قرض یا ادھار مانگے تو اسے دو۔

(۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کی حاجت روائی کرو۔ اور

(۴) بیمار ہو تو اس کی تیمار داری کرو۔ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

(۵) اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو اس کی مسرت و شادمانی میں شریک ہو کر اسے مبارک باد دو۔ اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو اس کے رنج و غم میں بھی شریک رہو۔

(۶) اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ لے جاؤ کہ اس کے گھر میں ہوا کی آمد و رفت بند ہو جائے۔

(۷) اگر کوئی میوہ ترکاری اپنے ہاں لاؤ تو اس کے ہاں بھی بھجواؤ، اور ایسا نہ کر سکو تو یہ بات ان سے پوشیدہ رکھو۔

(۸) اپنے بچوں کو اس چیز کی اجازت نہ دیں کہ وہ باہر ہمسایے کے دروازے کے سامنے جا کر ان کے بچوں کو تنگ کریں کہ اس سے خواہ مخواہ بڑوں کے درمیان رنجش

پیدا ہونے کا امکان ہے۔

(۹) آپ کے باورچی خانے کا دھواں ہمسایے کی پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر اسے بھی کھانے کی کوئی چیز بھیجتے رہو تو ایک بات بھی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بندہ اس وقت تک پیدا مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی اس چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے

(بخاری و مسلم)

اس حدیث میں بلند اخلاق کا ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو ویسی چیز ہی دوسروں کے لیے پسند کرو یعنی اگر تم یہ توقع رکھتے ہو کہ تمہارے ہمسائے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں، تو تمہیں بھی چاہیے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ہمسایے کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ اسے دیکھتے ہی اسلام کریں۔ اس سے طویل گفتگو نہ کریں، اس سے اکثر مانگتا نہ رہیں، مرض میں اس کی عیادت کریں، مصیبت میں اسے تسلی دیں۔ اگر آپ کے یہاں موت ہو جائے تو اس کے ساتھ ہمدردی کریں، خوشی میں اسے مبارک باد کہیں اور اس کی خوشی میں برابر کے شریک رہیں، اس کی غلطیوں سے درگذر جائیں چھت سے اس کے گھر نہ جھانکیں۔ اس کے گھر کے صحن میں مٹی نہ پھینکیں اس کے گھر کے راستہ کو تنگ نہ کریں وہ گھر کی طرف جو کچھ لے کر جا رہا ہو اسے نہ گھوریں، اس کے عیب کی پردہ پوشی کریں، جب اسے کوئی مصیبت لاحق ہو تو اس کی مدد کریں اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی دیکھ بھال سے غافل نہ ہوں اس کی غیبت نہ سنیں اس کی عزت کا خیال رکھیں اس کی اولاد سے نرمی سے گفتگو کریں۔ جن دینی اور دنیاوی امور سے وہ ناواقف ہوں

ان میں اس کی رہنمائی کریں۔ گویا ہر طرح سے ہمسایہ گیری کا لحاظ کر مد نظر رکھیں۔

ہمسایہ گیری کی حدود ہمسایہ یا پڑوسی وہ ہے جو قریب میں رہتا ہو۔ حدیث پاک میں ہمسایہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

اَلَا اِنَّ اَرْبَعِیْنَ دَارًا جَارٌ چالیس گھروں تک ہمسایہ ہے۔

(طبرانی)

سنن ابوداؤد میں ہے کہ ہمسائیگی کا حق چالیس گھروں تک ہے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے دائیں بائیں پیچھے کی طرف اشارہ کیا یعنی ہمسائیگی کا حق ہر طرف ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ چالیس گھروں سے مراد چالیس آگے کے، چالیس پیچھے کے اور چالیس بائیں طرف اور چالیس دائیں طرف کے گھر ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمسایہ کا حق فقط اسی چیز تک محدود نہیں کہ اسے ایذا نہ پہنچائیں اور ستایا نہ کریں بلکہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہمسایہ وہ ہے کہ جس کا ایک حق ہوتا ہے اور وہ ہے کافر ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا دوہرا حق ہے اور وہ ہے مسلمان ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وہ ہوتا ہے جس کے حقوق تین گنا ہوتے ہیں۔ اور یہ وہ ہمسایہ ہے جو قرابت دار بھی ہوتا ہے۔

فرمان نبوی ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں برکت اور نحوست ہے۔ عورت کی برکت تھوڑا مہر، آسان نکاح اور اس کا حسن خلق والا ہوتا ہے۔ اس کی نحوست بھاری مہر، مشکل نکاح اور بد خلقی ہے۔ گھر کی برکت اس کا کھلا ہونا اور اس کے ہمسائیوں کا اچھا ہونا ہے۔ اس کی نحوست اس کا تنگ ہونا اور اس کے ہمسائیوں کا بُرا ہونا ہے۔ گھوڑے کی برکت اس کی فرمانبرداری اور اچھی عادتیں ہیں اور اس کی نحوست اس کی بُری عادتیں اور سوار نہ ہونے دینا ہے۔

ہمسایہ کا حق صرف یہ نہیں کہ آپ اس سے اس کی تکلیفیں دور کریں بلکہ ایسی

چیزیں بھی اس سے دور کرنی چاہئیں کہ جن سے اسے دکھ پہنچنے کا احتمال ہو، ہمسایہ سے دکھ دور کرنا، اسے دکھ دینے والی چیزوں سے دور رکھنے کے علاوہ کچھ اور بھی حقوق ہیں، اس سے نرمی اور حسن سلوک سے پیش آئے، اس سے نیکی اور بھلائی کرتا رہے۔

ابن المقفع رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ تمہارا ہمسایہ سواری کے قرض کی وجہ سے اپنا گھر بیچ رہا ہے، ابن المقفع اس شخص کی دیوار کے سایہ میں بیٹھتا تھا، اس نے یہ سن کر کہا کہ اگر اس نے تنگ دستی کی وجہ سے اپنا گھر بیچ دیا تو گویا میں نے اس کی دیوار کے سایہ کی عزت نہیں کی چنانچہ اس کے پاس رقم بھیجی اور کہلا بھیجا گھر نہ بیچو۔

۲۔ ہمسایہ کے حقوق کی اہمیت ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی بڑی اہم ہے کیوں کہ ہمسایوں کا تعلق رشتہ داروں کے قریب قریب پہنچ جاتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرئیل پڑوسی کے حقوق کے بارے میں تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا وہ اسے وراثت میں شریک کر دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ اللہ کی دوستی کی علامت اپنے ہمسایوں سے نیک سلوک کرنا اللہ کی دوستی کی علامت ہے کیوں کہ اللہ کے نیک بندے رضائے الٰہی کے پیش نظر ہمیشہ ہر ایک سے اچھا سلوک کرتے ہیں لہذا اللہ کے بندوں کی پہچان کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اللہ کے دوست وہی ہیں جو دوسروں کو اپنے دوست بناتے ہیں ایسے ہی بہترین پڑوسی وہ ہے جسے تمام ہمسائے اچھا سمجھیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ

دوست خدا کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے دوستوں کے لیے بہتر من ہے۔ اور بہترین پڑوسی خدا کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہیں۔ (ترمذی)

۵۔ ہمسایہ کی رائے کی اہمیت

اسلام نے اچھائی اور برائی کو پرکھنے کے لیے ہمسایہ کی رائے کو بڑی اہمیت دی ہے کہ جس قدر قریبی ہمسایہ اپنے ہمسائے کے بارے میں علم رکھتا ہے دوسرا آدمی نہیں رکھ سکتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَاْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ مجھے کیوں کر معلوم ہو کہ میں نے اب اچھا کام کیا ہے اور اب برا۔ آپ نے فرمایا جب تم پڑوسیوں کو کہتے سنو تم نے اچھا کام کیا ہے تو تم سمجھ لو کہ تم نے اچھا کام کیا ہے۔ اور جب تم انہیں کہتے سنو کہ تم نے برا کام کیا ہے تو سمجھ لو کہ تم نے برا کام کیا ہے (ابن ماجہ)

اس حدیث میں ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے کہ جب ہم نے کسی کے بارے میں جاننا ہو کہ وہ آدمی کیسا ہے تو اس کے ہمسایوں سے دریافت کرنا چاہیے۔ اگر ہمسایوں کی رائے اس کے حق میں ہو تو سمجھے کہ وہ آدمی اخلاق اور کردار کے لحاظ سے اچھا ہے۔ اگر ان کی رائے برعکس ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی اچھا نہیں اس کو پرکھنے کا معیار ہمسایوں کی رائے پر موقوف کر دیا گیا ہے۔

ہمسایہ کی ضرورت مقدم جاننا ہمسایہ کی ضروریات کو اپنے سے مقدم جاننا چاہیے اور ہر ممکن مدد کی کوشش کرنی چاہیے اگر اپنا معمولی نقصان بھی ہوتا ہو تو پھر جذبہ ایثار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمسایہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

عَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَہٗ اَنْ یَّغْرِزَ خَشَبَۃً فِیْ جِدَارِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَالِیْ اَرَاکُمْ عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ وَاللّٰہِ لَاَرْمِیَنَّ بِھَا بَیْنَ اَکْتَافِکُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے پھر حضرت ابوہریرہ فرمایا کرتے کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس بات سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں میں ضرور بضرور یہ مسئلہ تمہاری گردنوں پر دے ماروں گا۔ (مسلم شریف)

ہمسایہ کی ضرورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا ہمسایہ تمہارے تنور میں روٹی پکانا چاہے یا تمہارے پاس اپنا سامان ایک دن یا نصف دن کے لیے رکھنا چاہے تو اسے منع نہ کرو۔

ہمسایہ کو ستانے کی ممانعت اپنے ہمسایوں کو ستانا درست نہیں اس لیے اپنے پڑوسیوں کو بلاوجہ گالیاں دینا یا تنگ کرنا یا آوازیں کسنا یا بلاوجہ نفرت کرنا ناجائز اور خلاف اسلام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مندرجہ ذیل الفاظ میں ہمسایہ کو ستانے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ (بخاری، مسلم)

اللہ کے نیک بندوں کا ہمیشہ یہی طرزِ عمل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو ستاتے نہیں، بلکہ اگر کوئی انہیں ستائے تو صبر کرتے ہیں اور اپنے آرام کو قربان کر کے دوسروں کی راحت پہنچاتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ چوہوں کی وجہ سے بہت پریشان رہتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ بلی کیوں نہیں رکھ لیتے (کہ یہ کم بخت آپ کے گھر سے بھاگ جائیں) بزرگ نے جواب دیا کہ بلی اس لیے نہیں رکھتا کہ اس سے ڈر کر چوہے ہمسایہ کے گھر میں جا گھسیں گے۔ اور اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس چیز کو میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسے ہمسایہ کے لیے پسند کرتا ہوں۔

ہمسایوں کی ایذا رسانی کی ممانعت

ہمسایوں کو مارنا پیٹنا یا کسی اور طریقے سے دکھ اور تکلیف پہنچانا گناہ ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایوں کو ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں، صحابہ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ہمسایہ کو ایذا نہ دی جائے بلکہ حقیقت میں اہل ایمان وہی ہیں جن کے پڑوسی ان سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمسایوں کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن درویش ہمسایہ اپنے امیر ہمسایہ سے الجھے گا اور خدا سے فریاد کرے گا کہ اے پروردگار! اس سے مواخذہ کیا جائے کہ یہ میرے ساتھ نیکی کرنے سے کیوں گریز کرتا رہا اور اس کے گھر کا دروازہ مجھ پر ہمیشہ بند کیوں رہا۔

ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا، کہ فلاں عورت زیادہ نماز پڑھتی ہے۔ اور صدقہ خیرات کرتی ہے اور زیادہ روزے رکھتی ہے۔ لیکن وہ اپنے ہمسائے کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے، تو آپ نے فرمایا وہ عورت جہنمی ہے (ترغیب)

ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آکر کہا میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھے تکلیف دیتا ہے، گالیاں دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا جاؤ اگر وہ تمہارے متعلق اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو۔

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ہمسایہ کا شکوہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا صبر کر، تیسری یا چوتھی بار آپ نے فرمایا اپنا سامان راستہ میں پھینک دے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے جب اس کے سامان کو باہر راستہ پر پڑا دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے، اس نے کہا مجھے ہمسایہ ستاتا ہے، لوگ وہاں سے گزرتے رہے پوچھتے رہے اور کہتے رہے اللہ تعالیٰ اس ہمسایہ پر لعنت کرے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو کہا اسے کہا اپنا سامان واپس لے آ۔ بخدا میں پھر تمہیں کبھی تکلیف نہیں دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے پڑوسی اور ہمسایہ کو تکلیف پہنچانا حرام ہے، اور جو پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ تو وہ گویا خدا اور رسول کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اٰذٰی جَارَهٗ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ حَارَبَ جَارَهٗ فَقَدْ حَارَبَنِیْ وَمَنْ حَارَبَنِیْ فَقَدْ حَارَبَ اللّٰهَ	جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو تکلیف دی اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی

عَزَّ وَجَلَّ ۔ کی اس نے خدا سے لڑائی کی ۔ در ترغیب ،

اس سے معلوم ہوا ہے کہ پڑوسی کو ستانا حرام ہے ، پڑوسی کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا ۔ آپ نے فرمایا ۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَبْدٌ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ ۔ وہ بندہ جنت میں داخل نہیں ہوگا ، جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے امن میں نہ ہو ۔

(مسلم)

۹۔ ہمسایہ کی بیوی کی ناموس کی حفاظت اپنے ہمسایوں کی عزت اور ناموس کی حفاظت کرنا فرض ہے اس لیے ہمسایہ کی بیوی کی ناموس کو مقدم سمجھنا چاہیے ۔ دوسرے کی بیوی کی عزت پر ہاتھ ڈالنا بہت بڑا جرم ہے کیوں کہ برائی جس جگہ بھی کی جائے برائی ہوگی لیکن اگر اس جگہ پر گناہ کیا جائے جہاں لازمی طور پر نیکی کرنی چاہیے تھی تو ظاہر ہے کہ اس گناہ اور برائی کا درجہ عام گناہوں اور برائیوں سے زیادہ ہوگا ۔ بدقسمت انسان اگر کسی پڑوس کی چوری کرے تو بہت برا کرے گا ۔ ایسی حرکات بڑی شرمناک ہوتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت مذمت کی ہے لہٰذا ہمسایہ کی بیوی پر نہ خود دست درازی کرے اور نہ کسی اور کو کرنے دے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جب کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے ۔ اس نے عرض کیا پھر کونسا گناہ ہے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے کھانے میں شریک ہوگی ۔ اس نے کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا بہت بڑا گناہ ہے ۔

ایسے ہی ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ۔

زنا حرام ہے ، خدا اور رسول نے اس کو حرام کیا ہے لیکن دس بدکاریوں سے بڑھ کر بدکاری یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے چوری حرام ہے ۔ خدا اور رسول نے اس کو حرام کیا ہے لیکن دس گھروں میں چوری

کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرا لے۔

۱۰۔ پڑوسیوں کو کھانا دینا کھانے پینے کی چیزوں میں ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ کوئی ہمسایہ بھوکا نہ رہے اس بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے احسن طریقے سے سمجھایا ہے کہ سالن پکاتے وقت تھوڑا پانی زیادہ ڈال لو تاکہ ہمسایہ کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ذر! جب شوربا پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالا کرو۔ اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو (مسلم)

طبرانی کی ایک روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کامل مومن نہیں جو خود آسودہ حال ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

۱۱۔ ہمسایوں کو تحائف دینے چاہیے۔ ہمسائیوں میں محبت اور تعلقات کی بہتری کے لیے ایک دوسرے ہمسائے کو تحائف دینے کی ترغیب دی گئی ہے اس طرح دلوں میں ایک دوسرے کا احترام اور الفت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو اس طرح اس کی تاکید کی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے کسی چیز کو حقیر نہ جانے) اگرچہ بکری کا کھر ہی (تحفہ میں) ہو۔ (بخاری شریف)

تحفہ خواہ قیمتی ہو یا معمولی ہو اسے حقیر نہیں جاننا چاہیے کیونکہ تحفہ کی تہہ میں تحفہ پیش کرنے والے کے دلی جذبات کی وابستگی ہوتی ہے اس لیے تحفہ کو بعد شکریہ اور احترام قبول کرنا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ تحفہ لینے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیے۔

تحائف دینے کا اصول ہمسایوں میں تحائف دیتے وقت قریبی ہمسائے کا زیادہ حق ہے اس کے متعلق حدیث حسب ذیل ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے نبی
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ	صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے دو پڑوسی
فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ قَالَ اِلٰى	ہیں کسے تحفہ بھیجوں، آپ نے فرمایا جس کا
اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔	دروازہ زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

حضرت عمرو بن شعیب کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے لیے ایک مرتبہ ایک بکری ذبح کی گئی انہوں نے اہل خانہ سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اس کا گوشت یہودی ہمسایہ کو بھیج دیا ہے انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اس کا گوشت یہودی پڑوسی کو بھیجو۔

القصہ ہمسایوں کی اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے جس قدر بھی عزت اور احترام کیا جائے کم ہے۔ اللہ کا خاص بندہ بننے کے لیے ہمسایہ گیری کے لیے آداب کی لازماً پابندی کرنی چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو ہمسایہ کا کیا حق ہے، جب وہ تجھ سے مدد طلب کرے اس کی مدد کر، اگر وہ تیری امداد کا طالب ہو اس کی امداد کر، اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے۔ اگر وہ مفلس ہو جائے تو اس کی حاجت روائی کر، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کر، اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ اٹھا، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو مبارکباد کہہ، اگر اسے مصیبت پیش آئے تو اسے صبر کی تلقین کر، اس کے مکان سے اپنا مکان اونچا نہ بنا تاکہ اس کی ہوا نہ رکے۔ اگر وہ اجازت دے دے تو کوئی حرج نہیں اسے تکلیف نہ دے، جب میوے خرید کر لائے

تو اس کے گھر بطور تحفہ بھیج ورنہ خفیہ سے کھا، میوے اپنی اولاد کے ہاتھ میں دے کر باہر نہ بھیج تاکہ اس کے بچے ناراض نہ ہوں۔ ہانڈی کی خوشبو سے اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ ایک چلو شوربا اسے بھی بھیج دے۔

پھر آپ نے فرمایا جانتے ہو ہمسایہ کا حق ہے! بخدا ہمسایہ کے حقوق کو کوئی پورا نہیں کر سکتا مگر جس پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی ہو، اسی طرح عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ اور دادا سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

جناب مجاہد رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا اور آپ کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ آپ نے کہا اے غلام! جب بکری کی کھال اتار لے تو سب سے پہلے ہمارے یہودی ہمسایہ کو گوشت دینا، آپ نے یہی بات متعدد بار کہی تو غلام نے کہا اب اور کتنی مرتبہ کہیں گے؟ تب آپ نے فرمایا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں برابر ہمسائیوں کے متعلق وصیت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمسائیوں کو وارث نہ بنا دیا جائے۔

حکایت ایک رات تو سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دو چار لمحوں کے لیے بھی آنکھ نہ لگا سکے۔ سوتے بھی تو کیسے رات بھر ساتھ والے مکان سے ایک بچے کے رونے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ ایک تو رونا اور اس پر بچے کا رونا رقیق القلب لوگوں کے لیے تو سوہانِ روح ہوتا ہے۔ خدا خدا کر کے رات کٹی اور سپیدہ سحر نمودار ہوا۔ تو سلطان بایزید پڑوسی یہودی کے دروازے پر کھڑے دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔ اندر سے آواز آئی کہ مرد صورت کوئی گھر میں موجود نہیں۔ سلطان نے اپنا تعارف کرایا اور خیریت دریافت کی۔ یہودی کی بیوی نے بتلایا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے سفر پر گیا ہوا ہے۔ اس عرصے میں میرے ہاں ولادت ہوئی ہے۔ رات بھر وہی بچہ روتا رہا ہے سلطان نے بچے کے رونے کی وجہ دریافت کی تو عورت نے بتلایا کہ گھر میں اندھیرا رہتا ہے۔ میں ٹھہری پردہ نشین عورت۔ مفلسی ایک مسلط ہے۔ کوئی تیل لانے والا ہے

نہ تیل منگانے کے لیے پیسے، تھوڑا بہت غلہ جو میرا شوہر جاتے وقت گھر میں رکھ گیا تھا اسی پر گذارا ہے۔ فجر کی اذان ہو چکی تھی عورت کا جواب سن کر سلطان مسجد چلے گئے۔ اس دن سے ایسا لگا جیسے کہ عورت کے گھر میں بہار آگئی ہو ضرورت کی ہر چیز سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے پہنچنے لگی۔ شام ہوتی تو اللہ کا وہ ولی جسے دنیا آج تک سلطان العارفین کے نام سے جانتی اور مانتی ہے۔ ہاتھ میں تیل کی کپی لیے یہودی کے دروازے پر کھڑا رہتا کہ کہیں اس کا مکان تاریک نہ رہ جائے اور اس کا بچہ اندھیرے میں ڈرنے نہ لگے کئی مہینے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حتی کہ یہودی پڑوسی سفر سے واپس آگیا۔ وہ سوچتا آیا تھا کہ گھر میں تو بہت تکلیف ہوئی ہو گی کیونکہ میں خرچ محدود دے کر گیا تھا۔ لیکن جب اس کی بیوی نے بتلایا کہ تکلیف اٹھانے کی نوبت نہ آئی۔ اور سلطان بایزید اور ان کے گھر والے مسلسل اس کی اور اس کے بچے کی دیکھ بھال کرتے رہے تو یہودی بہت خوش ہوا۔ شکریہ ادا کرنے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے عزیز شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو اپنا فرض ادا کیا۔ اگر میں یہ نہ کرتا تو سخت گنہگار ہوتا کیونکہ ہمارے دین میں پڑوسی کے بڑے حقوق ہیں۔ یہودی نے سلطان بایزید کا ہاتھ تھام کر عرض کیا۔ حضور مجھے بھی اسی دین کی چادر میں چھپا لیں اور اسی کا کلمہ پڑھا دیں جس کی غلامی کے سبب آج تم اس بلند مرتبے پر فائز ہو۔

باب ۷

یتیموں کے حقوق

اولاد کے لیے باپ کا سایہ ایک انمول نعمت ہے جس کا بدل نہیں۔ کیوں کہ بچوں کی صحیح تربیت اور پرورش کے لیے والدین کی آغوش محبت ضروری ہے چونکہ اولاد کا وجود در والدین کو ہوتا ہے کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسے چھوٹے بچے جن کا باپ فوت ہو جائے یتیم کہلاتے ہیں۔ انہیں یتیم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اکیلے رہ جاتے ہیں کیوں کہ یتیم کا مطلب اکیلے اور تنہا رہ جاتا ہے اس لیے بچہ تر اپنے بچپن میں باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو جائے یتیم کہلاتا ہے۔ لڑکے کے لیے یتیمی کا عرصہ باپ کے مرنے سے بالغ ہونے تک اور لڑکی کے لیے شادی ہونے تک ہے۔ یتیموں کے حقوق کے بارے میں ارشادات باری تعالیٰ حسب ذیل ہیں۔

(۱) وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

اور یتیموں کا مال اُن کے حوالے کر دو اور اُن کے پاکیزہ مال کو اپنے بُرے مال سے نہ بدلو اور نہ اُن کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

(النساء ۲)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

بے شک جو لوگ ظلم کرکے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

(النساء ۱۰)

(۳) يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

اے محبوب لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں فرما دیجیے کہ جو چاہو خرچ کرو لیکن ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔

(البقرہ ۲۱۵)

(۴) فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرمائیے کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم ان کا خرچ دینے میں ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون ہے اور اگر خدا چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا بے شک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

(البقرہ ۲۲۰)

(۵) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا ڈر ہو کہ برابر سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت کافی ہے یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے

(النساء ۳)

(۶) فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ ؕ پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔ (الضحیٰ ۹)

یتیموں سے اچھے سلوک کے بارے میں چند احادیث حسب ذیل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ تَمُرُّ عَلَیْھَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ وَّمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَۃٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَہٗ کُنْتُ اَنَا وَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ وَ قَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرے نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو اس کے پاس ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملائیں (ترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ یتیم اپنا ہو یا غیر، جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا شَکٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْوَۃَ قَلْبِہٖ قَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلب کی شکایت کی۔ فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا۔ (احمد)

مسلم میں مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور سمجھتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، کبھی دو پر

حکمران نہ بن اور مال یتیم کو اچھا نہ سمجھ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ ـ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے کھانے اور پینے میں یتیم کو شامل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے مگر جب کہ ایسا گناہ کرے جو بخشا نہ جائے اور جو تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے انہیں ادب سکھائے اور ان پر شفقت کرے یہاں تک کہ انہیں ضرورت نہ رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ اگرچہ دو ہوں فرمایا اگرچہ دو ہوں۔ یہاں تک کہ لوگ عرض گزار ہوئے: اگر ایک ہو؟ فرمایا اگرچہ ایک ہو اللہ تعالیٰ جس کی دو پیاری چیزیں چھین لے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ دو پیاری چیزیں کیا ہیں فرمایا کہ دو آنکھیں۔ (شرح السنۃ)

حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار شخص ایسے ہیں کہ یہ اللہ کے عدل ہوگا کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ہی انہیں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دے، شرابی، سود خوار، ناحق یتیموں کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْہِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُسَآءُ اِلَیْہِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہو اور مسلمانوں کا بُرا گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ)

بسا اوقات انسان بے خوف ہو کر دوسرے کے مال اور اولاد میں تصرف کرتا ہے کہ اسے اچانک موت آلیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے مال، اولاد خاندان اور تمام تعلقات کی ویسی ہی جزا دیتا ہے جیسا سلوک اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہوتا ہے، اگر اچھا سلوک کیا ہوتا ہے تو اچھی جزا، اور اگر بُرا سلوک کیا ہوتا ہے تو بُری جزا ملتی ہے۔ لہٰذا ہر عقلمند کو چاہیے کہ اگر اس کے دل میں دین کا خوف نہ ہو۔ تب بھی اسے اپنی اولاد اور مال کی خاطر خوف کرنا چاہیے اور یتیموں کے مال کو جو اس کی سرپرستی میں ہیں، ایسے خرچ کرے جیسے وہ اپنی اولاد کے مال میں ان کے یتیم ہونے کی ان کے سرپرست سے خرچ کرنے کی امید رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح اور مفلس بیوہ کے لیے مہربان شوہر کی طرح ہوجا اور جان لے کہ جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا یعنی تو جیسا کرے گا ویسا ہی تجھ سے کیا جائے گا کیونکہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ تیری اولاد کو یتیم اور بیوی کو بیوہ ہونا ہے۔

صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ ان باتوں میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے توسط سے یمن والوں کو جو احکام بھیجے تھے، ان میں یہ بھی تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ ناحق کسی مومن کو قتل کرنا۔ جنگ کے دن میدان سے جہاد فی سبیل اللہ سے فرار، والدین کی نافرمانی، پاکباز عورتوں پر اتہام لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا ہے۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات ہلاک باتوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سی ہیں، آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک بنانا، جادو، ناحق کسی کو قتل کرنا۔ سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔

مسلم کی روایت سے معراج شریف کی حدیث میں ہے، پس میں اچانک ایسے آدمیوں کے پاس آیا جن پر کچھ لوگ مقرر تھے جو ان کی داڑھیاں نوچ رہے تھے اور کچھ لوگ جہنم کے پتھر لاکر ان کے منہ میں ڈال رہے تھے جو ان کے پیچھے سے نکل رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھا رہے ہیں۔ پس اس کے سوا اور کچھ نہیں (یہ وہی لوگ ہیں)۔ (مکاشفۃ القلوب)۔

حصہ دہم

کسب حلال

باب ۱

کسب حلال کی فضیلت

اکل حلال اسلامی ضابطہ حیات کی بنیاد ہے اور کسب معاش اس کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کیونکہ کسی کا بھی کسب معاش کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ دنیا دارالمحنت ہے۔ محنت سے کما کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالنا فرائض میں سے ہے کیونکہ کسب حلال سے اپنے آپ کو خود کفیل کرنا اور اپنے بچوں کو دوسروں کی محتاجی سے بچانا سب سے بڑی عبادت ہے بلکہ اہل تقویٰ کے نزدیک حلال روزی جزو ایمان ہے۔ خصوصاً صراط مستقیم کے مسافروں اور اللہ کے محبوب نبی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے لیے مقام فکر ہے کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھائیں۔ کیوں کہ حلال روزی کمانا بڑا افضل ہے اسلامی حدود کے مطابق رزق کمانا انسان کو دین و دنیا میں سرخرو کرتا ہے کسب حلال کے باعث دنیا میں عزت ملتی ہے اور آخرت میں نجات ملے گی جنت کا حق دار ٹھہرے گا۔ اس لیے اللہ کے بندو اس سعادت سے غافل نہیں ہونا چاہیے مگر نہ ہی دنیا داری کا غلام بن کر کسب معاش میں اتنا محو ہونا چاہیے کہ آخرت کو بھول جائے جو تباہی اور ہلاکت کا باعث بنے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری زندگی کے شب و روز روزگار ہی کی نذر ہو جائیں۔ اور کسب معاش کی زنجیریں لے ڈوبیں اور روز محشر کو دامن اعمال صالحہ حب الٰہی اور عشق رسول سے خالی ہو مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ فکر آخرت کی لگن میں کسب معاش سے بے نیاز نہ ہو۔ کیوں کہ کسب

معاش کی بے نیازی کہیں ظاہری کردار اور وقار پر دھبہ نہ بن جائے گو خدا کی راہ میں کسب معاش سے بے نیاز ہونا پڑتا ہے کیونکہ وصل حق کی منزل میں دوئی کا نام نہیں اور دنیاوی معاش کے دھندوں سے دوئی مٹتی نہیں۔ مگر دوئی مٹانے والے لوگ عظیم المرتب اور خدا کے قریبی دوست اور عاشق رسول تو ضرور ہوتے ہیں مگر دنیادار ان کی ظاہریت پہ طعنہ زن رہتے ہیں اس لیے روزی کمانے کے سلسلہ میں اعتدال کی راہ اختیار کر کے شریعت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا چاہیے میانہ روی سے کسب معاش کر کے من کی دنیا کو بھی یادِ الٰہی سے آباد رکھنا چاہیے۔ لہٰذا اپنے ظاہر کو گل و عنبر کی طرح آراستہ کر کے اور باطن کو عشق رسول سے مالا مال کر کے کسب حلال کو وسیلہ نجات بنالو یوں من اور تن حال و قال ظاہر و باطن درست کر لو اور دین و دنیا میں اطاعت الٰہی سے سرفراز رہو۔

رزق حلال کمانے والوں کے لیے اللہ اپنی رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے دنیا میں با عزت کرتا ہے آخرت میں بلند درجات سے نوازتا ہے مگر کسب معاش میں حدود اللہ کا ہمیشہ لحاظ رکھنا اور رضائے الٰہی کے باعث حلال روزی کا طلب گار رہنا ضروری ہے۔

کسب حلال اور حکم الٰہی

کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے حلال کمائی کے متعلق حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ (الاعراف ۱۰)

اور بے شک ہم نے زمین پر بسنے کے لیے جگہ دی اور ہم نے اس میں تمہارے لیے معاش بنائی

(۲) وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ (پارہ ۱۴ الحجر ۲۰)

اور ہم نے تمہارے لیے وہاں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی روزی دی جن کو تم روزی نہیں دے سکتے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ (البقرہ ۲ آیت ۱۹۸)

اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم حج کے موقع پر اپنے رب کا فضل یعنی روزی تلاش کرو۔

(۴) وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (بنی اسرائیل ۱۲)	اور دن کا نشان دیکھنے کے لیے بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔
(۵) يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط (پارہ ۶، المائدہ ۵ آیت ۲)	وہ اپنے رب کا فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں۔
وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء ۳۲)	اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔

ان آیات میں ایک ہی حکم خداوندی نمایاں ہے کہ انسان دنیا میں پھیل کر روزی کو تلاش کرے اپنی محنت اور جستجو سے اللہ کے پھیلائے ہوئے رزق کو اکٹھا کرے کیونکہ روزی فضلِ خداوندی ہے اس لیے اللہ کے فضل کو تلاش کرنا عین سعادت مندی ہے۔ مگر اللہ کو چھوڑ کر مال و دولت کے حصول کا غلام بن جانا سب سے بڑی بدقسمتی اور ذلت ہے لہذا حلال روزی کمانا انسان پر فرض عین ہے مگر ایسے درویش اور فقرا جو حالت جذب میں ہوں یا فنافی اللہ کے مقام پر ہوں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ انہیں اللہ خود رزق پہنچاتا ہے۔ یا اللہ کوئی ان کا ایسا وسیلہ بنا دیتا ہے جس سے وہ دنیاوی دھندوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انسانی معیشت فضل خداوندی کی مرہون منت ہے کیونکہ معاش کے تمام ذرائع جن سے کسب حلال میسر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں زمین کے چھپے ہوئے معدنی خزانے یعنی تیل کوئلہ لوہا چاندی سونا اور لاتعداد عناصر جن سے انسانی زندگی مستفید ہوتی ہے اللہ کے پیدا کردہ ہیں خشکی تری سمندر اور اس کے نادر جواہرات اللہ ہی کی تخلیق ہیں۔ سورج کی گرمی لہلاتی ہوئی نباتات بہتے ہوئے دریا چھما چھم برستی ہوئی بارش جس سے انسانی کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں پہاڑوں کے چھپے ہوئے نادر خزانے گویا کہ کائنات کی ہر چیز جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے سب کے سب اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں اور پھر اس نظام کائنات کو اس طرح اللہ نے مربوط کیا ہے کہ جس سے انسان فائدہ اٹھائے اور پھر حضرت انسان کو عقل دی ہے تاکہ اس سے ارض و سما کی اشیاء کو اپنے استعمال میں لا سکے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ق (البقرہ ۲۹)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمین کی سطح کے اوپر یا زمین کے اندر جتنے بھی خزانے ہیں جن سے انسان اپنے لیے روزی پیدا کر سکتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں اور انسان کے لیے بنائے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۚ (پارہ ۲۵۔ الجاثیہ ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو

ارض و سما میں مختلف اشیاء کا تخلیق کرنا اور مادی اسباب کا پیدا کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ نے رزق پھیلا دیا ہے جسے محنت سے تصرف میں لانا انسان کی کوشش پر چھوڑ دیا گیا ہے اس سے پتہ چلا حلال روزی کے لیے جدوجہد کرنا انسان کے لیے لازم ٹھہرا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ جمعہ آیت ۱۰)

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس حکم خداوندی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک کمانے والے فرد کے لیے حکم ہے۔ کہ نماز سے فارغ ہو کر روزی کی تلاش میں لگ جائے اگرچہ آیت بالا کا حکم نماز جمعہ کے بعد کا ہے لیکن اس آیت سے روزی کمانے اور کسب حلال کا عام اصول اخذ کیا جاتا ہے اور یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ رزق حلال کمانے سے قبل صلوٰۃ کا قائم کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ نماز سے انسان میں بے شمار خوبیاں پیدا ہوتی ہیں جو صالح اور طیب رزق کمانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ نماز سے یہ بھی اثر پڑتا ہے کہ انسان یاد الٰہی سے

غافل نہیں ہوتا۔ لطف اسی بات میں ہے کہ انسان روزی بھی کمائے اور یادِ الٰہی بھی جاری رکھے۔ یاد رہے کہ انسانی بنیادی ضروریات رہائش لباس خوراک تعلیم اور سامان زیست جائز حد تک حاصل کرنے کے لیے مال و دولت درکار ہوتا ہے جسے حاصل کرنا عین ثواب اور اطاعت الٰہی ہے۔ اس لیے کسب حلال کے لیے جائز کوشش اور دوڑ دھوپ کرنا عین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

بعض فقرا اور صوفیا کا خیال ہے کہ قرب قیامت میں رزق حلال کا ملنا ناپید ہو جائے گا۔ اور جس کے پیٹ میں لقمہ حلال جائے گا۔ اس کا شمار اولیاء میں ہوگا۔ یہ بات درست ہے کہ جب برائی پورے عروج پر ہو ماحول فاجرانہ اور فاسقانہ بن جائے نفسا نفسی کا عالم ہو گیا ہو طمع اور لالچ کے روپ میں شیطان پوری طرح پنجے گاڑ چکا ہو تو انسان کے لیے حلال روزی کمانا ایک مسئلہ بن جاتا ہے کیونکہ وہ جس کسب معاش کی طرف جاتا ہے اس میں تھوڑی بہت بے ایمانی کی آمیزش ضرور نظر آتی ہے۔ جا افراتفری کے عالم میں اللہ کی خاص رحمت ہی سے پاک روزی حاصل ہو سکتی ہے اس لیے ناگوار حالات میں اللہ کے خاص بندے اس سے پاک روزی حاصل کرنے کی دعا مانگتے رہتے ہیں تو ان مانگنے والوں کے لیے اللہ ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ حلال روزی کما لیتے ہیں اور ایسا ہونا سوائے اللہ کی خاص رحمت اور مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ حقیقت تو تسلیم شدہ ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں اور نہ ہی کسی عاقل بالغ قوی اور جری مرد کے شایانِ شایان ہے کہ وہ کسب حلال کو ترک کر کے جنگلوں کی راہ لے مگر صوفیا اور فقرا پر ایک منزل ایسی ضرور آتی ہے جس وقت ان پر عشق الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ جذب و مستی میں اتنا آگے پہنچ جاتے ہیں کہ وہ دنیا کے دھندوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اس حالت میں ان پر کسب حلال کی فرضیت عائد نہیں رہتی۔ مگر پھر جب ان سے یہ دور ختم ہو جاتا ہے۔ تو وہ دنیا میں آ کر کچھ نہ کچھ اپنے روزگار کا سلسلہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بڑھاپے میں جب انسان کسب معاش

کے قابل نہیں رہتا یا ایسے علمائے حق جنہوں نے اپنی زندگیاں دین اسلام کی خدمت ہی کے لیے وقف کی ہوئی ہوں اگر وہ کوئی روزگار نہ بھی کریں تو ان کے ذمے فرض کی کوتاہی نہ ہوگی بلکہ اہل ثروت اور حکومت کو چاہیئے۔ کہ ایسے لوگوں کے روزگار کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنا دیں۔ تاکہ وہ پریشانی کا شکار نہ ہوں۔ اس حقیقت کے برعکس ایک اور رسم جو چل نکلتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کام چور ہوتے ہیں جن کا دل محنت مشقت پر نہیں لگتا اور وہ طاقت خرچ ہونے والے کام سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ آسان ذریعہ ڈھونڈ لیتے ہیں کہ گھر بار کو چھوڑ کر نام نہاد ملنگ یا درویش بن جاتے ہیں اور ایسے گروہوں میں شامل ہو جاتے ہیں جو فتوح پر گزارہ کرتے ہیں۔ میلوں ٹھیلوں پر ایسے لوگوں کا مستقل ٹھکانا ہوتا ہے وہ لوگ تندرست بھی ہوتے ہیں مگر کام نہیں کرتے کئی ایک برائیوں میں ملوث ہوتے ہیں ایسا کرنا خلاف شرع ہے کہ انسان جسم میں روزی کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور پھر کسب معاش نہ کرے۔

بعض لوگ کسب معاش ترک کرکے خانقاہوں یا مساجد میں ڈیرہ لگا لیتے ہیں اور تعویز گنڈوں کی کمائی کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے نیک ولی اللہ ایسا نہیں کرتے بلکہ ایسے لوگوں سے بچو تاکہ وہ کہیں نقصان نہ پہنچائیں۔

القصہ مختصر کا افضل ترین نظریہ یہی ہے کہ خود حلال کمائی کی جائے اور اس سے اپنی جائز ضروریات کو پورا کیا جائے۔ کیونکہ یہی فقرا حق کا معمول رہا ہے شرع اسلامی بھی ہر مسلمان سے یہی تقاضا کرتا ہے۔ کہ وہ دنیا کی کمائی میں اتنا مگن ہو جائے کہ آخرت کو بھول جائے اور نہ بالکل کسب حلال کو ترک کرکے اپنے ظاہر کو خراب کرے چنانچہ ہر عاقل بالغ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حلال ذرائع معاش اختیار کرے۔

احادیث فضائل

قرآنی آیات کے علاوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں اپنے لیے اور بچوں کے لیے رزق کمانے کی از حد تاکید کی گئی ہے تاکہ انسان

دوسروں کا محتاج نہ ہو۔ اب ان احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں کسب معاش کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ رزق کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض ہے

ارکان اسلام یعنی ایمان نماز روزہ زکوٰۃ حج کے بعد مسلمان پر کوئی فرض عائد ہوتا ہے تو وہ حلال روزی کمانا ہے اس سے بھی حلال روزی کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ کسب حلال انسان کے لیے کتنا ضروری ہے قیامت کے روز جس طرح دوسرے فرائض کو پورا کرنے کے بارے میں پوچھ ہو گی اسی طرح انسان سے حلال روزی کمانے کے بارے میں بھی سوال ہو گا۔ کہ کس حد تک اس نے اس فرض عین کو پورا کرنے کی طرف توجہ دی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔ بیہقی شعب الایمان

روزی حاصل کرنے کے بے شمار ذرائع ہیں ان میں کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہیں جائز ذرائع سے اسلام نے روزی حاصل کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ بلکہ کسب حلال کے حصول کو اسلامی فرائض جیسا درجہ دیا ہے یعنی عبادات فرضیہ کے بعد تلاش معاش ضروری ہے۔ مگر اس فرض کا اطلاق ہر ایک پر عائد نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف ان کے لیے ہے جنھیں کمانے کی ضرورت ہو لہٰذا چھوٹے بچوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا ایسے ہی مالدار شخص جو اپنے مال سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پوری کر سکتا ہو اس کے لیے بھی ضروری نہیں کہ وہ ضرور کمائے یا ایسے ہی اگر کسی کو وراثت میں اتنی جائداد یا مال مل جائے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہو تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا کیونکہ مال و دولت کی فراوانی کو اللہ تعالیٰ نے ضروریات پوری کرنے کے لیے بنایا ہے تاکہ انسان ضروری حاجات پوری کر کے اللہ کی اطاعت اور یاد میں مشغول رہ سکے۔

۲۔ رزقِ حلال سے سکونِ قلبی حاصل ہوتا ہے

اس کا سب سے بڑا فائدہ جو انسان کو پہنچتا ہے وہ سکونِ قلب ہے۔ کیوں کہ رزقِ حلال سے جس جسم کی پرورش ہوگی وہ یادِ الٰہی کی طرف ضرور مائل ہوگا اور ذکرِ الٰہی سے انسانی قلب منور ہوگا دل کی یہ روشنی قلبی اطمینان کا باعث بنتی ہے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ سکونِ قلب بھی ایک دولت ہے۔ جو اللہ کے خاص بندوں ہی کو حاصل ہوتی ہے اور دنیا میں جس شخص کو ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہو وہ انتہائی خوش قسمت ہوتا ہے یاد رکھیں انسان پریشانیوں میں اس وقت ہی مبتلا ہوتا ہے جب وہ حلال حرام کی تمیز چھوڑ دیتا ہے۔

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا وَابِصَةُ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهُ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهُ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ۔

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصہ! تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ میں عرض گذار ہوا، ہاں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے انگشت مبارک جمع فرمائیں اور انہیں میرے سینے پر مارتے ہوئے تین دفعہ فرمایا اپنے ضمیر سے پوچھو اپنے دل سے پوچھو کہ نیکی وہ ہے جس سے جان اور دل کو اطمینان پہنچے اور گناہ وہ ہے جو ضمیر کو کھٹکے اور سینے میں تردد پیدا کرے خواہ لوگ تمہیں کچھ فتویٰ دیں۔ (احمد، دارمی)۔

اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے نیک عمل وہ ہے جس سے انسانی دل کو سکون اور اطمینان ہو اور جس فعل پر انسانی ضمیر میں بے چینی پیدا ہو وہ گناہ ہے۔ لہٰذا رزقِ حلال سے انسانی قلب میں سکون پیدا ہوتا ہے اور راحت کی نیند میسر آتی ہے اور جسے دنیا میں سکونِ قلب میسر آجائے وہ سمجھے کہ وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

۳۔ جھوٹ اور مشکوک رزق حلال

حلال روزی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہے لہٰذا ہر دم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ أُجَهِّزُ إِلَى الشَّامِ وَإِلَى مِصْرَ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَأَتَيْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كُنْتُ أُجَهِّزُ إِلَى الشَّامِ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَا لَكَ وَلِمَتْجَرِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِأَحَدِكُمْ رِزْقًا مِنْ وَجْهٍ فَلَا يَدَعْهُ حَتّٰى يَتَغَيَّرَ لَهُ أَوْ يَتَنَكَّرَ لَهُ۔

نافع کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر کی طرف اپنا مالِ تجارت بھیجا کرتا تھا۔ میں نے عراق کی طرف مال بھیجنے کی تیاری کی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ اے اُمّ المؤمنین! میں شام کی طرف مالِ تجارت بھیجا کرتا تھا مگر اب عراق کی طرف بھیج رہا ہوں؟ فرمایا کہ ایسا نہ کرو، تمہیں اپنی نفع بخش تجارت سے کیا دشمنی ہے جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے روزی کا ایک سبب بنادے تو اُسے نہ چھوڑے جب تک اُس میں رکاوٹ نہ آئے یا نقصان نہ ہونے لگے (احمد، ابن ماجہ)۔

روزی کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ لہٰذا آمدن کا جو ذریعہ بھی ہو جس سے رزق حلال میسر ہو رہا ہو اسے بلاوجہ چھوڑنا ناشکری ہے بلکہ اللہ کی نعمت کو ٹھکرانے کے مترادف ہے اس لئے لگی ہوئی ملازمت یا نفع بخش کاروبار کو بلاوجہ نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ بعض لوگ زیادہ دولت کے حصول کے لالچ میں آکر ملازمت چھوڑ دیتے ہیں یا اچھے بھلے کاروبار کو خیر باد کہہ کر دوسرا کاروبار اختیار کرتے ہیں مگر حالات پہلے سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں چونکہ لگی ہوئی روزی کو لات مارنا اللہ کو بالکل ناپسند ہے اس لیے ایسی صورتِ حال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور محنت کے عوض جو رزق مل جائے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے

البتہ اگر روزی کے ذریعے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے یا ایسی تجارت ہے کہ جس میں نقصان نظر آتا ہو تو اسے تبدیل کر لینا درست ہے مگر اچھے بھلے ذریعہ معاش کو لات مارنے سے تنگی رزق کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

۴۔ بہترین کسب معاش ہاتھ کی کمائی ہے

ہاتھ کی کمائی رزق حلال حاصل کرنے کا سب سے اعلیٰ اور بلند ذریعہ ہے اور اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ فَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بیشک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری)

وَعَنْ رَافِعِ ابْنِ خُدَيْجٍ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! کونسی روزی زیادہ پاکیزہ ہے! فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔ مسند احمد

پیشے اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں کسی میں ہاتھ کی محنت زیادہ درکار ہے اور کسی میں جسم کے دوسرے اعضاء یعنی دماغ آنکھ پاؤں وغیرہ کی قوت صرف ہوتی ہے تاہم ایسے سارے پیشے جس میں محنت اور مشقت صرف ہو وہ ہاتھ کی کمائی میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور ایسی کمائی اس کمائی سے افضل ہے جو بیٹھے بٹھائے بغیر محنت کے حاصل ہو کیونکہ جو مال انسان کو محنت کے بغیر مل جاتا ہے انسان اس کی قدر نہیں پاتا اور خرچ کرتے وقت اسے ایسے کاموں پر خرچ کر ڈالتا ہے جن کا شمار اسراف میں ہوتا ہے اس کے برعکس اپنی ہاتھوں

سے محنت کی کمائی کو خرچ کرتے وقت انسان کو بڑا احساس اور درد ہوتا ہے کہ اسے از حد ضرورت کے کاموں پر خرچ کیا جائے چونکہ مال بڑی تکلیف اور مشقت اٹھا کر حاصل ہوتا ہے اس احساس کے پیش نظر اللہ نے اسے افضل قرار دیا ہے ۔ ہاتھ کی کمائی کے بعض کام ایسے ہیں جنہیں دوسرے لوگ حقیر اور ذلیل تصور کرتے ہیں اور ایسا پیشہ اختیار کرنے سے نفرت کی جاتی ہے مثلاً ہاتھ سے جوتیاں بنانا کپڑوں کی سلائی کرنا تنور میں روٹیاں لگانا عمارتی کام میں اینٹیں اٹھانا سر پر ریت سیمنٹ اٹھانا راجگیری کرنا لکڑی کا کام کرنا سر پر اشیاء اٹھا کر گلی کوچوں میں فروخت کرنا اپنے ہاتھوں سے لوگوں کے کپڑے دھونا کھیتوں میں زراعت کا کام کرنا لوہار کا کام نائی کا کام وغیرہ حتیٰ کہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ایسے ہیں جنہیں مال دار لوگ اختیار کرنا پسند نہیں کرتے لیکن ہر وہ کام جس میں محنت درکار ہو اس سے نفرت کرنے سے منع کرتا ہے کیوں کہ کسی پیشے کو حقیر جاننا کم عقلی اور بیوقوفی ہے۔ لہٰذا اللہ کے رسول کے اس فرمان سے صرف یہ خیال نہ کریں کہ ہاتھ کے علاوہ کسی اور طرح سے جو کمائی حاصل ہو وہ حلال نہیں ۔ بلکہ جو مال بھی اپنے جسم کی قوت صرف کر کے کمایا جائے گا وہ بھی حلال ہاتھ کی کمائی کی طرح ہے۔ اس لیے سکولوں کالجوں میں پڑھانے والے اساتذہ کی تنخواہیں دفتری اہل کاروں کی تنخواہیں طبیبوں اور ڈاکٹری کی کمائی ہاتھ کی کمائی جیسا ہی درجہ رکھتی ہیں ۔ ایسے ہی تجارت سے جائز نفع کمانا بھی حلال کے زمرے میں شامل ہے ۔

ایک اور حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کی کمائی کو رزق حلال قرار دیا ہے ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أُجْرَةِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ إِنَّمَا هُمْ مُصَوِّرُوْنَ وَإِنَّهُمْ إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ مِنْ عَمَلِ أَيْدِيْهِمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کتابت قرآن مجید سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ الفاظ کی صورتیں بناتے ہیں اور بے شک وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کماتے ہیں ۔ (رزین)

۵. رزق حلال کی برکات | رزق حلال کمانے اور کھانے میں بہت برکت ہے اس کے بارے میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ہے۔

رزق حلال سے انسان مستجاب دعوات بن جاتا ہے اس کے متعلق حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا فرما دیجیے، کہ وہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے، یعنی میری دعا قبول فرمایا کرے آپ نے فرمایا!

يَا سَعْدُ اَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْذِفُ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِيْ جَوْفِهٖ مَا يُتَقَبَّلُ مِنْهُ عَمَلَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَاَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُهٗ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ (ترغیب)

اے سعد! حلال کی کمائی کھاؤ، تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے، یعنی تمہاری دعا قبول ہو گی، خدا کی قسم جب بندہ حرام کا لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے، تو چالیس روز تک اس کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ اور جس بندہ کا گوشت حرام سے پلا ہوا ہو۔ تو جہنم کی آگ اس کے بہت لائق ہے (ترغیب)۔

حلال کی کمائی کھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنا اور لوگوں کو ایذا رسانی سے بچانا جنت میں لے جانے والے اعمال سے ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (ترمذی۔ ترغیب)

جس نے پاکیزہ کمائی کھائی، اور سنت کے مطابق کام کیا اور لوگوں کو اپنی ایذا رسانی سے امن میں رکھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

پاکیزہ روزی کھانے والے کو دنیا سے جانے کا کوئی فکر نہیں ہوتا کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيْثٍ وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ۔ (احمد)

جب تم میں یہ چار باتیں موجود ہوں گی تو دنیا کے چھوٹ جانے سے کوئی حرج نہیں ہے امانت کی حفاظت بات کی سچائی۔ اور یہ کوئی اچھی عادت اور کھانے پینے میں پاکیزگی، یعنی پاکیزہ روزی۔

رزق حلال کا استعمال انسان میں اخلاق صالحہ پیدا کرتا ہے۔ حلال روزی لڑکے لڑکیوں

کو شرم و حیار کے انمول موتی بنا دیتی ہے۔ اُن کی آنکھوں میں شرم، چال میں شرافت اور سوچ میں تدبر ہوتا ہے نیک اور شریف انسان ہمیشہ انسانوں کا ہمدرد، مہمان نواز، بڑوں کا مؤدب اور بچوں اور چھوٹوں پر شفقت کا ہاتھ رکھنے والا ہوگا۔ گویا رزق حلال انسان کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے اور معاشرے میں حقیقی عزت کا باعث بنتا ہے۔

رزق حلال کا سب سے بڑا ثمر آخرت میں کامیابی ہے۔ قیامت میں وہ انبیاء، صدیقین شہدا، صوفیا، اولیاء اور فقرائے حق کے گروہ میں اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ رزقِ حلال صرف وہی شخص کھاتا ہے جو انبیاء اور بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی بزرگی کی سعادت سے خالی نہیں رہتے۔ قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے۔ اور وہ خالقِ حقیقی سے اس رزقِ حلال روزی کے کمانے کے سلسلہ کی وجہ سے دنیا میں مصائب برداشت کرنے کا انعام پائیں گے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور یہ سب کچھ انہیں دنیا میں حلال و حرام کی تمیز کرنے اور حلال روزی کما کر کھانے کی بدولت ہی حاصل ہوگا۔

۶۔ رزقِ حلال کے بغیر تقویٰ نہیں رزقِ حلال کا ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ انسان عبادت گزار ہوتا ہے اور اس میں عشقِ رسول کا جذبہ موجزن ہوتا ہے رزقِ حلال سے پرورش شدہ اولاد والدین کی فرمانبردار ہوتی ہے اور ایسی اولاد کا شمار نیک، پرہیزگار، متقیوں اور صالحین میں ہوتا ہے رزقِ حلال کمانے والے کا چہرہ نورانی ہوتا ہے جو دوسرے عام دنیا والوں سے نمایاں ہوتا ہے معاشرہ میں اس کی عزت ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا لِّمَا بِهٖ بَاْسٌ۔

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اُس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک قباحت والے کاموں کو چھوڑ کر اُن پر نہ لگے جن میں کوئی مضائقہ نہیں۔
(ترمذی / ابن ماجہ)۔

عموماً رزقِ حلال چونکہ محدود صورت میں میسر ہوتا ہے اس لیے اسے بڑا سمجھ سوچ کر خرچ کرنا چاہیئے۔ اسراف اور فضول خرچی سے قدم قدم پر بچنا چاہیئے۔ اور نہ ہی حلال روزی کو عیش و عشرت کے ذریعہ اجاڑنا چاہیئے۔ کیونکہ محنت اور تکلیف سے کمائے ہوئے پیسے کو خرچ کرتے وقت انسان درد محسوس کرتا ہے اس لیے فضول کاموں پر ایسا روپیہ پیسہ حکمت کے تحت کبھی بھی خرچ نہیں ہوگا۔ رزقِ حلال انسان کو شراب جوئے اور زنا کے قریب تک پھٹکنے نہیں دیتا۔ حرام کی دولت ہی تباہ کاریوں اور عیش و عشرت کا سامان بنتی ہے جس سے انسان کی دنیا اور عاقبت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

روایت ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ہٹا کٹا نوجوان آپؐ کے قریب سے گزرا۔ اور بازار میں ایک دکان کے اندر چلا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے کہا ـــ اے کاش! اس شخص کا یوں صبح سویرے اٹھنا راہِ حق میں ہوتا! حضورؐ نے فرمایا ـــ "یوں نہ کہو! کیونکہ اگر اس کا جانا اس غرض سے ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بال بچوں کو دُنیا کی محتاجی سے بچائے یا اس لیے کہ اپنے ماں باپ کو کسی کا دستِ نگر نہ ہونے دے تو سمجھو کہ یہ راہِ حق ہی میں جا رہا ہے۔ ہاں اگر اس کا مقصد فخر و ناز، لاف و گزاف کی خاطر مال و دولت کی تلاش ہے تو وہ راہِ شیطان پر گامزن ہے۔" اور فرمایا کہ جو شخص دُنیا میں رزقِ حلال کا متلاشی رہے تاکہ دنیا کا دستِ نگر ہونے پائے اور ہمسایوں سے نیک سلوک کرے اور خویش و اقارب سے تلطف و مدارات سے پیش آئے، اس کا چہرہ قیامت کے دن یوں ہوگا جیسے کہ چودھویں کا چاند۔

حلال روزی کما کر اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے اور ہمسایوں کی ضرورت کیلئے خرچ کرنا اتنا افضل ہے کہ قیامت کے روز اسے اللہ کی قربت اور سعادت حاصل ہوگی ایسی قربت اور فضیلت صرف کسبِ حلال ہی کی وجہ سے ہوگی۔

حضرت عمرؓ کا کسبِ معاش کے بارے میں قول ہے کہ کسبِ معاش چھوڑ کر یہ نہ کہنے لگے کہ اللہ نے جو کچھ بھیجنا ہے وہ دے گا بلکہ تمہیں رزق حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیئے تو پھر وہ اسباب پیدا کرے گا۔

کسب کے بارے میں لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹا کسب کو مت چھوڑنا کیونکہ جو گداگری کو اختیار کرتا ہے جو اسے لوگوں کا محتاج بنا دے اس کا دین تنگ ہو جاتا ہے عقل کمزور ہو جاتی ہے اس سے مروت جاتی رہتی ہے۔ اور لوگ اسے حقیر جاننے لگتے ہیں۔

حکایت اور ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ عابد کا درجہ افضل تر ہے یا امانت دار سوداگر کا؟ کہا کہ امانتدار سوداگر کو فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ وہ مصروف جہاد رہتا ہے۔ اور وہ یوں کہ شیطان ترازو تولتے وقت اور دیگر تجارتی لین دین میں اسے گمراہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے، اور یہ (سوداگر) اس کی مخالفت کرتا ہے (گویا اس باہمی کشمکش میں اسے مغلوب کر کے چھوڑتا ہے اور یہ بھی جہاد ہے)۔

حضرت عمرؓ کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت تو کسی نہ کسی مقام پر آ کر رہے گی۔ لیکن میرے نزدیک افضل ترین موت یہ ہے کہ بازار میں اپنے بال بچوں کے لیے (بذریعہ تجارت) کسب معاش میں مشغول ہوں اور موت آ جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ کا فرمان جناب احمد حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے جو مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھا رہے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی روزی بہم پہنچائے گا۔ فرمایا کہ یہ شخص جاہل ہے اور شریعت (کے احکام) سے یکسر بے خبر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری روزی میرے نیزہ کے سایہ میں رکھی ہے۔ یعنی جہاد کرنے میں (مطلب یہ کہ سعی و کوشش میں)۔

حکایت اوزاعیؒ نے حضرت ابراہیم ادہمؒ کو دیکھا کہ ایندھن کا گٹھا سر پر اٹھائے چلے جا رہے ہیں، کہا کہ — آپ کب تک اس کسب کا بار اٹھائے رہیں گے؟ آخر تو آپ کے بھائی (مومنین) اس محنت و مشقت میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ ابراہیم ادہمؒ نے کہا کہ بس چپ رہیے کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ جنت اس شخص پر واجب ہو جاتی ہے جو اپنی محنت مزدوری پر قائم رہتا ہے۔ اور مشقت کی ذلت برداشت کرتا ہے۔

۷۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کسب معاش

اپنے ہاتھوں سے اپنا رزق کمانا یا کوئی کاروبار کرنا ہر انسان کا فریضہ اول ہے چنانچہ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذریعہ معاش اختیار کرنے پر غور و فکر کیا۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ اولاد اپنا آبائی اجداد کا موروثی پیشہ اختیار کر لیتی ہے چنانچہ آپ نے بھی اپنے خاندانی دستور کے مطابق تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔

حضرت ابوطالب کا شغل بھی تجارت تھا۔ اس سلسلے میں وہ اکثر شام جایا کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب آپ کو ایک لمحہ کے لیے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے سفر کی تکالیف کے پیش نظر آپ کو ساتھ لے جانے کا ارادہ رد کرتے تھے۔ لیکن وہ پھر بھی آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور تجارتی مال کی خرید و فروخت میں آپ کو تجربہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے تجارت کا پیشہ اپنا لیا آپ دوسرے علاقوں سے مختلف اشیائے صرف اور خوردنی لاتے اور ان کو فروخت کرتے آپ نے اپنے سن بلوغت میں تجارت کے معاملات میں ایک مثالی اخلاق اور کردار پیش کیا۔ صادق اور امین تو آپ بچپن ہی سے مشہور تھے۔ تجارت میں آپ نے اتنی دیانت اور صداقت سے کام کیا کہ آپ کی شہرت بحیثیت ایک ایماندار تاجر دور دور تک پھیل گئی آپ خریدار پر مال کا نقص عیاں کرتے منافع نہایت ہی موزوں موصول کرتے اور لین دین میں میانہ روی اور اخوت کو مدِ نظر رکھتے آپ کے اس تاجرانہ رویہ سے لوگ بے حد متاثر ہوئے حتیٰ کہ مکہ کی ایک رئیس خاتون حضرت خدیجہؓ آپ کے تجارتی تجربہ اور دیانت داری سے بڑی متاثر ہوئیں ان کا تجارتی کاروبار بڑا وسیع تھا۔ انہوں نے آپ کی دیانت داری اور صداقت کے پیش نظر آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ میرا سامانِ تجارت فروخت کرنے کے لیے دوسرے ممالک میں لے جایا کریں۔ اور جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس کا دوگنا معاوضہ آپ کو دوں گی۔ آپ حضرت خدیجہؓ کا سامان لے کر بصریٰ تشریف لے گئے اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا وہ آپ کے اخلاق و عادات سے بے حد متاثر ہوا اور واپسی پر حضرت خدیجہؓ سے بیان فرمایا وہ آپ کے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے پہلے

ہی متاثر تھیں لیکن میسرہ کے کہنے پر اور زیادہ گرویدہ ہوگئیں بعد میں حضرت خدیجہؓ کی شادی آپؐ سے ہوگئی۔ شادی کے بعد ان کا سارا تجارتی کاروبار آپؐ کے ہاتھ آگیا۔ اور آپؐ نے بعثتِ نبوی تک بخوبی سرانجام دیا اور بحیثیت ایک ایماندار تاجر آپؐ کا کردار ہمیشہ اس دھرتی پر شمعِ ہدایت رہے گا۔

۸۔ انبیائے حق کا کسبِ معاش

انبیائے حق کی ذاتِ اقدس مخلوق کائنات سے اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے انہیں اللہ کی قربت اور بزرگی کا وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں ہوتا۔ ان کی ذاتِ گرامی دنیا والوں کے لیے اطاعتِ حق کا آئینہ ہوتی ہے۔ اللہ نے انہیں روحانی بادشاہتیں بھی دیں اور جہانِ رنگ و بو میں بھی ایسی حقیقی جاہ و حشمت شان و شوکت اور بادشاہتوں سے نوازا جو تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ فضلِ خداوندی کی آئینہ دار رہیں گی۔ ان کے سامنے شہنشاہانِ زمانہ نے گردنیں جھکائیں۔ اور ان کی غلامی کو اپنے لیے باعثِ فخر اور نجات قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اپنی خاص رحمتوں سے ایسا نوازا کہ دنیا کی چیزیں ان کو ہیچ نظر آئیں۔ تاہم دنیا میں ہر طرح کی عزت مال و دولت اور وسائل ہوتے ہوئے بھی سب کے سب انبیاء علیہ السلام نے اپنی گزر اوقات کے لیے کوئی نہ کوئی دستکاری محنت و مشقت یا زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ اب آپ خود ہی اندازہ کریں کیا انبیاء کو کسی چیز کی کمی تھی؟ وہ اللہ سے جو چاہتے مانگ لیتے تھے۔ مگر انہوں نے بھی اپنے ہاتھ کی کمائی کو افضل جانا کیونکہ دس انگلیوں سے کمائی ہوئی کمائی کے کھانے میں جو لذت اور سکون ہوتا ہے وہ بیٹھے بٹھائے مل جانے پر نہیں۔ جب حلال کسبِ معاش کی اتنی اہمیت ہے تو پھر عام انسان کو اس سے جی نہیں چرانا چاہیئے بلکہ یہ تو سنتِ انبیاء ہے کہ یادِ الٰہی کے ساتھ ساتھ رزقِ حلال بھی کمائیں اور اسے اپنے جائز تصرف میں لائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اس خطہ ارض پر پہلے انسان تھے جنہیں جنت سے یہاں اتارا گیا۔ حضرت حواؑ کو بھی فرشتے زمین پر چھوڑ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد دونوں کا میل ہوا اور ازدواجی دور کا آغاز ہوا اولاد پیدا ہوئی۔ کنبہ بنا روزِ اول سے خوراک کا مسئلہ درپیش

آیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے تحت کھیتی باڑی کا کام شروع کیا۔ علاوہ
ازیں اپنی ضروریات کے اور بھی بہت سے کام کیے۔ حتیٰ کہ ۹۵۰ سال دنیا میں گزار
کر اس دار فانی کو خیر باد کہا۔

آپ کی اولاد میں حضرت شیث علیہ السلام نے کپڑا بنا اور اپنا پیٹ پالا۔
حضرت نوح علیہ السلام جنہیں آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے کا زمانہ آیا انہوں نے اپنی زندگی
میں بڑھئی کا کام کیا۔ لکڑی کو کاٹتے اور اپنے کام میں لاتے۔ حتیٰ کہ کشتی نوح بھی آپ نے
اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں۔ اللہ کے
ہاں آپ نے بڑا درجہ "خلیل" پایا آپ نے اپنی زندگی میں زراعت گلہ بانی اور معماری
کا کام کیا۔ حضرت اسماعیل بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلے حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب
علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے اشیاء کی تجارت سے بھی اپنا کسب معاش حاصل
کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ وقت بھی تھے مگر اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنے
کے لیے زرہ بنایا کرتے تھے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے نہ صرف انسانوں پر حاکمیت عطا فرمائی بلکہ
جنات کے بھی آپ بادشاہ تھے مگر اس کے باوجود زنبیل بنا کر گزارہ کرتے تھے۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے دور حیات میں مختلف کام
کئے کبھی بھیڑ بکریاں چرائیں اور کبھی محنت مزدوری کی گویا کہ رزق حلال کمانے کی اتنی فضیلت
ہے کہ ہر پیغمبر نے محنت اور صداقت سے حلال روزی ہی حاصل کی اور اس پر ہی
توکل اور صبر کیا۔

۹۔ صحابہ کرام کا کسب معاش | کسب معاش کی اتنی فضیلت اور اہمیت ہے
کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے
بھی اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کیا اور اپنے اس کسب میں دیانت

اور صداقت کی وہ لازوال مثالیں قائم کی ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ ہیں۔ اہلِ مکہ کا زیادہ تر کاروبار حج کے موقعہ پر تجارت ہوتا تھا۔ چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ کا بھی تقریباً تقریباً طلوعِ اسلام سے قبل اور طلوعِ اسلام کے بعد یہی پیشہ رہا۔ البتہ اکثر صحابہ کرامؓ بوقتِ ضرورت محنت مزدوری بھی کر لیا کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ ہم کر کے کھائیں اور ہماری روزی مکروفریب دھوکہ جھوٹ چور بازاری تعصب۔ اور حرام خوری سے ایسے ہی پاک ہونی چاہیئے جس طرح کہ ان کی زندگیاں زمانہ کی آلودگیوں سے پاکیزہ تھیں اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ان کے حلال کسبِ معاش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حلال روزی کو طلب کرلے اور ایسے ذرائع معاش اپنائے جس سے اسے حلال روزی میسر آسکے کیوں کہ حلال روزی ہی اصل مسلمانی کی بنیاد ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کا کسبِ معاش خلفائے راشدہ میں حضرت سیدنا ابوبکرؓ خلیفہ اول تھے۔

آپ کا اصل ذریعہ معاش تجارت تھا اور اکثر کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اسلام سے قبل بھی آپؓ کا یہی پیشہ تھا آپؓ ابتدا ہی سے سلیم الفطرت تھے آپؓ خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں قریش میں سب سے بڑا متمول تاجر تھا عہدِ اسلام میں بھی یہی مشغلہ جاری رہا اور مالِ تجارت لے کر دور دراز ممالک کا سفر اختیار فرمایا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے تجارت کے خیال سے بصری تشریف لے گئے۔ (سنن ابن ماجہ)

ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسے جاری رکھا آپ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بزازی کی دوکان کیا کرتے تھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب خلیفہ بنے تو ظاہر ہے کہ خلافت کے امور سرانجام دینے کے لیے تمام وقت آپ نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر دیا اس بنا پر صحابہ کرامؓ نے مشورہ کر کے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا حضرت ابوبکرؓ نے اس کو منظور فرما لیا اور فرمایا قوم جانتی ہے

کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی حاجت روائی سے قاصر نہ تھا۔ لیکن اب جب کہ مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوں تو ابوبکرؓ کا خاندان حسب ضرورت ان کے مال سے کھائے گا اور ان کا کام کرے گا۔

ابن سعدؒ نے وظیفہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ان کو دو چادریں ملتی تھیں جب وہ پرانی ہو جاتی تھیں۔ تو انہیں واپس کر کے دوسری لے لیتے تھے سفر کے موقع پر سواری اور خلافت سے پہلے جو خرچ تھا اسی کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے خرچ لیتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے جس بھی ذریعہ معاش سے روزی کمائی اور اس میں صداقت کو اس طرح ملحوظِ خاطر رکھا کہ آپ صدیقؓ کے لقب سے مشہور ہوئے اور آپ کی صداقت ہمارے لیے ایک آئینہ رہبری ہے۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عمر فاروقؓ نے جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ کو فکرِ معاش لاحق ہوا عرب میں زیادہ تر لوگوں کا پیشہ تجارت تھا۔ اس لیے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا اس سے آپ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے[1] تاریخ اسلام کے ایک اقتباس کے مطابق حضرت عمرؓ کا اصل ذریعہ معاش تجارت تھا اسلام سے قبل بھی آپ کا یہی شغل تھا۔ اور اسلام کے بعد بھی قائم رہا خیبر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قطعہ اراضی ثمنغ نامی دیدیا تھا۔ اسی نام کی ایک اور زمین ایک یہودی سے لی تھی لیکن یہ دونوں زمینیں انہوں نے کارِ خیر کے لیے وقف کر رکھی تھیں[2]

خلافت کے بعد بقدرِ کفالت وظیفہ مقرر ہوا۔ پھر کبار صحابہؓ کے وظائف کے ساتھ ان کا بھی پانچ ہزار مقرر ہوا۔[3]

---

[1] سیر الصحابہ جلد اول صفحہ ۹۵ [2] تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی صفحہ ۲۱۴۔

[3] تاریخ اسلام جلد اول از معین الدین صفحہ ۲۱۳

۳۔ **حضرت عثمان** رضؓ حضرت عثمانؓ عہد جہالت ہی سے صاحب ثروت تھے۔ لاکھوں روپے کا تجارتی کاروبار تھا۔ لیکن زندگی کے ہر دور میں آپ کا دامن دولت کے بُرے اثرات سے ہمیشہ پاک رہا اور آپ کی دولت ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی تقویت کے لیے صرف ہوئی۔

اپنی غیر معمولی ثروت کی وجہ سے غنی کہلاتے تھے۔ نقد دولت کے علاوہ متعدد علاقے بھی تھے خیبر میں آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جاگیر عطا فرمائی اس کے علاوہ آپ نے بعض زمنیں بھی خریدی تھیں۔ آپ کی دولت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ زندگی میں لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد بھی آپ کے پاس کافی روپیہ تھا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت عثمان خود زراعت نہیں فرماتے تھے البتہ اپنی زمین کو بٹائی پر دیتے تھے کہ پیداوار میں سے دو ثلث کاشتکار کو ملتا تھا اور صرف ایک ثلث آپ کا حق ہوتا تھا۔[۱]

۴۔ **حضرت علی** رضؓ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے حضرت ابوطالب کی اولاد زیادہ تھی۔ اور اس وقت معاش کی تنگی کے باعث پریشان حال رہتے تھے اس لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن ہی میں حضرت علیؓ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی اور حضرت فاطمۃ الزہرا سے شادی ہونے تک رسول پاک کے ساتھ یکجا رہے۔ اعلان نبوت کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو دعوت حق دی اور یہ فریضہ ہجرت مدینہ تک جاری رہا حضرت علیؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تبلیغ اسلام میں سرگرم عمل رہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے سے آپ کو ذریعہ معاش اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ جب حضرت علیؓ کا نکاح حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ہو گیا اور علیحدہ مکان میں رہنے لگے مگر اس وقت آپ

---

[۱] سیر الصحابہ جلد اول ۲۰۴۔

کا کوئی خاص ذریعہ معاش نہ تھا بلکہ محنت مزدوری کیا کرتے تھے جو مل جاتا اس سے اپنی گذر اوقات کرتے تھے اکثر اوقات ہفتوں گھر سے دھواں نہ اٹھتا تھا۔ بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے ایک دفعہ آپ مزدوری کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے مدینہ کے باہر عوالی نامی آبادی میں ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی تھی خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے اس کے پاس پہنچ کر اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے غرض اس محنت و مشقت کے بعد ایک مٹھی کھجوریں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے دورِ خلافت میں بھی آپ کے ایثار و تقویٰ کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

خلفائے راشدہ جو صفِ اول کے جلیل القدر صحابہ رسول تھے قبول اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہوئے اور بارگاہِ رسالت سے ان کی ایسی تربیت ہوئی کہ انہوں نے اسلامی ضابطہ حیات میں آ کر حلال و حرام کی تمیز کی اور اپنے کسب معاش کو ایسی حد تک پاکیزہ اور حلال ذرائع سے کمایا کہ بعد کی تاریخیں آج تک ان جیسے لوگوں کی سیرت و کردار پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

خلفائے راشدہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ یاسرؓ، عمارؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت زید بن حارثؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تجارت و زراعت اور محنت و مشقت کے پیشے اختیار کئے۔ بہر کیف جس صحابی نے اپنی زندگی میں جو پیشہ اختیار کیا اس میں رزقِ حلال ہی کمایا۔ ابتداً صحابہ کرامؓ کے معاشی حالات اتنے اچھے نہ تھے۔ مگر بعد ازاں جب فتوحات کے وسیع سلسلے شروع ہوئے تو صحابہ کرامؓ معاشی طور پر بہت زیادہ خوشحال ہو گئے۔ مگر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے حق و صداقت کا دامن کبھی نہ چھوڑا اور اپنی اولاد کی ہمیشہ رزقِ حلال سے کفالت کی۔

۱۰۔ روحانیت اور کسبِ حلال

رزق حلال اور ولایت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر کوئی طالبِ حق و صداقت راہِ حق پانا چاہے۔

اور اللہ کا دوست بننا چاہے۔ تو اس کی شرط اول رزق حلال ہے۔ کیونکہ روحانیت میں درجات کی بلندی کا باعث بھی رزق حلال ہے۔ انبیائے کرام اور بزرگانِ دین اپنے پیروکاروں کو پہلا سبق رزقِ حلال اور صدقِ مقال ہی کا دیتے ہیں۔

طریقت اور معرفت کی منازل کے مسافروں کو مرشد بھی ہدایت کرتا ہے۔ کہ اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاؤ اور اسی سے اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالو۔ کیونکہ محنت اور کسب سے کمائے ہوئے رزق کو اللہ پسند فرماتا ہے اور اس میں اس نے برکت بھی رکھی ہے۔ رزقِ حلال پیٹ میں جانے سے انسان کے جسم میں جو خون بنتا ہے وہ صالح ہوتا ہے اس میں قدرتی طور پر صالحیت اور لطافت ہوتی ہے اس کے برعکس حرام سے جسم میں نجاست اور خباثت پیدا ہوگی اور یہ ایک قدرتی اصول ہے کہ جب جسم میں قوائے شہوانی کی کمی ہوگی اور جسم میں قدرتی لطافت ہوگی تو جسم کو ظاہر و باطن میں پاکیزہ رکھنا آسان ہوگا۔ اور دل خود بخود اللہ کی عبادت اور نیک کام کرنے کی طرف مائل رہے گا۔

رزقِ حلال کا حصول من جانب اللہ ہے اس لیے رزقِ حلال کھانے والوں کے ایمان میں استقامت پیدا ہوتی ہے یہی استقامت عشقِ رسول اور حب الٰہی کا روپ دھارتی ہے رزق حلال نسبتاً کم میسر آتا ہے اس لیے انسان میں توکل اور قناعت اور صبر کی خوبیاں بدرجہ اتم آجاتی ہے اور صبر کے ساتھ ساتھ جو رزق حلال مل جاتا ہے انسان اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ جب طالب میں یہ تمام خوبیاں رزق حلال سے پیدا ہوجاتی ہیں۔ تو حقیقت کی راہیں اس پر منکشف ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ اور انوارِ ذات الٰہیہ کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ بعض صوفی اسرارِ ربانی کے منکشف ہونے کے لیے زہد کو لازم قرار دیتے ہیں مگر میرے نزدیک رزقِ حلال کمانے کے لیے جو انسان کو محنت مشقت صحیح طور سے اٹھانی پڑتی ہے وہ زہد سے کم نہیں ہے۔

راہِ سلوک میں طالب اور کامل کی سچی توبہ سے جب صفائی قلب ہوجاتی ہے تو اس کا دل نور سے منور ہونے لگتا ہے ذکر و فکر اور صاف تقویٰ سے نورانیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آجاتا ہے۔ کہ اس دل کے قلب سلیم سے

سے کر عرش معلیٰ تک ایک نور کی تار بندھ جاتی ہے یہ مقام بہت بلند ہوتا ہے اور اس مقام تک پہنچنے کے لیے رزق حلال ایک تلوار کی مانند ہے جو ہر رکاوٹ کو ختم کرتی ہوئی انسان کو منزلِ فنا اور پھر بقا باللہ تک پہنچا دیتی ہے۔

ولایت کی منازل کو پانے کے لیے رزق حلال اپنے پیٹ میں پہنچانا ایک کسوٹی ہے راہِ ولایت کے ایسے طالب جو حلال روزی حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے مریدوں کی نذر و نیاز پر گذارہ کرتے ہیں اپنے جسم ہاتھ پاؤں کو کسبِ حلال کے لیے مشقت میں نہیں ڈالتے وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی اللہ کا بندہ کسب حرام کا ایک لقمہ کھائے گا تو اس کے دل کی نورانیت پر ایک سیاہ داغ رونما ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر وہ رزق حرام یا مشتبہ رزق پر گزارا کرنا شروع کر دے گا تو اس کی نورانیت بالکل ختم ہو جائے گی اس لیے طالبانِ حق کے لیے لازم ہے کہ وہ رزقِ حلال کے حصول میں رتی بھر بھی کمی بیشی نہ کریں۔

رہبرحق اور مرشد کامل تلاش کرتے وقت اسے پرکھنے کا گر یہی ہے۔ کہ کیا وہ کسب رزق حلال ذرائع سے کماتا ہے اگر وہ اپنے ہاتھوں سے محنت و مشقت کرتا یا ذہنی صلاحیت کے باعث جائز معاوضہ پاتا ہو تو ایسا مرشد بہتر ہوگا۔ بڑھاپے میں کمزوری کے باعث اگر کوئی مرشد کامل کسب معاش نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا کوئی بہتر ذریعہ معاش بنا رکھا ہے تو قباحت نہ ہوگی۔ بہت سے مرید بیعت ہونے سے پہلے اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ ان کے پیر صاحب کیا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ مرشد کامل تلاش کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں اور یہ ناکامی اسرارِ ربانی اور فضل خداوندی کے حصول میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ مرشد کی خدمت کرتے کرتے مر جاتے ہیں مگر حاصل کچھ نہیں ہوتا اس کی وجہ یہی ہوتی ہے پیر صاحب کا رزق حلال نہیں ہوتا۔ اس میں حرام کے دھوآں کی بھی آلائش ہوگی تو راہ ہدایت نہیں پا سکے گا۔

یاد رکھئے کہ مرشد کامل کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ مرید کو روز اول ہی رزق حلال حاصل کرنے کی تلقین کرے گا اور خود بھی اسی اصول پر کاربند ہوگا۔ ⁂

باب ۲

مذمت اکل حرام

شمع رسالت کی ضوفشانی سے پہلے جن و بشر دین حق سے دور ہو چکا تھا اور ظلمت کی وادیوں میں ششدر و حیران تھا قول و فعل میں. بتانِ وہم و گمان کا تصور چھا چکا تھا جہاں رنگ و بو کی لذتوں میں حضرت انسان مدہوش ہو چکا تھا دین فطرت کی پابندیوں کا پاسبان نہ تھا گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں برائیاں ہی برائیاں چھا چکی تھیں جہاں انسان نے دین حق کے دوسرے احکامات پر عمل چھوڑ رکھا تھا وہاں حلال و حرام کی تمیز کو بھی بالائے طاق رکھ چکا تھا اور انبیائے حق کی شریعت میں اپنی مرضی سے رد و بدل کر چکا تھا حلال و حرام کا ضابطہ خود ہی وضع کر رکھا تھا حتیٰ کہ چار سُو لوٹ کھسوٹ دھوکہ بے ایمانی اور حرام خوری کا بازار گرم تھا۔ انسان کسب حرام پہ پل رہا تھا۔ حق کو پہچاننے والی آنکھ بے نور ہو چکی تھی۔ اس تاریک اور مہیب خطرات سے گھرے ہوئے جن و بشر کی قسمت نے کروٹ لی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلستان میں بہار آئی۔ اس خطہ ارضی کے مقدس شہر مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے۔ فاران کی چوٹیاں نورِ حق سے جگمگا اٹھیں۔ آپ نے اہل جہاں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ شریعت اسلامیہ کی راہ دکھلائی۔ جینے کا قرینہ سکھایا۔ عبادت اور معاملات کے اصول بتائے۔ حلال و حرام کی تمیز کا شعور بخشا۔ انسانیت کو حرام سے بچنے کا درس دیا۔ اللہ کا کلام سنایا اور اطاعت خداوندی کی دعوت دی حتیٰ کہ حضرت انسان کی تقدیر بدل گئی اور مسلمانوں کے آباؤ اجداد دین و دنیا سے سرفراز ہوئے۔ دنیا کے بڑے بڑے تاجدار ان کے غلام بنے بازوئے مسلم نے دنیا کو زیرنگیں کیا مگر یاد رکھو کہ سیادتِ مسلم کا راز یہ تھا کہ اس کی رگوں میں رزق حلال کا خون تھا اس کی روزی میں کسب حرام کا شائبہ تک نہ تھا۔ یہ رزق حلال کی برکتیں ہی تھیں کہ اللہ نے

دنیا کی تمام رحمتیں مسلمان پر نچھاور کیں اور وہ دنیا و آخرت میں شاد ہُوا۔

مسلمان جوں جوں رسالت مآبؐ کے زمانہ سے دور ہُوا اور دنیا کے دھندے اسے غفلت کی طرف لے گئے اس کے اخلاق و کردار میں اتنی کمزوریاں پیدا ہوگئیں کہ اب صرف نام کا مسلمان ہے مگر مسلمانی والا جوہر نہیں ہر طرف شیطان نے زور دار رکھا ہے۔ اور ہم خواب غفلت میں اتنی بری طرح پڑے ہوئے ہیں کہ ہم میں حلال روزی تلاش کرنے والی عقل ہی مردہ ہوگئی ہے۔

معاشرہ میں برائی اتنے زوروں پر ہے کہ انسان کسب حرام سے اپنا پیٹ پالنے سے گریز نہیں کرتا مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری ہے۔ کہ انسان ایسے ناجائز ذرائع تلاش کرتا ہے کہ جن سے مال و زر مل جائے خواہ وہ حرام ہی کیوں نہ ہو یہی وجہ ہے کہ وہ ہر حیلے اور بہانے سے دولت کمانا چاہتا ہے قرآن و سنت کے مطابق رزق حرام سے بچنے کے احکامات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ممانعت حرام

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو! تم آپس میں ایکدوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (النساء ۲۹)

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے لہٰذا اسے سود، جوا، غصب، چوری، خیانت، جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کھا کر مال ہتھیانے کے معنوں میں لیا گیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان ناحق حاصل کر لیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاں کچھ کھانا پینا ممنوع سمجھ لیا، تب سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی "تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں سے، اور اپنے والدین کے گھروں سے کھاؤ" اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد غلط بیع ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ "یہ آیت محکمات میں سے ہے جس کا حکم قیامت تک باقی رہے گا"۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ناحق طریقہ سے کھانے میں ہر وہ چیز شامل ہے جو غلط طریقے سے حاصل کی جائے، چاہے وہ ظلم کر کے لی جائے جیسے غصب، خیانت اور چوری وغیرہ، یا لہو و لعب سے حاصل کی جائے جیسے جوا یا

کھیل وکود کے ذریعہ حاصل کریں، یا مکر اور دھوکہ سے حاصل کی جائے جیسے ناجائز طور پر خرید و فروخت کی جائے اور میرے اس قول کی تائید میں بعض علماء کا قول بھی ہے کہ یہ آیت انسان کے اپنے مال کو بھی ناجائز طریقوں سے خرچ کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور دوسروں کے مال کو مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی صورت میں حاصل کرنے کی بھی ممانعت کرتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

حکایت اور انہی بزرگوں میں سے ایک بزرگ وہب ابن الورد بھی ہو گزرے ہیں، جن کی عادت تھی کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے تھے اور نہ پیتے تھے جب تک یہ اطمینان نہ ہوجاتا کہ وہ چیز اُن تک کن ذرائع سے پہنچی ہے؟ ایک دن ان کی والدہ نے دُودھ کا پیالہ پینے کو دیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ دُودھ کہاں سے آیا؟ اس کی قیمت کہاں سے ادا کی گئی ہے؟ اور کس شخص سے خریدا گیا ہے؟ یہ سب کچھ معلوم کر چکے (اور پھر پوری طرح اطمینان نہ ہُوا) تو پوچھا کہ اس بکری نے چارہ کہاں سے کھایا تھا؟ اس پر انہیں معلوم ہُوا کہ اس بکری نے ایک ایسی چراگاہ سے گھاس کھائی تھی، جس پر مسلمانوں کا کسی بھی طرح سے کوئی حق نہیں تھا۔ پس دُودھ پینے سے انکار کر دیا۔ ماں نے بہتیرا کہا کہ بیٹا پی لو، اللہ تم پر رحمت کرے گا۔ آپ نے کہا (اے مادرِ مہربان!) وہ اگرچہ رحیم ہے اور رحمت کرے گا۔ لیکن مَیں یہ دُودھ بہر حال نہیں پیوں گا۔ کیونکہ ایک گناہ سے آلودہ ہونے کے بعد جو رحمت مجھے حاصل ہوگی اس میں گناہ کی آلائش لامحالہ ہوگی اور یہ مجھے پسند نہیں کہ اس کی رحمت کو گناہ سے آلودہ کروں۔ (کیمیائے سعادت)

۲۔ اشیاء کو حلال یا حرام قرار دینے کا ضابطہ از روئے قرآن اللہ تعالےٰ کا پیدا کردہ تمام رزق حلال اور مباح ہے سوائے اس رزق کے جس کی حرمت کے بارے میں احکامات خداوندی موجود ہیں۔ یا شارع اسلام نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلامی شریعت میں حرام اشیاء کا ذکر کر کے باقی رزق کو حلال اور جائز قرار دیا ہے۔ برعکس حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں جن اشیاء کو حلال قرار دیا ہے وہ حلال ہیں۔ اور جن کو حرام

قرار دیا ہے وہ حرام ہیں اور جن اشیاء کے بارے میں سکوت ہے۔ وہ معاف ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ۔ (انعام-۱۱۹)
اس نے وہ اشیاء تفصیل سے بیان کردی ہیں جو تم پر حرام ٹھہرائی گئی ہیں۔

قرآنی ضابطہ کے مطابق حلال و حرام میں امتیاز کرنے کے تین اصول ہیں:۔

۱۔ وہ اشیاء جن کے حرام ہونے پر قرآن پاک کی آیت موجود ہے یعنی جسے نص قرآنی نے حرام قرار دیا ہے۔ وہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔

۲۔ ایسا مشتبہ رزق جس کے حلال ہونے میں رسول پاکؐ کی کوئی حدیث یا سنت موجود ہے تو وہ حلال ہے اس کے برعکس کسی چیز کی حرمت کے بارے میں بھی اگر آپؐ کا کوئی قول یا فعل بصورت نظیر موجود ہے تو وہ حرام ہے۔

۳۔ ایسی نجس اور ناپاک اشیاء جن کے کھانے پینے میں کراہت اور اخلاقی گراوٹ ہو اور اس کو حرام قرار دینے پر صریحاً نص قرآن یا حدیث دلالت کرتی ہو تو وہ بھی حرام ہے۔ یا اس کی حرمت کے بارے میں آئمہ کا اجتہاد ہو تو ایسے رزق کا استعمال بھی حرمت کے زمرے میں آئے گا۔

اشیاء کو حرام قرار دینے کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمن یعنی گھی جبن یعنی پنیر اور فراء کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے۔ اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے۔ رہی وہ چیزیں جن سے سکوت فرمایا ہے۔ تو وہ معاف ہیں۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ نے فرائض کو لازم کیا ہے لہٰذا انہیں ضائع نہ کرو۔ اور حدود مقرر کردی ہیں۔ لہٰذا اس سے تجاوز نہ کرو۔ جن چیزوں کو اس نے حرام ٹھہرایا ہے ان کے پاس مت پھٹکو اور جن چیزوں کے بارے میں اس نے دانستہ سکوت فرمایا تو یہ سکوت تمہارے لیے باعث رحمت ہے لہٰذا ایسی چیزوں کے بارے میں

بحث میں نہ پڑو۔

علما بنی اسرائیل کا قرآن پاک اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ اعتراض بھی ہے۔ کہ آپ نے کھانے پینے کی ایسی چیزوں کو حلال قرار دے دیا جو پہلے انبیاء کے زمانے سے حرام چلی آرہی تھیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کھانے کی ساری چیزیں جو اسلام میں حلال ہیں۔ بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنہیں تورات کے نازل کئے جانے سے پہلے بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ان سے کہیے کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ اور پیش کرو۔ پھر اللہ کا ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل اللہ کے ساتھ شرارتیں کرتے تھے جس بنا پر اللہ نے بہت سی پاک چیزیں ان پر سزا کے طور پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں۔ سورۃ الانعام میں اس کا تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ان کی سرکشیوں کی بنا پر ان پر تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے گائے اور بکری کی چربی ان کے لیے حرام ٹھہرا دی۔

دوسرے مذاہب میں حلال و حرام کو اپنی طرف سے مقرر کرنے کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تردید کی ہے کہ دنیا کے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی جانب سے جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جسے چاہے حرام قرار دے اور جو شخص اپنی جانب سے ایسا اختیار استعمال کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حدود سے تجاوز کرے گا۔ اسی طرح قرآن پاک نے مشرکین کے طرز عمل کو بھی غلط قرار دیا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ (یونس ۵۹)

کہو تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لیے نازل فرمایا ہے۔ اس میں سے تم نے کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرا لیا کہو اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی کیا تم اللہ پر افترا باندھ رہے ہو۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ

(النحل ۱۱۶)

جو تمہاری زبانیں اللہ پر افترا کرتے ہوئے جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تو ایسی باتیں نہ کرو۔ لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پائیں گے۔

اللہ کے ان ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ حلت و حرمت کا اختیار اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے اپنی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لوگوں کو حلال و حرام سے آگاہ کر دیا ہے۔

۳۔ مال حرام کو اللہ کی راہ میں دینے کی ممانعت

حرام مال کو اللہ کی راہ میں دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ حرام مال کا صدقہ اللہ کے حضور قبول نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ پاک ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ صدقہ و خیرات میں اس کے بندے پاکیزہ رزق دیں۔ اس کے متعلق فرمان نبوی حسب ذیل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَیَتَصَدَّقُ مِنْهُ فَیُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا یُنْفِقُ مِنْهُ فَیُبَارَكُ لَهٗ فِیْهِ وَلَا یَتْرُكُهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَمْحُوْا السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ وَلٰكِنْ یَّمْحُوْا السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُوْا الْخَبِیْثَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ حرام مال کمائے اور اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا اور نہ خرچ کرنے سے اس کے مال میں برکت دی جائے گی اور حرام اپنے پیچھے چھوڑے گا تو وہ جہنم کی طرف لے جانے کا سامان ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ بیشک ناپاک دوسری ناپاکی کو دور نہیں کرتی۔

(احمد، شرح السنہ)۔

صدقہ عموماً انسان کے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ بن کر انہیں ختم کر دیتا ہے مگر ایسا صدقہ جو حرام کی کمائی سے دیا جائے وہ کفارہ نہیں بنتا کیونکہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ نیکیاں برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں اور صدقہ چونکہ نیکی ہے مگر حرام کی کمائی سے صدقہ کرنے سے گناہ ختم نہیں ہوتے کیونکہ حرام مال سے صدقہ کرنا بھلائی نہیں بلکہ برائی ہے اور برائی سے برائی نہیں ختم ہوتی پاک پانی گندے کپڑوں کو صاف کرتا ہے مگر گندہ پانی گندے کپڑوں کو صاف نہیں کر سکتا چونکہ جو خود گندہ ہو وہ گندگی کو پاکیزہ کیسے کر سکتا ہے لہذا طیب اور حلال رزق کا صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے نہ کہ حرام کا صدقہ اس لیے سود چوری زنا شراب گانا رشوت اور بے ایمانی کا روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرنا چاہیے ایسا کرنے سے ثواب کی بجائے الٹا گناہ ہوتا ہے۔

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے حرام کا مال جمع کیا، پھر اسے صدقہ کر دیا تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا اور اس کا گناہ اسی پر رہے گا۔

طبرانی کی حدیث ہے کہ جس نے مال حرام حاصل کر کے اس سے کسی کو آزاد کیا اور صلہ رحمی کی، یہ اس کے لیے ثواب کی بجائے عذاب اور گناہ کا موجب ہوگا۔

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال حرام سے صدقہ و خیرات دیتا ہے وہ گویا ناپاک کپڑوں کو پیشاب سے دھونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح وہ پہلے سے بھی زیادہ ناپاک ہو جاتے ہیں۔

ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایک لاکھ درہم صدقہ میں دینے سے یہ امر زیادہ پسندیدہ ہے کہ شبہے کا ایک درہم مالک کو لوٹا دیا جائے۔

ترغیب میں حرام سے بچنے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ وَإِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ	اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان میں چال چلن اور عادت کو اسی طرح بانٹ دیا ہے جس طرح تمہاری روزی کو تمہارے درمیان

وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ فَمَنْ أَعْطَاهُ اللهُ الدِّيْنَ فَقَدْ أَحَبَّهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يُسْلِمَ قَلْبُهُ وَلِسَانُهُ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ قَالَ غَشْمَهُ وَظُلْمَهُ وَلَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا حَرَامًا فَيَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا يُنْفِقُ فَيُبَارَكُ لَهُ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ وَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ وَإِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيْثَ۔

(ترغیب)

تقسیم کردیا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اپنے دوستوں اور غیر دوستوں سب کو ہی دیتا ہے لیکن دین تو صرف اپنے دوستوں ہی کو عنایت فرماتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دے دیا ہے اس کو اپنا پیارا دوست بنا لیا ہے خدا کی قسم بندہ اسی وقت مسلمان ہو سکتا ہے جب کہ اس کا دل اور زبان مسلمان ہو جائے، اور ایماندار اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کا پڑوسی اس کے ظلم اور تکلیفوں سے امن میں رہے اور جو شخص حرام کمائی کر کے صدقہ خیرات کرے تو وہ صدقہ اللہ کے نزدیک قبول نہیں ہوتا اور جو خرچ کیا جائے اس میں برکت نہیں ہوگی، اور جو اپنے مرنے کے پیچھے چھوڑ گیا، تو وہ مال اس کیلئے جہنم کا سامان ہوگا اللہ تعالیٰ برائی گناہ کو برائی حرام سے نہیں مٹاتا، البتہ برائی کو بھلائی سے معاف کر دیتا ہے اور ناپاک ناپاک کو نہیں مٹا سکتا۔ یعنی ناپاک و حرام مال گناہ کو نہیں مٹا سکتا ہے۔

۴۔ حرام کھانے والے کی عبادت قبول نہیں ہوتی

حرام کھانے کا ایک برا اثر یہ بھی ہے کہ حرام خور کی عبادت بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت نہیں پاتی اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کی روایت یہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں

دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لَهٗ صَلٰوةً مَّا دَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ

ایک درہم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس آدمی کی نماز قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اُس کے جسم پر رہے گا۔ پھر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کر کے فرمایا کہ یہ دونوں بہرے ہوجائیں اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے نہ سنا ہو۔ بیہقی شعب الایمان

جس طرح نماز کے لیے جسم کا پاک ہونا لباس کا پاکیزہ ہونا اور نماز والی جگہ کا پاک صاف ہونا ضروری ہے ایسے ہی نماز سے پہلے انسان کا باطن بھی پاکیزہ ہونا چاہیے۔ اور باطن کی پاکیزگی کیلئے حلال کھانا ضروری ہے اس لیے جو شخص حرام کی کمائی کو اپنے استعمال میں لا کر ساتھ نماز بھی پڑھے تو ایسی نماز کا کیا فائدہ جو انسان کو بُرائی سے نہ روکے چونکہ اللہ اپنی اطاعت چاہتا ہے اور حرام سے بچنا عین اس کی اطاعت ہے لہذا وہ کام جس میں اللہ کی اطاعت نہ ہو وہ کیسے قبول ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ حرام کا کپڑا پہن کر نماز کیوں کر قبول ہوگی۔

روایت ہے کہ اس کا دین نہیں جس میں امانت نہیں اور نہ اس شخص کی نماز اور زکوٰۃ ہے جس نے حرام کا مال پایا اور اس میں سے قمیص پہن لی، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ اسے اتار نہیں دیتا کیونکہ شانِ الٰہی اس چیز سے بلند و بالا ہے کہ وہ ایسے شخص کی نماز قبول کرے یا کوئی اور عمل قبول کرے کہ جس کے جسم پر حرام کا لباس ہو۔ براز

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے کمر جھک جائے اور روزے رکھتے رکھتے جسم سوکھ کر بال کے برابر ہو جائے تو بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ حرام خوری سے اعراض نہ کیا جائے کیونکہ حرام کے ہوتے ہوئے نماز روزہ قبول نہیں ہوتے

طبرانی میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد! حلال کا کھانا کھا تیری دعائیں قبول ہوں گی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی چالیس دن کی

عبادت قبول نہیں ہوتی ، جو بندہ حرام سے اپنا گوشت بڑھاتا ہے (جہنم کی) آگ اس کے بہت قریب ہوتی ہے۔

سہل تستری کا قول ہے کہ حرام خور کے تمام اعضا گناہ میں مشغول رہتے ہیں خواہ وہ چاہے اور خواہ نہ چاہے۔ اور جو شخص حلال کھاتا ہے اس کے تمام اعضا محو عبادت رہتے ہیں اور توفیق خیر ہمیشہ اس کے شامل حال رہتی ہے۔

۵۔ جنت سے محرومی حرام خوری کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ حرام کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ وہ دوزخ میں جائے گا۔ جہاں اسے حرام خوری کی سزا ملے گی۔ اسکے متعلق فرمانِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام روزی سے پلا ہے (بیہقی فی شعب الایمان)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پیدا ہوا ہے اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا ہے اس کے لیے جہنم ہی زیادہ مناسب ہے۔ (احمد، دارمی)۔

ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ انسان جس کی پرورش رزق حرام ہو وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا لہٰذا جو لوگ حرام ذرائع یعنی لوٹ کھسوٹ بے ایمانی چوری رشوت ڈاکہ سمگلنگ ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے مال و دولت حاصل کر کے اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں اور خود بھی کسب حرام کو اپنے پیٹوں میں ڈالتے ہیں۔ وہ گنہگار ہیں اور آخرت میں سزا کے

حق دار ہیں۔ یہاں ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ وہ چھوٹے اور معصوم بچے جو باپ کی کفالت میں ہوتے ہیں انہیں جو باپ نے لاکر دینا ہے تو وہی ان کے پیٹ میں جائے گا خواہ وہ حرام ہو یا حلال تو پھر ان پر گرفت کیوں تو اس صورت میں حرام کما کر لانے والا تو بہرحال مجرم ہوگا۔ لیکن جب بچے اچھے اور برے کی تمیز کرنے کے قابل ہو جائیں تو انہیں باپ کا لایا ہوا حرام کھانے سے انکار کر دینا چاہیے۔ اور اپنے باپ کو ترغیب دینی چاہیے۔ کہ وہ ان کی حلال روزی سے پرورش کرے اور سابقہ غلطی پر توبہ کرے۔ اگر ہوش سنبھالنے پر اولاد حلال و حرام کا علم رکھتے ہوتے حرام کھائے گی تو وہ بھی گنہگار اور مجرم بن جائے گی اور آخرت میں جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ گنہگار مسلمان بہرصورت دوزخ میں سزا پانے کے بعد جنت میں داخل کئے جائیں گے مگر یہاں حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حرام روزی کھانے والے سزا بھگتنے کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔ مگر وہ کفار کی طرح ہمیشہ جنت سے محروم ہونے والوں میں سے نہیں ہوں گے۔ بلکہ سزا پاکر جنت میں داخل ہوں گے۔

۶۔ دعاؤں کی عدم قبولیت | بارگاہِ رب العزت میں دعاؤں کا قبول ہونا اللہ کی رحمت نظر التفات اور قرب خداوندی کی علامت ہے لہٰذا وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں جو اللہ کے حضور جو بھی التجا کریں تو وہ قبول فرمائے مگر جو لوگ حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے کھاتے ہیں تو حرام پہنتے ہیں اور حرام رہائش بناتے ہیں پھر ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں مانگیں تو وہ کیسے قبول ہوں گی۔ کیوں کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جن کے پیٹ میں لقمہ حرام جائے ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهٖ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم فرمایا

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ۔

ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا: اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو (۲۳: ۵۱) اور فرمایا: اے ایمان والو پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں روزی دی (۲: ۱۷۲) پھر ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام، اسکا پینا حرام، اسکا لباس حرام اور اسے حرام غذا کھلائی جاتی ہے بھلا اسکی التجا کیسے قبول کی جائے۔ (مسلم)۔

اس حدیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ پاک ہے اور وہ چاہتا ہے کہ پاکیزہ اشیاء اس کی راہ میں دی جائیں لہٰذا وہ اسی صدقہ اور انفاق سبیل اللہ کو قبول فرماتا ہے جو پاکیزہ ہوتا ہے چونکہ جو شخص پاکیزہ روزی کمائے گا اور اسی میں سے اللہ کی راہ میں دے گا اللہ اسکے بدلے میں اس بندے کے ظاہر اور باطن کو پاکیزہ کر دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کو حکم دیا کہ پاکیزہ رزق کھاؤ۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس حکم کی اطاعت کرے اور ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہے اور رزق حلال کمانے کے لیے ہر وقت اللہ کے حضور التجا کرتا رہے اس لیے صالحین ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ ان کے پیٹ میں جو لقمہ بھی جائے وہ حلال اور پاکیزہ ہو کیونکہ پیٹ میں حلال روزی داخل ہونے سے روحانی منازل کے حصول میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور دل نور باطن سے معمور ہو جاتا ہے۔

آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایسے حضرات جو طویل سفر کر کے اللہ کی راہ میں نیکی کا کوئی کام کرنے جاتے ہیں اور تکالیف برداشت کرتے یعنی مثال کے طور پر حج کرنے جاتے ہیں یا کسی جہاد میں شامل ہوتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ ان کی دعا قبول ہو مگر تکالیف اور مشکلات برداشت

کرنے کے باوجود ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی روزی حرام تھی۔ جب ایسے حاجی اور نمازی کی دعا خانہ کعبہ اور میدان جہاد میں قبول نہیں ہوتی تو پھر عام لوگوں کا کیا کہنا۔ اس سے معلوم ہوا اللہ کے حضور اعمال کی قبولیت کیلئے رزق حلال کھانا اور حرام سے بچنا شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔حرام سے بچنے کیلئے مشتبہ رزق سے بچنا حرام رزق سے بچنے کیلئے مشتبہ رزق سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ اسکے بارے میں احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ امور میں پڑا وہ حرام میں پھنس جائیگا جیسے چرواہا چراگاہ کے نزدیک چرائے تو خطرہ ہے کہ اس میں جا چریں۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کی چراگاہ حرام امور ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جسم میں ایک بوٹی ہے۔ وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار رہو کہ وہ دل ہے۔ بخاری شریف

حلال و حرام کے لحاظ سے اشیاء تین قسم ہیں بالکل حلال جن کے متعلق شرح میں صریحاً حلال

ہونے کا حکم موجود ہے بالکل حرام جن کے متعلق بھی اسلام میں احکامات حرمت واضح طور پر ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو متشبہات میں ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن میں حلت وحرمت کے دلائل متعارض ہیں یعنی ان میں حلال یا حرام ہونے کی واضح دلیل نہیں اس صورت تشکک والی اشیاء کو چھوڑ دینا بہتر ہے لہذا جو مشتبہ چیزوں سے بچ جائے اس کا دین اور عزت بچ جائے گی اور جو مشتبہ اشیاء میں پھنس جائے گا ہوسکتا وہ حرام میں پھنس جائے۔ لہذا مشتبہات سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِيْنَةٌ وَإِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ الْفَصْلَ الْأَوَّلَ۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کو یاد رکھا ہے کہ جو بات تجھے شک میں ڈالتی ہے اُسے چھوڑ کر اس بات کی طرف ہوجا جو تجھے شک میں نہیں ڈالتی کیونکہ سچائی میں اطمینان ہیں جھوٹ میں شک ہے۔ (احمد، ترمذی نسائی، دارمی نے صرف پہلی بات) اس

حدیث میں بھی پہلے والی بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ ذریعہ معاش جو مشکوک ہو اسے چھوڑ دینا چاہیے کیوں حرام کے مال میں اطمینان نہیں ہوتا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّهُ قَالَ شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا فَأَعْجَبَهُ قَالَ لِلَّذِيْ سَقَاهُ مِنْ أَيْنَ لَكَ هٰذَا اللَّبَنُ فَأَخْبَرَهُ إِنَّهُ وَرَدَ عَلٰى مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَإِذَا نَعَمٌ مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا لِيْ مِنْ أَلْبَانِهَا فَجَعَلْتُهُ فِيْ سِقَائِيْ وَهُوَ هٰذَا فَأَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهُ فَاسْتَقَاءَهُ

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ پیا اور اُسے پسند فرمایا پلانے والے سے فرمایا کہ یہ دودھ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟ اس نے آپکو بتایا کہ میں ایک پانی کی جگہ سے گزرا جسکا نام بھی لیا تو وہاں زکوٰۃ کے اُونٹ تھے جنہیں لوگ پانی پلا رہے تھے۔ اُنہوں نے میرے لیے اُن کا دودھ دوہا تو میں نے اپنے برتن میں ڈال لیا یہ وہی تھا پس حضرت عمر نے اپنا ہاتھ اندر داخل کیا اور اُس کی قے کردی۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

۸۔ حلال وحرام کی تمیز حلال اور حرام کی تمیز کرنا انسان کے ذمے ہے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ناجائز مال یعنی رشوت اور بے ایمانی کا روپیہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری قسمت ہی میں اسی طرح کا مال کھانا لکھا ہوا ہے ایسی سوچ بالکل غلط ہے اللہ نے بندے پر اپنے احکام واضح کر دیئے ہیں اس لیے حرام کا جواز کسی صورت میں بنانا درست نہیں۔ اور جوں جوں قیامت کے قریب کا زمانہ آئیگا انسان حلال وحرام کی تمیز کو پس پشت ڈال دے گا۔ اس کے متعلق فرمان نبوی یہ ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ	اُن سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئیگا جبکہ آدمی پروا نہیں کریگا کہ وہ جو حاصل کرتا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے (بخاری)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بشر حافیؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟ اور وہ احتیاط انتہائی حد تک کرتے تھے فرمایا کہ ــ وہیں سے کھاتا ہوں جہاں سے دوسرے لوگ کھاتے ہیں، لیکن فرق ہوتا ہے ان کے کھانے میں کہ جو کھاتے ہیں اور (خوف الٰہی سے) روتے ہیں (کہ کہیں حرام کا لقمہ نہ کھا بیٹھے ہوں) اور ان لوگوں کے کھانے میں کہ جو کھاتے ہیں اور (بے فکری سے) ہنستے ہیں۔ (اور یہ پروا نہیں ہوتی کہ جو کچھ کھایا تھا آیا وہ حلال بھی تھا یا نہیں؟) اور فرمایا کہ اگر لمبے لمبے ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائیں اور لقمے چھوٹے چھوٹے ہوں تو اس سے کھانے میں کچھ کمی تو واقع نہیں ہو جاتی! (کہ حلال وحرام کی تمیز کا اس سے بہتر طریقہ کوئی نہیں ہے)۔

۹۔ حرام سب کیلئے حرام ہے مشاہدے کی بات ہے کہ بڑے بڑے عابد زاہد اور شریف نفس لوگ اس لعنت میں گرفتار ہیں جب انہیں کہا جاتا ہے کہ کسب حرام سے چھٹکارا پاؤ تو وہ طرح طرح کی مجبوریاں ظاہر کر دیتے ہیں شاید ہی کوئی خوش نصیب ایسا گھرانہ ہوگا جس کا کھانا حرام کی آلائشوں سے پاکیزہ ہوگا بلکہ میرے نزدیک جو اس گئے گذرے دور میں حلال روزی کما کر اپنا پیٹ پالتا ہے وہ اللہ کے مخصوص انسانوں سے ہے اور ولیوں سے کم نہیں مثلاً ایک ہی گھر کے دو یا تین افراد

کمانے والے ہیں تو ایک ان میں حرام کی کمائی لاتا ہے اور دوسرے رزق حلال لاتے ہیں مگر حرام اور حلال کے ملنے سے رزق حلال بھی حرام کے اثرات کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ ہم پر جب آفتیں آتی ہیں تو ہم اللہ کے حضور بڑے سوز و گداز سے دعا مانگتے ہیں مگر ہماری دعا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حرام غذا کھانے والے کی عبادت اور دعا قبول نہیں ہوتی لہٰذا ہر انسان کو اپنی حد تک کوشش کرنی چاہیے کہ وہ حرام سے جس قدر بچ سکتا ہے بچے۔ مسلمان احکام خداوندی کی اطاعت نہیں کرتا برائی کی دنیا میں حد سے گزر گیا ہے اخلاق صالح کا جنازہ نکل چکا ہے صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں فسق و فجور میں اتنا آگے نکل چکا ہے کہ زنا اور شراب کی پرواہ ہی نہیں مگر اتنی برائیاں ہوتے ہوئے بھی مسلمان ایک بات کی پابندی کریگا کہ وہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ اور سُور کا گوشت کھانے کیلئے کبھی تیار نہ ہوگا۔ اگر اسکا ضمیر تھوڑا سا بھی بیدار ہے تو اسے خواہ کتنا ہی لالچ کیوں نہ دیا جائے مگر وہ سُور کا گوشت کھانے پر کبھی بھی رضامند نہ ہوگا۔ اس کی وجہ ہے مسلمان کے عقیدہ میں سُور کے گوشت کی حرمت اتنی راسخ العقیدہ ہے کہ وہ حرام کو حرام ہی سمجھتا ہے لیکن اے میرے مسلمان بھائی ناجائز کمائی کے بارے میں بھی تیرا ردِ عمل ایسا ہی ہونا چاہیے۔ کہ کسب حرام کو بھی سُور کا گوشت حرام سمجھ کر اس سے بچ جا۔ لیکن بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ جنہیں دولت اور امارت کے بھوت نے اس حد تک اندھا کر رکھا ہے کہ ان میں ناجائز کمائی کو حرام سمجھنے کا احساس ہی ختم ہو چکا ہے اسی لیے تو انسان دن رات حرام دولت سے اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے لہٰذا دانستہ یا نادانستہ لقمہ حرام کھانے والوں کو اس دن سے پہلے ہی اللہ کے حضور گریہ زاری ہو کر اپنی برائیوں پر تائب ہو جانا چاہیے جبکہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکلیگا اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا پھر سوائے جہنم کے راستہ کے اور کوئی راہ نظر نہ آئے گا۔

شرعی لحاظ سے مندرجہ ذیل ذرائع معاش کو حرام قرار دیا گیا ہے جن کے بارہ میں جاننا ہر مسلمان کا فرض ہے تاکہ وہ کسب حرام سے بچ سکے تجارتی معاملات میں احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی ناپ تول میں کمی ملاوٹ، بلیک مارکیٹنگ، سمگلنگ حرام اشیاء کی بیع بردہ فروشی چوری کا مال

اور جوا حرام ہے اقتصادیات میں سود بیمہ اور رشوت حرام ہے بعض ایسے پیشے ہیں جو خلاف شرع ہیں ان میں بت گری مجسمہ سازی، تصویر سازی، جادو کی کمائی، اور فال گیری کی کمائی حرام ہے فحش ذرائع معاش یعنی زنا کی کمائی قحبہ خانے بازار حسن کی دولت ناچ گانے کی کمائی فحش لٹریچر کی کمائی اور فحش فلم سازی کی کمائی بھی حرام ہے۔

۱۰۔ حرام سے بچو | حرام سے بچنے کے متعلق بہت اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ رزق حرام حلاوت ایمان کو کم کرتا ہے اور اللہ کی دوستی سے دور کر دیتا ہے۔

۲۔ رزق حرام یاد الٰہی سے غفلت اور روحانی اسرار میں حجاب پیدا کرتا ہے۔

۳۔ رزق حرام عقل پر پردہ دل میں تکبر نفس میں لالچ آنکھوں میں بے شرمی اور زبان میں جھوٹ پیدا کرتا ہے۔

۴۔ رزق حرام پر پرورش پانے والی اولاد گستاخ نافرمان ظالم اور بے ادب ہوتی ہے۔

۵۔ رزق حرام غلاظت کا ایک ڈھیر ہے جو جسم اور روح کو گندہ کرتا ہے۔

۶۔ رزق حرام صوفیا کے تصوف اولیا کی روحانیت اور فقرا کے فقر کا دشمن ہے۔

۷۔ رزق حرام کو ترک کرنے سے انسانی سوچ پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

۸۔ رزق حرام کو بالکل چھوڑنا فقر کی پہلی منزل ہے۔

۹۔ حرام کو حلال ثابت کرنے کے لیے حیلے اور بہانے بنانا بھی حرام ہیں۔

۱۰۔ جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے اور نہ ہی نیک نیتی حرام کو حلال کر سکتی ہے۔

۱۱۔ حرام خور عالم اور واعظ کی تقریر اور نصیحت بے اثر ہوتی ہے۔

۱۲۔ حرام خور قاضی اور حکومت کے اہل کار خوشامدی اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔

۱۳۔ حرام خوری کو ترک کرنا ایمان کا پہلا تقاضا ہے ورنہ دین و دنیا میں خسارہ رہے گا۔

۱۴۔ اولیاء اور فقراء کی صحبت حرام سے بچنے کے لیے ڈھال کا کام دیتی ہے۔

۱۵۔ روز حشر میں حرام خور کا چہرہ حرام خوری کے باعث سیاہ ہوگا۔

حصہ گیارہ

اخلاص

اخلاص اسلامی عبادت اور اطاعت کی بنیاد ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان اور عمل کا وہ اجر نہیں ملتا جو حقیقی معنوں میں ملنا چاہیے اس لیے یہ قلبی مالی جانی اور روحانی گویا کہ ہر قسم کے نیک اعمال کے لیے از حد ضروری ہے۔ اخلاص کا مطلب خالص ہے یعنی اخلاص کا اطلاق ہر اس نیک عمل اور قول پر ہوتا ہے جس کا مقصد رضائے الٰہی ہو۔ لہذا اعمال کو ریا نمود اغراض شہرت معاوضہ اور فائدے کے حصول سے پاکیزہ رکھنا اخلاص کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رضا کے حصول کی خاطر مخلوق کی خوشنودی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو نیچے میں ملنے نہ دینا اخلاص ہے۔

اخلاص بہت بڑی دولت ہے کیونکہ جس نے اخلاص حاصل کر لیا اس نے نفس پر قابو پا لیا اور جس نے نفس پر غلبہ پا لیا گویا اس نے اللہ کو راضی کر لیا تو جس پر اللہ راضی ہو گیا تو اس نے دنیا کی ہر چیز کو پا لیا یعنی اخلاص اللہ کی قربت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

آیات قرآنی

اخلاص کے بارے میں ارشادات باری تعالیٰ حسب ذیل ہیں۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝
سورۃ البینۃ آیت ۵ پ ۳۰

اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اور ایک طرف ہو کر اس کے دین میں اخلاص رکھیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں چونکہ یہی قائم رہنے والا دین ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ○

البتہ جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ کی رسی کو تھام لیں اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کرلیں تو ایسے لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ انہیں بہت بڑا اجر دے گا (النساء ۱۴۶)

منافقت کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کے اعمال اور عبادت میں اخلاص نہیں تھا اس لیے اللہ تعالٰے نے انہیں دعوت دی کہ وہ اپنے طرز عمل کو ترک کر کے خالص اللہ کے لیے اپنے اعمال سر انجام دیں۔ اور اپنی ہر قسم کی وفاداری اسلام کے ساتھ وابستہ کریں تو جب ان کا اخلاص مسلمانی کے مطابق ہو جائے گا تو پھر وہ مسلمانوں میں شمار کیے جائیں گے

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ○

تم فرما دیکیا اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لیے ہیں اور ہم اس کیلئے مخلص ہیں۔ البقرہ ۱۳۹

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ○

اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنیکا اور جو رضائے الٰہی کی خاطر ایسا کرے اسے عنقریب ہم عظیم اجر دیں گے۔ (نساء ۱۱۴)۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ○
قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي ۔

کہ مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں خالص خدا ہی کی فرمانبرداری کیلئے اُسی کی عبادت کروں (الزمر ۱۱) فرما دیجئے کہ میں تو خدا ہی کا فرماں بردار ہو کر اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ (الزمر ۱۴)

هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو خالص اسی کے فرماں بردار ہو کر اسی کی عبادت کرو سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پ ۲۴ (المومن ۶۵)

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔

اور ہر نماز کے وقت سیدھا قبلے کی طرف رخ کیا کرو اور اخلاص سے اسی کی عبادت کرو اور اسے پکارو۔ (اعراف ۲۹)

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۔

ہم تمہیں خالص خدا کیلئے کھلاتے ہیں تمہیں تم سے کچھ بدلہ درکار نہیں اور نہ شکر گزاری کے خواستگار ہیں (الدھر ۹)

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۔

خدا تک نہ تو ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے۔ پ ۱۷ (الحج ۳۷)

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ (الانعام ۱۶۲)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے (اور) اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ اپنے نفس کو مانوس رکھو اور تمہاری نظر انہیں چھوڑ کر کسی اور طرف متوجہ نہ ہو کیا تم دنیاوی زینت چاہو گے۔

پ ۱۵ (الکہف ۲۸)۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے ہیں اور اس کے طالب ہیں انہیں اپنے پاس سے مت نکالیے۔ (الانعام ۵۲)۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۔ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۔

اس کو صرف اپنے پروردگار عالی شان کی خوشنودی منظور ہے۔ اور وہ عنقریب راضی بھی ہو گا (الیل ۲۰، ۲۱)

احادیث اخلاص

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں ہر کام کرتے ہوئے اخلاص بیدار رہے۔ احادیث اخلاص حسب ذیل ہیں

اچھی نیت اخلاص سے ہے

عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمام اعمال نیت کے ساتھ ہیں جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے تو اسے اسی کا ثواب ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا یا کسی عورت کی خاطر ہے۔ تو اس کیلئے وہی کچھ ہے جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔ بخاری شریف

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اعمال کی اچھائی کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ نیت درست ہو تو انجام درست ہو گا اس لیے نیت کا درست رکھنا ضروری ہے کیوں کہ اس حدیث میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر کسی جگہ سے ہجرت کرتے ہوئے رضائے الٰہی مدنظر رکھی جائے تو اس کا اجر اور ثواب ملے گا اگر ہجرت کسی دنیاوی غرض کی خاطر کی جائے تو اس کا اجر نہیں ملے گا۔ اخلاص نیت کے بارے میں ایک اور روایت میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ملائکہ بندوں کے اعمال آسمان پر لے

جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيْفَةَ اَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيْفَةَ۔ اس صحیفہ کو ڈال دے اس صحیفہ کو ڈال دے" وہ فرشتہ کہتا ہے "یا اللہ تیرے اس بندے نے نیک باتیں کیں۔ نیک عمل کئے۔ ہم نے سُنا، دیکھا اور نامۂ اعمال میں لکھا اب اسے کس طرح ڈال دیں؟" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَمْ یُرِدْ بِہٖ وَجْہِیْ۔ اس بندے نے اس عمل کے ساتھ میری رضا کا ارادہ نہیں کیا" یعنی اس کی نیت میں خالصۃً میری رضا نہ تھی۔ اس لیے میرے حضور مقبول نہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے فرشتے کو حکم ہوگا "اُکْتُبْ لِفُلَانٍ کَذَا وَکَذَا۔ فلاں بندے کے نامۂ اعمال میں فلاں فلاں نیکیاں لکھ دے" فرشتہ عرض کرے گا "یا اللہ اس شخص نے تو یہ نیکیاں کی ہی نہیں"

حکم ہوگا کہ "اس نے نیت کی تھی۔ اس کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر اس سے نہ ہو سکا" مشکوٰۃ۔

حضرت ابو ادریس خولانی علیہ الرحمۃ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا "میں تجھے اللہ کیلئے دوست رکھتا ہوں" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تجھے خوشخبری ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن فرشتے عرش عظیم کے گرد اگرد کرسیاں بچھائیں گے۔ جو لوگ ان کرسیوں پر بیٹھیں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح منور ہوں گے اور اس وقت جبکہ ساری مخلوق خوف و ہراس میں ہوگی وہ مطمئن اور امن میں ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا میں اللہ کی خاطر دوستی رکھنے والے ہوں گے۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وہ ایسے نہیں کہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۷)۔

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں ہیں جن میں مسلمان کے دل کو خیانت نہیں کرنا چاہیئے، اللہ کے لیے خلوص عمل حکام کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا تھا کہ اخلاص کی کیا حقیقت ہے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے جبرئیلؑ سے یہ سوال کیا تھا کہ اخلاص کیا ہے؟ جبرئیلؑ

نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اخلاص سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہوں اس کو امانت کے طور پر رکھتا ہوں۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہؓ سے پوچھا کہ کوئی کام ایسا تو نہیں جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوں اور میں نہ کرتا ہوں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھویں دن میٹھا حلوہ بنوا کر اس طرف جایا کرتے تھے۔ آپ نے کہا اچھا حلوہ بنواؤ میں بھی جاؤں گا۔ غرض اس طرف تشریف لے گئے تو غار میں ... ایک آدمی کو دیکھا کہ نہایت ضعیف ہے اور آنکھوں سے معذور ہے اور بدن پر کوڑھ ہے۔ جب کوڑھی نے پاؤں کی آہٹ سنی فوراً منہ پھیلا دیا۔ یہ دیکھ کر خلیفۂ اوّل کا گمان درجۂ یقین کو پہنچا۔ اسی وقت انگلی سے تھوڑا سا حلوا نکال کر کوڑھی کے منہ میں رکھ دیا۔ حلوا پاتے ہی وہ ایک مرتبہ سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ پھر منہ بنا کر مشکل سے کرخت آواز میں بولا کیا محمدؐ وصال پا گئے؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے سکوت کے بعد جواب دیا کہ ہاں اس شفیق امت نے وفات پائی۔ کوڑھی نے پوچھا تم کون ہو؟ خلیفہ نے کہا میرا نام ابوبکر (صدیق) ہے جسے مجھ کو مسلمانوں نے اپنا امام اور خلیفۂ رسولؐ بنایا ہے۔ اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے کوڑھی سے پوچھا کہ میں سمجھتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے حلوا لاتے تھے اور اسی تقلید الرسول کی بنا پر میں نے بھی ایسا ہی کیا اب متحیر ہوں کہ میرا خیال غلط تو نہ تھا؟ کوڑھی نے کہا تمہارا خیال بہت صحیح ہے لیکن واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کھلانے میں غلطی ہے۔ وہ طریقہ تم نے نہیں برتا۔ ہاں اے محمدؐ کے جانشین میں جب منہ پھیلاتا تھا تو تمہارا نبی اپنی زبان پر رکھ کر میرے منہ میں گرا دیتا تھا اور جسم سے جسم نہیں ملتا تھا تم نے جو انگلی سے چٹایا اور انگلی کے لگ جانے سے مجھ کو جو اذیت ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے دنیا سے اٹھا لیا ہے۔ میں مسلمان نہیں ہوں اور نہ مجھ کو محمدؐ کی نبوت پر کچھ ایسا یقین تھا لیکن آج یہ دیکھ کر کہ اس کے جانشین اور اصحابؓ کس استقلال اور خلوص کے ساتھ اپنے رسولؐ

کے قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ اور شریعت محمدیہ کی اشاعت میں للہیت کے ساتھ سرگرم ہیں
ان کی نبوت کا پورا یقین آگیا جس کے ساتھی اچھے ہوں وہ ضرور اچھا ہے وہ ضرور پیغمبر تھا۔
یہ کہہ کر کورہستی نے باآواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھا۔ اور حضرت صدیقؓ کے اخلاص عمل کی بنا پہلوان
کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی کافر کو زیر کر کے اس کے سینے
پر بیٹھ کر چاہتے تھے کہ موت کا شربت پلائیں اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا
آپ اس کے سینے سے اتر آئے تو اس نے متعجب ہو کر کہا جب میں آپ کے قابو میں آ
گیا پھر میرے قتل سے کیوں باز رہے ہو فرمایا پہلے خالصاً للہ تجھے واصل جہنم کرنے کا قصد تھا
جب تو نے میرے چہرہ پر تھوک دیا اس سبب سے نفس کا معاملہ آگیا اخلاص نہ رہا اس وجہ سے
میں نے تیرے قتل سے ہاتھ روک لیا یہ سن کر وہ مسلمان ہوگیا۔ ہر کام میں اخلاص شرط ہے۔
ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک لونڈی بدصورت کالی حبشی ہارون الرشید کی مصاحبہ تھی۔
ہارون رشید اس سے محبت زیادہ رکھتا تھا۔ ایک دن ہارون رشید کے بے تکلف مصاحبوں
نے عرض کیا کہ حضور کو ایسی مکروہ صورت لونڈی سے کیوں محبت ہوئی؟ ہارون رشید یہ بات
سن کر اس وقت خاموش ہو رہا مگر موقعہ کا منتظر رہا۔ ایک دن اتفاق سے سارے مصاحب
عورت مرد ہارون رشید کی محل سرائے میں جمع تھے۔ بے ساختہ ہارون رشید نے فرمایا کہ آج
ہم نہایت خوشی سے کہتے ہیں کہ جو چیز میرے محل میں جس کو پسند ہو اس پر ہاتھ رکھ دے وہ چیز
اسے دے دوں گا یہ سن کر ہر ایک نے اپنی اپنی پسندیدہ چیز پر ہاتھ رکھا۔ کسی نے یاقوت کے جام
پر ہاتھ رکھا کسی نے رومی لونڈی پر ہاتھ رکھا۔ کسی نے ارکشتی کو لیا۔ غرض ہر ایک نے کچھ نہ کچھ
پسند کیا مگر وہ کالی حبشن ہارون رشید کی محبوبہ کھڑی رہی کسی شئے پر ہاتھ نہ رکھا اور نہ کوئی شئے
پسند کی۔ ہارون رشید نے کہا کہ تم بھی اپنی طبیعت کے موافق پسند کر لو۔ یہ سن کر اس لونڈی نے
خلیفہ ہارون رشید کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا اور یہ کہا کہ مجھے تو جہان بھر میں آپ پسند ہیں اور کوئی
چیز پسند نہیں مجھے یہ میری پسند یہ شئے حسب وعدہ ملنی چاہیئے۔ سب لوگ یہ بات دیکھ
کر حیران ہوئے۔ ہارون رشید نے فرمایا کہ تم نے دیکھا کہ کالی لونڈی کا باطن کس قدر اجلا ہے۔

تم نے کیا پسند کیا اور اس نے کیا پسند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس عاشق لونڈی کو اپنی ساری قلمرو میں پسند کرتا ہوں جس طرح دنیا کے بادشاہ کو کالی لونڈی اس لیے پسند آئی کہ وہ بادشاہ کی سچی طالب و عاشق تھی اس کے مقابل بڑی بڑی حسینیں ناپسند تھیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ جل شانہ شہنشاہ دو جہاں کو اپنے سچے طالب پسند آئے۔ بلال حبشیؓ کو مولیٰ نے پسند کیا تھا نہایت حسین خوبصورت ابولہب کو پسند نہ کیا کیونکہ بلال حبشیؓ مولیٰ کے طالب تھے۔ ابولہب دنیا کا طالب، جو مولیٰ کا طالب ہوگا مولیٰ بھی اس کا حامی ہو جائیگا

حضرت امام غزالیؒ نے بیان کیا ہے کہ نیت ہی عمل کا باعث ہوتی ہے، اور یہ نیت ہی کا تقاضا ہوتا ہے جو عمل کی صورت میں پورا ہوکر رہتا ہے اور یہ تقاضا اگر ایک اور صرف ایک ہو تو خالص کہلائے گا۔ (تو اب اس ناخالص صورت کی چند مثالیں دے کر ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں۔ مثلاً۔

روزہ رکھے تو یہ کہ کر کہ خدا کے نام پر رکھتا ہوں۔ لیکن :

(۱) ایک مقصد یہ بھی ہو کہ کھانے سے پرہیز کروں گا تو صحت اچھی رہے گی، یا

(۲) گھر کا خرچ کم ہو جائے گا، یا

(۳) کھانا پکانے کی زحمت سے بچا رہوں گا، یا

(۴) فلاں کام میں مشغول ہونے کے لیے فراغت میسّر آجائے گی، یا

(۵) جاگتا رہوں تو کوئی اور کام بھی کر سکوں گا۔

غلام کو آزاد کرے (بظاہر خدا کی راہ میں) اور :

مقصد یہ ہو کہ اس کے خرچ اور بدخوئی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

حج پہ روانہ ہو مقصد یہ ہو کہ :

(۱) تبدیلی آب و ہوا سے صحت پر خوشگوار اثر پڑے گا، یا

(۲) نئے نئے شہروں کی سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہونیکا موقع مل جائیگا، یا

(۳) اہل و عیال کے جھمیلوں سے چند روز سکون حاصل رہے گا، یا

(۴) دشمن سے بچنے کا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔

رات کو نماز (تہجد وغیرہ) پڑھے اور وجہ یہ ہو کہ :

(۱) نیند نہیں آ رہی ، یا

(۲) مال اسباب کی حفاظت منظور ہے۔

علم حاصل کرے اور مطلب یہ ہو کہ :

(۱) روزگار پہ لگ جاؤں گا ، یا

(۲) لوگوں میں عزت و منزلت حاصل ہوگی۔

مجلس درس و تدریس کا اہتمام کرے اور چاہتا یہ ہو کہ :

(۱) خاموشی کے رنج سے نجات حاصل ہو۔

قرآن شریف کی کتابت کرے اور مقصد یہ ہو کہ خط صاف اور پختہ ہو جائے۔

پیدل سفر حج پہ روانہ ہو اور مقصد کرایہ کی بچت کرنا ہو۔

وضو کرے اور اس میں یہ مقصد بھی شامل ہو کہ ٹھنڈک حاصل ہوگی نیز صاف ستھرا دکھائی دونگا۔

غسل کرے اور مقصد یہ بھی ہو کہ بدبو وغیرہ دور ہو جائے۔

مسجد میں اعتکاف کیلئے جا بیٹھے اور دل میں یہ خیال بھی ہو کہ اتنے دن کا کرایہ نہ دینا پڑے گا

سائل کو خیرات دے لیکن اس لئے کہ :

(۱) وہ شور و فریاد نہ کرے اور

(۲) لوگوں میں شرمندگی نہ ہو کہ اس نے فقیر کو بھی کچھ نہ دیا۔

بیمار کی عیادت کو جائے لیکن اس لئے کہ :

(۱) اگر وہ بیمار پڑ جائے تو لوگ اس کی عیادت کو بھی آئیں ، یا اس لئے کہ

(۲) اگر نہ جائیں تو لوگ ملامت کریں گے۔

اچھے اور نیک کام کرے تا کہ لوگ اسے صالح اور نیک جانیں اور وہ بھی انہی صفات سے مشہور ہو جائے ...

پس یہ تمام امور ریاکاری میں شامل ہیں اور ریا کے بارے میں ہم اس سے پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں ...

ہیں کہ ایسے خیالات کم ہوں یا زیادہ ، اخلاص کو باطل کر دیتے ہیں۔ کیونکہ عمل خالص تو وہی ہے کہ ...

نفس کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو اور وہ صرف اور صرف حق تعالیٰ کے لیے ہی ہو (کیمیائے سعادت) ...

۲- جہاد میں اخلاص کو پیش نظر رکھنے کی تاکید

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شَجَاعَۃً وَیُقَاتِلُ حَمِیَّۃً وَیُقَاتِلُ رِیَاءً اَیُّ ذٰلِکَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی شجاعت دکھلانے دوسرا قومی غیرت اور تیسرا ریاکاری کی غرض سے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صرف اس غرض سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو وہ اللہ کے راستے میں مجاہد ہے۔ بخاری

جہاد میں جان دے دینا بڑی بات ہے مگر جہاد میں اللہ کی خوشنودی کا مدنظر رکھنا جہاد کی اصل روح ہے۔ اگر جہاد کرتے ہوئے دوسروں کو اپنی طاقت اور بہادری دکھانا مقصود ہو یا ریاکاری ہو یا عزت نفس کی بڑائی مقصود ہو تو پھر اللہ کی راہ جان دینے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اس بات کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث میں یوں کی گئی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن ایک شخص کو حساب کے لیے لایا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ "تو نے کون سی عبادت کی؟"

وہ شخص عرض کرے گا: "میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دی۔ میدان جنگ میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوا۔" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: "تو نے جھوٹ بولا۔ یہ سب تو نے اس لیے کیا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ لوگوں نے تجھے بہادر کہہ دیا۔" پھر حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں ڈال دو۔ پھر ایک دوسرے شخص کو حساب کیلئے پیش کیا جائیگا اور اس سے پوچھا جائے گا: "تو نے کون سی عبادت کی؟" وہ عرض کرے گا: "یا اللہ میں نے تیری راہ میں اپنا مال خرچ کیا تھا۔ میں زکوٰۃ دیتا رہا۔ صدقہ خیرات کرتا رہا۔" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: "تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے مال اس لیے خرچ کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور تیری

تعریف کریں تو لوگوں نے تجھے سخی کہا اور تعریف بھی کی" پھر حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں ڈال دو۔ تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک تیسرے شخص کو حساب کیلئے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالے اس سے پوچھے گا" تو نے دنیا میں کونسی نیکی کی؟" وہ عرض کرے گا" یا اللہ! میں نے قرآن کا علم حاصل کیا اور بہت تکالیف برداشت کیں۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا رہا" اللہ تعالے کا ارشاد ہوگا" تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو نے علم اس لیے سیکھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور تیری تعریف کریں۔ پس لوگوں نے تجھے عالم کہا اور تیری تعریف کردی" پھر حکم ہوگا کہ" اسے جہنم میں ڈال دو"

۳۔ قیامت کے روز لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے

وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ. قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ۔

ام المومنین ام عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ایک لشکر کعبۃ اللہ پر چڑھائی کرے گا جب وہ چٹیل میدان میں پہنچے گا تو ان کے اگلوں پچھلوں کو زمین میں دھنسا دیا جائیگا" ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ! ان تمام کو کیسے دھنسایا جائیگا جبکہ ان میں بعض دوکاندار ہونگے اور کچھ ان میں سے نہیں ہونگے" آپ نے فرمایا ان کے اول و آخر کو دھنسایا جائے گا پھر وہ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ بخاری شریف

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے نزدیک ایک لشکر کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے اور جب وہ ہموار جگہ میں پہنچے گا تو اللہ اس لشکر کے آگے اور پیچھے والوں کو زمین میں دھنسا دے گا۔ آخر کار جب قیامت کا وقت آجائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد جب تمام انسانوں کو زندہ کیا جائے تو انہیں بھی ان کی نیتوں کے مطابق

دوبارہ زندہ کیا جائے یعنی جیسی ان کی نیت تھی ویسی ہی وہ سزا پائیں گے

۴۔ اچھی نیت والوں کیلئے فرشتے دعا مانگتے ہیں

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَۃٍ تَزِیْدُ عَلٰی صَلَاتِہٖ فِیْ سُوْقِہٖ وَبَیْتِہٖ بِضْعًا وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً وَّذٰلِكَ اَنَّ اَحَدَھُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا الصَّلٰوۃَ لَا یَنْھَزُہٗ اِلَّا الصَّلٰوۃُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَۃً اِلَّا رُفِعَ لَہٗ بِھَا دَرَجَۃٌ وَحُطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃٌ حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَ فِی الصَّلٰوۃِ مَا کَانَتِ الصَّلٰوۃُ ھِیَ تَحْبِسُہٗ وَالْمَلٰئِکَۃُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِہِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ یَقُوْلُوْنَ: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ، مَالَمْ یُؤْذِ فِیْہِ مَالَمْ یُحْدِثْ فِیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز باجماعت کا ثواب، بازار یا گھر میں پڑھی جانے والی نماز کے ثواب سے پچیس اور کچھ درجے زائد ہے۔ اور یہ اسلئے کہ تم میں سے ایک جب اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کی نیت سے مسجد میں جاتا ہے کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہیں ہوتا تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے۔ اسکے بدلے میں اسکا درجہ بلند ہوتا ہے اور اس سے ایک گناہ مٹایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے مسجد میں داخل ہونیکے بعد جب تک نماز کی انتظار کرتا ہے نماز میں شمار ہوتا ہے اور جب تم سے کوئی نماز کی جگہ میں ہی بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کیلئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں جب تک کہ وہ کسی کو ایذا نہ دے اور بے وضو نہ ہو۔ فرشتے کہتے ہیں "یا اللہ! اسے بخش دے" "یا اللہ! اس کی توبہ قبول کر" (بخاری و مسلم)۔

فرشتے اللہ کی نیک مخلوق ہے جو برائی سے بالکل مبرا ہے اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص نماز قائم کرتے وقت بالکل صحیح نیت رکھتا ہے اور اس کے پیش نظر رضائے الٰہی کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے لیے فرشتے بھی اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ اس کی

یا الہیٰ اس بندے کی اخلاص نیت کی بنا پر اسے بخشش عطا کر۔ یہ انسان کیلئے بہت بڑا ہے کہ جس کیلئے فرشتے اللہ کے حضور دعا گو ہوں۔

۵۔ ایمان اور اعمال کیلئے اخلاص ضروری ہے

ایمان کے لیے اخلاص بہت ضروری ہے کیونکہ اخلاص ہی سے ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے ایک مرتبہ ایک صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ الْاِخْلَاصُ،

اے اللہ کے رسول ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اخلاص۔ بیہقی

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ فَارَقَ الدُّنْیَا عَلَی الْاِخْلَاصِ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ فَارَقَہَا وَاللّٰہُ عَنْہُ رَاضٍ۔

جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کیلئے اخلاص والا ہو، اور نماز پڑھتا ہو، اور زکوٰۃ دیتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ (ابن ماجہ)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے، تو میں نے عرض کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ

اے اللہ کے رسول مجھے کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تھوڑا کام بھی تم کو کافی ہوگا (ترغیب)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمال کیلئے اخلاص ضروری ہے۔

حکایت ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، تم نے کبھی میرے لیے بھی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا بار الہا! میں نے تیرے لیے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقات دیئے، تیرے آگے سجدے کئے، تیری حمد کی تیری کتاب کو پڑھا اور تیرا ذکر کرتا رہا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! نماز تیری دلیل، روزہ تیرے لیے ڈھال، صدقہ تیرے لیے سایہ، تسبیح تیرے لیے جنت میں درخت، کتاب کی قرائت تیرے

لیے جنت میں حور و قصور اور میرا ذکر تیرا نور ہے۔ بتا تو نے میرے لیے کیا عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب ذو الجلال! مجھے بتا! وہ کونسا عمل ہے جو میں تیرے لیے کروں؟ رب نے فرمایا تو نے کبھی میری وجہ سے کسی سے محبت کی؟ تو نے میری وجہ سے کبھی کسی سے دشمنی رکھی؟ تب موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ سب سے اچھا عمل اخلاص یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی رکھنا ہے۔

۶۔ برکات اخلاص

اخلاص میں بہت برکت ہے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ:۔

اِنَّمَا یَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعِیْفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَ صَلَاتِهِمْ وَ اِخْلَاصِهِمْ۔

اللہ تعالیٰ اس امت کی ان کے ضعیفوں کی دعاؤں، اور ان کی نمازوں، اور ان کے اخلاص کی برکت سے امداد کرتا ہے نسائی شریف

ایک اور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

طُوْبٰی لِلْمُخْلِصِیْنَ اُولٰٓئِكَ مَصَابِیْحُ الْهُدٰی وَتَنْجَلِیْ عَنْهُمْ كُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءَ۔

اخلاص والوں کے لیے خوشخبری اور مبارک ہو جو ہدایت کے چراغ ہیں، ان کے ذریعہ تمام سیاہ فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ بیہقی۔

خلوص نیت کے ساتھ کام کرنے سے دین و دنیا میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اہل اخلاص سے ہر کوئی محبت کرتا ہے۔

اخلاص کی برکت کا ایک واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ پہلے زمانے کے تین آدمی جا رہے تھے، رات کا وقت ہوا، ادھر بارش ہونے لگی، تو ان تینوں نے بارش سے بچنے کیلئے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ اختیار کی اتفاقاً اوپر سے ایک چٹان پتھر کی گری، جس سے غار کا منہ بند ہو گیا، تو ان لوگوں نے کہا اس بڑی چٹان سے نجات پانے اور بچنے کا سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، کہ تم اپنے نیک اور خالص عملوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، تو ان تین سے ایک نے کہا خدایا! میرا گزارہ صرف بکریوں پر تھا، بکریاں چراتا تھا، اور ان ہی کے دودھ سے تمام گھر والوں کی

پرورش کرتا تھا، چونکہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے، اس لیے میں ان سے پہلے کسی گھر والے کو دودھ نہیں پلاتا تھا، بلکہ پہلے ان کو پلاتا، پھر بال بچوں کو پلاتا، اتفاق سے ایک روز مجھے درختوں کے پتے لینے کیلئے دور جانا پڑا، اور میں اتنی دیر میں واپس آیا کہ والدین سو چکے تھے، میں نے حسب دستور دودھ دوہا، والدین کے حصہ کا دودھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ دونوں چونکہ سو گئے تھے، ادب کی وجہ سے جگانا مناسب بھی نہیں سمجھتا تھا، نتیجہ یہ ہوا، کہ دودھ کا کٹورا لیے میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا، کہ جب ان کی آنکھ خود بخود کھلے گی، تو دودھ پیش خدمت کروں گا، اسی انتظار میں صبح ہو گئی، اور میرے بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے، مگر ان کی میں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ جب یہ صبح کو بیدار ہوئے تو دودھ پیا۔ اے اللہ اگر میں نے اس کام کو تیری خوشنودی اور تیری رضا کے لیے کیا ہو، تو اس چٹان کو ہٹا دے چنانچہ اس اخلاص عمل کی وجہ سے فوراً وہ چٹان صرف اتنی ہٹی، کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے، اس لیے دوسرے کی باری آئی، اور دوسرے نے کہا، کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے، کہ مجھ کو اپنے چچا کی لڑکی سے محبت تھی، اور میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا، وہ بچتی رہی اور میرے قبضے میں نہیں آئی، یہاں تک کہ ایک سال، قحط سالی کے زمانے میں معاشی حالت خراب ہو گئی، بہت مجبور ہو کر وہ میرے پاس آئی، اور قرض کی درخواست کی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے، کہ وہ اپنے آپ کو میرے حوالہ کر دے، اور میری مراد پوری کر دے وہ اس کام پر رضامند ہو گئی، جب میں ہر طرح اس پر قابو پا چکا، اور اس برے کام کے لیے بالکل آمادہ ہو گیا، تو اس نے کہا اِتَّقِ اللّٰہ خدا سے ڈر جا، اور ناحق اس مہر کو مت توڑ، یہ تیرے لیے حلال نہیں، میں اس سے ہٹ گیا، حالانکہ مجھے اس سے بہت محبت تھی، اور ان اشرفیوں کو بھی بلا معاوضہ چھوڑ دیا۔ الٰہی! اگر میں نے اس کام کو محض تیری رضامندی کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کو ہم سے ہٹا دے، جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ چٹان کچھ اور ہٹ گئی، لیکن نکلنے کے قابل راستہ نہ ہو سکا، اس لیے تیسرے کی باری آئی اس نے کہا۔

اے اللہ! میں نے ایک مرتبہ مزدوروں سے کچھ کام لیا، سوائے ایک کے سب

کی مزدوری دے دی، وہ اپنی مزدوری کو چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کو زراعت پر لگا دیا، اور اس سے بہت ترقی ہو گئی، ایک زمانہ کے بعد وہ مزدور آیا، اور اپنی مزدوری طلب کی، میں نے اس سے کہا، کہ یہ سب کچھ اونٹ، گائے، بیل، بکریاں اور غلام وغیرہ سب تیرے ہیں، سب لے جا، اس نے کہا، اے اللہ کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا، جب اس کو یقین آ گیا، تب وہ سب کچھ لے کر چلا گیا، اے اللہ اگر میں نے اس کام کو تیری رضامندی کے لیے کیا ہو، تو اس چٹان کو ہٹا دے (تاکہ ہم باہر نکل جائیں۔ چنانچہ وہ چٹان اور ہٹ گئی، اور سب باہر نکل آئے (بخاری شریف)

حکایت ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ — حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بزرگ نے جواب دیا کہ — جو جو کچھ تو میں نے خالص راہِ خدا میں کیا تھا اسے نیکیوں کے پلڑے میں پایا (اور جو عمل اخلاص سے خالی تھا اسے یا تو گناہوں کے پلڑے میں پایا یا کہیں بھی نہ دیکھا) چنانچہ انار کا ایک دانہ جو میں نے ایک مرتبہ راہ میں پڑا دیکھ کر اٹھا لیا تھا نیکیوں کے پلڑے میں پڑا ہوا دیکھا۔ اور ایک بلی جو میرے گھر میں مر گئی تھی، وہ بھی اسی پلڑے میں دھری تھی۔ اور ایک ریشمی دھاگہ جو میں نے اپنی ٹوپی میں ٹانک لیا تھا، گناہوں کے پلڑے میں رکھا ہوا پایا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت سی ہوئی کہ میرا گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی (اور وہ بھی بلی کی طرح) میرے گھر میں ہی مرا تھا، مجھے نیکیوں کے پلڑے میں دکھائی نہ دیا۔ آخر میں نے خدا سے پوچھ لیا کہ — اے سبحان اللہ! بلی تو نیکیوں کے پلڑے میں ہو اور گدھا کہیں بھی نہ ہو؟ ارشاد ہوا — جہاں تو نے بھیجا تھا وہیں پہنچ گیا۔ یاد ہے کہ تو نے اس کے مرنے پر کہا تھا الی لعنت اللہ۔ اگر تو اس کی جگہ فی سبیل اللہ کہہ دیتا تو آج اسے بھی نیکیوں کے پلڑے میں دیکھتا۔ اسی طرح ایک مرتبہ میں نے خدا کی راہ میں صدقہ دیا تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ ضائع ہی گیا، کیونکہ نیکیوں کے پلڑے میں وہ بھی موجود نہ تھا) تب مجھے یاد آیا کہ ہاں ٹھیک ہے، کیونکہ جب میں صدقہ دے رہا تھا تو لوگ دیکھ رہے تھے اور ان کا وہ دیکھنا مجھے بڑا اچھا لگ رہا تھا! یہ باتیں جب صفیان ثوریؒ نے سنیں تو فرمایا — یہ تو دولت گرانمایہ

ہے جو اس کے ہاتھ آئی یعنی اسے نقصان زیادہ نہ پہنچا۔ (کیمیائے سعادت)

حکایت ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جہاد پر جا رہا تھا کہ راستے میں ساتھی نے جو کشتی میں ہمارے ساتھ سوار تھا، کہا کر ــــ یہ توبرہ میں فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی خریدنا چاہے تو۔ میں نے کہا لاؤ میں خرید لیتا ہوں، فلاں شہر میں بیچ دوں گا اور نفع حاصل کروں گا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو مرد (فرشتے) نیچے اترے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان میں سے تمام لوگوں کے نام لکھ لو کہ کون کس کام سے آیا ہے، فلاں کے بارے میں لکھو کہ غازی ہے، فلاں صرف تماشہ بینی کیلئے آیا ہے فلاں تجارت کے لیے آیا ہے، اور فلاں ریاکاری کے تحت آیا ہے۔ اتنے میں مجھ پر جو نگاہ پڑی تو کہا کہ ــــ اس کا بھی لکھ لو کہ تجارت کے لیے آیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اللہ کیجیے، میرے کام کو دیکھیے اور پھر یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ میرے پاس کون سا مال و اسباب تجارت کا ہے جو مجھے سوداگر ٹھہراتے ہو؟ میں آخر کون سی تجارت کے لیے آیا ہوں جواب ملا کہ ــــ اے شیخ! وہ توبرہ جو تو نے خریدا تھا تو کیا نفع کمانے کی نیت سے نہیں خریدا تھا؟ یہ سن کر میں رونے لگا اور کہا خدا کی قسم میں سوداگر نہیں ہوں۔ ان میں سے دوسرے نے کہا ــــ چلو اس کے دفترِ اعمال میں یوں لکھ دو کہ یہ جہاد کے لیے آیا تھا اور راستے میں منافع کمانے کے لیے اس نے ایک توبرہ خریدا تھا۔ پھر جو حکم اللہ تعالےٰ فرمائے سو فرمائے! اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ گھڑی بھر کا اخلاص بھی نجات کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن اخلاص سب سے بڑی نادر و کمیاب جنس، اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ علم تخم ہے، عمل کھیتی ہے اور اخلاص اس کا پانی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

۷۔ حالتِ مجبوری میں خلوصِ نیت کا اجر

وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ایک جنگ میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

فِی غَزَاۃٍ۔ فَقَالَ: اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ لَرِجَالًا مَّا سِرْتُمْ مَسِیْرًا وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ، حَبَسَھُمُ الْمَرَضُ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ "اِلَّا شَرِکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ"۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

وَرَوَاہُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِیْنَۃِ مَا سَلَکْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِیًا اِلَّا وَھُمْ مَّعَنَا، حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ۔

کے ہمراہ تھے کہ آپ نے فرمایا بے شک مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم جہاں بھی سفر کرتے یا کسی وادی سے گزرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں انہیں بیماری نے روک رکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے مگر وہ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں (مسلم)

بخاری نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے تو آپ نے فرمایا ہمارے پیچھے مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ ہم جس گھاٹی اور وادی کو عبور کرتے وہ ہمارے ساتھ ہوتے انہیں مجبوری نے روک رکھا ہے (بخاری شریف)

ایک غزوہ میں کچھ صحابہ بیماری کے باعث شریک نہ ہو سکے لیکن ان کی نیت تھی کہ اگر وہ تندرست ہوتے تو وہ ضرور شامل ہوتے تو ان کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں جہاد میں شامل ہونے کی نیت کا ثواب مل جائے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے، ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دیا ہو اور وہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہو، اور صلہ رحمی کرتا ہو، اور جانتا ہو کہ اس مال و علم میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے (ان دونوں کے حق ادا کرتا رہے) تو یہ افضل المنازل بڑے مرتبے کے لوگوں میں سے ہے، دوسرا وہ ہے کہ جس کو اللہ نے علم تو دیا، لیکن مال سے محروم ہو مگر اس کی نیت سچی ہو کہتا ہو، اگر میرے پاس مال ہوتا، تو میں بھی اس طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرتا جس طرح فلاں شخص خرچ کرتا ہے، تو یہ اپنی خالص نیت کی وجہ سے، اور پہلا شخص خرچ کرنے والا دونوں ثواب

میں برابر ہیں۔ تیسرا وہ شخص ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو، اور علم نہیں دیا، تو وہ اپنا مال بے قاعدگی کے ساتھ بے سمجھے بوجھے خرچ کرتا ہو، نہ اس میں خدا سے ڈرتا ہو، اور نہ حق والوں کے حق ادا کر کے صلہ رحمی کرتا ہو، اور نہ اس میں اللہ ہی کے حق کو جانتا ہو، بلکہ نذر ہو کر شراب و کباب، کھیل تماشا اور ناچ گانوں میں اڑاتا ہو، تو یہ سب سے بُرے مرتبے والا ہے، چوتھا وہ شخص ہے، جس کو خدا نے نہ تو مال دیا ہو نہ ہی علم، وہ کہتا ہے، کہ اگر میرے پاس مال ہوتا، تو میں فلاں شخص (قسم سوم) کی طرح خرچ کرتا، تو وہ اپنی بری نیت کی وجہ سے خود اور اس سے پہلا شخص دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ (ترمذی)

۸ اخلاص کا تعلق دل سے ہے

ترجمہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَامِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صورتوں کی طرف بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم شریف)

اخلاص کا تعلق دل ہی سے ہے اگر دل درست ہو اور نیت میں رضائے الٰہی ہو تو اخلاص ہوگا۔ یعنی جو بات دل میں ہو وہی ظاہر میں ہونی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ دل میں جو کچھ ہو اس پر اجر دیتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ابن العاص نے آپکو رسی سے باندھ دیا اور آپ کو تکلیف پہنچائی اور کہا کہ چھوڑا تو نے دین اپنے باپ دادوں کا اور اختیار کیا تو نے دین نیا پس نہ کھولوں میں تجھ کو جب تک نہ پھریگا تو اس دین سے۔ پس کہا حضرت عثمانؓ نے نہیں چھوڑوں گا میں یہ دین جب ان کے چچا نے انکا اخلاص اور ثابت قدمی دیکھی تو ان کو کھول دیا۔ آپ اللہ کے خالص بندوں میں سے ہیں آپ قطعی جنتیوں میں سے ہیں اور آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ یہ لوگ ہیں خاص اخلاص والے۔

حکایت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ وعظ کے دوران فرمایا کہ لوگو! میں نے اخلاص کی تعلیم ایک حجام سے حاصل کی ہے اس زمانے میں جبکہ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ میں نے ایک حجام کو دیکھا کہ وہ ایک امیر آدمی کی حجامت بنا رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا کے لیے میری بھی حجامت بنا دے۔ اللہ کا واسطہ سن کر حجام کے حال میں ایک تغیر پیدا ہوا۔ اور اس نے اسی وقت امیر کی حجامت چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دیئے۔ امیر بیچارہ بیٹھا یہ ماجرا دیکھتا رہا۔ میرے بال کاٹنے کے بعد حجام نے ایک کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں تھما دی۔ اور امیر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے پڑیا دیکھی تو اس میں ریزگاری تھی۔ میں نے دریافت کیا۔ بندۂ خدا! یہ کیا ہے۔ حجام نے کہا۔ یہ پڑیا رکھ لو۔ اپنی ضرورت میں خرچ کر لینا۔ مسافرت میں میرے مالی حالات ٹھیک نہیں تھے۔ اور میں بے حد ضرورت مند تھا میں نے پڑیا تو رکھ لی لیکن دل میں نیت کر لی کہ اللہ تعالیٰ جوں ہی کوئی سبیل لگائے گا میں اس کو اس احسان کا بدلہ ضرور دوں گا کیونکہ قرآن میں ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند دنوں بعد مجھ سے میرا ایک دوست آیا اور اس نے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی مجھ کو پیش کی۔ اشرفی کی تھیلی ہاتھ میں آتے ہی مجھے اپنا وہ عہد یاد آ گیا۔ اور وہ تھیلی لے کر اس حجام کی تلاش میں نکلا۔ تھوڑی بہت تلاش کے بعد وہ حجام مل گیا۔ میں نے وہ تھیلی اسے پیش کر دی۔ تھیلی دیکھ کر حجام سخت برہم ہوا۔ اس نے کہا۔ اے شخص! میں نے تیری خدمت صرف اس نام کی عظمت کا احساس کرتے ہوئے کی تھی۔ جس کا تو نے واسطہ دیا تھا۔ تو نے میرے مولا خالق اللہ رب العزت کا نام لیا۔ میں نے امیر کی ناراضی کی پرواہ نہ کی اور اس کی حجامت چھوڑ کر تیری خدمت میں لگ گیا۔ اب تو مجھے اس خدمت کا معاوضہ دینے آیا ہے۔ کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ خدا کے واسطے کام کرنے والا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔ میں معاوضہ لے کر اپنی نیکی اور خدمت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اشرفیوں کی یہ تھیلی اٹھا اور اپنی راہ لے۔ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ میں اس حجام کا اخلاص دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ ایک معمولی حجام عبادت کی اس روح سے آشنا ہے جس سے بڑے بڑے بھی بے خبر ہیں۔

۹۔ قتل میں نیت کا انجام

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْہِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ۔ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ، قَالَ اِنَّہٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِہٖ ؎

حضرت ابوبکر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان تلواریں لیے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (راوی فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قاتل تو واقعی جہنم کا مستحق ہے، مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی تو مقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ مسلم شریف

اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اگر ضد بازی میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی نیت سے تلواریں نکال تو اس طرح قتل ہونے والا اور قتل کرنے والا دونوں جہنم میں جائیں گے کیونکہ دونوں کے ارادے میں قتل کا فعل داخل ہو گیا۔ اس طرح دونوں جہنمی ہو گئے۔

حکایت بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک درخت ہے اور لوگ اس کی پرستش کیا کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسے خدا تصور کر لیا ہے۔ عابد کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا۔ فوراً تبر اٹھایا اور ساتھ بیٹھا، اور کہا کہ میں تو اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے جا رہے ہیں۔ راستے میں ابلیس ایک بوڑھے کے بھیس میں اس سے ملا اور پوچھا ـــــ اے مردِ عابد کہاں کے ارادے ہیں؟ عابد نے کہا کہ اس درخت کو اکھاڑنے کے لیے جا تا ہوں۔ ابلیس نے کہا ـــــ یہ خوب کہی۔ ارے بھائی تو عابد آدمی ہے جا اور حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ تجھے وہی کام جچتا ہے اور اسی میں تیری بہتری بھی ہے۔ عابد نے کہا جب تیر اس وقت تو

میری عبادت یہی ہے کہ اس درخت کا نام و نشان مٹاؤں۔ ابلیس نے کہا اچھا یہ بات ہے، تو پھر دیکھوں تو کیسے جاتا ہے؟ یہ کہہ کر عابد سے گتھم گتھا ہو گیا۔ عابد نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے کہا۔ اگر تو مجھے چھوڑ دے تو ایک پتے کی بات تجھے بتاؤں۔ عابد نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔ کہو کیا کہتے ہو؟ ابلیس نے کہا۔ سنو اے مرد عابد! اگر اس درخت کو کٹوانا ایسا ہی ضروری ہوتا تو کیا پیغمبر وقت موجود نہیں؟ اور کیا حق تعالیٰ انہیں یہ حکم نہیں دے سکتا تھا کہ اس درخت کو اکھاڑ دیا جائے؟ یہ حکم ہوتا تو وہ ضرور اکھاڑ بھی چکے ہوتے۔ تجھے اس بات کا حکم ہی کب دیا گیا ہے (جو اس قدر بے قرار ہوا جاتا ہے؟) پس اس ارادے سے باز آ۔ عابد نے کہا۔ ہرگز نہیں، میں ضرور یہ کام کر کے رہوں گا۔ ابلیس نے کہا۔ اچھا! تو پھر جانے تو میں بھی نہ دوں گا اور پھر لڑائی میں الجھ گئے۔ عابد نے پھر اسے چاروں شانے چت گرا دیا (اور اوپر ہو بیٹھا)۔ ابلیس نے کہا۔ اگر آپ کے چھوڑ دے تو ایک اور بات تجھے سمجھاؤں۔ اگر پسند نہ آئے تو جو تمہارے دل میں آئے کرتے رہنا۔ عابد نے چھوڑ دیا تو ابلیس نے کہا۔ اے عابد! آخر تو ایک درویش آدمی ہے۔ لوگ تیری خدمت کرتے رہتے ہیں۔ تیرے پاس اگر کچھ مال پڑا ہو تو دوسرے عابدوں کے حوالے کر دے کہ ان کے کام آئے (اور تجھے زبردست ثواب حاصل ہو)۔ اس درخت کو کاٹنے میں کیا دھرا ہے؟ اُن لوگوں کو تو درخت ہی کی پرستش کرنا ہے، تو کاٹ دے گا تو ان کا کچھ نہ بگڑے گا وہ اور درخت لگا لیں گے، پس چھوڑ اس خیال کو اور میں تجھے قول دیتا ہوں کہ ہر روز تیرے سرہانے دو دینار رکھ جایا کروں گا۔ عابد نے یہ سن کر دل میں سوچا کہ ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔ میں ایک دینار راہِ خدا میں صدقہ کر دیا کروں گا اور دوسرا اپنے کام میں لاتا رہوں گا۔ یہ بات اس درخت کاٹنے سے واقعی بہتر اور معقول تر ہے۔ اور پھر واقعی مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور بھی تو نہیں کیا گیا۔ میں پیغمبر تھوڑا ہوں کہ اس درخت کا اکھاڑنا میرے فرائض میں شامل ہو۔ اس سوچ بچار کے بعد عابد واپس گھر کی طرف چل دیا۔ اگلے روز صبح ہی صبح دو دینار سرہانے سے مل گئے۔ دوسرے دن بھی اور تیسرے دن بھی یہ سلسلہ

جاری ۔ ۱۔ اب تو بہت ہی خوش ہُوا کہ اچھا ہُوا اس درخت کو کاٹنے سے باز رہا۔ لیکن دیریہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ کیونکہ چوتھے دن اسے کچھ بھی نہ ملا۔ اس پر وہ سخت طیش میں آیا۔ پھر کلہاڑا لے کر درخت کاٹنے چلا۔ ابلیس نے پھر راستے میں آ لیا اور پوچھا ۔۔۔ آج پھر کدھر جاتے ہو؟ عابد نے کہا درخت کاٹنے جاتا ہوں (اور کہاں جاؤنگا)۔ ابلیس نے کہا ۔۔۔ تُو جھوٹا ہے اور خدا کی قسم اس درخت کو اکھاڑنا تیری طاقت سے باہر ہے۔ پھر دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ لیکن اس مرتبہ شیطان نے فوراً ہی عابد کو پچھاڑ دیا، اور اسے اس طرح مغلوب کر لیا کہ عابد بیچارہ اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ تب ابلیس نے کہا ۔۔۔ کہو اب واپس جاتے ہو یا ابھی بکری کی طرح تمہارا سر کاٹ کر کے پھینک دوں؟ عابد نے کہا مجھے چھوڑ دے، مَیں واپس چلا جاتا ہوں۔ لیکن مجھے اتنا بتا دے کہ اس سے پہلے دو مرتبہ مَیں کیوں اتنی جلدی تجھے مغلوب کر لیتا تھا اور اس مرتبہ اتنی آسانی سے تُو غالب آ گیا؟ ابلیس نے کہا ۔۔۔ بات یہ ہے کہ پہلے دونوں مرتبہ تیرا غصہ حق تعالےٰ کے لیے ہوتا تھا۔ اس لیے حق تعالیٰ مجھے تیرے ہاتھوں مغلوب کر دیتا تھا۔ کیونکہ ایسے کسی بھی شخص پر مجھے قابو حاصل نہیں ہوتا جو خاص اللہ کی راہ میں کوئی کام کر رہا ہو۔ لیکن جو شخص اپنی خواہش کی متابعت میں کوئی کام کر رہا ہو، وہ مجھ سے کیا مقابلہ کرے گا؟ چنانچہ اس مرتبہ تیرا غصہ تیری اپنی ذات کے لیے تھا اور دینار کی خاطر تُو لے اپنے سے باہر ہُوا جا رہا تھا۔ لہٰذا حق تعالےٰ نے تجھے میرا مسخر کر دیا۔ (کیمیائے سعادت)

۱۰۔ نیّت کے ثواب کی ایک مثال

وَعَنْ اَبِیْ یَزِیْدَ مَعْنِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ الْاَخْنَسِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ، وَھُوَ وَاَبُوْہُ وَجَدُّہٗ صَحَابِیُّوْنَ قَالَ: کَانَ اَبِیْ یَزِیْدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ

حضرت معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہم وہ خود ان کے والد اور دادا (تینوں) صحابی ہیں، فرماتے ہیں میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کرنے کیلئے نکالے اور مسجد میں

بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ نَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا۔ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكَ اَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ، وَلَكَ مَا اَخَذْتَ يَا مَعْنُ"

ایک آدمی کے پاس رکھ آئے، میں آیا اور انہیں اٹھا کر اپنے والد کے پاس لے آیا۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تیرا ارادہ نہیں کیا تھا پھر ہم اپنا جھگڑا لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یزید! تجھے تیری نیت کا ثواب ہوگا اور اے معن! جو تو نے لیا وہ تیرا ہے۔ (بخاری)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح کی نیت کی جائے اس کا اجر اللہ تعالٰی عطا کردے گا۔ بشرطیکہ نیت میں اخلاص ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنگ میں محاصرہ طول پکڑتا جا رہا تھا اسلامی لشکر کے سپہ سالار مسلمہ بن عبدالملک کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر قلعہ پر قبضہ کس طرح کیا جائے، موسم بھی ناموافق تھا اور اندیشہ تھا کہ اگر محاصرہ اور زیادہ طویل ہوگیا تو اسلامی لشکر پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اتفاق سے ایک دن قلعہ کی دیوار کا جائزہ لیتے لیتے مسلمہ کی نگاہ قلعہ کی دیوار کے ایک شگاف پر پڑی۔ بجلی کی طرح تیزی سے ایک ترکیب مسلمہ کے ذہن میں آئی۔ اگر کوئی سپاہی اس شگاف کے راستے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ کھول دے تو لشکر بہ آسانی قلعہ پر قبضہ کر سکتا ہے۔ سپہ سالار نے کئی سپاہیوں سے کہا کہ تم اس دراز کے راستے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے انتھک کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ علامہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک چہرے بدلا کا غیر معروف سپاہی آیا اور قلعہ میں گھس گیا۔ رات کا وقت تھا۔ پہریدار محو خواب تھے۔ سپاہی نے دروازہ کھول دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ لشکر پروگرام کے مطابق دروازے پر تیار ہی کھڑا تھا۔ فوراً قلعہ میں داخل ہوگیا اور قبضہ کر لیا۔ سپہ سالار سپاہی کی اس کارگزاری میں بے حد خوش ہوا۔ مگر وہ اس سپاہی کو پہچانتا تھا۔ نہ اس کے نام سے واقف تھا۔ اس نے اس سپاہی کو انعام و اکرام سے نوازنے کا ارادہ

کیا تھا۔ مگر سپاہی اپنا کام مکمل کرنے کے بعد خاموش تھا۔ مسلمہ بن عبد الملک کے حکم سے جب لشکر میں بار بار اعلان ہو چکا کہ جو سپاہی قلعہ کی دیوار کے راستے داخل ہوا تھا وہ سپہ سالار مسلمہ بن عبد الملک سے ملاقات کرے تو ایک شخص سپہ سالار کے خیمہ کے دروازے پر آیا اور دربان سے کہا کہ میں سپہ سالار سے ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نے اس غیر معروف سپاہی کو سپہ سالار کے سامنے پیش کر دیا۔ سپاہی نے مسلمہ سے کہا اگر آپ تین باتوں کا وعدہ کریں تو میں آپ کو بتا دوں کہ قلعہ میں داخل ہونے والا شخص کون تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ اس سپاہی کے نام سے خلیفہ کو آگاہ نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ اسے کوئی انعام نہیں دیں گے اور تیسرے یہ کہ آپ یہ دریافت نہیں کریں گے کہ وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ سپہ سالار نے جب وعدہ کر لیا تو سپاہی نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ میں اپنی اس خدمت کا اجر آخرت میں لینا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد سپہ سالار مسلمہ کی عادت ہو گئی کہ ہر نماز کے بعد دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد میرا حشر و نشر اسی سپاہی کے ساتھ کرنا کیونکہ اس لیے کہ جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے۔

۱۱۔ نیت کا ثواب

وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَّبِّہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِکَ۔ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں پھر انہیں بیان کیا۔ پس جو آدمی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک پوری نیکی (کا ثواب) لکھتا ہے۔ اور اگر ارادے کے ساتھ عمل

اللّٰہُ تبارک وتعالیٰ عندہٗ حسنۃً کاملۃً، وان ھمّ بھا فعملھا کتبھا اللّٰہ عشر حسنات الی سبع مائۃ ضعف الی اضعاف کثیرۃ، وان ھمّ بسیئۃ فلم یعملھا کتبھا اللّٰہ تعالیٰ عندہٗ حسنۃً کاملۃً، وان ھمّ بھا فعملھا کتبھا اللّٰہ سیئۃً واحدۃً۔"

بھی کرے تو دس سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور اگر برائی کا ارادہ کرے لیکن عملی جامہ نہ پہنائے تو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اسکے لیے ایک کامل نیکی (کا ثواب) لکھتا ہے۔ اور اگر ارادہ کے بعد عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ صرف ایک برائی تحریر فرماتا ہے۔ بخاری شریف

اس حدیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جب کوئی شخص نیک عمل کا ارادہ کر لیتا ہے مگر بعد میں اس سے وہ نیک عمل پایۂ تکمیل نہیں پاتا تو اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اسے ثواب عطا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے نیکی کا ارادہ کر لیا تھا یعنی اخلاص نیت کی بنا پر اسے ثواب مل گیا۔ اس کے برعکس گناہ کی سزا اس وقت تک نہیں دی جائیگی جب تک کہ گناہ سرزد نہ ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رعایت اور احسان ہے کہ اللہ ہر ممکن طرح چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق نیکیوں کی طرف مائل رہے۔

حکایت بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو ہمیشہ چوری کیا کرتا تھا آخر اس نے توبہ کی اور چوری سے برطرف ہوا پھر سوچا یقین ہے کہ توبہ کی برکت سے یہ گناہ تو میرا معاف ہوا ہوگا اب بطور کفارہ کے کچھ کرنا چاہیئے کہ زیادہ ثواب حاصل ہو تب اس نے یہ بات اختیار کی کہ تمام رات عبادت کرتا اور دن کو روزہ رکھتا بعد چند روز کے اس زمانہ کے پیغمبر کو وحی ہوئی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ تیری عبادت میری درگاہ میں قبول نہیں ہے کیوں عبث تکلیف اٹھاتا ہے۔ جب اس کو یہ حکم سنایا تب عبادت اور ریاضت زیادہ شروع کی۔ چنانچہ ہفتہ میں ایک مرتبہ کھاتا اور آٹھ پہر یاد الٰہی میں مصروف رہتا بعد چند روز کے پھر اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ اب اس میرے بندے سے کہہ دو کہ میں تجھ سے راضی اور خوشنود ہوا اور تیری عبادت میری درگاہ میں قبول ہوئی۔ تب اس نبی نے اس کو یہ پیغام الٰہی پہنچایا اور پوچھا کہ اے عزیز اب تو نے کون سا عمل خیر کیا جس کے

سبب سے تو مستحق رحمتِ الٰہی کا ہوا اس نے کہا میں نے کمال عجز و زاری سے جناب الٰہی میں عرض کی خداوندا تیرا ایک بندہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہتا ہے اور اس کو قطع نظر اور تکالیف کے کبھی درد تک نہیں ہوتا اللہ میں تیری درگاہ میں التجا و زاری اور عاجزی کرتا ہوں تیری بندہ نوازی اور غفاری سے کیا عجب ہے کہ مجھ کو محروم اور مردود نہ کرے۔ یہ دعا میری قبول ہوئی ہوگی۔

۱۲- اللہ کی رضا

وَعَنْ اَبِی اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ مَالِكِ بْنِ اُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ الْمَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ الْقُرَشِيِّ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰی وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَلَا يَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ، قَالَ لَا۔ قُلْتُ فَالشَّطْرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؛ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: الثُّلُثُ۔ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَوْ كَبِيْرٌ۔ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں، حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے مجھے سخت درد تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیماری شدت اختیار کر چکی ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں میں صاحبِ مال ہوں اور ایک لڑکی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ" نصف (مال) کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا "ایک تہائی ٹھیک ہے اور تہائی بھی زیادہ ہے" تمہارا اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ جانا ان کو نادار چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔ بلاشبہ تم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر خرچ کرو اس

اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ. قَالَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ؟ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً، وَلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ" يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ.

کا ثواب پاؤ گے یہاں تک کہ بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالو تو اس کا بھی اجر ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا میں اپنے دوستوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا اگر تم پیچھے رہو تو اس صورت میں اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کیلئے جو عمل کرو گے اس سے تمہارا درجہ بلند ہو گا۔ امید ہے کہ تم پیچھے رہو گے اور لوگ تمہاری زندگی سے فائدہ اٹھائیں گے اور کچھ لوگ تکلیف سے دوچار ہوں گے (پھر دعا مانگی) یا اللہ! میرے صحابہ کرام کی ہجرت کو پورا فرما۔ اور شکست سے دوچار نہ کر۔ البتہ سعد بن خولہ کی حالت قابل رحم ہے۔" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد بن خولہ کیلئے اظہار شفقت اس وجہ سے تھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے (بخاری شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے دوست کی ملاقات کیلئے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک فرشتہ ملا۔ فرشتے نے پوچھا: "کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

وہ شخص بولا "فلاں بھائی کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں"

فرشتے نے پوچھا: "کیا تجھے اس سے کوئی حاجت ہے؟" اس نے کہا نہیں۔

فرشتہ بولا: "آیا تیری اس سے کوئی قرابت (رشتہ داری) ہے؟" اس نے کہا نہیں

فرشتے نے دریافت کیا! "پھر تیرے اس کے پاس جانے کی کیا وجہ ہے۔؟"

اس نے کہا: "مجھے اس کے ساتھ محض اللہ کی خاطر محبت ہے ذکر وہ اللہ کا نیک

بندہ ہے) اور میں اللہ تعالیٰ (کی رضا کے) لیے جا رہا ہوں۔"

فرشتے نے اسے بشارت دی "مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ میں تجھے خوشخبری سناؤں کہ اللہ نے تجھے اپنا دوست بنا لیا اور تجھ پر جنت واجب کر دی ہے۔" (مسلم)

حکایت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاء اللہ کے سرداروں میں ہوتا ہے۔ آپ علم معرفت و حقیقت میں بے مثال اور شریعت و طریقت کے آداب و اصول سے واقف تھے۔ ہزاروں گمراہوں نے آپ کے ذریعہ راہ ہدایت پائی اور اپنی زندگی کو احکام الٰہی کے مطابق بنایا۔ آپ نے دن دین کی تعلیم اور راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بسر کیں۔ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بارالہا! مجھے بتا دے کہ جنت میں میرا ساتھی اور مصاحب کون ہو گا۔ جواب ملا۔ فلاں چرواہا۔ حضرت جنید حیران رہ گئے۔ صبح ہونے کے بعد اس چرواہے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور جب اس سے ملاقات ہو گئی تو دو تین دن اس کے ساتھ رہے اس کا حال دیکھنے کے بعد ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس چرواہے سے دریافت کیا بھائی! میں نے تو دیکھا ہے کہ سوائے پنج وقتہ نماز پڑھنے کے تم ایسا کوئی کام نہیں کرتے جو اس قدر قبولیت کا باعث ہو۔ شاید یہ بلند درجہ تمہیں تمہارے کسی باطنی معاملے کی وجہ سے ملا ہے؟ چرواہا مسکرایا اور کہا خواجہ جنید! میں ایک جاہل اجڈ آدمی ہوں میں نہیں جانتا کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے۔ میں تو ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ البتہ میرے اندر دو خصلتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کر دے اور انہیں میرے قبضے میں دیدے اور پھر یہ سب میرے ہاتھ سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے چلے جانے کا کوئی رنج و غم نہ ہو گا۔ دوسری یہ کہ کوئی میرے ساتھ وفا کرے یا جفا میں اس سے کوئی اثر قبول نہیں کرتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ بندہ بیچارہ تو صرف ایک ظاہری سبب ہے۔ خواجہ جنید! میں نے اپنا کام اپنے محبوب رب کے حوالہ کر دیا ہے۔ خواہ وہ مجھے اب زندہ رکھے یا مار ڈالے۔ اس کی مرضی پر راضی ہوں چرواہے

کا جواب سُن کر جنیدؒ کی سمجھ میں آگیا کہ اسے کیوں جنت میں جنیدؒ کا مصاحب بنایا گیا ہے۔ کیونکہ جس کی نیت میں خلوص ہو اس کے سامنے صرف رضائے الٰہی ہوتی ہے۔

اخلاص کے درجے

حضرت امام غزالی نے بیان کیا ہے کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ عالم کی دو رکعت نماز جاہل کی سال بھر کی نمازوں سے افضل ہے۔ کیونکہ جاہل کو اپنے اعمال کی آفتوں کی خبر ہی نہیں ہوتی اور اعمال میں اغراض کی جو ملاوٹ ہوتی ہے اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ اس کے نزدیک ہر عمل خالص ہوتا ہے۔ حالانکہ عبادت میں کھوٹ ویسے ہی ہو سکتا ہے جس طرح کہ سونے میں ہو سکتا ہے۔ اور سونے کو پرکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ صراف کو بھی غلطی لگ سکتی ہے۔ اور صرافِ کامل ہی اسے صحیح طور پر پرکھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ جاہل کے نزدیک تو سونے کا زرد ہونا ہی گویا اس کا خالص ہونا ہے۔

پس وہ اسباب جن کی بنا پر عبادت میں کھوٹ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اخلاص سے خالی رہ جاتی ہے تعداد میں چار ہیں۔ ان میں سے بعض بہت ہی پوشیدہ ہوتے ہیں اور ان کی گہرائی تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔ ہم ان کی وضاحت کے لیے انھیں ریا کے مدارج پر رکھ کر ان کا فرق بیان کرتے ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہے۔ اسی دوران میں لوگ وہاں آجاتے ہیں۔ تو شیطان اسے کہنے لگے کہ ذرا احتیاط سے نماز پڑھ تاکہ لوگ تجھے ہدفِ ملامت نہ بنا سکیں۔ یہ درجہ تو بالکل ظاہر ہے (یعنی اگر وہ اس کا کہا مان لے تو بالکل ہی ریاکار ہے۔)

دوسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی اس فریب کو پہچان لے اور شیطان کے مشورے سے حذر کرے (یعنی جیسے پڑھ رہا ہو ویسے ہی جاری رکھے) تو شیطان اسے یوں بہلائے فریب کرنا چاہے کہ نماز پڑھنا ہے تو اس طرح پڑھ کہ ایک نمونہ بن جائے یہاں تک کہ لوگ تیری تقلید و پیروی کرنے لگیں اور اس طرح سے تجھے ان کی اقتدا کا ثواب حاصل ہو۔ اب ہو سکتا ہے کہ نمازی اس نئے (اور زیادہ پرکشش) فریب میں آہی جائے

اور یہ بات اس کے ذہن میں نہ آسکے کہ لوگوں کی اقتدا کا ثواب تو اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے خضوع و خشوع اور خلوص کا نور لوگوں کے دلوں میں سرایت کر جائے۔ لیکن اگر وہ خود ان صفات سے محروم ہو اور لوگ اس کے نور سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ محض اس کے ظاہری اور ریاکارانہ عمل سے اس کو صاحب اخلاص تصور کر کے اس کی اقتدا کرنے لگیں تو ان کو اقتدا کا ثواب تو البتہ حاصل ہو جائے گا، لیکن اس کو تو ثواب کے بجائے (منافقت میں ماخوذ کر لیا جائے گا!

تیسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی یہ سمجھتا ہو کہ خلوت میں برملا نماز پڑھنے کے خلاف نماز پڑھنا منافقت میں شامل ہے۔ اور خلوت میں نماز اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش کرے تاکہ (اس طرح مشق ہو جانے کے بعد) لوگوں کے سامنے بھی اسی طرح یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہ درجہ بڑا ہی پوشیدہ ہے لیکن ریا سے پھر بھی خالی نہیں۔ تاہم یہ ریا اپنی ذات تک محدود ہے اس لیے کہ یہ شرم اسے صرف اپنے ہی آپ سے ہوتی ہے کہ تنہائی میں جماعت کے بغیر نماز پڑھے تاکہ جماعت میں بھی اسی طرح نماز ادا کر سکے لیکن تنہائی میں اس کا اس خیال کے تحت نماز پڑھنا اور یوں سمجھنا کہ وہ ریا سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گیا ہے درست نہیں کیونکہ اس کے ذہن میں جو تصور کارفرما ہے وہ بجائے خود ریا ہے۔

چوتھا درجہ انتہائی طور پر پوشیدہ ہے اور وہ یوں کہ وہ اس امر سے آگاہ ہو کہ خلوت ہو یا جلوت اگر خضوع و خشوع محض لوگوں کو دکھانے کے لیے ہو تو وہ بالکل بے کار ہے اور اس کی اس (رشاد؟) اِدر) آگہی کے باوجود شیطان اس کے کان میں یہ پھونک دے کہ عظمت الٰہی کا تصور کر اور یہ دیکھ کہ تو کھڑا کس کے حضور میں ہے۔ شاید تو بھول گیا ہے کہ اس کی عظمت کیا ہے؟ اور (بیچارہ) نمازی آخر اس دام فریب میں آہی جائے اور خاشع ہونے کی کوشش میں لگ جائے، اور لوگوں کی نظر میں آراستہ ہو جائے۔ اب اگر اس کے دل میں خلوت (تنہائی) میں یہ خطرہ پیدا نہیں ہوتا تو صرف لوگوں کے سامنے ہی اس کا احساس آخر کیوں؟ اس کی وجہ صرف ریاکاری ہی ہو سکتی ہے۔ اور لوگوں کے سامنے اس خطرہ کو رفع کرنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ آدمی اس وقت کی ہیبت و عظمت کو تصور میں لائے جب کہ لوگ باوجود ایک

ہی میدان میں یک جا ہونے کے ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے، پس چاہیے یہ کہ اسے یہ خیال ہی نہ گزرے تاکہ دیکھنے والے آدمی ہیں یا چوپائے ہیں یا کون ہیں، اور اگر اس میں ذرہ بھر بھی فرق اسے دکھائی دے تو خود ہی سمجھ لے وہ ابھی تک ریا سے خالی نہیں ہو سکا۔ اور یہ مثالیں جو ہم نے ریا کے باب میں بیان کی ہیں، ان میں سے بیشتر دھوکے اور فریب ان اغراض میں بھی پنہاں ہوتے ہیں، جن کا بیان سطور بالا میں کیا گیا ہے۔ اور جب تک کوئی شخص ان گہرائیوں کی تہ تک نہ پہنچے گا تب تک عبادت کا ثواب اسے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ تو فضول اپنے آپ کو ہلکان کرنا ہے ورنہ اس سے حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا اور سب کیا کرایا یونہی ضائع ہو جاتا ہے (کیمیائے سعادت)

اقوال صوفیاء

اخلاص کے بارے میں اولیاء اکرام اور صوفیاء عظام کے خیالات اور نظریات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ عمل کو عیوب سے اس طرح پاک و صاف نکال لینا اخلاص ہے جس طرح گوبر اور خون سے دودھ کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو ادریس خولانیؒ نے کہا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ہر حق کی ایک حقیقت ہے بندہ اخلاص کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کئے ہوئے عمل پر اپنی تعریف کو ناپسند نہ کرنے لگے (یعنی تعریف کو پسند نہ کرے)

۳۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی خاطر یا لحاظ سے عمل کرنا شرک ہے اور لوگوں کی خاطر اس کو ترک کر دینا ریا ہے، اخلاص یہ ہے کہ تم کو ڈر لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں کی سزا دے گا۔ اور یہی اخلاص کا بلند مقام ہے۔

۴۔ حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ نے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ اپنی اطاعت اور عمل کو خالص اللہ کے لئے کرے اور اطاعت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے اور اس کے کسی عمل میں ریاکاری نہ ہو۔

۵۔ حضرت حذیفہؒ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن کی یکسانیت کا نام اخلاص ہے۔ شیخ ابو یعقوب مکفوفؒ نے کہا ہے کہ جس طرح برائیوں کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح نیکیوں کو چھپانا اخلاص ہے۔ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ اپنے عمل (نیک) کو ہیچ و حقیر سمجھنا اخلاص ہے۔

۶۔ ابوالحسنؒ بوشنجی کہتے ہیں کہ اخلاص وہ چیز ہے جس کو نہ فرشتے لکھیں اور نہ شیطان اس کو بگاڑ سکے اور نہ کسی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔

۷۔ شیخ رُویمؒ نے کہا ہے کہ عمل سے نظر کا بلند ہو جانا اخلاص ہے (یعنی عمل پر نظر نہ رہنا) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اخلاص وہ جس کے ساتھ حق کا ارادہ کیا جائے یعنی جس کام میں محض حق کی طلب اور صداقت کا عزم ہو وہ اخلاص ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص یہ ہے جس میں خرابیوں کی آمیزش اور تاویلات جائز کی تلاش نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عمل جو مخلوق سے پوشیدہ ہو اور نقائص سے پاک ہو اس کا نام اخلاص ہے۔

۸۔ ایک قول کے بموجب اخلاص یہ ہے کہ اطاعتِ حق میں مخلوق کی خوشنودی کو نہ ملانا (یعنی مخلوق کی خوشنودی سے اطاعت حق کو الگ رکھنا) نہ مخلوق سے تعریف حاصل کرنے کے لئے، نہ کسی کی طرف سے محبت کے حصول کے لئے، نہ کسی کی طرف سے محبت کے حصول کے لئے (کہ کوئی اخلاص کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگے) نہ اس لئے عمل کرنا کہ مخلوق کی زبان سے ملامت اور مذمت کو رفع کر دے (یعنی بندہ کے عمل اور اخلاص کی بنا پر لوگ اس کی مذمت نہیں کریں گے)، کہا گیا ہے کہ مخلوق کی خاطر اور اس کے لحاظ و پاس سے اپنے عمل کو پاک رکھنا اخلاص ہے۔

۹۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے تھے کہ جب تک اخلاص میں سچائی اور استقلال نہ ہو اخلاص کی تکمیل نہیں ہوتی، اور جب تک سچائی اور صدق میں اخلاص اور دوام نہ ہو سچائی کامل نہیں ہوتی۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں، عوام کی مدح وذم دونوں اس کے لئے برابر ہوں، اپنے اچھے اعمال کو نہ دیکھنا، اچھے اعمال پر آخرت میں ثواب کی طلب کو فراموش کر دینا۔

ذوالنونؒ فرماتے ہیں:۔ اخلاص وہ عمل ہے جو انسان کو دشمن (یعنی نفس یا شیطان)

سے بچائے۔ تاکہ وہ اسے خراب نہ کر دے۔

۱۰۔ حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دونوں جہان میں اپنے اس عمل پر اجر کی امید نہ رکھے نہ دیکھنے والے دونوں فرشتوں سے (اجر کے) کچھ حصے کا خواستگار ہو (کہ وہ اس کے عمل کو لکھیں گے تو اس کو کچھ نہ کچھ اجر ملے گا)۔

۱۱۔ حضرت ابو عثمانؒ کہتے ہیں کہ خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھنے والا مخلوق کی طرف دیکھنا بھول جاتا ہے۔ یہی اخلاص ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے جس میں صرف حق مطلوب اور صدق مقصود ہوتا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال پر نظر رکھنے سے گریز اور اعراض اخلاص ہے۔

۱۲۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ اخلاص خدا اور بندے کے مابین ایک ایسا راز ہے جس سے نہ کوئی فرشتہ واقف ہے کہ اس کو لکھ سکے اور نہ شیطان اس سے آگاہ ہے کہ اس کو (اخلاص سے) روک سکے۔

۱۳۔ حضرت ابوبکر دقاقؒ فرماتے ہیں کہ ہر مخلص کو اپنے اخلاص کے دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کے اخلاص کو پسند فرما لیتا ہے تو پھر اس کے اخلاص کو اس کی نظر سے گرا دیتا ہے یعنی مخلص اپنے اخلاص پر نظر نہیں رکھتا۔ اس طرح وہ مخلص اپنے اخلاص کو اخلاص ہی نہیں سمجھتا۔ اس طرح وہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ حضرت سری سقطیؒ نے کہا کہ جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لئے ان چیزوں سے آراستہ ہو جو اس کے اندر موجود نہیں وہ اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے۔

۱۵۔ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا ہے کہ ایک اخلاص تو وہ ہے جس کے اندر نفس کا کوئی حصہ کسی حال میں نہ ہو۔ یہ عوام کا اخلاص ہے۔ خواص کا اخلاص وہ ہے کہ بغیر ارادہ خود بخود اعمال حسنہ کا صدور ہو۔ ان سے اطاعت کا ظہور بغیر قصد کے ہوتا ہے اور ان سے اس سلسلہ میں کوئی ایسی علامت ظاہر نہ ہو جس سے اس امر کا اظہار ہو کہ ان کو طاعت مد نظر تھی۔

۱۶۔ حضرت ابو سعید مراز کا قول ہے کہ اہل معرفت کا ریا اہل ارادہ کے اخلاص سے بہتر ہے۔ یعنی وہ اخلاص جو ارادہ سے ہو ان اہل معرفت کے ریا سے بھی کم تر درجہ کی چیز ہے۔

۱۷۔ حضرت سہلؒ بن عبداللہ کا ارشاد ہے کہ صرف مخلص ہی ریا کو پہچان سکتا ہے۔ ایک مرتبہ سہلؒ بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ نفس کے لئے سب سے زیادہ دشوار کیا چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا" اخلاص" اس لئے کہ نفس کے لئے اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص ایسی چیز ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس سے کوئی اور باخبر نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن عصر سے پہلے حضرت سہل بن عبداللہ کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ ان کے حجرے میں ایک سانپ ہے میں ایک قدم آگے بڑھاتا اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتا سانپ کا ڈر مجھ پر غالب آگیا تھا حضرت سہلؒ نے اندر سے آواز دی! کیوں ڈرتے ہو اندر آجاؤ جس کا ایمان غلط پر ہو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے پھر فرمایا کہ تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو! میں نے عرض کیا کہ ہمارے اور جامع مسجد کے درمیان ایک دن رات کی مسافت ہے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہو گئے ہم لوگ تھوڑے ہی دور چلے تھے کہ جامع مسجد سامنے نظر آنے لگی، ہم نے وہاں نماز جمعہ ادا کی پھر نکل آئے حضرت سہلؒ رک گئے اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ کلمہ توحید پڑھنے

۱۸۔ ابو یعقوبؒ سوسی کا قول ہے کہ جب تک لوگ اپنے اخلاص میں اخلاص دیکھتے رہیں گے یعنی اخلاص کا دعویٰ رہے گا) ان کا وہ اخلاص مد اخلوص کا محتاج رہے گا۔

حصّہ بارہ

ایثار

رضائے الٰہی کے پیش نظر دوسروں کی ضرورت کو اپنی ذاتی حاجت سے ترجیح دینا ایثار کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جس کا تعلق دل اور نیت سے ہے کیونکہ جب کوئی اپنی ضرورت کو پس پشت ڈال کر دوسرے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے تو اس وقت اللہ اس سے پوری طرح راضی ہوتا ہے اور اس کا وہ فعل بارگاہ رب العزت میں بڑا مقبول ہوتا ہے۔ اسلئے اسلام میں اس کی بے پناہ فضیلت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایثار کو اہل مدینہ کا وصف قرار دیا ہے کیوں کہ مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو وہاں پہلے سے رہنے والوں نے مہاجرین کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جس میں جذبہ ایثار قدم قدم پر نمایاں نظر آتا ہے۔ درحقیقت خود ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی ہر لحاظ سے مدد کی اس لیے اللہ کو ان کا ایثار بہت پسند آیا۔

۱ ایثار کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	اور اس مال میں اُن کا حق ہے جو ان سے پہلے سے مدینے میں رہتے تھے۔ اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے یہ اپنے دل میں اس کی خواہش نہیں پاتے، اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو۔ اُنہیں اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔ اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رہے۔ تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انصار کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے ہجرت کے موقعہ پر انہیں

اپنے گھر دیئے باغ دیئے کھیت دیئے اپنے کاروبار میں شامل کیا اور خود ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں مگر آنے والوں کو آرام پہنچایا پھر جب بنی نضیر کی زمین مسلمانوں کے ہاتھ آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انصاریوں کے سوا باقی ساری زمین مہاجروں کو دے دی تو انصار نے بصد احترام اس فیصلہ کو تسلیم کیا۔ اللہ تعالیٰ کو جب ان کی یہ عادت پسند آئی تو مندرجہ بالا الفاظ سے انکی حوصلہ افزائی کی۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں ایک روایت اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک مہمان آگیا۔ مہمان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ بہت بھوکا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشانہ نبوت ہی سے دریافت کروایا ہر گھر سے ایک ہی جواب آیا کہ پانی کے سوا گھر میں کچھ نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص آج کی رات اس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ ایک انصاری کھڑے ہو گئے عرض کیا حضور میں انکو اپنا مہمان بناؤں گا اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے بیٹھک میں مہمان کو بٹھلایا اور گھر میں جا کر اپنی اہلیہ سے دریافت کیا۔ گھر میں کھانے کو کچھ ہے بیوی نے کہا۔ صرف بچوں کا کھانا ہے۔ صرف بچوں کا کھانا ہے لیکن صرف ایک آدمی کے کھانے کو کافی ہے تو بیوی سے کہا بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو لیکن اس سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جو بیوی نے کہا۔ اس لیے ہمارے رواج کے مطابق میزبان کو مہمان کے ساتھ کھانا پڑتا ہے۔ اور کھانا صرف ایک آدمی کو کفایت کر سکتا ہے۔

انصاری سوچ میں پڑ گئے۔ ذہن تیزی سے کام کرنے لگا ایک بہت اچھی ترکیب ذہن میں آئی۔ بیوی سے کہا۔ نیک بخت! ایک تدبیر کرو وہ یہ کہ جب دسترخوان پر کھانا لگا دیا جائے تو چراغ کی بتی ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ بجھا دے پھر میں سب سنبھال لوں گا۔ بیوی نے کہا ٹھیک ہے۔ دسترخوان پر کھانا لگا دیا گیا۔ میزبان نے مہمان کو دعوت طعام دی۔ جب کہ مہمان دسترخوان پر بیٹھ گیا تو انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا کی بندی ذرا چراغ تو ٹھیک کر دے۔ یہ صحیح طور پر لو نہیں دے رہا ہے بات تو پہلے ہی سے طے شدہ تھی۔ بیوی نے چراغ کی بتی درست کرنے کے بہانے سے ہاتھ بڑھایا اور کمرہ تاریک

تھا میزبان نے کہا۔ اللہ کے بندے کھانا شروع کریں۔ دوبارہ چراغ جلانے اور بتی کو درست کرنے میں کافی دیر ہوگی۔ مہمان نے عرب کے رواج کے مطابق کہا۔ پہلے آپ بسم اللہ فرمائیں۔ اور میزبان نے شروع کر دیا۔ مگر کھانا کہاں شروع کیا یہ تو صرف کھانا کھانے کی آواز تھی جو انصاری کے منہ سے نکل رہی تھی۔ مہمان کھانے میں مصروف رہا اور غریب سمجھتا رہا کہ میزبان بھی شریک طعام ہے۔ انصاری بھوکا بیٹھا ہے اور دستر خوان پر کھانا بھی رکھا ہوا ہے۔ مگر مجال نہیں کہ ایک لقمہ منہ میں چلا جائے۔ صرف منہ سے کھانا کھانے کی آواز نکل رہی ہے۔ بشریت کا کمال اور ایثار کا ایک ایسا نمونہ ظاہر ہو رہا ہے جس کی مثال تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اپنی بھوک کو مار رہا ہے۔ اپنی خواہشات کو کچل رہا ہے کہ ایک دینی بھائی شکم سیر ہو جائے۔ بھوک سے بلکتے بچے اب سو چکے ہیں ماں کی ممتا بھی اگرچہ آڑے آئی کہ یہ مومنانہ کردار کے اظہار کا موقع ہے۔ وہ مومن ہی کیا جو اپنے بھائی کے لیے ایثار نہ کر سکے اپنی خواہشات اپنی طلب اور اپنے طبعی وفطری تقاضوں پر اپنے بھائی کی خواہشات اور طلب کو ترجیح نہ دے سکے۔ انصاری کی بھوک ماں کی ممتا اور خاندان کے آرام کی خواہش سب شکست کھا کر رہ گئے میں کہ تقاضائے ایمان غالب آگیا ہے۔ مہمان شکم سیر ہو گیا۔ اور دستر خوان اٹھا لیا گیا تو چراغ کی لو بھی ٹھیک ہو گئی اور مکان کا ہر گوشہ بھی روشن ہو گیا۔ مگر چہرے سے زیادہ انصاری کا سینہ اور اس کی نیک بخت بیوی کا دل نور ایمان سے منور تھا۔ صبح ہوئی۔ انصاری اپنے مہمان کے ساتھ نماز میں حاضر ہوا۔ مسلم شریف میں ہے کہ نماز کے بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "رات تم نے جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا ہے۔"

۲۔ ایثار اہل تقویٰ کے اوصاف کا خاصہ ہے کیونکہ متقیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اخلاص اور جذبہ ایثار کے تحت اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کریں۔ تاکہ اللہ ہر طرح سے راضی ہو۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○	تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور سنو اور تعمیل کرو۔ اور خرچ کرتے رہو کہ یہ تمہارے اپنے ہی حق میں بہتر ہے۔ اور جو شخص اپنے بخل طبعی سے بچا رہے۔ تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (پ ۲۸ التغابن ۱۶)

اس آیت سے بھی جذبہ ایثار کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں ایثار دراصل انسان کے اپنے لیے ہی بہتر ہوتا ہے اس لیے اللہ کے خاص بندے بننے کیلئے جذبہ ایثار پر کاربند رہنا چاہیے۔ کیوں کہ ایثار میں دین و دنیا کی فلاح مضمر ہے۔

۳ ۔ جذبہ ایثار کا تقاضا ہے کہ اللہ کی راہ میں دوسروں کی تکلیف دور کرنے کے لیے قیمتی سے قیمتی چیز دینے سے دریغ نہ کیا جائے۔ اور دنیا کی اشیاء کی محبت رضائے الٰہی میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○	آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیاں۔ اور قبیلے والے اور وہ مال جو تم نے کمائے۔ اور وہ تجارت جس کے بند ہو جانے سے ڈرتے ہو۔ اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو ذرا صبر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (تم پر) بھیجے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (پ ۱۰ التوبہ ۲۴)

اس آیت میں اس طرح ایثار کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ کی خاطر ماں باپ اولاد اور عزیز و اقارب کی محبت کو بھی قربان کرنا پڑے تو کر دو۔ گھر بار کاروبار چھوڑنا پڑے تو بھی چھوڑ دو۔ کیوں کہ اللہ کی رضا کے لیے ہر اس چیز کو ترک کرنا ضروری ہے جو رضائے الٰہی میں رکاوٹ بنے۔

۴ ۔ ایک اور مقام پر ایثار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بڑے جامع الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ — جب تک تم اپنی پیاری چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، بھلائی ہرگز حاصل نہیں کر سکتے (پارہ ۴ آل عمران ۹۲)

اس آیت میں جذبہ ایثار کی تعریف بڑے عمدہ طریقے سے بیان کی گئی ہے کہ انسان اس وقت تک اس خاص نیکی یعنی راستہ کو حاصل نہیں کر سکتا جس سے اللہ کی خاص رحمت اور روایت کا راز حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ ہے اللہ کی راہ میں محبوب اشیا کا ایثار اس لیے رضائے الٰہی کے لیے پسندیدہ مال و متاع جسم و جان اور جاہ و منصب وغیرہ کے ایثار سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

احادیث ایثار و سخاوت

ایثار اور سخاوت کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی حسب ذیل ہیں

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد: "بلاشبہ صدقہ (خیرات) اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا اور بری موت سے بچاتا ہے"۔ ترمذی

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "بیوہ عورتوں اور حاجت مندوں کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اجر و ثواب میں مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے"۔ مسلم

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد سخی ہے۔ سخاوت کو پسند فرماتا ہے اور عمدہ اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور گھٹیا اور نکمے اخلاق کو برا جانتا ہے"۔ بیہقی

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "بدترین طعام، ولیمہ کا وہ طعام ہے، جس کے لیے امیروں کو دعوت دی جائے اور مساکین کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔ موطا امام محمد

۵۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "اے ابن آدم! تیرے لیے ضرورت سے زائد مال کا خرچ کر دینا بہتر ہے اور اسے روک کے رکھنا برے نتائج کا حامل ہے"۔ (مسلم، ترمذی)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم! تو (مستحقین پر راہ خدا میں) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا"۔ (یعنی تیری آمدنی مال و رزق میں

فراخی کردوں گا۔) بخاری

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "مؤمن کے سوا کسی سے مصاحبت (دوستی) نہ کر اور تیرا طعام سوائے پرہیزگار شخص (متقی) کے کوئی دوسرا نہ کھائے" ترمذی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "جہنم کی آگ سے بچو۔ اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑا (کے خیرات کرنے) سے ہی ہو۔ اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کہہ کر بچو" (بخاری، مسلم)۔

۸۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو رزق تجھے عطا کیا گیا ہے اسے چھپا کر نہ رکھ اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے اس میں بخل سے کام نہ لے" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہو سکے گا؟" فرمایا: "یا تو یہ روش اختیار کرنی ہوگی یا جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا" (طبرانی فی الکبیر، ابو نعیم، حاکم)

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "مسکین وہ نہیں جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک یا دو کھجوریں (دوسرے دروازے پر) لوٹا دیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس ضروریات پوری کرنے کیلئے پیسے بھی نہیں اور نہ اس کی ظاہری حالت ایسی ہے کہ آسانی سے کسی کو اس کی حاجت مندی معلوم ہو جائے اور اس کی مدد کر دی جائے اور نہ وہ چل پھر کر لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے" یعنی پیشہ ور بھکاریوں کو صدقہ خیرات دینا باعث اجر و ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ بخاری

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "ہر مسلمان پر صدقہ خیرات کرنا لازم ہے" صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی: "اے اللہ کے نبی! جس کے پاس صدقہ خیرات کرنے کیلئے کچھ بھی نہ ہو" (تو وہ کیا کرے) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرے۔ پھر خود کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے" صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی: "اگر وہ یہ نہ کر سکے" (یعنی وہ محنت مزدوری کے قابل نہ ہو تو؟) فرمایا: "تو وہ حاجت مند مظلوم، عاجز کی مدد کرے" صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی: "اگر وہ یہ نہ کر سکے؟" (یعنی اس میں یہ طاقت نہ ہو تو؟) فرمایا: "تو اسے چاہیے کہ نیک کام کرتا رہے اور برائی سے باز رہے تو بلاشبہ اس کا اس طرح کرتے رہنا اس کیلئے صدقہ کے حکم میں ہے" (بخاری)

۱۱۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "اللہ تعالٰی قیامت کے دن فرمائے

گا۔" اے ابن آدم! میں بیمار پڑا تو تو میری عیادت کو نہ آیا۔" تو ابن آدم جواب دے گا۔
"پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا جب کہ تو سارے جہانوں کا رب ہے"۔ اللہ فرمائے
گا"کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا اور تو اس کی عیادت کو نہ گیا۔ اگر تو اس کی
عیادت کو گیا ہوتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا کھلانے
کو کہا، تو تو نے مجھے کھانا بھی نہ کھلایا۔؟" وہ کہے گا:" اے رب! میں تجھے کھانا کس طرح کھلاتا
جب کہ تو خود ہی سارے جہانوں کا پالنے والا ہے"۔ اللہ فرمائے گا:" کیا تجھے نہیں معلوم
کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانے کو مانگا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو
نے اسے کھانا کھلا دیا ہوتا تو اس (کھانے) کو میرے پاس پا لیتا۔ اے ابن آدم! میں
نے تجھ سے پانی پلانے کو کہا تو تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔؟" وہ کہے گا" پروردگار! میں تجھے
کیسے پانی پلاتا جب کہ تو سارے جہانوں کا رب ہے"۔ اللہ فرمائے گا:" میرے فلاں
بندے نے تجھ سے پانی پلانے کی درخواست کی تھی تو تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔ اگر
تو نے اسے پلا دیا ہوتا تو اس (پانی) کو میرے پاس پا لیتا"۔ (مسلم)

۱۲۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" میں نے عرض کی:" یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم: میں اپنی توبہ قبول ہونے کے شکرانہ میں اپنے مال کو اللہ کی طرف اور اس
کے رسول کی طرف صدقہ کر کے اس سے علیحدہ (دستبردار) ہوتا ہوں"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا:" تو اپنا کچھ مال اپنے لیے رہنے دے (سارا مال صدقہ میں نہ دے)
کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے"۔ میں نے عرض کی:" تو پھر میں اپنا وہ حصہ جو مجھے خیبر سے
ملا ہے وہ رہنے دیتا ہوں"۔ (بخاری)

۱۳۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:" ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے"۔
صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسے کچھ میسر ہی نہ
ہو وہ کیا کرے"؟ فرمایا:" اپنے ہاتھوں سے کام کرے اور پھر خود کو بھی فائدہ پہنچائے
اور صدقہ بھی کرے"۔
صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر اس پر بھی اسے

کچھ نہ ملے۔؟" فرمایا: "کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرے" عرض کی گئی: "اگر اس سے یہ بھی نہ بن پڑے؟" فرمایا: "ایسی صورت میں اسے چاہیئے کہ خود اپنا طرزِ عمل ٹھیک رکھے اور برائی سے بچتا رہے کہ یہی اسکے حق میں صدقہ قرار پائے گا" (بخاری، مسلم)۔

۱۴ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اس کو بات کرنے کی مہلت ملتی تو (ضرور) صدقہ (خیرات) کرتی، تو کیا اگر میں اس کیطرف سے صدقہ (خیرات) کروں تو اس کو ثواب ملے گا۔؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "ہاں"! ۔ (بخاری)

۱۵۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "آدمی کا ہر (نیک) سلوک صدقہ (خیرات) میں داخل ہے۔ آدمی جو کچھ اپنی جان پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے وہ بھی اس کے حق میں صدقہ ہی لکھا جاتا ہے۔ آدمی اپنی عزت بچانے کی خاطر جو خرچ کرے وہ بھی صدقہ ہے اور انسان کسی طرح کا (جائز) خرچ کرے اللہ پر اس کا اجر دینا ضروری ہے"

(بخاری، مسلم، بیہقی در شعب)۔

۱۶۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "ایک درہم ایسا ہوتا ہے جو ایک لاکھ درہم سے افضل ہوتا ہے" صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی: "یہ کب ہوتا ہے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص کے پاس دو درہم ہوں اور وہ ایک درہم اللہ کی راہ میں دے دے تو یہ ایک درہم اس لاکھ درہم سے زیادہ افضل ہے کہ جو شخص بہت مال رکھتا ہو اور اس میں سے ایک لاکھ درہم دے دے"۔

۱۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص (صفوان بن امیہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کیا: "ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں ہیں یہ سب مجھے دے دیجئے" دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل بکریوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام بکریاں اس کو عطا فرمادیں۔ اس نے اپنی قوم میں جا

کر کہا: " اے میری قوم! تم اسلام قبول کر لو۔ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی سخاوت کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔" (مشکوٰۃ)۔

۱۸۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ اُحد کو دیکھا تو فرمایا: " اگر یہ پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے (تو بھی) میں پسند نہیں کروں گا کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے بجز اس دینار کے جسے میں ادائے قرض کے لیے رکھ چھوڑوں۔" (بخاری)

۱۹۔ ایک روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور سلام پھیرتے ہی حضور گھر میں تشریف لے گئے۔ اور پھر جلد ہی واپس تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تعجب ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: " مجھ کو نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے۔ اس لیے جا کر اسے تقسیم کر دینے کے لئے کہہ آیا ہوں۔" (بخاری)۔

۲۰۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: " صدقہ دو۔"
ایک شخص نے عرض کی: " یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس ایک دینار ہے۔" فرمایا: " اس کو اپنی جان پر خرچ کر۔" اس نے عرض کی: " میرے پاس ایک اور ہے۔" فرمایا: " اس کو اپنی بیوی پر خرچ کر۔" وہ بولا: " میرے پاس ایک اور ہے۔" فرمایا: " اس کو اپنی اولاد پر خرچ کر۔" اس نے عرض کی: " میرے پاس ایک اور ہے۔" فرمایا: " اس کو اپنے خادم پر خرچ کر۔" اس نے کہا: " میرے پاس ایک اور ہے۔" فرمایا: " اس کی نگاہ تجھے زیادہ ہے۔" یعنی جہاں اچھا موقعہ دیکھو وہاں خرچ کرو۔ (ابوداؤد)

۲۱۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: " جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا، اس بستی سے اللہ کی حفاظت و نگرانی کا وعدہ ختم۔" (مسند امام احمد)

ایثار اور اسوۂ رسولؐ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار مثالی ہے اور آپؐ کی زندگی کے ہر پہلو میں جذبہ ایثار بہت نمایاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ اکرام اور دیگر حضرات کے لیے ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ اگر کوئی شخص آپؐ سے کوئی چیز طلب کرتا تو آپؐ اسے عطا فرما دیتے اگرچہ آپ کو اس کی خود ضرورت ہی کیوں نہ ہوتی۔ اسوۂ رسول میں ایثار کی مثالیں بے شمار ہیں ان میں چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چادر کا واقعہ آپؐ نے ایک چادر ضرورت کے باوجود سائل کو دے دی اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فَقَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لِاَكْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهٗ فَقَالَ فُلَانٌ : اُكْسُنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا فَقَالَ نَعَمْ " فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ : مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت ایک بنی ہوئی چادر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اسے لے لیا۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے تو وہ چادر آپ نے باندھ رکھی تھی۔ ایک آدمی نے عرض کیا یہ کس قدر خوب صورت ہے مجھے عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا "ہاں" آپ مجلس میں تشریف فرما رہے پھر واپس تشریف لے گئے اس کو لپیٹا اور اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ صحابہ کرام نے کہا تو نے اچھا نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورتاً اسے پہنا تھا پھر تو نے مانگ لیا۔

اِلَیْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهٗ وَعَلِمْتَ اَنَّهٗ لَا یَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ: اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهٗ لِاَلْبَسَهَا، اِنَّمَا سَأَلْتُهٗ لِتَكُوْنَ كَفَنِیْ۔ قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهٗ۔

حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے اس نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے اسے پہننے کے لیے نہیں مانگا بلکہ اپنے کفن کیلئے مانگا ہے حضرت سہل فرماتے ہیں چنانچہ وہ چادر اس کا کفن بنی۔ بخاری شریف

۲۔ زائد سواری دینے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے زائد چیز کو حاجتمند کو دینے کی تلقین کیا کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے ضرورت سے زائد سواری دینے کی اس طرح تلقین فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ لَهٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَهٗ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَا ظَهْرَ لَهٗ، وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَهٗ" فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم ایک سفر کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے جس کے پاس سواری نہیں۔ اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ اس آدمی کو دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔ آپ نے مختلف اقسام مال کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ زائد چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں (مسلم شریف)

۳۔ کھلانے میں ایثار کی تاکید کھانا کھاتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایثار کی تاکید کی ہے۔

عَنْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو

"طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ کَافِی الثَّلَاثَۃِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَۃِ کَافِی الْاَرْبَعَۃِ"

دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے۔ اور تین کا کھانا چار کو کفایت کرتا ہے۔ مسلم شریف

۴۔ اشعری قبیلہ کے لوگوں کی عادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ اکرام کو ایثار کی رغبت دلانے کے لیے اشعری قبیلہ کے لوگوں کے ایثار کی عادت بیان کی تاکہ مسلمانوں میں جذبہ ایثار بیدار رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِیَالِہِمْ بِالْمَدِیْنَۃِ جَمَعُوْا مَا کَانَ عِنْدَہُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْہُ بَیْنَہُمْ فِیْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِیَّۃِ فَہُمْ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُمْ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشعری قبیلہ کے لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب جنگ میں انکا زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ طیبہ میں انکے اہل وعیال کی خوراک کم رہ جاتی ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں۔ پھر ایک برتن میں باہم تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (مسلم شریف)۔

۵۔ ایثار خاصۂ نبوت تھا

حضرت خدیجہؓ نے آپ کے ایثار کے بارے میں ایک مرتبہ بیان کیا کہ

اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (بخاری)

آپ تعلق کو جوڑتے اور ناتواں کا بوجھ اپنے اوپر لے لیتے اور جو چیز ان کے پاس نہ ہوتی وہ لا کر انہیں دیتے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے مشکل میں حقدار کی مدد کرتے۔

۶۔ حضرت فاطمہ کو ایثار کی تاکید

حضرت فاطمۃ الزہرا سے آپ بہت شفقت کیا کرتے تھے اور وہ آپ کو اس قدر عزیز تھیں کہ وہ جب بھی آتیں تو محبت سے ان کیلئے کھڑے ہو جاتے پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے ان کا وقت

اکثر تنگی اور عسرت میں گزرتا۔ سرتاج الانبیاء کی بیٹی ہونے کے باوجود گھر میں کوئی کام کاج کرنے
والی خادمہ نہ تھی بلکہ گھر کا سارا کام کاج خود کیا کرتی تھیں خود چکی پیستیں اور خود پانی کا مشکیزہ بھر کر
لاتیں چکی پیستے ہوئے ہاتھوں پر گھٹے پڑ جاتے۔ اور مشکیزہ اٹھانے سے جسم پر نشان پڑ گئے۔
ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں خود حیاء کے باعث کچھ نہ عرض
کی لیکن حضرت علیؓ نے ان کی طرف سے التجا کی۔ کہ فلاں غزوہ میں چھ کنیزیں آئی ہیں ان میں سے
ایک کنیز دے دی جائے تاکہ گھر کا کام باآسانی سرانجام پائے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اصحاب
صفہ کا انتظام نہیں ہوا اور جب تک انکا بندوبست نہ ہو جائے میں اس طرف توجہ نہیں کر
سکتا۔ (سنن ابوداؤد)

کمال سخاوت کا واقعہ

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین کے خراج میں ایک لاکھ درہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا: "اس کو مسجد میں ڈال دو۔"

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور
تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور عرض کی:
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس مال میں سے دیجئے۔ کیونکہ جنگ بدر کے دن میں
نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کرایا تھا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے فرمایا: "(جس قدر چاہتے ہو اپنے ہاتھ سے) لے لو۔" حضرت عباس رضی اللہ
عنہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں (بہت سا مال) ڈال لیا۔ جب اٹھانے لگے تو نہ
اٹھا سکے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی علیہ وسلم آپ کسی سے فرما دیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔" حضرت عباس رضی
اللہ عنہ نے عرض کی: "آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔"

حضور علیہ السلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میں اسے نہیں اٹھاتا۔" اس پر حضرت عباس رضی
اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور روانہ ہوئے حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے اور حضور ان کی طمع

پر تعجب فرماتے تھے۔ الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ سارا مال اسی وقت لوگوں کو بانٹ کر دے دیا چنانچہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے اٹھے تو ایک بھی درہم باقی نہ رہا تھا۔ (بخاری)

۸۔ ایک صحابی کو اونٹ عطا کرنے کا واقعہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ "ذات الرقاع" میں گیا۔ جب واپسی ہوئی تو چونکہ میرا اونٹ نہایت کمزور اور لاغر تھا۔ اس لیے میں بار بار لشکر کے پیچھے رہ جاتا تھا۔" ایک مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا: "اے جابر! کیا بات ہے جو تو پیچھے رہ جاتا ہے۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا اونٹ لاغر ہے۔ وہ لشکر کی سواریوں کے برابر چل نہیں سکتا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اس کو بٹھا۔" میں نے اونٹ کو بٹھایا۔ تو فرمایا: "کسی درخت سے ایک لکڑی توڑ کر مجھے دے دے۔" میں نے ایک لکڑی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کردی۔ فرمایا: "اب تو اونٹ پر سوار ہو جا۔"

میں سوار ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لکڑی اونٹ کو تین چار مرتبہ ماری۔ پھر وہ اونٹ اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ مجاہدین کی اچھی اچھی سانڈنیوں سے بھی آگے نکل جاتا تھا۔ میں اونٹ کی رفتار کو کم کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر چلتا رہا اور حضور سے باتیں کرتا رہا۔ اچانک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اے جابر! تم یہ اونٹ میرے ہاتھ فروخت کرتے ہو؟"

میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ اونٹ بلا معاوضہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔" فرمایا: "یوں نہ فروخت کرو۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو پھر اس کی قیمت بھی آپ ہی بتائیں؟" فرمایا: "ایک درم میں لیتا ہوں۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو بہت تھوڑی قیمت ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اچھا دو درم لے لو۔"

میں نے عرض کی: "یہ بھی کم ہے۔" یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاتے بڑھاتے ایک اوقیہ تک پہنچے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قیمت پر آپ راضی ہیں؟"

فرمایا: "ہاں: میں راضی ہوں۔" میں نے عرض کی تو بس یہ اونٹ آپ کا ہو چکا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "یہ اونٹ میں نے خرید لیا۔" جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور میں اپنے گھر آ گیا۔ اگلی صبح میں وہ اونٹ لے کر گھر سے روانہ ہوا۔ اونٹ کو مسجد نبوی کے دروازے پر باندھ کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بیٹھ گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو دریافت فرمایا، "یہ اونٹ کیسا ہے۔" لوگوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اونٹ جابر لیکر آیا ہے۔"

فرمایا: "جابر کہاں ہے۔" جب میں حاضر ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اے میرے بھائی کے بیٹے اونٹ کو لے جاؤ۔ یہ تیرا ہی ہے۔" اور پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جابر کو لے جا کر اسے ایک اوقیہ دے دو۔" حضرت بلال نے مجھے ایک اوقیہ سے بھی کچھ زیادہ دے دیا۔ اس دن سے میرے مال میں اسقدر برکت ہوئی کہ میں بہت بڑا مالدار بن گیا۔" (ابن ہشام)

۱۰۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار خیال

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد (پہاڑ) کی طرف تشریف لے چلے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اے ابوذر!" میں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: "آج جو لوگ زیادہ (مال و دولت) رکھتے ہیں کل قیامت کے دن وہی مفلس ہوں گے بجز ان کے جو ایسا کریں۔ آپ نے اپنے ہاتھ دائیں بائیں اور سامنے پیچھے چلاتے ہوئے کہا۔ اور ایسے لوگ کم ہی ہوں گے۔" اور پھر فرمایا: "ابوذر۔" میں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان۔" فرمایا: "مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ میرے پاس اُحد جتنی دولت ہو اور میں اسے راہِ خدا میں خرچ بھی کرتا رہوں لیکن مروں تو اس میں سے دو قیراط (بلا خرچ کئے ہی) چھوڑ جاؤں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کی مراد دو قنطار سے ہے؟" فرمایا نہیں دو قیراط پھر فرمایا: "ابوذر! تم زیادہ کی طرف جاتے ہو اور میں کم کی طرف۔ (ترمذی)۔

قرض کی ادائیگی کیلئے اللہ کی خصوصی مدد

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ہوازنی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ کی کیا کیفیت تھی؟"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے وفات تک ان کے خزانہ کا انچارج رہا ہوں۔ آپ کے مالی امور میری تحویل میں تھے جب کوئی حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ مجھ سے موجودات سے متعلق دریافت فرماتے۔ جو کچھ موجود ہوتا، میں عرض کر دیتا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے، اس سائل کو اس قدر دے دو۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کر دیتا۔ اگر کچھ موجود نہ ہوتا اور کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آجاتا تو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے، اسے اتنی رقم یا راشن یا کپڑا دیا جائے، تو میں کسی سے قرض لیکر اس کی تعمیل کر دیتا تھا۔"

ایک روز ایک مشرک تاجر نے مجھ سے کہا: "اے بلال! میرے پاس گنجائش ہے تم میرے سوا کسی دوسرے سے قرض نہ لیا کرو۔" اس کے بعد میں اسی سے قرض لیا کرتا۔ ایک دن میں وضو کرکے اذان دینے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی تاجر کچھ دوسرے مشرک تاجروں کے ہمراہ آ رہا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر بولا: "او حبشی!" میں نے کہا: "میں حاضر ہوں" اس نے ترش روئی کے ساتھ میری نسبت کچھ سخت الفاظ کہے اور بولا: "کچھ معلوم ہے؟ وعدے میں کتنے دن باقی ہیں۔" میں نے کہا: "ہاں! وعدے کا دن قریب آرہا ہے" وہ بولا: "صرف چار دن باقی ہیں اگر اس مدت میں تو نے قرض ادا نہ کیا، تو تجھ کو غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا جیسے کہ تو پہلے چرایا کرتا تھا۔" یہ سن کر میں متفکر ہوا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عشاء کے بعد حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ میں وہیں حاضر خدمت ہوا۔ عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان، جس مشرک تاجر سے میں قرض لیا کرتا تھا، اس نے مجھ سے اس طرح کہا ہے۔ آپ کے پاس یا میرے پاس اس وقت ادائیگی قرض کے لیے کچھ موجود نہیں۔ وہ مجھ کو رسوا کرے گا۔ آپ اجازت دیں تو میں بھاگ کر کسی مسلمان قبیلے میں جا رہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کچھ سامان کر دے گا تو واپس آ جاؤں گا۔"

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا۔ تلوار، ڈھال تھیلا اور جوتا اپنے سرہانے رکھ لیا۔ صبح کاذب کے وقت میں چلنے ہی لگا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دوڑا چلا آتا ہے۔ اس نے میرے پاس پہنچ کر کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو یاد فرما رہے ہیں۔" میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ چار اونٹ لدے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں اجازت لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرض ادا کرنے کا سامان کر دیا۔ تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے۔" میں نے عرض کی: "ہاں: یا رسول اللہ: (صلی اللہ علیہ وسلم)" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ غلہ، کپڑے اور جو بھی سامان آیا ہے سب تیری تحویل میں ہے۔ سب چیزیں بیچ کر قرض ادا کر دو۔"

میں نے حکم کی تعمیل کر دی اور پھر مسجد میں آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادائیگی قرض

کا حال پوچھا، تو میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب قرضہ ادا ہوگیا۔ کچھ باقی نہیں رہا" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "کچھ سامان بچ بھی رہا؟" میں نے عرض کی: "ہاں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بچ بھی گیا ہے" فرمایا: "مجھے اس سے سبکدوش کرو۔ جب تک یہ ٹھکانے نہیں لگے گا، میں گھر نہیں جاؤں گا" نماز عشاء کے بعد مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلایا۔ باقیماندہ سامان کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی: "وہ میرے پاس ہے۔ کوئی سائل ہی نہیں ملا" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری رات مسجد میں گذار دی۔ گھر نہ گئے۔ اور دوسرے دن بعد نماز عشاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر مجھے بلایا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور اللہ کا شکر کیا۔ کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ موت آجائے اور وہ سامان میرے پاس موجود ہو۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ (ابوداؤد)۔

واقعات ایثار

مالی اخلاقی اور جسمانی ایثار کے چند واقعات حسب ذیل ہیں

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جذبہ ایثار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ: "لشکر مجاہدین کی تیاری کے لیے چندہ دیں" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے مجھے نہایت مسرت ہوئی۔ اس لیے کہ ان دنوں میں کافی مالدار تھا۔ میں نے دل میں کہا: "آج میں اس کار خیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ضرور سبقت لے جاؤں گا کیونکہ اس سے پہلے میں کبھی بھی ان پر سبقت حاصل نہ کر سکا تھا۔ میں خوشی خوشی اپنے گھر آیا اور اپنے تمام مال کا نصف حصہ لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اے عمر: (رضی اللہ عنہ) اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو"؟

میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جس قدر مال لایا ہوں اسی قدر اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔"

دریں اثنا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور اس شان سے کہ اپنا تمام مال و متاع اور گھر کا سارا ساز و سامان اٹھا کر لے آئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اے ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟"

انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں۔"

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

یہ ماجرا سن کر میں کہہ اٹھا: "ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) پر میں کسی کارِ خیر میں ہرگز سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔" (مشکوٰۃ)

۲ حضرت عمر فاروق کا جذبہ ایثار

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کہیں سفر کو روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں آپ بہودیوں کے ایک گاؤں میں پہنچے۔ آپ نے دریافت کیا: "آیا یہاں کسی مسلمان کا گھر بھی ہے؟" جواب ملا: "ہاں! یہاں ایک بدّو مسلمان رہتا ہے جو بیحد غریب ہے۔" آپ اس کے ہاں پہنچے، اس غریب بدّو نے اپنی بیوی سے کہا: "ایک مہمان آگیا ہے، اس کے کھانے کا کچھ انتظام کرو۔" بیوی نے جواب دیا: "گھر میں سوائے جَو کے تھوڑے سے آٹے کے اور کچھ نہیں ہے۔"

شوہر بولا: "کہیں سے گندم کا آٹا ادھار لے آؤ۔" بیوی نے پاس پڑوس سے گندم کا آٹا ادھار لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ گھر آکر اپنے شوہر سے بولی: "گندم کا آٹا تو کہیں سے نہیں مل سکا۔" مجبوراً جَو کی تین روٹیاں پکا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی گئیں۔ آپ نے سوچا کہ اس شخص کے تین بچے ہیں اور دونہ میاں بیوی خود، یہ پانچ ہوئے اور چھٹا میں شامل ہو گیا ہوں اور روٹیاں صرف تین ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے چھٹا حصہ یعنی

آدھی روٹی خود کھا کر باقی واپس کر دیں کہ خود کھائیں اور بچوں کو کھلائیں۔ جب آپ رخصت ہونے لگے تو فرمایا: "تم کسی دن مدینہ آنا اور عمر کا نام پوچھ کر مجھے ملنا۔"

کچھ مدت بعد اس بدو کی بیوی نے اصرار کیا کہ مدینہ جا کر عمر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ وہ شخص مدینہ پہنچا اور آپ سے ملا۔ اسوقت آپکا تجارتی قافلہ مدینہ میں پہنچ رہا تھا۔ بہت سے اونٹوں پر مال لدا ہوا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ سب اونٹ بمعہ مال و دولت اس بدو کو بخش دیئے وہ بدو اپنی خوش بختی پر نازاں و فرحاں واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا اور عرض کی: "یارسول اللہ! (صلے اللہ علیہ وسلم) آیا میں نے اس میزبان بدو کی میزبانی کا حق ادا کر دیا۔" سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر (رضی اللہ عنہ) حق تو شاید اس ایک لقمہ کا بھی ادا نہ ہوا، کیونکہ اس غریب نے تمہاری مہمان نوازی کے لیے اُدھار لینے سے بھی دریغ نہ کیا تھا، اور اپنی بساط سے زیادہ تمہاری خدمت کی تھی، لیکن تمہارے لیے اونٹوں کی قطار مال و متاع سمیت دے دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایثار کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو گزارہ کے لیے زمین کے قطعات عطا فرمائے تھے۔ (یہ قطعات زمین، فتح خیبر کے بعد جنگ خیبر میں شریک تمام صحابہ میں تقسیم کئے گئے تھے) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو زمین آئی اس کا نام "ثمغ" تھا۔ اس کے علاوہ یہود بنی حارثہ سے بھی انکو ایک قطعہ زمین حاصل ہوا تھا اس کا نام بھی "ثمغ" تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کے یہ دونوں قطعات اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے اور اس وقف میں یہ شرائط مقرر کر دیں "یہ زمین نہ فروخت ہوگی، نہ ہبہ کی جائے گی، نہ وراثت میں منتقل ہوگی، جو کچھ اس سے حاصل ہوگا، وہ فقراء، ذوی القربیٰ، غلاموں اور مہمانوں کا حق ہے۔" بخاری

(۳)۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو چوکیدارہ کے طور

پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا۔ دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا۔ ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المؤمنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے۔ ان صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتادو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ عورت کو ولادت کا وقت قریب ہے درد زہ ہو رہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے۔ انہوں نے کہا کوئی نہیں آپؓ وہاں سے اٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لیے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے، آپؓ نے فرمایا۔ ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے۔ اس کو درد زہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں اور کیوں نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی ہی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو، تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو۔ وہ لیکر چلیں حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہو لیے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپؓ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے ابالے، گھی ڈالا۔ اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی۔ اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دیکر عرض کیا۔ امیر المؤمنینؓ! اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونیکی بشارت دیجئے۔ امیر المؤمنینؓ کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گھبرائے۔ آپؓ نے فرمایا۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ عورت کو بھی کچھ کھلا دیں۔ حضرت ام کلثومؓ نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دیدی۔ حضرت عمرؓ نے اس بدو سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ۔ رات بھر تمہاری جاگتے میں گذر گئی۔ اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لیے انتظام کر دیا جائے گا۔ ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں، کوئی معمولی حیثیت کا مالدار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے

اس طرح بیوی کو رات کو جنگل میں لے جائے اور خود اپنے آپ چولھا دھونک کر پکائے۔

۲۔ حضرت عثمان غنی کی شانِ سخاوت

(۱) خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں قحط پڑا لوگ بہت پریشان تھے۔ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آج شام تک اللہ تمہاری پریشانی دُور کردے گا۔" چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ غلّے سے لدے ہوئے آئے۔ مدینہ منورہ کے تاجر غلّہ خریدنے کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "یہ بتاؤ کہ ملک شام سے یہ غلّہ جو میرے پاس آیا ہے تم اس پر کس قدر نفع دو گے" تاجروں نے کہا: "دس روپیہ کے غلّہ پر دو روپے۔" حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: "مجھے اس سے زیادہ ملتا ہے۔" آخر ہوتے ہوتے ان تاجروں نے کہا: "جو مال آپ نے دس روپے میں خریدا ہے اس کی قیمت پندرہ روپے دیں گے۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔"

تاجروں نے تعجب سے کہا: "وہ زیادہ دینے والا کون ہے۔ مدینہ کے تاجر تو ہمیں لوگ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے ایک روپیہ کے مال کی دس روپے قیمت مل رہی ہے۔ کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟" تاجروں نے انکار کردیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم لوگوں کو میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب غلّہ اللہ کی راہ میں فقراءِ مدینہ کو دے دیا۔"

(۲) جب سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے اور مکّہ سے اصحابِ رسول بھی ہجرت کرکے آگئے تو میٹھے پانی کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ علیہم الرضوان کو بڑی تکلیف تھی صرف ایک میٹھا کنواں تھا جس کا نام "بیر رومہ" تھا۔ اور یہ کنواں ایک یہودی کے قبضہ میں تھا وہ اس کا پانی جس قیمت میں چاہتا تھا بیچتا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "جو شخص اس کنویں کو خرید کر اللہ کی راہ میں وقف کردے اسکو جنت ملے گی۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کردیا۔

۳ ۔ مسجدِ نبوی پہلے بہت چھوٹی تھی ۔ ایک زمین اس کے قریب بک رہی تھی ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جو شخص اس زمین کو خرید کر میری مسجد میں شامل کر دے ، اس کو جنت ملے " حضرت عثمان ذو النّورین رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار یا پچیس ہزار روپے میں خرید کر مسجد میں شامل کر دی ۔

۴ ۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چار دن کے پے درپے فاقے پیش آ گئے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کئی بورے آٹے کے اور کئی بورے گیہوں اور کئی بورے چھوہاروں کے ، ایک بکری کا گوشت اور تین سو روپے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے گھر بھیج دیئے اور اس کے ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ : "کھانا تیار کرنے میں دیر ہوگی ۔ میں پکا ہوا کھانا بھی بھیجتا ہوں " چنانچہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کرا کر بھیجا ۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام جب مسجد سے گھر تشریف لائے تو اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا سے پوچھا : " یہ کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے آئیں "؛ اُمّ المؤمنین (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی : "یا رسول اللہ ! (صلے اللہ علیہ وسلم) عثمان (رضی اللہ عنہ) نے بھیجی ہیں " حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا : " یا اللہ ! میں عثمان سے راضی ہوں ، تو بھی اس سے راضی رہ "۔

۵ ۔ غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا : "سب لوگ مسجدِ نبوی میں جمع ہوں " مسلمان جمع ہو گئے تو آپ نے جہاد کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی اور ترغیب دی کہ مسلمان جہاد کی تیاری کے لیے مالی حصہ لیں ۔ حضرت عثمانِ غنی ذو النّورین رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی : "یا رسول اللہ ! (صلے اللہ علیہ وسلم) میں ساز و سامان سے لدے ہوئے ایک سو اونٹ پیش خدمت کرتا ہوں " حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے خطبہ جاری رکھا ۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی : " یا رسول اللہ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دو سو اونٹ بمعہ ساز و سامان پیش خدمت کرتا ہوں " حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے خطبہ جاری رکھا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسری مرتبہ کھڑے ہوئے ، اور عرض کی : " یا رسول اللہ ! صلے اللہ علیہ وسلم میں تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان پیش خدمت کرتا ہوں " حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام منبر سے اتر آئے اور فرمایا : "عثمان (رضی اللہ عنہ) کے اس عمل کے بعد

انہیں آخرت میں اور کس چیز کی ضرورت ہے جو نجات کیلئے درکار ہو" یہ دو بار ارشاد فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ حضرت علیؓ کا واقعہ ایثار

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں کڑاکے کا فاقہ گذرا، آپ نے ایک یہودی سے کچھ اُون لیا تاکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اُسے بُنیں جب بُن چکیں تو اس کی مزدوری میں تین صاع گیہوں ملا۔ پہلے دن ایک صاع گیہوں لے کر سیّدہ (رضی اللہ عنہا) نے پیسا اور روٹیاں پکائیں۔ جب آپ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور بچوں سمیت کھانے بیٹھیں، تو ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا، "اے اہلِ بیتِ نبوّت! میں مسکین ہوں، اللہ کے نام پر مجھے کچھ کھلاؤ" چنانچہ وہ چند روٹیاں جو پکی تھیں اُسے دے دی گئیں۔ دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع گیہوں پیسے اور روٹیاں پکائیں جب سب کھانے بیٹھے تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:۔

"اے اہلِ بیتِ نبوّت! میں ایک یتیم ہوں، خدا کے نام پر مجھے کچھ کھلاؤ" ساری روٹیاں اسے دے دی گئیں۔ تیسرے دن پھر وہی ماجرا گذرا۔ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا گیہوں پیس کر روٹیاں پکا چکیں تو کسی نے دروازہ پر صدا دی کہ" اے اہلِ بیتِ نبوّت! میں اسیر ہوں، بھوکا ہوں، خدا کے لیے مجھے کچھ کھلاؤ" اور ساری روٹیاں اسے دے دی گئیں۔ سب نے پانی پی پی کر رات گذار دی لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھوک کی شدت سے نڈھال ہونے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسالتمآب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات سے دریافت فرمایا تو سب کے ہاں یہی جواب ملا کہ "عدم برکت ہے"۔

اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ وہ بھی بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ کسی نے کہا "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوریں ہیں۔ اس کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ لیکن وہاں بھی نہ ملیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "یہ ٹوکری لو اور اس کھجور کے درخت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے، اپنی

کھجوروں سے ہمیں شکم سیر کردے " اللہ کے حکم سے کھجوریں گرنے لگیں۔ سب لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھائیں، اور بچوں کو کھلائیں۔ اس واقعہ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ (نزہتہ المجالس)

۴۔ ہجرت کے موقعہ پر حضرت علیؓ حضور رسول اللہ صلعم کے بستر پر سو رہے تاکہ اگر دشمن حضورؐ کو قتل کرنے کی کوشش کریں تو وہ آپؐ کی خاطر قربان ہو جائیں۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اپنے دو مقرب فرشتوں جبرئیلؑ اور میکائیلؑ سے کہہ رہا تھا کہ تمہیں بھی تو میں نے ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ اور ایک کی عمر دوسرے سے درازتر کی ہے، لیکن تم میں سے کون ہے جو اپنی عمر دوسرے پر نثار کرنے کو تیار ہو؟ ان دونوں نے اپنی اپنی عمر کی درازی کی درخواست کی۔ حق تعالیٰ نے کہا ۔۔۔ تم ایسا کیوں نہ کر سکے جیسا کہ علیؓ نے کیا ہے۔ اسے بھی تو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھائی ہی بنایا ہے۔ لیکن وہ اپنی جان قربان کے لیے اپنے بھائی کی جگہ سویا ہوا ہے پس ابھی زمین پر جاؤ اور اس کی جان کی حفاظت کرو۔ چنانچہ وہ دونوں (فرشتے) زمین پر اتر آئے۔ جبرئیلؑ ان کے سرہانے اور میکائیلؑ پائنتی کیطرف کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے واہ وا اے ابوطالب کے بیٹے! کہ تیری تعریف حق تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے کی اور یہ آیت نازل فرمائی ۔۔۔ " اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر بنہایت مہربان ہے "۔

۵۔ انصار مدینہ کا ایثار

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت فرما ہوئے اور مدینہ پاک میں مکہ سے مہاجرین آ گئے، تو بے روزگار ہونے کی وجہ سے ان کی گذران تنگی سے ہونے لگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہاجرین کی آبادکاری کے سلسلہ میں یہ اقدام فرمایا کہ مدینہ کے مسلمانوں (انصار) سے ان مہاجرین کا بھائی چارا کرادیا۔ یعنی ہر انصاری کو ایک۔ ایک مہاجر سپرد کیا کہ بحیثیت بھائی کے اپنے مکان میں رکھے اور اس کے لیے خورد و نوش کا انتظام کرے۔ اسے "مواخات" کہتے ہیں۔ انصار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل اور اخوتِ اسلامی کے جذبہ

میں بھائی چارے کی وہ مثال قائم کر دکھائی جس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی محال ہے۔

ہر انصاری نے اپنے مکان، جائیداد، زمین اور مال و متاع میں اپنے مہاجر بھائی کو برابر کا شریک کر لیا اور آدھا حصہ بانٹ کر دے دیا۔ لیکن مہاجرین نے بھی نہایت خودداری کا ثبوت دیا اور شکریہ کے ساتھ انصار بھائیوں کی جائیدادوں پر قبضہ کر لینے کے بجائے سب کچھ واپس کر دیا اور خود محنت مزدوری کر کے گذر اوقات کرنے لگے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مواخات کے تحت) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) مہاجر کو حضرت سعد بن ربیع انصاری (رضی اللہ عنہ) کا بھائی بنا دیا، تو حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) سے کہا: "انصار میں میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، میں اپنا مال بانٹ کر نصف آپ کو دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے ایک کو جو آپ پسند کریں، میں طلاق دیتا ہوں۔ عدت گذرنے پر آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔"

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ کے اہل اور آپ کا مال آپ کو مبارک ہو، کیا یہاں کوئی بازار تجارت (منڈی) ہے؟" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا "ہاں! ہے"۔ اور انہیں "بنو قینقاع" بازار کا پتہ بتایا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صبح منڈی گئے۔ شام کو منافع کا پنیر اور مکھن ساتھ لائے۔ اسی طرح روزانہ منڈی میں جاتے اور تجارت کرتے رہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مالدار بن گئے اور انہوں نے شادی بھی کر لی۔ ایک دن عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے بدن پر خوشبو لگی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: "یہ کیا ہے۔" عرض کی: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: "مہر کتنا دیا۔" عرض کی: "پانچ درہم بھر سونا۔" فرمایا: "ولیمہ دو، خواہ ایک بکری ہو۔" بخاری شریف

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا واقعہ ایثار

جب آیۃ صدقہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ لانے لگے۔ جب کوئی صحابی زیادہ مال لاتا تو منافق کہتے، دیکھو تو سہی یہ شخص دکھلانے کیلئے کتنا مال لے آیا ہے۔ اور جب کوئی غریب صحابی تھوڑا مال لیکر آتا تو کہتے بھلا اسکو صدقہ دینے کی کیا ضرورت تھی یہ جو تھوڑا سا مال لے آیا ہے۔ اللہ کو اسکی کیا پرواہ ہے۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور عرض کی "یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میرا کل مال آٹھ ہزار درہم تھا۔ چار ہزار تو یہ راہِ خدا میں حاضر ہے اور چار ہزار میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے رکھ لیے ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "جو تم نے دیا اللہ اس میں بھی برکت فرمائے اور جو روک لیا اس میں بھی برکت فرمائے۔"

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوئے، عرض کی:

"یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں نے آج رات پانی کھینچنے کی مزدوری کی۔ اس کی اجرت دو صاع کھجوریں ملیں۔ ایک صاع تو میں اپنے گھروالوں کے لیے چھوڑ آیا اور ایک صاع راہِ خدا میں حاضر ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوش ہو کر اس کی قدر و منزلت دکھلانے کے لیے فرمایا: "ان کھجوروں کو جمع شدہ مال و متاع کے ڈھیر کے اوپر ڈال دو۔"

منافقین نے اس پر طعن کی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت میں یہ آیۃ مبارکہ نازل فرمائی

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔	"وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں۔ اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان سے ہنستے ہیں (اور صدقہ کی قلت پر عار دلاتے ہیں) اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

ان آیات کے نازل ہونے سے جب منافقین کا نفاق کھل گیا اور مسلمانوں پر ظاہر ہوگیا

تو منافقین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے لیے بخشش کی دعا فرمائیں" اس پر یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی :

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔

"تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔ اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا یہ اسلئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔"

۷ بے مثال ایثار کا مظاہرہ

سنہ ۴ ہجری میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ بنی نضیر کو ان کی سازشوں اور شرارتوں کی بنا پر جب جلا وطن کر دیا تو ان کے اموال (اراضی اور نخلستان) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضے میں آ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں بنی نضیر کی اراضی اور نخلستان تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دوں۔ اس صورت میں مہاجرین تمہارے گھروں میں بدستور رہیں گے اور تمہارے اموال میں بھی حصہ دار رہیں گے اور اگر چاہو تو یہ اموال مہاجرین کو بانٹ دوں، اس صورت میں مہاجرین تمہارے گھروں سے اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔"

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی :

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تمام جائیداد آپ مہاجرین کو بانٹ دیں۔ اس صورت میں بھی مہاجرین ہمارے گھروں میں بدستور رہیں گے اور ہماری جائیداد میں بھی شریک رہیں گے۔"

یہ سن کر تمام انصار بول پڑے: "یا رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس پر راضی ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "یا اللہ! تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما۔" آپ نے بنو نضیر کی اراضی اور نخلستان مہاجرین کو بانٹ دیئے۔

سنہ ۷ ہجری میں جب خیبر فتح ہوا، مالِ غنیمت میں مہاجرین کو اس قدر مال و متاع حاصل ہو گیا کہ انہیں انصار کے اموال (اراضی اور نخلستان) کی حاجت باقی نہ رہی۔ انہوں نے انصار کے اموال جن سے مستفید ہو رہے تھے سب کے سب واپس کر دیئے۔

حضرت ابوالدحداح کا ایثار | جب آیت مبارکہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ نازل ہوئی سنتے ہی حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ خوشی کے ساتھ جھومتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی "یارسول اللہ! (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ تعالے ہم سے قرض لینا چاہتا ہے؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "ہاں: اے ابوالدحداح" ابوالدحداح نے عرض کی "یارسول اللہ! (صلے اللہ علیہ وسلم) میرے دو باغ ہیں ان کے علاوہ میری ملکیت میں کچھ نہیں۔ میں اپنے دونوں باغ اللہ تعالے کیلئے قرض دیتا ہوں" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "تو ایک باغ اللہ کیلئے دے دے اور ایک باغ اہل وعیال کے گذارہ کیلئے اپنے پاس رہنے دے" عرض کی "یارسول اللہ! (صلے اللہ علیہ وسلم) ایک باغ بڑا عمدہ ہے اس میں چھ سو درخت کھجور کے ہیں۔ دوسرا باغ چھوٹا اور کمتر ہے آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے بڑا اور عمدہ باغ اللہ کے لئے دے دیا" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اِذًا یُجْزِیْکَ اللّٰہُ بِہِ الْجَنَّۃَ (اللہ تعالے تجھے اس کے عوض جنت دے گا)"

ابوالدحداح فرط مسرت سے باغ میں پہنچے۔ آپ کے بچے اسی بڑے باغ میں تھے پھل کھا رہے تھے اور بچے کھیل رہے تھے۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا: "تم معہ بچوں کے اسی وقت اس باغ کو چھوڑ کر دوسرے باغ میں چلی جاؤ، اسلئے کہ میں نے یہ باغ اللہ کی رضا کیلئے، رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رضا کے لیے اللہ کو دے دیا، رسول اللہ کے حوالے کر دیا ہے" آپ کی بیوی خوش ہو کر بولی؟ "تجھے خیر اور فرحت کی بشارت ہو" اس کے بعد اپنے بچوں کیطرف متوجہ ہوئی۔ ان کی جھولیوں سے پھل نکال کر ایک طرف رکھ دیئے، جو کھجوریں بچوں کے منہ میں تھیں انگلی سے نکالیں اور بچوں سے کہا: "اب یہ باغ اللہ کی امانت ہے، رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی امانت ہے" اور بچوں کو لیکر دوسرے باغ میں منتقل ہو گئیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس کی اطلاع ملی تو فرمایا: "کَمْ مِنْ عِذْقٍ رَدَاحٍ وَدَارٍ فَیَّاحٍ لِاَبِیْ الدَّحْدَاحِ" (مسلم) ابوالدحداح کے۔ یہ کتنے بیشمار کھجور کے لمبے لمبے درخت ہیں اور کتنے وسیع اور کشادہ مکان ہیں" (تفسیر قرطبی)

۹۔ **حکایت** حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ یہ تینوں اہل قافلہ سے آگے نکل گئے اور ان کا سامان سفر بھی قافلہ میں پیچھے رہ گیا۔ راستہ میں انہیں بھوک لگی، دیکھا کہ قریب ہی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ تینوں بستی میں آئے۔ ایک بڑھیا ملی فرمایا: "ہمیں پیاس لگی ہے۔ کچھ پینے کے لیے ہو تو لاؤ۔" بڑھیا نے کہا: "آپ تشریف رکھیں، میں ابھی دودھ لاتی ہوں۔" اس بڑھیا کے پاس ایک بکری تھی، اس نے اسکا دودھ نکالا اور پیش کر دیا۔ ان صاحبان نے دودھ پی لیا، پھر فرمایا: "کچھ کھانے کو ہے۔" بڑھیا نے کہا: "ہاں: اسی بکری کو ذبح کر لو۔" انہوں نے بکری کو ذبح کیا۔ بڑھیا نے گوشت پکا کر انہیں کھلا دیا۔ اس کے بعد تینوں حضرات روانہ ہو گئے بڑھیا کا خاوند جب گھر آیا تو وہ خفا ہوا کہ تو نے بکری ایسے لوگوں کو کھلا دی جنہیں تو پہچانتی بھی نہ تھی کہ وہ کون ہیں۔

کچھ عرصہ بعد یہ دونوں محنت مزدوری کے لیے مدینہ منورہ کو گئے۔ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا کو بازار میں دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ وہی بڑھیا ہے جس نے ان کی میزبانی کی تھی۔ آپ اس کو بڑی شفقت کے ساتھ اپنے مکان پر لائے، اسے کھانا کھلایا، پھر فرمایا: "ہم وہی ہیں جن کو تو نے بکری کا دودھ پلایا اور پھر اسی بکری کا گوشت کھلایا تھا۔ آج ہم تیرے اس احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔" یہ فرما کر آپ نے اسے ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار بکریاں عنایت کیں، پھر آپ نے بڑھیا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی بڑھیا کو ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار بکریاں عنایت کیں۔

پھر آپ نے اسے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: "اگر تو ان کے پاس پہنچنے سے پہلے میرے پاس آجاتی تو میں تمہیں اس قدر مال دیتا کہ وہ دونوں صاحبان نہ دے سکتے۔" یہ فرما کر آپ نے اس بڑھیا کو دو ہزار اشرفیاں اور دو ہزار بکریاں عنایت کیں۔ اس قدر داد و دہش پا کر بڑھیا بے حد مسرور ہوئی۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ جن مسافروں کو اس نے ایک بکری کا گوشت کھلایا تھا وہ اس قدر عالی مقام اور سخاوت کے بادشاہ ہیں۔ (کیمیائے سعادت)

۱۰۔ حضرت ابوذرؓ کی نصیحت

حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جو بڑے زاہد لوگوں میں تھے مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے۔ مالدار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کے حکم سے ربذہ میں رہنے لگے تھے جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی۔ حضرت ابوذرؓ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتواں ضعیف سا چرواہا تھا۔ جو ان کی خبر گیری کرتا تھا۔ اسی پر گذر تھا۔ ایک شخص قبیلہ بنو سلیم کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے فیوض سے استفادہ کروں۔ میں آپ کے چرواہے کی مدد کرتا رہوں گا۔ اور آپ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل کروں گا حضرت ابوذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر تم بھی میری اطاعت کے لیے تیار ہو تو شوق سے رہو۔ کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔
اتفاق سے ایک دن اُن سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورتمند ہیں کھانے کے محتاج ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ ایک اُونٹ لے آؤ۔ میں گیا میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اُونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کارآمد اور سواری میں مطیع۔ میں نے حسب وعدہ اسکو لیجانے کا ارادہ کیا۔ مگر مجھے خیال ہوا کہ غربا کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اُونٹ بہت زیادہ کارآمد ہے حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی کہ اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی۔ میں سمجھ گیا اور واپس آکر وہی اُونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کیواسطے ایک کام کریں۔ دو آدمی اٹھے۔ اُنہوں نے اپنے کو پیش کیا۔ فرمایا کہ اس کو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں ان کو شمار کرکے ابوذرؓ کا بھی اپنا گھر بھی ایک عدد اُن میں شمار کرلو اور سب کو برابر تقسیم کردو میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا ان میں سے ہر گھر میں جائے اُنہوں نے تعمیل ارشاد کی اور تقسیم کردیا۔ اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے

کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا۔ اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا میں نے اول اُسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کار آمد ہے۔ آپ کو اکثر اسکی ضرورت رہتی ہے محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا فرمایا کہ محض میری ضرورت کیلئے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤنگا۔ وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصہ دار ہیں۔ ایک تقدیر جو مال کے لیجانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی، اچھا برا ہر قسم کا لے جاتی ہے۔ دوسرا وارث جو اس کے انتظار میں ہے کہ تو مرے تو وہ لے لے۔ اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے اگر ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اس لئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لیے آگے چلتا کروں، تاکہ وہ میرے لیے جمع رہے (درمنثور)۔ تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لیے آخرۃ کا ذخیرہ جمع کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ تقدیر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے یا تو مر جائے اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ آل اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جائیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کیلئے بھی کچھ صدقہ خیرات کر دیں۔ اور اس کو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے۔ آدمی کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اسکا مال صرف وہ ہے جو کھالیا اور ختم کردیا یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا اللہ کے راستہ میں خرچ کردیا اور اپنے لئے خزانہ میں جمع کردیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے۔ لوگوں کے لئے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ تم میں سے ایسا کون شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ایسا کون ہوگا جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیج دیا جائے اور جو چھوڑ دیا جائے وہ وارث کا مال ہے (مشکوٰۃ)۔

۱۱۔ حضرت حمزہؓ کا کفن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپؓ کے کان، ناک وغیرہ اعضا کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا، نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں۔ حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہو گا۔ اُن کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کر دو۔ اُنہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرما دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک، کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے۔ اللہ کے راستے میں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا تو حضورؐ نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔ آ کر دیکھا، انا للہ پڑھی اور اُن کے لیے استغفار اور دعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ اُحد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی حضورؐ نے فرمایا۔ دیکھو عورت کو روکو۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کیلئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا۔ پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لیے لائی تھی کہ میں اُن کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اسلئے ہم نے دونوں کیلئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا۔ مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جس کے حصہ میں آئے گا وہ اُن کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصہ میں آیا۔

اور چھوٹا سا حضرت حمزہؓ کے حصے میں آیا جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ سر اوڑھایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو۔ اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ (تفسیر) ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ جب دو کپڑے لیکر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو اُن کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑا میں دونوں کو کفن دیا گیا حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا یہ روایت مختصر ہے۔ اور خمیس کی روایت مفصل ہے۔ یہ دو جہان کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کیلئے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور بڑا کپڑا اس شخص کے حصے میں آتا ہے جو کسی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا۔

۱۲ بکرے کی سری کا واقعہ

مدینہ طیبہ میں ایک دوست گھر تھا۔ یہ لوگ بڑے مسکین اور غریب تھے۔ ہر ایک گھر میں نوبت فاقہ کشی کی تھی۔ ایک دن اتفاقاً ان میں سے ایک گھر میں ایک بکرے کی سری تحفہ آئی باوجود اس بات کے کہ یہ لوگ خود بھوکے اور پیاسے تھے لیکن خیال یہ کیا کہ ہمارا ہمسایہ ہم سے بھی زیادہ بھوکا اور فاقہ سے ہے۔ جیف ہے کہ ہمسایہ بھوکا رہے اور ہم کھائیں۔ قیامت میں خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اسی وقت وہ بکرے کی سری ہمسایہ کے گھر بھیج دی۔ جب یہ تحفہ دوسرے گھر میں پہنچا وہ بھی اسی طرح خدا ترس تھے۔ ہمسایہ کے حقوق کا خیال کر کے اسے دو وقت کے فاقہ کو بدستور قائم رکھ کر وہ تحفہ تیسرے گھر میں بھیج دیا۔ تیسرے گھر والوں نے اسی جذبہ کے ماتحت وہ تحفہ آگے چوتھے گھر میں بھیج دیا۔ انہوں نے پانچویں گھر۔ انہوں نے چھٹے گھر بھیج دیا اور چھٹے گھر والوں نے بجنسہ ساتویں گھر بھیج دیا۔ یہ ساتویں گھر والے وہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے یہ سری دوسرے گھر میں بھیج دی تھی۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تحفہ پھرتا پھراتا پھر ہمارے ہی پاس آگیا ہے تو سمجھے کہ خدا نے یہ حصہ ہمارے ہی نصیب میں لکھا ہے۔ ناچار اسے پکایا اور تھوڑا تھوڑا سب

کو تقسیم کر دیا۔

۱۳ حضرت عبداللہ بن جعفر کا ایثار | عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ سفر کے دوران کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچے۔ باغ کا رکھوالا ایک سیاہ حبشی غلام تھا۔ اس کیلئے تین روٹیاں لائے اور اس کے حوالے کر دئیے۔ ناگاہ ایک کتا وہاں آنکلا۔ غلام نے ایک روٹی اٹھائی اور کتے کے آگے ڈال دی۔ وہ جھٹ سے کھا گیا۔ اس نے دوسری بھی اس کے آگے ڈال دی۔ کتے نے وہ بھی کھالی تب اس نے تیسری روٹی بھی اس کے آگے ڈال دی اور وہ اسے بھی کھا گیا۔ حضرت عبداللہؓ نے (جو یہ ماجرا دیکھ رہے تھے) اس غلام سے پوچھا کہ تیری روزانہ مزدوری کتنی ہے؟ اس نے کہا بس جو آپ نے دیکھی (یعنی تین روٹیاں دن بھر کے لیے)۔ آپ نے پوچھا تو پھر تو نے (سب کی سب) کتے کے آگے کیوں ڈال دیں؟ غلام نے کہا — دراصل کتے یہاں ہوتے نہیں، لہٰذا ظاہر ہے کہ یہ بیچارہ کہیں دور سے یہاں آیا ہوگا، اور میں نے پسند نہ کیا کہ یہ (مہمان) یہاں سے بھوکا ہی چلا جائے۔ آپ نے پوچھا — تو پھر آج تو کیا کھائے گا؟ اس نے کہا صبر کروں گا (ایک دن کی تو بات ہی ہے)۔ آپ نے کہا — اللہ اللہ! لوگ میری سخاوت کا چرچا کیا کرتے ہیں! حالانکہ یہ غلام میری نسبت زیادہ سخی ہے۔ تب اُٹھے اس غلام کو خریدا، آزاد کیا اور وہ نخلستان بھی خرید کر اسی کے حوالے کر دیا (اور اپنی راہ لی)۔

۱۴۔ مالی ایثار کا ایک واقعہ | حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کیلئے بھیجا میں ایک صاحب کے پاس گیا اور اُن سے اُن کے مال کی تفصیل معلوم کی تو اُن پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا۔ میں نے اُن سے اس کا مطالبہ کیا۔ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا، نہ سواری کے کام کا۔ انہوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں اور آج کل فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے حضورؐ کی خدمت میں جا کر پیش کردو۔ اگر منظور فرمالیا تو مجھے انکار نہیں ورنہ مجبوری

معذور ہوں۔ وہ اس اونٹنی کو لیکر میرے ساتھ ہو لئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس آپؐ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہؐ یا اُن کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو اس لیے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اُونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے حضورؐ! ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا۔ اسلئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ اسلئے میں خود لیکر حاضر ہوا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتلائی۔ مگر تم اپنی طرف سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے اللہ تمہیں اسکا اجر مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے حضورؐ نے قبول فرمالیا اور برکت کی دعا فرمائی۔

۱۵۔ حضرت طلحہؓ کا ایثار

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہؓ انصاری مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے۔ اُنکا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحا تھا وہ ان کو بہت ہی زیادہ محبوب تھا مسجد نبویؐ کے قریب تھا پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا حضورؐ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے جب قرآن شریف کی آیت لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (ترجمہ تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کروگے جو تم کو پسند ہیں) نازل ہوئی تو ابو طلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنا باغ بیرحا سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ اس لیے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں آپ جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ فرما دیں۔ حضورؐ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ بہت ہی عمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہل قرابت میں تقسیم کردو۔ ابو طلحہؓ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرما دیا (درمنثور)

۱۶۔ میدان جہاد میں جذبہ ایثار کا تھا

خلیفۃ الرسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلامی افواج نے ملک شام پر حملہ کیا۔ یرموک کے مقام پر رومیوں کی ٹڈی دل افواج مقابلہ پر آگئیں۔

مسلسل تین دن کی گھمسان کی جنگ لڑنے کے بعد مجاہدینِ اسلام نے لشکرِ کفار کو شکستِ فاش دی۔ جنگ کے اختتام پر حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ پانی کی چھاگل لیے میدانِ جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتے پھر رہے تھے۔ آپ نے ایک زخمی کو دیکھا کہ وہ زخموں سے چور ہے اور کوئی دم کا مہمان ہے۔

یہ زخمی حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ تھے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نے انکو آواز دی۔ انہیں کچھ ہوش آیا تو حضرت شرجیل نے کہا: "لو، یہ پانی پی لو" انہوں نے پانی پینے کیلئے منہ کو کھولا ہی تھا کہ قریب سے ایک دوسرے زخمی کی کراہ سنائی دی حضرت حارث (رضی اللہ عنہ) نے اپنا منہ فوراً بند کر لیا اور اشارہ سے کہا: "پہلے اس کو پانی پلاؤ"

حضرت شرجیل دوسرے زخمی کے پاس پہنچے تو انہوں نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ زخمی حضرت عکرمہ بن ابوجہل (رضی اللہ عنہ) تھے۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "پانی پیو گے؟" انہوں نے کہا: "ہاں" معاً قریب سے کسی اور زخمی نے آہ کی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پانی پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "پہلے اس کو پانی پلاؤ"

حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ جلدی سے اس تیسرے زخمی کے پاس آئے۔ یہ تیسرے زخمی حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے لیکن حضرت شرجیل کے پہنچنے تک جاں بحق ہو چکے تھے۔

حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ جلدی سے پلٹے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ کو پانی پلا دیں۔ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی روح بھی قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ پھر وہ جلدی سے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو پانی پلانے ان کے پاس آئے تو وہ بھی اس عالم فانی سے عالم باقی کو انتقال فرما چکے تھے۔" (سیرت ابن ہشام)۔

امر معروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مطلب نیکی کی ترغیب دینا اور بری باتوں سے روکنا ہے یہ دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے کیونکہ اسلام کی اشاعت اور پھیلاؤ کا سارا دارومدار اسی اصول سے وابستہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث فرمائے گئے تھے کہ وہ لوگوں کو امر بالمعروف کی دعوت دیں اور انہوں نے یہ فریضہ بڑے احسن طریقے سے سرانجام دیا اور دین اسلام کی صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مکمل کر دیا۔ نیکی کے جو کام مسلمانوں نے کرنے ہیں اور برائی کے جن کاموں سے بچنا ہے ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے واضح کر دیا ہے۔ اب ہر دور کے مسلمانوں کے لیے واجب ہے کہ دین اسلام کی جو باتیں وہ جانتے ہیں وہ دوسروں تک پہنچا دیں اس سے معلوم ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر ضروری ہے اگر کوئی شخص علم رکھتے ہوئے بلا عذر اس فریضہ کو ترک کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔ امر معروف و نہی عن المنکر دراصل لفظ تبلیغ کا ہم معنی لفظ ہے جس کے معنی پہنچانا ہے مگر امر معروف و نہی عن المنکر اپنے معنوں کے لحاظ سے قدرے وسیع ہے۔

تبلیغ مسلم و غیر مسلم دونوں کے لیے ہے غیر مسلموں کو تبلیغ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کیا جائے اور انہیں غور و فکر کی دعوت دی جائے تاکہ اسلام کی حقیقت کو تسلیم کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں مسلمانوں کو تبلیغ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جو بدعملی پیدا ہو چکی ہو اسے ترغیب سے ختم کیا جائے اور دین کی جن باتوں پر عمل کرنا چھوڑا ہوا ان پر دوبارہ عمل پیدا کیا جائے۔ معاشرے کے ہر چھوٹے بڑے کی اصلاح کی جائے تاکہ مسلمانوں سے برائیوں کا خاتمہ ہوتا رہے اور نیکیاں فروغ پاتی رہیں۔

باب ۱

امر معروف و نہی منکر کا حکم

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی طاقت اور بساط کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم کریں اور ہر برائی کرنے والے کو برائی سے روکیں۔ اس موضوع سے متعلقہ آیات قرآنی حسب ذیل ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں پ ۴ آل عمران ۱۰۴

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو نیک کام کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ آل عمران ۱۰۹۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ

اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ احسان پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرانے سے رک جاؤ۔ (البقرہ ۲۲۴)

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں باہم مدد کیا کرو۔ اور گناہوں اور لوگوں پر زیادتی کرنے میں باہم مدد نہ کیا کرو۔ (المائدہ ۲)

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ۭ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

پیارے بیٹے نماز پڑھ۔ اور نیکی کی ترغیب دے اور برائی سے روک اور جو مصیبت تجھے پہنچے اس پر صبر کر۔ بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ (لقمٰن)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ ۝

درگزر اختیار کرو نیکی کا حکم دو۔ اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔ (الاعراف ۱۹۹)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔ اور کہے کہ میں خدا کے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔ (حٰم سجدہ ۳۳)

لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىہُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

اُن لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں نیکی نہیں سوائے اس کے جو خیرات اور نیک کام یا لوگوں میں میل ملاپ کی صلاح دے اور جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایسے کام کریگا۔ اس کو ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔ (النساء ۱۱۴)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات ۱۰)

وَّذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور نصیحت کرتے رہو بیشک نصیحت مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ (ذاریات ۵۵)

فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی ۝

پس جہاں تک سمجھانا مفید ہے نصیحت کرتے رہو۔ (اعلیٰ ۹)

. . . .

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُہُمْ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے

...أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کریگا بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔ (التوبہ ۷۱)

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝

اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے۔ اچھے کام کو کہتے۔ اور برے کام سے روکتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں۔ اور یہی صالحین میں سے ہیں (آل عمران ۱۱۴)

التَّائِبُونَ الْعٰبِدُونَ الْحٰمِدُونَ السَّائِحُونَ الرّٰكِعُونَ السّٰجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

توبہ کرنیوالے۔ عبادت کرنیوالے۔ تسبیح و تحمید کرنیوالے۔ راہ خدا کی راہ میں سفر کرنیوالے۔ رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے نیکی کیطرف رغبت دلانیوالے برائی سے باز رکھنے والے اور اللہ نے جو حدیں باندھ رکھی ہیں۔ ان کی حفاظت کرنیوالے اور ایسے مومنوں کیلئے خوشخبری ہے۔ (التوبہ ۱۱۲)

....

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

اور اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان دونوں میں صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں ایک دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو زیادتی کرنیوالوں سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کریں۔ پھر جب رجوع کریں۔ تو فریقین میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور برابری ملحوظ رکھو۔ بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے (الحجرات ۹)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ...

جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ اپنے...

الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝

ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اور انجیل میں (بھی) وہ ان کو اچھے کام کرنے کو کہتا۔ اور بُرے سے روکتا ہے۔ اور انپر اچھی اچھی چیزیں حلال کرتا کرتا ہے۔ اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور وہ بوجھ جو لوگوں کے سروں پر اور پھندے جو ان پر پڑے تھے۔ دور کرتا ہے۔ تو جو لوگ اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی حمایت کی اور اسکو مدد دی اور جو نور اسکے ساتھ بھیجا ہے اسکی پیروی کی وہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔ (الاعراف ۱۵۷)۔

پس جو حکم تجھ کو دیا گیا ہے۔ اسکو کھول کر سنا دے۔ اور مشرکین کی پرواہ نہ کر۔ (النحل ۹۵)

باب ۲

احادیث امر معروف و نہی عن المنکر

امر معروف کی اہمیت اور اصلیت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امر معروف کی تاکید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی بہت تاکید کی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص برا کام ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اسے طاقت سے روکنے کی کوشش کرے اگر ایسا نہ کر سکے تو برائی کو دل سے برا جانے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کی رو سے آپ کو چاہیئے اگر آپ کی اولاد یا وہ افراد جو آپ کے حلقہ اثر میں ہیں انہیں برے کاموں سے روکنے کے لیے طاقت استعمال کر سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی بچہ گالیاں نکالتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو تو اسے پیٹا جائے تاکہ آئندہ مار کے خوف سے وہ برائی کو ترک کر دے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَنَا مِنْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (بعض اوقات) ہمارے لیے مجلس قائم کرنا ضروری ہوتا ہے

تجاسنا بدٌ نتحدث فیها فقال رسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم فاذا ابیتم الّا المجلس فاعطوا الطریق حقہ" قالوا وما حق الطریق یا رسول اللّٰہِ؟ قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔

جس میں باہم گفتگو کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر قیام مجلس ضروری ہی ہو تو راستے کو اس کا حق دو۔ عرض کیا یا رسول اللہ راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نگاہ نیچے رکھنا۔ ایذا رسانی سے باز رہنا سلام کا جواب دینا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ (بخاری شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے کہ ایسی جگہ بیٹھنا ہی نہ چاہیے جہاں ناشائستہ باتیں ہو رہی ہوں اور تم میں اتنی ہمت نہ ہو کہ اسے روک سکو خصوصاً اس حالت میں کہ اس مداخلت سے نہ تو تمہاری موت کا خطرہ ہو اور نہ اس سے تمہاری روزی کے کم ہونے کا امکان ہو اور یہ دلیل اس امر کی ہے کہ گنہگاروں کے گھر میں یا ایسے لوگوں کے ہاں جہاں منکرات کا ارتکاب جاری رہتا ہو اور ان سے احتساب کرنا بھی ممکن نہ ہو بلا ضرورت ہرگز نہ جانا چاہیے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اسلاف میں سے بہت سے لوگوں نے گوشہ نشینی کو اپنا شعار بنا لیا تھا کیونکہ بازاروں اور رہگزاروں کو بھی وہ منکرات سے خالی نہ پاتے تھے۔ کیمائے سعادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیز فرمایا ـــ تمہارے تمام نیک کام جہاد کے مقابلے میں ایسے ہیں جس طرح ایک قطرہ دریائے عظیم کے مقابلے میں ہوتا ہے اور جہاد کرنا امر معروف اور نہی منکر کے مقابلے میں ایسا ہے جس طرح ایک حقیر قطرہ کسی بہت بڑے دریا کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ آدمی جو کچھ بھی کہتا ہے سب اسی پر ہوتا ہے، سوائے امر معروف و نہی منکر کے اور ذکر حق تعالےٰ کے۔ احیاء العلوم

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہمیں نیکی کا اسوقت حکم کرنا چاہیے جب ہم کمل طور پر نیکیوں سے کنارہ کش ہو جائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نیکیوں کا حکم دیتے رہو اگرچہ تم مکمل طور پر عمل نہ کر سکو تم برائیوں سے روکتے رہو اگرچہ تم تمام و کمال اس سے کنارہ کش نہ ہو سکے ہو۔ مکاشفۃ القلوب

حکایت :۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ کسی کافر بادشاہ نے اپنا ایک وکیل دہریہ بغداد شریف میں بھیجا اور تین باتیں اس کو تعلیم کر کے کہا جو کوئی ان کا جواب دے اپنے دین پر رہے ورنہ ہمارا دین قبول کرے۔ اوّل یہ کہ خدا کیا کرتا ہے؟ دوسرا یہ کہ خدا کیا کھاتا پیتا ہے؟ تیسرے یہ کہ وہ کیا چیز ہے اور منہ اس کا کس طرف ہے؟ جب وہ دہریہ وہاں پہنچا تو اُس نے سب لوگوں کو جمع کر کے یہ تینوں باتیں با آوازِ بلند کہیں لیکن ظالم حاکم کے ڈر سے اس وقت کسی نے جواب نہ دیا حاکم کی ہیبت سے سب زار و قطار رونے لگے اتفاقاً امام ابوحنیفہؒ بھی اس مجمع میں موجود تھے اور پندرہ برس کی آپ کی عمر تھی۔ حرارتِ دین سے تاب نہ لائے بیتاب ہو گئے اس کے پاس جا کر کہنے لگے تو منبر سے اُتر۔ ہم منبر پر بیٹھ کر جواب دیں گے کہ جواب دینے والے کا مرتبہ پوچھنے والے سے زیادہ ہے۔ وہ یہ بات سنتے ہی ہیبت حق سے ڈر کر فوراً اُتر کھڑا دیا۔

ہیبتِ حق ست ایں از خلق نیست ہیبتِ ایں مردِ صاحب دلق نیست

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جنّ و انس و ہر کہ دید

آپ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا کہ اللہ یہی کرتا ہے کہ تجھے منبر پر سے اُتار دیا اور مجھے چڑھا دیا۔ تجھے ذلت دی مجھے عزت دی جیسے فرماتا ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ایسا ہی کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت کسی کو مارتا ہے کسی کو جلاتا ہے کہ اس کی یہی شان حال شان ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ۔ دوسرے یہ کہ وہ ذات پاک کھانے پینے سے پاک ہے کسی چیز کی حاجت نہیں رکھتا بلکہ وہ سب کی حاجت روائی کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ شمع جو شب کو روشن ہوتی ہے بتاؤ اس کا منہ کس طرف کو ہے جب ہم اس محفل کے روشن کرنے والی شمع کا منہ بتا دیں گے کہ فلاں طرف ہے۔ تب ہم یہ بھی بتا دیں گے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے۔ وہ کافر یہ جواب سُن کر کافور ہو گیا فی الحقیقت باطل حق کے مقابل ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے جیسے تاریکی روشنی کے آتے ہی کم ہو جاتی چنانچہ اس معاملہ پر حکم خدا کا ماحقہ گواہ ہے کہ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی حق کے آتے ہی باطل مٹ جاتا ہے۔ اس واسطے باطل میں ہرگز حق کے مقابل ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ ابھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا جیسا کہ اوپر

بیان ہوا ہے آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے بفحوائے اس آیت کے
أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ۔ پس کیا وہ شخص کہ
کھولا ہے اللہ نے سینہ اس کا واسطے اسلام کے پس وہ اوپر نور پروردگار اپنے کے ہے تھے
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صلاحیت رکھنے والے جنہوں نے مسلمانوں کا دل نور ایمان
سے منور کر دیا۔

۲۔ دعوت دین کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

دین کی باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اکرام کو خطبہ دیا جس میں خاص طور پر اس امر پہ زور دیا کہ اگر تم میں سے کوئی بُری بات کو دیکھے تو اسے ضرور روکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمام امت کے لیے ہے خطبہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ وَكَانَ فِيهِ فِيمَا قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔ أَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ وَقَالَ ذَكَرَ أَنَّ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءً يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَمَا غَدْرٌ أَكْبَرُ مِنْ غَدْرِ أَمِيرِ الْعَامَّةِ يُغْرَزُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کے بعد ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے پس آپ نے قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اسکا ذکر کر دیا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ اس میں آپ نے فرمایا: بیشک دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تم کو خلافت دینے والا ہے۔ پس دیکھو کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ خبردار! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو اور ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز ہر دغا باز کے لیے اس کی دنیاوی دغابازی کے مطابق جھنڈا ہوگا اور حاکم کی عام دغابازی

لَوْ رَآهُ عِنْدَ اِسْتِهٖ قَالَ لَا
يَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْكُمْ هَيْبَةُ
النَّاسِ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهٗ
وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنْ رَّاٰى مُنْكَرًا
اَنْ يُّغَيِّرَهٗ فَبَكٰى اَبُوْسَعِيْدٍ
قَالَ قَدْ رَاَيْنَاهُ فَمَنَعَتْنَا
هَيْبَةُ النَّاسِ اَنْ نَّتَكَلَّمَ فِيْهِ
فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ بَنِيْ اٰدَمَ
خُلِقُوْا عَلٰى طَبَقَاتٍ شَتّٰى فَمِنْهُمْ
مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَيَحْيٰى مُؤْمِنًا
وَيَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ
كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا وَّيَمُوْتُ
كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا
وَّيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا
وَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى
كَافِرًا وَّيَمُوْتُ مُؤْمِنًا قَالَ وَذَكَرَ
الْغَضَبَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ
الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ فَاِحْدٰهُمَا
بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ
بَطِيْءَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ فَاِحْدٰهُمَا
بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ
بَطِيْءَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ وَشِرَارُكُمْ
مَنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ

سے بڑھ کر کوئی دغا بازی نہیں۔ اُس کا جھنڈا
اُس کے پاخانے کی جگہ کے پاس گاڑا جائیگا
فرمایا کہ تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات
کہنے سے نہ روکے جبکہ اُسے معلوم ہو۔ ایک
روایت میں ہے کہ اگر بُرا کام دیکھے تو اُس
سے روکے۔ پس حضرت ابو سعید رو پڑے
اور فرمایا: ہم اُسے دیکھتے ہیں اور لوگوں کی
ہیبت ہمیں اس کے متعلق بولنے سے روکتی
ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی مختلف درجوں کے پیدا
کیے گئے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو مومن پیدا ہوتے
ہیں، مومن ہی زندہ رہتے ہیں اور مومن مرتے ہیں
اور اُن میں سے بعض کافر پیدا ہوتے، کافر زندہ
رہتے اور کافر ہی مرتے ہیں اور اُن میں سے
بعض مومن پیدا ہوتے، مومن زندہ رہتے اور
کافر مرتے ہیں اور اُن میں سے بعض کافر پیدا
ہوتے، کافر زندہ رہتے اور مومن مرتے ہیں۔
راوی کا بیان ہے کہ آپ نے غصے کا ذکر فرمایا
کہ اُن میں سے بعض کو جلد غصہ آتا اور جلد چلا جاتا
ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے اُن میں
سے بعض کو دیر سے غصہ آتا اور دیر سے جاتا
ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔ تم میں
سے بہتر وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آئے اور
جلد چلا جائے اور تم میں سے بُرے وہ ہیں جن کو

قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جَمْرَةٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيَضْطَجِعْ وَلْيَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَكَرَ الدَّيْنَ فَقَالَ مِنْكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ حَسَنَ الْقَضَآءِ وَاِذَا كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَيِّئَ الْقَضَآءِ اِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَحْسَنَ الْقَضَآءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ وَشِرَارُكُمْ مَنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَسَآءَ الْقَضَآءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِيْطَانِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهَا اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَّوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ۔

جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے فرمایا کہ غصے سے بچو کیونکہ یہ آدمی کے دل پر چنگاری ہے کیا تم اُس کی رگوں کے پھول جانے اور آنکھوں کے سُرخ ہونے کو نہیں دیکھتے جس کو غصہ محسوس ہو تو چاہیے کہ لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے قرض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کوئی اچھی طرح ادا کر دیتا ہے لیکن جب اُس کا کسی پر ہو تو لینے میں سختی کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں۔ اُن میں سے کوئی ادا کرنے میں بُرا ہے لیکن اگر اُس کا کسی پر ہو تو طلب میں اچھا ہے۔ یہ ایک عادت دوسری کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جب اُس پر کسی کا قرض ہو تو اچھی طرح ادا کرے اور اُس کا کسی پر ہو تو اچھی طرح طلب کرے اور تم میں سے بُرا وہ ہے کہ جب اُس پر کسی کا قرض ہو تو بُری طرح ادا کرے [illegible] طلب کرے [illegible] اور دیواروں کے کناروں پر ہو [illegible] فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں سے گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں نہیں باقی رہا مگر اتنا حصہ جتنا آج گزرے ہوئے وقت میں سے باقی رہ گیا ہے۔

(جامع ترمذی باب امر معروف)

۳- تبلیغ میں سستی کرنے والوں کی مثال

تبلیغ دین میں سستی اشاعت اسلام میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریضہ سے کوتاہی کرنے والوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ برائی کو نہ روکنا ایک نہ ایک دن تباہی اور بربادی کا سبب بنتا ہے اور اس میں تبلیغ کو پس پشت ڈالنے والے بھی بُرے لوگوں کے ساتھ برائیوں کے باعث تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ أَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ أَسْفَلِهَا يَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ أَعْلَاهَا فَتَأَذَّوْا بِهٖ فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَأَتَوْهُ فَقَالُوْا مَا لَكَ قَالَ تَأَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ أَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود میں سستی کرنے والوں اور ان میں گرنے والوں کی مثال اُن لوگوں جیسی ہے جنہوں نے کشتی میں قرعہ ڈالا پس کچھ لوگ اس کے نچلے حصے میں رہے اور کچھ اوپر والے میں۔ نیچے والے پانی لے کر اوپر والوں کے پاس سے گزرے۔ انہیں اس پر تکلیف دی جاتی تو انہوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کا نچلا حصہ توڑنا شروع کر دیا فریق ثانی نے آ کر کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہا کہ میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے اور مجھے پانی کی ضرورت ہے اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اُسے بھی بچا لیں گے اور اپنی جانوں کو بھی اور اگر چھوڑ دیں تو اُسے ہلاک کر دیں گے اور اپنی جانوں کو بھی ہلاک کریں گے۔ صحیح بخاری۔

صحابہ کرام نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا ایسی

حالت میں بھی تباہ ہو سکتے ہیں جبکہ ہم میں صالحین اور متقی لوگ بھی موجود ہوں آپ نے فرمایا ہاں جبکہ برائی حد درجہ سے زیادہ غالب ہو جائے۔

حکایت دو جماعتوں نے مل کر ایک جہاز کرایہ پر لیا۔ جہاز کی دو منزلیں تھیں۔ بالائی منزل پر اچھے اور شریف لوگ سوار ہو گئے۔ وہاں ہر قسم کی آسائشیں میسر تھیں پانی کا ذخیرہ تھا۔ شور و شغب بھی نہیں تھا۔ لوگ بھی بڑے پاک نہاد اور پاک باز تھے۔ ہر شخص فکر آخرت میں غرق اور آخرت کا سرگرداں۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ سارے کے سارے باجماعت نماز ادا کرنے والے۔ کوئی کسی کی غیبت بھی نہیں کرتا۔ عیب چینی نہیں کرتا۔ کسی کا حق نہیں مارتا۔ حرام نہیں کھاتا۔ کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے نہ ایذا رسانی پاکیزہ ماحول اور پر سکون سفر ہے۔ اس کے برخلاف جہاز کے نچلے حصے میں جو لوگ ہیں بات بات پر لڑتے جھگڑتے ہیں۔ مار کٹائی ان کا شیوہ ہے، ان کی اکثریت اسلامی اخلاق سے عاری ہے۔ حرام و حلال کی کوئی تمیز نہیں۔ بڑے نہ چھوٹوں پر شفقت کرتے ہیں نہ چھوٹے بڑوں کا ادب۔ کسی کو بھی حقوق و فرائض کا خیال ہے نہ شرافت و شائستگی کا۔ اپنی اپنی دھن میں مگن ہیں۔ نتائج سے بے خبر کہ ہماری بداعمالیاں کیا گل کھلائیں گی۔ کسی نے بالائی منزل والوں سے کہا کہ ان لوگوں کو منع کرو۔ ان کی بداعمالیاں رنگ لا کر رہیں گی۔ ان پاکبازوں نے ناک پر رومال رکھ لیے۔ ان کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ نہیں کیا۔ یہ جو کرتے ہیں اس کا بدلہ پائیں گے ہمیں تو اپنی فکر کرنی چاہیے۔ بس اپنی اپنی فکر ان گندے لوگوں سے دور ہو کر رہیں کہیں ہمارے وجود میں بھی بدی کے جراثیم داخل نہ ہو جائیں۔ البتہ ان لوگوں کو ایک بات کی پریشانی تھی۔ وہ یہ کہ پانی کا ذخیرہ بالائی منزل میں تھا۔ نچلی منزل کے لوگ اوپر پانی لینے آتے تو کچھ پانی بھرتے اور کچھ گراتے اس طرح جہاز کی بالائی منزل کا ستیاناس ہو جاتا۔ ہر آدمی انہیں دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔ ایک دن نہ رہا گیا تو اوپر والوں نے نیچے والوں سے کہا کہ تم اپنا ناپاک وجود لے کر ادھر کا رخ نہ کیا کرو۔ کل سے اوپر نہ آنا۔ ہم لوگوں کو تمہارے آنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارے منحوس چہرے دیکھ کر ہمیں کراہت ہوتی ہے۔

اب کیا کیا جائے۔ نچلی منزل کے لوگوں نے مشورہ کیا۔ پانی کے بغیر تو ہم رہ بھی

نہیں سکتے۔ چند سرپھرے اُٹھے کلہاڑیاں تھالیں اور جہاز کے نچلے حصے کے تختے نکالنے لگے۔ اوپر کے عالیوں کو جو پتہ چلا تو ہڑبڑا کر نیچے اُترے۔ دیکھا کہ تنومند اور تندخو نوجوان کلہاڑیاں لیے جہاز کا تختہ الگ کرنے میں مصروف ہیں۔ خدایا خیر! اب کیا ہوگا۔ اگر ان دیوانوں کو اسی حال میں چھوڑ دیا جائے اور یہ تختہ نکالنے میں کامیاب ہو جائیں تو سمندر کا پانی جہاز میں داخل ہو جائے گا پھر کیا یہی ڈوبیں گے؟ ہم بچ جائیں گے ایسا تو نہیں ہوگا۔ ان کے ساتھ ہم بھی ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے۔ لہٰذا بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لینا چاہیئے ان کی بقا اور سلامتی کی خاطر نہیں بلکہ اپنی سلامتی کے لیے۔

۴۔ تبلیغ کا اجر کثیر ایسا زمانہ جس میں بُرائی پورا عروج پکڑ جائے تو اس دور میں اپنے اعمال کو مضبوطی سے قائم کر کے تبلیغ کرنی چاہیئے۔

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَّھَوًی مُّتَّبَعًا وَّدُنْیَا مُؤْثَرَۃً وَّاِعْجَابَ کُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِہٖ وَرَاَیْتَ اَمْرًا لَّا بُدَّ لَکَ مِنْہُ فَعَلَیْکَ نَفْسَکَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ فَاِنَّ وَرَاءَکُمْ اَیَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِیْھِنَّ

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ باری تعالیٰ: "تم پر اپنی جانوں کو بچانا لازم ہے۔ گمراہ ہونے والا تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گا جبکہ تم ہدایت پر ہو" کے متعلق فرمایا: خدا کی قسم! میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا: "تم نیکی کا حکم کرتے رہو اور بُرے کاموں سے روکتے رہو یہاں تک کہ جب دیکھو کہ بخل کی تابعداری کی جا رہی ہے، خواہشات کی پیروی ہو رہی ہے۔ دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے، ہر ایک اپنی رائے پر نازاں ہو اور ایسا معاملہ دیکھو کہ چارہ کار کوئی نہ ہو تو تم پر خود کو بچانا لازم ہے اور عوام کو چھوڑ دو کیونکہ پیچھے صبر کے دن ہیں۔ جس نے ان

قَبضَ عَلَى الجَمْرِ لِلعَامِلِ فِيهِنَّ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلاً يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالَ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ۔

دنوں میں صبر کیا تو گویا چنگاری پکڑی۔ ان دنوں میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ہے جو اسی کی طرح عمل کرتے ہوں عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! ان کے پچاس جتنا؟ فرمایا کہ تمہارے پچاس آدمیوں جتنا ثواب۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

. . . .

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب دنیاوی معاملات کو دین سے ترجیح دی جائے اور خواہشات کی پیروی میں گناہ کرنے سے گریز نہ کیا جائے اور ایسا دور آجائے کہ چار سو برائی ہی برائی پھیلی ہو تو ایسی صورت میں اپنے دامن کو بچاتے ہوئے جو شخص نیکی کی دعوت دے اس کو پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا۔

۵۔ جابر حکمرانوں کو دعوت حق کا مقام

بعض حکمران بڑے جابر ہوتے ہیں اور برائی کو فروغ دینے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ ایسے حکمرانوں کو راہ راست کی دعوت دینا جہاد سے بھی افضل ہے۔ حکمرانوں کا اخلاق پر ہونا رعایا پر بہت اثر انداز ہوتا ہے، اس لیے حکمرانوں کا نیک ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں جابر حکمرانوں کے سامنے حق بات کہنے کو جہاد افضل قرار دیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ [illegible] عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ [illegible] الجِہَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ [illegible] جَائِرٍ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر حکمران کے سامنے [illegible] بہترین جہاد ہے۔ (ترمذی)

حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا نہیں تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے حاکم مقرر کر دیگا جو تمہارے بزرگوں کا احترام نہیں کرے گا، تمہارے بچوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے بڑے بلائیں گے لیکن ان کی بات نہیں مانی جائے گی، وہ مددگار طلب کریں گے مگر ان کی مدد نہیں کی

جائے گی اور وہ بخشش طلب کریں گے مگر انہیں نہیں بخشا جائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی بارگاہ میں کون سے شہید کی زیادہ عزت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جوان جو ظالم حاکم کے سامنے گیا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اسی پاداش میں اسے قتل کردیا گیا اور اگر اسے قتل نہیں کیا گیا تو وہ جب تک زندہ رہے گا اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ طَارِقِ بْنِ شِھَابٍ الْبَجَلِیِّ الْاَحْمَسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَہٗ فِی الْغَرْزِ اَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ۔

ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی احمسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس وقت اس کا پاؤں رکاب میں تھا، یا رسول اللہ) کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا (نسائی)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے افضل شہید وہ شخص ہے جو ظالم حاکم کے پاس گیا، اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اسی وجہ سے اسے قتل کردیا گیا، ایسے شہید کا ٹھکانہ جنت میں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مشرکین سے لڑنے کے علاوہ کوئی اور [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اے ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) اللہ کی زمین پر ایسے [illegible] ہیں جو شہداء سے افضل ہیں، زمین پر چلتے پھرتے ہیں، رزق پاتے ہیں اللہ تعالیٰ ملائکہ میں ان پر فخر کرتا ہے، ان کے لیے جنت سنواری جاتی ہے جیسے ام سلمہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنوارا گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے، اللہ کے لیے دوستی اور [illegible]

کے لیے محبت کرنے والے ہیں۔

پھر فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ایسا شخص جنت میں تمام بالاخانوں سے اوپر، یہاں تک کہ شہداء کے بالاخانوں سے بھی اوپر ایک بالاخانے میں ہوگا جس کے یاقوت اور سبز زمرد کے تین سو دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ نور سے معمور ہوگا اور وہاں پر تین سو پاکدامن حوروں سے اس کی شادی کی جائے گی، جب وہ کسی ایک حور کی متوجہ ہوگا، وہ کہے گی تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے نیکی کا حکم دیا تھا اور بُرائی سے روکا تھا؟ دوسری کہے گی آپ کو وہ جگہ یاد ہے جہاں آپ نے نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کیا تھا؟

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ تُصِيْبُ اُمَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا يَنْجُوْا مِنْهُ اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذٰلِكَ الَّذِيْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَاِنْ رَاٰى مَنْ تَعْمَلُ الْخَيْرَ اَحَبَّهٗ عَلَيْهِ وَاِنْ رَاٰى مَنْ تَعْمَلُ بِبَاطِلٍ اَبْغَضَهٗ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْا عَلٰى اِبْطَانِهٖ كُلِّهٖ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آخری زمانے میں میری اُمّت کو اپنے حکمرانوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی۔ اُن سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اُس پر اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت لے گیا دوسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی۔ تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اُس پر خاموش رہا۔ اگر کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اُس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی کو غلط کام کرتے دیکھا تو اُس سے ناخوش رہا۔ یہ سب اپنی اندرونی حالت کے باعث نجات پا جائیں گے۔ (بیہقی)

حکایت: حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حق گوئی

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بادشاہ کو امر بالمعروف کو دعوت دی اور اس کے سامنے کلمۂ حق کو بلند کیا اور آپ کی حق گوئی کا یہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔

مغل بادشاہ اکبر تخت سلطنت پر تھا۔ بے دینی اور شرک کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ کفار نے بے خوف و خطر کئی مساجد کو شہید کر کے وہاں مندر بنا لیے۔ ساکادشی کے دن (جو کہ ہندوؤں کے برت کا دن ہے) کے لیے بادشاہ نے یہ اہتمام کیا تھا کہ اُس دن شہروں میں کوئی مسلمان دن کو روٹی نہ پکائے۔ برعکس اس کے رمضان شریف میں کھلے بندوں کھانا پکایا جاتا اور فروخت کیا جاتا اور اہل اسلام کی پستی کے سبب کوئی مزاحم نہ ہو سکتا تھا۔ علماء اور فقراء کے ہاتھ میں عوام کی اصلاح ہوتی ہے۔ علماء تو آپس کے حسد کا شکار ہو گئے تھے اور جو اس فتنہ سے بچے تھے ان کے پاس اقتدار نہ تھا۔ اور جن نام نہاد فقراء کو خطابات اور نوازشات سے نوازا جاتا تھا ان میں سلوک کے عروج و نزول کی خبر تک کسی کو نہ تھی اور عیش پسندی اور ہوا پرستی کے خار دار صحرا میں بھٹک رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ نااہل اشخاص کو مرشد اور ولی اللہ اور قطب جیسے جلیل الشان خطابات سے نواز گیا۔ اور ان تن آسان اور اغراض پرستوں نے عوام کے خیالات سے شریعت کی پیروی کی اہمیت مٹا دی اور سنت نبوی کا احیا مشکل ترین ہو گیا۔

ایسے تاریک دور میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز ہی ایک ایسی شخصیت تھی جو اعلائے کلمۃ الحق میں مشغول تھی۔ چنانچہ آپ سرہند سے آگرہ پہنچے ان دنوں اس کا نام اکبر آباد تھا۔ اور اکبر کے مقربین کو بلوا کر ارشاد فرمایا:

"بادشاہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو گیا ہے، جاؤ میری طرف سے اُسے کہہ دو کہ اس کی بادشاہی، اس کی طاقت، اس کی فوج سب کچھ ایک دن مٹ جانے والی ہے، وہ توبہ کر کے خدا اور رسول کا تابعدار بنے، ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے۔"

ان لوگوں نے جا کر بادشاہ سے کہا، لیکن اکبر جو اپنے نئے دین کے عروج کے خواب

دیکھ رہا تھا اس نے حضرت امام ربانیؒ کے پیغام کی کچھ پروا نہ کی اور اپنے فتنہ کی کامیابی کے اظہار کے لیے خاص دن مقرر کرکے دربار اکبری سجایا۔ دوسری طرف بارگاہ محمدی بنایا۔ اکبر کا خیال تھا کہ میری بادشاہت اور سلطنت کے مقابلہ میں پرانے اور بوسیدہ مذہب کے پیرو کہاں باہر نکلیں گے۔ اور اس طریق سے میں فخر الاولین والآخرین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے مقابلہ میں اپنے شیطانی مسلک کو سرفراز کرسکوں گا۔ اور آنے والی نسلیں میرے رعب و داب کا سکہ مانیں گی۔ اسے کیا خبر تھی کہ امام ربانی مجدد الف ثانی ایسا ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع اس دنیا کو اپنی آمد سے منور کرچکے ہیں۔ چنانچہ اکبر نے اپنے دربار میں بوالہوسوں کی چرب زبانی کے لیے نہایت پر تکلف کھانے تیار کروائے تاکہ شکم کے بندوں کا گروہ گدھوں کی طرح اس مردار دنیا کی طلب میں اکٹھا ہو جائے اور ایسا ہی ہوا کہ اکبر اور اس کے حاشیہ نشین خوشامدی، چاپلوس اور ڈپلومیٹک لوگ جن کے نفس نے انہیں شرعی احکام کی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے دین سے باغی ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ اس دربار میں اکٹھے ہوگئے۔

دوسری طرف دربار محمدی لگایا گیا، جو ان تمام تکلفات سے بری تھا لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی غیرت اسلامی یہ کب گوارا کرسکتی تھی کہ شہنشاہ اکبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تذلیل کرے۔ چنانچہ حضرت مجدد اپنے چند غریب دوستوں کے ساتھ اس کے دربار میں جلوہ افروز ہوئے تھوڑی دیر گذری کہ ہوا کا ایک سخت طوفان آیا اور اکبری دربار تہ و بالا ہوگیا خیموں کی چوبیں اس زور سے اکھڑیں کہ ہزار حفاظتوں کے باوجود اکبر بھی ان کی زد سے نہ بچ سکا اور زخمی ہوگیا، لیکن مجدد صاحبؒ کی قیامگاہ بالکل محفوظ رہی اور ذرا سا بھی نقصان نہ ہوا۔

اکبر کی موت کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر تخت کا وارث ہوا، اتفاق سے جہانگیر کی بیوی نور جہاں شیعہ مذہب رکھتی تھی، مگر بہت خوبصورت تھی، اس وجہ سے جہانگیر نور جہاں کے حسن کا متوالا ہوگیا اور امور سلطنت قریباً قریباً نور جہاں ہی کے سپرد کردیئے اور یہاں تک وارفتہ ہوگیا کہ اکثر کہا کرتا تھا۔ میں نے سلطنت نور جہاں کو بخش دی۔ ایک سیر شراب

اور آدھ سیر گوشت کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔

حضرت امام ربانیؒ احیاء سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوشاں تھے اور آپ نے تبلیغ حق کا کام نہایت وسیع پیمانہ پر شروع کر دیا تھا۔ بوالہوس لوگ آپ سے جلنے لگے اور آپ کے خلاف غلط شہرت پھیلانی شروع کر دی۔ آپ کے مکتوبات میں طرح طرح کی بے بنیاد اور غلط عبارتیں شامل کر کے علماء کو آپ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا اور بادشاہ کے کان بھی آپ کے خلاف بھر دیئے۔

سب سے پہلے نورجہاں کا شیعہ ہونا اس بات کا مقتضی تھا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسند ہیں جہانگیر اختیار نہ کر لے اور اس میں ایک سیاسی پہلو بھی تھا کہ نورجہاں اپنے داماد کو تخت و تاج کا وارث بنانے میں کوشاں تھی اور حضرت امام ربانی کی روافض کے رد میں بے باکانہ جرأت نورجہاں کو سیخ پا کر رہی تھی اور مجدد صاحبؒ اور آپ کے ساتھی نورجہاں کی نگاہ میں معتوب و مقہور ہو چکے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ رقص و سرود کی محفلوں کے شیدائیوں کے لیے طریقہ نقشبندیہ جس میں اتباعِ سنت کی تاکید تھی، برافروختہ کر رہا تھا۔ مکتوبات شریف کی دو جلدیں اس وقت مرتب ہو چکی تھیں، چنانچہ ایک شخص حسن خان نامی کابل کا رہنے والا حضرت مجدد صاحبؒ کی بیعت ہوا۔ چند دن بعد آپ کے ایک متوسل سے اس کی آزردگی ہو گئی تھوڑے ہی دن اسے حلقۂ ارادت میں آئے ہوئے تھے، طبیعت کی کجی اور نفس کی شرارت میں مبتلا ہو کر اس نے ناراضگی کا بدلہ حضرت امام ربانی سے لینے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے مکتوبات شریف میں تحریف کر کے کفریہ اور زندیقانہ عبارتوں کے اضافہ کے ساتھ بیس نقلیں مرتب کیں۔ اور ہندوستان و افغانستان کے مشہور مشہور علماء اور مشائخ کے پاس وہ نقلیں بھیج کر ان سے فتاویٰ طلب کئے۔

یہ ایک زبردست فتنہ تھا، ہندوستان کے جلیل القدر اور صاحب علم و فضل حضرت عبدالحق محدث دہلوی بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور آپ نے حضرت مجدد کی تردید میں چند رسالے اور مضامین لکھ ڈالے۔

حضرت امام ربانی کی مخالفت میں اچھا خاصا محاذ بن گیا۔ جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب

کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور چند سوالات و جوابات کے بعد بادشاہ کی تسلی کر دی۔

حضرت امام ربانی کی مخالفت میں ذاتی اقتدار، حسد اور غلط فہمیاں تینوں اپنی اپنی جگہ کام کر رہی تھیں، جس کے نتیجہ کے طور پر حضرت امام ربانیؒ کو دربار میں طلب کیا گیا تھا، مگر دشمنوں کی چال کارگر نہ ہوئی۔

مخالفین نے جب یہ دیکھا کہ ہمارا کیا کرایا سب بیکار ہو گیا اور بادشاہ امام ربانی کیطرف سے مطمئن ہو گیا ہے تو انہوں نے جہانگیر کو حضرت مجددؒ کے خلاف سیاسی رنگ میں بھڑکانا شروع کر دیا اور اسے خائف کرنا شروع کر دیا کہ:

"احمد سرہندی حکومت کا باغی ہے، بڑا سرکش اور خطرناک آدمی ہے۔ دربار میں سجدہ کا رواج جو شاہِ اکبر کے وقت سے آ رہا ہے، اس کے خلاف فتوے بھی دے چکا ہے اور اس کے پاس ایک لاکھ زرہ پوش سوار موجود ہیں، یہ کسی نہ کسی وقت بغاوت کر دے گا۔"

جہانگیر کے لیے یہ سیاسی خطرہ مذہبی خطرہ سے بھی زیادہ تشویشناک تھا، مکتوبات کی تحریف شدہ عبارتیں اور حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے تردیدی مضامین بھی حاسدوں نے بادشاہ کی نظروں سے گزارے ہوئے تھے۔ جہانگیر نے امراء و ارکین کو جمع کیا اور حضرت امام ربانی کے متعلق مشورہ کیا۔ مختلف رائوں کے بعد بادشاہ نے اپنے وزیر آصف جاہ (جو کہ شیعہ تھا) کی رائے پر اتفاق کیا کہ جو امراء حضرت امام ربانی کے حلقہ بیعت میں آ چکے ہیں انہیں دُور دُور علاقوں پر تنخواہیں بڑھا کر تبدیل کر دیا جائے اور اس کے بعد جو کارروائی کی جائے بہتر رہے گی۔ چنانچہ خانخاناں کو ملک دکن پر، سید صدر جہاں کو مشرقی ممالک پر، خان جہاں لودھی کو مالوہ پر اور مہابت خاں کو کابل پر تعینات کیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی امراء اسی طرح الگ الگ علاقوں کی گورنری پر مقرر کر کے روانگی کا حکم دے دیا اور پھر دوسری بار حضرت امام ربانیؒ کو بادشاہ نے طلب کیا اور آداب شاہانہ یعنی سجدہ کا مطالبہ کیا۔ مگر خدائے قدوس کی بارگاہ میں جھکنے والا سر دنیوی بادشاہوں کے دربار میں کب جھک سکتا ہے۔ حضرت امام ربانی نے اس غیر شرعی تعظیم سے سختی سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ

"سوائے خدا کے کسی کو سجدہ جائز نہیں اور اے جہانگیر کیا یہ کھلی ہوئی حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک بے بس اور مجبور انسان کو سجدہ کروں؟"

جہانگیر یہ الفاظ سن کر غیظ و غضب سے بھر گیا۔ وہ کبھی یہ باور ہی نہیں کر سکتا تھا کہ میرے پُر ہیبت دربار میں کسی کو جرأت ہو سکے گی کہ میرے حکم کی خلاف ورزی کرے اور اتنی بے باکی اور بے خوفی سے گفتگو کرے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آج تک سچی بات کہنے والا اس کے ہاں آیا ہی کون تھا۔ جو لوگ اس وقت اسلام کے پاسبان اور نگہبان ہونے کے مدعی تھے وہ صرف بادشاہ جہانگیر کی خوشی کے خواہاں تھے، انہیں احکم الحاکمین کی رضا سے کیا واسطہ تھا، لیکن خدا کی زمین پرستاران توحید اور شمع نبوت کے پروانوں سے کبھی خالی نہیں ہوئی اور پھر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جیسا عظیم البرکت انسان جو محبوبیت کے گہوارے میں پلا ہو اور اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ کا صحیح مصداق ہو اور جہانگیر ایسے بے پروا بادشاہوں کو راہ پر لگانے کے لیے پروردگار عالم نے جسے قبولیت کی خلعت سے نوازا ہو، دنیوی جاہ و جلال، رعب و داب سے کیسے مرعوب ہو سکتا تھا۔

دشمنوں نے اپنی چال کامیاب ہوتے دیکھ کر بغلیں بجانی شروع کیں۔ وہ اسی تاک میں تھے کہ اگر امام ربانی سجدہ تعظیمی سے انکار کریں گے تو بادشاہ کے معتوب ہوں گے اور سجدہ کریں گے تو مریدین کی نظروں سے گر جائیں گے۔ اور عوام المسلمین بھی انہیں ساقط الاعتبار سمجھیں گے۔

علماء نے ان امراء کی پاس خاطر حضرت امام ربانی کے قتل کا فتویٰ دے دیا جن میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی شامل تھے، لیکن بعد میں اپنے کیے پر پچھتائے اور حضرت امام ربانی کے کمالات کے معترف ہو گئے۔ قدرت کاملہ نے اس عظیم المرتبت جامع کمالات ہستی کو ایک جہاں کی ہدایت و رشد کا ذریعہ بنایا تھا۔ جہانگیر نے بھی موت کا حکم تو دے دیا، مگر تھوڑی دیر کے بعد مقلب القلوب نے اس کے دل کو اس حکم سے لوٹنے کی توفیق دی اور کچھ سوچ کے بعد حضرت امام ربانی کو جیل بھیج دینے پر اکتفا کی۔

قدرت الٰہی کا کرشمہ سمجھیے کہ جہاں نور جہاں کی شیعیت کی وجہ سے بعض افسر اس فتنہ میں مبتلا تھے۔ وہیں اکثر امراء سلطنت حضرت امام ربانی کی عقیدت اور محبت دل میں رکھتے تھے حتیٰ کہ

شہزادہ خرم جو بعد میں شاہجہاں کے نام سے موسوم ہوا، آپ سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ اسی نے اپنے خاص الخاص دو معتمد افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں بھیجا اور فقہ کی کتابیں جن میں سجدہ تعظیمی کی اباحت بتلائی گئی تھی، ساتھ کیں۔ اور کہلا بھیجا! اگر جناب بادشاہ سے ملاقات کے وقت سجدہ کرلیں تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچ سکے گی۔

اس پیغام کے جواب میں حضرت امام ربانی نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ ہے :

"جان بچانے کیلئے یہ بھی جائز ہے، مگر عزیمت اسی میں ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے" جہانگیر نے آپ کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈالنے کے حکم کے علاوہ آپ کے دولت کدہ کو بھی لوٹنے کا حکم دیا، مگر صبر و تسلیم کے اس مجسمے نے اُف تک بھی زبان سے نہ نکالا پروردگار حقیقی پر کامل ایمان رکھنے والے پیکر نور اور اخلاق محمدی کی زندہ تصویر نے تکلیف دینے والوں کے حق میں بد دعا تک نہ کی، بلکہ اپنے متوسلین کو اسی اخلاقِ محمدی کا مظہر بننے کی تلقین کی۔

قید خانہ سے پہلے حضرت امام ربانیؒ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ہم پر ایک بلا نازل ہوگی جو ہمارے لیے مقاماتِ ولایت کی ترقی کا باعث ہوگی کیونکہ امتحانات کی کڑی منزلیں گزر لے کے بغیر ان ترقیوں کا حصول ممکن نہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد حضور اکرم فداہ ابی واُمی کے اس ارشاد کے معنی سمجھا رہا ہے کہ

اِتَّقُوْا فِرَاسَتَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

مختصر یہ کہ حضرت امام ربانیؒ کو اجین (ریاست گوالیار) کے قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔ گوالیار کا یہ قید خانہ ان لوگوں کے لیے مخصوص تھا جن کو حکومت کا باغی قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت امام ربانیؒ جب وہاں پہنچے تو کئی ہزار نفوس کو وہاں پایا جن میں ہزارہا غیر مسلم بھی تھے۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم اس جیل خانہ کے قیدیوں کے لیے رشد و ہدایت کا باعث ہوئے۔ غیر مسلم اسلام کی لازوال دولت سے مالا مال ہوئے اور باقیوں نے حسب استعداد ظاہری و باطنی کمالات کے خزائن سے جھولیاں بھر بھر کر اپنے سینوں کو مالا مال کیا۔ جیل خانہ میں کوئی

قیدی ایسا نہ رہا جسے امام ربانی کے دستِ سخا نے علم کی دولت اور کمالات روحانی سے محروم رکھا ہو۔ وہ قیدی جو قید خانہ کی غیر مانوس زندگی کو اپنے لیے ایک لعنت کا طوق سمجھتے تھے، حضرت امام ربانیؒ کی موجودگی کے باعث اسی قید خانہ کو جنتِ ارضی کا واحد مقصدِ عیش و طرب کی محفلیں سمجھے ہوئے تھے اور قید خانہ کی دیواریں ان کے راستے میں حائل نہیں۔ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکات کی بدولت عشقِ الٰہی کی سرمدی نعمت کو دلوں میں سمیٹ کر رات کی تاریکیوں میں خدائے لم یزل کی بارگاہ میں سر جھکانے کے مشتاق بن گئے۔ مجدد الف ثانیؒ ایسے مسیحا نے چشم زدن میں ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں تانبے سے کندن بنا دیا۔

جہانگیری سلطنت کے عمائدین جو کہ حضرت امام ربانیؒ سے عقیدت رکھتے تھے، انہیں پہلے ہی دور دراز مقامات پر تعینات کروا دیا تھا۔ یہ بھی سلطنت کی ایک سیاسی چال تھی، تاکہ امام ربانیؒ سے عقیدت رکھنے والے یہ صاحب اقتدار کوئی ایسا قدم نہ اٹھا سکیں جس سے سلطنت کی عمارت دھڑام سے نیچے آگرے اور حقیقت بھی یہی تھی۔

چنانچہ حضرت امام ربانیؒ کی قید کی خبر سن کر خانخاناں، خانِ اعظم، سید صدر جہاں، اسلام خاں، مہابت خاں، مرتضٰی خاں، تربیت خاں، خان جہاں لودھی، سکندر خان، حیات خان رعا خان جو سلطنت جہانگیری کے ممتاز رکن تھے۔ سخت بے چین ہو گئے اور بغاوت پر تیار ہوئے آپس میں خط و کتابت کی اور سب نے متفق ہو کر مہابت خاں کو جو کابل کی گورنری پر متعین تھا۔ اپنا سربراہ تسلیم کر لیا اور اسے فوج و خزانہ سے مدد دی۔ مہابت خاں نے بادشاہ کی اطاعت سے سر پھیر لیا اور بادشاہان بدخشان و خراسان اور توران سے امداد لے کر جہانگیر پر فوج کشی کا حکم دے دیا خطبہ اور سکہ سے بادشاہ کا نام نکال دیا جہانگیر بھی اپنا لاؤ لشکر لے کر مہابت خاں کے مقابلہ کو کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہانگیر کے کابل کی طرف جانے کے بعد باقی امراء بادشاہ کے باغی ہو گئے۔ انہوں نے بھی انحراف کر کے ملک پر قبضہ کر لیا اور شاہی طرفداروں کو جو کہ نورجہاں کے پروردہ تھے انہیں برطرف کر دیا۔

اب معاملہ صاف تھا۔ بادشاہ کے باغی امراء نے حضرت امام ربانی سے استدعا کی کہ ہماری شاہی مسند کو رونق بخشی جائے اور اس کے ساتھ ہی اپنے سرانجام دیتے ہوئے

کام کی تفصیل آپ تک پہنچائی۔ مگر حضرت امام ربانی نے اس کے جواب میں تمام امراء کو تحریر فرمایا:

"مجھے سلطنت کی ہوس نہیں اور میں تمہارے فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے جو قید کی تکلیف اٹھائی وہ اور کام کے لیے ہے۔ جب وہ کام پورا ہو جائے گا میں خود بخود تمہاری کوشش کے بغیر ہی قید سے رہا ہو جاؤں گا۔ یہ فساد میرے کام کے لیے رکاوٹ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم بغاوت سے باز آجاؤ اور فوراً اپنے بادشاہ کی اطاعت قبول کرو میں بھی انشاء اللہ جلد ہی قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔"

ادھر مہابت خاں بادشاہ جہانگیر کے مقابلہ پر تھا۔ اس اثنا میں جہانگیر کی فوج میں سے بہت سے آدمی مہابت خاں کے ساتھ جا ملے اور بادشاہ محصور ہو گیا۔ آصف جاہ کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور اس کی اچھی خاصی درگت کی گئی۔ تمام شرارتوں کی جڑ یہی تھا اور اسی کے پڑھائے ہوئے سبق نور جہاں کی معرفت جہانگیر کی اصلاح میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ جہانگیر اور آصف جاہ کی گرفتاری کی خبر نور جہاں کو ملی تو وہ بھی امداد کے لیے پہنچی۔ مہابت خاں نے اُسے بھی قید کر لیا اور چاہتا تھا کہ ان تینوں کو حضرت امام ربانیؒ کے قید کرنے کا مزہ چکھائے کہ عین اسی وقت حضرت امام ربانیؒ کا وہ مکتوب جو آپ نے امراء کو لکھا تھا مہابت خاں کو پہنچا اور اپنے ساتھی امراء کی طرف سے بھی حضرت امام ربانیؒ کے مکتوب سے مشرف ہونے اور اس کے مضمون کے متعلق خطوط ملے۔ مہابت خاں حضرت امام ربانیؒ کا حکم پڑھ کر جہانگیر کے پاس آیا اور کہا کہ میں حضرت کے حکم سے آپ کو رہا کرتا ہوں اور جہانگیر کو تخت پر بٹھا کر سوائے سجدہ کے تمام شاہی آداب بجا لایا۔

بڑے بڑے افسرانِ فوج، حکام اور عہدیداران حضرت امام ربانی کے متوسلین میں شامل تھے جن میں شیخ فرید، مہابت خاں، اسلام خاں، سکندر خاں، حکیم فتح اللہ خاں، شیخ عبدالوہاب سید محمود اختر۔ سید احمد۔ خضر خاں لودھی۔ مرزا بدیع الزمان، جباری خاں۔ خان جہاں۔ قلیچ خاں وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی اصلاح کے لیے کس کس طبقہ کو چنا۔ یہ چیز آج بھی مسلمانوں کی رہنمائی کرے گی۔

سب سے اول آپ نے ان غرباء و فقراء کی جماعت تیار کی جو عملی نمونہ بن کر لوگوں کے سامنے اسلامی روایات پیش کر سکیں اس لیے آپ نے روحانی کمالات سے کام لیا۔

دوسرے درجہ پر آپ نے اہل علم اور سنجیدہ طبقہ کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا اور صحیح عقائد اسلامیہ ان تک پہنچائے۔ اس کیلئے آپ علم و استدلال کی طاقت حرکت میں لائے

تیسرے درجہ پر ان امراء کو جو خالص سنی المذہب تھے اور با اختیار تھے، اپنی ذمہ داریاں محسوس کرنے کی تلقین کی اور ان کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں اپنے مکتوبات شریف سے نواز اور ان کی تسلی و تشفی فرماتے رہے۔

چوتھے طبقہ پر بادشاہ جو کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ با اختیار تھا، اس کی اصلاح کے لیے آپ کو مختلف صعوبتوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن یہ ایک نفیس نکتہ تھا جس کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ ہے۔

پہلے تین درجوں میں حضرت امام ربانیؒ بہترین کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ اب صرف آخری درجہ باقی تھا اور اس میں کامیابی کے لیے آپ نے قید و بند کی مصیبتیں اٹھائیں۔

حقیقت میں اصلاح کے لیے قدم اٹھانا بوالہوسوں کی نظر میں ایک سیاسی شغل سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور وہ لوگ عمداً یا سہواً اس نیک نیتی کو سیاست میں کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت عرب کی زمین میں خدا کا نام بلند کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تو بد باطن لوگوں نے یہی اتہام آپ پر لگایا کہ آپ بادشاہی چاہتے ہیں یا مال جس چیز کی آپ کو تمنا ہو لیجیے، مگر ہماری اصنام پرستی میں دخل نہ دیجیے۔ اس وقت آپ نے کفار سے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی خواہش نہیں، میں تو احکم الحاکمین کی وحدانیت کا سبق پڑھانے آیا ہوں۔ بالکل یہی طریقہ حضرت امام ربانیؒ کے متعلق مخالفین نے اختیار کیا۔ حضرت امام ربانیؒ کو ایک سیاسی مہرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اصلاح کا کام جب ایک منظم طور پر ہو رہا ہو تو یقیناً تخت نشین خائف ہوتے ہیں اور

درپے آزار ہو جاتے ہیں حضرت امام ربانیؒ کا طریق اصلاح اس طور سے بے غرض اور ریا سے پاک تھا کہ بادشاہ باوجود اپنے جاسوسوں کی رپورٹوں کے کوئی ایسی چیز اخذ نہ کرسکا جس میں سوائے خدا کا نام بلند کرنے اور شریعت محمدی کے اجرا زہد و تقوی اور کفر و طغیان سے بیزاری کے اور کچھ مل سکتا اور سب سے بڑھ کر یہ چیز کہ جن متوسلین نے جوش محبت میں آکر بادشاہ سے بغاوت کی تھی انہیں حضرت امام ربانیؒ نے اس کام سے روک دیا اور وہ بدستور بادشاہ کو بادشاہ کی حیثیت سے دیکھنے لگے۔ اس سے بڑھ کر اخلاص کا امتحان جہانگیر کو کیا چاہیے تھا طبیعت کچھ پلٹی اور حضرت امام ربانی کے متعلق سیاسی شکوک رفع ہو گئے۔ اور آپ کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے۔

۶۔ تبلیغ نہ کرنا باعث عذاب ہے

امر بالمعروف کی دعوت نہ دینا اکثر اوقات اللہ کے عذاب کا موجب بنتا ہے کیونکہ تبلیغ کی استطاعت رکھتے ہوئے تبلیغ نہ کرنا اللہ ناراضگی ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتُوْا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن وہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر پہلے عذاب بھیجے گا (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر بستی کے اہل علم حضرات کو چاہیے کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اگر کوئی شخص خود قاری ہو کر اپنے [illegible] یا محلہ والوں کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں کرتا اور نہ ہی دیگر برائیوں سے روکتا ہے تو روز قیامت وہ بری الذمہ نہ ہوگا۔

حضرت سالمؒ بن عبداللہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو قبل ازیں کہ تمہارے نیک لوگوں کی دعا نہ

قبول نہ ہوں اور تم استغفار کرو مگر تمہیں معاف نہ کیا جائے، خوب سمجھ لو کہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو دور کرتا ہے نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے خوب سن لو! کہ یہودی علماء اور عیسائی عابدوں نے نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا جب ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے پیغمبروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔

ہر مسلمان آزاد عاقل، بالغ پر جو معروف اور منکر سے واقف ہو (یعنی عالم ہو) لازم ہے کہ لوگوں کو اچھی اور نیک باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے اگر منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اور ایسا کرنے سے کوئی ایسا بگاڑ اور فساد پیدا نہ ہو جس سے اسے اس کے مال یا اس کے اہل و عیال کو کوئی نقصان پہنچے، ان احکام کے پہنچانے کے لیے کوئی تخصیص نہیں حاکم ہو یا عالم، خلیفہ (حاکم وقت) ہو یا عام رعیت کا کوئی فرد ہو، بدی سے بچے ساتھ علم اور اس سے قطعی طور پر آگاہی کی جو شرط لگائی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ بغیر علم گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے کہ بدی سے منع کرنے والا محفوظ نہیں کہ اس نے جو گمان کیا ہے ممکن ہے کہ حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مسلمانو! بہت بدگمانی کرنے سے بچو بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے"

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان کی گئی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ یَآیُّهَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْکَرًا فَلَمْ یُغَیِّرُوْهُ یُوْشِكُ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو! تم پر اپنی جانوں کو بچانا لازم ہے گمراہ ہونے والا تمہیں کوئی نقصان نہیں دیگا جبکہ تم ہدایت پر ہو (۱۰۵-۵) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب بھیج دے روایت کیا اسے ابن ماجہ اور ترمذی نے اور اس کو صحیح کہا اور

وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ وَفِي أُخْرَى لَهُ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُونَ إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ وَفِي أُخْرَى لَهُ مَا مِنْ قَوْمٍ تُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ اگر ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنا عذاب بھیج دے اور اسی کی دوسری روایت میں ہے کہ جس قوم میں ظلم کئے جاتے ہوں اور لوگ انہیں روکنے پر قدرت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر عذاب بھیج دے اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ جس قوم میں گناہ کیے جاتے ہوں اور کرنے والے سے دوسرے لوگ زیادہ ہوں۔

٭

۷۔ دعا کی عدم قبولیت

امر بالمعروف کو سرانجام نہ دینے کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ جب انسان اللہ کے احکام کو مانتا ہے اور محبت سے اس کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور جب اس کی مخلوق اس کے احکام کو پس پشت ڈال دیں تو پھر دعا قبول نہیں ہوتی۔

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ عِنْدِهِ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرتا اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا۔ پھر تم اُس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (ترمذی)

٭

اس حدیث میں پہلے والی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور انداز میں سمجھانے

کی کوشش کی ہے اور مسلمانوں کو قسم اٹھا کر اس بات کی تاکید کی کہ تم نیک کاموں کا حکم کرتے رہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو تاکہ اسلام کی دعوت کا کام جاری رہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو برائی بڑھ جائے گی اور جب برائی نہ روکنے کی وجہ سے انتہا پر پہنچ جائے گی تو پھر عذابِ الٰہی کے آثار پیدا ہو جائیں گے اللہ کی ایسی ناراضگی سے بچنے کے لیے دوسروں کو اچھے کاموں کی دعوت دیتے رہنا چاہیے۔

۸۔ نہی سے بچنے کی تاکید گناہ کے کاموں سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بُری صحبت اور مجلس انسان کو لے ڈوبتی ہے اس بات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

وَعَنِ الْعُرْسِ بْنِ عُمَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا۔

حضرت عُرس بن عُمَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہو اور وہ اُسے ناپسند کرے تو ایسا ہے جیسے وہاں موجود نہیں اور جو موجود نہیں لیکن اُس سے راضی ہے تو وہ ایسا ہے جیسے موجود ہو۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی جگہ یا کسی مجلس میں بُرا ہو رہا ہو اور جو بھی وہاں موجود ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کو پسند نہ کرے بلکہ اس سے نفرت کا اظہار کرے تو جس کا اس طرح ناپسند کرنا اس کے لیے ایسا ہے جیسے کہ وہ اس بُری مجلس میں شامل نہ تھا۔ یعنی بُرائی کو دل سے ناپسند کرنا عدم موجودگی کے مترادف ہے مگر اس کے برعکس اگر کوئی بُری محفل میں موجود نہ ہو لیکن بعد ازاں بُرائی سن کر اس میں دلچسپی کا اظہار کرے تو اس کا اس طرح کرنا بُرائی میں شامل ہونے کے مترادف ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے خوبصورت انداز میں یہ بات سمجھائی ہے کہ بُری محفل میں شامل ہونے سے ہر ممکن گریز کرو کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بُرائی کو ہوتے دیکھ کر تمہارا ذہن بھی بُرائی کو قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔

۹۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کے متعلق نیک لوگوں کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے

اللہ کی عبادت اور تسلیم کے لحاظ سے مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو اللہ کے خاص بندے ہیں جو اللہ کو ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں اور اللہ ان کی نیکیوں سے راضی ہوتا ہے۔ اور دوسرے عام لوگ ہیں جن کے اعمال خاص لوگوں سے کم درجہ رکھتے ہیں یعنی عوام الناس اکثر گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جس سے بعض اوقات اللہ سخت ناراض ہو کر ان پر عذاب نازل کر دیتا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں، اور برائیوں کو ترک کریں۔ مگر اللہ اپنے خاص بندوں کو عوام الناس کے اعمال کی بنا پر عذاب میں مبتلا نہیں کرتا ہاں بجز اس کے کہ اگر اللہ کے خاص بندے طاقت رکھتے ہوئے امر معروف کی تبلیغ نہ کریں اور اپنے سامنے برے کام ہوتے ہوئے دیکھ کر انہیں نہ روکیں تو پھر اس کوتاہی کی پاداش میں انہیں بھی عوام الناس کے ساتھ عذاب ملے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات یوں بیان فرمائی ہے۔

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًى لَنَا أَنَّهُ سَمِعَ جَدِّي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوا فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ۔

عدی بن عدی الکندی کا بیان ہے کہ ہمارے مولیٰ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اس نے میرے جد امجد سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کے باعث عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اُسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں مگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب کو عذاب دے گا۔ (شرح السنہ)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ کے خاص بندوں کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں

معروف کی تاکید کریں۔ اور لوگوں کو اپنی طاقت کے مطابق بُرے کاموں سے روکیں تاکہ اللہ ان سے راضی رہے ایسی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے کہ اگر کسی جگہ کسی پر ظلم ڈھایا جا رہا ہو اور اسے مار پیٹ رہے ہوں اللہ کا کوئی شخص وہاں کھڑا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا ہو اور اس مظلوم کی مدافعت پہ قادر بھی ہو اور پھر بھی نہ کرے تو اس پر لعنت کی بارش ہوتی ہے۔

ا نیک بندے کو تبلیغ نہ کرنے پر اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

اللہ کا وہ نیک بندہ جو ایک ساعت بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرتا ہو بلکہ ہر وقت یاد الہی میں اسکا دل ڈوبا رہا ہے اس کے باوجود اگر وہ نافرمانوں کی اصلاح نہ کرے انہیں راہ حق کی تلقین نہ کرے تو اسے بھی بُرے لوگوں کے ساتھ عذاب الہی میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اَقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں بستی کو اس کے باشندوں پر اُلٹا دو جبرئیل گویا ہوئے کہ اے رب! اُس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ فرمایا کہ اُس پر اور دوسرے سب پر الٹا دو کیونکہ میری خاطر اُس کا چہرہ ایک ساعت کے لیے بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک ایسے شہر پر عذاب نازل کیا جس میں اٹھارہ ہزار آدمی ایسے بھی رہتے تھے جن کے اعمال پیغمبروں کی صفات کے حامل تھے۔ صحابہ رض نے عرض کیا یا رسول اللہ ! یہ کیوں ؟ (یعنی ان لوگوں

کو مبتلائے عذاب کیوں کیا گیا فرمایا اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے خفا نہ ہوتے تھے اور ان سے باز پرس نہ کرتے تھے۔

۱۱۔ صاحب عمل ہونا ہے مومن کی علامت سے ہے

دوسروں کو نیک باتوں کی دعوت دینے کے لیے مبلغ کا صاحب عمل ہونا ضروری ہے کیوں کہ صاحب عمل کی تاکید پُر اثر ہوتی ہے اور جو خود عمل نہ کرے مگر دوسروں کو وعظ و نصیحت کرے اس کی نصیحت بے اثر ہوتی ہے کیونکہ یہ باعث بڑی بے وزن ہے کہ ایک کام انسان خود تو نہ کرے مگر دوسروں کو اس کی دعوت دے کہ وہ ضرور کریں عمل سے بات میں تاثیر پیدا ہوتی ہے بزرگان دین کی باتوں میں اثر اسی لیے ہوتا ہے کہ وہ خود باعمل ہوتے ہیں اور ان علماء کی وعظ و نصیحت اسی لیے بے اثر ہوتی ہے جو خود عمل سے خالی ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بہت زور دیا کہ ملت اسلامیہ میں تبلیغ اور دعوت دین دینے کا حق صرف اسے ہے جو خود باعمل ہو۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّہَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِہِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِیَدِہٖ فَہُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاہَدَہُمْ بِقَلْبِہٖ فَہُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاہَدَہُمْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اس کی امت میں مبعوث فرمایا اسے امت سے کچھ (مخلص) احباب حاصل ہوئے جو اس (نبی) کے طریقے پر چلتے اور اس کی فرمانبرداری کرتے پھر ان کے بعد کچھ ناخلف آگئے جو ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں خود نہیں کرتے اور خود ایسے اعمال کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ان کے ساتھ ہاتھ سے لڑنے والا مومن ہے۔ دل سے لڑنے والا بھی مومن ہے۔ اور زبان سے لڑنے والا بھی مومن ہے۔ اس کے سوا رائی کے دانہ کے

بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ رائی برابر بھی ایمان نہیں۔ مسلم شریف

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو شخص ایسے نیک اعمال کی دعوت دیتا ہو جو وہ خود نہیں کرتا اسے سمجھانے والا مومن ہوگا۔ ایسے شخص کو جو زبان سمجھاتا ہے وہ بھی صحیح مومن ہے اور جو دل میں اس کے اس فعل کی مذمت کرتا ہے وہ بھی مومن ہے۔ اور ایسے شخص کو جو قوت کے ساتھ سمجھاتا ہے وہ بھی مومن ہے الغرض مراد یہ ہے کہ خود بے عمل ہو کر تبلیغ اسلام کا کوئی جواز نہیں۔

۱۲۔ بے عمل مبلغوں کا انجام

بے عمل مبلغوں کو آخرت میں ایسی سزا دی جائے گی جو بڑی عبرتناک ہوگی۔ اس کا ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَّارٍ قُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ ھٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِکَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَیَنْسَوْنَ اَنْفُسَھُمْ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَ بَیْھَقِیْ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِکَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ وَیَقْرَءُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَلَا یَعْمَلُوْنَ)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن اپنی جانوں کو بھلا دیتے ہیں۔ روایت کیا اسے شرح السنہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ دوسری روایت میں کہا: آپ کی امت کے خطیب جو دوسروں سے کہتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے

زبان اور ہونٹوں سے چونکہ جھوٹی بات کی جاتی ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے عمل باتیں کرنے والے کو ہونٹ کاٹنے کی سزا دی جائے گی جس سے وہ دوسروں کو نیکی کی دعوت

دیتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

۱۳۔ دوسروں کو تبلیغ مگر خود عمل نہ کرنے کی سزا جہنم ہے

بے عمل مبلغ کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے وہاں آگ کی شدت کے باعث اسکی انتڑیاں پیٹ سے نکل آئیں گی۔ اور وہ دیوانوں کی طرح چکر لگائے گا اس وقت وہ بڑی تکلیف میں ہوگا مگر کوئی اسے چھڑا نہیں سکے گا۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی حسب ذیل ہے۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَيْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اُسے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ آگ ہی اُس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ وہ پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے۔ جہنمی اُس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے: بابے فلاں! کیا بات ہے جبکہ آپ تو ہمیں نیکی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے تھے؟ کہے گا کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا، تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا۔ (بخاری شریف)

۱۴۔ اسلام کی طرف دعوت دو

وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے خیبر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا

قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ
الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ
عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَبَاتَ
النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ
يُعْطَاهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ
غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا أَنْ
يُعْطَاهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ
غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا أَنْ
يُعْطَاهَا. فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ
طَالِبٍ؟ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ
يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ: فَأَرْسِلُوْا
إِلَيْهِ" فَأُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ
عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرِئَ حَتّٰى كَأَنْ
لَمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ
فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا
فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى
تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى
الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ

جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا
وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا
ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے۔ لوگوں
نے رات بحث مباحثہ میں گزاری کہ جھنڈا
کس کو دیا جائے گا۔ بوقت صبح بارگاہ نبوی
میں حاضر ہوئے ہر شخص کو امید تھی کہ جھنڈا
اسے عطا کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ علی
بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ صحابہ
کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! انکی آنکھوں
میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو پیغام
بھیجو چنانچہ لائے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک
لگایا اور ان کی صحت کے لیے دعا فرمائی۔
چنانچہ وہ تندرست ہو گئے گویا کہ انہیں درد
تھا ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انہیں جھنڈا مرحمت فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا میں
ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب
تک کہ وہ ہماری مثل نہ ہو جائیں؟ آپ نے
فرمایا۔ باوقار طریقے پر جاؤ یہاں تک کہ ان
کی زمین پر اترو پھر انہیں اسلام کی طرف
بلاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد

عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ۔

شدہ فرائض سے ان کو خبردار کرو۔ پس قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمائے تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف)

۵۔ گنہگاروں کی صحبت سے ہرممکن بچنا چاہیے

دعوت دین کے علمبرداروں کو برے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے اور ان کا ہم نوالہ ہم پیالہ بننے سے نیک آدمی بھی برا بن جاتا ہے اس لیے علماء کو بری محفل سے دور رہنا چاہیے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے علماء کی مثال دی ہے کہ برے اور بے عمل لوگوں کی مجلسوں شامل ہو کر خود بھی دین سے دور ہو گئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَآءُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطِرُوْهُمْ اَطْرًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے تو اُن کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ پس علماء اُن کی مجلسوں میں شامل ہوتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو دوسرے بعض کے دلوں سے ملا دیا۔ پس اُن پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت فرمائی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے گزرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا کہ اس

ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے،
یہاں تک کہ تم انہیں ظلم سے پوری طرح روک
لو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جسے حواری میسر نہ رہے ہوں یعنی ایسے اصحاب ہر پیغمبر کو میسر رہے ہیں جنہوں نے اس کے بعد کتاب خدا اور اس کی سنت کو جاری رکھا، ان احکام کی تبلیغ کرتے رہے، اور پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوتے گئے کہ منبر پر چڑھ کر نیکی کی تلقین کرتے تھے اور اچھی اچھی باتیں سناتے تھے۔ نیکی (عملاً) معاملات کے کھوتے تھے اور بُرے کام کرتے تھے۔ پس ہر مومن کا حق ہے اور فریضہ بھی کہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرے، اور ہاتھ سے جہاد ممکن نہ ہو تو زبان ہی سے سہی، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کم سے کم، دل میں انہیں بُرا سمجھے (اور ان سے موافقت نہ کرے) کہ اس سے کم میں تو مسلمانی باقی ہی کہاں رہتی ہے؟ کیمیائے سعادت

۱۶۔ خیر کی کنجیاں

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ لِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبَى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالَى مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ خیر یعنی مال کثیر خزانے ہیں اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ اس بندہ کو خوشخبری ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر خواہی کھولنے اور شر کو بند کرنے کی کنجی بنایا ہے اور اس بندہ کو ہلاکت ہو جس کو خدا نے شر کو کھولنے اور خیر کو بند کرنے کی کنجی بنایا ہے۔ ابن ماجہ

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیک اعمال ایک طرح کے خزانے ہیں اور ایسے ہی شر ہے خیر کے خزانوں کو کھولنے اور شر کو بند کرنے کے لیے کنجیاں ہیں اور چند حضرات ان کنجیوں کی طرح ہوتے ہیں جن سے وہ خزانے کھولے اور بند کیے جاتے ہیں یا ایسے حضرات نمائندہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو حضرات خیر کے نمائندے ہوں یعنی لوگوں میں امر معروف کرتے

ہوں اور نواہی سے روکتے ہوں ان کے لیے اچھے اجر کی خوشخبری ہے اس کے برعکس جو شر کے نمائندے ہوں اور برائی کو پھیلائیں اور نیک کاموں کو روکیں ان کیلئے ہلاکت ہے۔

۱۷۔ امر معروف کی ہدایت کرنے والوں کا ثواب

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا، وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہدایت کی طرف بلانے والے کے لیے اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ہے جبکہ ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوتی اور برائی کی طرف بلانے والے کو اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ہوتا ہے۔ جبکہ ان کے گناہوں سے بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔ مسلم شریف

کسی شخص کی تبلیغ سے اگر کوئی راہ ہدایت پر آ کر نیک کام کرنے لگ جائے تو تبلیغ کرنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا نیک کام کرنے والے کو ملے گا۔ کیونکہ ہدایت کی طرف بلانے والوں کا بڑا درجہ اور مقام ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ نیک کام کرنے والے کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔ ایسے ہی گناہوں اور برائیوں میں ملوث کرنے والوں کو بھی گناہ ہوتا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ خود برائیوں سے بچ کر دوسروں کو گناہوں سے بچنے کی تاکید کرے۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا راستہ بتلانے والے کے لیے اس پر عمل پیرا ہونے والے

مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔

کے برابر ثواب ہے۔ مسلم شریف

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ رض قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِى الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِى اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطاعت و فرمانبرداری، فراخی و دشواری اور ہم پر ترجیح دیئے جانے میں بیعت کی اور یہ کہ امیر و حاکم سے جھگڑا نہ کریں گے جب تک کھلا ہوا کفر نہ دیکھ لیں جس میں اللہ کی طرف سے دلیل موجود ہو اور اس شرط پر بیعت کی کہ ہم حق بات کہیں جس جگہ بھی ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں حق گوئی کی تاکید کی گئی ہے کہ حق بات کہی جائے۔ تاکہ دوسرے مسلمان بھائی اسے تسلیم کرکے عمل کر سکیں۔

۸۔ مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَّاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص اپنے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے۔ اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو اس کو دور کر دے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان کی سیرت آئینے کی طرح صاف ہونی چاہیے۔ یعنی برائیوں سے پاکیزہ ہونی چاہیئے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان بھائی میں کوئی برائی دیکھے تو اس کی وہ برائی دور کرنے کی کوشش کرے۔ اور اسے گناہوں سے بچنے کی تاکید کرے۔ ایک صالح شخص نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ جب تم میں سے کوئی نیکیوں کا حکم دینا

چاہیئے تو اسے چاہیئے کہ اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے کیونکہ جو شخص اللہ پر اعتماد کرتا ہے وہ کبھی تکالیف میں مبتلا نہیں ہوتا۔

۱۹۔ دوسرے کی خیر خواہی کا حکم

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرنی چاہیئے۔ یعنی دوسروں کو ہر برے کام سے روکنا اور نیکی پر مائل کرنا خیر خواہی ہے کیونکہ خیر خواہی یہی ہے کہ اس کی عاقبت درست ہو جائے۔ اور عاقبت نیک اعمال ہی سے درست ہوتی ہے اسلئے دوسروں کی بہتری کے لیے انہیں امر معروف پر عمل کرنے کی تاکید کرتے رہنا چاہیئے یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے۔

عَنْ تَمِيْمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کی خیر خواہی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا۔ اللہ کی اس کی کتاب کی۔ اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے بادشاہوں کی اور عام مسلمانوں کی۔ (مسلم)

اس حدیث میں خیر خواہی کی مزید وضاحت کی گئی ہے کہ خیر خواہی کس کی کرنی چاہیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی خیر خواہی کرو اللہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی حمد و ثنا اور عبادت کی جائے۔ کتاب اللہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر یقین کے ساتھ عمل کیا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی اتباع کی جائے اور مسلمان بادشاہوں

کی بھلائی اس میں ہے کہ راہِ حق پر چلنے کے لیے ان کی امداد کی جائے۔ اور عام مسلمانوں کی
بھلائی یہ ہے کہ انہیں امرِ معروف پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی جائے۔ اور بُرے کاموں
سے انہیں روکا جائے۔

باب ۳

واقعات تبلیغ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ اکرامؓ نے یہ فریضہ بڑے عمدہ طریقے سے سرانجام دیا۔ ان کے بعد ان کے جانشینوں نے سلسلہ تبلیغ کو جاری رکھا حتی کہ یہ اہم فریضہ اولیاء اور علماء کے ذریعے آج تک جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ ان اکابرین کی تبلیغ کے چند واقعات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب مشرف با سلام ہوئے تو اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور اللہ پاک کی طرف دعوت دینی شروع کر دی، حضرت ابوبکرؓ اپنی قوم میں ہر دلعزیز اور نرم طبیعت اور محبوب تھے اور قریش کے نسب ناموں سے پورے واقف تھے اور قریش کی زندگی کے ہر نشیب و فراز سے واقف تھے۔ تجارت کیا کرتے تھے، بڑے بااخلاق اور وسیع القلب تھے آپ کی قوم کے افراد آپ کے پاس آتے اور اکثر امور میں آپ ہی سے مشورہ لیتے کیونکہ آپ کا علم وسیع تھا اور آپ کی صحبت اچھی تھی حضرت ابوبکرؓ نے اسلام لانے کے بعد اپنی قوم میں سے جس کسی پر اعتماد تھا، اور جو لوگ آپ کے پاس آتے جاتے اور آپ کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے ان سب کو اسلام کی دعوت دی جہاں تک میرے علم کی رسائی ہے بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جیسے حضرت زبیرؓ، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں حضورؐ کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضر ہوئے آپ نے ان لوگوں پر اسلام پیش کیا اور قرآن شریف پڑھ کر سنایا اور اسلام کے حقوق سمجھائے، یہ لوگ ایمان لے آئے یہ شروع میں اسلام لانے والے حضرات جو آٹھ ہیں یہ اپنے اسلام میں نہایت سچے اور نہایت پکے مسلمان شمار ہوئے ان لوگوں نے حضورؐ کی تصدیق کی اور ہر اس بات پر جو اللہ کے پاس

سے آئی اس پر ایمان لائے۔

۲۔حضرت عمر فاروق کی تبلیغ

اسنق فرماتے ہیں کہ میں نصرانی المذہب اور حضرت عمر بن خطاب کا غلام تھا حضرت عمرؓ مجھے برابر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور فرماتے رہے کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو میں تم سے مسلمانوں کی امانتوں میں مدد لیا کروں۔ جب تک تم نصرانی ہو میرے لیے حلال نہیں کہ میں مسلمانوں کی امانتوں کے سلسلہ میں تم سے کوئی کام لوں لیکن میں ہمیشہ انکار کرتا رہا حضرت عمرؓ نے فرمایا دین میں کوئی جبر نہیں جب حضرت عمرؓ کی حیات کا پیمانہ لبریز ہوچکا تو مجھ کو آزاد کر دیا اور فرمایا جہاں تیرا جی چاہے چلا جا (یہ قصہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے) حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں جب میں ملک شام میں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وضو کا پانی لے کر آیا آپ نے پوچھا یہ پانی کہاں سے لائے ہو؟ میں نے تو ایسا خوشگوار پانی نہیں دیکھا آسمان کا پانی بھی ایسا اچھا نہیں۔ میں نے عرض کیا ایک نصرانی بڑھیا کے گھر سے لے کر آیا ہوں حضرت عمرؓ وضو کر چکنے کے بعد اس بڑھیا کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے بڑی بی! اسلام لے آؤ! اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا دین دے کر بھیجا ہے بڑھیا نے اپنے سر سے چادر اتاری اس کے بال سفید دوب کی طرح تھے اور کہا میں انتہائی بوڑھی ہوچکی ہوں اور اب میری موت کے دن بالکل قریب ہیں (میں کیا اسلام لاؤں گی) حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا کہ میں تبلیغ کر چکا۔

۳۔حضرت ابوہریرہؓ کی تبلیغ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی اور میں اس کو بار بار اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ ایک روز میں نے اُسے اسلام کی دعوت دی مجھے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت کچھ ناگوار باتیں سنائیں میں حضورؐ کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا رہتا تھا اور وہ انکار کرتی رہتی تھی اور آج جب میں نے اُسے اسلام کی دعوت دی تو آپؐ کے بارے میں اس نے بہت کچھ مکروہ باتیں سنائیں لہٰذا آپ اللہ پاک سے دعا کیجئے کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔

آپؐ نے فوراً دعا کی کہ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں آپؐ کے پاس سے نہایت خوش ہو کر نکلا کیونکہ آپؐ نے میری کے لیے دعا کی تھی گھر پہونچ کر جیسے ہی میں نے دروازہ کھولنا چاہا تو بھڑ رہا تھا میری ماں نے میرے پیروں کی آہٹ سن کر کہا ابوہریرہ! وہیں ٹھہرو اور میں نے نہانے کے پانی گرنے کی آواز سنی، اتنے میں میری ماں نے اپنی قمیص پہنی اور جلدی میں چادر نہیں اوڑھی اور دروازہ کھول کر کہا اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے قابل نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، میں نے واپس لوٹ کر حضورؐ کو یہ خوشخبری دی آپؐ نے اللہ کا شکر کیا اور دعائے خیر فرمائی۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مومن مرد یا عورت میرا نام سنتا ہے خدا کی قسم مجھے دوست رکھتا ہے (راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا تمہیں اس بات کا پتہ کہاں سے چلا؟ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی ماں کے مشرف باسلام ہونے کا پورا تذکرہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بھاگ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مارے خوشی کے میری آنکھ سے آنسو بہہ رہے تھے جیسے شدتِ ملال کی وجہ سے پہلے بہہ رہے تھے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بڑی خوشی کی بات ہوئی کہ اللہ پاک نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ابوہریرہ کی ماں کو اسلام کی ہدایت دیدی۔ اس کے بعد میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ پاک سے آپ دعا کیجئے کہ میری اور میری ماں کی محبت تمام مومن مرد اور عورت کے دل میں راسخ کر دے آپؐ نے فوراً ہی اللہ پاک سے دعا کی کہ اے میرے اللہ! تو اس بندے اور اس کی ماں کو ہر مومن مرد اور عورت کا محبوب بنا لے یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ جب میرا تذکرہ کوئی مومن مرد یا عورت سنتا ہے مجھے دوست رکھتا ہے۔

۴ حضرت طلیب بن عمیرؓ کی تبلیغ

حضرت طلیب بن عمیرؓ اسلام لانے کے بعد اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماں سے عرض کیا میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر لیا ہے تمہیں اسلام لانے سے اور آپ کا اتباع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تمہارے

بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لاچکے ہیں ماں نے جواب دیا میں یہ انتظار کر رہی ہوں کہ
میری بہنیں کیا کرتی ہیں میں اپنی بہنوں سے باہر نہیں، حضرت طلیبؓ فرماتے ہیں میں نے
عرض کیا اماں جان میں تم سے خدا کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تم ضرور حضور علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہو، اور آپؐ کو سلام کرو اور آپ کی تصدیق کرو۔ اور اس بات کی گواہی
دیدو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ
کے رسول ہیں اور مسلمان ہوگئیں، اس کے بعد یہ اپنے بڑھاپے کے باعث رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے کام میں زبانی امداد سے کام لیتیں یعنی لوگوں سے کہتی سنتی تھیں۔ اور اپنے بیٹے
کو آپؐ کی امداد پر اور آپؐ کی باتوں کی پابندی پر آمادہ کرتی رہتی تھیں۔

۵۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ

حضرت اسعد بن زرارہؓ، مصعبؓ بن عمیر کو ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے محلوں کی طرف
چلے اسعد بن معاذ حضرت اسعدؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں چنانچہ بنی ظفر کے ایک باغ میں ایک
کنویں پر جس کو مرق کہتے ہیں جا کر بیٹھ گئے ان دونوں کے پاس قبیلہ اسلم کے لوگ جمع ہو گئے
عبدالاشہل کے چوٹی کے سردار سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر تھے جو اب تک اسلام نہ لائے
تھے ان دونوں نے حضرت اسعدؓ کے آنے کی اطلاع پائی تو سعد نے اُسید سے کہا کہ تم ان دونوں
آدمیوں کے پاس جاؤ جو ہمارے محلے میں اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے کمزور لوگوں کو بہکائیں اور جا
کر انہیں ڈانٹ دو اور یہاں آنے سے بالکل روک دو چونکہ اسعد میرے خالہ زاد بھائی ہیں اس
لیے میں نہیں جا سکتا ہوں۔ یہ سن کر اسید بن حضیر نے اپنا نیزہ لیا اور ان دونوں حضرات کی طرف
چل دیئے، اسعد بن زرارہؓ نے دور ہی سے انہیں آتا ہوا دیکھ کر حضرت مصعبؓ سے کہا یہ اپنی
قوم کا سردار ہے اور تمہارے پاس آرہا ہے آج اللہ کے نام پر سچائی کا بھرم رکھنا ہے حضرت
مصعبؓ نے فرمایا ذرا بیٹھنے دو میں اس سے بات کروں گا چنانچہ اُسید بن حضیر نے آتے
ہی گالیاں سنائیں اور کہا تم کس لیے ہمارے پاس آئے ہو؟ کیا ہمارے کمزوروں کو بیوقوف
بنانے کے لیے؟ اگر تمہیں زندگی پیاری ہے تو یہاں سے چلے جاؤ حضرت مصعبؓ نے کہا ذرا ٹھہرو
میری بھی تو سن لو اگر میری بات پسند آجائے تو اسے مان لینا اور اگر ناپسند گزرے تو ہم نہ کہیں گے

اُسید بن حضیر نے کہا بات تو تم نے قاعدہ کی کہی پھر اپنا نیزہ زمین پر گاڑ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے حضرت مصعبؓ نے ان کو اسلام کی باتیں سمجھائیں اور قرآن شریف پڑھ کر سنایا ان دونوں حضرات کا بیان ہے کہ قرآن سنتے ہی ہم لوگوں نے ان کے چہرے پر قبول اسلام کی تازگی اور رونق محسوس کر لی، اس کے بعد اُسید نے کہا کہ کیا ہی اچھا اور پسندیدہ دین ہے اس دین میں داخل کے لیے تم لوگ کیا کہلواتے ہو اور کس عمل کا حکم دیتے ہو؟ ان دونوں حضرات نے کہا اوّلاً غسل کرو اپنے کپڑے پاک کرو پھر کلمۂ حق کی گواہی دو پھر نماز پڑھو چنانچہ حضرت اُسیدؓ نے غسل کیا کپڑے پاک کئے اور کلمۂ حق کی گواہی دی پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ان دونوں حضرات سے عرض کیا کہ میرے پیچھے ایک اور آدمی ہے اگر اس نے تمہیں تم دونوں کا کہا مان لیا تو میری قوم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہ جائیگا میں ابھی اس کو تم دونوں کے پاس بھیجتا ہوں جس کا نام سعد بن معاذ ہے پھر اپنا نیزہ اٹھا کر سعد اور اپنی قوم کی طرف چل دیئے ان کی قوم اپنی مجلس میں بیٹھی ہوئی تھی سعد بن معاذ نے ان کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا تو اپنی قوم سے قسم کھا کر کہا کہ میں ان کو بدلا ہوا پاتا ہوں، جب حضرت اُسیدؓ مجلس میں جا کر کھڑے ہوئے، سعد نے پوچھا میاں کیا کر آئے؟ حضرت اُسیدؓ نے کہا میں نے ان دونوں آدمیوں سے بات کی بس خدا کی قسم میں نے ان میں کوئی خطرہ کی بات نہیں دیکھی، اور میں نے تو ان دونوں کو منع بھی کیا تھا لیکن ان دونوں نے کہا کہ بات اسی لو تمہیں اس کے بعد اختیار ہے اس کے بعد حضرت اُسیدؓ نے کہا ابھی ابھی مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی حارث کے لوگ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کیلئے نکلے ہیں اور یہ محض اس لیے کہ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ تمہارے خالہ زاد بھائی ہیں اور اسعد کو ان لوگوں کا قتل کرنا محض تمہاری توہین ہے یہ سن کر سعد بن معاذ آگ بگولہ ہو گئے اور پہونچنے کی جلدی کی کیونکہ انہیں بنی حارث کے اس فعل سے ڈر تھا اور نیزہ ہاتھ میں لے کر چل پڑے اور کہا خدا کی قسم تمہیں جس کام کے لیے بھیجا تھا وہ تو ہوا نہیں اور ایک مصیبت اور لے آئے۔ اور یہ کہہ کر ان دونوں کی طرف چل دیئے وہاں جا کر دیکھا کہ یہ دونوں نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں فوراً سمجھ گئے کہ اُسید نے یہ حیلہ جوئی محض اس لیے کی ہے کہ میں بھی ان دونوں کی باتیں سنوں چنانچہ کھڑے ہو کر انہوں نے بھی ان دونوں کو گالیاں دینی شروع کیں، اس کے بعد اسعدؓ بن زرارہ سے کہا کہ خدا کی قسم

اے ابو امامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو ہرگز یہ ارادہ نہ کر سکتے تھے کیا تم ہمارے گھروں میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جس کو ہم برا سمجھتے ہیں، ان کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت اسعدؓ نے مصعبؓ سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے پاس اب قوم کا سردار آرہا ہے اگر اس نے بھی تمہارا کہا مان لیا تو قوم میں سے دو آدمی بھی نہ بچیں گے جو اسلام نہ لائیں، راوی کہتے ہیں کہ سعد سے مصعبؓ نے کہا اے میاں بیٹھو تو سہی؟ اور بات سنو؟ اگر سمجھ میں آجائے مان لینا اور اگر ناپسند گزرے تو ہم چلے جائیں گے سعد نے یہ سن کر کہا بات تو قاعدہ کی کہی بھی اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے حضرت مصعبؓ نے ان پر بھی اسلام کی خوبیاں پیش کیں اور قرآن شریف پڑھ کر سنایا، موسیٰ بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ سورۂ زخرف کی شروع کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں، حضرت مصعبؓ کہتے ہیں کہ قرآن سنتے ہی ہم نے ان کے چہرے پر اسلام کی چمک دمک محسوس کرلی، سعد نے ان دونوں حضرات سے کہا کہ تم لوگ جب اسلام لاتے ہو اور اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو اور کہتے ہو؟ ان دونوں حضرات نے کہا کہ اچھی طرح غسل کرو، اپنے کپڑے کو پاک کرو پھر کلمہ حق کی گواہی دو، پھر نماز پڑھو چنانچہ سعد کھڑے ہوئے اور غسل کیا اور کپڑے پاک کئے اور کلمہ حق کی گواہی دے کر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا نیزہ لے کر اپنی قوم کی مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ اسیدؓ بن حضیر بھی تھے قوم نے انہیں آتا ہوا دیکھ کر کہا، خدا کی قسم ہم لوگ ان کو بدلا ہوا پاتے ہیں اپنی قوم کے پاس جا کر قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے بنی عبد الاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا خیال کرتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا، آپ ہمارے سردار ہیں سب سے زیادہ صاحب الرائے اور مدبر ہیں، اور آپ کی نگاہ بہت دور رس ہے حضرت اسیدؓ نے کہا تمہارے مرد اور عورتوں سے مجھے بات کرنی حرام ہے جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ گے، راوی کا بیان ہے خدا کی قسم شام نہیں گذری تھی کہ بنی عبد الاشہل کا ایک ایک مرد اور عورت مسلمان ہو چکا تھا حضرت سعدؓ بن معاذ اور مصعبؓ بن عمیر دونوں حضرات اسعدؓ بن زرارہ کے گھر مدینہ میں ٹھہر گئے، اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر باقی نہ بچا جس کے مرد و عورت مسلمان نہ ہو گئے ہوں، سوائے بنی امیہ، خطمہ واقف، اوس اور وائل کے (یہ اوس دوسرے ہیں) کذا فی البدایہ جلد ۳ ص - ۱۵۲

۶۔ حضرت عمیرؓ بن وہب کی تبلیغ

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں عمیر بن وہب جمحی غزوۂ بدر کے چند ہی دنوں کے بعد صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے عمیر قریش کے انتہائی خبیث طینت انسانوں میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو بیحد اذیتیں پہونچائی تھیں اور مکہ کے قیام کے زمانہ میں ان کی وجہ سے بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا انکا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں گرفتار ہوا تھا، یہ آپس میں جنگ بدر کا تذکرہ کر رہے تھے جس میں ان کے ستر آدمی قتل کر کے کنویں میں ڈالے گئے تھے اور جن کو مصیبت پہونچائی گئی تھی صفوان نے کہا خدا کی قسم ان مقتولین کے بعد اب زندگی تلخ ہے عمیر نے کہا بیشک تم سچ کہتے ہو مگر مجھ پر ایسا قرضہ ہوتا جس کی روانگی کا فی الحال میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں نیز اپنے پیچھے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو ابھی میں سوار ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتا اور اس کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیتا، میری تو ان لوگوں سے انتہائی عداوت ہے اس لیے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے صفوان بن امیہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہا تمہارے قرضہ کی ادائیگی کل کی میرے ذمہ ہے اور تمہارے بال بچوں کی پرورش میرے بال بچوں کے ساتھ ہو گی۔ میں ان کی اس وقت تک پرورش کروں گا جب تک وہ زندہ رہیں گے اور اس وقت تک میں ان کی پرورش سے عاجز نہ آؤں گا۔ عمیر نے کہا، اچھا اس راز کو اپنے اور میرے درمیان پوشیدہ رکھنا صفوان نے کہا ایسا ہی کروں گا عمیر نے اپنی تلوار کے تیز کیے جانے اور زہر میں بجھائے جانے کا حکم دیا چنانچہ تلوار زہر آلود کی گئی اور یہ وہاں سے مدینہ آ گیا ادھر حضرت عمر بن خطابؓ چند مسلمانوں میں بیٹھے ہوئے غزوۂ بدر کا تذکرہ کر رہے تھے اور اللہ پاک کی نوازش اور اس کی کرم فرمائی کا اور اپنے دشمنوں پر فتحیابی کو جو اللہ نے دکھلایا اسکا تذکرہ چھیڑ رکھا تھا، اچانک حضرت عمرؓ کی نظر عمیر بن وہب پر پڑی جس نے مسجد نبوی کے سامنے اونٹنی بٹھائی تھی اور تلوار کاندھے میں پڑی ہوئی تھی کہا یہ کتا خدا کا دشمن عمیر بن وہب شر و فساد کے لیے آیا ہے یہ وہی ہے جس نے یوم بدر میں لڑائی کی آگ بھڑکائی تھی اور ہمارے لیے قوم کو جمع کیا تھا حضرت عمرؓ نے اسی وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! اے اللہ کے

نبی! یہ خدا کا دشمن عمیر بن وہب تلوار لٹکائے ہوئے آگیا ہے آپ نے فرمایا اسکو میرے پاس لے آؤ چنانچہ حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور عمیر کی تلوار کے پرتلے کو اس کی گردن میں ہی دے کر پکڑا اور انصاری ساتھیوں سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل کر بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے حضورؐ کی پوری حفاظت رکھو مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ عمیر کو لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی طرح حاضر ہوئے حضورؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو اور عمیر سے کہا قریب آکر بیٹھو، چنانچہ عمیر قریب بیٹھا، کہا اَنعِمُوا صَبَاحاً یعنی صبح بخیر باد، سلام جاہلیت یہی تھا حضورؐ نے فرمایا اللہ پاک نے ہم کو ایک ایسے سلام کے ساتھ نوازا ہے، اے عمیر! وہ تمہارے سلام سے بدرجہا بہتر ہے اور وہ سلام اہل جنت کا سلام ہے عمیر نے کہا خدا کی قسم اے محمد! میرے لیے تو یہ ایک نئی بات ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے عمیر کس غرض سے آنا ہوا؟ عمیر نے کہا میں تو اپنے اس قیدی کیلئے آیا ہوں جو آپ کے یہاں گرفتار ہے کہ آپ اس کے بارے میں احسان اور کرم کریں آپ نے دریافت فرمایا پھر یہ تلوار گلے میں کیسی ہے؟ عمیر نے کہا خدا ان تلواروں کا برا کرے ان سے پہلے ہی کیا فائدہ ہوا؟ آپ نے کہا صاف صاف کہو کس ارادہ سے آنا ہوا ہے؟ عمیر نے کہا محض یہی غرض تھی جو عرض کی آپ نے فرمایا نہیں نہیں تم اور صفوان بن امیہ نے حطیم میں بیٹھ کر قریش کے ان ستر آدمیوں کا جو بدر کے کنویں میں ڈالے گئے تھے ذکر کیا تھا تو نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھ پر قرض اور بال بچوں کی فکر نہ ہوتی تو میں یہاں سے جا کر محمدؐ کو قتل کر دیتا والعیاذ باللہ صفوان بن امیہ نے تمہارے قرضہ اور بال بچوں کی ذمہ داری لی تھی، اس وجہ سے کہ تم مجھ کو قتل کر دو، اور خدا میرے اور تمہارے درمیان شاہد ہے یہ سنتے ہی عمیر نے گواہی دی کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے بعد کہا یا رسول اللہ آپ جو چیز ہمارے سامنے آسمان کی خبروں سے لاتے تھے اور جو کچھ آپ پر وحی اترتی تھی ہم ان سب کی تکذیب کیا کرتے تھے اور یہ تو ایک ایسا قصہ ہے کہ جس میں سوائے میرے اور صفوان کے کوئی موجود نہیں تھا۔ پس خدا کی قسم مجھے یقین آگیا کہ اس بات کی اطلاع دینے والا آپ کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر اور اس کیلئے حمد و ثنا ہے جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور

مجھے اس راستے پر لگایا اس کے بعد سچے دل سے حق کی شہادت دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے (صحابہؓ سے) فرمایا اپنے بھائی عمیر کو دین کی باتیں سکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم دو اور ان کے
قیدی کو چھوڑ دو، چنانچہ حضرات صحابہؓ نے ایسا ہی کیا، حضرت عمیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!
میں نے اللہ کے نور کے بجھانے میں انتہائی کوشش کی تھی اور جو لوگ اللہ کے دین پر تھے انہیں
بہت کچھ ایذا رسانی کی ہے میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جا کر لوگوں کو اللہ
اور اس کے رسول کی طرف بلاؤں اور اسلام کی دعوت دوں، شاید اللہ پاک اہل مکہ کو ہدایت
دے۔ اور اگر انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں ان دین کے بارے میں ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ
چھوڑوں گا جس طرح پہ کہ میں نے آپ کے اصحابؓ کو ان کے دین کے بارے میں تکلیفیں پہنچائیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیدی اور یہ مکہ پہنچ گئے ادھر صفوان نے ان کے
مکہ سے نکلنے کے بعد ہی ڈھول پیٹ دیا کہ اے لوگو! چند ہی یوم بعد تم لوگوں کے پاس ایک
ایسی بشارت آنے والی ہے جو تمہیں بدر کی ساری مصیبتیں بھلا دے گی۔ اور صفوان آنے والے
سواروں سے عمیر کی خبر پوچھا کرتا تھا ایک دن ایک سوار نے عمیر کے اسلام کی خبر سنائی صفوان
نے قسم کھائی کہ عمیر سے زندگی بھر بات نہ کروں گا اور کبھی عمیر کو میری جانب سے نفع نہ پہنچے گا۔

کنز العمال میں ان کے مکہ واپس آنے کا قصہ اس طرح پر ہے کہ جب حضرت عمیرؓ مکہ واپس
تشریف لائے، اسلام کی دعوت و تبلیغ میں لگ گئے، اور جس نے اس بارے میں ان کی مخالفت
کی اسے شدید ایذا رسانی کی، چنانچہ ان کی کوششوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عروہؓ کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب اللہ پاک نے ان کو ہدایت دی
مسلمان انتہائی خوش ہوئے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آئے تھے تو خنزیر مجھے زیادہ اچھا
ان سے پسند تھا اور آج تو مجھے یہ بعض میرے بیٹوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن امیہ کی روایت میں ہے کہ جب عمیرؓ اسلام لانے کے بعد
مکہ معظمہ تشریف لائے اور اپنے گھر ٹھہر گئے اور صفوان بن امیہ سے ابھی تک ملاقات نہ
ہوئی تھی، اپنے گھر والوں پر اسلام کو ظاہر کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی، جب صفوان کو
یہ خبر پہونچی تو صفوان بولا میں نے تو پہلے ہی جان لیا تھا جب وہ آتے ہی مجھ سے نہ ملے

اور اپنے گھر چلے گئے کہ یہ ضرور بدل گئے اور بے دین ہو گئے میں اس سے زندگی بھر بات نہ کروں گا۔ اور اسے اور اس کی اولاد کو کبھی نفع نہ پہونچاؤنگا۔ ایک روز صفوان بیت اللہ کے پاس تھا حضرت عمیرؓ نے آواز دی، اس نے بطور اعراض کوئی جواب نہ دیا حضرت عمیرؓ نے کہا کہ آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہیں، آپ بتائیے وہ مذہب جس پر ہم پہلے تھے جب پتھروں کو پوجا کرتے تھے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے کیا وہ بھی کوئی دین اور مذہب ہے تم اس بات کی گواہی دو کہ سوائے خدا کے کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، صفوان نے کوئی جواب نہ دیا۔

حکایت ابوالحسن نوریؒ ایک بار ایک موقع پر جا رہے تھے چلتے چلتے دجلہ کے کنارے پہنچے دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیوں سے اُتر رہے ہیں۔ پوچھا ان میں کیا ہے؟ کشتی والے نے کہا شراب ہے جو خلیفہ وقت معتصم باللہ کے لیے آئی ہے۔ وہ دس مٹکے تھے شیخ کو غصہ آیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر انہوں نے نو مٹکے یکے بعد دیگرے توڑ ڈالے اور ایک مٹکا چھوڑ دیا چونکہ یہ شراب خلیفہ کے لیے لائی گئی تھی اس لیے ان کا براہ راست خلیفہ کے ہاں چالان کر دیا گیا معتصم نہایت ہیبت ناک صورت میں بیٹھ کر اجلاس کیا کرتا تھا لوہے کی ٹوپی اوڑھتا اور لوہے کا زرہ اور لوہے کا گرز میں ہوتا تھا۔ اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا معتصم نے نہایت کڑک کر ہولناک آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا آپ کو بھی معلوم ہے۔ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا۔ معتصم یہ جواب سُن کر برہم ہوا اور پوچھا تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم محتسب ہو؟ شیخ نے فرمایا۔ ہاں محتسب ہوں خلیفہ نے کہا تم کو کس نے محتسب بنایا؟ فرمایا جس نے تم کو خلیفہ بنایا۔ ۔ ۔ خلیفہ نے کہا کوئی دلیل ہے فرمایا ہاں۔ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ

عَلٰی مَا آصَابَکَ (ق) معتصم یہ بیباکی کی باتیں سنکر متاثر ہوا اور کہا کہ ہم نے تمکو آج سے محتسب بنایا۔ مگر یہ بات بتاؤ کہ ایک مٹکا تم نے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابوالحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ خلیفہ وقت سے بھی نہیں ڈرا۔ میں نے اسی وقت ہاتھ روک لیا کیونکہ پہلے تو اللہ کی رضا مندی کیلئے توڑے تھے۔ اگر یہ توڑوں گا تو نفس کیلئے ہوگا اس لیے دسواں مٹکا چھوڑ دیا۔
اگر مولوی صاحبان امراء کے پاس جاکر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کر سکیں تو خیر ان سے ملنے کا ڈر نہیں اور اگر ان کی ہاں میں ہاں ملانا پڑے اور حق گوئی نہ کر سکے تو اجتناب ہی بہتر ہے اور علمائے دین امانت دار ہیں جب تک کہ امراء و حکام سے میل جول نہ کریں۔ اگر وہ میل جول کرنے لگیں تو وہ دین کے رہزن ہیں۔

یا الٰہی میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور پڑھنے والے حضرات کو عمل کی توفیق عطا فرما اور میری بشری کمزوریوں کو معاف فرما

آمین

عالم فقری

مورخہ ۱۹۸۷/۹/۳۰